افغانستان میں امریکی صلیبی جارحیت اور
طالبان کی فتوحات کی داستان
لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ
فاتح طالبان
مصنف
حیات اللہ
انقلاب پبلشرز

فاتح طالبان

افغانستان میں امریکی صلیبی جارحیت
اور
طالبان کی فتوحات کی داستان

مصنف
حیات اللہ

ناشر:
انقلاب پبلیکیشنز
اُردو بازار، لاہور

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب　　فاتح طالبان

مصنف　　حیات اللہ

ناشر　　انقلاب پبلیکیشنز

قیمت　　600روپے

ملنے کے پتے

مکتبہ سید احمد شہیدؒ اردو بازار لاہور　　مکتبہ ابن مبارک اردو بازار لاہور

مکتبہ نقوش اسلامی اردو بازار لاہور　　ممتاز کتب خانہ پشاور

مکتبہ فاروقیہ مینگورہ سوات　　مکتبہ عمر فاروق کراچی

ادارہ اشاعت الخیر، ملتان

اپنے شہر کے ہر بڑے کتب خانے سے طلب فرمائیں

انقلاب پبلیکیشنز

اُردو بازار لاہور

فہرست

انتساب

اپنے والدین کے نام

جنہوں نے بے مثال محبت وشفقت اور مہربانی کا معاملہ کرتے ہوئے میرے بچپن میں اپنی لوریوں میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عظمت وشان اور مبارک زندگیوں کے واقعات کا رَس میرے کانوں میں انڈیل کر میرے دل میں اللہ رب العزت کی کبریائی اور رسول اللہ ﷺ کی ارفع ومحمود شان اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عقیدت ومحبت کو نقش کیا۔ اِن پاکیزہ لوریوں اور قصص القرآن وقصص الانبیاء کو سُن کر میرے مَن میں دین کی محبت نے جڑ پکڑی اور میں اپنے والدین کی شفقت وراہنمائی میں راہِ جہاد کا راہی بن گیا۔ الحمدللہ والدین کی راہنمائی نے نیک وبد کی تمیز وحرام وحلال کا فرق سکھلایا۔ اول کلام کلمہ توحید سکھلایا اور دین سے محبت دی۔

تمام والدین اپنے بچوں کی درست تربیت اور راستی کا سبق دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ جن والدین کی اولاد ان کی درست اور صالح تربیت کی وجہ سے صراط مستقیم پر گامزن ہوجاتی ہے وہ کامیاب ہوجاتے ہیں۔ ایک حدیث مبارکہ کا مفہوم ہے۔

''جن والدین کی اولادیں اللہ تعالیٰ کے راستہ میں اپنی جانیں قربان کرتی ہیں۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اُن والدین کے سر پر عظمت کا تاج رکھیں گے۔''

تمام لوگ بروز قیامت اِن کی عظمت کو دیکھتے ہوئے ان کا اکرام کریں گے۔ اپنے والدین کی خصوصی شفقت اور حوصلہ افزائی کی وجہ سے جہاد کی راہ میں آنے والی رکاوٹوں کا نہ صرف خندہ پیشانی سے سامنا کیا بلکہ درآنیوالی رکاوٹوں، مصیبتوں اور تکالیف کو اللہ تعالیٰ کی خصوصی مدد سے برداشت کیا۔

خدائے بزرگ وبرتر کا احسان عظیم ہے کہ اُس نے مجھے نہایت رحیم وشفیق ماں باپ سے نوازا اور انہوں نے بھی ملت اسلامیہ کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے میری تربیت کا حق ادا کیا۔

رب ارحمهما كما ربّيٰنى صغيرا

اُن شہداء کے نام

جنہوں نے گلشن اسلام کے اشجار کی آبیاری کے لیے اپنے انمول لہو کو بطور نذرانہ پیش کیا اور اپنے لہو میں نہا کر اُمت مسلمہ کو جینے کی راہ دکھلائی اور اپنے رب سے کیے ہوئے جان کے سودے کو پورا کیا۔

اُن غازیوں کے نام

جو اس کٹھن راہ پر چلتے رہے ان میں سے بعض اپنا وعدہ پورا کر چکے ہیں اور بہت سے اپنی باری کے انتظار میں رزم گاہوں کا رُخ کرتے ہیں اور اس کی رکاوٹوں سے نبرد آزما ہیں۔

اُن اسیروں کے نام

جو اسلام کی عظمت اور نشاۃ ثانیہ کے لیے اپنے ماں باپ، بہن بھائی، بیوی بچوں اور رشتہ داروں سے دور دنیا کے مختلف خطوں میں طاغوت کی قید میں پڑے بڑی جانفشانی سے نہ جھکنے اور نہ بکنے کا عزم لئے طاغوت اور کفر کی اُمیدوں کو خاک میں ملاتے ہوئے اپنے اسیری کے دن کاٹ رہے ہیں۔

اُن معاونین کے نام

جو طاغوتی پابندیوں کے باوجود مجاہدین اسلام کی مالی اور مادی امداد میں لگے ہوئے ہیں۔ کوئی ورلڈ آرڈر انہیں حکم ربّی کے پورا کرنے سے نہ ڈرا سکا۔ جنہوں نے اپنا سب کچھ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیروی کرتے ہوئے راہِ خدا میں خرچ کر ڈالا اور انہیں مفلسی کا کوئی ڈر یا خوف بھی نہیں۔

اُن علمائے حق کے نام

جنہوں نے احکام الٰہی بیان کرنے میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کی اور نہ ہی کسی قسم کے طاغوتی دباؤ کو خاطر میں رکھا اور نہ طاغوتی چوکھٹوں پر سجدہ ریز ہی ہوئے بلکہ سر اُٹھا کر جیئے اور راہ خدا میں سر کٹا کر رخصت ہوئے ان میں سے بہت سے شہید اور ہزاروں پابند سلاسل کیے گئے......کوئی لالچ اور خوف اُن کو نہ دبا سکا۔

جہاد بالقلم کرنے والوں کے نام

جنہوں نے ہر دور میں اعلائے کلمۃ اللہ سے گریز نہ کیا۔ جو کسی قسم کی بندش وزبان بندی کو خاطر میں نہ لائے اور حق وسچ کو پوری دلیلوں کے ساتھ لکھ کر واضح کر دیا۔ جنہوں نے قلم کی حرمت کا حق ادا کرتے ہوئے اس معرکہ خیر وشر میں اپنے قلم استعمال کر کے اپنا حصہ ڈالا۔ اور کامیابی کے راستے کو اپنایا۔

FATEHTALIBAN@GMAIL.COM
http://fatehtaliban.blogspost.com
htttp://twitter.com/FATEHTABLIBAN
http://www.facebook.com/fatehtaliban

عرضِ مُصنف

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

''اللہ جل شانہ کا بہت زیادہ احسان مند ہوں اور اس رب کائنات کی عطاء کردہ نعمتوں کی شکر گزاری کے حق کو ادا کرنے سے قاصر ہوں جس کی مہربانی اور فضل سے اس عاجز اور مجبور بندے کی کاوش کتاب کی صورت میں آج آپ کے ہاتھوں میں ہے۔''

میرا بچپن بھی عام بچوں کی طرح گزرا ہے۔ ہاں ایک بات ضرور میری یادداشت کے خانوں میں محفوظ ہے کہ میرے والدین کی تربیت اور اُن کے سنائے ہوئے وہ قصے جو انبیاء علیھم السلام اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین کی مبارک زندگیوں پر مبنی ہوتے تھے۔۔ جو میرے لاشعور میں جاگزیں ہو گئے جن کو سناتے ہوئے میرے والدین کی آنکھوں کی چمک ایک امید اور خواب لئے ہوتی۔ جس میں ان کی اولاد (میرے) کیلئے یہ پیغام ہوتا کہ ''بیٹا یہ عظمت والے لوگ تھے تم نے بھی انہیں کے پیچھے چلنا ہے۔''

مزید برآں اُن کی وہ دعائیں بھی میری خوش بختی کا باعث بنیں جن کا اثر میں آج بھی محسوس کرتا ہوں۔ والحمدللہ علیٰ ذالک۔

میرے اس کتاب لکھنے کے پیچھے چند محرکات ہیں جن کا بیان کر دینا میرے خیال میں قارئین کیلئے سودمند ہوگا۔

☆...... لڑکپن سے ہی شوق جہاد بے قابو کیے دیتا تھا۔ اس وقت صرف جوش ہی ہوا کرتا تھا مگر رفتہ رفتہ جوش کے ساتھ ساتھ ایک جذبہ بھی سر اُٹھانے لگا کہ کِس طرح اپنے مسلمان بھائیوں کو بدر وحنین سجانے والوں کی پیروی کرنے والوں کے قصے سناؤں۔ اپنے مسلمان بھائیوں کو دین کی عظمت کیلئے پکاروں۔ دھیرے دھیرے یہ جذبہ پروان چڑھتا رہا اور حالات روز بروز تقاضا کرتے چلے گئے کہ اس سوئی بستی میں ایک اذان اور دی جائے۔

☆...... میدان کارزار میں معرکہ حق و باطل جاری ہے اس کی قصہ گوئی وہ لوگ بھی کر رہے ہیں جو کبھی اپنے گھروں سے بھی نہیں نکلے اور نہ ہی انہوں نے محاذوں پر نصرت الٰہی کے مناظر دیکھے کہ کس طرح یہ کفر کا بھیجا باہر نکال پھینکتی ہے۔ پھر یہی محقق اور کالم نگار اپنی تحریروں میں ملمع کاری کے ہنر آزماتے ہوئے اپنی ٹیبلوں پر بیٹھے مغربی میڈیا سے سنی گئی خبروں کے زیر اثر میدانِ جنگ اور جنگ کے نتائج پر دھواں دار تقریریں، کالم اور کتابیں لِکھ دیتے ہیں۔ یوں مغربی میڈیا کے غلط پراپیگنڈہ کو مسلمانوں کے سامنے پیش کر کے ان کے حوصلوں کو پست کرنے کا یہود و نصاریٰ والا کام اپنائے ہوئے ہیں۔

☆...... میرے وہ سادہ لوح مسلمان بھائی جو کہ یہود و نصاریٰ کی پھیلائی گئی افواہوں کے زیر اثر ہو کر جدید ٹیکنالوجی کے بلند و بانگ دعوؤں کی وجہ سے مرعوب ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اور انہی کفار کے من گھڑت افسانوں پر جن میں مسلمان مجاہدین کے زوال کو بتایا جاتا ہے یقین کرتے، کان دھرتے ہوئے تذبذب میں پڑ جاتے ہیں۔ تو دل لرزنے لگتا ہے کہ کاش کوئی تو ہو جو ان سادہ لوح مسلمانوں کو حقیقت سے آگاہ کرے اور بتائے کہ کس طرح نصرت الٰہی نے بارہا جدید ٹیکنالوجی کو رسوا و ذلیل کیا ہے۔

☆...... مسلم امت پر زوال، اس پر ہونے والا ظلم وستم، حکمرانوں کی بے اعتنائی و بے وفائی، کفر کی عیاری و مکاری اور اخلاقی گراوٹ کے ہوتے ہوئے آج کا مسلم نوجوان ڈائجسٹوں، عشق معاشقے پر مبنی ناولوں اور اخلاق باختہ کہانیوں اور فلموں پر اپنے قیمتی سرمائے اور وقت کے ساتھ ساتھ اپنی صحت وتندرستی سے بھی محروم ہوتا جا رہا ہے اور سب سے قیمتی چیز ایمان کو بھی کھوٹا کر رہا ہے۔ پھر یہی نوجوان اُمت کے روشن مستقبل سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔ اس کتاب کے لکھنے کی وجہ یہی ہے کہ اُمتِ مسلمہ کے نوجوانوں کو حقیقت بتائی جائے اور حقیقت ہی کیلئے تیار کیا جائے انہیں گمراہ کن خوابوں اور مایوسی کی اندھیری دلدل سے نکال کر روشنی پر چلایا جائے۔

یہی وہ محرکات ہیں جو کتاب کی تصنیف کا باعث بنے اور راقم کو لحہ بہ لحہ جھنجھوڑتے رہے کہ اُمتِ مسلمہ کے نوخیز نوجوانوں کو حقیقت شناس بنانے میں اپنا کردار ادا کرو۔

راقم چند اہم مسائل کی طرف توجہ دلانا ضروری سمجھتا ہے کہ

☆...... راقم نے قلم اس لیے اُٹھایا کہ مسلمانوں سے خیر خواہی شرعاً واجب ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہم پر لازم فرمایا ہے کہ ہم اپنے رسول ﷺ اور آئمۃ المسلمین اور عام مسلمانوں کے ساتھ مخلص ہوں۔ اور ان کی

بھلائی چاہیں۔

اس تحریر سے ہرگز یہ ظاہر کرنا مقصود نہیں کہ میں مجاہدین میں زیادہ صاحبِ علم وفہم ہوں۔ یہ سطور تو صرف احساسِ ذمہ داری کے تحت اور مجاہدین اوران سے محبت رکھنے والوں کی نصرت کے جذبہ سے سرشار ہوکر سپرد قلم کی ہیں۔ راقم نہ تو لکھاری ہے اور نہ ہی تحریر کے قواعد وضوابط کا ماہر ہے۔ اس لیے تحریر کی ناپختگی پر راقم معذرت خواہ ہے۔ دراصل اس کتاب میں جہادی تحریک کی جدوجہد کی باتیں، مشاہدات، تجربات اور تجزیات کو تحریر کرنے کی کوشش کی گئی ہے جن کے بارے میں ہمارے اکابرین اور ہم عصر نوجوان مجاہدین نے تاحال کچھ نہیں لکھا۔ اگر وہ اس خلاء کو پُر کر دیتے تو میرے جیسا نالائق، کم فہم شخص ایسے نازک اور مشکل موضوع پر قلم اُٹھانے کی جسارت نہ کرتا۔ میری تڑپ تو بس یہ تھی کہ جہادی تحریکات کے تجربات کو مرتب صورت میں لکھا ہوا ہونا بہت ضروری ہے۔ اس لیے لکھنا شروع کر دیا۔

تاکہ سابقہ تجربات کی روشنی میں مجاہدین کسی غلطی کو نہ دہرائیں اور سابقہ تجربات ومشاہدات کی روشنی میں آگے بڑھتے چلے جائیں اور امت مسلمہ کو اجتماعی نقصان سے محفوظ رکھیں۔ مجاہدین میں سے صاحب قلم اور اہل علم حضرات کو چاہیے کہ وہ اپنے تجربات، تجزیات اور مشاہدات کو سچائی اور حقائق کا پہناوا دے کر کسی پس وپیش کا شکار ہوئے بغیر جلد از جلد تحریری شکل دیں۔ یہ ان کے کندھوں پر آنے والی نسلوں کا بار امانت ہے۔

مجاہدین کو یہ مان لینا چاہیے کہ ان سچائیوں، حق وباطل کی معرکہ آرائیوں، جہادی تحریکوں، تجربوں اور مشاہدات کو تحریری شکل میں لانے میں تاخیر...... بے دین مصنفین اور دجالی میڈیا کیلئے یہ حق شناسی کا دروازہ کھلا چھوڑنے کے مترادف ہے۔ جس کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے بے دین اور طاغوتی مصنفین اپنے قلم کے ذریعے آنے والی نسلوں کو مکر وفریب، افسانوں اور جھوٹ پر مبنی تحریروں کے ذریعے گمراہ کرنے میں نعوذ باللہ کامیاب ہو جائیں گے۔ اور اسلامی تحاریک کو مسخ کر کے تاریخ رقم کر دی جائے گی۔ اگر خدانخواستہ ایسا ہوا تو ہمیں اپنے سوا کسی کو ملامت نہیں کرنا ہوگی۔

ان خطرات کے پیش نظر راقم نے حق گوئی کے جذبہ کے ساتھ حالات وواقعات تحریر کیے ہیں۔

تحقیق وجستجو کی حد تک تحریک طالبان سے راقم کی دلچسپیاں اسی وقت سے ہیں جب طالبان منظر عام پر آئے تھے۔ کتاب کی تیاری کے ہر مرحلے میں پوری کوشش اور محنت کی گئی ہے۔ لیکن بایں ہمہ انسانی جدوجہد وکاوش میں کہیں کمی کوتاہی یا نقص واقع ہو جائے تو معذرت خواہ ہوں۔

اس کتاب کو پڑھ کر اگر آپ کے دل میں مسلمانوں کیلئے موجود محبت اور اپنے رب سے وفا کا جذبہ بیدار ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کے راستہ میں آپ نکل کھڑے ہوئے تو لکھنے والا سمجھے گا کہ اس کہ محنت رائیگاں نہیں گئی۔ بس یہی میری امید ہے کہ میں نے یہ اذان قبرستان میں نہیں بلکہ ایک جیتی جاگتی باشعور انسانوں کی بستی میں دی ہے۔

سورج ہر شام کو غروب ہوتا ہے تو اگلی صبح پھر نئی آب وتاب کے ساتھ اپنی روشنی بکھیرتا ہے، تحریکیں اُٹھتی ہیں۔ ٹوٹتی ہیں، بکھرتی ہیں۔ پھر پڑھتی ہیں لیکن پاکیزہ جذبات مقدس امانت ہوتے ہیں جو نسل درنسل سینہ بہ سینہ منتقل ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اور وقت آنے پر اپنا برگ وبار لاتے ہیں۔

حق وباطل کے مابین جاری اس ''مقدس جنگ'' کی حقیقت پس منظر اور پیش منظر اس کتاب کی صورت میں آپ کے سامنے لانے میں میرے کئی دوستوں کا پرخلوص تعاون بھی ہے جس میں بھائی نصر اللہ، استاد اختر برنالوی صاحب، استاد عامر صاحب، ڈاکٹر شہزاد علی صاحب، اور ناصر خاں صاحب کی خدمات کو فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

ساتھ ہی ساتھ اندیشہ تنگئی داماں بھی ہے کہ انسان کا مشاہدہ تو زبردست ہوتا ہے مگر ہزار چاہتوں کے باوجود بھی کماحقہ اس مشاہدہ کے حُسن، خوبیوں اور باریکیوں کو بیان نہیں کیا جاسکتا۔ اس کے باوجود یہ کاوش آپ لوگوں کی نذر ہے۔

صرف اس خیال کے پیش نظر کہ ممکن ہے کوئی صاحبِ قلم غیر جانبدار، مورخ اور صاحبِ طرز ادیب راقم کی اس کاوش کو ایک یادداشت کے طور پر قبول کرلے اور پھر وہ تاریخ اسلام کی اس عظیم الشان تحریک کی مفصل تاریخ مرتب کرے۔ جس طرح کہ دوسری اقوام یا تحاریک کی تواریخ قلمبند کی جاتی ہیں۔

وما علینا اِلا البلاغ المبین

احقر

حیات اللہ خان

مقدمہ

فاران کی چوٹیوں سے اُٹھنے والی اسلام کی عظیم تحریک ویسے تو 100 ہجری سے پہلے ہی برصغیر پاک وہند اور وسطی ایشیاء تک پہنچ گئی تھی۔ مگر اس کے بعد کے ادوار میں برصغیر پاک وہند، افغانستان (خراسان)، ایران اور وسط ایشیائی ریاستوں نے اسلام کے سنہری ادوار دیکھے۔ بخارا اور سمرقند کی عظیم درس گاہیں برصغیر پاک وہند پر چھائی مسلمانوں کی حکومت اور افغانستان کے غیور بیٹوں کو تاریخ کبھی بھی فراموش نہ کر سکے گی۔

آج اکیسویں صدی کے مسلمان نوجوانوں کو اگر اپنی دنیاوی مشغولیات سے تھوڑی سی فرصت مل جاتی ہے تو بھی ان کو اپنے آباء کی عظمتوں سے منور، پاکیزہ، پرامن، اور خیر و برکت سے لبریز ادوار کبھی یاد نہیں آتے۔ وہ کبھی بھی اپنے آباء کے تاریخی جھروکوں کو وا نہیں کرتے کہ انہیں عظمتوں کا نور، پاکیزگی، امن وسکون اور خیر و برکت کیسے حاصل ہوئی تھی۔

تھے تو آباء وہ تمہارے مگر تم کیا ہو
ہاتھ پہ ہاتھ دھرے منتظر فردا ہو

(جواب شکوہ، علامہ اقبال)

برصغیر میں جب انگریزی ایسٹ انڈیا کمپنی کا سیاہ دور آیا۔ جس میں ہماری شناخت چھین لی گئی تھی تو اس دور میں ہمارے غیور علماء کرام اور جذبہ جہاد و اسلام سے سرشار مٹھی بھر مسلم نوجوان جہاد ہی کرتے رہے۔ جس کی پاداش میں ان کے سر بھی قلم ہوتے رہے۔ انہیں توپ دم بھی کیا جاتا رہا اور تختہ دار بھی ان کا مقدر ٹھہرے۔ 1857ء کی جنگ آزادی میں لڑنے والے مسلمان ہوں یا حیدرآباد دکن ومیسور کی ریاستوں میں انگریزی جمہوریت کے خلاف شیروں کی طرح ڈٹ جانے والے فرزندانِ اسلام۔ ان سب کا منشاء اور مقصد صرف انگریزی استعمار کے اس سیاہ اور بھیانک دور سے نجات حاصل کر کے شریعتِ اسلامی کا پھریرا لہرانا ہی تھا۔ انگریزی سامراج کا وہ دور ہمارے بے ضمیر اربابِ اختیار اور بادشاہوں کے سبب ہم پر مسلط تھا۔

ہماری بدقسمتی یہ رہی کہ اس وقت اسلام کی خاطر جان دینے والے اور لڑنے والے بے سروسامان مجاہدین کا ہماری مسلمان قوم نے ساتھ نہ دیا۔ مگر کچھ لوگ اس سیاہ دور میں بھی اپنی اپنی ہمت کے مطابق چراغ حریت کو روشن رکھنے کا کام کرتے رہے۔ اور یاد رہے کہ یہ چراغ حریت اہل دور حضرات کے خون سے روشن ہوئے تھے۔ یہ وہ خون تھا جو کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ، شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ جیسے بزرگوں کی محنت اور ٹیپو سلطان شہیدؒ سے لے کر شاہ اسماعیل شہیدؒ تک لاکھوں مسلمانوں کی مقدس جانوں کا تھا۔

حریت واسلام کے پروانوں کی قربانیاں رنگ لائیں اور انگریز خود تو چلا گیا لیکن اس کا سامراجی نظام.........

اس کے جانے کے بعد ہماری اسلامی حالت اور ہمارے ایمان کی مضبوطی مسلمانوں کے ظاہری حالات کی طرح تھی ہم اپنی شناخت بھلا بیٹھے تھے۔ اور سامراجی نظام پر ہی عمل پیرا رہے۔ ہماری عوام کا تو کیا حال کہیے۔ ہمارے علماء بھی انگریز کی بچھائی ہوئی جمہوریت کی بساط کی خوفناکیوں سے آگاہ نہ ہو سکے اور یوں امت مسلمہ کا نوجوان اسلاف کی تاریخ کے دریچوں کو نہ کھول سکا اور اپنا مقصد حیات اور فاران سے اٹھنے والی نبی کریم ﷺ کی عظیم دعوت کو فراموش کر بیٹھا۔ یہاں تک کہ خلافت عثمانیہ بھی ہمارے ہاتھوں سے نکل گئی۔

ہماری مسلمان قوم محکوم تھی۔ انگریزوں کا زور تھا کہ ان مسلمانوں سے ان کی تاریخی ثقافت وشناخت چھین لی جائے۔ اس کیلئے انگریزوں نے مسلمانوں کے علمی وتاریخی ورثے کو ہر طرح سے ضائع کروا دیا۔ مسلمانوں کو جہاد سے موڑنے کیلئے ایک جھوٹا نبی گھڑا گیا۔ مرزائیت کا فتنہ کھڑا کر دیا گیا۔ ترقی پسند اسلام کو عام کرنے کیلئے سرسید احمد خان کو آگے لایا گیا۔ اور مسلمانوں کے ساتھ ہر وہ حربہ آزما لیا گیا کہ جس سے مسلمان اپنے اسلام کو فراموش کر بیٹھیں۔

14 اگست، 1947 کو پاکستان معرض وجود میں آ گیا۔ کلمہ توحید کی بنیاد پر بننے والے اس ملک میں انگریز سامراج کی روش اختیار کرتے ہوئے جمہوری نظام رائج کر دیا گیا، ہر پالیسی اس ملک میں آزمالی گئی اگر کوئی نظام رہ گیا تو وہ صرف اور صرف یہی لا الہ اِلا اللّٰہ والا نظام رہ گیا جسے کسی صورت بھی گوارہ نہ کیا گیا۔ پھر حالت یہ ہوگئی کہ ہم خلافت تو کیا قائم کرتے اور پاکستان کو اسلام کی تجربہ گاہ تو کیا بناتے کہ ہم جمہوریت پر ہی اس قدر فرحاں وشاداں ہوگئے کہ اب خلافتِ اسلامیہ کا تصور باور کرانے والے بھی اجنبی اور دشمن محسوس ہونے لگے۔

افغانستان میں روس کے خلاف اگر مجاہدین سینہ سپر نہ ہو جاتے تو ہم جہاد کے اسباق کو بھی بھول چکے ہوتے۔ جہاد کو بھلا دینا موت کو آواز دینے

کے مترادف ہے کیونکہ جہاد میں زندگی ہے۔جن مذاہب نے جہاد کو بھلایا آج وہ مذاہب (یہود و نصاریٰ) اپنی پہچان کھو چکے ہیں۔ جہاد کے سبق میں حیاتِ اسلام پنہاں ہے۔

1996ء میں افغانستان کے اندر قائم ہونے والی امارات اسلامیہ ایک ایسا سبق تھا جس کو امت مسلمہ سینکڑوں سال پہلے بھلا چکی تھی۔ یہ وہ سبق تھا جسے ہم صرف تاریخی کتابوں میں ہی پڑھا کرتے تھے۔ یہ وہ سبق تھا جسے پڑھ پڑھ کر ہر مسلمان دل ہی دل میں خوش ہوا کرتا تھا۔اسی سبق نے بعینہ ملک خراسان پر انہی برکتوں کی یادتازہ کروادی جو کہ خلافتِ راشدہ کے عظیم دور میں نازل ہوا کرتی تھیں۔

ہم لوگ ابھی پوری طرح اس اسلامی امارت کی بابرکت عمل سے محظوظ بھی نہ ہو پائے تھے کہ دشمن نے پھر افغانستان کے طول وعرض پر قائم خلافتِ اسلامی کو گرانے کے لیے چڑھائی شروع کردی۔ہم اپنے خوابوں میں گم تھے کیونکہ ہم بھول گئے تھے کہ ہمارا دشمن جاگتا ہے اور اسے اسلام کی نشاۃ ثانیہ نامنظور ہے۔

اس صلیبی ،صیہونی اور طاغوتی دشمن کی یلغار اس قدر خوفناک تھی کہ کلمہ کی بنیاد پر حاصل کیے جانے والے ملکِ عزیز کا سربراہ باوجود ایک ایٹمی طاقت ہونے کے یک لخت یوٹرن لے کر ڈھیر ہوگیا اور غداری کی نئی تاریخ رقم کرتے ہوئے امت مسلمہ کی پیٹھ میں چھرا گھونپ گیا۔

پھر طاغوتی قوتوں کے حملوں کے نتیجے میں ہم سے امارت اسلامیہ تو چھن گئی۔ساتھ ہی ساتھ ہمارے ایمان کی بھیانک شکل بھی ہمیں دکھائی گئی۔جی ہاں!

یہ ہمارے ایمان کی بھیانک شکل ہی تھی کہ ہم صیہونی طاقتوں سے اس قدر مرعوب ہوگئے کہ مجاہدین اسلام کا بچ جانا محال محسوس ہوتا تھا۔

امت مسلمہ کا ایک بڑا حصہ مجاہدین اسلام سے منہ موڑ کر امریکہ کا ہمنواء بن گیا۔

مگر اس دور میں بھی امت مسلمہ کے درویش صفت اور دور اندیش افراد چراغ حریت کو طوفانوں سے بچانے میں لگے رہے۔اور محمد عربیؐ کی اس روحانی اولاد نے اپنا یہ جہاد کا سبق یادرکھا۔انہیں اپنے کمزور ہونے کا کوئی دکھ نہ تھا۔انہیں قلت افراد کا بھی کوئی غم نہ تھا۔زمین وآسمان ان کے مخالف تھے مگر ان کو کوئی پرواہ نہ تھی وہ ''الصمد'' کے بے نیاز غازی تھے۔ڈیزی کٹر بم، کیمیائی ہتھیار، اور B-52 سے ستر ہزار فٹ کی بلندی سے گرائے گئے وزنی بموں کی کارپٹ بمباری جن سے ان کو فنا کردینے کا دعویٰ کیا جاتا تھا ان درویش صفت متوکلین کا کچھ نہ بگاڑ سکیں اور ان کا وجود سب مصلحت پسندوں کے سامنے رب رحمان کی کرم نوازیوں کی واضح جھلک تھا۔

یوں تو ہر دور میں معرکہ حق و باطل جاری رہا ہے۔مگر اس مرتبہ پوری دنیا کا کفر (طاغوت) اور ان کے اتحادی جن میں اسلام کا دعویٰ کرنے والے حکمران اور ان کے ماتحت افواج، وسائل اور خفیہ ادارے سب مجتمع ہو کر طالبان حق کی روشن کی ہوئی شمع حق یعنی شریعت اسلامی کو روندنے چلے تھے۔مگر نصرت الٰہی سے آج میدانِ جنگ کا نقشہ مجاہدین اسلام ''طالبان'' کی فتوحات کا پتادے رہا ہے۔ایک طرف دجالی میڈیا اور اس کے کارندے پوری قوت سے طالبان کے خلاف منفی پراپیگنڈہ کر رہے ہیں اور دوسری طرف امت مسلمہ کا ایک بڑا طبقہ جو کہ صرف مادیت کی آنکھ سے دیکھنے کا عادی ہے۔ان باطل قوتوں کا ہمنواء بنا بیٹھا ہے ان تمام لوگوں کی سرتوڑ کوششیں صرف اور صرف طالبان کو مغلوب کرنے کی ہیں۔

میدانِ جنگ میں یہ باطل طبقہ شکستِ فاش کھانے کے بعد اپنا پورا زور صرف کیے ہوئے ہے کہ کسی طرح اس دلدل سے نکل کر اپنی جان بچانے میں کامیاب ہوجائے۔اس سرزمینِ افغانستان پر یہ طبقہ بڑے طمطراق سے اتراتا ہوا حملہ کرنے آیا تھا کہ صرف دو ہفتوں میں ہی درویش صفت مجاہدین کو تر نوالے کی طرح نگل جائے گا۔اور بعد میں اپنی مرضی کی تابعدار حکومت قائم کردے گا لیکن یہ تر نوالہ ان کیلئے جہنم کے تھوہر درخت کی طرح گلے میں اٹکنے اور پھنسنے والا ثابت ہوا ہے۔13 سال کا عرصہ گزر جانے پر بھی اس طبقہ کو نہ اگلتے ہی بن پڑی اور نہ نگلتے ہی بن پڑی ہے۔اور میدانِ جنگ اس طبقہ کو دلدل میں پھنسے ہوئے ہاتھیوں کی تصویر بنا دکھائی دے رہا ہے۔

امت مسلمہ کو چاہیے کہ اب بھی وقت ہے کہ وہ ہوش کے ناخن لے کر اپنا سارا وزن امت کے ان محسنوں ''فاتح طالبان'' کے پلڑے میں ڈال دیں۔جنہیں بڑی ہی سخت آزمائشوں اور قربانیوں کے بعد اللہ پاک نے سرخرو فرمایا ہے۔جب ساری دنیا اور مصلحت پسند مسلمان امریکی غلامی قبول کر چکے تھے اس وقت یہ متوکلین طالبانِ حق امریکی خدائی کے خلاف سینہ تان کر کھڑے تھے۔انہیں اپنے مولا اور اپنے مددگار کی نصرت کا یقین کامل ثابت قدم رکھے ہوئے تھا انہوں نے مادیت پرستی پر تکیہ کرنے کی بجائے نصرت الٰہی کو گلے لگایا۔انہیں اس بات کا بھی یقین تھا کہ اگر وہ ثابت قدمی سے اسلام پر ڈٹے رہے۔تو فتح ضرور ان کا ہی مقدر بنے گی۔جس کا مشاہدہ ہر خاص و عام کھلی آنکھوں سے کر رہا ہے۔

آنے والا مورخ یقیناً ان جری جوانوں کو خراجِ تحسین پیش کرے گا۔ اگر اُمتِ مسلمہ بالخصوص اور پوری دنیا بالعموم صرف طالبان کی موجودہ تاریخ اور کارنامے ہی جان لے تو یقیناً اس تاریخ اور کارناموں کو سنہری حروف میں لکھ کر محفوظ کر لے گی بشرطیکہ میڈیا، تاریخ دان، کالم نگار، ادیب، دانشور اور مادیت پرست طبقہ غیر جانبداری سے ان کو پَرکھے۔ رہتی دنیا تک ان طالبانِ حق کی عزیمت و ثابت قدمی کو یاد رکھا جائے گا۔ اگر کوئی صاحبِ طرز ادیب صرف سرزمین خراسان پر پیش آنے والے واقعات کو ہی لکھ لے تو ان واقعات سے ایک بہت بڑا جنگی ادب تخلیق کیا جا سکتا ہے۔ اور آنے والی نسلیں اس سے استفادہ کر سکیں گی۔

زیرِ نظر کتاب ''فاتح طالبان'' اس سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ اور فاضل مصنف نہ تو کوئی پیشہ ور قلمکار ہے۔ اور نہ ہی کوئی روایتی صحافی یا مؤرخ ہے بلکہ مصنف خود اس معرکۂ حق و باطل میں سالہا سال سے کئی محاذوں پر دادِ شجاعت دے چکا ہے۔ اور اسی میدانِ کارساز کا ایک درویش صفت سادہ لوح سپاہی ہے۔ جو اپنے دل و دماغ میں اعلائے کلمۃ اللہ کا مقصد لیے ہوئے ہے۔ زیرِ نظر کتاب آرام دہ اور پُرسکون کمروں میں بیٹھ کر لکھا جانے والا کوئی افسانہ نہیں بلکہ ایک مجاہد، غازی نے اپنا خونِ جگر دے کر اس چراغ کو روشن کیا ہے تاکہ آنے والی نسلیں۔ معرکہ حق و باطل کے حقائق سے آگاہ ہو سکیں۔ یہ اس جانباز سپاہی کی آپ بیتی بھی ہے اور طالبان مجاہدین کی اجمالی تاریخ بھی۔ مصنف نے بڑے احسن اسلوب میں حقائق کو بیان کیا ہے۔ آنے والے دور میں جب کوئی مؤرخ ان نفوس قدسیہ کی تاریخ لکھے گا تو یہ کتاب ''فاتح طالبان'' اس قابل ہے کہ بطور مقدمہ اس کو اس تاریخ میں شامل کیا جا سکے اور امت مسلمہ اس کتاب یا تاریخ سے راہنمائی حاصل کرے۔

مسلمانوں کو طالبان اور مصنف جیسے لوگوں کے لیے دعا گو رہنا چاہیے جو میدانِ کارزار کے ساتھ ساتھ فکری محاذ پر بھی اپنا فریضہ ادا کر کے پوری امت کی طرف سے فرض ادا کر رہے ہیں۔

زیرِ نظر کتاب ''فاتح طالبان'' کا مصنف بھی اسی قبیل سے تعلق رکھتا ہے۔ جس کے متعلق حضرت علامہ اقبالؒ نے فرمایا تھا:

جوانوں کو پیروں کا استاد کر

بظاہر تو مصنف اپنے اندازِ زندگی میں سادگی لیے ہوئے ہے۔ مگر اس کی تحریر بہت سے انداز و رنگ اپنے اندر سموئے ہوئے ہے وقت کی نبض کو دھیان میں رکھنے والا یہ قلمکار وقت کے تقاضوں سے روشناس لگتا ہے۔ مصنف کی تحریر میں تمام تر سادگی کے باوجود مجاہدین اسلام کے لیے حوصلہ افزاء پیغام نظر آتا ہے۔ پیچھے رہ جانے والوں کے لیے مشفقانہ اور ناصحانہ ہدایات ہیں۔ حتیٰ کہ مسلمانوں کو اس نے جھنجھوڑا بھی ہے اور زندہ انسانوں کی بستی میں اذانِ حق بھی دی ہے نہ کہ کسی قبرستان میں۔

امت مسلمہ کو بیدار کرنے کی مصنف نے جو کاوشیں کی ہیں وہ ہمارے اوپر رب کریم کا ایک ایسا احسان عظیم ہے کہ ہم ایسے لوگوں میں موجود ہیں جو امت مسلمہ کی عزت و رفعت اور حرمت کو اپنے مال و متاع اور زندگی سے بھی زیادہ عزیز رکھتے ہیں۔

اس موضوع پر یوں تو بہت سی کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ یہاں تک کہ بعض ایسے افراد نے بھی اس عنوان پر کتابیں تصنیف کر ڈالیں جو میدان جنگ سے یکسر ناواقف تھے۔ اور ان کے مآخذ اور طالبان کی ابتدائی دور کی معلومات کا ذریعہ مغربی صیہونی و دجالی میڈیا تھا۔ اور ان کے خیالات اور اندازوں کو پاکستان کے ان افراد کے اقوال، تجزیوں اور تبصروں نے مضبوطی بخشی جو نام نہاد دہشت گردی کی اس خود ساختہ جنگ میں امریکی و صلیبی اتحادیوں کے حامی بلکہ فرنٹ لائن اتحادی ہیں۔ ایسے لوگوں کا تاریخ سے انصاف کرنا کسی بھی طور پر ممکن نہیں ہو سکتا۔ ایسے میں اس کتاب ''فاتح طالبان'' کی ضرورت و اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ ہماری حالات و واقعات اور اعداد و شمار میں حتی الامکان درست رہنمائی کرتی دکھائی دیتی ہے۔

زیرِ نظر کتاب ''فاتح طالبان'' کا مطالعہ کرنے سے یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ جب طالبان آئے تو دنیا نے دیکھا کہ وہ افغانستان میں نفاذِ شریعت اور امارتِ اسلامیہ کی صورت میں ظاہر ہوا۔

یوں دنیا کی عیسائیت اور یہودیت سمیت ہر قسم کے دجالی غلام عنادِ اسلام کی وجہ سے تلملا اُٹھے اور اپنی پوری طاقت و قوت سے زہر اگلنے لگے۔ مثال مشہور ہے۔ ''آسمان کی طرف تھوکا منہ پر آتا ہے۔'' کے مصداق طالبان پر لگایا گیا ہر الزام نہ صرف غلط ثابت ہوا بلکہ اس کے باعث نام نہاد یورپی نظام کی قلعی بھی کھل گئی۔

آج کی دجالی طاقتوں سمیت دنیا کا ہر طبقہ اس چیز کو پہلے بھی تسلیم کر چکا ہے کہ ماضی میں بھی مسلمانوں کی حکومتیں ان کا طرزِ حکومت، نظام عدل، نظام تعلیم، زراعت، صنعت و حرفت، نظام آمد و رفت، سپاہ (افواج)، نظام صحت، خطوط رسانی، اقتصادیات، اور جدید عمرانیات غرض یہ کہ زندگی کا

کوئی شعبہ ایسا نہ تھا کہ جس میں یہ مسلمان اپنا لوہا نہ منوا چکے ہوں اور دنیائے کفر آج بھی اس بات کو تسلیم کرتی ہے کہ ہم نے تہذیب وتمدن کے تمام رنگ ڈھنگ مسلمانوں اور اسلام سے ہی حاصل کئے ہیں۔

یورپی دانشور

دنیا میں پہلی تہذیب وتمدن کا شاہکار اسلامی فلاحی ریاست ''مدینہ منورہ'' کو تسلیم کرتے ہیں۔ جب نبی کریم ﷺ کی تعلیمات کے نتیجہ میں ایک قلیل عرصہ میں معرض وجود میں آ گئی تھی۔ اسلامی تعلیمات میں ایسا سبق موجود ہے۔ جو پوری دنیا کیلئے امن وسلامتی کا متحمل ہے۔

فاتح طالبان نے اسی سبق پر عمل کرتے ہوئے۔ اسلامی شرعی حکومت قائم کر کے یہ ثابت کر دیا کہ معاشرے میں امن وانصاف کا معاملہ ہو یا عورتوں کے حقوق اور عزت کا معاملہ ہو۔ منشیات کا عالمی مسئلہ ہو یا پھر اخلاق کے اعلیٰ تقاضے ہوں ان سب مسائل اور الجھنوں کا حل اسلامی شرعی نظام میں ہی مضمر ہے۔

فاتح طالبان نے ایسے شرعی واسلامی نظام نافذ کیا کہ اس شرعی نظام میں شریک ہونے کیلئے دنیائے اسلام کے تاجروں، دانشوروں، طلباء اور علماء نے امارت اسلامیہ افغانستان کا رُخ کرنا شروع کر دیا۔ دین محمدیؐ کے دیوانے جوق در جوق سرفرازیوں کے راستے پر چلنے کیلئے پروانہ وار سرزمین شہداء، سرزمین خراسان افغانستان اترنے لگے۔ طالبان کے خلاف کیا جانے والا ہر ہر پروپیگنڈہ دھیرے دھیرے دم توڑنے لگا۔ اور لوگوں کو حقیقت حال معلوم ہونے لگی۔

یورپ کا دجالی میڈیا اپنے پراپیگنڈہ میں مسلم عورت کے حجاب کو تنقید کا نشانہ بناتا رہا اور طالبان پر الزام لگایا کہ انہوں نے عورت کو برقعہ میں قید کر کے اس کی شخصی آزادی کو سلب کر کے رکھ دیا ہے۔ لیکن جلد ہی اس یورپی میڈیا کی زبان اس وقت گنگ ہو گئی جب اسی یورپ کی ممتاز اور صف اوّل کی صحافی ''یوآن ریڈلی'' طالبان کی شرافت و پاکیزگی اور ایثار کے گن گانے لگی اور مشرف بہ اسلام ہو کر یورپی معاشرے کی بے شمار خواتین کو اسلام کی طرف راغب کرنے لگیں۔

پھر یورپی میڈیا اور دجالی قوتوں نے نئی منصوبہ بندی شروع کر دی اور اس کے تحت پوری دنیا میں نئے مہرے آگے لانا شروع کر دیئے۔ جن میں سب سے وفادار مہرہ پرویز مشرف ثابت ہوا۔

طالبان کو ختم کر کے ان کی جگہ پر اپنے مہرے لانے کا فیصلہ دجالی طاقتوں نے 1999ء میں ہی کر لیا تھا۔ اور اس سلسلہ کی پہلی کڑی عرب مجاہدین کو افغانستان سے نکلوانا تھی۔ قبل اس کے کہ دجالی قوتوں کا وار طالبان کے خلاف کارگر ثابت ہوتا۔ رب کائنات کی تدبیر کفر کی تدبیروں پر غالب ہوئی اور 11 ستمبر 2001 کو امریکہ پر ہونیوالے حملوں نے دجال کی تمام منصوبہ بندیوں کو پیوند خاک کر دیا۔

اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ آفاقی نظام کا مخالف اور شیطان کی پوجا کرنے والا امریکی صدر بش نخوت اور دھمکی بھرے لہجے میں تقریر کر کے پوری دنیا کو خوفزدہ کر رہا تھا۔ نخوت وتکبر بھرے الفاظ میں اس نے پوری دنیا خصوصاً عالم اسلام کو حقارت سے کہا!

''پوری دنیا کو اب یہ فیصلہ کر لینا چاہیے کہ آیا وہ امریکہ کے ساتھ ہے یا امریکہ کے دشمنوں کے ساتھ''

یوں اس اعلان کے بعد پوری دنیا کے پاس کوئی دوسرا راستہ بچا ہی نہ تھا۔ مسلم وغیر مسلم سبھی نے طاغوت اکبر امریکہ کی دشمنی کو چھوڑ کر دوستی کے فیصلے پر مہر لگائی جو کہ سراسر اللہ مالک الملک سے دشمنی کے فیصلے پر محمول تھی۔ جب امریکی بحری بیڑے اپنے سینوں پر سینکڑوں جنگی طیارے، ہیلی کاپٹر اور ہزاروں جنگجوؤں کو لے کر افغانستان پر حملہ کرنے کے لیے روانہ ہوئے تو پوری دنیا نے اپنے لڑاکے (نیٹو اتحادی) امریکہ کی حمایت میں افغانستان کو تباہ کرنے کے لیئے بھیج دیئے جو کہ افغانستان میں امریکہ کے شانہ بشانہ طالبان کے خلاف لڑ رہے ہیں۔

اس افغانستان کے خلاف جس کی اپنی نہ کوئی باقاعدہ فوج تھی نہ پولیس۔ پھر بحری اور فضائی طاقت کا تو سوال ہی نہ تھا۔ ایسے غریب اور بے بس ملک کے خلاف دنیا کے 52 ممالک کا اتحاد اور یورش۔ اس کی سرزمین کے چپے چپے پر ڈیزی کٹر بموں کی B-52 طیاروں کی مدد سے کارپٹ بمباری پورے افغانستان کو تورا بورا بنانے کے عزائم کا اعلان۔ ایک ہفتے کے اندر پورے افغانستان پر قبضہ اور طالبان، ملا عمر اور اسامہ بن لادنؒ کو انصاف کے کٹہرے میں لاکر کھڑا کرنے کے دعوے۔

اس وقت زمینی حقائق کے تحت ایسا ہی دکھائی دیتا تھا کہ دور جدید میں دنیا کی تقدیر امریکہ کے ہاتھوں میں ہے۔ اور فرعون کی طرح وہ جسے

چاہے مار دے اور جسے چاہے زندہ چھوڑ دے۔

میڈیا کے روشن خیال اور ''سب سے پہلے پاکستان'' کے حمایتی اپنے تجزیوں اور تبصروں سے نعوذ باللہ یہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ کہ گویا رب کائنات نے اپنی کبریائی، اپنی خدائی، جاہ و جلالا، ملوکیت و بادشاہت یہودیوں، عیسائیوں اور ان کے غلاموں کے حوالے کر دی ہو۔ اور بش و باراک اوباما انسانوں کے نفع ونقصان کے مالک بن بیٹھے ہیں جبکہ نبی آخر الزماں ﷺ کے غلاموں اور نام لیواؤں کا اب کوئی پرسان حال نہیں۔

ظاہری اسباب پر ایمان لانے والے امریکی ٹیکنالوجی کی رفعتوں کو یوں بیان کرتے تھے اور کر رہے ہیں گویا نعوذ باللہ طاغوتی ٹیکنالوجی اور سیٹلائیٹ کے ہوتے ہوئے حضرت محمدؐ کا رب محمدؐ کے غلاموں کی مدد ونصرت کیلئے آسمانوں سے فرشتوں کو نہ بھیج پائے گا۔

وہ کہتے تھے کہ جدید سیٹلائٹ کی بدولت امریکی واتحادی بحر و بر اور فضاء کے چپے چپے کی نگرانی کر سکتے ہی۔ ان کی جدید فضائیہ کے طیارے F-18، B-2، B-52 پن پوائنٹ بمباری کرنے پر قادر ہیں۔ بھلا یہ ان پڑھ اور جاہل اجڈ ملاں (طالبان) امریکہ واتحادیوں کا مقابلہ کیوں کر کر سکتے ہیں۔

اللہ اکبر، اللہ اکبر و للہ الحمد کہاں گئی وہ چپے چپے کی نگرانی کرنے کی صلاحیت، کہاں وہ فضاؤں سے زمین پر چنگھاڑتی ہوئی بمباری کرنے کی صلاحیت رکھنے والے طیارے؟ کس کے تجزیئے درست ثابت ہوئے؟

کس کی پیش گوئیاں درست نکلیں؟ مادیت پرستوں، مصلحت پسندوں کی؟ یا درویش صفت، دور اندیش متوکلین کی؟

علامہ اقبالؒ نے فرمایا:

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

ذرا غور تو کیجئے کہ افغانستان وہ سرزمین ہے جہاں سے دنیا کی مانی ہوئی دو سپر پاورز کا جنازہ نکل چکا ہے۔ وہ بھی صرف آسمان سے اترنے والے فرشتوں کی مدد اور حکم الٰہی سے نہ کہ امریکی ٹیکنالوجی کی مدد سے۔

اے ایمان والو! یقین رکھو کہ تمہارا رب ہی اس ٹیکنالوجی کے دور میں اس تمام کائنات کا نظام چلاتا ہے اور اکیلا چلاتا ہے۔ اس کا کوئی ساجھی نہیں ہے اور نہ وہ کسی سے ڈرتا ہے۔ کل کی طرح آج بھی فرشتے آسمان سے اسی کے راستے میں لڑنے والوں کی مدد کیلئے آئیں گے۔ جبکہ ابلیس ملعون میدان سے اسی طرح بھاگے گا جس طرح کہ میدانِ بدر میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کو مجاہدین کے ساتھ دیکھ کر بھاگا تھا۔

ہر فتح وشکست اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ آج بھی سب اسی کے حکم اور مدد سے ہو رہا ہے۔ جس نے اپنے محبوبؐ اور اس کے صحابہؓ کی مدد کیلئے بدر کے میدان میں فرشتے بھیجے تھے۔ وہ آج بھی اپنے حبیبؐ کے غلاموں کی مدد کیلئے فرشتے بھیج رہا ہے۔ ورنہ کہاں یہ نہتے اور بے سروسامان، درماندہ لٹے پٹے قافلے جن کی کل جمع پونجی بھی لوٹ لی گئی تھی اور کہاں وسائل سے مالا مال وقت کی پوجا کی جانے والی طاقت۔

یہ سب رب ذوالجلال کی قدرت وکبریائی کا مظہر ہے۔ نہ تو کسی ملک کی مدد اور نہ کوئی بیرونی سپورٹ۔ یہ گزشتہ 13 سال طالبان نے کیسے گزارے ہیں۔ یہ رب ہی جانتا ہے۔ دنیا کی کوئی ایسی پریشانی نہیں جو طالبان مجاہدین نے ان سالوں میں نہ دیکھی ہو۔ لیکن رب العزت کا حکم جہاد ہر حال میں ہے۔

''ہلکے ہو یا بوجھل، کمزور ہو یا طاقتور، امیر ہو یا غریب، آقا ہو یا غلام، ان پڑھ ہو یا عالم، آسانی ہو یا پریشانی، کوئی مددگار ہو یا نہ ہو۔ ''

ہر حال میں دشمنانِ اسلام کے خلاف جہاد کرنا ہے۔ نہ جھکنا ہے نہ دبنا ہے، نہ لالچ میں آنا ہے، اور نہ ہی کسی دھمکی سے ڈرنا ہے۔ اس سنہری سبق کو طالبان مجاہدین نے یاد رکھا۔

الحمد للہ آج دنیا نے دیکھ لیا کہ یہ مٹھی بھر فاتح طالبان نہ جھکے نہ بکے نہ لالچ میں آئے اور نہ کسی دھمکی سے مرعوب ہوئے۔ یہ صرف اور صرف ایمانی طاقت ہی تھی جو انہیں وقت کے فرعون امریکہ سے لڑا گئی۔ وگرنہ پاکستان جیسا منظم افواج رکھنے والا ایٹمی قوت کا متحمل ملک جس کے پاس سمندری، زمینی اور فضائی قوت بھی ہے امریکہ سے لڑنے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔

امت کو خوف کی اس بھیانک دلدل سے جس میں خصوصاً پاکستانی مسلمانوں کو غرق کیا جا رہا ہے اس سے نکلنے کا واحد راستہ ہے کہ ایک معبود کو رب ماننے والے دنیا کے جھوٹے خداؤں کا انکار کر دیں اور کمزوری یا طاقت کے عالم میں اسباب کی کمی وزیادتی کو چھوڑ کر اپنے اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے

فرعونوں کے آگے سینہ سپر ہو جائیں۔

''فاتح طالبان''، بس اسی سبق کو یاد دلانے کی ایک کوشش ہے۔اللہ پاک مصنف کی اس کاوش کو کامیاب فرمائیں اور اس کتاب کو مسلمانوں کیلئے خصوصاً پاکستانیوں کیلئے حوصلہ کا باعث بنائیں۔ بزدلی سے بہادری کی طرف اور اندھیرے سے اجالے کی طرف سفر میں ہمارا معاون بنائے (آمین)

زیرنظر کتاب ''فاتح طالبان''، میں جنگی نفع ونقصانات کے صحیح اعداد وشمار کو مناسب پیرائے میں تحریر کیا گیا ہے تا کہ مادیت پرست دیکھ سکیں کہ نصرت الٰہی کس طرح غالب آتی ہے۔کس طرح مٹھی بھر جماعت 52 مما لک کی جدید ٹیکنالوجی سے لیس سپاہ کو شکست فاش دیتی ہے۔کس طرح حق غالب آتا ہے۔اور باطل کا بھیجہ نکا کر اُسے مٹا دیتا ہے۔

کتاب کو با تصویر تحریر کرنے سے میدان کارزار کی سیاحت کے ساتھ ساتھ قاری کیلئے ایسی منظر نگاری کر دی گئی ہے کہ قاری محسوس کرے گا کہ وہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے۔خوبصورت سرزمین کے دلفریب مناظر، قدرت کے شاہکار کوہ ودمن کی رنگینی نے زیرنظر کتاب ''فاتح طالبان'' کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کا حامی وناصر ہو۔

والسلام

احقر سید محمد مسعود عالم شاہ بخاری

FATEHTALIBAN@GMAIL.COM

http://fatehtaliban.blogspost.com

htttp://twitter.com/FATEHTABLIBAN

http://www.facebook.com/fatehtaliban

بسم اللہ الرحمن الرحیمO

میرا ماحول، میرا شوق

بستی کے درمیان دارا میں بیٹھے ہوئے عمر رسیدہ افراد، گھاٹ گھاٹ کا پانی پینے والے افراد بھانت بھانت کے قصے سناتے، ٹولیوں میں بٹے ہوئے یہ لوگ ہر موضوع پر گفتگو کرتے، ایک ٹولی لوگوں کی برائیاں کرنے میں مصروف ہوتی تو دوسری طرف ایک ٹولی پنجابی لوک (گیم، کھیل ''گنجی چارہ'' کھیلتی۔ تیسری ٹولی ریڈیو کی شوقین تھی۔ پرانے ماڈل کا جاپانی ساختہ ریڈیو سامنے رکھے نیم دائرہ بنائے ہوئے بیٹھی ہوتی تھی۔ گرمی ہو یا سردی بی بی سی لندن سننا ان کا پسندیدہ مشغلہ تھا۔ میرا اُٹھنا بیٹھنا اِسی ٹولی میں تھا۔ ہمارے گاؤں میں بجلی نہیں تھی...... بے نظیر کے دور میں ''میرے گاؤں میں بجلی آئی ہے۔ میرے کچے پکے آنگن میں خوشحالی سی لہرائی ہے۔ سیاسی بازی گروں کا ایک دھوکہ ہی تھا۔ ہماری واحد تفریح فقط ریڈیو ہی تھا۔

مجھے ذاتی ریڈیو خریدنے کا شوق چُرایا تاہم مالی عسرت اور چھوٹی عمر اس میں حائل رہی۔ ماہ و سال...... آخر کار وہ دن بھی آ گئے...... جب ہم ابّا جی محترم کے دیے ہوئے جیب خرچ کو جمع کر کے ایک عدد سیکنڈ ہینڈ پاکٹ سائز ٹرانسسٹر خریدنے میں کامیاب ہو گئے۔

طالبان کون ہیں؟

1994ء میں سردیوں کے موسم میں دارا میں بیٹھ کر آگ تاپتے ہوئے ہم لوگ ریڈیو سُن رہے تھے۔ بی بی سی سے براڈ کاسٹر اپنے مخصوص لہجہ میں خبریں سنا رہا تھا۔ تو جیسے ہی یہ الفاظ میرے کانوں میں داخل ہو کر میری سماعت سے ٹکرائے کہ ''افغانستان میں 35 پاکستان ٹرکوں پر مشتمل ایک قافلہ کو طالبان نامی گروہ نے چھڑوایا دیا۔'' تفصیلات کے مطابق یہ قافلہ پاکستان کے شہر کوئٹہ، چمن سے ہوتے ہوئے سپین بولدک میں داخل ہوا تھا اور NLC کے ٹرکوں پر مشتمل یہ تجارتی قافلہ سامان لے کر ترکمانستان جا رہا تھا کہ تختہ پل نامی جگہ (علاقہ) میں ایک جنگی سردار نے اسے یرغمال بنا لیا تھا۔ ''طالبان'' نامی گروہ نے جب سپین بولدک پر حملہ کر کے اس علاقہ پر قبضہ کر کے آگے بڑھنا شروع کیا تو اس قافلہ کو بھی جنگی سردار کے قبضہ سے رہائی مل گئی۔

اس واقعہ کی عالمی سطح پر کوریج ہوئی۔ پاکستان میڈیا اور عوام اس مدد پر بہت خوش ہوئے۔ طالبان کو نمایاں کوریج دی گئی۔ تحسین آمیز اداریے اور کالم اخبارات کی زینت بنے۔ غالباً یہ پہلا موقع تھا کہ طالبان کی خبریں میڈیا کی زینت بنیں۔

رات کو میں خوابوں اور خیالوں کی دنیا میں کھو گیا۔ مجھے لگا طالبان کرشماتی شخصیات ہیں۔ میری طبیعت پہلے سے ہی دین اسلام کی جانب مائل تھی۔ لہٰذا اُس رات میں خواب میں طالبان، قندھار اور افغان دھرتی کے تانے بانے بنتا رہا۔

اگلے دن صبح سویرے میرے چچازاد بھائی۔ بھائی اختر کھیتوں کی جانب جا رہے تھے۔ میں بھی ان کے ہمراہ ہو گیا۔ خاموشی کا سکوت توڑتے ہوئے میں نے پوچھا!

بھائی جان۔ آپ نے رات کو بی بی سی کو سنا تھا؟

انہوں نے جواب دیا۔ ''ہاں''

کیا آپ طالبان کے متعلق جانتے ہیں؟ میں نے بے ساختہ سوال داغ ڈالا۔ انہوں نے بڑی شائستگی سے جواب دیا۔

کیوں نہیں۔

یہ ''طالبان'' مدارس کے وہ طلباء ہیں جو قرآن کو اپنے سینوں میں سجائے اور ہاتھوں میں اسلحہ لیے افغان عوام کو بے مہار اور ظالم وار لارڈز سے چھٹکارا دلا کر خلاف اسلامیہ کے قیام کے خواہاں ہیں۔''

عام انسان ہونے کے ناطے میرے دل میں وسوسوں اور اوہام نے جگہ پائی...... سوچتا رہا...... اپنے آپ کو مخاطب کیا...... یار یہ طالبان کیا بلا ہیں؟ یہ شریعت کا نفاذ چاہتے ہیں یا کہ اقتدار کی رسہ کشی میں دین کا لیبل لگا کر میدان میں اُترے ہیں؟ اسی کشمکش میں...... بس طے کر لیا...... کچھ بھی ہو ...... افغانستان ضرور جانا ہے۔

اب مسئلہ رہنمائی کا تھا......کھوج اور جستجو نے راستہ آسان کیا شہر میں ایک دوست کے ذریعے مجاہد مظہر سکھیرا بھائی رابطہ کار مل گئے۔انہوں نے ہمیں چند دنوں تک انتظار کرنے کا کہا......انتظار کی شدت نے مجھے تنگ کیا......آخر کار وہ لمحہ بھی آ گیا جب انہوں نے ایک دوسطری رقعہ سفید لفافے میں ڈال کر ہمارے حوالے کرتے ہوئے سفر کی احتیاطیں، طریقہ کار اور اس راہ میں آنے والی آسانیوں اور سختیوں کے بارے میں بریف کیا۔

راقم اپنے چار ساتھیوں بھائی آصف، بھائی اکبر، بھائی گلزار اور بھائی محمود کے ہمراہ میران شاہ کے لیے عازم سفر ہوا۔میران شاہ پہنچ کر ہم نے امیرِ مرکز کو رقعہ دیا۔ایک اُچٹتی نگاہ میری بھی اس دوسطری رقعہ پر پڑ گئی۔مظہر بھائی کی لکھی ہوئی تحریر آج بھی میرے ذہن میں نقش ہے۔''سلام ممنون کے بعد عرض ہے 5 نفر جہاد کے خواہشمند ہیں ان کی راہنمائی فرمادیں۔''

ابتدائی تربیت اور تشنہ لب واپسی:

میران شاہ سے ہم لوگ افغانستان کے صوبہ خوست کے علاقے ژاور پہنچے۔سنگلاخ پہاڑوں کے دامن میں واقع ''ام المعسکرات، خالد بن ولید'' میں ہمیں جھپٹنا، پلٹنا، پلٹ کر جھپٹنا سکھایا گیا۔40 روز کی تربیت میں ہمیں AK-47، ٹی ٹی، میکاروف، سیمی نوف، آر پی جی سیون، سنائپر، زڑکئی، گرنیڈ گھات، چھاپہ اور ریکی وغیرہ کی سکھلائی کرائی گئی۔یہ کام تو بہت دلچسپ تھا......لیکن ہائیکنگ (پہاڑوں پر چلنا) اور سخت ورزش نے ہمارے عزم کا امتحان ضرور لیا۔(تربیت کے مراحل انتہائی سخت ہیں مگر یہ ایک الگ موضوع ہے۔یہاں اس کی تفصیل نہیں لکھی جاسکتی) عسکری تربیت کے ساتھ ساتھ یہاں دینی اور فکری تربیت بھی لازم وملزوم ہے۔اور اس بارے میں معسکر میں ایک سلیبس بھی موجود تھا۔ابتدائی تربیت مکمل ہونے کے بعد ہماری الوداعی ملاقاتیں ہوئیں تو بہت جذباتی مناظر دیکھنے کو ملے۔راقم سمیت دیگر تین ساتھی واپس پاکستان پلٹ آئے۔لیکن میرے ہمراہی گلزار بھائی کشمیریوں کی غمگساری کا دم بھرنے مقبوضہ کشمیر کی پرخار وادی میں جا نکلے۔

راقم کو طالبان سے رومانیت کی حد تک پیار ہو چکا تھا۔ان کے کردار نے افغانستان کو جلا بخشی اور یہ اپنے لہو سے خلافت کو سینچ رہے تھے...... ابھی ہماری تنظیم (جس میں مَیں نو وارِد تھا) کے طالبان کے مابین راہ ورسم نہ تھی۔کیونکہ ہماری تنظیم جلال الدین حقانی حفظ اللہ تعالیٰ کے ساتھ منسلک تھی۔ان کے اور طالبان کے مابین وفود کا تبادلہ ہو رہا تھا۔ناچار......دوبارہ افغانستان کہساروں میں آنے کی جستجو لئے اپنے گاؤں واپس پلٹنا پڑا......گلزار بھائی جلد ہی کشمیر جنت نظیر میں مسرت کی موت کو گلے لگا کر جنت کے دائمی مکین ہو گئے تھے۔

گاؤں میں رہتے ہوئے خالد بن ولیدؓ معسکر میں گزرے ہوئے وقت کو یاد کرتا رہتا۔اب میرا اس معاشرے میں رہنے کو جی نہیں چاہ رہا تھا۔بے حسی، نفسانفسی، اور بے حسی میں جکڑا ہوا اخوت سے محروم یہ معاشرہ اور ماحول......بقول شاعر

اے میرے ہم نشین چل کہیں اور چل
اس چمن میں ہمارا گزارہ نہیں۔

دوسری طرف میں چالیس روز ایسے لوگوں میں گذار چکا تھا جو آسودگی واطمینان کی کیفیتوں سے سرشار رہتے تھے۔وہاں پر ہونے والے دروس قرآن، دورسِ جہاد (جن میں قرآن وحدیث کے حوالے ہوتے) بدر وحنین کے واقعات، بزم شہداء میں شہید ساتھیوں کے روح پرور تذکرے مجھے بے چین کیئے ہوئے تھے۔باعمل علماء کرام کے خوش الحان مواعظ نے میرے دل کے زنگ کو کھرچ ڈالا تھا۔میں دعائیں کرتا۔''یا اللہ سبیل کر......؛ مجھے بھی لشکر خراسان کا حصہ بنا ڈال''

اب میرا کام گاؤں میں کھیتی باڑی کرنا (بہ امر مجبوری) اور ترجیحات میں ریڈیو پر طالبان کی کارگزاریاں سننا تھا۔ان دنوں خطابات اور القابات سے بے نیاز طالبان مجاہدین نے عملی کاروائیوں کا آغاز کر رکھا تھا۔

طالبان کی پہلی کاروائی۔داروخان کی توبہ اور ابتدائی فتوحات

یہ 15 محرم الحرام 1415ھ بمطابق 24 جون 1994 بروز جمعۃ المبارک موسم بہار کا آغاز ہے۔اب بہار اپنے ساتھ نوبہار لے کر وارد ہوئی ہے۔یعنی طالبان مجاہدین نے شب وروز جاری مشاورتوں کے بعد عملی کاروائیوں کا آغاز کیا۔طالبان نے اپنی جدوجہد کا آغاز صوبہ قندھار، ضلع ڈنڈ اور پنجوائی کی درمیانی سڑک سے کیا۔یہ بارہ (12) مسلح افراد جو ایک آر پی جی سیون RPG-07 اور چند کلاشنکوفوں سے مسلح تھے۔انہوں نے سڑک پر بنی ایک جنگی بدمعاش کمانڈر کی چیک پوسٹ کی جانب بڑھنا شروع کیا۔کمانڈان ''داروخان'' نے طالبان کے تیور بھانپ لیے۔اس کو اندازہ ہو گیا کہ

یہ تو لڑنے مرنے کے لیے آئے ہیں۔ چارو نا چار اس نے براہ راست اس چھوٹے سے جتھے پر فائرنگ کر دی۔ جنون وجذبے سے لبریز طالبان نے اُس کے ساتھ صحیح انصاف کیا۔ داروخان کے 20 افراد مارے گئے۔ خود داروخان تسلیم ہو گیا۔ اس نے طالبان کی منت سماجت کی اور التجاء کی کہ اُسے ایک موقع دیں۔ میں یہ جگہ اور تمام برے کام چھوڑ دیتا ہوں۔ طالبان نے اُسے موقع دیا داروخان نے آخری موقع سمجھ کر بھاگ جانے میں ہی بہتری سمجھی۔ سخت مگر مختصر مزاحمت کے بعد طالبان نے جب اس علاقہ پر قبضہ کیا تو اس سے آگے یاقوت، بسم اللہ اور پیر محمد نے دو پھاٹک لگا کر افغان عوام کو ستا رکھا تھا۔ جب انہوں ے داروخان کا حشر دیکھا تو...... عقل مند کے لیے اشارہ کافی ہے'' کا مصداق بنتے ہوئے معصیت وگمراہی میں گھرے ہوئے یہ لوگ خود ہی اپنی چوکیوں کو خالی کر گئے اور پھر انہوں نے دوبارہ پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔

قندھار شہر سے باہر ایک ناسور کمانڈر صالح قندھار کی سڑک پر براجمان تھا۔ اس ظالم نے بڑی چیک پوسٹ بنا کر سڑک کو زنجیر لگا کر بند کر رکھا تھا۔ یہ ظالم آل راؤنڈر تھا۔ زر، زن، زمین کوئی بھی چیز اس کی دسترس سے محفوظ نہ تھی۔ افغانی عوام اس سے سہمی ہوئی تھی۔ طالبان کی ابتدائی فتوحات کے بعد یہ شخص کھلے عام طالبان کو مغلظات بکتا۔ اس بات کا برملا اظہار کرتا کہ یہ اجڈ، گنوار، غریب طالب میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ اس کٹھ پتلی کمانڈر کے پیچھے کماندان عبدالحلیم اور حزب اسلامی کے کماندان سرکاتب تھے۔ یہ دونوں اسے مالی وعسکری مدد دے کر اکسا رہے تھے اور وہ بھی ٹھیک ان کے اشاروں پر ناچ رہا تھا۔

طالبان نے پہلے مسلسل تین جرگے بھیجے اور تنبیہ کی کہ وہ 24 گھنٹوں میں یہ چیک پوسٹ خالی کر دے۔ لیکن مغرور کماندان لاتوں کا بھوت تھا اور اس کا علاج صرف گولی ہی تھا۔ اس نے طالبان کو مفلوک الحال سمجھ کر کوئی اہمیت نہ دی اور وارننگ نظر انداز کر دی۔

الٹی میٹم کے ختم ہونے کے بعد طالبان نے تین ٹولیوں میں منقسم ہو کر ملعون کماندان صالح پر حملہ کیا۔ کماندان صالح اور اس کے حواری ریت کی دیوار ثابت ہوئے اور راہِ فرار اختیار کرنے کی کوششیں کرنے لگے۔ ملا عبدالقدوس اور ملا ند محمد کی قیادت میں طالبان نے اس کے پاؤں اکھیڑ دیئے۔

ایک ٹولی کی قیادت ملا عبدالسلام ضعیف کر رہے تھے (جو بعد میں پاکستان میں امارت اسلامیہ افغانستان کے سفیر رہے) پہلے سے طے شدہ پروگرام کے مطابق کماندان صالح کے فرار ہونے والے راستے پر ملا عبدالسلام ضعیف صاحب کمین لگائے ہوئے تھے۔ صالح طالبان کی جنگی چال میں پھنس گیا اور محافظوں سمیت پکڑا گیا۔ طالبان نے چیک پوسٹ پر قبضہ کیا۔ اور پھر ملحقہ علاقہ کی مکمل تلاشی لی۔ ملا ضعیف کہتے ہیں ''چیک پوسٹ کے پچھواڑے میں دو برہنہ عورتوں کی لاشیں پائی گئیں۔ یہ کارنامہ کماندان صالح کے سیاہ اعمال کا حصہ تھا۔ ہمیں اس کی بربریت ودرندگی کی شکایات مسلسل مل رہی تھیں آئے روز یہ خوبرو عورتوں کو گاڑیوں سے اتار کر اپنی جنسی تسکین کرتا، ڈکیتی، چوری، اغواء، اور لوٹ مار کرواتا رہتا تھا۔ قندھار ولایت (صوبہ) میں اس کے قبیح افعال کا چرچا عام تھا۔ چیک پوسٹ کے پچھواڑے میں مردہ پائی جانے والی عورتیں ہرات سے قندھار جارہی تھیں۔ کہ اس کی درندگی کا شکار ہو گئیں۔ زخموں سے بھری زنا کا شکار ان عورتوں کی برہنہ لاشوں کا اندوہ ناک منظر ہر کسی سے دیکھا نہ جارہا تھا۔ مقامی افراد غم وغصہ سے بھرے صالح کو کوس رہے تھے۔ بددعائیں دے رہے تھے۔ اور ہمارے نصب العین کو قابل تحسین سمجھ رہے تھے۔ کہ طالبان نے اسلام کی سربلندی کے لیے صحیح راستہ چنا ہے۔''

کماندان صالح کی سرکوبی کرنے کے بعد طالبان کو بہت زیادہ مال غنیمت ملا۔

برحق نصب العین والے طالبان کے ساتھی:

دین سے بہرہ ور اور زمینی حقائق پر گہری نظر رکھنے والے افراد نے طالبان کے نصب العین کو حق جان کر ان کے اندر سمونے کا اعلان کر دیا۔ ملا عبدالسلام اپنے 10 ساتھیوں سمیت نامور علاقائی کمانڈر حاجی بشیر، عبدالواسع اور بہادر مجاہد ملا عبدالحئی اس قافلہ سخت جان کا حصہ بنے۔

یوں یہ تحریک پروان چڑھنا شروع ہو گئی۔ لوگ جوق در جوق طالبان کے ساتھ مل کر کام کرنا شروع ہو گئے۔ قندھار کے تمام اضلاع میں یہ تحریک پھیل گئی۔ طالبان نے تین گروہوں میں بٹ کر رضا کارانہ طور پر کام شروع کر دیا۔

مؤمن کی فراست رکھنے والے ملا محمد عمر مجاہد حفظ اللہ تعالیٰ نے شرعی نظام کے متعین خاکے کے تناظر میں تمام طالبان رضا کاروں کو باقاعدہ ایک تحریک میں متحد کر دیا۔ اور ضلع میوند کا ضلعی گورنر مولوی عبدالکریم اور مولوی عبدالسلام کو ان کا معاون تعینات کر دیا۔ اور پھر طالبان کا لشکر ارد گرد کے علاقہ کو اپنے زیرنگین کرتے ہوئے سپین بولدک (جو کہ پاکستان سرحد سے ملحق علاقہ ہے) کی طرف بڑھنے لگے۔ پاکستان کی طرف سے آخری علاقہ چمن واقع

ہے۔اور افغانستان کی طرف سے سپین بولدک ہے۔سپین بولدک میں امارت اسلامیہ کو ایک اور تراشیدہ ہیرا مولوی امین اللہ امین کی صورت میں ملا۔ مولوی صاحب برحق نصب العین کے مالک ہونے کی وجہ سے جلد ہی غور وخوض کرنے کے بعد طالبان کا حصہ بننے کی خواہش کا اظہار کیا۔اور پھر انہوں نے 2 گاڑیوں میں اپنے ساتھیوں سمیت آ کر ملا محمد عمر صاحب کے ساتھ اس تحریک میں شرکت کی اور عملی جہادی کاروائیوں کی ابتداء انہوں نے سپین بولدک سے شروع کر دی۔

سپین بولدک کی فتح:

سپین بولدک کی فتح کی داستان بھی نرالی ہے۔یہ 11 نومبر 1994ء کی بات ہے۔طالبان نے یہاں کے وارلارڈز،غنڈوں،بدمعاشوں اور خودساختہ کمانڈروں کو کالے دھندے سے باز آنے کی ترغیب دی...... یہ کہاں باز آنے والے تھے۔وہ اور تھے جو کہ اشارہ سمجھ گئے تھے۔یہ وہ تھے کہ جن کے منہ کو بے بس اور لاچار عوام کا پیسہ مزہ دے رہا تھا۔ایسے لوگوں کو حق کی ترغیب بے کیف محسوس ہوتی ہے۔......

اگلا مرحلہ ان کو سبق سکھانے کا تھا۔طالبان کا مسلح لشکر پہلے ہی تیاری کیے بیٹھا تھا۔گوریلہ جنگ کے اصول کے مطابق طالبان نے ایک جنگی چال چلی۔گوریلہ جنگ کے اصول کے مطابق طالبان کمانداں نے ایک ٹرک میں 40 مجاہدین بٹھائے۔اورٹرک پر ترپال تان دی(تاکہ مجاہدین نظر نہ آسکیں)ٹرک پھاٹک کی جانب بڑھا،اور پھاٹک پر جا کر رُک گیا۔پھاٹک پر انہوں نے قانون بنا رکھا تھا کہ ڈرائیور ان کی مٹھی گرم کرنے کے لیے خود اتر کر آئے چنانچہ ہرکارے منتظر تھے کہ ڈرائیور اتر کو خود آئے گا۔لیکن یہ دن ان لیٹروں کے لیے ساز گار نہ تھا طالبان مجاہدین نے اتر کر معمولی سی مزاحمت کے بعد ان کے ہاتھ کھڑے کروا دیئے۔اور سب کو گرفتار کر لیا۔پھر فوری منصوبے کے تحت طالبان پولیس ڈیپارٹمنٹ کی طرف بڑھے۔آدھے پولیس والے طالبان کے ساتھ مل گئے اور باقی گھروں کو چلے گئے۔یہاں کا کمانڈر اختر جان بھاگ چکا تھا۔یوں طالبان نے ضلع سپین بولدک پر سفید پھریرا پندرہ بیس منٹ کی جنگ کے بعد لہرا دیا۔اور پھر اس علاقہ میں شریعت کے نفاذ کا اعلان کیا۔

منہ زور آندھیوں کا فرار:

سپین بولدک کی فتح نے طالبان کے حوصلوں کو جلا بخشی۔انہوں نے سپین بولدک سے قندھار کی جانب پیش قدمی شروع کر دی۔قندھار سے ''تختہ پل'' پر قدرے مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا یہ مزاحمت اس لیے ہوئی کہ وارلارڈز کی دکانداری بند ہونے کو تھی۔وہ اپنے تئیں اپنی دکانداری کی مردہ رگوں میں خون دوڑانے کیلئے آخری چانس لے رہے تھے۔دیہاڑی باز کمانڈروں کا نقطہ نظر یہ تھا کہ طالبان کو یہیں روک دیا جائے ورنہ قندھار بھی جاتا رہے گا۔

تختہ پل کا علاقہ کمانڈر منصور اور امیر لالئی کے کنٹرول میں تھا۔اور ان کے آدمی لڑائی کے لیے تیار تھے۔قندھار ائر پورٹ کی طرف سے مخالف کمانڈر فضل ٹینک،بکتر بند و دیگر بڑے اسلحہ سے تختہ پل پر مورچہ زن ہو گیا۔لوگ طالبان کو سمجھانے لگے کہ آپ مٹھی بھر ہیں اور وہ منہ زور آندھیاں...... لوگ دنیاوی مال واسباب کی کسوٹی پر پرکھ رہے تھے......تحمل سے اُن کی باتیں سنکر طالبان جو کہ شریعت یا شہادت کا مقصد لیے ہوئے تھے۔جواب میں قرآن مجید کی آیت مبارکہ سناتے۔

کم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن اللّٰه

ترجمہ: کتنے ہی تھوڑے گروہ ہیں جو زیادہ پر غالب آجاتے ہیں اللہ کے حکم سے (پارہ:۳)

پہلی تڑپ اور تجسس کی ابتداء:

مجاہدین کے مخالف تین بڑے کمانڈروں کی زیر قیادت کثیر تعداد میں تھے......ظہر کے بعد طالبان نے باقاعدہ جنگ شروع کر دی۔قندھار ائر پورٹ تک طالبان کے سامنے کوئی نہ ٹھہر سکا۔صرف دس منٹ کا قلیل عرصہ لگا۔منہ زور آندھیاں اپنی توپ وتفنگ چھوڑ کر ریگستان کی جانب فرار ہو گئیں۔ یہ ہی وہ پہلا دن تھا جب طالبان کی فتح کی خبریں میڈیا کی زینت بنیں۔اسی تختہ پُل پر پاکستان کا تجارتی قافلہ رُکا ہوا تھا۔طالبان کے تختہ پل پر قبضہ کے بعد یہ قافلہ بحفاظت پاکستان واپس پہنچ گیا تھا۔''اس قافلہ کی خبریں راقم اور طالبان کے تعارف کا باعث بنیں۔''

جس کی وجہ سے راقم کے دل میں پہلی بار اسلامی جہاد کی تڑپ اور طالبان کی جستجو نے جگہ لی۔

پُر امن سفید پرچم:

مغرب کے بعد طالبان نے ائیر پورٹ پر قبضہ بھی کر لیا۔ اگلی صبح گرفتار شدگان کمانڈر منصور اور کمانداں بارو کو ٹینک کی بیرل سے پھندا ڈال کر پھانسی دے دی گئی۔ اور ان ظالموں کو دوسرے سرکشیوں کیلئے نشانِ عبرت بنا ڈالا۔

قندھار کا انٹرنیشنل ائیر پورٹ مجاہدین کے لیے سودمند ثابت ہوا۔ غنائم میں طالبان کو طیارے، ٹینک، گولہ بارود اور بڑی تعداد میں چھوٹا اسلحہ مِلا۔ بین الاقوامی ائیر پورٹ پر قبضہ سے طالبان کی شہرت کے ڈنکے بانگ دھل چہار سو بجنے لگے۔

قندھار کی فتح کیلئے بھی راستہ صاف ہو گیا۔ دشمن نے معمولی پس وپیش کی اور پھر قندھار طالبان کے حوالے کرنا ہی پڑا۔ مولوی عبدالسلام کو یہاں سربراہ مقرر کر دیا گیا۔ 13 نومبر 1994ء کو گورنر قندھار ملا نقیب نے صلح صفائی سے یہ شہر طالبان کے حوالے کر دیا تھا جبکہ حزب اسلامی کے کمانڈر سر کا تب نے ''باغ پل'' کے علاقہ میں معمولی مزاحمت کی۔ تاہم یہ لشکرِ حق کے سامنے زیادہ دیر نہ ٹھہر سکا اور بھاگنے پر مجبور ہو گیا۔ قندھار شہر کی فوجی چھاؤنی سے بھی بڑی تعداد میں مال غنیمت ملا۔ طالبان نے یہاں کلمہ سے مزین پر امن سفید پرچم لہرا کر شریعت کے نفاذ کا اعلان کر دیا۔

امت مسلمہ کا درد سینوں میں رکھنے والے قافلہ حق وصداقت کے ہم نوا:

بڑے بڑے جنگی سردار طالبان کی حقانیت سے متاثر ہو کر جوق در جوق طالبان کے ساتھ شامل ہو گئے۔ اور اپنی توانائیاں نفاذ شریعت اور اعلائے کلمۃ اللہ کیلئے وقف کر دیں۔ انہوں نے اپنا تمام اسلحہ طالبان کے سپرد کر دیا۔ اور خود قافلہ حق وصداقت کے ہمنوا بن گئے۔ یوں آن واحد میں مٹھی بھر مجاہدین سے شروع ہونے والا قافلہ...... ہزاروں جانثاروں میں بدل گیا۔ یہ سب کچھ رب کریم کی رحمتوں اور اس کے کرم کے بدولت ہی تھا کہ نشاۃ ثانیہ کی آبیاری ہو رہی تھی۔

میڈیا پر قندھار ائیر پورٹ پر قبضہ کی شہرت پھر جلد ہی قندھار پر طالبان کے قدم جمنے پر دنیا بھر میں ''طالبان'' ''طالبان'' ہو گئی۔ پوری دنیا کی نظر میں حق وصداقت کی آواز پر اُٹھنے والی اس نولشکر ''طالبان'' کی ٹوہ وجستجو میں لگ گئیں۔ جہاں دور اندیش عالم کفر اور اس کے حواریوں کے پیٹوں میں مروڑ اُٹھنے لگے۔ وہاں امت مسلمہ کا درد سینوں میں رکھنے والے مخلص مسلمان دور دور سے طالبان کو دیکھنے، سمجھنے، پرکھنے اور ان کا ساتھ دینے کے لیے جوق در جوق قندھار آنے لگے۔ اور نشاۃ ثانیہ کی آبیاری کیلئے اپنا اپنا لہو پیش کرنے لگے۔

جب قندھار میں عالی قدر امیر المؤمنین محترم ملا محمد عمر مجاہد حفظ اللہ تعالیٰ کی قیادت میں ''تحریک اسلامی طالبان'' کا اعلان ہوا تھا۔ اور عملاً فسادات ومنکرات کے خلاف جنگ کا آغاز ہوا۔ تو مولوی عزت اللہ عارف صاحب نے بھی پشاور مدرسہ دار القراء میں اپنے ساتھیوں کا اجلاس بلایا اور فیصلہ کیا کہ ہم اسلامی تحریک طالبان سے مل جائیں گے اور اس کی ہر طرح سے مدد کریں گے۔ یہی وہ وقت تھا جب مولوی عزت اللہ عارف صاحب نے تدریس کو خیر باد کہا اور اپنا قافلہ قندھار پہنچا دیا اور وہاں محترم ملا عمر مجاہد حفظ اللہ تعالیٰ سے بیعت کی اور اعلان جہاد کیا۔

افغانستان کے دیگر نیک چلن سلیم القلب کمانداںوں اور پاکستان کے جہادی پروانوں نے بھی حق وصداقت کی شمع کا مشاہدہ کرنا چاہا کہ یہ طالبان واقعی افغانستان سے منفی سرگرمیوں اور خانہ جنگی کا خاتمہ کر کے اس کو ایک اسلامی فلاحی ریاست میں بدلنا چاہتے ہیں یا کہ ''امیر المومنین'' کے روپ میں ایک ڈرامہ لانچ کیا جا رہا ہے۔

عمل اسے کہتے ہیں جو ہر بات کا جواب دے۔ عمل ہی مسلمان کی جان ہے۔ مدارس کے یہ طلباء اپنے حاصل کئے گئے علم کے مطابق عمل کر رہے تھے۔ عمل سے کردار بنتا ہے۔ اور کردار کا کوئی منکر نہیں۔ متلاشیانِ حق وصداقت مطمئن ہو گئے اور ان کو منزل مراد نظر آنے لگی۔ اور وہ حق وصداقت کی اس شمع روشن پر پروانہ وار نچھاور ہونے کیلئے اس تحریک کا حصہ بن گئے۔ یوں ہجرت وجہاد کی سنت کو زندہ کرنے کے لیے عشاق رسول ﷺ افغان جنگی کمانداں، پاکستانی مجاہدین فیضان سنت کے حصول کیلئے قافلہ حق وصداقت کے دست وبازو بن گئے۔

انہوں نے ملا محمد عمر مجاہد حفظ اللہ تعالیٰ کے دستِ حق پر بیعت کی سعادت حاصل کر لی۔

اعلیٰ اوصاف کی حامل انتظامیہ:

دوسرا اہم مسئلہ یہاں پر مفتوحہ علاقوں میں بہترین منتظم کا چناؤ تھا۔ تا کہ ان شہروں کی عوام کی بہترین حکومت سازی کے ذریعے خدمت کی جائے اور یہ ایک مثالی فلاحی ریاست کا نمونہ بنے۔ اس سلسلہ میں اعلیٰ اوصاف اور اچھی شہرت کے حامل درج ذیل اہل افراد کو مختلف محکمے تفویض کیے

گئے۔

1۔	حاجی ملا عبداللہ اخوند	کور کمانڈر قندھار
2۔	ملا حسن رحمانی	گورنر قندھار
3۔	اختر محمد منصور (ائیر چیف)	ائیر فورس کمانڈر
4۔	ملا محمد عبدالسلام	صوبائی آرمی چیف

دیگر سرکاری محکموں میں بھی اہل افراد کو تعینات کیا گیا۔قندھار اب چمنستان بن گیا۔زنا، چوری، ڈکیتی، بھتہ خوری، کا خاتمہ ہوگیا اب یہاں کوئی سیاسی گروہ، لسانی ڈھرا، یا وارلارڈ کا جتھہ نہ رہا۔شہر چمنستان کے عوام نے بھی گواہی دی۔''ہم مسرور ہیں۔ہم مسرور ہیں۔''

ہلمند کی فتح:

یہ فروری 1995ء کی بات ہے جب مشہور زمانہ کالی پگڑیوں والے اور مخصوص قندھاری طرز کے لمبے کرتے پہنے طالبان نے فتح قندھار کے بعد کابل جانے والے راستے پر پیش قدمی شروع کردی تو دوسری طرف طالبان کے ایک اور لشکر نے ہلمند و ہرات کو روندنے کیلئے آگے بڑھنا شروع کر دیا۔

صوبہ ہلمند کے مرکز ''لشکر گاہ'' تک طالبان کے راستے میں کوئی مزاحم نہ ہوا۔صوبہ ہلمند کے مشہور دو سگے بھائیوں کمانڈر غفار اور کمانڈر نسیم کو طالبان نے اسلحہ جمع کروانے اور تسلیم ہوجانے کا پیغام بھیجا۔جوابی پیغام جو کہ رعونت بھرے انکار کی صورت میں تھا۔طالبان کو واپسی ملا۔

دشمن کا دھوکا اور طالبان کی تدبیر:

طالبان کے دشمن دونوں بھائی کمانڈر غفار اور کمانڈر نسیم نے ضلع کجکی میں اپنا لشکر جمع کیا۔(دریائے ''رود'' پر ضلع دلارام میں واقع کجکی ڈیم افغانستان میں قائم تمام ڈیموں سے زیادہ بجلی پیدا کرنے والا ڈیم ہے) فریقین میں تصادم شروع ہوگیا۔دو دن کی اِس جنگ میں شاطر دشمن نے اپنے سورماؤں کو کالی پگڑیاں پہنچا دی تھیں۔جس سے طالبان کو دھوکا ہو رہا تھا اور اپنے ساتھیوں کو پہچاننے میں دقت پیش آرہی تھی۔فوری مشورہ کیا گیا اور پھر طالبان مجاہدوں کے بازوؤں پر سفید پٹیاں بندھوائی گئیں گھمسان کا رن پڑا۔یہاں پر کماندان حاجی ملا مجید اخوند اور مشہور زمانہ کماندان حاجی ملا بور جان کے بروقت فیصلوں نے دشمن کو ناکوں چنے چبوا دیئے۔اُن دونوں بھائیوں غفار اور نسیم کو شکستِ فاش ہوئی اور وہ دونوں صوبہ غور کی طرف بھاگ نکلے۔

بہرحال یہاں متعدد طالبان ساتھی شہادت عظمیٰ سے سرفراز بھی ہوئے۔اس تازہ لہو کے ثمرات نے ہلمند میں اثرات دکھائے تحریک طالبان کے چمنستان میں شہادتوں کا اک نیا باب کھلا جس نے آگے جا کر اپنا آپ منوایا۔

نیمروز اور فراہ صوبوں کی فتح:

صوبہ ہلمند میں ضلع نادِعلی ایک دن کی جنگ کے بعد طالبان کے زیر اثر آ گیا۔اب انہوں نے دلارام کا رُخ کیا۔یہ صوبہ فراہ کا ایک ضلع تھا۔یہاں پہنچ کر طالبان نے باقاعدہ فوج کی طرز پر مورچے بنالیے۔

اسمعیل خان تورن اور طالبان کی منزل:

اُس وقت صوبہ نیمروز، فراہ، ہرات، بادغیس وغیرہ کو''حوضہ جنوب غرب'' کہا جاتا تھا۔یہ علاقے ''اسماعیل خان تورن'' کے زیر تسلط تھے۔یہ روس کے خلاف افغان جہاد کا مشہور کمانڈر تھا۔عوام میں ہر دلعزیز یہ کمانڈر مغرب کا شہزادہ مانا جاتا تھا۔(مغرب سے مراد افغانستان کے مغربی علاقے) عوام میں جنگی رہبر کے طور پر مقبول یہ لیڈر بہت بڑی منظّم فوج کا سالار تھا۔اس کے پاس دوسرے وارلارڈز سے زیادہ اسلحہ، جنگی طیارے، توپ خانہ اور ٹینک وغیرہ تھے۔

اسماعیل تورن خان قافلہ جنوں (طالبان) کو اپنے مفادات کا دشمن خیال کر رہا تھا۔جنگی تناظر میں اس کے سامنے کا منظر اس کے دل پر چرکے لگا رہا تھا۔طالبان آگے بڑھ رہے ہیں.......... بڑے بڑے کمانڈر طالبان سے شکست کھا رہے ہیں' جنگ میں تو ان کی شجاعت ڈھکی چھپی نہیں، عوام کی محبت اور شرعی نفاذ کا ایجنڈا طالبان کا سرمایہ حیات ہے۔اس ایجنڈے پر عمل پیرا ہونے والا جنت کا مکین ٹھہرتا ہے۔......اس کو اندازہ تھا کہ طالبان کی منزل ہرات ہے۔

دنیاوی جاہ وجلال کے حامل اسماعیل خان تورن کو اس تحریک کا نظریہ خوف دلا رہا تھا۔ وہ اپنی بقاء کیلئے طالبان کے آگے بند باندھنے کا خواہاں تھا۔ چنانچہ تورن نے اپنی افرادی قوت اللہ کے سپاہیوں کے مقابلہ میں اتار دی۔ دونوں فریقین میں گھمسان کی جنگ شروع ہوئی۔ اور معرکہ اپنے عروج پر آ گیا۔ اسی معرکہ آرائی میں محترم عزت اللہ عارف صاحب اپنے جہادی جوہر دکھاتے ہوئے معرکہ کے چوتھے روز کی جنگ میں خداوند قدوس کے حضور جنت نعیم کے مکین ٹھہرے۔ عزت اللہ عارفؒ کا اسم گرامی عزت اللہ تھا۔ آپ مجاہد باپ کے مجاہد بیٹے تھے۔ تحریک طالبان کے اوائل میں ہی شاملِ جہاد ہو گئے تھے۔ آپ اپنے تخلص عارف کی وجہ سے مشہور ہوئے۔ پاکستان وافغانستان کے مختلف مدارس میں درس وتدریس میں بھی مشغول رہے۔ اور حج وعمرہ کی سعادت بھی حاصل کر لی۔ روس کے فرار کے بعد علاقائی جھگڑوں ولسانی تنظیموں اور حقے پانی کے چکروں سے آپ کا دامن پاک رہا۔ اسی دوران آپ نے دعوتی واصلاحی تنظیم بنا کر امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی خدمت کیمپوں، مساجد اور جلسوں میں کی۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو استعداد اور اطاعت کے خصوصی خزینے عطا کر رکھے تھے۔ اس لیے ملا محمد عمر مجاہد اور ملا محمد ربانی آپ سے خصوصی شفقت فرماتے اور آپ کو مشاورت میں شامل رکھتے تھے۔

اسماعیل تورن فضائی برتری کے ساتھ:

اسماعیل تورن کی فوج اور طالبان کا ٹکراؤ ''دلارام'' کے مقام پر ہوا۔ تورن کے پاس فضائی برتری ہونے کی وجہ سے طالبان کو ناگہانی صورتحال کا سامنا کرنا پڑا۔ تورن کی فضائیہ نے طالبان کے مورچوں پر بمباری شروع کر دی۔ جس کی وجہ سے طالبان کو بھاری نقصان برداشت کرنا پڑا۔

لیکن طالبان کا زمینی حملہ تورن کی فوج برداشت نہ کر سکی اور اس کی فضائیہ کی مدد بھی کام نہ آئی اور طالبان مجاہدین آگ کا دریا عبور کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی مدد ونصرت کے ہمراہ صوبہ فراہ کے ضلع ''رود'' تک پہنچ گئے۔ مورچے کھود کر خط بنا لیے۔ یہاں پر دو ماہ تک جنگ ہوتی رہی۔ اسماعیل تورن کو فضائی برتری طیاروں کی وجہ سے حاصل تھی۔ وہ طالبان کے مورچوں پر بمباری کروا دیتا تھا۔

بمباری کا ایک مشہور سانحہ طالبان کے ساتھ پیش آیا۔ ضلع رود میں واقع ایک ہوٹل طالبان کا مرکز تھا۔ دشمن کے جاسوسوں نے ان کی لوکیشن (محل وقوع) بتا کر اس ہوٹل پر بمباری کروا دی۔ بڑے بڑے بموں نے ہوٹل کی عمارت کو تہہ وبالا کر دیا۔ جس کی وجہ سے متعدد طالبان شہید وزخمی ہوئے۔

اُسی دن طالبان نے طیش میں آ کر ہوش مندانہ پیش قدمی کی اور صوبہ فراہ اور صوبہ نیمروز پر قبضہ کر لیا۔ قاری احمد اللہ کو نیمروز صوبے کا سیکیورٹی سربراہ مقرر کیا گیا۔ یہاں پر طالبان نے باقاعدہ خط بنایا۔ یہ خط کافی عرصہ قائم رہا۔ اس خط پر فریقین میں جھڑپیں ہوتی رہتی تھیں۔

خورما کی جنگ اور کمانداں ''محلی'' کی غداری:

روز بروز کی جھڑپوں سے تنگ آ کر سخت خطرہ مول لیتے ہوئے۔ طالبان پیش قدمی کرتے کرتے ''خورما'' تک پہنچ گئے۔ خورما کے کوہ ودامن بھی طالبان اور اسمعیل تورن کی فوجوں کے درمیان ہونے والی جنگ کے گواہ ہیں۔ ایک سال تک جاری رہنے والی اس جنگ میں کبھی طالبان کا پلڑا بھاری رہتا تو کبھی تورن کے وفادار آگے آ جاتے۔ لگ بھگ 600 طالبان نے اس دوران اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا۔

طالبان کی اسلامی تحریک میں کئی ایسے گمنام لوگ گزرے ہیں۔ اور اب بھی ہیں جن کے اعمال صالحہ کو دیکھ کر ہم انہیں اولیاء اللہ کا نام دے سکتے ہیں۔ ایسے حضرات جو دن اللہ کی رضا کیلئے جہاد اور اسلام کی خدمت میں گزارتے ہیں۔ اور راتوں کو اللہ تعالیٰ کے حضور میں سربسجود رہتے ہیں۔ ان میں سے ایک ''مولوی عبدالسلام شہیدؒ'' بھی ہیں۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے سیرت اور صورت کو یکساں حسن عطا کیا تھا۔

بارکزئی قوم سے تعلق رکھنے والے خاندان میں پچھلی سات صدیوں سے علماء کرام چلے آ رہے ہیں۔ آپ نے چمن سے دینی تعلیم حاسل کی۔ آپ روس دور سے جنگ میں شریک چلے آ رہے تھے۔ ڈاکٹر نجیب کے دور میں بھی کابل کی عمومی شاہراہ پر دوستم ملیشیاء کے خلاف لڑتے رہے۔ آپس کی لڑائیوں میں آپ دیگر حق پرست علماء کی طرح مدارس کی ترویج میں مشغول ہو گئے۔ پھر قندھار کے نواح سے اُٹھنے والی تحریک طالبان میں 70 ساتھیوں سمیت شامل ہوئے۔

اسماعیل تورن کے خلاف لڑتے ہوئے جب ملا محمد زخمی ہوئے تو آپ نے ان کی جگہ محاذ کی قیادت کی۔ اور خورما کے خوست درہ میں دشمن کے خلاف لڑتے ہوئے جامِ شہادت نوش کر گئے۔

اسماعیل تورن نے اپنی بقاء کیلئے ساری قوت جمع کر کے ایک بڑا حملہ کر دیا۔ سخت حملہ کے باعث طالبان پیچھے ہٹتے ہٹتے صوبہ ہلمنڈ کے ضلع گریشک تک آ گئے۔ اس پسپائی میں مشہور طالب کمانڈر قاری احمد اللہ اسماعیل تورن کے ہرکاروں کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے۔ پہلے یہاں کا کماندان ''محلی'' طالبان کے ساتھ شامل ہو گیا تھا۔ طالبان کی پسپائی اور پھر ایران کی طرف پیش کیے جانے والے ''تومان'' (کرنسی) کے لالچ نے اسے گرگٹ کی طرح رنگ بدلنے پر آمادہ کیا۔ اس نے مجاہدین اسلام کے خلاف غداری کی اور گریشک میں بھی طالبان کو ایک اور امتحان کا سامنا کرنا پڑا۔

گلی گلی میں باغیوں کی جانب سے چھیڑی جانے والی جنگ نے طالبان کو نہایت مشکل حالات سے دوچار کر دیا۔ اس جنگ میں بہت سے طالبان شہید ہوئے اس جنگ کی کمان کرنے والے ملا محمد اخوندزادہ بھی یہاں پر ہی شہادت کے رُتبے پر فائز ہوئے۔

عروس گلشن کی اداشناس بہار:

ملا محمد اخوندزادہ عروس گلشن تحریک اسلامی طالبان کے بانیوں میں سے ہیں۔ آپ ضلع ارغنداب کے گاؤں منار میں پیدا ہوئے۔ آپ کے ابا جی کا نام مولوی عبدالواحد ہے۔ جب آپ اپنے چچا مولوی نور محمد کے پاس دینی تعلیم حاصل کرنے میں مصروف تھے تو سوویت یونین افغانستان پر حملہ آور ہو گیا۔ کم سن ملا محمد نے تعلیم ادھوری چھوڑ کر ملک کے غاصبوں پر شب خون مارنے کی ٹھان لی۔ آپ نے اپنی عسکری زندگی کی ابتداء کمانڈر شہید لالہ ملنگ کے محاذ سے کی۔

ملا محمد روسی فوج سے ضلع، مجلّات، خوشاب، پاشمول اور چار باغ میں لڑتے رہے۔ ان علاقوں میں انہوں نے پہلی مرتبہ مورچہ بندی کا طریقہ ایجاد کیا۔ روز بروز تجربہ میں اضافہ ہونے سے آپ نے تکنیک سے کئی مرتبہ دشمن کو گھیرے میں لے کر مجاہدین کو شکنجے میں پھنسا شکار دیا۔ بہادرانہ و دانشمندانہ فہم و فراست کی وجہ سے آپ کا بہت جلد کمانڈروں میں شمار ہونے لگا۔ طویل جدوجہد کے بعد جب سویت یونین میدان سے بھاگا تو کمیونسٹوں کے زوال کے بعد ملک میں تنظیمی لڑائیوں کا آغاز ہو گیا۔ افغان عوام کی امیدیں دم توڑ گئیں۔ افغان جہاد میں ڈیڑھ ملین انسانوں کا پاکیزہ خون بہنے کے بعد سُرخ ریچھ دُم دبا کر بھاگا تھا۔ لیکن اس کے بعد کے ناموافق حالات میں مسلمانوں کو گھٹن کا احساس ہو رہا تھا۔

ملا محمد اُن دنوں تنظیمی جھگڑوں سے الگ تھلگ اپنے مجاہدین کی فکری تربیت کرنے کے ساتھ ساتھ ایک سچے اور کھرے رہبر کے منتظر رہتے تھے۔ اسی دوران جب انہیں ملا محمد عمر مجاہد کی صورت میں ایک فرض شناس رہبر ملا تو یہ اپنے مجاہدین سمیت ملا محمد عمر صاحب کے قافلۂ حق و صداقت میں ہمرکاب ہو گئے۔

پھر جب یہ مردِ مجاہد میدان میں اترا تو قندھار کے پڑوسی صوبوں کو تنظیمی لڑاکوں کی گرفت سے آزاد کرایا۔ قدم بقدم آپ نے تحریک طالبان کا ساتھ دیا۔ طالبان کے ابتدائی جنگی معرکوں میں دادِ شجاعت سمیٹی۔ اپنے سابقہ جہادی تجربہ کو بروئے کار لاتے ہوئے صوبہ فراہ کے ضلع دلارام سنجیلان کے ایک بڑے معرکہ میں مخالفین کے 1300 مسلح افراد کو زندہ گرفتار کر لیا۔ اور بعد میں صلہ رحمی کرتے ہوئے ان کو آزاد بھی کر دیا۔ آپ اسی جنگ میں مخالفین کی جابجا بچھائی ہوئی بارودی سرنگوں کے ایک دھماکے میں شدید زخمی بھی ہو گئے تھے۔ صحت یاب ہونے پر جلد ہی متقی و ایماندار کماندان ملا محمد نے واپس خط اوّل پر آ کر لڑائی کی کمان سنبھالی۔

نصرتِ خداوندی اور اپنی خداداد مخصوص مہارت سے خط اوّل کو ہرات تک پہنچا دیا۔ آپ اس وقت بہت خوش تھے۔ ایک درویش فرماتے ہیں'' ایمان ہی تو مومن کا وہ سرمایہ ہوتا ہے جس کے باعث وہ ماسوا کو کسی خاطر میں نہیں لاتا۔ یہی اس کا ہتھیار...... مومن کے پاس ایمان کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ ایمان نصرت کے بل پر اِترایا کرتا ہے۔''

اسلحہ سے محبت، عیش پرستی سے نفرت، علمائے کرام اور بزرگوں کا احترام کرنے والے، ہمدردی و ایثار کا پیکر، عروس گلشن کی اداشناس بہار ملا محمد 23-08-1995 کو ضلع دلارام اور گرشک کے درمیان مخالفین سے ایک معرکہ میں شہادت پا گئے۔

ان کی شہادت تحریک طالبان کیلئے سخت آزمائش کا باعث بنی۔

امیر المومنین اور نوید سحر:

سخت آزمائش نے طالبان کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ تحریک کو یہ پہلا بڑا دھچکا تھا۔ ایسے میں خلافِ راشدہ کی یاد تازہ کرتے ہوئے مؤمنوں کے امیر ملا محمد عمر مجاہد حفظ اللہ تعالیٰ نے میدانِ جہاد میں قدم رنجہ فرمایا۔

اور زخموں سے چور طالبان میں نئے عزم کی بنیاد رکھی۔ بقول شاعر

ے ہم نئے عزم سے نوید سحر رکھتے ہیں

طالبان کے حوصلے بلند ہو گئے اور دشمن پر بڑے حملے کی تیاری شروع کر دی۔ ملا بور جان اور ملا مشر اس لشکر کشی کیلئے منتظم بنائے گئے۔

ہرات کا سخت جان اسماعیل تورن بھی غافل نہ تھا۔ اس نے بھی انٹیلی جنس کی خفیہ معلومات کی روشنی میں پچیس ہزار ہرکاروں پر مشتمل لشکر بنایا۔ اور اس کی کمان جنرل علاؤالدین اور جنرل ہلانی کے سپرد کی۔

اس لشکر کی پہلی خصوصیت یہ تھی۔ کہ روس جہاد کے دور سے لے کر آج تک افغانستان میں کوئی بھی کمانڈر اتنی بڑی فوج اکٹھی نہ کر سکا تھا۔

اگست 1995ء یہ لشکر دریائے دلا رام سے بیس کلومیٹر جنوب کی سمت ''تپہ ہائے سنگلان'' نامی مقام پر پہنچا ہی تھا کہ (طالبان کون سا ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بیٹھے تھے۔ ہر شعبہ میں فعال ہو چکے تھے) طالبان مجاہدین نے رات کی تاریکی میں اس پر حملہ کر دیا۔

تورن کے لشکر پر طالبان کا شب خون:

ممکنہ بلکہ بجا طور پر جنگی تیاریوں، سفری سہولتوں، ساز و سامان اور افرادی قوت کی کثرت کی وجہ سے دشمن کا لشکر ہر دیکھنے والے پر ہیبت طاری کیے ہوئے تھا۔ کیونکہ مادی لحاظ سے وہ واقعی بہت بڑا لشکر تھا۔ لیکن حرارت ایمانی اور نصرت الٰہی سے بالکل تہی دست لشکر تھا۔

اپنے مادی وسائل کے بل پر خوابِ غفلت میں سویا ہوا یہ لشکر متکبرانہ انداز میں قندھار تک قبضہ کے خواب دیکھ رہا تھا۔ چنانچہ ان کے ذہنوں میں یہی تھا کہ طالبان اس قدر مسلح اور کثیر تعداد پر مشتمل لشکر کا قطعاً سامنا نہ کر سکیں گے۔ چہ جائیکہ اس پر حملہ آور ہوں۔

انہیں کیا پتہ تھا کہ جاگتی آنکھوں کے خواب اکثر ایسی کربناک تعبیریں لاتے ہیں جو آنکھیں بند کرنے کے باوجود دہکتی سلائیاں بن کر آنکھوں میں گڑ جاتے ہیں۔

چہار سو تاریکی تھی۔ طالبان نے اُس عظیم الشان لشکر پر شب خون مار کر اُسے پامال کر دیا اور خط اوّل کو روندتے ہوئے دشمن کی صفوں میں گھس گئے۔ رات کی تاریکی نے طالبان کو فائدہ دیا۔ رات کی تاریکی میں طالبان نے اپنی شناخت، لمبے کرتوں، کو چھپانے کے لیے انہیں گرہیں لگا دیں۔ سامنے مخالف فوجی وردیوں میں ملبوس تھے۔ گرہیں لگانے کی وجہ سے شناخت نہ ہو سکتی تھی کیونکہ ہر طرف تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ استخبارات (شعبہ جاسوسی) کی دی ہوئی معلومات مفید ثابت ہوئیں۔ جونہی کسی طالب کا سامنا دشمن کے کسی فوجی سے ہوتا تو طالب اس کے دریافت کرنے پر جواب میں خود کو غفار اخوندیا ان کے سرکردہ کمانداروں کا ساتھی ظاہر کرتا۔ آناً فاناً طالبان نے دشمن کو حواس باختہ کر دیا۔ اُس کے پاس سوائے پسپائی کے کوئی دوسرا راستہ نہ بچا۔ خطِ اوّل اور قلب سے ہوتے ہوئے قطعہ منتظرہ (ریز رو دستہ) بھی طالبان کے قدموں تلے آ گیا۔

استخبارات کی کاوش اور کامیابی:

مجاہدین کی کامیابی میں جہاں ولولہ، شوقِ شہادت جیسے امور معاون ثابت ہوئے وہاں طالبان کے شعبہ جاسوسی (استخبارات) کی جانفشانی نے بھی کلیدی کردار ادا کیا۔ کیونکہ انہوں نے لابنگ کے ذریعے دشمن کا نام شب (Night Code) حاصل کرنے میں کامیابی حاصل کر لی تھی۔ عسکریت کے حوالے سے علم رکھنے والے حضرات نائٹ کوڈ کی اہمیت جانتے ہیں۔ یہ دشمن کا اہم فوجی راز تھا۔ جو دشمن کے قلعہ میں دراڑ کا باعث بنا۔ طالبان نے بھی ان معلومات کا فائدہ اُٹھانے کا حق ادا کر دیا۔ طالبان کا دوران لڑائی جب بھی کسی دشمن فوجی سے آمنا سامنا ہوتا تو دشمن فوجی کہتا دریش (رک جاؤ) اور پوچھتا نام شب (نائٹ کوڈ) بتاؤ۔ طالبان! جو کہ نائٹ کوڈ حاصل کر چکے تھے درست نائٹ کوڈ بتا دیتے تھے۔ اس طرح استخبارات کی دی ہوئی معلومات نے طالبان کو دشمن لشکر میں گھسنے کا راستہ دکھا دیا۔ اور طالبان دشمن لشکر کے قلب پر حملہ آور ہوئے صبح ساڑھے چار بجے تک لڑائی جاری رہی اور آج جنگ کا پانسہ فتح کی صورت میں ''نوید سحر'' کے حق میں رہا۔ دو مرتبہ جنرل ہلانی طالبان کے ہاتھوں گرفتار ہونے سے بچ گیا۔

دشمن کا تعاقب اسی کی گاڑیوں میں:

دشمن راستہ چھوڑ کر دشت کی جانب بھاگ نکلا۔ آدھی فوج میدانِ جنگ میں اپنے عبرتناک انجام کو پہنچی اور بقیہ آدھی فوج جان بچانے کی کوشش میں صحرا میں روپوش ہونے لگی۔ ہلمند سے ہرات کا صحرائی راستہ 500 کلومیٹر ہے اور طالبان دشمن کی بھاگی ہوئی فوج کا تعاقب پیدل کہاں تک کر سکتے؟ اِس دوران بھاگئی ہوئی فوج کی گاڑیاں طالبان کے کام آئیں۔ طالبان دشمن فوج کی گاڑیوں پر سوار ہو کر دشمن کا تعاقب کرنے لگے اور خوب قتال

کیا۔اس دن دشمن کے خون سے طالبان نے صحراء کی پیاس بجھائی۔صحرا دشمن کی لاشوں سے اَٹا پڑا تھا۔غنائم میں طالبان مجاہدین کو گاڑیاں اور ہر قسم کا اسلحہ ذخائر کی صورت میں مِلا۔اس کے علاوہ 2 ہزار کی تعداد میں قیدی بھی ہاتھ آئے۔دشمن کے سارے خواب صحرا میں سراب کی مانند ثابت ہوئے۔

جنرل علاؤالدین،شکست اور موت:

واقفان حال کہتے ہیں کہ طالبان کے ساتھ اس جنگ نے دشمن کو بہت افسردہ کردیا تھا۔جنرل علاؤالدین زخمی ہونے کے ساتھ ساتھ شکستہ دل بھی ہو چکا تھا۔اس جنگ میں جنرل علاؤالدین کو سینہ پر گولی لگی تھی۔اگلے دن وہ شکست اور گولی کے زخم کی تاب نہ لاتے ہوئے اس دنیا سے داخل جہنم ہوا۔جنرل ہلالی بھی اس بدحال فوج کو سہارا نہ دے سکا اس جنگ کی پلاننگ میں دشمن کے مایۂ ناز کمانڈروں اسماعیل خان،عبدالخالق (عبدالحق کا بھائی)، جنرل افضلی، ڈاکٹر طاہر، جنرل مجید، غلام یحیٰی اکبری، نصر غوریاتی، اور جنرل اعظمی جیسے لوگ شامل تھے۔ان کمانڈروں کے ''دانشمندانہ فیصلے'' بھی انہیں شکست وریخت سے نہ بچا سکے۔اوران کی فوج قصہ پارینہ بن گئی۔الحمدللہ

بڑھتے ہوئے قدم ہرات کی جانب:

شکست خوردہ فوج مرعوب ہو کر منتشر ہوگئی۔انہوں نے فراہ اور نیمروز صوبے مکمل طور پر خالی کردیے۔طالبان نے ان صوبوں کا نظم ونسق سنبھال لیا۔اورآگے ہرات کی جانب پیش قدمی شروع کردی۔اب کی بار طالبان نے حکمت عملی کے تحت ''خورما'' کے پہاڑوں سے ہرات جانے کی بجائے دوسرا متبادل راستہ اختیار کیا۔اور ''زریکو'' کے پہاڑوں کی طرف سے گزرنے والے راستے کو اپنایا۔کیونکہ طالبان خورما کے پہاڑوں میں پہلے ہی اپنے چھ سولی معمار گنوا چکے تھے۔

ہرات کی فتح:

3 ستمبر 1995 کو زریکو کے پہاڑوں سے ہوتے ہوئے طالبان افغانستان کے دوسرے بڑے ائرپورٹ شین ڈنڈ پر پیچھے کی جانب سے داخل ہوئے۔اور پھر حملہ کر کے اس پورے علاقے پر قبضہ کرلیا۔طالبان جس علاقہ پر اپنا قبضہ مستحکم کرلیتے۔وہاں شریعت کے نفاذ کے ساتھ ساتھ استخبارات کا نظام بھی قائم کرلیتے تھے۔

یہ شہر ایک ہی دن میں فتح ہوگیا۔طالبان نے اپنی حکمت عملی سے دشمن کو دوحصوں میں تقسیم کردیا اس کا ایک حصہ خورما کے پہاڑوں میں پھنس گیا اور دوسرا حصہ ہرات میں موجود تھا۔اب طالبان نے اپنا رُخ ہرات کی جانب کرلیا۔شین ڈنڈ اور ہرات کے درمیانی علاقہ (جس کا نام شاہ بیگ تھا) کی سڑک تنگ پہاڑی درے سے گزرتی تھی۔جس کو کنٹینروں کے ذریعے بند کردیا گیا تھا۔ان کنٹینروں میں مٹی، پتھر اور ریت بھردی گئی تھی۔طالبان کو اس بند راستے کو کھولنے میں پورا ایک دن لگ گیا۔اسماعیل تورن کے حامیوں سے طالبان کی معمولی جنگ ہوئی۔طالبان نے 5 ستمبر 1995 کے دن ہرات کو فتح کرلیا۔سب سے پہلے ہرات جیل سے قیدیوں کو آزاد کرنے کا کام کیا گیا۔یہاں پر ہی قاری احمد اللہ بھی قید تھے اورآج ہرات کی فتح کے ساتھ ساتھ ان کو مژدہ آزادی ملا۔

جنگ کے دوران کمانڈر اسماعیل تورن ہرات سے ساری رقم لوٹ کر اسلام قلعہ کے راستے رافضیوں کے ملک ایران فرار ہوگیا۔اب اُسے رافضی ہی پناہ دے سکتے تھے۔

ہرات مبلغان اسلام کی دھرتی:

ہرات ایک بارونق شہر ہے۔یہاں پر خواجہ عبداللہ انصاریؒ کی قبر بھی ہے۔اِن کے آباؤاجداد یہاں پر حضرت عثمانؓ بن عفان کے دور میں کسی جنگی مہم میں شریک ہو کر آئے تھے۔اور پھر اس سرزمین پر حضرت ایوب انصاریؓ کی لڑی سے تعلق رکھنے والے خاندان نے رہنا شروع کردیا۔

یہاں پر مفسر قرآن امام فخرالدین رازیؒ بھی آسودہ خاک ہیں۔اس دھرتی کو یہ فخر بھی حاصل ہے کہ اس کے سینہ پر روسی دُور کے پچیس ہزار شہداء محوِ استراحت ہیں۔

مولانا عبدالرحمٰن جامی بھی تو اسی دھرتی کے سپوت ہیں۔اسی ہرات میں 1842ء کے دور میں مشہور جنگجو حریت پسند اکبر خان نے برطانوی سپاہ کو گاجر مولی کی طرح کاٹا تھا۔اسی ہرات شہر اور اسی دلیرانہ واقعہ سے وہ مشہور قصہ جڑا ہے۔جس کی مثال دی جاتی ہے۔اکبر خان کے ہاتھوں سے بچنے

والے زخموں سے چور ایک سپاہی نے جلال آباد میں جب اپنے بڑوں کو سولہ ہزار سپاہ کے عبرتناک انجام کی داستان سنائی تو انگریزی نے یہاں سے واپسی کو اپنے ذہن میں بٹھالیا۔

یہ شہر بعد میں طالبان کی اقتصادی ترقی میں ریڑھ کی ہڈی ثابت ہوا۔اس صوبہ سے پورے افغانستان میں کاروباری سرگرمیاں جاری ہوتی تھیں۔حتی کہ بیرون ممالک میں بھی یہاں سے تجارت کی جاتی تھی۔

ہرات میں امیر المومنین کی آمد اور منتظمین کا چناؤ:

ہرات فتح ہو چکا تھا۔ملا محمد عمر مجاہد حفظ اللہ تعالیٰ بذات خود یہاں ہیلی کاپٹر میں تشریف لائے۔مبارکبادیں وصول کیں اور دیں۔انتظامی امور کے لیے اہل افراد کو منتخب کیا گیا۔

ملا یار محمد کو گورنر بنایا گیا

ملا معاذ اللہ کو پولیس چیف مقرر کیا گیا

ملا عبدالسلام کو قندھار سے تبادلہ کر کے بطور کور کمانڈر ہرات مقرر کیا گیا۔

ملا سراج الدین کو ملٹری ڈویژن کمانڈر کے اختیارات دیے گئے

اور ملا عبدالسلام ضعیف کو بینکوں کا انچارج بنایا گیا۔

اسمٰعیل تورن کا قصہ تمام ہوا۔طالبان نے افرادی وعسکری قوت کا یہ عدم توازن اپنی ایمانی قوت،عزمِ جہاد،شوق شہادت اور مقصد کی صداقت سے پورا کیا۔

مذاکرات کی آڑ میں دشمن کی بدعہدی اور غور کی فتح:

ہرات کی فتح کے بعد تحریک طالبان کے شاہینوں کا اگلا ہدف غور اور بادغیس پر قبضہ کر کے شریعت اسلامی کا سفید پھریرا لہرانا تھا۔ملا عبدالغنی برادر اور مولوی عبدالمنان حنفی کی قیادت میں لشکر مجاہدین غور کے قریب پہنچ گیا۔قریب ہی دشمن نے ''ساغر سارک'' پر خط بنا رکھا تھا۔طالبان نے حملہ کیا تو دشمن علاقہ چھوڑ کر پہاڑوں پر مورچہ زن ہو گیا۔اور تسلیم ہونے کا پیغام بھیجا کہ'' آپ اپنے چند ساتھی بھیجیں تاکہ وہ ہمارے بڑوں سے بات کر سکیں''

طالبان نے ان کی مذاکرات کی پیش کش کو قبول کیا کیونکہ ان کا مقصد خون خرابہ نہیں تھا بلکہ وہ تو امن چاہتے تھے تاکہ پر امن شریعت کا نفاذ کیا جا سکے۔اس لیے خراسان کے بیٹوں نے فوراً تیاری کی اور باہم مشاورت سے مولانا شمس اللہ اور ملا احمد کو مذاکرات کے لیے روانہ کر دیا۔لیکن!

دشمن نے بدعہدی کی اور مولانا شمس اللہ کو شہید کر دیا۔(مولانا شمس اللہ سابق گورنر مولانا امین اللہ شہیدؒ کے بھائی تھے) اب غلطی کی گنجائش بالکل نہ تھی۔(یحییٰ تشنہ)

طالبان شرعی تقاضوں سے بہرہ ور تھے۔اس لیے انہوں نے دشمن کی مذاکرات کی دعوت اتمام حجت کیلئے قبول کر لی تھی۔اور اپنے ایک عظیم مجاہد شمس اللہ کو شہادت کے درجہ پر فائز کروایا۔لیکن کرسی اقتدار کے رَسیا شہید کے لہو کو کیا جانیں؟ کہ یہ لہو کیا رنگ لائے گا؟

طالبان نے دشمن کی بدعہدی کا بدلہ چکانے کی ٹھان لی اور مجاہدین اسلام نے اُن کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔اور بدعہدی کا مزہ جنگ کی صورت میں چکھایا۔اور صوبہ غور کو تیرہ دنوں میں فتح کر لیا۔اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ملا احمد کو بحفاظت بازیاب کرا لیا اور طالبان نے صوبہ غور کے دارالخلافہ چغچران میں سفید پھریرا لہرا کر وہاں شریعت کا نفاذ کر دیا۔

طالبان کا بادغیس پر حملہ:

بادغیس کے دو اضلاع بغیر مزاحمت کے امارتِ اسلامیہ کا حصہ بنے۔لیکن اب کی بار تگڑا جوڑ پڑ گیا۔دشمن کی طرف سے جنرل عبدالمالک اور جنرل لائی کمانداں تھے۔اور حق پرستوں کی کمان ملا برادر اخوند اور محمد ابراہیم اخوند کے پاس تھی۔

جنرل عبدالمالک ازبک تھا۔افغان معاشرہ میں ازبکوں کے ظالم ہونے کی متعدد مثالیں مشہور ہیں مثلاً قہر افغان رحم ازبک (یعنی افغانی کا غصہ،ازبک کی مہربانی،رحم وکرم جیسا ہوتا ہے) جنرل عبدالمالک کا دل ودماغ سیاست کی گرد سے اٹا پڑا تھا۔اس نے ہمیشہ پختونوں کو اپنا دشمن ہی سمجھے رکھا۔

طالبان باذغیس سے پہلے جب دوضلعوں پر براجمان ہوئے تو ازبکوں نے پیشگی ہی اُن پختونوں پرظلم وستم کے پہاڑتوڑ نا شروع کر دیے جوان کے علاقے میں آباد تھے۔ازبک ان پختونوں کواس شبہ کےتحت مارتے پیٹتے تھے کہ طالبان کے یہاں پہنچنے پر وہ بغاوت کر دیں گےاور طالبان کا ساتھ دیں گے۔جبکہ یہ تو ان کا اپنا شیوہ تھا۔ڈیڑھ سال تک یہ جنگ مسلسل جاری رہی۔آمنے سامنے کی طویل جنگ میں طالبان شہید ہوتے رہے۔زخمی طالبان کوفوراً پیچھے بھیج دیا جاتا تھا۔متعدد بار طالبان نے آگے بڑھنا چاہا مگر وہ نہ بڑھ سکے۔

جنرل عبدالمالک اورتنگڑا جوڑ سے مراد جنرل عبدالمالک کوساز گار زمینی محل وقوع اور ماحول کا دستیاب ہونا ہے۔برف باری ،بھی اُسی کے حق میں مفید ثابت ہورہی تھی۔جبکہ طالبان کو ہرطرح کی رسد(لاجسٹک سپورٹ) میں بہت مشکلات کا سامنا کرنا پڑاتھا۔برفباری کی وجہ سے راستے بند ہو جاتے تھے۔گاڑی تو کجا کبھی کبھارتو ہیلی کاپٹر کے ذریعے بھی کمک نہ پہنچ سکتی تھی۔پھربھی ہمت وعزم کی مثال بنے طالبان مورچوں پر ثابت قدمی کا مظاہرہ کررہے تھے۔

بڑوں کی منصوبہ بندی کے مطابق طالبان نے اب صرف خط کے دفاع پر ہی توجہ مرکوز کرلی تھی۔گذشتہ صفحات پر ذکر کیا جا چکا ہے کہ قندھار کی فتح کے بعد طالبان دولشکروں میں منقسم ہوگئے تھے۔ایک لشکر قندھار سے ہرات وغیرہ کی جانب چلا گیا تھا۔جبکہ دوسرالشکر کابل،غزنی وغیرہ کی طرف گامزن تھا۔منصوبہ بندی کی رو سے ایک لشکر کو باذغیس پرڈٹے رہنا تھااوراپنی پوزیشن کومستحکم رکھنا تھا۔اس لیے قندھار سے ہرات کی طرف جانے والے لشکر کومنصوبہ بندی کےتحت اوراعلیٰ قیادت کےحکم ثانی تک اپنے مورچوں میں مورچہ زن رہنا پڑا۔

دوسرالشکر جس کی منزل کابل کی فتح تھی اُسے منصوبہ بندی کےتحت مزید طاقت حاصل کر کے جلدازجلد کابل کواپنے زیرتسلط لانا تھا۔تاکہ دارالحکومت کابل کوفتح کیا جاسکے۔اور یہ بات جنگی نقطہ نظر سے بھی درست تھی تاکہ دشمنوں کے حوصلے پست ہوجائیں۔

قندھار سے منقسم ہونے والے دوسرے لشکر کی فتوحات:

کابل کوامارتِ اسلامیہ افغانستان کے زیرنگیں لانے کے لیے جولشکر فتح قندھار کے بعداس مقصدِ عظیم کولے کرنکلا تھا۔اُس لشکر کے راستہ میں آنے والی معرکہ آرائیوں اوراُن کے نتیجہ میں ملنے والی فتوحات کے واقعات تحریک طالبان کےعزم وہمت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔اوراس قافلہ حق کی عملی کاروائیاں دین اسلام کی آبیاری کا اعلیٰ نمونہ ہیں۔درویش صفت مجاہدین کے اس بے سروسامانی اورقلت افراد پر مشتمل کارواں نے نصرت الٰہی سے وہ کارہائے نمایاں سرانجام دیے۔جو مادی وسائل پرتکیہ کرنے والے دنیاپرست،تربیت یافتہ،اوراپنی ہنرمندی پرنظر رکھنے والوں کے منہ پرایک زناٹے دار طمانچہ ہیں۔

صوبہ زابل:

تحریک طالبان کے قافلۂ حق کی فتوحات میں صوبہ زابل انتہائی عزت واکرام کاحق دار ہے۔اس سرزمین کے باسیوں کو یہ شرف حاصل ہوا کہ انہوں نے امارتِ اسلامیہ کےاعلیٰ وارفع مقاصد کی راہ میں حائل نہ ہوکراجروثواب کے ذخائر حاصل کیے۔

یہاں پرپختونوں کی اکثریت آباد ہے۔اورسلیم الفطرت اورخوش طبع لوگ ہیں۔انہوں نے اپنی بصیرت اورفراست سے کام لیا۔اور قافلہ حق کے دست وبازو بن کراعلائےکلمۃ اللہ میں اپنا حصہ ڈالا۔یہاں پر زیادہ ترلوگ خانہ بدوش ''کوچی'' آباد ہیں۔اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ رکھنے والے یہ لوگ زیادہ ترگلہ بانی کے پیشہ سے منسلک ہیں۔جہاں ان کووافر پانی اورسبزہ ملتا ہے۔وہاں پراپناڈیرہ ڈال دیتے ہیں۔یہاں کے پرانے جہادیوں نے ملت اسلامیہ کا خیرمقدم کیا۔زابل صوبے کے بڑے کمانداں جناب امیر خان حقانی نے طالبان کے زابل پہنچتے ہی ان کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا۔اور یوں وہ حق پرستوں کے قافلہ کا دست راست بن کرخوش نصیب ٹھہرا۔یہ 15 نومبر 1994ء کا دن تھا۔طالبان نے اس علاقہ کا کنٹرول سنبھالتے ہی یہاں شریعت کے نفاذ کا اعلان کردیا۔اورصوبے کے سیکیورٹی امور کی بہتری کے لیے قاری احمد اللہ کوسربراہ مقرر کر دیا گیا۔اورانہوں نے یہ ذمہ داری احسن طریقہ سے نبھائی۔

صوبہ ارزگان،وردک:

یہ صوبہ اپنی دینی زرخیزی کی وجہ سے مشہور ہے۔یہاں کی ماؤں کی کوکھ سے بہت سے ناموراور بہادرسپوتوں نے جنم لیا۔جن کی بہادری اور

عزم کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ ملاّ داداﷲ، ملا سنگریار، ملا عبدالرزاق جیسے بہادروں کا خمیر اسی مٹی سے اٹھا تھا۔

اس سرزمین کے باشندوں نے کھلی بانہوں اور فراخ سینوں سے طالبان کا خیر مقدم کیا۔ یہاں کے باسیوں نے کُھل کر طالبان کی حمایت و مدد کی۔ پھر مطمئن و شاد طالبان یہاں سے غزنی کی طرف بڑھے۔ اور جنوری 1995 کو ایک دن حملہ کر دیا۔ یہاں افغانستان کے صدر پروفیسر برھان الدین ربانی کا حمایت یافتہ ''قاری بابا'' جنگ کی غرض سے طالبان کے سامنے آ گیا۔ تھوڑی ہی دیر میں قاری بابا طالبان کی تاب نہ لا سکا اور پسپا ہو کر بھاگ نکلا۔ فرار ہو کر قاری بابا نے صوبہ وردک کے مرکز میدان شہر کے علاقہ ''سرہ پل'' پہنچ کر نیا محاذ بنایا ہی تھا کہ تعاقب میں لگے ہوئے طالبان نے اس کے اس محاذ پر پہنچ کر قاری بابا کو جنگ میں شکستِ فاش دی۔ اور طالبان نے اپنی پیش قدمی جاری رکھی۔ صوبہ میدان وردک ضلع جلریز کے مقام پر شیعوں کے ساتھ بھی طالبان کی جنگ ہوئی اور یہاں پر افغانستان میں موجود رافضیوں کا سرغنہ عبدالعلی مزاری 10 فروری 1995 کو طالبان کے ہاتھوں گرفتار ہوا۔ اسے جب بذریعہ ہیلی کاپٹر قندھار منتقل کیا جا رہا تھا تو اس نے راستہ میں مزاحمت کر دی اور پھر طالبان محافظوں نے خنجر کا وار کر کے اسے پروانہ جہنم جاری کر دیا۔ بعد میں اس کی لاش کو مزار شریف بھجوایا گیا۔

عبدالعلی مزاری کو قتل کرنے کے بعد طالبان نے وردک سے حزب اسلامی گلبدین حکمت یار کے جنگجوؤں کو بھی بھگا دیا۔ اس طرح وردک مکمل طور پر امارت اسلامیہ میں شامل ہو گیا۔

صوبہ لوگر:

صوبہ لوگر پر حزب اسلامی گلبدین حکمت یار کا سامراجی نظام قائم تھا۔ طالبان کو اس صوبہ کی فتح میں سخت مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ فریقین میں گھمسان کی جنگ ہوئی اور 14 روز تک یہ سخت جنگ جاری رہی۔ آخر کار حزبی فوج جفاکش مجاہدین کا سامنا نہ کر سکی اور اسے علاقہ خالی کر کے بھاگنا پڑا۔ حالانکہ اس وقت بطور وزیر اعظم افغانستان گلبدین حکمت یار سیاہ و سفید کا مالک تھا۔ اور اس کے پاس کثیر تعداد میں سپاہ اور اسلحہ کی فروانی بھی تھی۔ اس کی جماعت نے روس کے خلاف جنگ میں نمایاں کردار ادا کیا تھا۔ اس کی جماعت کا منشور (ماٹو) اسلامی انقلاب تھا۔ لیکن یہ صرف ایک سیاسی نعرہ تھا جو کہ عملاً ناپید تھا۔ جب طالبان نفاذ شریعت کی پکار لے کر اُٹھے تو جہاں جہاں اور جتنا بن پڑا حکمت یار نے ان کی راہ میں روڑے اٹکائے۔ حکمت یار اور اس کی سپاہ جلال الدین حقانی اور طالبان مجاہدین کے درمیان چکی کے دو پاٹوں میں آ گئی۔ مجبوراً اس کو جلال آباد کی طرف راہ فرار اختیار کرنا پڑی اور یوں صوبہ لوگر امارت اسلامیہ کے پرچم تلے آ گیا۔ لوگر کی فتح کے بعد مولوی عبدالکبیر کو صوبہ کے گورنر کی مسند پر فائز کر دیا گیا۔

جواں ہمت، فراخ دل جلال الدین حقانی:

طالبان کی فتوحات اور ان کے کیے ہوئے دعوئے ان کے کردار اور عمل سے عیاں ہو رہے تھے۔ ملا محمد عمر مجاہد حفظ اللہ تعالیٰ اپنے بندوبستی علاقوں میں گشت کیا کرتے تھے۔ وار لارڈز کی ریشہ دوانیوں سے بیزار عوام امیر المومنین کا نام بڑی عقیدت و احترام سے لیتے تھے۔ ملا محمد عمر مجاہد حفظ اللہ عوام کو پر امن اور پرسکون نیند کا مژدہ سناتے۔ برسوں سے نشیب و فراز میں گرے پڑے افغانیوں کو اور کیا چاہیے تھا۔

جلال الدین حقانی صوبہ پکتیا، پکتیکا، گردیز اور خوست کا حکمران تھا۔ پکتیا تحصیل وزی گاؤں کنڈی کے رہنے والے جلال الدین 1940ء میں پیدا ہوئے۔ زدران قبیلہ کا یہ جوان رعنا بہادری اور معرکہ آرائی میں مشہور ہے۔ جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک میں حاصل کی گئی تعلیم اور دینی سوجھ بوجھ کا انہوں نے صحیح حق ادا کیا۔ انہوں نے طالبانِ حق کو خود دعوت دے کر اپنے علاقہ جات کی عملداری کو ان کی سپردگی میں دیا۔ جس کا طالبان کو بہت فائدہ ہوا۔ اور خود جلال الدین حقانی نے ملا محمد عمر مجاہد حفظ اللہ کے دست حق پر بیعت فرمائی اور اپنا تمام ساز و سامان باقاعدہ نظم کے حوالہ کیا۔

یہاں پر حزب اسلامی کے تین معسکرات البدر I، II اور III چل رہے تھے۔ یہ معسکرات کشمیر کے نام پر تربیت کیلئے حاصل کیے گئے تھے۔ بعد ازاں طالبان کو کچھ ایسے شواہد و ثبوت ملے کہ جس سے یہ واضح ہو گیا کہ یہاں کے تربیت یافتہ افراد طالبان کے خلاف جنگوں میں حصہ لے رہے ہیں لہٰذا جلال الدین حقانی نے ان کو یہاں سے چلتا کر دیا۔ یہاں سے مطمئن و شاد طالبان نے ملا بورجان اور کمانداں عبدالرزاق کی قیادت میں جلال آباد کیلئے رختِ سفر باندھا۔ طالبان علاقہ ''کوتل'' سے ''عذرا'' کی طرف گامزن ہوئے۔ وہاں پہنچ کر تین سے چار گھنٹوں کی جھڑپ کے بعد میدان طالبان کے ہاتھ رہا۔ دو دن کے بعد عصر کی نماز کے وقت طالبان ''حصارک'' کے قریب پہنچ گئے۔ اگلے دن 10 ستمبر 1996 کو حصارک فتح ہو گیا۔ اب طالبان کے سامنے جلال آباد شہر تھا۔

جلال آباد:

دشمن نے جلال آباد اور حصارک کے بارڈر پر خط قائم کر رکھا تھا۔ حصارک کی جانب طالبان تھے اور جلال آباد کی طرف دشمن نے پھاٹک لگا رکھا تھا اگلے دن طالبان نے جلال آباد شہر کی جانب پیش قدمی شروع کر دی۔ لشکر جرار کا سامنا پھاٹک والے نہ کر سکے۔ معاملے کی نزاکت کو بھانپتے ہوئے پھاٹکیوں نے خود ہی کھسکنا شروع کر دیا۔ اور جلال آباد کی غیور عوام نے آگے بڑھ کر طالبان کا خیر مقدم کیا۔ یوں جلال آباد 11 ستمبر 1996 کے دن فتح ہو گیا۔

کابل کی فتح:

خفیہ طور پر طالبان کمانڈانوں نے کابل پر قبضہ حاصل کرنے کے لیے سوچ بچار اور مغز سوزی کر کے جنگی حکمت عملی کا ایک منصوبہ تشکیل دیا۔ اور اس کے تمام پہلوؤں پر دانشمندانہ غور و غوض کیا۔ حکمتِ عملی کے تحت یہ طے پایا کہ وردک اور چہار آسیاب کی جانب سے کابل پر حملہ کر کے دشمن کو اس بات کا یقین دلایا جائے کہ یہ دو لشکر کابل کو فتح کرنے آئے ہیں۔ اس طرح دشمن جلال آباد سے بے فکر ہو کر زیادہ زور و توجہ چہار آسیاب اور وردک پر دے گا۔ یوں دونوں محاذوں پر دشمن اپنی پوری قوت صرف کر دے گا اور وہ صرف دفاع پر مجبور ہو جائے گا۔ اسی بناء پر جلال آباد کی طرف دشمن کا دفاع قدرے کمزور ہو جائے گا۔

منصوبے کے تحت جب جلال آباد سے طالبان کا لشکر کابل کی طرف بڑھ رہا تھا کہ سروبی کے مقام پر احمد شاہ مسعود اور حزبی کی فوج کے ساتھ زبردست جھڑپ ہو گئی۔ مسعودی اور حزبی فوجی جم کر لڑ رہے تھے۔ وہ سونے کی چڑیا (کابل) کو ہاتھ سے نہیں کھونا چاہتے تھے۔ اور وہ سر دھڑ کی بازی لگانے پر تلے ہوئے تھے۔ اور زمین کے اس ٹکڑے کی خاطر اپنی قیمتی جانوں کو ضائع کر رہے تھے جبکہ دوسری طرف فقیر منش مجاہدین اپنے رب کریم کی زمین پر اس کے حکم کو جاری کرنے کے لیے اپنی جانوں کے نذرانے خداوند تعالیٰ کے حضور نچھاور کر رہے تھے۔ دنیا کی عیش و عشرت اقتدار کی ہوس رکھنے والا احمد شاہ مسعود مرکزی کمان خود کر رہا تھا۔ وہ چیخ چیخ کر مخابرہ (وائرلیس سیٹ) پر اپنی فوج کے ذریعے ہر طرح کے داؤ پیچ آزما رہا تھا۔

سروبی کے مقام پر مسعودی سپاہ طالبان کے لشکر پر گولیوں اور میزائلوں کی بوچھاڑ کر رہی تھی۔ (ابریشم تنگی) سروبی سے پہلے مسعودیوں کی گولہ باری کی زد میں آ کر طالبان کمانڈر ملا بور جان کی شہادت ہو گئی۔ جو کہ طالبان لشکر کی مرکزی کمان سنبھالے ہوئے تھے۔ گولیوں کی گھن گرج میں شہادت پانے والے ملا بور جان اپنی گاڑی کی سیٹ پر ایسے براجمان تھے جیسے کہ میٹھی نیند سو رہے ہوں۔ ملا عبدالرزاق کو ڈرائیور نے ملا بور جان کی شہادت کی اطلاع دی تو ملا عبدالرزاق نے ساتھیوں اور ڈرائیور کو ان کی شہادت کی خبر کو چھپائے رکھنے کی تاکید کی کیونکہ اس وقت جنگ فیصلہ کن اور نازک مراحل میں داخل ہو چکی تھی۔ جہاں طالبان مجاہدین نے ملا بور جان سے والہانہ عقیدت رکھتے تھے وہیں مسعودی جنگجوؤں اور کمانڈروں کے لیے ملا بور جان ایک سخت جان کمانڈر کی صورت ان کے لیے وبالِ جان بنا ہوا تھا۔ ملا بور جان کی شہادت کا سن کر طالبان کو دھچکا اور سخت صدمہ لگ جانے کا اندیشہ تھا۔ جو اس وقت مناسب نہ تھا۔ چنانچہ ڈرائیور اور ساتھیوں نے عقلمندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے۔ اس سانحہ کو راز ہی رکھا۔

اپنی دھرتی ہے یہاں راج ہمارا ہو گا:

اس جوانِ رعنا نے اپنے دیگر پیش رووں کی طرح اپنی دینی تعلیم ادھوری چھوڑ کر 1979ء میں کمیونسٹوں کے خلاف بغاوت کا علم لہرایا۔ آپ نے ملا محمد اخند کی زیر قیادت قندھار کے ضلع پنجوائی سے جہاد کا آغاز کیا۔ قندھار کی جغرافیائی حیثیت روسیوں کیلئے بڑی اہمیت کی حامل تھی۔ اس لیے انہوں نے اس علاقے کی سرکوبی کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ یہ جواں سالہ کمانڈر روسیوں پر یہاں ہر روز حملہ کرتا تھا۔ جس سے روسیوں کو بہت زیادہ جانی و مالی نقصان ہوتا۔

ظلم کی ناؤ ڈبونے والے اس چراغِ مصطفوی کا اسم گرامی امین اللہ تھا۔ اور مجاہدین میں یہ ملا بور جان کے نامِ نامی سے مقبول و معروف ہوئے۔

بہت سے کمانڈر آپ کی بہادری اور جنگی مہارت، حکمت عملی اور تجربے کے معترف تھے۔ اس لیے روس دور میں آپ کو قندھار خط اوّل کا مرکزی کمانڈر بنا دیا گیا۔ آپ گوریلا وار کے بھی ماہر مانے جاتے تھے۔ آپ کے ہمراہ جنگ میں شرکت کر کے مجاہدین حوصلہ پاتے تھے۔ اور آپ کے ساتھ مل کر لڑنے مرنے پر تُل جاتے تھے۔ آپ کی عسکری زندگی میں روس دور کا جہاد زیادہ رہا۔ آپ کے ابتدائی سنگر یاروں (مورچہ کے ساتھیوں) میں ملا

محمد عمر مجاہد اور ملا داداللہ جیسے مایہ ناز کمانڈر شامل ہیں۔

آپ کی ایک بڑی اور اہم کاروائی ضلع ارغنداب پر روسی فوجیوں پر حملہ کرنا تھی۔ یہ حملہ اس لحاظ سے بھی خاصی اہمیت کا حامل بن گیا کہ معروف روسی جنرل و مصنف بورلیس گرودوف کی کمان میں روسیوں نے 1988ء کو بھاری اسلحہ سے لیس ہو کر ملا نقیب اور ان کے ساتھیوں کو گھیرے میں لے لیا تھا۔ 33 دنوں تک یہ محاصرہ جاری رہا۔ ملا بورجان بھی پاشمول کے مقام پر تھے۔ آپ کو اپنے مجاہد بھائیوں کا محاصرہ اور ان پر بے تحاشہ بمباری برداشت نہ ہوئی۔ آپ نے دشمن روسیوں کے عقب سے ان پر حملہ کر کے ان کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔ روسی مجاہدین کے حملہ کا دفاع نہ کر سکے۔ اور جان بچانے کے لیے دوڑ پڑے۔ اس طرح ملا نقیب اور ان کے زیر کمان مجاہدین محاصرہ سے نکل گئے۔

آپ تحریک طالبان کے ابتدائی افراد میں سے تھے۔ تحریک میں رہ کر آپ کی کاوشیں مجاہدین کے لیے ڈھکی چھپی نہ تھیں۔ جولائی 1994 سے لے کر 1996ء تک کابل کے فتح ہونے تک تحریک طالبان نے جو کامیابیاں حاصل کیں وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اور ملا بورجان شہید کی قربانیوں اور قوی تدبیروں کا ثمرو نتیجہ تھیں۔

آپ روس دور میں دو مرتبہ زخمی ہوئے اور تیسری مرتبہ کابل کے جنوب میں چہار آسیاب کے مقام پر شدید زخمی ہوئے۔ حسن اخلاق، زہد و تقویٰ کے اوصاف لیے آخر کار 1996-09-26 کو ابریشم تنگی (سروبی) کے مقام پر دشمن کا ایک راکٹ لگنے سے یہ جوانِ رعنا شہادت کے رتبہ پر فائز ہو گیا۔ آپ کی آخری آرام گاہ سروبی میں برلب سڑک بالکل اسی جگہ پر ہے۔ جہاں آپ کی شہادت ہوئی تھی۔ ملا بورجان کی شہادت کے بعد اس خلا کو پُر کرنے کے لیے خاموشی سے جنگی کمان ملا مشر کو سونپی گئی تو اس وقت طالبان کا لشکر اپنی فتوحات کو سمیٹتا ہوا کابل ایئرپورٹ کی طرف رواں دواں تھا۔ اور وہاں ملا بورجان شہید کے پیش رو ملا مشر بھی قلعہ فتح اللہ کے مقام پر خاک و خون میں نہا کر شہادت کے اعلیٰ رتبہ پر فائز ہو گئے۔ ملا بورجان اور ملا مشر کی شہادتِ عظیمہ کے بعد طالبان لشکر کی کمان ملا عبدالرزاق نے خود سنبھال لی!

نامور جہادی کمانڈر ملا مشر اخوند:

افغانستان میں جب فساد اور فتنوں کے خلاف علمائے کرام کی قیادت میں طالبان کی اسلامی تحریک اُٹھی تو اس تحریک کے فرائض میں سے ایک اہم فریضہ مجاہدین کی عسکری قیادت اور فوجی راہنمائی بھی تھا۔ اس فریضہ کی ادائیگی کے لیے امارت اسلامیہ کی صفوں میں بہت سے طاقتور، انتہائی بہادر اور فدا کار جہادی قائدین بھی موجود تھے۔ انہی قائدین میں ایک اہم شخصیت ملا عبدالقیوم (ملا مشر) کی بھی تھی۔ ملا مشر ان عظیم مجاہدین میں سے تھے جنہوں نے امارت اسلامیہ کی تاسیس اور توسیع میں انتہائی اہم کردار ادا کیا تھا۔ آپ کافی عرصہ تک امارت اسلامیہ کے جہادی لشکروں کے سالار رہے۔ ان کی قیادت میں مجاہدین نے بڑی بڑی فتوحات حاصل کیں۔ راقم برکات کے حصول کیلئے جہادی خدمات اور امارت اسلامیہ کی آبیاری کرنے والے عظیم قائد کے ذکرِ خیر کو صفحہ قرطاس کی زینت بنانے اور خراج تحسین پیش کرنے کا خواہاں ہے۔ کیونکہ قائدین کو فراموش کرنے والی قومیں کامیابی سے کبھی ہمکنار نہیں ہوتیں۔

پیدائش اور ابتدائی حالات:

ملا مشر شہیدؒ کا تعلق پختون قوم کے ایک قبیلے ترین سے تھا۔ آپ ارزگان ضلع گیزاب کے مرکز چونی بازار کے علاقے میں 1945ء میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام ملا عبدالشکور اور دادا کا نام ملا مومن تھا۔ آپ کا خاندان کئی پشتوں سے علماء و صوفیا کا خاندان رہا۔ آپ کے دو بھائی ملا عبدالرؤف اور ملا عبدالغنی روس کے خلاف دورانِ جہاد شہادت کی خلعت حاصل کرنے میں کامیاب ہو چکے تھے۔ آپ نے ابتدائی دینی تعلیم اپنے گاؤں سے حاصل کی پھر قندھار، ضلع سپین بولدک اور پھر پشین (پاکستان) میں ابھی آپ درجہ سادسہ میں زیرِ تعلیم تھے کہ روس افغانستان میں وارد ہوا۔ آپ تعلیم ادھوری چھوڑ کر روسی جارحیت کے خلاف عسکری میدان میں اتر آئے۔

ملا مشر کی وجہ تسمیہ:

بہت کم لوگ ایسے تھے جو آپ کو آپ کے اصل نام سے جانتے پہچانتے تھے کیونکہ آپ اپنی جوانی سے لے کر اپنی پچاس سالہ عمر تک صرف ملا مشر کے نام نامی سے ہی معروف تھے۔ دراصل ملا صاحب اپنے ہم عصر مجاہدین و طالب علموں میں کشتی میں زور آور تھے۔ آپ اپنے ساتھیوں کو پچھاڑ لیتے تھے۔ اس لیے آپ کو اُن ساتھیوں نے ملا مشر کہنا شروع کر دیا۔ بعد ازاں ملا مشر (بڑا، سربراہ) کے نام سے ہی آپ معروف ہوئے۔

روس کے خلاف جہاد:

افغانستان پر کمیونسٹ نظام کی حاکمیت کے بعد جب سوویت یونین نے افغانستان پر حملہ کر دیا تو اس وقت ملا مشر بلوچستان (پاکستان) میں ایک دینی مدرسہ میں زیر تعلیم تھے۔ روس کے خلاف آپ نے اپنے بڑے بھائیوں کی طرح خود کو بھی دین کی سربلندی کیلئے وقف کر دیا۔ اس وقت افغانستان میں زابل کا ایک محاذ گرم تھا۔ یہاں پر امیر موسیٰ کلیم تھے۔ آپ نے ان کے زیر سایہ جہادی زندگی کا آغاز کیا۔ اس محاذ پر علماء اور طلباء کی کثیر تعداد روسی سپاہ سے لڑ رہی تھی۔ صوبہ زابل کے کئی سال جہادی خدمت کے بعد آپ قندھار آ گئے۔ وہاں مولوی عبدالستار اور حافظ عبدالکریم کے جہادی محاذوں پر کچھ عرصہ کام کیا۔ بعد ازاں کمانڈر عبدالرزاق کے ہمراہی ہو گئے۔ اس محاذ کے مراکز قندھار، چغی کے پہاڑوں میں تھے۔ اس کے علاوہ پنجوائی، ڈنڈ، ژڑی کے اضلاع میں بھی نبرد آزما رہے۔ آپ کے مشہور سنگر یاروں میں ملا محمد ربانی، ملا یار محمد، ملا محمد غوث اور ملا احمد اللہ جیسے عظیم مجاہد شامل تھے۔

ملا مشر اخند کو یہ اعزاز بھی حاصل تھا کہ سینئر کمانڈانوں کے ہوتے ہوئے بھی عملی کاروائیوں کی قیادت آپ کے ہاتھ میں ہوتی تھی۔ روس کیخلاف جہاد کے دوران آپ ایک مرتبہ شدید زخمی ہوئے تھے۔

امارت اسلامیہ کی صفوں میں خدمت:

کمیونزم کے خلاف جہاد کامیابی سے ہمکنار ہوا تو بہت سے حقیقی مجاہدین کی طرح ملا مشر اخند نے بھی اپنا اسلحہ محفوظ رکھا اور اپنے وطن گیزاب میں رہنے لگے۔ مگر انہوں نے دیکھا کہ کئی بے حس لوگ اور مسلح جنگجو جہاد کے ثمرات سے ناجائز فائدہ اُٹھا رہے ہیں۔ اقتدار کی جنگ ایک بڑے فتنے کی صورت میں سامنے آ رہی تھی۔ ان حالات میں دیگر مخلص مجاہدین کی طرح ملا مشر بھی فکر مند ہوئے۔ اور ان کی سرکوبی کے لیے اہل حق مومنین کی تلاش میں تھے کہ ملا عمر مجاہد حفظ اللہ تعالیٰ صاحب کی تحریک کا آغاز ہو گیا۔ آپ اس گھڑی کے پہلے ہی سے منتظر تھے۔ آپ نے اس مقدس جہاد پر لبیک کہتے ہوئے ''مقدس جنگ'' میں شمولیت اختیار کر لی۔ اور تحریک کا باقاعدہ کام شروع کیا۔ مختلف بڑے بڑے علاقوں کو سرنگوں اور بے حس ظالم جنگجوؤں کا قلع قمع کرتے ہوئے کابل کی جانب رواں دواں تھے کہ کابل کے جنوب مشرق میں واقع قلعہ فتح اللہ کے علاقہ میں ملا مشر اخند دشمن کی بمباری میں حیاتِ جاوداں کے مستحق ٹھہرے۔

آپ کو ملا بور جان کی شہادت کے بعد خاموشی سے مرکزی کمانڈر بنا دیا گیا تھا۔ اور ملا بور جان کی شہادت کی خبر کو چھپا لیا گیا تھا۔

27 ستمبر 1996ء کو ملا مشر اخند کی شہادت کے بعد طالبان لشکر کی مرکزی کمان ملا عبدالرزاق نے خود سنبھال لی اور وہ سیدھے شاہ راہِ کابل پر بے خوف وخطر روانہ ہو گئے۔ اب کابل قریب ہی تھا۔ طالبان کلمۂ حق بلند کرتے ہوئے کابل میں داخل ہو گئے۔ دشمن اللہ کی نصرت اور طالبان کے خوف سے بھاگ چکا تھا۔ طالبان مجاہدین نے اپنے شہداء کے لہو کا حساب لینے کا حق ادا کر دیا اور کابل کو فتح کرنے میں کامیاب وکامران ہوئے۔

کابل سے دشمن کا مکمل خاتمہ:

طالبان مجاہدین کابل سے دشمن کا مکمل طور پر خاتمہ کرنا چاہتے تھے۔ اس سلسلہ میں استخبارات (شعبہ انٹیلی جنس) ایک پیشگی منصوبہ تشکیل دے چکی تھی۔ کہ کابل فتح ہوتے ہی لاکھوں افغان باشندوں کا قاتل، افغانستان میں کمیونسٹ حکومت کا سربراہ ڈاکٹر نجیب اللہ کو کب اور کس طرح گرفتار کرنا ہے؟ جو اقوام کفریہ متحدہ (اقوام متحدہ) کے دفتر میں پناہ لیے ہوئے چھپا بیٹھا تھا۔

منصوبہ کے مطابق عمل کرتے ہوئے کابل داخل ہوتے ہی بپھرے ہوئے طالبان نے چھپے ہوئے ڈاکٹر نجیب اللہ کو اقوام کفریہ کے دفتر سے گھسیٹ کر باہر نکالا اور گولیوں سے بھون ڈالا اور پھر آریانہ چوک میں لے آئے۔

یہاں پر تین اطراف سے آنے والے حق وصداقت کے قافلے کے فاتح طالبان اپنی اپنی اطراف سے فتوحات کو سمیٹتے ہوئے پہنچ چکے تھے۔

پہلا کاروانِ حق جلال آباد کی سمت سے آنے والا۔

دوسرا لشکر جرار پُل چرخی کی طرف سے آنے والا۔

اور

تیسرا لشکر جو انمر دوں وردک کی طرف سے کمانڈر عبدالقہار کی قیادت میں یہاں پہنچ کر خوشیاں منا رہا تھا۔ تمام مجاہدین اسلام کے چہرے مہر تاباں کی طرح روشن تھے۔ اور کشت وخون کا دریا پار کر کے آنے والوں کے چہروں سے اعصاب شکن حالات سے نبرد آزما ہو کر تھکنے کے آثار دکھائی نہ

دیتے تھے۔ بلکہ ان کے منور چہروں سے زہد وتقویٰ کی روشنی کے خورشید ضیاء باشیاں کر رہے تھے۔ اور تمام فرزندان اسلام اللہ رب العزت کے فضل وکرم پر خوشیاں منا رہے تھے۔

اسی دوران عقیدہ توحید کے پاسبانوں نے کیمونسٹ سامراج کے تمام بتوں کو پاش پاش کرتے ہوئے تباہ حال صدارتی محل پر حقیقی عظمت وسر بلندی کا حامل کلمہ توحید والا سفید پرچم لہرا دیا۔ اور

طاغوت کی حکمرانی کا پرچم سرنگوں کر دیا گیا۔

پھر افغانستان کے سیاہ وسفید کے مالک، سامراجی ایجنٹ، خاد اور کیمونسٹوں کے سربراہ ڈاکٹر نجیب اللہ کی لاش کو اس کے بھائی سمیت آریانہ چوک میں لگے ایک عام سے ٹریفک سگنل کے کھمبے کے ساتھ پھانسی پر لٹکا دیا۔ دوروز تک اس قائد کی لاش نمونہ عبرت بنی لٹکتی رہی۔

اقوام متحدہ (عالم کفریہ) طالبان کے انصاف کو کوستا رہا کیونکہ عالم کفریہ کے انصاف کے پیمانے الگ ہیں۔ ان کو یہ انصاف پسند نہ آیا لیکن ظلم و بربریت کا انجام اللہ رب العزت نے یہی رکھا ہے۔

اور رہا قصہ شمالی اتحاد کا تو..................

احمد شاہ مسعود کی ساری قوت، ایران اور دیگر یورپی ممالک کی لاکھوں ڈالر کی مالی امداد بھی ''کابل'' کو طالبان سے بچانے میں کامیاب نہ ہو سکیں۔ اور مسعودیوں کی سونے کی چڑیا مجاہدین اسلام کے ہاتھوں میں آ گئی۔ وادی پنجشیر کا شیر کہلانے والا احمد شاہ مسعود اپنی ہوس واقتدار کی بھوک لیے نامراد ہو کر اُلٹے قدموں دُم دبا کر وادی پنج شیر کی اونچی نیچی گھاٹیوں میں لوٹ گیا۔

طالبان نے اس کا پیچھا کیا۔ درہ پنج شیر اور درہ سالنگ پر رُک کر مورچہ بندی کر کے خط قائم کر دیا گیا۔

اور یوں کابل ملتِ اسلامیہ کا گڑھ بن گیا۔

راقم کی روانگی امارت اسلامیہ افغانستان براستہ قبائل:

27-09-1996 کو قابل فتح ہوا۔ انہی ایام میں ہماری جماعت کے کمانڈر حاجی عبدالجبار صاحب کا لاہور کے ایک جہادی جلسہ میں خطاب تھا۔ راقم بھی اپنے تئیں جماعتی نظم ونسق میں آ چکا تھا۔ اس لیے میرا وہاں پہنچنا یقینی امر تھا۔ کمانڈر صاحب نے اپنے خطاب میں جہاد کے فضائل قرآن و سنت کی روشنی میں بیان فرمائے۔ اور لوگوں کو اس کی ترغیب بھی دی۔ اپنے خطاب میں بیان کی گئی طالبان کی عزم وہمت کی لازوال داستانوں اور ولولہ انگیز تذکروں کے ساتھ ساتھ ملا محمد عمر مجاہد حفظ اللہ کی شخصیت کے بارے میں بھی بتایا کہ:

لوگ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ ملا عمر کیسے ہیں؟

''میں کہتا ہوں کہ ملا عمر کے بارے میں میرے پاس ایسے الفاظ نہیں کہ جن کے ذریعے میں اپنے اس قائد کی شخصیت کا احاطہ کر سکوں۔

میں نے اُن کو بہت قریب سے دیکھا ہے۔ خدا کی قسم میں جتنا ان کے قریب گیا میرا ایمان بڑھتا ہی چلا گیا۔''

''اُن کے بارے میں صرف اتنا ہی کہوں گا کہ وہ قرونِ اولیٰ کے اُس بچھڑے ہوئے قافلہ کا سپاہی ہے جو اس دور کے اندر نمودار ہوا ہے۔''

پھر مولانا عبدالجبار صاحب نے اپنے خطاب کا اختتام ملا محمد عمر مجاہد حفظ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے کیا کہ:

''رب کی مدد کے بھروسے ہم میدان جیتا کرتے ہیں ہمارا ایمان ہے کہ بدر سے لے کر تبوک تک اور تبوک سے لے کر آج تک جب بھی ہم نے فتح پائی ہے رب کی نصرت اور مدد سے پائی ہے۔''

کمانڈر حاجی عبدالجبار صاحب کے اس خطاب نے میرے جذبہ جہاد کو مہمیز دی۔

جلسہ کے بعد راقم لاہور سے سیدھا گھر پہنچا۔ تیاری کی زادِراہ لیا اور والدین کی شفقت بھری دعاؤں کو سمیٹتے ہوئے نپے تلے راستوں سے ہوتا ہوا سیدھا بنوں پہنچ گیا۔ صبح سویرے کا وقت تھا جب میں بنوں پہنچا۔

نماز فجر بس سٹینڈ کے قریب مسجد میں ادا کی۔ اور پھر بس سٹینڈ سے دوسری بس میں سوار بنوں کی حدود سے علاقہ غیر (غیر بندوبستی علاقہ) میں

داخل ہوا۔ بنوں بندوبستی علاقہ کا آخری شہر ہے۔ اس سے آگے غیر بندوبستی علاقہ شروع ہو جاتا ہے۔
میرا گزر اب غیرت مند قبائل کی سرزمین سے ہو رہا تھا۔

قبائلی علاقہ جات کا جغرافیائی محلِ وقوع اور مختصر تاریخی تعارف:

طرحدار اور سینہ تان کر سرعام کلاشن کوف کندھوں پر لٹکائے چلنے والے یہاں کے باسیوں کی سرسری تاریخ کی جان کاری سے پہلے اس علاقہ کے جغرافیائی محل وقوع اور خدوخال قارئین کے لیے حاضر خدمت ہیں۔

یہ علاقہ 31° اور 36° ڈگری کے درمیان شمالاً عرض البلد اور 69° 74° ڈگری شرقاً طول البلد کے درمیان واقع ہے۔ اس علاقہ کی لمبائی 408 میل اور چوڑائی 279 میل ہے۔ اس طرح اس علاقہ کا کُل رقبہ 113832 مربع میل ہوا۔ اس کے شمال میں باجوڑ سے لے کر جنوب میں وزیرستان تک پھیلی ہوئی پاک افغان سرحد (ڈیورنڈ لائن) کے اس طرف واقع وسیع علاقے کو فیڈرل ایڈمنسٹریڈ ٹرائبل ایریا (FATA) کہتے ہیں۔

یہ علاقہ سات ایجنسیوں پر مشتمل ہے۔ انتظامی سہولیات کی خاطر ان علاقوں کو مختلف یونٹوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ یہاں کے انتظامی سربراہ پولیٹیکل ایجنٹ (بدنام زمانہ فرسودہ اختیارات کے مالک) ہوتے ہیں۔ یہ شمال سے کوہ ہندوکش اور جنوب میں کوہِ سلیمان بلوچستان کے درمیان سطح مرتفع سمندر سے '610 فٹ اور '1234 فٹ کے درمیان بلندی پر واقع ہے۔ ایک اور چھ کی نسبت سے میدانی اور پہاڑی علاقے ہیں۔ آب وہوا کے لحاظ سے خوشگوار علاقہ ہے۔

موسم سرما میں سخت سردی جبکہ موسم گرما میں مسحور کن موسم ہے۔ %99 فیصد لوگ دیہاتی زندگی گزارتے ہیں۔ اس علاقہ کے باسیوں کی تاریخی عظمت کو جھٹلایا نہیں جا سکتا۔ یہ وہ سرزمین ہے جہاں کے بلند وبالا پہاڑوں کے درمیان تنگ گزرگاہوں نے برصغیر کی تاریخی تشکیل میں وہ اہم کردار ادا کیا ہے جو کسی اور مقام کو نصیب نہیں ہو سکتا۔ یہ پہاڑ چاہے چترال کے لواری ٹاپ ہوں جو ترکستان کی جانب صوبہ خیبر پختون خواہ (صوبہ سرحد) میں داخل ہونے کا راستہ ہے۔ یا مالاکنڈ ڈویژن کے جرّی جوانوں کے بلند وبالا پہاڑ ہوں۔ 1863ء میں یہاں فرنگی سامراج اور قبائل کے درمیان خون آشام معرکہ وجود میں آیا تھا۔ جس کی وجہ سے اس علاقہ کو ایک امتیازی حیثیت حاصل ہے۔ اس کے جنوب میں برصغیر کا مشہور ترین درہ، درہ خیبر ہے۔ یہ علاقہ جمرود سے شروع ہو کر 32 میل تک دشوار گزار اور تنگ وادیوں سے ہوتا ہوا افغانستان کے باڈر طورخم پر اختتام پذیر ہوتا ہے۔ اس پورے علاقے کو خیبر ایجنسی کہتے ہیں۔ جو کہ برصغیر پاک وہند اور افغانستان کے درمیان آمدورفت کا ذریعہ رہا ہے۔

ان کے ساتھ ایک سرسبز وشاداب علاقہ جو بلند وبالا پہاڑیوں سے مزین ہے اورکزئی ایجنسی ہے۔ جس کی بعض حدود افغانستان سے جا ملتی ہیں ایسا ہی ان سے ملا ہوا ایک معروف قبائلی علاقہ کُرم ایجنسی ہے۔ اس کی سرحد بھی افغانستان سے جا ملتی ہے۔

یہ اُن غیرت مند قبائل کی سرزمین ہے۔ جو کہ ہر دور میں کفر کے خلاف ایک جراتمندانہ اور دردناک باب رکھتی ہے۔ یہ تہذیبوں کے ٹکراؤ کی روشن تاریخ کی حامل سرزمین ہے۔ پشتون قبائل نے جب سے یہاں سکونت اختیار کی ہے تب سے لے کر بیسویں صدی تک مختلف تہذیبوں سے ٹکراتے چلے آرہے ہیں۔

انگریز کے سامراجی نظام پر تاریخ کی نظر سے روشنی ڈالنے سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ قبائلی راویات کی حامل یہ شجاع قوم ایک ایسی تہذیب کی مالک قوم ہے۔ جو ظاہری طور پر تہی، اَن پڑھ اور منتشر قوم تھی اور کسمپرسی، بھوک وافلاس کی دلدل میں پھنسی ہوئی قوم تھی۔ انہوں نے مال و دولت کے ساتھ اقتدار کے رتبوں پر فائز ہو کر طاغوتی حکمرانی کا ساتھ دینا گوارہ نہ کیا بلکہ اپنی کسمپرسی، غربت اور فاقہ کشی کو سینہ سے لگا کر اپنے نظریات و عقائد پر ڈٹے رہے۔ جبکہ ان کے مقابل انگریز تہذیب کے حامل وہ لوگ تھے جو ظاہری طور پر تعلیم یافتہ، دنیا کے ترقی یافتہ، تربیت یافتہ اور منظّم تھے اور ساتھ ہی بے پناہ وسائل کے مالک بھی تھے اور خود کو باور کراتے تھے کہ وہ حکمرانی کیلئے پیدا کئے گئے ہیں۔ اور حکمرانی ان کا پیدائشی حق ہے۔ لیکن باطنی طور پر نہایت غلیظ، خدا کی رحمت سے محروم اور ہمیشہ ہمیشہ کیلئے جہنمی لوگ، انگریز تہذیب کے حامل لوگوں کے پاس لاتعداد افرادی قوت تھی۔ جنہوں نے مظلوم قبائلیوں کا خون بہانے میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی تھی۔ بالآخر پختون قبائل کے گھر مسمار کر دیے گئے۔ ان کے جنگل برباد کر دیے گئے۔ ان کے پھلوں کے باغات کو اجاڑ دیا گیا ان کے کھیت اور چراگاہیں لوٹ لی گئیں۔

لیکن ان شجاع، فاقہ مست لوگوں نے اپنی جانوں کے بے پناہ نذرانے پیش کیے۔ ان کے اکابرین نے ان کے سینوں میں ایسا جذبہ اور ولولہ

بھر دیا تھا کہ اپنے اکابرین کے اشارہ ابرو پر یہ جانباز اپنی جانوں تک کے نذرانے نچھاور کردیتے تھے۔ پھر آسمان نے وہ نظارہ بھی دیکھا کہ بے پناہ مظالم کا شکار یہ لوگ آخری دَم تک چٹانوں کی طرح ڈٹے رہے۔ اور اپنے اکابرین کی زیرنگرانی اسلام کی سربلندی کیلئے کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہ کیا۔ بظاہر منتشر مگر توحید کی لڑی میں پروئے ہوئے یہ متحد جفاکش ہیرے نصرت الٰہی اور پرعزم ولولہ کی بدولت وقت کی ہر سپر پاور SuperPower کو کچلنے اور پاش پاش کرنے میں کامیاب رہے۔ ان سپر پاورز کا سورج غروب کر کے انکو اندھیروں میں دھکیل دیا۔ اُن عظیم اکابرینِ حق پرستوں میں سے چند اکابرین کا ذکرِ خیر آئندہ سطور میں خراج تحسین وعقیدت کے لیے سطور کو آراستہ ومزین کیے ہوئے ہے۔

ملا پاوٴندہ اور قبائلی سرزمین:

ملا پاوٴندہ خطہء جنوبی وزیرستان کی وادی مکین کے گاوٴں مروبی میں 1863ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کا اصل نام محی الدین تھا۔ ملا پاوٴندہ ڈھیلے ڈھالے کپڑے پہنتے تھے۔ اسی لیے ''ملا پاوٴندہ'' کے نام سے مشہور ہوئے۔ آپ ''محسود'' کے ذیلی قبیلہ ''شابی خیل'' کی شاخ ''سلطانائی'' سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے دورِ طالب علمی کے بعد جب انگریز نے گومل سے ژوب تک سڑک بنانے اور افغانستان کے ساتھ سرحدات کے تعین کا معاہدہ کیا تو آپ محسود علاقہ میں آگئے اور جہاد کے نظم پر خصوصی توجہ دی۔ چونکہ ملا پاوٴندہ کا مقابلہ ایک ایسی دشمنِ اسلام قوت سے تھا جس کو مادی وسائل، ابلاغیاتی پراپیگنڈہ اور فوجی قوت کی برتری حاصل تھی۔ اس لیے اپنے علاقے میں شرعی احکامات کی پاسداری اور فرنگی سماج وتہذیب کو روکنے کے لیے مسلسل 20 سال تک جہادی محاذوں پر ڈٹے رہے۔ آپ یقیناً اپنے پاکیزہ مقاصد میں پوری طرح کامیاب رہے۔ آپ نے خطۂ وزیرستان کو اسلام دشمن اور حیاباختہ فرنگی سامراج کی دست برد سے محفوظ رکھ کر ہمارے لیے قابل تقلید روایت کا باب چھوڑا۔

فقیر اپی اور جہاد وزیرستان:

فقیر اپی 1897ء مین کھجوری قلعہ کے قریب کرتہ بانڈہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد کا نام ارسلا خان تھا۔ آپ کی وفات 16 اپریل 1960ء میں گورویک کے مقام پر ہوئی۔ آپ شروع سے ہی ایک مرد قلندر تھے اور فرنگی سامراج کے خلاف ایک منظم سوچ رکھتے تھے۔ چنانچہ جس وقت آپ نے فرنگی سامراج کے خلاف علم جہاد بلند کیا اس وقت آپ اپی گاوٴں میں امام مسجد تھے۔ آپ نے فرنگی کوششوں کے جواب میں 26 فروری 1937ء کو نماز جمعہ کے بعد مجاہدین سے خطاب کرتے ہوئے دوٹوک الفاظ میں اعلان کیا۔

''ہمارے اور فرنگی کے مابین کفر اور اسلام کا معاملہ ہے۔ جو کوئی اسلام کا دعویدار اور دل میں ایمان کا جذبہ رکھتا ہے۔ وہ کافر کے ساتھ کسی قسم کی صلح نہیں کرسکتا۔ آپ لوگ غور سے سُن لیں کہ ہمارے اور فرنگیوں کے درمیان کوئی مصالحت نہیں بلکہ اعلانِ جنگ ہے۔''

چنانچہ اس مردِ قلندر نے فرنگی سامراج کے خلاف کئی معرکے لڑ کے اور بڑی کامیابی سے فرنگیوں پر فتح یاب ہوا۔ آخر کار آپ نے خطۂ وزیرستان سے فرنگی سامراج کو عبرت ناک شکستِ فاش دی۔

اللہ تعالیٰ ان عظیم اکابرین کی قبروں پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے آمین۔ ثم آمین۔

''نہ اس میں گھاس اُگتی ہے نہ اس میں پھول کھلتے ہیں
مگر اس سر زمین سے آسمان بھی جھک کر ملتا ہے''

گزشتہ سے پیوستہ:

راقم بنوں سے میران شاہ پہنچا اور میران شاہ سے گزرتے ہوئے شام تک معسکر پہنچ گیا۔ راقم کی معسکر ''خالد بن ولیدؓ'' میں موجودگی محاذ کی تشکیل کیلئے تھی۔ کیونکہ راقم اپنی تربیت پہلے ہی مکمل کر چکا تھا۔ تین دن کے بعد معسکر سے راقم سمیت پانچ ساتھیوں کی خوست کے لیے تشکیل ہوگئی۔ ایک 4x4 لینڈ کروزر گاڑی آئی اور ہم پانچوں ساتھی (راقم، ندیم بھائی، ساجد (DIK) اور جنت نظیر کشمیر کے دو مجاہد) گاڑی میں سوار ہوگئے۔ قرارگاہ سے نکلتے ہی جماعت اسلامی کے سابقہ البدر I,II,III کے نام سے قائم کئے گئے معسکرات کے پاس سے گزرے اور آگے بلاد عرب کے مہاجرین کے معسکرات آئے۔ اب ہم پہاڑی علاقہ طے کر چکے تھے۔ سامنے میدانی علاقہ تھا۔ آغاز ہی میں سڑک پر ایک طالبان کی چوکی پر نظر پڑی۔ خیمہ کے اوپر سفید پرچم لہراتا ہوا بھلا محسوس ہورہا تھا۔ دراز گیسو، سنت نبوی سے مزین سرخ وسپید طالب ہاتھ میں کلاشنکوف لیے ٹہل رہا تھا۔ ہماری گاڑی کے قریب پہنچنے پر اس نے ہاتھ سے رکنے کا اشارہ کیا۔ گاڑی رُکنے پر کلاشن بردار طالب اور ڈرائیور آپس میں باتیں کرنے لگے۔ لیکن راقم آفاقی تصورات میں کھو گیا۔ سنا تو

بہت تھا لیکن آج پہلی مرتبہ کسی طالب کو کھلی آنکھوں دیکھنا نصیب ہوا تھا۔ راقم کو لافانی نظریوں کے حامل اس نوجوان پر رشک آ رہا تھا۔ فخر ہونے لگا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو دل میں امت مسلمہ کا درد سجائے ہوئے ہیں۔ ڈرائیور سے رسمی پوچھ گچھ کے بعد اس نے گاڑی کے جانے کی اجازت دیدی۔

دُھواں اڑاتی گاڑی جانب منزل سفر کر رہی تھی۔ میں خوابوں خیالوں میں کھویا سوچ رہا تھا کہ واقعی ...... خواب کبھی نہیں مرتے۔ لگن سچی ہو تو تعبیریں مل ہی جاتی ہیں۔ مجھے اپنے خوابوں کی تعبیر پوری ہوتی نظر آ رہی تھی کہ اسی سوچ و بچار کے دوران ہم خوست پہنچ گئے۔ یہاں پر ہمیں انتظار کرنا پڑا۔ 12 دن بعد ہمیں بتایا گیا کہ کل آپ لوگوں کو کابل کیلئے روانہ ہونا ہے۔

خوست سے بجانب کابل:

اگلے روز ناشتہ کرنے کے بعد ہمیں کابل لے کر جانے والی گاڑی آ گئی۔ اس گاڑی میں ہم 15 ساتھی سوار ہو گئے کیونکہ یہ ایک بڑی گاڑی تھی۔ گاڑی سوئے منزل چلی۔ ہم سفر کرتے کرتے پہاڑوں کے قریب ہوتے جا رہے تھے۔ چاروں طرف زینہ بہ زینہ دور دھندلکوں میں آدھے چھپے آدھے نظر آتے، بلند و بالا پھیلے ہوئے پہاڑی سلسلے، بھورے رنگ کی زمین پر مشتمل میلوں پھیلے ہوئے غیر ہموار میدان اور سانپ کی لکیر کی مانند دکھائی دینے والے راستے اور انہی راستوں میں سے ایک پر رواں دواں ہماری گاڑی۔ راستے کے کنارے اُلٹی پلٹی تباہ شدہ گاڑیوں اور ٹینکوں کے سوختہ ڈھانچے دکھائی دیتے تھے۔ اور یہ پورے کا پورا علاقہ عاد و ثمود کی بستیوں کی طرح اجڑے دیاروں کی تصویر بنا معلوم ہوتا تھا۔ ہر طرف پھیلی ہوئی ویرانی میرے اندر کے انسان کو عجیب و غریب خیالات اور تصورات میں غوطہ زن کر رہی تھی۔

جنگ نے یہاں پر پوری طرح اپنا ہولناک چہرہ بے نقاب کر رکھا تھا۔ کسی سپہ سالار نے کہا تھا کہ جنگ کے بعد ملکوں میں تین قسم کی فوج باقی رہ جاتی ہے۔

1۔ زخمیوں اور اپاہجوں کی فوج
2۔ مرنیوالوں پر ماتم کرنے والوں کی فوج
3۔ چوروں اور لٹیروں کی فوج۔

لیکن یہاں پر تو ہُو کا عالم تھا نہ کوئی ماتم کناں تھا اور نہ کوئی لٹیرا دکھائی دے رہا تھا فقط قبریں ہی قبریں جا بجا دکھائی دیتی تھیں۔ خوست اور گردیز جیسے پر رونق علاقوں میں بھی کوئی خاص رونق اور عوام کا ہجوم دکھائی نہ دیا۔ تو اس کی وجہ حفیظ اللہ امین کے مظالم تھے۔

کمیونسٹ انقلابیوں نے ظاہر شاہ کی افغانستان سے بادشاہت کا خاتمہ کر کے اس کے قریبی عزیز سردار داؤد کو تخت پر بٹھایا تھا۔ جب وہ اپنے نام نہاد انقلابیوں سے کئے گئے وعدوں کو پورا نہ کر سکا تو اس کے ردعمل میں افغان فوج اور انقلابی کمیونسٹوں نے اپنے لاؤ لشکر سمیت صدارتی محل کا رُک کر لیا۔ اور سرادار داؤد کو قتل کر کے انقلابی کونسل نے ایک اور کمیونسٹ لیڈر نور محمد ترہ کئی کو مسند اقتدار پر فائز کر دیا۔ ایک رات اس کے ہی اپنے ساتھیوں نے نور محمد ترہ کئی کے منہ پر تکیہ رکھ کر دبائے رکھا اور اس کی روح پرواز کرنے تک نہ چھوڑا۔ نور محمد ترہ کئی کے بعد حفیظ اللہ امین برسر اقتدار آیا۔ اس کے دور میں جس مسلمان نے بھی کیمونزم کے خلاف آواز اُٹھائی تو اسے ظلم کا نشانہ بنا کر نیست و نابود کر دیا گیا۔ اس نے افغانیوں پر موت ارزاں کر دی۔ 27 دسمبر 1979ء کی صبح روسی افواج کی افغانستان آمد پر جب تحریک مزاحمت شروع ہوئی۔ تو افغانوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے گئے۔ مسلمانوں کو مٹانے کے لیے ہر حربہ آزمایا گیا۔ ماسکو سے روزانہ کی بنیاد پر بیسیوں جہاز، اسلحہ اور گولہ بارود سے لدے کابل آتے رہے۔ مجاہدین روس کے خلاف لڑتے رہے۔ شہداء اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرتے رہے۔ بستیوں کی بستیاں اجڑتی رہیں۔ شہروں کو کھنڈرات کیا جاتا رہا۔ لیکن

افغان باقی، کہسار باقی............ الحکم لِللّٰہ ، المُلک لِللّٰہ

اس جنگ میں سینکڑوں بمبار جہاز اور ہیلی کاپٹر وغیرہ استعمال ہوئے۔ کیمیائی ہتھیاروں کا بے دریغ استعمال ہوا۔ نیپام بم پھینکے گئے۔ پورے افغانستان کے طول و عرض میں لاکھوں بارودی سرنگیں بچھائی گئیں۔ جو آج بھی اپنے وجود کا پتہ دیتی ہیں۔ اس عرصہ میں 15 لاکھ افغانیوں کو شہید کیا گیا۔ لاکھوں معصوم اور پھول جیسی بچیاں اپنی زندگی کی بہاریں دیکھنے سے پہلے ہی راہی عدم ہوگئیں۔ عفت مآب خواتین درندگی کا شکار ہو کر عزت و عفت سے محروم ہوئیں۔ بالآخر برفانی ریچھ اپنے آہنی پنجے اور پچکی ہوئی تھوتھنی لیے لنگڑاتا ہوا نامراد اپنے وطن واپس لوٹ گیا۔ اس دورِ ستم کے دوران لاکھوں افغان ہجرت کر کے پاکستان چلے آئے۔ اسی وجہ سے آج خوست، گردیز اور لوگر کے علاقوں سے رونق ناپید ہے۔

ہم مسلسل سفر کرتے ہوئے خوست، گردیز، تیراہ اور سٹوکنڈو سے ہوتے ہوئے لوگر اور پھر چہار آسیاب سے گزر کر شام کے قریب کابل کے جنوب سے شہر میں داخل ہوئے۔ اندھیرا چھا رہا تھا۔ اور لوگ ادھر اُدھر آ جا رہے تھے۔

میں (راقم) اس علاقے سے وابستہ تاریخ کے اوراق میں گم تھا۔ اس سرزمین سے گزر کر ہزاروں سال قبل آریائی قوم نے ہندوستان سے دراوڑوں کو جنوب کی جانب دھکیل کر سرسبز میدانوں پر اپنا قبضہ جمایا تھا۔ پھر انہوں نے ہمالیہ کے قدموں میں واقع وادیوں اور اس کے آس پاس و دور دراز تک اپنے مسکن بنائے تھے۔ انہی راہوں سے گزر کر غوری، خلجی، تغلق، ترک، مغل، غزنوی اور دیگر طالع آزما سونے کی چڑیا (ہندوستان) کے شکار کے لیے آتے رہے۔ یہی وہ علاقہ بھی ہے جہاں پر انگریزی راج کا سورج کبھی طلوع نہ ہو سکا۔ اور یہیں ماضی قریب میں متحدہ سوویت یونین جو کہ عالمی سپر پاور تھی۔ ہزیمت اُٹھا کر بکھر گئی۔ اور یہی وہ سرزمین ہے جس پر قبضہ کیلئے روس کے بعد بننے والی عالمی طاقت امریکہ معہ اپنے حلیف ممالک کے شکست کا داغ اپنے دامن پر لیے عبرتناک انجام کو عنقریب پہنچنے والی ہے۔ (انشاءاللہ)

اب ہم کابل کی سڑکوں پر مسلسل سفر کرتے ہوئے اپنے مسکن کی طرف جا رہے تھے۔ 10 لاکھ نفوس کی آبادی پر مشتمل کابل شہر مجھے خاموش خاموش لگا۔

صرف وہ گاڑیاں نظر آ رہی تھیں جو امن و امان برقرار رکھنے کے لیے مسلح طالبان کو لیے گشت پر مامور تھیں۔ ڈرائیور ہمیں کابل شہر کی کئی سڑکوں سے گھماتا ہوا ''وزیر اکبر خان'' کے علاقے میں داخل ہوا۔ اور پھر ایک ذیلی لیکن قدرے بارونق سڑک کی طرف گاڑی موڑ دی اور ایک چھوٹے پہاڑی ٹیلے کے قریب واقع ایک شاندار دو منزلہ بنگلے کے سامنے بریک لگا کر اترتے ہی آواز لگائی آ جاؤ! منزل آ گئی ہے۔

گاڑی سے اتر کر بنگلے کے گیٹ پر پہنچنے اور پہرے پر موجود شخص ہمیں وصول کر کے بنگلے کے اندر لے گیا۔ جب ہم اس عمارت کے اندر داخل ہوئے تو خاموشی اور ویرانی سی محسوس ہوئی۔ تاہم ہمارے پہنچنے کی خبر ملتے ہی پہلے سے موجود مجاہدین اور ذمہ داران اپنے کمرے چھوڑ کر ہمارے پاس آ گئے۔ یوں منظر چند لمحات میں ہی یکسر تبدیل ہو گیا۔ اب ہر سُو رونق نظر آنے لگی۔

ہمیں ایک ساتھی اوپر والی منزل پر لے گیا۔ وہاں پر کھانا کھانے کی تیاری کی جا رہی تھی۔ لیکن پہلی فرصت میں حوائج ضروریہ سے فراغت پا کر وضو کر لیا۔ کھانے کیلئے دسترخوان بچھ چکا تھا۔ وہاں موجود ساتھیوں سے سرسری تعارف کے بعد کھانا کھایا گیا۔ اور پھر چائے کا دور چلا گرما گرم چائے نے کابل کی سردی میں پورا مزہ دیا۔ چائے پینے کے بعد عشاء کی نماز کی ادائیگی کے لیے قریبی جامع مسجد گئے۔ اور نماز ادا کرنے کے بعد واپس آتے ہی دن بھر کی تھکاوٹ اور سردی دور کرنے کے لیے گرم لحاف میں گھسے اور جلد ہی نیند کی آغوش میں چلے گئے۔ (واللہ الحمد والشکر)

اگلی صبح فجر کی نماز جامع مسجد میں ادا کرنے کے بعد واپس اوطاق (مرکز) میں آئے تو ناشتہ تیار کر کے ساتھیوں نے دسترخوان بچھا رکھا تھا۔ ناشتہ کرتے ہی دفتر (مرکز) میں ہلچل سی مچ گئی۔ دفتر کے باہر کھڑی گاڑی کے انجن کی آواز ایک خاص ردھم سے آ رہی تھی۔ ڈرائیور بار بار ریس پیڈل کو دبا کر عجلت ظاہر کر رہا تھا۔ ہم نے جلدی جلدی اپنا اپنا دستی سامان گاری میں رکھا اور ڈرائیور نے ساتھی پورے ہوتے ہی گاڑی چلا دی اور گاڑی محلے سے نکل کر مین روڈ پر فراٹے بھرنے لگی۔ کابل میں ہماری یہ پہلی دلکش صبح تھی۔ اب کابل میں زندگی رواں دواں نظر آ رہی تھی۔ کابل اب پرامن تھا۔ شریعت کا نفاذ ہو چکا تھا۔ مردوں نے اپنے چہروں کو سنت نبویؐ سے سجا رکھا تھا اور عورتوں پر غیر محرموں کے ساتھ کام کرنے پر پابندی تھی۔ شہر میں زندگی معمول کے مطابق ہونا شروع ہو چکی تھی۔ اور امن و امان کی صورتحال روزانہ کی بنیاد پر بہتر ہو رہی تھی۔ اب یہ امارت اسلامیہ کا کابل ہے۔ جہاں پر اب شمالی اتحاد اور اس کے ہم مشن جنگجو ذاتی اور گروہی مفادات کی حشر سامانیوں کے پنجے گاڑے ہوئے نہ تھے۔ عزت نفس، غیرت اور آزادی کے احساس سے سرشار کابل کے عوام طالبان سے خوش نظر آ رہے تھے۔ پوری قوم اس احساسِ تسکین کے ساتھ رہ رہی تھی کہ اب یہاں پر وارلارڈز (جنگجو نواب) کے بجائے امیر المومنین ''ملا محمد عمر مجاہد حفظ اللہ تعالیٰ'' ہمارے خلیفہ ہیں۔ یہ حالات دیکھ کر ایک مہاجر (راقم) کو بہت رشک آیا۔ کاش ہمارے ملک میں بھی ایسا نظام آ جائے۔ (آمین)

اب گاڑی شہر کے مضافات، فیکٹری ایریا اور ائیر پورٹ سے گزرتے ہوئے قول اردو (فوجی چھاؤنی) کے بیریئر پر پہنچ گئی۔ علیک سلیک اور رسمی کاروائی کے بعد بڑی گرمجوشی کے ساتھ مسلح طالبان پہریداروں نے ہمارا استقبال کیا اور ہمیں اندر جانے کی اجازت دے دی۔ یہاں پر ہمیں کچھ دن تک آرام اور اگلی تشکیل کا انتظار کرنا تھا۔

قول اردو اور خوشخبری:

لفظ ''قول اردو'' فوجی چھاؤنی کو کہتے ہیں۔قول اردو کے چمن (باغیچے) میں معروف افغانی قہوے کا دور چل رہا تھا۔میری قہوہ کے ساتھ کم ہی بن آئی ہے۔اس لیے دودھ والی چائے بنوائی گئی۔چمن میں کمانڈانوں اور محاذوں کے متعلق قصے سنائے جا رہے تھے۔یہاں پر پتہ چلا کہ صوبہ کنٹر،صوبہ نعمان اور صوبہ نورستان کو طالبان نے فتح کرلیا ہے۔اور دشمن کی طرف سے کوئی خاص مزاحمت نہ ہوئی۔اس کی اولین وجہ یہ تھی کہ طالبان کی ایک جماعت ان صوبوں میں تصفیے کیلئے بھجوائی گئی تھی اس وفد میں صلح جو عالم ترجمان اور داعی کی صورت میں مولوی احسان اللہ احسان صاحب کو بھیجا گیا تھا اور ان کی کوششیں رنگ لائیں۔ویسے بھی کابل کی فتح نے دشمن کا اعتماد اور حوصلہ پست کردیا تھا۔مزاحمت کم ہونے کی ایک اور وجہ افغانستان سے حزب اسلامی حکمتیار جیسی بڑی جماعت سمیت دیگر چھوٹی جماعتوں کا رفو چکر ہوجانا بھی تھا۔

قول اردو میں ایسی خوشخبریاں سن سن کر عزم جہاد،شوقِ شہادت اور بھی فروزاں ہوتا۔اب انتظار سے تنگی ہونے لگی تھی۔اس لیے ہم اپنے ذمہ داروں کو محاذ پر تشکیل کا کہتے رہتے پھر ایک دن انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں اور ہماری بھی چاریکار کیلئے تشکیل ہوگئی۔

''میسر''

کمانڈر عبدالرحمٰن مجاہدین میں ہر دلعزیز تھے۔راقم کو بھلے اتنا عرصہ اس میدان میں نہ ہوا تھا تاہم دن رات جہادی باتوں کو سننے کی وجہ سے ماحول سے واقفیت حاصل کر چکا تھا۔کمانڈر عبدالرحمٰن سے میرا غائبانہ تعارف تھا۔وہ بہت بذلہ سنج،بلا کے ذہین،لڑاکا اور بہادر مشہور تھے۔مجاہدین میں بیٹھ کر کوئی جہادی واقعہ سناتے تو سامعین کو مسحور کر جاتے کشمیر کے بلند و بالا پہاڑوں میں عسکری ہنر آزما چکے تھے۔کشمیری زبان پر مکمل عبور حاصل تھا۔اب کمانڈر عبدالرحمٰن کی بطور کمانڈر چاریکار افغانستان تشکیل ہو چکی تھی۔تعلقاتِ عامہ میں مہارت رکھنے والے کمانڈر عبدالرحمٰن ہر مجاہد ساتھی کو ''میسر'' (خالہ زاد بھائی) کہہ کر پکارتے تھے۔آپ کی اس عادتِ شریفہ پر بعض منچلوں نے ان کا نام ہی کمانڈر عبدالرحمٰن میسر رکھ دیا اور یوں میسر ان کے نام کا مستقل حصہ بن گیا۔کمانڈر میسر ہر ساتھی کے ساتھ نرم خوئی سے پیش آتے تھے۔جہادی نظمیں اور ترانے پڑھتے ہوئے اُن کا جوش دیدنی ہوتا تھا۔

کابل سے چاریکار:

کمانڈر میسر نے ہمیں اپنی فور بائی فور (4x4) ڈبل کیبن میں بٹھایا۔کمانڈر سمیت ہم پانچ افراد دو آگے اور تین پیچھے بیٹھ گئے۔گاری میں لگے ہیٹر کی گرمائش اور کمانڈر میسر کی پر جوش اور سریلی آواز میں پڑھی جانے والی نظمیں

''ہم ملتِ اسلام کے جانباز سپاہی
ہم حق و صداقت کے مقامات کے راہی

اور

سر بکف دوستو صف شکن ساتھیو
اپنی تاریخ کو پھر سے ترتیب دو''

کانوں میں رس گھولتے ہوئے عجیب سا سماں باندھے ہوئے تھیں۔ہماری گاڑی قول اردو سے نکل کر عمارتی لحاظ سے اجڑے ہوئے شہر کابل کے علاقہ کوتل خیر خانہ سے ہوتی ہوئی مضافات کی طرف بڑھتی جا رہی تھی سڑک سے دور ونزدیک قصبات اور دیہات تیزی سے گزرتے جا رہے تھے۔کھیتوں میں کام کرنے والے کسان اور چرواہے بہت بھلے دکھائی دے رہے تھے۔طالبان کے ٹینک،بکتر بند گاڑیاں اور اینٹی ائیر کرافٹ،دو میلے چاریکار کی طرف رواں دواں تھے۔میں سوچ رہا تھا کہ افغانستان کو آج تک کوئی بھی فتح کر کے چین اور سکون سے اس خطے پر حکمرانی کیوں نہیں کر پایا؟

جوں جوں گاڑی آگے بڑھتی جا رہی تھی یہ عُقدہ مجھ پر وا ہوتا جا رہا تھا۔کہ مجموعی حیثیت سے افغانستان واقعی ہی بڑا پُر ہیبت اور پُر اسرار خطۂ ارضی ہے۔یہ فطری لحاظ سے کمین گاہوں کی سرزمین ہے۔بلکہ اسے فطری نشست گاہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔راستے کے اطراف میں جا بجا بکھرے زنگ آلود ٹینک،تباہ شدہ روسی فوجی ٹرکوں اور جیپوں کے انبار،تو کہیں منہ کے بل اوندھی پڑی روسی ساختہ توپیں،اور ان کے سنگم میں طالبان کی فوجی چوکیاں جن میں مسلح پہریدار اپنے دینی فرائض کی روشنی میں امت مسلمہ اور عوام کی خدمت میں مصروف عمل پتہ چلا کہ کابل سے چاریکار،جبل السراج اور درہ پنج شیر اور درہ سالنگ تاجک گوریلا کمانڈر ''احمد شاہ مسعود'' کی آماجگاہ ہے۔راستہ میں سڑک کے دائیں جانب ایک ہیلی کاپٹر بھی گرا ہوا دیکھا۔کمانڈر میسر سے

اس کے بارے میں پوچھنے پر معلوم ہوا کہ کچھ دن پہلے اس علاقہ پر قبضہ حاصل کرنے کے دوران جب طالبان کی زمینی فوج پیش قدمی کررہی تھی تو یہ ہیلی کاپٹر فضائی نگرانی پر مامور تھا۔اوراس فوج کی حفاظت کی ذمہ داری نبھارہا تھا کہ اسی دوران دشمن کے کسی ماہرنشانہ باز نے تاک کرمیزائل داغا جس کی زد میں آ کر یہ ہیلی کاپٹر تباہ ہوگیا تھا۔نماز عصر کا وقت ہو چکا تھا۔ایک ہموار قطعہ زمین دیکھ کر گاڑی کو روکا اور سڑک کے کنارے کمانڈر مسیر صاحب کی امامت میں نماز ادا کی اور پھر چل سو چل۔

چاریکارنہرایک شاہکارایک عجوبہ:

قلعہ مراد بیگ سے شروع ہوکر چاریکار، جبل السراج، کاپیسا، بگرام وغیرہ تک سرک کے دائیں اور بائیں جانب انگوروں کے باغات ہیں۔یہ یہاں کی سوغات ہیں۔مقامی لوگ انگوروں کی کشمش بنا کر پورے افغانستان اور پاکستان سمیت قرب و جوار کے ممالک میں بھجوکر کثیر زرمبادلہ حاصل کرنے میں معاون ثابت ہوتے ہیں۔ان باغات کی سیرابی اوراس سارے علاقے کی آبپاشی کیلئے ایک عجیب نوع کا شاہکار تخلیق کیا گیا ہے۔یہ شاہکار ایک نہر کی صورت میں ہے جو وادی پنج شیر سے نکلتی ہے۔اس نہر کے متعلق شنید ہے کہ اس کا ڈیزائن اور تعمیر چین کے انجینئرز نے کی تھی۔اس نہر کے دونوں کنارے پختہ ہیں اور یہ نہر وادی پنج شیر سے نکلنے کے بعد دو دریاؤں پہلے دریائے سالنگ اور پھر دریائے غوربند کے نیچے سے گہرائی سے گزاری گئی ہے۔ دونوں دریاؤں کے درمیان یہ نہر پھر اپنے زمینی لیول پر بہتی ہے۔حیرانگی کی بات یہ ہے کہ گہرائی میں اترنے کے بعد دوسری طرف نکلنے پر بھی اس کے دونوں اطراف پانی کی سطح ایک جیسی رہتی ہے۔اور بہاؤ میں فرق بھی نہیں پڑتا۔یہ پانی کنکریٹ کی '7 x '7 فٹ کی دو سرنگوں کے ذریعے دریا کے نیچے سے گزار کر اوپر تک لایا گیا ہے۔کنارے پختہ ہونے کی وجہ سے نہر کا پانی صاف وشفاف ہے۔کھیتوں کی سیرانی کے علاوہ چاریکار کے مقامی لوگ دیسی طریقہ سے پانی میں بڑے بڑے پنکھے لگا کر ڈائنموں کے ذریعے بجلی بھی پیدا کرتے ہیں۔جو ان کی گھریلو ضروریات کے لیے کافی ہوتی ہے۔مسلسل سفر کرتے ہوئے جب ہم چاریکار کے داخلی دروازے پر پہنچے تو عین مغرب کا وقت ہو چکا تھا۔قریبی مسجد سے اذانِ مغرب کے کلمات سنائی دیئے۔داخلی دروازہ پر فارسی رسم الخط میں ''خوش آمدید'' لکھا ہوا دیکھا۔

اب چاریکار کا قول اردو(فوجی چھاؤنی) چاریکار کے داخلی دروازے سے صرف چار منٹ کی مسافت پر تھا وہاں پہنچ کر حسب ضابطہ بیریئر پر روکا گیا۔کمانڈر عبدالرحمٰن مسیر صاحب نے پشتو میں وہاں کے ذمہ دار سے گفتگو کی اور پھر مسکراہٹوں کے تبادلے کے بعد طالب پہریدار نے بیریئر ہٹادیا۔ یہ چاریکار کی فوجی چھاؤنی ہے داخلی دروازے سے مرکزی انتظامی دفاتر اور بیرکوں تک تھوڑا ہی فاصلہ ہے۔یہ راستہ دورویہ چیڑ کے درختوں سے آراستہ ہے۔راستہ میں تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر باغیچے بھی اپنی بہار دکھا رہے ہیں۔درختوں کی بہتات نے چھاؤنی کو کیموفلاج کر رکھا ہے۔داخلی سڑک سے ہم دائیں جانب بغلی سرک پر مڑ گئے۔سامنے ہی چبوترے پر ساتھی صفیں بچھا کر نماز پڑھنے کی تیاری کر رہے تھے۔گاڑی کے رُکتے ہی ساتھی ہماری طرف لپکے اور گرمجوشی سے خیر جوڑ تکڑا کے بعد ہم قولِ اُردو کے اندر سرک کے کنارے گزرنے والے صاف پانی کے نالے سے وضو کیا اور پھر سب نے با جماعت نماز ادا کی۔نماز کے بعد رات کے کھانے کیلئے دسترخوان لگا دیا گیا۔ہم نے سیر ہو کر کھانا کھایا۔کھانے کے بعد قہوہ کا دور چلا اور پھر نماز عشاء تک ساتھی مجاہدوں سے گپ شپ لگی۔نماز عشاء کے بعد پہرہ کی ترتیب لگی اور دن بھر کے معاملات پر غور کرتے کرتے نیند آ گئی۔

چھاؤنی کے ماحول میں پہرہ دینا، نماز کی ادائیگی اور کھانا پینا ہی معمولات چل رہے تھے۔اس کے علاوہ کوئی مصروفیت تھی تو وہ اپنے ہتھیار کی صفائی اور دیکھ بھال۔اب ساتھی انتظار میں تھے کہ کب آگے محاذ کی تشکیلات ہوں؟ ہمارے شب وروز اسی طرح گزر رہے تھے۔

مولاناعبدالجبارصاحب کابیان اور تشکیلات:

ایک دن مولانا عبدالجبار صاحب تشریف لے آئے۔علیک سلیک کے بعد انہوں نے تمام ساتھیوں کو اکٹھا ہونے کے لیے کہا۔جب تمام ساتھی جمع ہو گئے تو انہوں نے محاذ پر تشکیل کی خوشخبری سنائی۔انہوں نے بتایا کہ ایک قندھاری کمانڈر ملا محبّ اللہ اخوندزادہ کو کچھ ساتھیوں کی ضرورت ہے۔ اور میں چند ساتھیوں کی تشکیل ان کے ساتھ کرنے کا خواہش مند ہوں۔کیا آپ سب لوگ تیار ہیں؟ تمام ساتھی دین کی سربلندی اور نفاذ شریعت کے لیے اپنی اپنی جانوں کے نذرانے لیے حاضر بیٹھے تھے۔اوراس مبارک گھڑی کے منتظر تھے۔کہ کب بلاوا آئے اور وہ دیوانگی اور فریفتگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے نشاۃ ثانیہ کی اپنے خونِ جگر سے آبیاری کریں۔سو تمام ساتھیوں نے بیک وقت اور بیک زبان ہو کر کہا ''ہم تیار ہیں۔'' شوقِ شہادت کے جذبات تمام ساتھیوں میں موجزن نظر آرہے تھے۔

کمانڈر عبدالجبار صاحب نے دوسرے ساتھیوں کے ساتھ راقم (حیات اللہ خان) کی بھی کمانڈر محبّ اللہ اخوندزادہ صاحب کے ساتھ تشکیل کر دی اور فرمایا!

''آج سے آپ عملی میدان جنگ میں قدم رکھنے جا رہے ہو۔ مجھے جلدی واپس جانا ہے۔ میرے پاس وقت بھی کم ہے لیکن چند گزارشات آپ سے کرنا مقصود ہیں۔''

''آپ لوگ اس میدان (فیلڈ) میں نوارد ہیں۔ ہمارا فرض بنتا ہے۔ کہ قدم قدم پر آپ کا خیال رکھیں۔ آپ عام لوگ نہیں ہو بلکہ خاص الخاص لوگ ہو۔ کیونکہ آپ مجاہد ہیں اور مجاہد اللہ تعالیٰ کے چنیدہ بندے ہوتے ہیں۔ آپ ہی وہ لوگ ہیں جو خداوند تعالیٰ کے اس فرمان پر پورے اترتے ہیں جو اللہ رب العزت نے سورۃ توبہ میں ذکر فرمائے ہیں کہ:

ترجمہ: ''جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کرتے رہے اپنے جانوں اور مالوں سے اللہ کے ہاں ان کے بہت بڑے درجات ہیں۔ وہی مراد کو پہنچنے والے ہیں۔ ان کا پروردگار ان کو اپنی رحمت کی اور خوشنودی کی اور بہشتوں کی خوشخبری دیتا ہے۔ جن میں ان کے لیے نعمت ہائے جاودانی ہے۔ (اور وہ) ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ کچھ شک نہیں کہ اللہ کے ہاں بڑا اصلہ (تیار) ہے۔'' سورۃ توبہ: 20,21,22

''کمانڈر صاحب فرما رہے تھے کہ تم اس لشکر کا حصہ ہو جس نے افغانستان پر امارت اسلامیہ کی بنیاد رکھی ہے۔ اب ہمیں اس کی پاسبانی کرنا ہے اور پاسبانی بلاشبہ مردوں کی امانت ہوتی ہے۔ تمہیں اس راستہ میں مشکلات آئیں گی۔ بھوک اور پیاس ہر قسم کی آزمائشیں تم پر آسکتی ہے۔ مگر آپ کو ان پر صبر کرنا ہوگا۔ اللہ کے ذکر پر قائم رہنا ہوگا۔ عمدہ کردار پیش کر کے عزت و احترام کا موجب بننا ہوگا۔ ضروری بات سُن لو کہ اس فیلڈ میں امیر کی اطاعت لازم کرنی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

ترجمہ: ''اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور جو اولی الامر ہو اسکی''

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ:

ترجمہ: ''تمہارے لیے سمع اور اطاعت (عمل کی نیت سے سننا اور اطاعت کرنا) لازم ہے۔ تنگی میں کشادگی میں، چاہتے ہوئے اور نہ چاہتے ہوئے اور تم پر کسی اور چیز کو ترجیح دی جانے میں۔ (یعنی امیر کی اطاعت ہر حال میں لازم ہے۔ نفس چاہے یا نہ چاہے اور اگر چہ تم پر کسی کو ترجیح دی جا رہی ہو۔)

اس راستہ یعنی جہاد میں پہرہ داری میں غفلت انتہائی نقصان دہ ہے۔ حضور پر نور ﷺ کی ایک حدیث کا مفہوم ہے۔

''رباط کی فکر کیا کرو۔ کیونکہ جو شخص رباط کی فکر کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان جہنم سے برات لکھ دیتے ہیں۔ اور جو شخص رباط کو نبھاتا ہے اسے کوئی خطاء یا گناہ نقصان نہیں .... پہنچا سکتی۔''

کمانڈر صاحب نے مزید فرمایا ہم نے امارتِ اسلامیہ کی آبیاری اپنے خون سے کرنی ہے۔ ہمارے سامنے دشمن نہایت زیرک اور ہوشیار ہے۔ جو جنگی چالوں کا ماہر ہے۔ اور مختلف یورپی ممالک کی رقوم اور امداد کے بل بوتے پر شریعت کے حامی لوگوں کا راستہ روکے کھڑا ہے۔ ہم نے طالبان سے مل کر امارتِ اسلامیہ سے ان فاسق و فاجر جنگی کمانڈروں، وار لارڈز کو مار بھگانا ہے۔ (انشاء اللہ) اس دعا کے ساتھ اختتام کرتا ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ آپ سب کو سعادت کی زندگی اور شہادت کی موت نصیب فرمائے۔ (آمین یا رب العالمین)

قطعہ منتظرہ:

الحمد للہ تشکیل کا قرعہ نکل چکا تھا۔ اپنا مستقل اور مختصر زادِ راہ لیا جس میں گرم کپڑوں کا ایک جوڑا، جراب اور چادر شامل تھی۔ باقی ساتھیوں نے بھی اپنا ضروری سامان اُٹھایا مُلا محبّ اللہ اخوندزادہ صاحب کی کمان میں گاڑی پر سوار ہو گئے۔ اور گاڑی سوئے منزل روانہ ہوئی۔

ملا محبّ اللہ اخوندزادہ کا مرکز ہماری اگلی منزل تھی۔ چاریکار چھاؤنی سے نکلتے نکلتے دن کے گیارہ بج گئے۔ اب گاری کا رُخ چاریکار شہر کی طرف ہوا۔ ایک بڑے بازار میں داخل ہوئے یہ چاریکار کا لمبا بازار ہے۔ چاریکار صوبہ پروان کا درالخلافہ ہے۔ بازار میں رونق اپنے عروج پر تھی۔ ہر طرف چہل پہل اور خریداروں کا کافی ہجوم تھا۔ اس بازار میں چاریکار کی مذکورہ نہر بھی آئی۔ جس پر شہر کے آخر میں ایک چھوٹا سا بجلی گھر بنا ہوا ہے جو اس نہر کے پانی پر تین ٹربائنوں کے ذریعے بجلی پیدا کرتا ہے۔ جو اس شہر کی برقی ضروریات کیلئے کافی ہوتی ہے۔

ہماری گاڑی اب ایک پختہ اور بڑی سڑک پر دوڑ رہی تھی یہ وہ مشہور زمانہ شاہراہ ہے جو افغانستان سے سابقہ روسی ریاستوں کا میل کراتی ہے۔ اسی شاہراہ سے گزر کر روسی سپاہ نے افغانستان پر تسلط جمایا تھا۔ چڑھائی چڑھتے ہی آنکھوں کو خیرہ کر دینے والے مناظر اپنا حسن و جمال نچھاور کر رہے تھے۔ ایک جانب نشیب میں وادیاں، گھاٹیاں، انگوروں کے باغات اور پہاڑی چشمے تو دوسری جانب چاندی کا رنگ سموئے اونچے اونچے برفیلے پہاڑ اپنا طلسماتی رنگ بکھیر رہے تھے۔ گاڑی کا سپیڈومیٹر کو دیکھنے سے پتہ چل رہا تھا کہ ہمارے ڈرائیور کو مرکز پہنچنے کی کتنی جلدی ہے۔ جونہی ہم دریائے غوربند کے ''پل مٹک'' پر پہنچے تو تقریباً 30 فٹ نیچے سرکش اور زور آور بہتے ہوئے پانی پر نظر نہ ٹکتی تھی۔ آگے درہ سالنگ کا پُل بھی آتا ہے جسے پار کر کے ہم ''جبل السراج'' میں داخل ہو گئے۔ ہم نے جبل السراج سے منسلک راستہ اختیار کیا۔ تقریباً پانچ کلومیٹر کا سفر اور طے کر کے ہم گلبہار شہر سے پہلے واقع اپنے مرکز میں پہنچ گئے۔ (ہمارا یہ مرکز احمد شاہ مسعود کے ایک سابقہ مرکزی مہمان خانہ کے قریب ہی واقع تھا) یہاں پر موجود ساتھیوں کو ہماری آمد کی پہلے سے ہی اطلاع تھی لہٰذا اسلام دعا کے بعد ہاتھ منہ دھو کر کھانا کھایا۔

ٹھنڈا موسم، لذیذ کھانا پہاڑوں کے دامن میں مرکز اور پھر سنتِ قیلولہ...... پورے افغانستان میں، دوپہر کے کھانے کے بعد ظہر سے پہلے تھوڑی دیر آرام کرنا (قیلولہ کرنا) افغان روایت میں بس چکا ہے۔ ایک افغان ہیں جو اس سنت کو زندہ کیے ہوئے ہیں اور ہمارا یہ حال ہے کہ 24 گھنٹے نماز جیسے اولین فرض سے بھی غافل ہیں۔ تازہ دم ہو کر نماز ظہر ادا کی۔ اس مرکز میں سبعون خان، حمید اللہ، اور ملا محبّ اللہ کے نائب ملا مرجان بھی تھے۔ ملا مرجان اُردو جانتے تھے کیونکہ وہ حصول تعلیم کیلئے پاکستان کے مختلف دینی مدارس میں رہ چکے تھے۔ اس لیے ان کے ساتھ خوب مجلس جمتی تھی۔

اس قرارگاہ (مرکز) میں ہمیں اپنی اپنی پسند کے اسلحہ کے چناؤ کا موقع ملا۔ راقم (حیات اللہ) نے بھی اپنی پسند کے مطابق Ak-47 چھتری اُٹھائی۔ (جو مجاہدین میں کارکردگی اور خوبصورتی کی وجہ سے مشہور ہے۔) ساتھ ہی چار عدد میگزین فائر گلاس کے بنے ہوئے میگزین پوچ میں ڈالے۔ سائیڈ کی جیبوں میں دو عدد گرنیڈ اُڑسے۔ راقم کے ہاتھ لگنے والا سینہ بند مَیلا سا تھا جو کہ دھونے کے بعد نیا نکور ہو گیا۔

قطعہ منتظرہ کے شب و روز:

اگلے چند روز بیکار بیٹھ کر گزارے صرف رات کی پہریداری ہوتی۔ وہی قرارگاہ، وہی لوگ ہر روز والی کیفیت تھی۔ صبحیں اور شامیں یکسانیت پیدا کر رہی تھیں۔ ماحول کی یکسانیت سے انسان اُکتا جاتا ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ ''یکساں ماحول اور اکتاہٹ تبدیلی کی چاہت پیدا کرنے کا موجب بنتی ہے۔''

اس قرارگاہ میں ہم بیس کے قریب لوگ تھے۔ یہاں کا ماحول تو بہت خوبصورت تھا لیکن دل اب تبدیلی کا شدت سے خواہاں تھا۔ اور اگلی منزلوں اور مرحلوں کا متمنی بھی۔ آخر کار تبدیلی کی علامات ظاہر ہونا شروع ہو گئیں۔ ایک دن ہم عصر کی نماز کی ادائیگی کے بعد حسب معمول دودھ والی چائے پی رہے تھے کہ یکایک ہمارے مخابرے (وائرلیس VHF) پر ہمارے کماندان ملا محبّ اللہ کو پکارا جانے لگا۔ مخابرے پر ملا محبّ اللہ اخوندزادہ صاحب کو پکارنے والا قدرے تیز اور ہیجان خیز آواز میں بار بار پکار رہا تھا۔ ملا صاحب نے مخابرے کو اُٹھایا اور بٹن دبا کر فوراً جواب دیا۔ ''آورم'' (سُن رہا ہوں) آپ بولیں کیا مسئلہ پیش آ گیا ہے؟ خیریت تو ہے؟ آپ کچھ گھبرائے ہوئے معلوم ہو رہے ہیں؟ دوسری طرف سے پکارنے والے نے کہا! میں خط سے بول رہا ہوں۔ دشمن نے درہ سالنگ میں پیش قدمی اور تعرض (حملہ) کر کے چند مورچے ہم سے چھین لیے ہیں۔ آپ جلد از جلد مجاہدین کی کمک روانہ فرمائیں۔ ملا محبّ اللہ صاحب کے گروپ کی تشکیل قطعہ منتظرہ پر بطور محفوظہ (ریزرو) تھی۔ یہ گروپ ہر وقت اپنے اسلحہ کو تیاری کی حالت میں رکھتا۔ تاکہ ایمرجنسی کی صورت میں بوکھلاہٹ کی وجہ سے کوئی چیز ساتھ لے جانے سے نہ رہ جائے۔ راقم چونکہ اسی گروپ میں تھا۔ اس لیے کلاشنکوف زائد گولیاں ،بھرے ہوئے میگزین، سینہ بند، اس میں دو عدد ہیڈ جر گرنیڈ اور ایک عدد 4 لیٹر والی پانی کی بوتل (جو کہ عام طور پر تقریباً تمام طالبان کے پاس ہوتی تھی) ہر وقت ساتھ رکھتے۔ سینہ بند صرف رات کو سوتے وقت سرہانے رکھ لیا جاتا۔ اس کے علاوہ پاؤں میں پہننے کے لیے معروف چیتا شوز، ایک جوڑا جراب اور ایک عدد موٹی اور مضبوط گرم چادر بھی اس تیاری میں شامل تھی۔ بوتل میں تازہ پانی احکامات ملتے ہیں تازہ بھر لیا جاتا تھا۔ قطعہ منتظرہ میں ہم ہر وقت چوکس و چوکنا رہتے۔ اور آمدہ حکم کیلئے پرجوش و پرعزم۔

محاذ کی طرف:

کمانڈر ملا محبّ اللہ اخوندزادہ صاحب نے ہمیں تیار ہونے کا حکم دے دیا۔ ہم پہلے سے ہی تیار بیٹھے تھے۔ اپنے اپنے اسلحہ اور مطلوبہ ساز و

سامان پر گرفت مضبوط کرتے ہوئے ہم سب نے ملا صاحب کے حکم کی تعمیل کیلئے لبیک کہا۔تو ملا صاحب نے گاڑی میں سوار ہونے کا حکم دیا۔ چند ساتھیوں کو کمانداں صاحب اور نائب ملا مرجان صاحب کے ساتھ گاڑی کے کیبن میں جگہ ملی لیکن راقم نے گاڑی کے کھلے حصہ میں سوار ہونا پسند کیا۔سوار ہوتے ہی اجتماعی طور پر سفر کی دعا پڑھی گئی اور پھر ڈرائیور نے گاڑی کو حالات کی نزاکت کے پیش نظر بہت زیادہ مستعدی کے ساتھ جبل السراج کی طرف دوڑانا شروع کر دیا۔گاڑی کے کھلے حصہ میں مجاہدین اپنی گنیں تیاری کی حالت میں رکھے ہوئے تھے۔گاڑی جبل السراج کے بازار سے درہ سالنگ کی طرف بل کھاتی سڑک پر ہوا سے باتیں کرتی جا رہی تھی۔سرک کے ایک جانب گہرائی میں بہتا ہوا دریائے سالنگ اور دوسری طرف کوہ ہندوکش سے مل جانے والے پہاڑی سلسلہ کے بلند و بالا پہاڑ واقع تھے۔ڈرائیور کمال مہارت سے گاڑی کو سڑک پر بھگائے لے جا رہا تھا۔اس سڑک پر دوسری گاڑیاں جن میں ٹینک اور اینٹی ائیر کرافٹ والی گاڑیاں (جیسے ان کی بیرل کی تعداد کی مناسبت سے یک میلہ، دومیلہ، سہ میلہ و چہار میلہ کہا جاتا ہے) محاذ جنگ کی طرف رواں دواں تھیں۔سورج اپنا دن بھر کا سفر طے کرنے کے بعد مغرب کی طرف غروب ہونے کے قریب تھا۔اور اس کی روشنی میں پیلا ہٹ نمایاں ہو رہی تھی۔

محاذ جنگ اور نصرت خداوندی:

جب ہماری گاری جبل السراج سے درہ سالنگ میں داخل ہوئی۔تو وہاں پر بھاری اسلحہ کے فائر ہونے کی آوازیں صاف سنائی دینے لگیں۔ ان آوازوں کی گونج سے پورا علاقہ لرزتا ہوا محسوس ہوتا تھا۔اب ہم محاذ کے بہت قریب تھے۔مجھ سمیت تمام ساتھیوں کی توجہ گولیوں کے چلنے اور توپوں کے فائر کی طرف تھی۔

زبانوں پر مسنون دعائیں ذکر و اذکار، ہاتھوں میں اسلحہ سنبھالے اور انگلیاں ٹرائیگر کو چھوتی ہوئی۔تمام ساتھی کسی بھی صورتحال سے نبرد آزما ہونے کے لیے ذہنی طور پر تیار بیٹھے تھے۔ ہماری گاری ایک پہاڑی موڑ سے کچھ دور ہی تھی کہ نا گاہ ایک بی ایم میزائل اسی موڑ پر آ کر لگا جو کہ دشمن کی طرف سے فائر کیا گیا تھا۔میزائل کے ٹکراتے ہی زوردار دھما کہ سے چٹان کے ٹکڑے اڑ کر دور جا گرے۔اس میزائل کے پھٹنے سے ایک زبردست شعلہ نکلا اور زبردست دھماکے سے ہمارے کانوں میں سیٹیاں سی گونجنے لگیں دھما کہ ہوتے ہی ڈرائیور نے پیڈل اور ہینڈ بریک لگا کر گاڑی کو سڑ ک کے دائیں جانب پہاڑ کی اوٹ میں روک دیا۔ ہماری گاڑی کے رکتے ہی دریا کے دوسرے کنارے پر واقع طالبان کے مورچہ میں موجود ایک طالب نے ہمیں اشارے سے گاری کو موڑ کے اگلی طرف محفوظ جگہ پر لے جانے کو کہا۔ ڈرائیور کی گہری نظر نے معاملہ بھانپتے ہوئے گاڑی کو دوبارہ مہارت اور تیزی کے ساتھ موڑ کیطرف لے جانا شروع کیا۔ جہاں چند سیکنڈ پہلے بی ایم میزائل آ کر ہٹ ہوا تھا۔تمام ساتھی آنے والے لمحات کی سنگینی اور سنسنی خیزی کو محسوس کر رہے تھے۔ گنوں کو مضبوطی سے تیاری پوزیشن میں تھامے انگلی ٹرائیگر پر رکھے اور لبوں پر ذکر کرتے ہوئے اپنی جگہوں پر مستعد بیٹھے ہوئے تھے۔جیسے ہی ہماری گاڑی موڑ پر پہنچی ہمارے دلوں کی دھڑکن بھی گاڑی کی رفتار کے ساتھ تیز ہوئی اور موڑ کاٹے ہی جونہی ہماری گاڑی موڑ کی اوٹ میں آئی تو دو تین گولے عین اس موڑ والی جگہ پر آ کر گرے اور زوردار دھماکوں سے پھٹ گئے۔نصرتِ خدواندی کی بدولت گاڑی سمیت کسی بھی ساتھی کو خراش تک نہ آئی۔ایک محفوظ فاصلے پر پہنچ کر کمانداں صاحب کے حکم سے ڈرائیور نے گاڑی روک دی۔

ویران بستی میں ایک رات:

جس جگہ ہماری گاڑی رکی تھی اس سے کچھ فاصلہ پر شام پھیلتے ہوئے اندھیرے میں ہمیں ایک بستی کے خدو خال نظر آئے۔اس بستی میں گارے مٹی سے بنے ہوئے کچے مکانات کے علاوہ پتھروں کو جوڑ کر بنائے گئے مکانات بھی تھے۔لیکن دور دور تک کسی آدم زاد کا وجود نظر نہ آ رہا تھا۔ یہاں کے مکین شاید جنگ کی وجہ سے کسی محفوظ مقام پر منتقل ہو چکے تھے۔

پہاڑی کو کاٹ کر زینے بنے ہوئے تھے اور اس پہاڑی کے قریب طالبان کا ایک ٹینک دھڑا دھڑ گولے برسا رہا تھا۔گاڑی سے اترتے ہی ایک ساتھی کی راہنمائی میں قریبی چشمہ پر جا کر وضو کیا اور ہموار قطعہ زمین دیکھ کر چادریں بچھائیں اور ملا صاحب کی اقتداء میں نماز مغرب ادا کی۔نماز مغرب کے بعد اندھیرا ہوتے ہوتے علاقے میں گونجنے والی گولہ باری کی آوازیں بھی مدہم ہونا شروع ہو گئیں۔ ہم لوگ بستی میں داخل ہوئے یہ بستی تو انسانوں کے بجائے جنوں بھوتوں کی آماجگاہ معلوم ہوتی تھی۔اندھیری رات میں ہم اس 10,8 فٹ چوڑے زینہ نما راستے پر چڑھتے ہوئے ایک کچے مکان کے صحن میں جا پہنچے۔اس کی دیواریں غالباً گولہ باری کی وجہ سے منہدم ہو چکی تھیں۔صرف ایک حجرہ نما کمرہ کی چھت سلامت تھی۔ملا صاحب ہمیں

اس گھپ اندھیرے کمرے میں داخل ہوئے۔ جس میں زمین پر بوسیدہ سی دو تین چٹائیاں بے ترتیبی سے بچھی ہوئی تھیں۔ ان کی ترتیب درست کر کے ہم سب ان پر براجمان ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد بیٹھ کر سانس درست کرنے کے بعد عمومی گفتگو ہوتی رہی۔ حتیٰ کہ نمازِ عشاء کا وقت ہو گیا۔ تمام ساتھی مغرب کی نماز سے اب تک باوضو تھے لہٰذا ملا صاحب کی اقتداء میں نمازِ عشاء ادا کی گئی بھرپور تیاری کے باوجود ایمرجنسی میں سلیپنگ بیگ ساتھ نہ لے سکے تھے۔ اس لیے کِٹ میں موجود گرم چادروں کو کام میں لایا گیا۔ نماز کے بعد نائب ملا مرجان صاحب نے یہاں پر پہرہ کی ترتیب لگائی۔ ملا محبّ اللہ صاحب نے بتایا کہ ہمیں اب یہیں رات گزارتی ہے۔ یہ جگہ فی الحال محفوظ اور دشمن سے دوری پر ہے۔ پھر جن ساتھیوں کی پہرہ پر ڈیوٹی تھی وہ پہرہ پر کھڑے ہو گئے اور باقی ساتھی نہایت محتاط انداز میں اپنے گن پاؤچ خود سے جدا کیے بغیر اور اپنی گنوں کو اپنے سرہانے کے طور پر سَر کے نیچے رکھ کر سونے کی تیاری کرنے لگے۔ یہاں پر موسم ٹھنڈا تھا اور درہ سالنگ میں شمال سے آنے والی برفانی ہوائیں پہاڑوں سے جب رگڑ کھا کر یہاں تک پہنچتی تو بالکل یخ بستہ ہوتیں۔ میں نے بھی اپنا سینہ بند اور میگزین چیک کیے گرنیڈوں کے متعلق اطمینان کیا اور پھر کلاشن کوف کو اس طرح سرہانے رکھا کہ بوقتِ ضرورت آسانی سے استعمال کر سکوں۔ میں نے گرم چادر کو اپنے اوپر اوڑھ لیا اور سونے کی کوششیں کرنے لگا مگر نیند آج مجھ سے کوسوں دور تھی۔ دیر تک کروٹیں بدلتا رہا مگر نیند کو نہ آنا تھا نہ سو نہ آئی۔ دراصل آج شمال سے چلنے والی یخ بستہ ہوا بھی میرے تھکے ہوئے جسم کو سُن کر رہی تھی اور چادر موٹی ہونے کے باوجود اس ہوا کی کاٹ سے مجھے محفوظ نہ رکھ پا رہی تھی۔ ایمرجنسی میں سلیپنگ بیگز نہ لانا اب اپنا پتہ بتا رہے تھے۔ ٹھنڈی ہوا تو ہڈیوں کا گودا تک جمائے دے رہی تھی۔ ہر طرف اندھیرے کی دبیز چادر پھیلی ہوئی تھی۔ ہمارے نزدیک پہاڑی سیڑھیوں کے قریب کھڑا ٹینک بھی اب خاموش تھا۔ ہیوی اسلحہ کے چلنے کی آوازیں دور سے سنائی دے رہی تھیں۔ وہ بھی اب معدوم ہو چکی تھیں۔ بس اکا دکا ہلکی پھلکی فائرنگ کی آواز بہت دور سے سنائی دے رہی تھی۔ رات کے اس گھٹا ٹوپ اندھیرے اور خاموشی سے تو لگتا ہی نہ تھا کہ یہاں کبھی جنگ ہوئی ہو۔ مجموعی طور پر چہار سو ہو کا عالم تھا۔ فقط کمرے کے اندر سانسوں کی ہلکی ہلکی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ کروٹیں بدلتے بدلتے نیند مجھ پر کب مہربان ہوئی مجھے نہیں پتہ البتہ اتنا ضرور ہے کہ میں گہری نیند میں تھا جب مجھے جگایا گیا کہ تیاری کرو قافلہ چلنے کو تیار ہے۔

آخری چڑھائی کی طرف:

میں گہری نیند سے اُٹھا۔ کلائی سے بندھی گھڑی پر وقت دیکھا سحر کے تین بج چکے تھے۔ اپنا سامان چیک کیا اور خمارِ نیند کو جھٹکتے ہوئے ملا محبّ اللہ کے پیچھے چلنا شروع کر دیا۔ ہم غیر ہموار راستہ پر جو کہ مسلسل بلندی کی طرف مائل تھا بڑی احتیاط سے قدم رکھتے ہوئے چل رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد دریا، بستی، ٹینک اور ہماری گاری ہم سے بہت پیچھے رہ گئے۔ اب ہمارے سامنے فلک بوس پہاڑ تھے۔ جو دور تک تاریکی اور ہلکی روشنی کے سنگم میں ایستادہ تھے۔ ملا محبّ اللہ کے چلنے کی رفتار سے ایسا لگتا تھا کہ وہ اس علاقہ سے شناسا ہیں یا کم از کم اس علاقہ میں بارہا پہلے بھی آ چکے ہیں۔ ملا صاحب بڑی تیزی سے چڑھائی کی طرف گامزن تھے۔ اور راقم بڑی دقت سے ان کے بعد تیسرے نمبر پر ان کی پیروی کر رہا تھا۔ میں نے پاکستان کمپنی ''سروس'' کے ''چیتا شوز'' پہن رکھے تھے جو اس علاقہ میں چلتے ہوئے ان پہاڑی راستوں میں اپنی مضبوط گرفت کی وجہ سے پائیدار مانے جاتے ہیں۔ افغانستان اور کشمیر کے اکثر مجاہدین ان مضبوط اور پائیدار جوتوں کو استعمال کرنا پسند کرتے ہیں۔ میرا جہادی میدان میں معمول رہا ہے کہ میں چلنے والے قافلے میں سب سے آگے اور رہبر کے پیچھے اس کے نقشِ قدم پر چلنے کی کوشش کرتا ہوں۔ تاکہ چلنے کا تسلسل اور سٹیمنا برقرار رہے۔ میرے عزم و ارادہ نے تو میرا ساتھ نہ چھوڑا تھا لیکن اس کے باوجود میری رفتار میں تسلسل قائم نہ رہ پا رہا تھا۔ ہمارے رہبر ملا محبّ اللہ اخوندزادہ صاحب تو جیسے ہوا کے گھوڑے پر سوار اُڑے جا رہے تھے۔ ساتھی تنویر بھائی کندھے پر زڑکئی (LMG) اٹھائے ہوئے ایسے چل رہے تھے۔ جیسے گلگشتِ چمن کو جا رہے ہوں۔ نمازِ فجر تیمّم کر کے جنگی نقطہ نگاہ سے الگ الگ ادا کی گئی۔ نماز کی ادائیگی کے بعد دوبارہ چڑھائی کی جانب گامزن ہوئے۔ اب صبح کا اُجالا کافی حد تک پھیل چکا تھا۔ چلتے ہوئے جب مڑ کر دیکھتے تو تاحدِ نگاہ نشیب یا بلند و بالا پہاڑوں کی برفانی چوٹیاں اطراف میں دور دور تک نظر آتیں۔ جس پہاڑی چوٹی کی طرف ہم گامزن تھے اس کی طرف نگاہ اُٹھا کر دیکھنے سے لگتا تھا کہ یہ آخری پہاڑی چوٹی ہے۔ اس سے آگے مزید پہاڑ نہ ہوگا جسے عبور کرنا پڑے گا۔ کیونکہ سامنے اس چوٹی کے علاوہ کوئی پہاڑ دکھائی نہ دیتا تھا۔ لیکن جب ہم گھوم گھما کر چوٹی پر پہنچے تو ایک اور چوٹی ہماری منتظر ہوتی۔ پہلی چوٹی تو آگے جا کر ہموار میدان میں بدل جاتی اور اس کے ساتھ ہی زمین سے اُگا ہوا کوئی دوسرا کوہِ الپس ہمیں دعوتِ مبارزت دے رہا ہوتا۔ یہ لامتناہی سلسلہ ختم ہونے کو نہیں آ رہا تھا۔

صرف پچھلا قدم اُٹھا کر آگے رکھنا:

چڑھائی چڑھتے ہوئے جب رفتار کا تسلسل بگڑنے لگا تو ایک بات یاد آئی۔

دورانِ تربیت جب ایک شاگرد کو پہاڑ پر چڑھنا مشکل دکھائی دیا تو اُس نے اپنے استاد جی سے عرض کی۔ استاد جی! مجھ سے پہاڑ کی چڑھائی چڑھنا نہیں جاتی میں جلد تھک جاتا ہوں۔ استاد بولے اگر پہاڑ پر چڑھا نہیں جاتا تو ہم بھی آپ کو چڑھنے کا کب کہتے ہیں بلکہ آپ ایک کام کر و وہ یہ کہ آپ ایک قدم چلنے کے بعد پچھلے قدم کو اُٹھا کر آگے رکھتے جاؤ اس طرح آپ پہاڑ پر چڑھنے کی مشقت سے بھی بچ جاؤ گے۔ اور آپ کو تھکاوٹ بھی نہ ہوگی ''صرف پچھلا قدم اُٹھا کر آپ کو آگے رکھنا پڑے گا۔''

برسبیلِ تذکرہ اس وقت میں بھی فقط پیچھے رہ جانے والے قدم کو اُٹھا کر آگے رکھ رہا تھا۔ مسلسل چھ گھنٹوں تک چڑھائی چڑھنے سے ہم لوگ پسینہ میں شرابور ہوگئے۔ مسلسل چلنے سے ایسی حالت ہوگئی تھی کہ بس اسے محسوس تو کیا جاسکتا ہے لیکن اُسے بیان نہیں کیا جاسکتا۔ اللہ اللہ کر کے وہ ساعت سعید آ گئی جس کا انتظار تھا۔ جب ملا صاحب ایک ٹیکری نما جگہ پر پہنچ کر رُک گئے۔

خطِ اوّل کے مورچوں کی تیاری:

مُلا محبّ اللہ اخوندزادہ صاحب نے ایک ٹیکری پر کھڑے ہو کر اعلان کیا کہ یہاں پر ہم نے پتھروں کی مدد سے مورچے بنا کر دشمن کے خلاف اپنا دفاع کرنا ہے اور یہی ہمارا خط ہوگا۔ یہ مورچے دفاعی ہوں گے۔ یہاں پر ہم دشمن سے بدلہ لینے کی تیاری بھی کریں گے۔

یہاں پر دور دور تک کوئی چرند، پرند اور ہمارے علاوہ کوئی انسان نظر نہ آتا تھا۔ اس پہاڑ پر چڑھتے ہوئے راستہ میں ہمیں کوئی چشمہ یا پانی کا نالہ نہ ملا تھا۔ یہ ملا صاحب کی جنگی فراست تھی یا معاملہ فہمی کہ انہوں نے خطِ اول سے اتنا دور آکر دفاعی خط قائم کرنے کا سوچا۔ کیونکہ آج کے فوجی جنگی پلانر یا ماہرین جنگ تو میدان جنگ کا انتخاب کرتے وقت جدید نقشوں، جدید آلات اور جنگی ساز وسامان کو سامنے رکھتے ہیں۔ دفاعی محاذ پر سب سے پہلے رسد، واٹر پوائنٹ اور بھاگنے کے محفوظ راستوں کا انتخاب کیا جاتا ہے۔ زخمیوں کی مرہم پٹی کیلئے فرسٹ ایڈ گروپ، جوانوں کو کھانے کی سپلائی وغیرہ کے انتظامات ایک نظم کے تحت ہوتے ہیں۔ مگر یہاں پر معاملہ اس کے برعکس تھا ہم نے اپنے کمانڈر اور ان کے نائب ملا صاحب کی فراست پر ''آمنا وصدقنا'' کہتے ہوئے دفاعی مورچوں کی جگہوں کا انتخاب کر کے مورچے بنانا شروع کر دیئے۔ ہم دائیں بائیں بکھرے ہوئے پتھروں کو اُٹھا کر لاتے اور انہیں ترتیب سے چن دیا جاتا۔ ہم بڑے چھوٹے پتھروں کی مدد سے مورچے بنا رہے تھے۔ مورچے بناتے وقت ہمیں یہ سخت مشقت طلب کام بڑا کٹھن لگ رہا تھا لیکن مورچے بن جانے کے بعد ہم دشمن کی طرف سے چلائی جانے والی گولیوں کی زد سے محفوظ ہوگئے تھے۔

دشمن کا اچانک حملہ:

دشمن اب تک ہم سے غافل تھا۔ جیسے ہی ہم مورچے مکمل کر کے فارغ ہوئے تو دشمن کی طرف سے اچانک زڑکئی کا ایک ضربہ (برسٹ) ہم پر فائر کیا گیا۔ شاید کسی وجہ سے اُس کو ہماری موجودگی محسوس ہوگئی تھی۔ تڑتڑاہٹ کے ساتھ کئی گولیاں آکر پتھروں سے ٹکرائیں خوش قسمتی سے کوئی بھی ساتھی زخمی یا شہید نہ ہوا۔

تمام ساتھی فی الفور اوٹ میں چلے گئے۔ اب دشمن ہمارے اوپر انتہائی مہارت اور تیزی سے فائرنگ کر رہا تھا۔ زڑکئی کے برسٹ کے چلتے ہی منظر یکا یک تبدیل ہوگیا اطراف سے دَہ شکہ (12.7mm) یک میلہ، دو میلہ (14.5mm) اور زکویک گنوں کے فائر ہمارے اوپر آنا شروع ہو گئے۔

نیچے دور بیٹھے طالبان کی طرف سے ٹینک بی ایم اور آر آر (82mm) کے جوابی فائر ہونے لگے۔ طالبان درہ سالنگ والے دشمن کے مورچوں کو نشانہ بنا رہے تھے۔ اب جنگ پورے جوبن پر تھی۔ ہر طرف میزائلوں اور گولوں کے گر کر پھٹنے سے اُڑنے والے پتھروں اور لوہے کے ٹکڑوں کی جیسے بارش ہو رہی تھی۔ بارود پھٹنے سے زوردار دھماکے اور دھواں ماحول کو لمحہ لمحہ گھٹن آلود بنا رہے تھے۔ دشمن کے ٹینک (80mm) اور مارٹر توپیں (120mm) بھی حرکت میں آچکی تھیں۔ جو متواتر ہماری پوزیشن پر گولہ باری کر رہی تھیں۔ مارٹر توپ کے نشانچی تو لگتا تھا کہ خصوصی طور پر ہمیں نشانہ بنانے پر تلے ہوئے تھے۔ جنگ اپنی تمام تر ہولناکیوں اور شدت سے جاری تھی اور کان پڑی آواز سنائی نہ دے رہی تھی۔ فضاء میں پھیلی بارود کی بدبو سانس لینے میں دشواری پیدا کر رہی تھی۔ دشمن کی طرف سے فائر کیے گئے مارٹر توپ کے گولے ہمارے اردگرد گر کر پھٹ رہے تھے اور جس پہاڑ پر ہم نے مورچے بنا رکھے تھے اسکی

چوٹی پر بیٹھا ہوا دشمن بھی متوجہ ہو کر ہمیں نشانہ بنانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس دشمن نے بھی اپنی گنوں کے دھانوں کا رخ ہماری طرف کر کے کھول دیا۔ اوپر دشمن کے مورچے پر جتنے بھی افراد تھے وہ سب کے سب اپنے ہتھیاروں کا فائر ہم پر کر رہے تھے اور بیچ میں ہم اپنے پتھروں کے بنائے گئے مورچوں کی اوٹ میں نہایت مشکل حالات میں اپنے دفاع کی کوشش کر رہے تھے اور ساتھ ساتھ جوابی فائر بھی لیکن اب آہستہ آہستہ حالات ایسے پیدا ہو رہے تھے کہ جن میں ظاہری طور پر ایسا لگ رہا تھا کہ ہم میں سے کوئی بھی خلعت شہادت سے محروم نہ رہے گا یا کم از کم زخمی تو ضرور ہوگا اس کے باوجود تمام ساتھی پامردی اور ہمت سے کام لے کر ڈٹے ہوئے تھے۔ اور زبانوں پر آیت قرآنی کا ورد کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کر رہے تھے۔ کمانڈر صاحب کی ہدایت پر سنگل فائر کر کے اپنا ایمونیشن بچانے کی کوشش کر رہے تھے۔ کیونکہ اتنی دور ایمرجنسی میں ایمونیشن نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اس کے علاوہ یہاں دیگر مسائل کا بھی سامنا تھا۔ جیسے کہ کسی بھی ساتھی کے زخمی یا شہید ہو جانے کی صورت میں اُسے اُٹھا کر محفوظ مقام پر لے جانا نہایت دشوار تھا۔ ہم خود کو اس مشکل صورتحال سے نکالنے کی بھرپور کوشش کر رہے تھے لیکن فی الحال یہاں سے نکلنے کا کوئی امکان نظر نہیں آ رہا تھا۔ جبکہ دشمن کی طرف سے ہونے والی فائرنگ میں قدرے کمی آ گئی تھی۔ شاید دشمن کو بھی احساس ہو گیا تھا کہ اتنی بلندی پر اسلحہ وایمونیشن جلدی نہ پہنچ سکے گا۔ ہم بھی اسی وجہ سے سنگل فائر کر کے اپنا ایمونیشن بچا رہے تھے۔ تاکہ دیر تک مزاحمت کی جا سکے اور دشمن بھی اسی کلیے کے تحت ہمارے اوپر اس وقت فائر کرتا جب ہم میں سے کوئی مورچے سے سر نکالتا یا اپنی جگہ تبدیل کرنے کی کوشش کرتا۔ جیسے ہی کوئی ساتھی ادھر سے اُدھر جاتا۔ پندرہ بیس گولیوں کا برسٹ اس کا تعاقب ضرور کرتا۔ ہم لوگوں نے وہاں پر دو مورچے بنا رکھے تھے۔ ایک قدرے پہاڑ کی چھوٹی سی چوٹی پر اور دوسرا قدرے ڈھلوان پر۔ دشمن ہمارے اوپر والے مورچے کو تو دیکھ سکتا تھا اس لیے اس کا سارا زور اسی پر تھا۔ دوسرا مورچہ قدرے ڈھلوان کی وجہ سے محفوظ رہا۔ ہمارے مورچہ کا امیر ملا مرجان تھا۔ راقم بھی اوپر والے مورچے میں دیگر ساتھیوں کے ہمراہ موجود تھا۔ ملا مرجان نے کہا کہ یہ مورچہ خالی کر کے نیچے جانا ہے۔ کیونکہ کسی بھی ساتھی کے زخمی یا شہید ہونے کی صورت میں دشمن کی نظروں سے بچ کر اُسے محفوظ مقام تک پہنچانا اتنے بلند پہاڑ پر مسئلہ بن جائے گا۔ چنانچہ ملا مرجان نے سب سے پہلے راقم (حیات اللہ) کو نچلے مورچے میں چلے جانے کو کہا (اندھا کیا چاہے دو آنکھیں) میں حکم کی تعمیل میں جیسے ہی رکوع کی حالت میں چلتے ہوئے باہر نکلا اسی دوران ایک گولیوں کا برسٹ میرے سر سے گزرا۔ میں فوراً نیچے بیٹھ گیا۔ میں ابھی بیٹھ ہی رہا تھا کہ ملا مرجان کی زوردار آواز آئی حیات اللہ نیچے بھاگو۔ یہاں پر مت بیٹھو۔ اب کی بار میں نے حکم کی تعمیل میں کوتاہی نہ کی (زندگی تو ایک مرتبہ ہی ملتی ہے) میں تقریباً 5یا6 میٹر دور ہی گیا تھا کہ عین اس جگہ جہاں میں بیٹھا تھا وہاں پر گولیوں کا ایک برسٹ آن کر لگا اور قریب قریب دھول ہی دھول ہوگئی۔ راقم اس دوران اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے ڈھلوان پر دشمن سے اوٹ لے چکا تھا۔ اسی طرح باقی ساتھی بھی ایک ایک کر کے دشمن کی فائرنگ سے بچتے بچاتے نچلے مورچے میں آ گئے۔ ابھی ہم بھاگ دوڑ سے پھولی سانسوں کو بحال کرنے کی کوشش کر رہے تھے کہ ایک نئی افتاد نے آن گھیرا۔ جس نے پہلے سے موجود مشکلات میں مزید اضافہ کر دیا۔ وہ یہ کہ نیچے دریا کے کنارے موجود طالبان ساتھی غلط فہمی کا شکار ہو گئے وہ ہمیں اوپر سے نیچے کی طرف آتا دیکھ کر یہ سمجھ کر کہ دشمن تعارض (حملہ) کیلئے پہاڑ سے نیچے اترنے کی کوشش کر رہا ہے اور وہ ہمیں دشمن خیال کرتے ہوئے ہمارے اوپر دو میلے (14.5mm) سے فائرنگ کرنے لگ پڑے۔ جس کی وجہ سے ہم خود کو چکی کے دو پاٹوں میں پستا ہوا محسوس کرنے لگے تھے جبکہ ہمارے کماندان ملا محبّ اللہ صاحب مخابرے پر چیخ چیخ کر نیچے دریا کے کنارے سڑک پر موجود طالبان ساتھیوں کو بتا رہے تھے کہ یہ ہم ہیں لہٰذا فائرنگ بند کرو۔ مگر نیچے موجود ساتھیوں میں سے کوئی بھی ساتھی مخابرے پر کال وصول نہیں کر رہا تھا۔ دشمن اور اپنے ساتھیوں کی فائرنگ سے حالات شدت اختیار کر رہے تھے۔ اور ہر گزرنے والا لمحہ ہمیں موت کے قریب لے جا رہا تھا۔

انسان کی پیدائش کے واقعہ میں ہی اس کی موت کی دلیل موجود ہوتی ہے۔ ہمارے ہر قدم اور ہر لمحہ پر موت کھڑی تھی۔ اور ہم موت سے چھیڑ چھاڑ اور گستاخیاں کرتے اب تک خیریت سے تھے۔ بقول کسی بزرگ کے ''موت انسان کی حفاظت کرتی ہے اور جب کسی کا وقت آ جاتا ہے تو پھر قانونِ خداوندی کے تحت کوئی بھی تحفظ اور انتظام موت کے واقع ہونے کو روک نہیں سکتا'' ہم بھی ابھی تک صرف اسی لیے بچے ہوئے تھے کہ ابھی ہمارا اس فانی دنیا کا وقت ختم نہ ہوا تھا۔

آج لوگ موت کے خوف سے جہاد کرنے نہیں نکلتے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ اسلام قبول کر لینے کے بعد ساری زندگی جہاد میں مصروف رہے دوران جنگ جب جنگ کی بھٹی دہک رہی ہوتی تو آپؓ گھمسان کی جنگ میں گھس جاتے اور دشمنوں کو مارتے کاٹتے آگے بڑھتے رہتے۔ ساری زندگی لیلائے شہادت سے ملنے کو بے تاب رہے آپؓ کے بدن مبارک کا کوئی حصہ دشمن کے لگائے گئے زخموں سے محفوظ نہ تھا لیکن جب آپؓ کا وقت رخصت آیا تو آپؓ بستر پر ہی راہی عدم ہوئے۔ آپؓ نے نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی سُن رکھا تھا جس میں ''نبی کریم ﷺ نے اللہ کی راہ میں شہید ہونے کی آرزو

بار بار کی تھی۔'' چنانچہ اسی شہادت کو پا لینے کی آرزو لیے عمر بھر جہاد میں مصروف رہے لیکن موت کا وقت اور مقام مقرر ہے۔ ہماری زندگیوں سے نبی اکرم ﷺ کی محبت اور آپ ﷺ کا طریقہ نکلتا جا رہا ہے۔ ہمیں زندگی سے محبت اور موت سے نفرت جہاد کے لیے جانے نہیں دیتی۔ چنانچہ جب دنیا کے پیچھے بھاگ بھاگ کر موت آئی بھی تو بے فائدہ۔

ملا صاحب کا کافی دیر تک گلا پھاڑ پھاڑ کر مخابرے پر مختلف جگہوں پر رابطہ کرنے کے بعد دریا کے کنارے والے ساتھیوں سے رابطہ ہو گیا تو انہوں نے صورتحال کو سمجھتے ہی اپنی دومیلہ کا رخ دشمن کے اوپر والے مورچوں کی طرف کرتے ہوئے فائرنگ تیز کر دی۔ تب جا کر ہماری سانسیں بحال ہونا شروع ہوئیں۔ فائرنگ اور گولہ باری کا رُخ بدلتے ہی دشمن کی گنیں خاموش ہونا شروع ہو گئیں اور پھر دشمن اپنا مورچہ چھوڑ کر بھاگ اُٹھا لیکن دور بیٹھے دشمن کے ٹینک اور مارٹر توپیں (120mm) ہماری پوزیشن کے قریب گولے برسا رہی تھیں۔ گولے ہمارے اردگرد گر کر خوفناک دھماکوں سے پھٹ رہے تھے۔ نمازِ عصر سے کچھ دیر پہلے تک میزائلوں کا تبادلہ ہوتا رہا۔ گولہ باری کے دوران جب تھوڑا سا وقفہ ہوا تو ایک افغان ساتھی عبدالحمید ہمارے لیے کھانا لے کر آن پہنچا۔ دورانِ جنگ اپنے ساتھیوں کی فکر نے اسے شہادت یا زخموں کے خوف سے بے نیاز کر دیا تھا۔ تبھی تو وہ محاذِ جنگ پر سر پہ کفن باندھے ہمارے لیے کھانا پہنچانے آ گیا۔

طالبان اپنے محاذ کے ساتھیوں کا ہر ممکن خیال رکھتے ہیں اور سامانِ رسد، افرادی کمک یا کھانا پہنچانے کیلئے (محاورۃ) اُڑ کر پہنچتے ہیں۔ گولہ باری اور فائرنگ میں وقفہ ہوتے ہی جب حالات بہتر ہونے لگے تو ہم نے کھانا کھایا۔ کھانا کھا کر چونکہ نمازِ عصر کا وقت ہو چکا تھا۔ اس لیے نمازِ عصر تیمّم کر کے پڑھی اور اس سے پہلے ظہر کی نماز ہم نے بمباری کے دوران ادا کی تھی۔ نمازِ عصر با جماعت ادا کر کے فارغ ہوئے ہی تھے کہ ایک اور گروپ اپنے ملا صاحب کے ساتھ ہماری جگہ لینے پہنچ گیا۔ تازہ دم دستے نے اپنی پوزیشنیں سنبھال لیں اور ہمیں رخصت مل گئی۔ چنانچہ ہم نے ملا محبّ اللہ اخوندزادہ کی معیت اور ملا مرجان کی رہنمائی میں واپسی کی راہ لی اور پہاڑ سے نیچے آ کر ہم محفوظ جگہ کھڑی گاری تک پہنچے۔ سحرا تین بجے سے شروع ہونے والا چھ گھنٹوں کا سفر واپسی پر جلد طے ہو گیا تھا۔ اترائی کی وجہ سے راستہ میں چھوٹے چھوٹے گول بجری نما پتھروں پر پھسلتے، لڑھکتے اترتے ہوئے تمام ساتھی گاڑی میں سوار ہوئے۔ اور درہ سالنگ سے ہوتے ہوئے راستہ میں جبل السراج سے پہلے نمازِ مغرب ادا کی اور پھر جبل السراج سے ہوتے ہوئے گلبہار میں اپنے مرکز میں خیریت سے پہنچ گئے۔ ہمارے وہاں پہنچتے ہی کھانا تیار تھا۔ مگر ہم نے اس سے پہلے اپنی تھکان دور کرنے کے لیے گرم پانی سے غسل کی سہولت سے فائدہ اُٹھایا اور پھر تیار گرما گرم کھانے کے ساتھ انصاف کیا۔ کھانے کے بعد نمازِ عشاء با جماعت ادا کی۔ اور پھر گزشتہ رات اور آج دن بھر کی تھکاوٹ کو دور کرنے کے لیے بخاری (انگیٹھی) والے کمرے میں اپنے بستر پر لیٹ گئے اور پھر چراغوں میں روشنی نہ رہی۔

راحت کا اصل لطف رنج و مصیبت کے بعد ہی اُٹھایا جا سکتا ہے۔ جس شخص نے زندگی میں تکالیف نہ اُٹھائی ہوں دکھ نہ سہے ہوں وہ کیا خاک لطف اُٹھائے گا۔ اور نیند تو سولی پر بھی آ جاتی ہے۔

منظرہ گلبہار:

آج صبح نمازِ فجر کے بعد درسِ حدیث میں سیاحت سے متعلق نبی اکرم ﷺ کی ایک حدیث پڑھ کر سنائی گئی اس حدیث مبارکہ کا مفہوم کچھ اس طرح تھا کہ حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور اکرم حضرت محمد ﷺ سے دنیا کی سیاحت کی اجازت مانگی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کرنا میری امت کی سیاحت ہے۔''

ہم مہاجر ساتھی چند دنوں سے منظرہ (سیر) کرنے کا آپس میں پروگرام بنا رہے تھے۔ لیکن جھجک کی وجہ سے کماندان صاحب کو نہ کہہ رہے تھے۔ درس حدیث کے بعد اپنے کمروں میں لوٹے تو ہم نے ہمت جمع کر کے اپنے امیر بھائی تنویر کو (جو کہ پشتو بولنا جانتے تھے) درخواست کی کہ وہ کماندان سے ہمارے لیے منظرہ (سیر کرنے) کی اجازت لے دیں۔

تنویر بھائی نے ہماری ترجمانی کی اور ملا محبّ اللہ اخوندزادہ صاحب سے اس علاقے کی سیر (منظرہ) کی اجازت چاہی پہلے پہل تو انہوں نے انکار کیا۔ وجہ پوچھی تو وہ بولے یہ دشمن کا علاقہ ہے۔ خدانخواستہ اگر دوران منظرہ آپ کے ساتھ کوئی کمی کوتاہی ہو گئی تو .... لیکن خیر انہوں نے ایک لمحہ آسمان کی طرف نگاہ اُٹھائی پھر نجانے کیسے یکدم اقرار میں جواب دیا۔ انہوں نے متانت بھرے لہجے میں کسی دن منظرہ کرانے کی حامی بھر لی۔

تین دن بعد صبح ناشتے کے وقت دسترخوان پر ملا صاحب نے کہا ''ہانڈی والان'' (ایک ہی ہانڈی میں کھانے والوں کو افغان روایات میں ہانڈی والا کہا جاتا ہے) آج تم سب منظرہ کرنے کی تیاری کر لو۔ ہم نے ناشتہ کے ساتھ ہاتھ کرنا شروع کیا۔ اور پھر تیاری کیا کرنا تھی صرف بوٹ پہننے تھے

جو کہ کمرے میں اتارے ہوئے تھے۔ کمرہ طعام سے باہر آ کر ہاتھ دھوئے اور پھر بوٹ پہن کر تسمے کس لیے اور گاڑی میں سوار ہو گئے۔ ڈرائیور پہلے سے ہی تیار تھا تمام ساتھیوں کے سوار ہوتے ہی ڈرائیور نے گاڑی کو مرکز سے نکالا اور پھر پنج شیر گلبہار روڈ پر ہی دوڑانا شروع کر دیا۔

موسم سہانا تھا۔ بلکہ یہاں کا موسم ہمیشہ ہی سہانا رہتا ہے۔ اس وقت سردی میں ہلکی ہلکی دھوپ مزہ کر رہی تھی۔ سڑک کے دائیں جانب پہاڑ اور بائیں جانب نشیب میں کھلے میدانوں میں لہلہاتی گندم کی سرسبز فصلیں تھیں۔ کسی یورپی ملک کے اچھی طرح سجائے ہوئے شہر سے بہت بڑھ کر یہاں پر قدرتی نظارے موجود تھے۔

البتہ یہاں کے مکین پختہ اور فرنشڈ بنگلوں کے بجائے گارے اور پتھروں سے تعمیر شدہ گھروندوں میں رہتے تھے ان مکانات پر جنگ کی تباہیاں مہر لگا چکی تھیں۔ یہاں پر عوامی رونق نہ ہونے کے برابر تھی۔ یہاں کے جنگ زدہ لوگ بہت معاملہ فہم ہیں۔ نسل در نسل جنگوں میں گھرے افغانیوں کی چھٹی حس ان کو چوکس کر دیتی ہے۔ کہ مستقبل قریب میں اب اس علاقہ کو میدان جنگ بننا ہے۔ اس لیے اکثر عوام جنگ شروع ہونے سے پہلے پہلے تتر بتر ہو چکی تھی۔ البتہ یہاں کے مکینوں کی گل اور چمن سے محبت مشہور ہے۔ یہ لوگ اپنے کھیتوں کے کناروں پر پھولدار پودے اگاتے ہیں۔ دور و نزدیک سے یہ بہت ہی بھلے چمن محسوس ہوتے ہیں۔ کھلے ہوئے رنگ برنگے پھولوں سے یہاں پر ہر طرف بہار نظر آتی ہے۔ یہ علاقہ اپنی خوبصورتی میں طلسم بکھیرتا محسوس ہوتا ہے۔ اور انسان یہاں کی خوبصورتی اور دلکشی پر قدرتِ خداوندی کی تخلیق اور حسن و جمال سے یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ اس فانی دنیا کو اس عظیم ذات نے اتنا حسن بخشا ہے تو اس کی جنت کے مناظر کیا کیا اور کیسے کیسے ہوں گے۔ لہٰذا اس خوبصورتی کو دیکھ کر جنت کے حصول کی تمنا ابھرتی ہے اور مومن کا شوقِ شہادت اور جذبہ جہاد بلند تر ہو جاتا ہے۔ گلبہار واقعی گلبہار ہے۔

درہ پنجشیر اور ہمارا استقبال:

جوں جوں ہم آگے جا رہے تھے منظر اور بھی دلفریب ہوتا جا رہا تھا۔ جیسے ہی ہماری گاری درہ پنج شیر کے دھانہ (آغاز) پر واقع طالبان کے آخری مورچوں کے قریب پہنچی تو ہمارا استقبال اپنوں نے نہیں بلکہ دشمنوں نے پورا خرچہ کر کے بی ایم میزائل ہم پر داغ کر ہمیں سلامی دینے کی کوشش کی (افغانستان میں مجاہدین کیلئے ایسے میزائل پھلجڑیوں سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتے۔ یہ معمول کی کاروائی شمار کی جاتی ہے۔) اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہم اس میزائل کے نشانہ بننے سے بچ گئے۔ ہم دشمن کی زد میں آئے ہوئے کاپیسا روڈ کی طرف بڑھ گئے۔

کاپیسا صوبہ دیہاتی علاقہ شروع ہو چکا تھا۔ تاحدِ نگاہ پھیلے ہوئے سبزے اور ہریالی نے دل خوش کر دیا۔ جب ہماری گاڑی دریا کے پاس سے گزری تو میں اس منظر کے ملکوتی حسن و جمال کے سحر میں کھو گیا۔ ہماری گاڑی سے تقریباً تین کلومیٹر کے فاصلہ پر کاپیسا شہر کے آثار واضح ہو رہے تھے۔ کاپیسا شہر میں بھی انگوروں کے جابجا باغات ہیں۔ چاریکار، جبل السراج، قرۃ باغ، قلعہ مراد بیگ، بگرام اور طوطا خان کے ٹیلوں تک پھیلے ہر طرف باغات ہی باغات نظر آتے ہیں ان علاقوں میں یہ باغات مقامی لوگوں کا ذریعہ معاش بھی ہیں۔ یہاں کے بازار پر رونق تھے۔ مطمئن اور شاد چہروں سے بخوبی اندازہ ہو رہا تھا کہ یہاں کے باشندے امارت اسلامیہ کے انتظام سے خوش ہیں۔ یہ ایک طویل بازار تھا۔

اپنی طرز کا منفرد بازار:

اس بازار کی ایک خصوصیت ایسی ہے جو اسے دوسرے بازاروں یا علاقوں سے منفرد اور ممتاز کرتی ہے وہ یہ کہ اس بازار میں مختلف انواع و اقسام کے چرند پرند کے تازہ شکار کی خرید و فروخت ہوتی ہے۔ یہاں کے ماہر شکاری ان پرندوں کو بندوق، غلیل یا پھندے اور جال وغیرہ کی مدد سے شکار کرتے ہیں اور پھر شکاری حضرات ان کو زندہ یا حلال شدہ حالت میں فروخت کر کے اپنی گزر بسر کرتے ہیں۔ راقم نے انواع و اقسام کے تازہ شکار کیے ہوئے پرندوں کی اتنے بڑے پیمانے پر خرید و فروخت زندگی میں پہلی مرتبہ کاپیسا کے بازار میں دیکھی۔

کابلی پلاؤ:

دوپہر ہو چکی تھی اور ہمیں سخت بھوک لگی ہوئی تھی چنانچہ کماندان صاحب نے ڈرائیور کو کسی اچھے ہوٹل پر گاڑی روکنے کا کہا۔ گاڑی ایک صاف ستھرے ہوٹل پر جا کر رُکی۔ ہم نے منہ ہاتھ دھو کر سفر (منظرہ) کی گردا تاری۔ یہاں پر ہم نے افغانی پلاؤ (جو کابلی پلاؤ کہلاتا ہے) اور مٹن قورمہ کھایا۔ کابلی پلاؤ عام طور پر ایک بڑی پلیٹ چاول جس کے اوپر اونٹ یا بیل کے گوشت کے دو بوٹیاں اور ان کے اوپر باریک باریک کٹے ہوئے سنگترے کے چھلکوں اور کشمش پر مشتمل ہوتا ہے۔ پلاؤ سے پہلے ایک پیالی میں بھُنا ہوا قیمہ اور ایک پیالی میں نمکین گوشت اور ایک پیالی میں سبزی اور

دوسری پیالی میں لوبیا اس کے علاوہ تقریباً "4½ ڈایا کے دو نان اور باریک کتری ہوئی سبز مرچ اور پیاز ایک پیالی میں رکھ کر دستر خوان پر چُن دی گئیں۔ ان چھوٹے برتنوں میں سالن اتنی ہی مقدار کا ہی ہوتا ہے جس سے دیے گئے دو نان ہی کھائے جا سکتے ہوں۔ کھانا کھانے کے بعد دودھ والی چائے سے لطف اُٹھایا۔ افغان ہوٹلوں پر عام طور پر قہوے کا رواج ہے۔ لیکن ہم جیسے مہاجرین کی آمد و رفت کی وجہ سے اب وہاں پر بھی دودھ والی چائے آرڈر پر مل جاتی ہے۔ کھانا اور چائے سے فراغت کے بعد ملا صاحب نے بل کی ادائیگی کی اور ہم سب گاڑی میں سوار ہو گئے۔ اب گاڑی کا رُخ بگرام ائیر پورٹ کی طرف تھا۔ تقریباً ½ گھنٹہ میں ہم بگرام ائیر بیس کے قریب پہنچ گئے۔ یہاں سے ہم نے پکی سرک ناپنا شروع کر دی یہ سڑک آگے جا کر چاریکار دوراہے پر مل جاتی ہے۔ یہاں سے ڈرائیور نے انڈیکیٹر دے کر گاڑی چاریکار کی طرف موڑ لی۔ اسی لمحے ہمیں اندازہ ہوا کہ کمانداں صاحب ہمیں قول اردو لے جا کر ساتھیوں سے ملوانا چاہتے ہیں۔ اور ہمارا خیال درست نکلا ہم قول اردو پہنچے ساتھیوں سے ملاقات کی اور پھر وضو کر کے با جماعت نماز ظہر ادا کی۔

نماز کے بعد ساتھیوں سے خیر جوڑ تکڑا کی گردان کے بجائے سناؤ ہور کی حال چال اے؟ کہا کیونکہ کئی روز سے پشتو سن اور بول بول کر کان اور زبان تھک چکے تھے۔ اس لیے ساتھیوں کے ساتھ پنجابی زبان میں بات کر کے زبان کا ذائقہ تبدیل کیا اور پشتو زبان کی تھکاوٹ کو پنجابی گپ شپ لگا کر اتارا۔ گپ شپ اور حال احوال دریافت کرنے کے بعد زبردست قسم کی دودھ پتی والی کڑک چائے پی اور ساتھیوں سے الوداعی ملاقات و علیک سلیک کر کے واپسی کا رُخ کیا۔ یوں ہم دائیں سے بائیں اور صبح سے شام تک ایک دائرے میں سفر کرتے ہوئے واپس اپنے اوطاق آن پہنچے۔

سبعون خان اور دیسی مرغی:

گلبہار کے تذکرے سے اک مزاحیہ واقعہ یاد آ رہا ہے۔ اور اس مزاحیہ واقعہ کا ہیرو سبعون خان ہے۔ 1997ء میں موسم بہار کی آمد آمد تھی۔ ہمارے کمانداں ملا محبّ اللہ اخوندزادہ صاحب نے مرغی پکانے کے لیے کہا۔ مرغی پکانے کا معرکہ سبعون خان نے سر کرنا تھا۔ جبل السراج کے پانی کی خاصیت ہے کہ اس میں گوشت آسانی سے نہیں گلتا۔ یہاں گوشت پکانا کوئی آسان کام نہیں۔ سبعون خان نے ایرانی پریشر ککر میں مرغی کا گوشت مصالحہ جات ڈال کر چولہے پر چڑھا دیا۔ تھوڑی دیر بعد پریشر ککر سے سیٹی کی آواز آنا شروع ہو گئی ہم لوگ دوسری منزل پر بنے ہوئے کمروں میں چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد سبعون خان بھی ہمارے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ ہمیں وہاں پر بھی سیٹی کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ اسی دوران نماز مغرب کا وقت بھی ہو گیا اور ہم سب ملا صاحب کی امامت میں نماز ادا کرنے لگے۔ نماز کے دوران پریشر ککر سے سیٹی کی آواز آنا بند ہو گئی تھی۔ سلام پھیرنے کے بعد سبعون خان یہ کہتے ہوئے نیچے چلا گیا کہ میں پریشر ککر کو دیکھتا ہوں۔ وہ جیسے ہی باورچی خانہ میں داخل ہوا تو پریشر ککر زوردار دھماکے سے پھٹ کر دو ٹکڑے ہو گیا۔ اور اس کا ڈھکن پریشر کی وجہ سے باورچی کا نہ کی چھت کو پھاڑتے ہوئے نہ جانے کہاں جا گرا۔

زوردار دھماکہ کی آواز سنتے ہی ہم نیچے کی طرف لپکے وہاں مطبخ میں پہنچ کر عجیب و غریب منظر دیکھنے کو ملا سبعون خان کی حالت دیکھ کر تمام ساتھی ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہونے لگے۔ سبعون خان کے چہرے پر دھماکے سے اُڑنے والی راکھ اور کوئلوں کے ٹکڑے چپکے ہوئے تھے۔ جو اس کے چہرے کی ہیئت کو خوفناک بنائے ہوئے تھے جبکہ اُبلتے ہوئے پانی اور بوٹیوں نے اسے اچھلنے پر مجبور کر رکھا تھا۔

یہ منظر تو بہت مزاحیہ تھا لیکن سبعون خان کی تکلیف کو دیکھتے ہوئے ہم نے فوراً اس کی مدد کی۔ اس کا منہ دھلوایا۔ اس کے کپڑے جھاڑے اسے دوسرے کپڑے دیے پھر وہ نہایا۔

راقم نے جب دس سال بعد قندھار جا کر سبعون خان کو اس کے گھر میں یہ واقعہ یاد دلایا تو وہ بہت ہنسا اور شرم سے جھینپ سا گیا۔ اس وقت اس کی ہنسی کھسانی بلی والی دکھائی دیتی تھی۔

تشکیل کابل اور منظرہ:

گلبہار سے ہماری تشکیل کابل ہو گئی۔ راقم کابل شہر میں اپنے شب و روز مٹر گشت کر کے گزار رہا تھا۔ جب دل چاہتا تو گن کندھے پر لٹکا کر اکیلا ہی کابل شہر کی سیر کو نکل جاتا۔ اجڑے ہوئے کابل میں گھومتا پھرتا رہتا اور پھر واپس قول اردو آ جاتا۔

کابل کی چھاؤنی میں واقع بیرک میں اچھے دن گزر رہے تھے۔ ایک دن ہم ساتھیوں نے کابل شہر اور مضافات میں تاریخی مقامات (زیارات) دیکھنے کا پروگرام بنایا۔ اب ذمہ دار یا امیر صاحب سے اجازت لینے کا مرحلہ درپیش تھا۔ امیر صاحب نے بخوشی اجازت دے دی۔

ہم نے مرکز سے نکل کر ایک ٹیکسی کرایہ پر حاصل کی اور ڈرائیور کو پُل خشتی مسجد لے چلنے کا کہا۔ یہ مسجد کابل شہر کے مرکز میں واقع ہے۔ بالا حصار یا پہاڑوں سے کابل شہر کا نظارہ کریں تو پل خشتی مسجد نمایاں نظر آتی ہے۔ یہ مسجد دریائے کابل پر قائم اینٹوں سے بنے ایک پُل کی مناسبت سے پُل خشتی مسجد کہلاتی ہے۔خشت اینٹ کو کہتے ہیں۔اور یہ مسجد اینٹوں کے اس پل کو عبور کرتے ہی دائیں طرف واقع ہے اس لیے اسے جامع مسجد پل خشتی کہا جاتا ہے۔اس مسجد میں ہزاروں افراد کی با جماعت ادائیگی نماز کی گنجائش ہے۔ مسجد سے مغرب کی سمت دریا کے کنارے سڑک پر تھوڑا دور جا کر ''تیمور لنگ'' کا مقبرہ ہے۔ تیمور لنگ ایک مشہور سردار جنگجو تھا۔اس سڑک پر دائیں ہاتھ پر آنے والے چھوٹے پل کو عبور کریں تو ایک مزار کے آثار نظر آتے ہیں یہ مزار شاہ دوشمیشر کا دربار کہلاتا ہے۔افغان عوام یہاں پر فاتحہ خوانی کیلئے آتے ہیں۔ یہاں پر مدفون حضرات میں سے ایک تابعیؒ اور دوسرے تبع تابعیؒ استراحت فرما رہے ہیں۔ جو غالباً ابتدائے ہجری میں یہاں دینِ اسلام کی دعوت وتبلیغ کے سلسلہ میں تشریف لائے تھے۔اور زندگی کے ایام پورے ہو جانے پر کابل کی مٹی کو اپنے جسد خاکی سے منور فرما گئے۔اللہ تبارک وتعالیٰ ان صالحین کے درجات بلند فرمائے جنہوں نے اس سرزمین خراسان کو اسلام کی چاشنی سے شیریں بنا دیا۔

جامع مسجد پل خشتی کے سامنے ہم نے ٹیکسی ڈرائیور کو شکریہ کے ساتھ اجرت ادا کی اور پیدل ہی بازار کی جانب رُخ کر لیا۔ یہ بازار کافی لمبا تھا۔اور بازار میں دورویہ دکانیں تھیں۔ بازار سے منسلک ایک گلی میں داخل ہوئے تو گلی سے باہر نکلتے ہی ایک اور بازار کو اپنے سامنے پایا۔ یہ بازار لاہور کی اکبری منڈی سے مشابہ تھا۔ بالکل ویسی ہی چہل پہل اور خشک میوہ جات سے بھری ہوئی دکانیں۔اس سے نکل کر جوتوں کی مارکیٹ اور ہوٹلوں کے علاقے میں جا نکلے۔گھومتے پھرتے اس بازار سے نکلے تو سرراہ ایک سردار جی (سکھ) سے ملاقات ہوگئی۔ملاقات کرنے سے معلوم ہوا کہ سردار جی پیشہ کے لحاظ سے حکیم ہیں اور اضافی طور پر لُنگیاں اور پگڑیاں وغیرہ بھی فروخت کرتے ہیں۔ پورے افغانستان میں سکھوں کا حکمت سازی اور کپڑوں کا کاروبار ہے۔افغانستان کے تقریباً سبھی صوبوں اور ضلعوں میں کافی تعداد میں سکھ رہائش پذیر ہیں۔

سردار جی سے ملنے کے بعد ہم الیکٹرونکس کی مارکیٹ میں .... مختلف برقی آلات کی ونڈو شاپنگ .... کرنے لگے۔ارزاں نرخوں پر دستیاب ہیں۔راقم نے بھی اپنی پسند اور شوق کی مناسب سے ایک سیکنڈ ہینڈ سونی کمپنی کا پاکٹ سائز ریڈیو خرید لیا۔دیگر ساتھیوں نے بھی اپنی اپنی ضرورت کی خریداری کی۔

اس مٹرگشتی کے بعد ہم نے ٹیکسی سٹینڈ کا رُخ کیا کیونکہ ہمارا اصل مقصد تاریخی مقامات کی سیر تھا۔راستہ میں بازار کی سیر پیدل سفر کر کے ٹیکسی سٹینڈ تک پہنچنے کے لیے کی تھی۔تاکہ شہر کابل کی رونق بھی قریب سے دیکھی جا سکے۔لہٰذا ٹیکسی سٹینڈ پر جا کر ایک ٹیکسی ڈرائیور سے معاملہ طے کیا اور ٹیکسی میں سوار ہو کر سوئے'' قلعہ بالا حصار'' چلے۔راستہ میں کابل شہر کی مرکزی ''عیدگاہ'' بھی پڑتی ہے اور اسی عیدگاہ کے سامنے کابل کا وہ بڑا سٹیڈیم واقع ہے۔جس میں طالبان شرعی حدود نافذ کر کے مجرموں کو سزائیں دیتے ہیں۔

مزارات صحابہ (رضوان اللہ علیھم اجمعین) کی زیارت:

قلعہ بالا حصار کی ایک ٹیکری پر بہتر (72) صحابہ کرام (رضوان اللہ علیھم اجمعین) ایک کچی اجتماعی قبر میں مدفون ہیں۔اس جگہ پر قلعہ کے صرف آثار ہی موجود ہیں کیونکہ گلبدین حکمت یار کی فوجوں کے توپ خانہ نے اس کو تباہ برباد کر کے رکھ دیا تھا۔جگہ جگہ پتھروں کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں۔اور انہی ڈھیروں میں سے گزر کر ہم ٹیکری تک پہنچے جس ٹیکری پر 72 صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین کی ایک اجتماعی کچی قبر بنی ہوئی ہے۔اصحابؓ رسولؐ سے منسوب اس کچی قبر کی ایک جانب پرانا سا کتبہ لگا ہوا ہے۔جس پر ان حضرات صحابہؓ اور تابعینؒ کے ناموں کی فہرست رقم کی گئی ہے۔
جس پر یہ مبارک اسماء نمایاں حروف میں تحریر ہیں۔

''جانکؓ، مغیرہ بن شعبہؓ، عبداللہ بن احنف بن قیس بن عباسؓ، قاسم عبداللہ بن ابو بکر صدیقؓ، عبداللہ بن عقیل ثقفیؓ، عبدالرحمان بن عمرو بن عاصؓ، زبیر خدریؓ، جعفر بن سعیدؓ، سعد بن عمرؓ، حارثہ ابن سباعؓ، ابو بکر بن بن موذؓ، انصار بن مالکؓ، فضیل، قیس بن بیرہؓ، وحید بن عقبہؓ، خالد بن عبادہ، مسلم بن غزال، ہاشم، سعید، خالد بن خدری، سعید انصاری، زید ابی امین، بلال، اسد، سباع، قیس انصار، ضری، اشعث بن عبداللہ، ابراہیم داری، ابن سینہ، ابو سعید، ابن معاذ، عبداللہ، حامی، عبدالرحمٰن بن عقیل، احمد بن حامد، ہاشم بن کرز، مالک انصاری، محمد نبی خدری، عبداللہ بن ضرار، حطم، عبدالرحمٰن، عمر انصاری، اور عبداللہ بن ہشیم (رضوان اللہ علیھم اجمعین)''

یہ تمام نام اسی ترتیب سے نصب شدہ کتبہ پر مکتوب ہیں یہ قافلہ حجاز کے وہ شاہسوار تھے جو اسلام کی تاریخ کا ایک باب رقم کرنے یہاں پہنچے تھے۔ یہ لوگ اعلائے کلمۃ اللہ کی خاطر عرب سے ہجرت کر کے کابل آئے اور یہاں پر شہید ہو کر زرتاب صبحوں کے افق پر دستک دے گئے۔ افغانستان انہی کی دستک سے اسلام کا قلعہ بنا۔

کابل اسلام کی کرنوں سے داماد رسول، پیکر جود وسخا نمونہ حیاء اور مظلوم شہید حضرت سیدنا عثمان بن عفان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں منور ہو چکا تھا۔ اور کئی صحابہ رضوان اللہ علیھم اجمعین یہاں جہاد کے لیے تشریف لائے اور عرب خاندانوں کو یہاں پر آباد کیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہؓ کا کابل تشریف لانا آثار سے ثابت ہے۔ کیونکہ آپؓ نے فتح کابل کے موقع پر وسط کابل میں مال غنیمت اور دیگر جہادی مسائل وفضائل پر مشتمل تقریر فرمائی تھی۔ جس کا تذکرہ صحاح ستہ کی کتب میں موجود ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین کی اجتماعی قبر کے قریب ہی ہلکے سبز رنگ کے سنگ مرمر سے مزین دو مزارات میں دو صحابی رضی اللہ عنھما آسودہ خاک ہیں۔

ان میں سے ایک مزار میں حضرت تمیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدفون ہیں۔ جو کہ لشکر اسلام کے سپہ سالار تھے۔ اور دوسرا روضہ مبارک حضرت جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔ جو کہ نائب سپہ سالار تھے۔ یہ حضرات بھی نبی کریم ﷺ کے وطن دار ہیں۔ اور اپنا سب کچھ چھوڑ کر حتیٰ کہ اپنے محبوب نبی ﷺ کا محبوب وطن بھی چھوڑا اور اللہ جل شانہ کے دین کی سربلندی کیلئے کابل آئے اور اپنی جان کا نذرانہ پیش کر کے۔ یہاں افغانستان میں اسلام کی روح کی آبیاری کی۔

ان مزارات کے عقب میں واقع ایک بلند کالے پہاڑ پر ایک طویل پتھریلی دیوار بھی بنی ہوئی ہے۔ ایک روایت کے مطابق کابل کے شہریوں نے یہ دیوار صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین کی یلغار کو کابل سے باہر ہی روکنے کے لیے تعمیر کی تھی۔ نو ماہ تک محاصرہ کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے لشکر صحابہ (رضوان اللہ علیھم اجمعین) کے ہاتھوں کابل کو فتح کرا دیا۔

راقم عجیب سی کیفیت میں کھڑا تھا۔ یہ مزارات اُن ہستیوں کے تھے جن کے مناقب ومحاسن والدین نے بچپن میں ہی دِل میں راسخ کر دیے تھے۔ موت وحیات سے بے نیاز حق کی صدا لگانے پہنچے تھے۔ راقم کو ان باتوں کی حقانیت اور سچائی کا دل میں نہایت شفقت بھرے لہجے کے ساتھ اللہ جل شانہ، محمد ﷺ اور حضرات صحابہ کرام (رضوان اللہ علیھم اجمعین) کے رتبوں اور عظمتوں کے بارے میں آگاہ کیا تھا۔ اُن کی باتیں قرآنی قِصّوں یا صحابہ (رضوان اللہ علیھم اجمعین) کی زندگیوں کے واقعات پر مشتمل ہوتی تھیں۔ جنہوں نے میرے دل میں محبت الٰہی، عشقِ رسول ﷺ اور حبِ صحابہ (رضوان اللہ علیھم اجمعین) کو جِلا بخشی۔ میرے والدین نے مجھے بچپن میں نبی رحمت حضرت محمد ﷺ کی محبت کا معیار سمجھایا تھا کہ آپ ﷺ کی ذات سے محبت ماں باپ سے، اپنے آپ سے اور دنیا کی ہر شے سے بڑھ کر ہو تو ایمان مکمل ہوتا ہے۔ الحمد للہ والدین کی تعلیمات کا ہی اثر تھا کہ اس بابرکت مقام پر کھڑے ہو کر راقم کو والدین کی سکھلائی ہوئی باتیں آج حقیقت بن کر سامنے آ رہی ہیں کہ نبی رحمت ﷺ کی سچی محبت کے چراغ سینوں میں روشن کر کے یہ اصحاب رسول (رضوان اللہ علیھم اجمعین) اپنے ماں، باپ، اولاد، وطن، کاروبار اور دنیا کی ہر شے کو ٹھکرا کر اس تاریک خطہ زمین کو روشن ومنور کرنے چلے آئے۔ اور کابل جیسے دور دراز علاقہ میں شرک وکفر کی ظلمت کو خورشید اسلام سے نابود کر ڈالا۔

اصحابؓ پیغمبرؐ کی اپنے نبی رحمتؐ سے دیوانگی کی حد تک یہ محبت راقم کے دل کو گرماتی رہی۔

ان گنجینہ رحمت مزارات پر راقم نے حصول رحمت کی دعا کی پھر نم آنکھوں اور مچلتے دل کے ساتھ واپسی کا رُخ کیا۔

کبھی کابل کو خوبصورتی کی وجہ سے ایشیاء کا دل بھی کہا جاتا تھا۔ اس کا شمار دنیا کے خوبصورت شہروں میں ہوتا تھا۔ آج مسلسل جنگ کی وجہ سے اس کا حسن گہنا گیا ہے۔ اس کے موسم کی خنکی آج بھی دلفریب اور دلنشین ہے۔ یہاں کے مشہور مقامات میں کابل یونیورسٹی، صدارتی محل، عجائب گھر، سید جمال الدین افغانی اور مغل فرمانروا ظہیر الدین بابر کا مقبرہ ہیں۔ اس کے علاوہ آریانہ ہوٹل بھی اپنے خوبصورت طرزِ تعمیر کی وجہ سے مشہور ہے۔

کابل شہر کی قرغہ جھیل تو آج بھی اپنا حسن سمیٹے ہوئے ہے۔ اس کی خوبصورتی دیکھنے والوں کو دم بخود کر دیتی ہے۔

مقبرہ عمر شیخ مرزا المعروف ظہیر الدین بابر:

کابل میں فرغانہ کے فرمانروا کے نام سے منسوب ایک باغ ہے جس کا نام باغ بابر ہے۔ ظہیر الدین بابر کا نام عمر شیخ مرزا تھا۔ جو بعد میں ظہیر الدین بابر کے لقب سے جانا گیا۔ ظہیر الدین بابر باپ کی طرف سے تیموری اور والدہ کی طرف سے چنگیز النسل تھا۔ ہندوستان کے شہر ایودھیا میں ایک

مشہور ومعروف جامع مسجد ظہیر الدین بابر نے تعمیر کرائی تھی اسی کے نام سے یہ بابری مسجد مشہور ہوئی ۔ باغِ بابر میں اسی برصغیر کے حکمران ظہیر الدین بابر کا مقبرہ ہے۔

باغِ بابر سے ہم لوگ سیدھا کابل کے علاقہ شہرنو گئے اور وہاں ہم نے ھرات ہوٹل سے کھانا کھایا۔ یہ ہوٹل کابل کے بہترین ہوٹلوں میں شمار ہوتا ہے۔ یہاں سے فارغ ہوکر ہم نے ٹیکسی لی اور عصر کے قریب واپس اپنے مستقر پہنچ گئے ۔ جب چھاؤنی میں پہنچے تو عصر کی اذان ہورہی تھی ۔ یوں ہمارا سیرِ کابل کا شوق دلی تسکین کے ساتھ مکمل ہوا۔

بلی کا بکرا اور جنرل عبدالمالک:

صوبہ بادغیس کے دو اضلاع پہلے ہی طالبان کے پاس آچکے تھے۔اب طالبان کا رخ بادغیس مرکز کی طرف تھا۔مرکز بھی اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے طالبان کے ہاتھ آ گیا۔ پھر طالبان ضلع غور ماچ کی طرف بڑھے۔اس سے آگے صوبہ فاریاب ہے۔ یہاں پر ازبک اکثریت میں ہیں۔اس صوبہ میں ازبک کمانڈر جنرل عبدالمالک نے طالبان کی یلغار کو سختی سے روکا۔اس کے جنگجوؤں نے طالبان کا مقابلہ کیا اور طالبان کی پیش قدمی کو روکے رکھا۔ طالبان مجاہدین اور کمانڈر جنرل عبدالمالک کی سپاہ میں جھڑپیں ابھی جاری تھیں کہ فتح کابل کی خوشخبری طالبان مجاہدین کو ملی۔ کابل افغانستان کا دارالحکومت ہے۔اور اس پر طالبان کی حکمرانی کا پرچم لہرانے لگا۔اس فتح نے جہاں اور بہت سے فائدے دیے وہیں ایک جنگی فائدہ بھی طالبان مجاہدین کو دیا۔ وہ یہ کہ فتح کابل نے کمانڈر جنرل عبدالمالک کے دل پر ایک رعب ڈال دیا اور اس نے طالبان کے وزیر خارجہ ملا محمد غوث اخوند کو مذاکرات کی پیش کش کردی۔ طالبان نے اس کی مذاکرات کی دعوت کو قبول کرتے ہوئے ملا منصور، ملا غوث، ملا عبدالرزاق ،عبدالمنان حنفی اور ملا برادر کی ٹیم کو مذاکرات کے لیے چُنا۔اور جنرل عبدالمالک سے مذاکرات کیے۔

جنرل عبدالمالک نے کہا کہ ہم دونوں فریق جنگ بندی کریں اور متحد ہوکر عبدالرشید دوستم سے جنگ کریں۔ جب شمال کی تمام رکاوٹیں دور ہو جائیں گی تو پھر امیر المومنین کی قیادت میں حکومت بنائیں گے۔اس کے علاوہ جنرل عبدالمالک نے دلائل کے ساتھ طالبان اشکالات کا برجستہ جواب دیا۔ بالآخر طالبان اور جنرل عبدالمالک کے درمیان معاہدہ طے پا گیا۔اور جنگ بند ہوگئی۔ جنرل عبدالمالک نے سفید پگڑی بھی اپنے سر پر باندھ لی اور طالبان کا مزید اعتماد حاصل کرنے کیلئے مشہور جنگجو کمانڈر اسماعیل خان تورن کو' بلی کا بکرا' بنا کر طالبان کے حوالے کردیا۔

اسماعیل خان تورن مشہور جنگجو تھا اور ایران کے ٹکڑوں پر پل رہا تھا۔ روس کے خلاف جہاد میں اس کا شمار احمد شاہ مسعود، گلبدین حکمت یار، جنرل دوستم اور عبدالمالک جیسے جنگجوؤں میں ہوتا تھا۔اسماعیل خان تورن طالبان سے جان بچا کر ایران جا گھسا تھا لیکن ایران نے اس پالتو ٹٹو کو نمک حلال کرنے کیلئے واپس طالبان کے ساتھ لڑنے کے لیے بھیج دیا۔اسماعیل تورن واپس آتے ہی طالبان کے خلاف ریشہ دوانیوں میں مصروف ہوگیا اور جوڑتوڑ کے سلسلہ کو آگے بڑھانے کے لیے جنرل عبدالمالک کے پاس ٹھہرا ہوا تھا کہ جنرل عبدالمالک نے اُسے بلی کا بکرا بنادیا۔

جنرل عبدالمالک اور طالبان:

اسماعیل خان تورن کو طالبان نے قندھار کے قید خانہ میں ڈال دیا۔اب طالبان اور جنرل عبدالمالک کے دستوں نے فاریاب کا رُخ کرلیا۔ شبرغان سے پہلے طالبان اور دوستم کی فوج کے درمیان بہت سخت جنگ ہوئی۔طالبان کو اللہ تعالیٰ نے فتح سے نوازا۔

عبدالرشید دوستم ہیلی کاپٹر میں سوار ہوکر وہاں سے فرار ہوگیا اور ازبکستان میں پناہ حاصل کی۔

طالبان اور جنرل عبدالمالک کی فوجیں شبرغان میں داخل ہوگئیں۔ پھر دونوں فوجیں مزار شریف کی طرف آگے بڑھیں۔مزار شریف میں مزاحمت کا سامنا نہ کرنا پڑا۔اور طالبان مزار شریف پہنچ گئے۔مزار شریف میں طالبان شوریٰ نے پورے ملک سے مجاہدین کی تشکیلات مزار شریف،شبرغان اور بادغیس وغیرہ کیلئے کیں۔روزانہ سینکڑوں طالبان مجاہدین بذریعہ جہاز مزار شریف ائیر پورٹ پر آرہے تھے۔

ادھر کابل کو مزار شریف سے ملانے والے راستے پر احمد شاہ مسعود کے کمانڈر عبدالبصیر سالنگی کا قبضہ تھا۔عبدالبصیر سالنگی مزار شریف کی فتح کے بعد خود ہی طالبان کے آگے تسلیم ہوگیا اور درہ سالنگ کا راستہ طالبان کے لیے کھل گیا۔

کابل سے تشکیل میں آنے والے لشکر کے کمانڈر ملا داد اللہ اور امیر خان متقی تھے۔ جبکہ مہاجر مجاہدین کی کمان کمانڈر سلطان کررہے تھے اور مولانا عبدالجبار بطور سرپرست ان کے ہمراہ تھے۔اس قافلہ میں میرے ہمراہ خوست سے کابل آنے والے ایک کشمیری مجاہد بھی تھے اور اسی قافلہ میں میرے محسن،

میرے شہردار، میرے رہبر مظہر سکھیر اصاحب بھی تھے۔

طالبان کی شمال میں پے در پے فتوحات سے پاکستان کے مجاہدین اور مدارس کے طلباء میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ بہت بڑا علاقہ طالبان کے زیر تسلط آ گیا۔ امن وامان کے قیام کیلئے بہت زیادہ افرادی قوت کی ضرورت تھی۔ افغانستان سے امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد حفظ اللہ تعالیٰ نے پاکستان طلباء کو جہاد میں شرکت کا فرمان جاری فرمایا۔ تو بے شمار طلباء نے امیر المومنین کے حکم پر لبیک کہتے ہوئے میدانِ کارزار کا رُخ کیا۔ اور پھر دو تین دنوں میں ہی مزار شریف اور شبرغان میں دس ہزار سے زائد طالبان اکٹھے ہو گئے۔

امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد حفظ اللہ تعالیٰ نے نئے مفتوضہ علاقوں کا ملا برادر کو ذمہ دار بنایا۔ جب ملا برادر کا قافلہ فاریاب کے دارالحکومت میمنہ شہر میں پہنچا تو جنرل عبدالمالک کے بھائی نے ملا برادر کا بھرپور استقبال کیا۔ اس سے اگلے دن دو پہر کو ملا برادر کا قافلہ شبرغان شہر میں فوجی چھاؤنی پہنچ گیا۔ یہ بہت بڑی چھاؤنی تھی اور طالبان اپنی قیادت سمیت وہاں رہائش پذیر تھے۔ شبرغان میں اس وقت ملا عبدالمنان حنفی طالبان کے ذمہ دار تھے۔

طالبان شوریٰ کا اجلاس:

ظہر کی نماز کے بعد ملا برادر اخوند (صاحب) نے شوریٰ کا اجلاس طلب کیا جس میں طالبان کے بڑے کمانڈروں نے شرکت کی جو اس وقت چھاؤنی میں موجود تھے۔ اجلاس میں بہت سے مسائل پر بہت بحث ومباحثہ ہوا۔ سب کا خیال تھا کہ جب تک مزار شریف کی تازہ صورتحال معلوم نہ ہو اس وقت تک کوئی بھی حتمی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے باہم مشاورت سے یہ طے پایا کہ ایک وفد جس میں ملا برادر، ملا عبدالمنان حنفی، مولوی سید محمد بادغیسی اور ملا امین اللہ شامل ہوں بنایا جائے۔ وفد مزار شریف جا کر ملا عبدالرزاق اور ملا غوث سے ملے گا اور حالات وواقعات سے آگاہی حاصل کر کے شام تک واپس شبرغان آئے گا۔ مذکورہ بالا وفد ملا برادر کی قیادت میں مزار شریف روانہ ہو گیا۔

جنرل عبدالمالک کی بدعہدی:

ملا برادر کی معیت میں وفد جونہی بلخ شہر کے قریب پہنچا تو راستہ پر کچھ افراد جو کہ مسلح کھڑے ہوئے تھے انہوں نے وفد کو روک لیا۔ وفد کے محافظ دستہ نے فوراً پوزیشن سنبھال لی اور مقابلہ کیلئے تیار ہو گئے۔ ملا عبدالمنان حنفی نے گاڑی سے اتر کا ان مسلح افراد سے بات کی۔ بات کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ مسلح افراد جنرل عبدالمالک کے کمانڈر پہلوان کے لوگ ہیں۔ مسلح افراد نے ملا عبدالمنان حنفی کو کہا کہ آپ لوگ مزار شریف کی طرف مت جائیں۔ کیونکہ جنرل عبدالمالک نے طالبان کے ساتھ دھوکہ کیا ہے اور پورے مزار شریف پر قبضہ جما لیا ہے۔ اس وقت طالبان اور جنرل عبدالمالک کی فوجوں کے درمیان لڑائی جاری ہے۔ مزار شریف کے تمام راستوں کی ناکہ بندی کر دی گئی ہے۔ لہٰذا آپ لوگ آگے نہ جائیں۔ ہم لوگ آپ کے ساتھ مخلص ہیں۔ طالبان وفد نے یہ گمان کیا کہ یہ پہلوان کے لوگ جھوٹ بول رہے ہیں۔ اسی تکرار کے دوران کمانڈر گل پہلوان خود اس جگہ پر پہنچ گیا۔ اس نے بھی آتے ہی اس بات کی تصدیق کرتے ہوئے کہا کہ واقعی جنرل عبدالمالک نے آپ کے ساتھ غداری کی ہے اور میں مخلصانہ طور پر آپ کو آگے جانے سے روک رہا ہوں۔ پھر وہ سڑک کے درمیان میں کھڑا ہو گیا اور لجاجت بھرے انداز میں کہنے لگا کہ میں آپ لوگوں کو وہاں نہیں جانے دوں گا اپنے پشتون ہونے کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ آپ میرے ہم زبان (پشتون) ہو اس لیے میرا مخلصانہ اور برادرانہ مشورہ ہے کہ آپ بلخ ضلع چار بولک میں کمانڈر اختر لوچک (جو بعد میں امریکی فوجیوں کے ہاتھوں 2006ء میں شہید ہوا) کے پاس چلے جائیں۔ وہ ضرور آپ کی مدد کرے گا۔ اور آپ کو اس بات کی سچائی کا یقین بھی آ جائے گا۔

ملا برادر سمیت وفد واپس پلٹے اور کماندان اختر لوچک کے گھر "بستی سوزدہ" پہنچ گئے۔ ملا برادر اور اس کے رفقاء تقریباً ایک ماہ تک کمانڈر اختر لوچک کے پاس رہے اور پھر وہاں سے ایک مقامی کمانڈر غوث کے پاس چلے گئے۔ مخابرہ پر ایک دوسرے کو حالات وواقعات کی آگاہی دیتے رہے۔ ملا قاسم نے استاد عطاء محمد (جو اس وقت مزار شریف کا گورنر بن چکا تھا) سے بات چیت کر کے راستے کا بندوبست کیا آخر کار ملا برادر سمیت تمام وفد کابل پہنچ گیا۔

یہی وہ وقت تھا جب کیمونسٹ جرنیلوں کے ذریعہ افغانستان اور اسلام دشمن قوتوں نے مل کر ایک سازش تیار کی تھی جس کے ذریعے انہوں نے افغانستان کے شمالی علاقوں میں بغاوت شروع کرا دی تھی۔ طالبان ان علاقوں سے ناواقفیت اور لوگوں میں معروف نہ ہونے کی وجہ سے اس قابل نہ ہو سکے کہ بغاوت کے شعلوں کو سرد کر سکیں۔

مزارشریف میں اہل تشیع اورازبکوں کی بغاوت:

اس بغاوت کی ابتداء یوں ہوئی کہ ملا اختر منصور مزارشریف میں طالبان کے ذمہ داروں میں سے ایک ذمہ دار تھے۔ 27 مئی 1997ء کو طالبان قول اردو میں اپنی معمول کی سرگرمیوں میں مصروف تھے کہ استخبارات سے منسلک ایک جاسوس نے ملا اختر اخوند کو بتایا کہ شیعوں کی بستی سے ایک گھڑ سوار دستہ ائیر پورٹ کی طرف گیا ہے۔ اور مجھے معاملہ کچھ گڑ بڑ لگتا ہے۔ ملا اختر منصور نے اسے تسلی دی کہ معاملات درست ہیں۔ لیکن جاسوس بدستور اصرار کیے جارہا تھا کہ ہو نہ ہو یہ دستہ شیعوں کا تھا۔ ملا منصور دوربین لگا کر قول اردو سے ہی مزارشریف ائیر پورٹ کا جائزہ لینے لگے۔ ملا صاحب نے اس معاملہ کو سنجیدگی سے نہ لیا تھا کہ ائیر پورٹ کی جانب سے کئی مجاہدین ساتھی بھاگتے ہوئے قول اردو پہنچے اور آتے ہی شور ڈالنا شروع کر دیا ''بغاوت، بغاوت''

ان حالات کو دیکھتے ہی ملا اختر منصور نے خود ائیر پورٹ جانے کا فیصلہ کر لیا۔ اور تین گاڑیوں میں مسلح ساتھیوں کو لے کر قول اردو سے تیزی کے ساتھ نکلے ملا صاحب ائیر پورٹ کی طرف رواں دواں تھے لیکن راستہ میں انہیں کسی قسم کی مزاحمت کا سامنا نہ کرنا پڑا تو وہ قدرے تسلی محسوس کرنے لگے لیکن جونہی ائیر پورٹ کے داخلی دراوزہ پر پہنچے تو دشمن کی طرف سے شدید وزبردست فائرنگ کا سامنا ہوا۔ جس سے ملا صاحب کی وقتی تسلی کافور ہوگئی۔ دشمن کی بدعہدی نے ان کی آنکھیں کھول دیں۔ اسی فائرنگ کے دوران ایک گولی ملا صاحب کی آنکھ پر لگی اور ان کی آنکھ شہید ہوگئی۔

صورتحال کی سنگینی کو بھانپتے ہوئے گاڑیوں کو موڑ کر واپس قول اردو لایا گیا۔ ملا صاحب زخمی ہوگئے اور باقی تمام ساتھی بحفاظت قول اردو پہنچ گئے۔ ائیر پورٹ پر موجود دو مجاہدین شہادت پا گئے تھے۔ دشمن کے ایک دستے نے طالبان کی کمک کاٹنے کے لیے ایک منصوبہ کے تحت ائیر پورٹ پر قبضہ کیا تھا اسی دوران شہر میں بھی بغاوت پھوٹ پڑی۔ گلی کوچوں میں مسلح شیعوں اور ازبکوں نے مل کر طالبان کے خلاف سخت جنگ کی۔

طالبان شہر کا نظم ونسق سنبھالنے کیلئے وہاں موجود تھے اور بالکل اطمینان میں تھے کہ اچانک شورش برپا ہوگئی۔ طالبان نے حتی الامکان سنبھلنے کی کوشش کی لیکن دشمن نے انہیں سنبھلنے کا موقع نہ دیا۔ مجاہدین بری طرح گھیر میں آ گئے ہر مجاہد کے سینہ بند میں تین میگزین اور اضافی گولیاں آخر کتنی دیر تک مقابلہ کر سکتی تھیں۔ صورتحال یہ ہوگئی کہ کہیں پانچ طالب مجاہدین دو دشمنوں سے برسرپیکار ہیں تو کہیں تین چار طالب مسلح جتھے کے نرغہ میں پھنسے سر دھڑ کی بازی لگائے ہوئے ہیں۔ طالبان کی اکثریت سڑکوں پر تھی جبکہ دشمن اپنے گھروں اور عمارتوں کی چھتوں سے بے تحاشہ فائرنگ کر رہا تھا۔ طالبان مسلسل جانوں کے نذرانے دے کر شہید ہو رہے تھے۔ لیکن ہزارہ شیعہ طالبان کو زندہ گرفتار کرنے میں زیادہ دلچسپی لے رہے تھے۔ ہزارہ شیعوں کا ایک جتھہ طالبان مجاہدین پر پل پڑا۔ انہوں نے طالبان مجاہدین کو گرفتار اور اذیت ناک شہادت سے دوچار کرنا شروع کر دیا۔

وہ اپنے مشہور کمانڈر عبدالعلی مزاری (جسے طالبان نے میدان شہر سے گرفتار کیا تھا اور ہیلی کاپٹر کے ذریعے قندھار جیل لے جا رہے تھے کہ اس نے طالبان سے اسلحہ چھین کر حملہ کرنے کی کوشش کی لیکن طالبان نے اس کی کوشش کو ناکام بنا دیا اور اسے فضاء میں ہی قتل کر کے اس کی لاش مزارشریف روانہ کر دی تھی۔) کی قبر پر بے شمار طالبان کو ذبح کر کے ناچتے تھے۔

دشت لیلیٰ کی مقتل گاہ:

اسلام اور افغان دشمن قوتوں نے ملکر شبرغان اور مزارشریف کی سازش کی تھی۔ یہ سب ملی بھگت ایک ہی وقت اور طریقہ کار سے برپا ہوئی۔ طالبان پسپائی کیلئے راہیں ڈھونڈ رہے تھے اور دشمن ان کا پیچھا کر رہا تھا۔ دشمن کی یہ کوشش تھی کہ وہ طالبان تحریک کو نابود کر ڈالے۔ زمینی وشہری علاقوں کے ساتھ ساتھ پہاڑوں میں بھی اُس نے طالبان کا تعاقب نہ چھوڑا۔ شیعہ اور ازبک گروہ طالبان کو گھیر گھیر کر گرفتار یا شہید کر رہے تھے۔ سینکڑوں کی تعداد میں دشمن نے چھاؤنی کا محاصرہ کر کے محصور طالبان مجاہدین کو گرفتار یا شہید کرنا شروع کر دیا۔ گرفتار شدگان کو شمالی افغانستان کے مشہور ریگستان ''دشت لیلیٰ'' میں لے جایا گیا۔ وہاں بھوک پیاس سے زخموں سے چور طالبان مجاہدین کو تپتی ریت میں خوار کر کے شہید کیا جا رہا تھا۔ دشتِ لیلی کا یہ اولین سانحہ تھا۔ بعد میں صلیبی فوجوں نے ایک بار پھر مشہور زمانہ ظلم بھی اسی دشتِ لیلی میں ڈھایا تھا۔ جس میں طالبان مجاہدین کو کنٹینروں میں ٹھونس کر بھر کر لایا جاتا اور اس ریگستان میں ظلم کے اس سوانگ کو دوبارہ رچایا تھا۔ جس کا تفصیلی تذکرہ اگلے صفحات پر اپنے مقام پر آئے گا۔

احسان اللہ شہید:

دشت لیلی کے سانحہ اولین میں دیگر کمانڈروں اور ساتھیوں میں ایک ماہر مبلغ طالب کمانڈر محترم مولوی احسان اللہ احسان بھی شہادت پا گئے۔

وہ بہت حلیم الطبع اور بردبار شخصیت کے مالک تھے۔ مولوی آغا محمد کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ کا تعلق ایک جہادی خاندان سے تھا۔ آپ کے دادا نے انگریزوں کے خلاف جنگ میں بھرپور حصہ لیا۔ اوران کی ایک ٹانگ بھی انگریز سامراج کے خلاف لڑتے ہوئے شہید ہوئی۔ آپ کی یہی معذوری اہل علاقہ میں پہچان بن گئی۔

احسان اللہ احسان شہید نے ابتدائی تعلیم گھر میں حاصل کی بعد میں آپ کے والد نے آپ کو دارالہجرت (پاکستان) بھیج دیا۔ یہاں آ کر آپ نے مختلف مقامات پر اپنی علمی پیاس بجھائی بعد ازاں کیمونسٹوں کے خلاف علم جہاد بلند کرنے کے لیے واپس افغانستان چلے آئے۔ اور افغانستان کے مختلف صوبوں میں معرکہ آرائیاں کیں۔ آپ نے جہاد میں پہلی شرکت مشہور مجاہد کمانڈر مستقیم شہیدؒ کی معیت میں کی۔ جنگوں میں مہارت حاصل کرنے کے بعد صوبہ زابل کے ایک علاقہ میں کیمونسٹوں کے خلاف ایک مضبوط محاذ قائم کیا۔

آپ اپنے مجاہدین کی عسکری تربیت کے ساتھ ساتھ دینی تربیت پر بھی زور دیتے تھے۔ تاکہ وہ علمی سوجھ بوجھ سے بہترین جہادی بن سکیں۔

بہترین منتظم، جنگی سپہ سالار، اور سب سے بڑھ کر آپ ایک بہترین مبلغ بھی تھے۔ امارت اسلامیہ نے انہیں ہر اس جگہ پر پہلے بھیجا جہاں شریعت کے نفاذ کیلئے طالبان کو آگے بڑھنا ہوتا تھا۔ آپ کی علمی بصیرت اور اس ضمن میں کاوشوں کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں۔

05-11-1994 کو زابل اور غزنی کے جہادی کمانڈروں کو قائل کرنا، گردیز اور خوست میں اجتماع عام کر کے قرآن وحدیث کی روشنی میں وہاں کے مسلمان باسیوں کو تحریک اسلامی طالبان کے اہداف اور اغراض ومقاصد کو انتہائی پر مغز طریقہ سے سمجھا کر ان کو امارتِ اسلامیہ کی مدد پر آمادہ کرنا۔

26-01-1996 کو جلال الدین حقانی حفظ اللہ تعالیٰ کے علاقہ میں اہل علاقہ کو طالبان تحریک اسلامی کی پشت بانی پر ابھارا اور پھر وہاں کی غیور عوام کی طرف سے مثبت ردِعمل بھی ایک تاریخی واقعہ ہے۔

11-09-1996 کو امارت اسلامیہ کی جانب سے آپ کو صوبہ ننگر ہار کا گورنر بنایا گیا بعد ازاں کابل کے مرکزی بینک افغانستان کے گورنر بھی رہے۔

اوج ثریا کی مثل رفعتوں کی حدیں پھلانگنے والا یہ ستارہ صوبہ بلخ ضلع چارکنت کے علاقہ میں 27-05-1997 کو دشمن کے ہاتھوں جام شہادت نوش کر کے رفعتوں کے لامحدود مقام پر فائز ہو گیا۔

''خدا رحمت کند این عاشقان پاک طینت نیک را''

درہ سالنگ پر مسعودی کمانڈر کی شاطرانہ دغابازی:

جب طالبان مجاہدین نے مزار شریف فتح کیا تھا اُس وقت ''درہ سالنگ'' (جو کابل اور مزار شریف کو ملانے والی شاہراہ پر واقع ہے) پر ایک مسعودی کمانڈر عبدالبصیر سالنگی کا قبضہ تھا۔ مزار شریف فتح ہونے کے بعد وہ قبضہ ختم کر کے تسلیم ہو گیا اور طالبان مجاہدین کیلئے مزار شریف جانے کا راستہ کھل گیا تھا۔ لیکن یہ سب کچھ دھوکہ دہی کیلئے کیا گیا تھا۔

طالبان مجاہدین کا لشکر مزار شریف کے مشرقی صوبہ بغلان میں ملا داد اللہ کی کمان میں پہنچ چکا تھا۔ عبدالبصیر سالنگی نے اس بڑے لشکر کو تسلیم ہو کر درہ سالنگ سے گزارا تھا۔ مجاہدین اس کی یقین دہانی پر درہ سالنگ سے گزر رہے تھے اور یہ بڑا لشکر اپنے متعین کردہ راستے پر رواں دواں تھا کہ عبدالبصیر سالنگی نے اپنی کمینگی ظاہر کر کے بغاوت کر دی طالبان مجاہدین کے لشکر کا پچھلا حصہ لڑتے بھڑتے کچھ آگے کی جانب (بغلان) اور جبکہ لشکر کا بڑا حصہ واپس کابل چاریکار خط کی طرف لوٹ آیا۔

عبدالبصیر سالنگی کی دغابازی سے بے شمار مجاہدین شہید وزخمی اور کچھ مجاہدین اسیر بھی ہوئے۔ تنویر بھائی، عبدالستانومی اور میرے رہبر ومحسن بھائی مظہر سکھیر ادرہ سالنگ پر لڑتے ہوئے شہادت پانے والے مجاہدین میں تھے جبکہ دومیلہ چلانے کے ماہر بھائی بنیامین دیگر ساتھیوں کے ہمراہ گرفتار ہو کر اسیر ہو گئے۔ بنیامین بھائی کو اسارت کا بہت لمبا چکر کاٹنا پڑا۔ پنجشیر کی جیلوں میں بند رہے پھر جب طالبان نے پنجشیر پر دباؤ ڈالا تو دشمن نے اپنے قیدیوں کو مختلف جیلوں میں منتقل کیا۔ بنیامین بھائی کی منزل ایران ٹھہری یوں یہ اسیر بہارک جیل پنجشیر، دشتک جیل، لڑدہ جیل، پنجشیر اور بندکرج جیل تہران میں اپنی اسارت کاٹنے کے بعد رہا ہوئے۔ رہائی کے بعد بھائی بنیامین نے پھر میدان جنگ کا رخ کیا۔ اور پھر سوات میں صلیبیوں کے حامیوں

کے ساتھ لڑتا ہوا اپنی منزل مراد حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔

ملا داد اللہ پلخمری پہنچ چکے تھے۔ یہ شہر اپنی رعنائی، خوبصورتی اور جغرافیائی لحاظ سے بڑی نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ روسی فوج نے اس شہر میں جدید تعمیرات کیں۔ یہاں کی آبادی پشتون، فارسی، بان، ازبک اور ہزارہ پر مشتمل ہے۔ پلخمری کے اس قافلہ میں پاکستانی مجاہدین میں کمانڈر عبدالجبار صاحب اور بھائی سلطان کمانڈر صاحب بھی تھے۔ پلخمری میں طالبان جنگی لحاظ سے محاصرہ میں تھے۔ چاروں اطراف سے ہر وقت حملہ کا خطرہ رہتا تھا۔ اور پھر یہ خطرہ سر پر آن پہنچا۔ دشمن ایک رات حملہ کر کے دوشی کی سمت سے خط توڑنے میں کامیاب ہو گیا۔ اب دشمن پلخمری کی طرف بڑھ رہا تھا۔ ملا داد اللہ نے فیصلہ کیا کہ دشمن کا مقابلہ غیر منظم ہو کر کرنے کی بجائے پیچھے ہٹ کر بغلان میں مورچہ بند ہو کر کیا جائے۔ ملا داد اللہ نے فوری پسپائی کا حکم دیا اور دوسرا اہم کام یہ کیا کہ زخمیوں، اپاہجوں، کمزور ساتھیوں اور شہداء کو بذریعہ ہیلی کاپٹر واپس کابل بھجوا دیا گیا۔ ان کے ساتھ ہی کمانڈر مولانا عبدالجبار وغیرہ کو بھی بھیج دیا۔

قافلہ بغلان کی طرف روانہ تھا۔ کہ راستہ میں حزب اسلامی گلبدین حکمت یار کے کمانڈر بشیر بغلانی نے اس کا راستہ روک لیا۔ اس نے حکمتیار سے مشورہ کیا تو اس نے طالبان سے اسلحہ لے کر ان کو مسعود کے حوالے کر دینے کو کہا۔ بشیر بغلانی نے جب طالبان کو اسلحہ حوالے کرنے کا کہا تو طالبان ڈٹ گئے۔ اور کہنے لگے کہ ہمارے بہت سے ساتھی شبرغان اور مزار شریف میں پہلے ہی دھوکہ کے ساتھ شہید کر دیئے گئے ہیں لہٰذا ہم دھوکہ میں نہ آئیں گے اور لڑنے مرنے کو ترجیح دیں گے۔ پھر بھی بشیر بغلانی کے اکا دکا فوجیوں نے طالبان سے اسلحہ چھیننے کی کوشش کی اور یہ بات طالبان لشکر میں پھیل گئی۔ طالبان لشکر غصہ سے بھر گیا۔ اس موقع پر جنگی ماہر سپہ سالار کی صورت میں ملا امیر خان متقی آ گئے جنہوں نے گرج دار آواز میں طالبان لشکر سے کہا۔

''اگر تم سے کوئی ایک گولی بھی چھیننے کی کوشش کرے تو اس سے بے دریغ لڑ پڑو چاہے تمہاری جان ہی چلی جائے۔ امیر خان متقی کے جراتمندانہ فرمان پر طالبان مستعد ہو کر لڑنے مرنے پر اتر آئے اور پھر سامنے موجود دشمن فوجیوں کے حوصلے پست ہو گئے۔

اگلی رات بشیر بغلانی کی جانب سے مفاہمت کا پیغام آ گیا۔ طالبان نے اسے قبول کر لیا۔ مفاہمت کے بعد طالبان لشکر کو بغلان چھاؤنی میں ٹھہرا دیا گیا۔ انہی دنوں طالبان لشکر کو اطلاع ملی کہ بشیر بغلانی تمام مجاہدین کا فی کس ساٹھ ڈالر کے عوض ایران کے ساتھ سودا کر چکا ہے۔ اس اطلاع سے لشکر میں بددلی پھیل گئی تھی۔ اور تمام مجاہدین فکر مند ہو گئے۔ کہ ہمارے ساتھ ہر جگہ پر دھوکہ ہی ہوتا چلا آ رہا ہے۔ جنگی لحاظ سے بھی دیکھا جائے تو طالبان مجاہدین کا لشکر بشیر بغلانی کے رحم و کرم پر ہی بغلان چھاؤنی میں پڑا تھا۔ یہ خبر چلتی پھرتی بغلان کے گلی کوچوں میں پھیل گئی اور اللہ تعالیٰ کی رحمت آن پہنچی۔

بغلان کے غیور پشتون عوام میں اس خبر سے غم و غصہ کی لہر پھیل گئی بغلان کے عوامی نمائندے اور دیگر جنگی کمانڈروں نے بشیر بغلانی کو آڑے ہاتھوں لیا اور اس کے منہ پر ہی اسے برا بھلا کہتے ہوئے افغان روایات کا قاتل کہنے لگے۔ عوام نے جابر حکمران کے سامنے بڑی دلیری کے ساتھ کلمہ حق بلند کیا جو کہ بہت مشکل کام تھا۔ عوام نے بشیر بغلانی کو تنبیہہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ طالبان ہمارے مہمان ہیں اگر تمہاری وجہ سے ان کا کوئی نقصان ہوا تو پھر تیرا انجام اچھا نہ ہوگا۔ عوام نے ملا امیر خان متقی کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر اپنی وفاداری کا یقین دلایا۔ بشیر بغلانی اپنی بازی ہار چکا تھا۔ اور طالبان کا پلا بھاری ہو گیا تھا۔ بشیر بغلانی نے پینترہ بدلا اور اپنے اوپر بدعہدی کے لگائے گئے الزامات کی نفی کرتے ہوئے ملا امیر خان متقی کے ہاتھ زبردستی پکڑ کر بیعت کر ڈالی لیکن یہ جھوٹا مکار، دغاباز، منافق اور فاسق و فاجر تھا۔ کیونکہ اس پر لگنے والا الزام بالکل سچ تھا۔ جس کی بدعہدی کی خبر کابل میں واقعہ شعبہ استخبارات نے دی تھی۔ اور اس محکمہ نے بشیر بغلانی کی ایران سے ہونے والی ڈیل (سودابازی) کی مکمل آڈیو ریکارڈنگ بذریعہ مخابرہ کر لی تھی۔

''ارباب ہاشم''

بغلان میں ایک دن طالبان کے محسن ارباب ہاشم تشریف لائے ان کی تحریک پر مہربانیاں کسی سے ڈھکی چھپی نہ تھیں۔ اس شخص کی زندگی وفا سے عبارت ہے۔ ارباب ہاشم کی بغلان آمد کی وجہ احمد شاہ مسعود تھا کیونکہ احمد شاہ مسعود نے ارباب ہاشم پر طالبان کو پناہ دینے کے الزام میں قندوز پر حملہ کر دیا تھا۔ اور چہار درہ اور قندوز احمد شاہ مسعود کے قبضے میں آ گئے۔ ارباب ہاشم نے مزار شریف سے پسپا ہو کر آنے والے طالبان کو بحفاظت پلخمری پہنچا دیا تھا۔ ارباب ہاشم اب بغلان میں احمد شاہ مسعود کے خلاف مشترکہ محاذ بنا کر اپنے علاقے واپس لینا چاہتا تھا۔

طالبان نے حامی بھر لی۔ کیونکہ دیگر اچھے عوامل کے ساتھ ساتھ جغرافیائی لحاظ سے بھی قندوز طالبان کیلئے انتہائی سازگار پوائنٹ تھا۔ اس میں واقع بڑا فوجی ائیر پورٹ تو جنگ میں ریڑھ کی ہڈی ثابت ہو سکتا تھا۔ اور طالبان کو بہترین جنگی لاجسٹک سپورٹ کے طور پر بہت سود مند بھی۔ بغلان سے

قندوز کی جانب کوچ کرنے کا مرحلہ آیا تو کوچ کرنے سے پہلے ملا امیر خان متقی نے طالبان مجاہدین سے سحر انگیز خطاب فرمایا۔ اپنے اس خطاب میں ملا امیر خان متقی نے مجاہد کا مقام، جہاد کی اہمیت وفضائل اور شریعت اسلامی کے نفاذ کی کوششوں کو قرآن وحدیث کی روشنی میں اجاگر کیا اور اس میں آنے والی تکالیف پر صبر وتحمل اور بردباری کا مظاہرہ کرنے والوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاں اجر ومقام، شہادت کے درجے پر فائز ہونے والوں کا اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے اکرام وانعام اور میدان جہاد کو چھوڑ کر بھاگنے والوں کے متعلق خدائے بزرگ وبرتر کی وعیدین اپنے اس ایمان پرور بیان میں فصاحت وبلاغت کے ساتھ بیان فرمائیں۔ طالبان مجاہدین پر اس ایمان افروز بیان کو سنتے ہوئے گریہ طاری ہوگیا اور وہ اپنے رب کے حضور ہچکیاں لے لے کر رونے لگے۔ اس بیان کے بعد ''فقیر محمد درویش'' نے جنگی ترانے پڑھ کر مجاہدین کے جوش وولولہ کو گرمایا اور پھر آخر میں ملا داد اللہ نے روتے ہوئے آہوں اور سسکیوں بھری دعا سے اختتام کیا۔

دشمن کے علی الرغم مجاہدین کا دھاوا:

(60) ساٹھ گاڑیوں پر مشتمل قافلہ نے قندوز پر حملہ کرنا تھا۔ اس لیے ایک منصوبہ تشکیل دیا گیا۔ اکٹھی ساٹھ (60) گاڑیاں بغلان سے روانہ ہوئیں۔ اور پھر طے شدہ منصوبے کے تحت پلک جھپکتے مختلف سمتوں میں غائب ہوگئیں۔ اگلے دن پو پھٹتے ہی دومیلہ اور بی ایم میزائلوں سے طالبان نے طبلِ جنگ بجادیا۔ اور قندوز سے پہلے علی آباد خطہ پر حملہ کردیا۔ دشمن اس اچانک حملہ سے بوکھلا گیا۔

یہ سب کچھ دشمن کے علی الرغم (نہ چاہتے ہوئے، توقع کے خلاف ہو پھر بھی ہوکر رہے گا) تھا۔ کیونکہ دشمن تو اپنے اس زعم میں مبتلا تھا کہ بیچارے محصور بے گھر طالبان ہم پر کیا حملہ کریں گے۔ ہم نے ابھی ابھی ان کے خلاف بغاوتوں کا بازار گرم کیا ہے اور اس میں ہم کامیاب بھی ہوئے ہیں۔ طالبان کو تو خود سر چھپانے کو جگہ نہیں مل رہی وہ ہمارے اوپر کیا حملہ کریں گے۔

جبکہ طالبان مجاہدین موت وحیات سے بے نیاز سچے جذبے اور ثابت قدمی سے ڈٹتے ہوئے تھے اور کسی بھی قسم کی مادی وظاہری برتری کے بغیر قناعت پسندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے دینِ حق کی سربلندی کیلئے کوشاں ومتحرک تھے۔ اللہ وحدہ لاشریک پر بھروسہ کرتے ہوئے طالبان مجاہدین نے حملہ کردیا۔ جبکہ دشمن اس زعم میں تھا کہ جو لوگ دفاع نہ کرسکے وہ ہمارے اوپر حملہ کیا کریں گے۔ اس کے علاوہ دجالی میڈیا اور عالمِ کفر میں طالبان تحریک اسلامی کے دم توڑنے کے بارے میں تبصرے بھی چل رہے تھے۔

لیکن سخت جان، فاقہ مست درویش صفت طالبان مجاہدین نے ثابت کردیا کہ جذبے کبھی مرتے نہیں اور عزم پختہ ہو تو منزل مل ہی جاتی ہے۔

قندوز ہمارا ہے:

16 جون 1997ء کو طالبان نے حملہ شروع کردیا اور طالبان مجاہدین علی آباد خط توڑنے میں کامیاب ہوگئے اور ان کے اس اچانک حملہ نے دشمن کے پاؤں تلے سے زمین کھینچ لی۔ دشمن پسپا ہوکر تخار اور بدخشاں کی طرف فرار ہوگیا۔ اور قندوز پر طالبان قابض ہوگئے۔ بھاگتے ہوئے بدحواسی میں دشمن اس قدر خوفزدہ تھا کہ دسترخوان پر چُنا ہوا کھانا بھی دھرے کا دھرا رہ گیا۔ جو بعد میں طالبان مجاہدین نے غنیمت جان کر نوشِ جان کیا۔ مالِ غنیمت میں چھوٹا بڑا اسلحہ، گاڑیاں، ٹینک اور گولہ بارود کے علاوہ خوراک کے ذخائر بھی اللہ کے فضل سے مجاہدین کے ہاتھ آئے۔ **الحمدللّٰہ**

طالبان مجاہدین نے قندوز شہر کو فتح تو کرلیا تھا لیکن دشمن نے قندوز پر اطراف سے محاصرہ کیا ہوا تھا اور طالبان کا مفتوحہ شہر ہونے کے باوجود طالبان مجاہدین قندوز میں محصور ہوکر رہ گئے تھے۔ اور یہ محاصرہ تقریباً ایک سال تک جاری رہا تھا۔

قندوز کی فتح کے ایک ماہ بعد قندوز میں محصور طالبان مجاہدین نے قندوز کے مغرب کی طرف پیش قدمی کی اور 9 جولائی 1997ء کو ''درہ یرکنگ'' پر قبضہ کرلیا۔ اس قبضہ کے دوران ہونے والی جھڑپ میں راقم کا دوست محمود الحسن جو راقم کے ساتھ افغانستان کے پہلی مرتبہ کے سفر کے دوران ساتھی بنا تھا عبدالرشید دوستم کے جیٹ طیاروں کی بمباری کے دوران شدید زخمی ہوگیا اور دیگر دس مجاہد ساتھی بھی اس بمباری کی وجہ سے درہ یرکنگ میں شہادت پاگئے تھے۔ درہ یرکنگ سے طالبان مجاہدین نے اپنی پوزیشن مضبوط کرلینے کے تقریباً 12 دن بعد یعنی 22 جولائی 1997ء کو قندوز کے مشرق میں واقع صوبہ تخار کے دارالحکومت تالقان شہر کی طرف پیش قدمی کی۔ طالبان مجاہدین تالقان شہر پر قبضہ تو حاصل نہ کرسکے البتہ اس جنگ میں احمد شاہ مسعود کا ایک جنگی ہیلی کاپٹر مار گرانے میں کامیاب ہوگئے تھے۔

پروان اور کاپیسا سے طالبان کی پسپائی:

جن دنوں علی آباد خط توڑ کر طالبان مجاہدین نے قندوز کی فتح کے ساتھ ساتھ مال غنیمت بھی حاصل کیا تھا۔ انہی ایام میں ایک دن راقم اپنے اوطاق (واقع سابقہ کیوبن سفارتخانے) میں بیٹھا اپنی پسندیدہ گن Ak47 کی صفائی میں مشغول تھا۔ کہ مخابرے پر ایک اطلاع گردش کرنے لگی اور مخابرہ پر مسلسل چلنے والی اس اطلاع میں بتایا جا رہا تھا کہ دشمن نے درہ پنجشیر اور درہ سالنگ سے نکل کر چاریکار کی طرف پیش قدمی کر دی ہے اور مجاہدین پر حملہ آور ہو گیا ہے۔ اس حملہ میں بہت سی شہادتیں ہوئیں اور بہت سے مجاہدین زخمی ہوئے ہیں یہ خبر جنگل میں آگ کی طرح ہر طرف پھیل گئی حالانکہ طالبان نے اس زخم خوردہ سانپ (احمد شاہ مسعود) کو درہ پنجشیر کی پٹاری میں بند کر دیا تھا۔ لیکن اس کی روح قفس عنصری سے آزاد نہ کیا تھا۔ وہ زخمی سانپ کنڈلی مارے انتقام کی آگ سینے میں دبائے موقع کی تاک میں بیٹھا تھا کہ اسی حالت میں اُسے دودھ پلا کر پالنے والی قوتوں نے ڈالروں کا مرہم لگا کر اس کی مرہم پٹی کی تو اس زخمی منتقم سانپ نے اپنا پھن نکالا اور اپنے آقاؤں کی نمک حلالی کرتے ہوئے طالبان مجاہدین پر اپنا انتقام سے بھرپور زہر آلودہ حملہ کر دیا۔ دشمن کا تمام میدانی علاقوں پر قبضہ ہو چکا تھا۔ طالبان نے پسپائی اختیار کر کے بگرام اور قلعہ مراد بیگ پر خط قائم کر کے دشمن کی پیش قدمی روک دی۔ خط کو مضبوطی سے قائم کر کے طالبان مجاہدین نے ایک بڑے اور فیصلہ کن حملے کی تیاریاں شروع کر دیں۔

طالبان کا پلٹ کر جھپٹنا:

فیصلہ کن حملہ کے جنگی منصوبہ کے تحت اس بڑے حملہ کے ایک دستے میں راقم کو بھی شرکت کرنے کی سعادت نصیب ہو گئی اور راقم کے دل میں بھی بہار آ گئی۔

یہ 1997ء کا موسم گرما تھا جس میں ایک جنگی منصوبہ تشکیل دیا گیا۔ منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے کے لیے طے پایا کہ دشمن کے مورچوں پر توپ خانہ سے گولہ باری کی جائے پھر اس مؤثر و کارآمد گولہ باری کی چھاؤں میں طالبان مجاہدین کے پیدل دستے دشمن کے ساتھ مدبھیڑ کرتے ہوئے آگے بڑھتے جائیں۔ منصوبہ پر عملدرآمد کیا گیا اور ہدایات کے مطابق نماز فجر کے فوری بعد بمباری کی آڑ میں پیدل دستے آگے بڑھتے چلے گئے۔

راقم کی تشکیل بگرام کی طرف سے آنے والے لشکر میں تھی۔ صبح فجر سے لے کر دن 10 بجے تک گھمسان کی لڑائی نے دشمن کے پاؤں اکھاڑ دیئے۔ آرٹلری کے ماہر نشانچیوں نے مخابرہ پر دیئے گئے محل وقوع کے عین مطابق اپنے اہداف پر نشانہ بازی کی۔ زمینی پیدل دستہ نے RPG7، پیکا اور کلاشنکوفوں سے خوب کام لیا اور دشمن کو بھگانے میں کامیاب ہوا۔ دشمن خوف کے مارے بھاگ کھڑا ہوا۔ بھگدڑ اور بدحواسی میں وہ اپنے ساتھیوں کی لاشیں بھی نہ اُٹھا پایا اور ان مرداروں کو وہیں چھوڑ گیا۔

بگرام ائیر پورٹ پر طالبان کی کامیاب حکمت عملی کے باعث دشمن کے فوجی محصور ہو گئے۔ طالبان نے گھیرا بدستور جاری رکھا۔ آخر کار دشمن کے فوجی سرنڈر (ہتھیار ڈالنے پر آمادہ) ہو گئے۔ انہیں باقاعدہ طور پر گرفتار کر کے قیدیوں کے ذمہ داران کے حوالے کر دیا۔ یہاں ائیر پورٹ پر کامیاب کاروائی کے بعد ہم پھر معرکہ حق و باطل میں مصروف ہو گئے۔ اور ہماری پیش قدمی کابل چاریکار والے دوراہے کی جانب تھی۔

علاقہ بالکل صاف دکھائی دے رہا تھا۔ سامنے دور تک کوئی دشمن دکھائی نہ دے رہا تھا لیکن پھر بھی ہم نے احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیا اور نپے تلے قدموں سے آگے بڑھنے لگے۔ ہمیں اندیشہ تھا کہ بظاہر صاف نظر آنے والا علاقہ کہیں دشمن کی کوئی جنگی چال ہی نہ ہو۔ کیونکہ دشمن نے یکدم پسپائی اختیار کی تھی۔ ایسا نہ ہو کہ کہیں راستے میں کمین لگا کر بیٹھا ہوا۔ لہٰذا ہم محتاط انداز میں آگے بڑھتے ہوئے۔ ائیر پورٹ سے کابل چاریکار دوراہے پر بغیر کسی مزاحمت کے بحفاظت پہنچ گئے۔

دوراہے کا ہوش مند جانباز ہیرو:

کابل چاریکار دوراہے پر ہُو کا عالم تھا۔ سامنے ایک سنسان سڑک تھی۔ قلعہ مراد بیگ کی طرف سے آنے والے لشکر کے ہم اس دوراہے پر منتظر تھے۔ وہ لشکر اپنی پیش قدمی میں سست روی کا شکار تھا کیونکہ ان کے راستہ میں کافی باغات تھے۔ جو دشمن کو تحفظ فراہم کرنے کا باعث بن سکتے تھے۔ لہٰذا وہ بڑی حکمت عملی اور احتیاط کے ساتھ آگے بڑھ رہے تھے۔

ائیر پورٹ سے دوراہے تک کسی بھی قسم کی مزاحمت نہ ہونے کی وجہ سے ہم قدرے آرام دہ (ایزی) حالت میں سڑک کے دائیں بائیں جہاں دل چاہا چادر بچھا کر بیٹھ گئے۔ اسی دوران قلعہ مراد بیگ کی جانب سے ایک فوجی جیپ تیز رفتاری سے ہماری طرف آتی ہوئی نظر آئی۔ پہلی نظر میں ہم

نے اندازہ کیا کہ یہ ہمارے ساتھیوں کی جیپ ہے۔لیکن اس وقت ہمارا اندازہ غلط ثابت ہوا جب لدی پھندی اس تیز رفتار جیپ سے ہماری جانب زرکٹی (LMG) اور کلاشنکوف کے برسٹ فائر ہونے لگے۔

یہ تو دشمن کے بچھڑے ہوئے قسمت کے مارے فوجی تھے جو اپنی زندگی کا آخری داؤ لگانے اور اپنی بقاء کیلئے آخری موقعہ سمجھ کر آر یا پار کے مصداق اپنی جرات کا مظاہر کرنے آئے تھے۔

تمام ساتھی اس اچانک آمدہ فائرنگ کی زد سے نکلنے کیلئے آڑ کی تلاش میں بکھر گئے۔ہمیں بھی بچنے کا یہی موقع تھا کیونکہ ہم اس اچانک حملہ کیلئے بالکل تیار نہ تھے۔اور وہ اپنا ارادہ ''آر یا پار'' پورا کرتے ہوئے راستہ صاف کرنے کی کوشش میں تھے۔تاکہ جاریکار کی طرف فرار ہوسکیں۔عین ممکن تھا کہ ہماری بدحواسی کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوجاتے لیکن ایک انتہائی ہوشمند طالب مجاہد بجلی کی طرح کوندا اور اپنے دشمن کی اس جیپ کی طرف لپکا۔اس جانباز شجاع مجاہد کے ساتھ والے مجاہد ساتھی نے اس کی قمیض کا دامن کھینچ کر اُسے پشتو زبان میں جھڑکا کہ ''بیٹھ جاؤ'' لیکن یہ جانباز ہوشمند مجاہد اپنا دامن جھٹک کر بڑی شجاعت کے ساتھ دشمن کے جرات کے آگے سدِ سکندری بن کر کھڑا ہوگیا۔راقم یہ سب کچھ ایک بڑی دیوار کی اوٹ میں کھڑا دیکھ رہا تھا۔وہ جری نوجوان برقی رفتار کے ساتھ دوڑ کر سڑک کے درمیان آکر کندھے پر راکٹ لانچر سجائے آن کھڑا ہوا اور اندھا دھند فائرنگ کی پرواکئے بغیر اس راکٹ کو دشمن کی جیپ کی طرف داغ دیا۔نصرت الٰہی سے شجاعت جیت گئی اور جرات ہار گئی جان ہتھیلی پر رکھنے والا غازی بنا اور زندگی کو دوست رکھنے والے جہنم کا ایندھن کمانے لگے۔راکٹ جیپ کے بونٹ پر ٹکرا کر پھٹ گیا۔اور وہ فوجی جیپ لڑکھڑاتی ہوئی قریبی نالے میں جا کر پتھروں سے ٹکرا کر رک گئی۔مسعودی فوجی گرتے پڑتے جیپ سے اتر کر پوزیشن لیتے ہوئے ہماری جانب فائر کرنے لگے۔لیکن اب بازی پلٹ چکی تھی اب وہ ہمارے گھیرے میں تھے ہم نے تین اطراف سے فائرنگ کردی اور وہ سب جہنم واصل ہوگئے۔آگے بڑھ کر مال غنیمت اکٹھا کیا اور پھر تمام ساتھی اس جانباز مجاہد کو ستائش بھری نگاہوں سے دیکھنے لگے کہ جس کی شجاعت اور دانشمندی نے دشمن کو عدم آباد پہنچانے میں ہماری مدد کی تھی۔

بارود مہلت نہیں دیتا:

فوجی جیپ والے معاملے سے نپٹ کر ہم نے قریبی صاف پانی کے بہنے والے نالے سے پانی پیا۔اس اچانک اور تازہ حملے نے ایک بار تو ہمیں ہلا کر رکھ دیا تھا اب ہم سب دور دور تک نظر دوڑائے چوکنا کھڑے تھے۔ہمیں تقریباً نصف فرلانگ کے فاصلہ پر کچھ لوگ کالی پگڑیاں اور طالبان کی طرح لمبے کرتے پہنے ہوئے دکھائی دیے۔ہم سب سامنے ہوکر ان کو اشارے کرنے لگے اور ہاتھ ہلا ہلا کر ہیلو ہائے کر رہے تھے کہ اسی اثناء ہمارے اشاروں کے جواب میں زرکٹی کے فائر ہماری طرف آنے لگے۔یکدم ہم نے دائیں بائیں اوٹ تلاش کرنا شروع کردی۔

احمد شاہ مسعود شمالی اتحاد کے یہ لوگ گرگٹ کی طرف رنگ بدلنے کے ماہر مشہور ہیں۔اگر طالبان بطور حاکم ان پر حکومت کرنے لگیں تو یہ لوگ کالی پگڑیاں پہننا شروع کردیتے ہیں اور ان کے جاتے ہی ''پکول'' (جو کہ شمال میں مسعودیوں کی شناخت بن گئی ہے) سر پر رکھ لیتے ہیں۔

ہمارے دستے میں ایک بکتر بند گاڑی بھی تھی جس پر اینٹی ائیر کرافٹ گن (14.5 mm) بھی نصب تھی۔افغانستان میں اسے دو میلہ کہتے ہیں۔(میلہ افغان مجاہدین کی اصطلاح میں ایک بیرل کو کہتے ہیں جتنی زیادہ بیرل ہوں گی اس تعداد کی مناسبت سے دو میلہ، سہ میلہ، چہار میلہ وغیرہ کہتے جائیں گے) ہمارے پاس دو میلہ گن تھی جو گاڑی پر نصب تھی۔اس بکتر بند گاڑی کے ڈرائیور منڈی یزمان کے رہائشی عزیزم شاکر بھائی تھے وہ افغان سر زمین پر جہاد کا وسیع تجربہ رکھتے تھے۔

شاکر بھائی نے اپنی بکتر بند گاڑی زرکٹی سے فائرنگ کرنے والوں میں گھسیڑنے کیلئے ان کی جانب بھگادی۔بھائی شاکر کا گمان تھا کہ چھوٹی رائفل کی گولیاں بکتر بند گاڑی سے صرف چھیڑ چھاڑ ہی کریں گی اور میرے اس اچانک حملہ سے دشمن کو سنبھلنے کا موقع نہیں ملے گا۔ہم دور کھڑے اُن کی اس جرأت مندی کو دیکھ رہے تھے۔شاکر بھائی نے گاڑی کو تیزی سے بھگایا۔گاڑی دھول اُڑاتی ہوئی آگے بڑھی کہ اچانک انہوں نے دور درختوں کی آڑ میں چھپے دشمن کے ٹینک کو دیکھ لیا جو ان کی بکتر بند گاڑی کی طرف اپنا نشانہ باندھ رہا تھا۔یہ دیکھتے ہی شاکر بھائی نے فوراً بریک لگا کر گاڑی موڑنے کی کوشش کی تو تیز رفتار بکتر بند گاڑی اچانک بریک لگنے کی وجہ سے پوری طرح گھوم گئی اور بریک کے جھٹکے سے پرانی گاڑی کا پچھلا دروازہ ایک جھٹکے سے کھل گیا اور پچھلا حصہ دشمن کیلئے کھلا شکار تھا جو کہ دشمن کے بالکل سامنے آچکا تھا اور اس سے پہلے کہ شاکر بھائی گاڑی کو بھگا کر واپس لاتے دشمن کے ایک ہرکارے نے جو قریبی نالہ میں چھپا بیٹھا تھا اپنے RPG 7 سے ایک راکٹ فائر کردیا۔فائر کیا جانے والا راکٹ پچھلے کھلے دروازے سے گاڑی کے اندر گھس گیا۔اور

گاڑی کے پچھلے حصے میں پڑے ہوئے گولہ بارود نے راکٹ لگنے کی وجہ سے گاڑی میں آگ پکڑ لی اور دیکھتے ہی دیکھتے گاڑی تباہی کا شکار ہوگئی۔ سچ ہے کہ ''بارود مہلت نہیں دیتا'' یہ اسکی ضدی عادت ہے۔ وہ اپنے پرائے کی پہچان نہیں رکھتا۔ شاکر بھائی گاڑی میں ہی شہید ہوگئے اور فوری طور پر گاڑی سے ان کی میت بھی نہ نکالی جاسکی۔ (اگلے روز صبح کے وقت ان کا جسد خاکی ہم نے باہر نکالا۔)

پھر کیا تھا جنگ چھڑ گئی دشمن کا دومیلہ بھی سامنے آ گیا۔ جبکہ ہمارا اکلوتا دومیلہ شاکر بھائی سمیت کام آ چکا تھا۔ اب ہم RPG7، پیکا اور کاشنکوفوں سے لڑ رہے تھے۔ یہ آمنے سامنے کی جنگ تھی۔ ہم لوگ انگوروں کے باغات کی چار دیواری کی آڑ لے کر فائر کر رہے تھے۔ ہمارا اور دشمن کا درمیانی فاصلہ صرف کلاشن کوف کی قاتلانہ مار (250/300) میٹر جتنا تھا۔ فریقین کیلئے جنگ کا ماحول یکساں سازگار تھا۔ انگوروں کی بیلوں سے لدے باغات میں ہمارا لشکر دشمن سے برسرِ پیکار تھا۔ بڑے زور کی بھوک لگی ہوئی تھی لیکن کیا مجال کہ امارتِ اسلامیہ کا تربیت یافتہ اور ان کے رنگ میں رنگا ہوا مجاہد کسی ایک دانہ کو ہاتھ بھی لگائے۔ اور ان اوصاف کے حاصل صرف امارتِ اسلامیہ کے جانباز مجاہد ہی گردانے جاتے تھے ورنہ جنگی وار لارڈز مال تو کیا عزت وعصمت کو بھی تارتار کر جاتے ہیں۔ عوام طالبان مجاہدین کو عفت وعصمت کا پاسبان گردانتے تھے اس لیے مجاہدین کو عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

شام تک جنگ جاری رہی۔ ابھی جنگ اختتام مراحل پر تھی۔ ہم نے اکادکا فائر کر کے ایمونیشن بچا رکھا تھا۔ اور اس طرح حسبِ ضرورت اکادکا فائر کر کے دشمن کو اپنی موجودگی کا احساس دلا رکھا تھا۔ جو ساتھی عام حالت میں زیادہ سے زیادہ فائر کرتے رہتے تھے۔ آج وہ کنجوسی کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ ہم ایک دوسرے کو اشارہ کر کے فائر کرنے کا کہتے کہ فائر کرو لیکن اپنا پنجابی مہاجر ساتھی جواب میں کہتا ''بس مرن جیون ای رکھیا اے'' یعنی آخری مقابلہ کیلئے چند گولیاں بچا رکھی ہیں۔

افغانستان میں عام طور پر جنگ کا طریقہ کار کچھ اس طرح ہے کہ اگر پورا دن جنگ جاری رہی ہے تو اندھیر پھیلتے ہی اس میں کمی آنے کے ساتھ ساتھ بالکل ختم ہو جاتی ہے۔ یعنی اگلی صبح تک ملتوی کر دی جاتی ہے۔

اَللّٰھُمَّ انْصُرْنَا:

دشمن کے پاس وافر مقدار میں ایمونیشن تھا جبکہ ہم لوگ بری طرح پھنس چکے تھے۔ اس سے بھی بڑا کام شمالی اتحاد کی بکتر بند گاڑی نے کیا۔ جس پر شمالی اتحاد والوں نے آلٹریشن (تھوڑا ردوبدل) کر کے ہیلی کاپٹر کے نیچے لگنے والے مزائل لانچر کو فٹ کرا رکھا تھا۔ بیک وقت 57mm والے 48 عدد بیک وقت فائر ہونے والے میزائل ہمیں سراوپر نہیں اُٹھانے دے رہے تھے۔ ظالموں نے اس کا بے دریغ استعمال کیا۔ سب ساتھی گڑگڑا کر ربِّ کعبہ سے دعائیں مانگ رہے تھے اللہ پاک ہمیں کمک پہنچا۔ ہماری مدد فرما، کئی ساتھی جذباتی ہو رہے تھے اکادکا فائر کرتے ہوئے اَللّٰھُمَ انْصُرنَا (اے اللہ ہماری مدد فرما) میں اللہ کو پکار رہے تھے۔ اور پھر دعا قبول ہوئی۔ دور سے طالبان لشکر کی گاڑیاں آتی دکھائی دیں۔ آنے والوں نے ہماری جگہ لے لی اور پھر ہم گاڑیوں میں بیٹھ کر بگرام واپس لوٹ آئے۔

بگرام سے پہلے ہمیں ایک دومنزلہ مکان رہائش کیلئے فراہم کیا گیا۔ صبح سے شام تک دوران جنگ کچھ بھی نہ کھایا تھا۔ شام کو اسی رہائش پر پہنچتے ہی تھوڑی دیر بعد ہمیں طالبان کے مرکزی مطبخ کی جانب سے پیک شدہ عمدہ کھانا پہنچ گیا۔ طالبان بہترین مجاہد ہونے کے ساتھ ساتھ ماہر منتظم بھی ہیں۔ جنگ سے لے کر لاجسٹک سپورٹ تک کے تمام معاملات کو بہترین نظام میں پرَو لیتے ہیں۔ کسی بھی کام میں کہیں جھول یا کمی نظر نہیں آتی۔ اپنی اپنی ذمہ داری اور کام ہر فرد بڑے قرینے سے سنبھالے ہوئے ہوتا ہے۔ خاکی بند لفافے میں ایک عدد گوشت کی بڑی بوٹی (روسٹ) ایک ٹکڑا بھنی ہوئی چربی (بروسٹ) ایک کچا پیاز اور ایک عدد بڑی افغانی روٹی (جس کو لوہے کے بٹ والی کلاشنکوف کو فولڈ کر کے ماپا جائے تو برابر نکلے) ہر مجاہد ساتھی کو دی جاتی۔ ہم نے کھانا کھایا اور بچا کر بھی رکھ لیا۔ کھانا کھانے کے بعد پھلوں کا دور چلا۔ 4 افراد کیلئے ایک تربوز یا گرما یا سردا (خٹکئی) ملتا تھا۔ نماز عشاء کے بعد تھکاوٹ کی وجہ سے جلد ہی سو گئے۔ مجھے ایک ساتھی نے پہرہ کی باری پر اُٹھایا تو اس وقت رات کے 2 بج چکے تھے میں چادر جھاڑتے ہوئے اُٹھا اور متعین جگہ پر کھڑے ہو کر 3 بجے تک پہرہ دیا۔ اور اگلے پہریدار کو بیدار کرنے کے بعد دوبارہ لیٹ گیا۔ پھر سوتے جاگتے جنگ کے مناظر ذہن میں دوڑنے لگے کہ نماز فجر کیلئے موذن نے سحر انگیز آواز میں اذان دینا شروع کر دی۔ نماز فجر کے بعد گذشتہ رات کا بچا ہوا کھانا کھایا۔ اور پھر گاڑیوں میں سوار ہو کر خط کی جانب روانہ ہوگئے۔

دشمن کی جنگی چال:

جیسے ہی ہم دوراہے پر پہنچے وہاں ہُو کا عالم تھا۔کل شام تک تو ہم باقاعدہ محاذ چھوڑ کر گئے تھے۔لیکن یہاں پر تو نہ مسعودی تھے اور نہ ہی طالبان مجاہدین کا لاؤلشکر تھا۔تھوڑی دیر بعد معلومات حاصل کر کے کمانڈر صاحب نے ہمیں بتایا کہ دشمن نے کل تمام دن اپنا ایک فوجی دستہ ہمیں الجھائے رکھنے کے لیے یہاں بھیج رکھا تھا۔وہ یہاں پر خط نہیں بنانا چاہتا تھا بلکہ اس نے ایک جنگی چال کے تحت ہمیں یہاں روکے رکھا تاکہ وہ چاریکار میں موجود اپنا فوجی ساز وسامان اور افرادی قوت کو بچا کر اپنے علاقے میں بحفاظت پہنچ جائے۔اور وہ اپنی اس جنگی چال میں بلاشبہ کامیاب رہا۔

فوجی تنصیبات کی تلاشی اور مرکز:

علاقہ صاف ہوجانے کی وجہ سے ہم سیدھا شہر میں داخل ہوگئے۔طالبان کے استخبارات کے اہلکاروں نے مسعودی افواج کی تنصیبات کے محل وقوع سے پہلے ہی آگاہی حاصل کر رکھی تھی۔شہر بالکل سنسان تھا۔ہمارا یہ لشکر 10 گاڑیوں پر مشتمل تھا۔6 گاڑیاں طالبان انصار اور 4 گاڑیاں مہاجرین پاکستانی مجاہدین کی تھیں۔یہاں پر ہمارے کمانڈر بھائی عمر فاروق صاحب تھے شہر کی مطلوبہ جگہوں (فوجی تنصیبات) کی تلاشی لی گئی تو ہمیں کچھ کلاشن کوفیں ملیں ان کے علاوہ 2 عدد بکتر بند گاڑیاں بھی مالِ غنیمت میں ہاتھ لگیں۔ان بکتر بند گاڑیوں میں ایک بکتر بند تو وہی تھی جس نے کل ہمیں سَر بھی نہیں اُٹھانے دیا تھا جس کے اوپر آلٹریشن کر کے ہیلی کاپٹر کے میزائلوں والا لانچر لگایا ہوا تھا۔

بعدازاں ہماری رہائش کیلئے جگہ کی تلاش شروع ہوئی۔چاریکار چوک نہر کے قریب ایک مکان ہمارا مرکز بنا۔ہم تمام ساتھی وہاں ستانے لگے جبکہ بھائی عمر فاروق ایک گاڑی میں سوار ہوکر اپنے مورچوں،خط بندی اور تازہ جنگی صورتحال سے آگاہی کیلئے نکل کھڑے ہوئے۔

بوبی ٹریپ:

ذمہ دار ساتھیوں نے باہم مشورہ کر کے کمانڈر صاحب سے زیادہ سے زیادہ نفری (ساتھیوں) کا مطالبہ کیا۔

کمانڈر صاحب نے موجودہ حالات کو دیکھتے ہوئے منظوری دے دی۔اس مقصد کے لیے راقم کو ڈرائیور موسیٰ بھائی کے ہمراہ فوری کابل روانہ کر دیا گیا۔ہم بڑی برق رفتاری سے سفر کرتے ہوئے کابل پہنچے۔قولِ اُردو سے پہلے ساتھیوں کو مخابرے (وائرلیس) پر تیار رہنے کا بتا دیا تھا۔ وہاں پہنچتے ہی موسیٰ بھائی نے بھی بس ڈرائیور ہونے کا ثبوت دیا کہ گاڑی اندر لاتے ہی اُسے واپس موڑ کر باہر کی طرف رُخ کر کے کھڑا کر دیا۔ساتھی بھی جلدی سے گاڑی میں سوار ہوگئے۔اور ہم پھر برق رفتاری سے چاریکار کی جانب گامزن ہوگئے۔ہم لوگ چاریکار دوراہے پر پہنچے ہی تھے کہ سامنے طالبان کی گاڑیاں تیزی سی کابل کی طرف آتی دیکھ کر طرح طرح کے وسوسے ہمارے ذہنوں میں آنے لگے۔خدا خیر کرے۔اتنا بڑا قافلہ اتنی تیز رفتاری سے؟ جونہی پہلی گاڑی قریب پہنچی تو موسیٰ بھائی نے ہاتھ کا اشارہ کر دیا۔سلام کے فوراً بعد پشتو میں انہوں نے بتایا کہ دشمنوں نے کاری وار کر کے تگڑا تعارض کیا ہے اور پسپائی ہوگئی ہے۔

راقم نے فوری وائرلیس سے اپنے ساتھی قاری عباس کی فریکوئنسی چھیڑی تو وہاں پر ایک شور برپا تھا۔جلدی کرو......سامان کی فکر مت کرو...... ساتھیوں کی فکر کرو......نکلو۔مسلح لشکر کی پیش قدمی کے علاوہ دشمن نے شہریوں کے روپ میں چھپ کر بغاوت بھی کر دی ہے۔

مشہور زمانہ وار لارڈ احمد شاہ مسعود نے بڑی عیارانہ چال چلی سادہ لوح طالبان اس کے پھندے میں آ گئے۔گوریلا وار فیلڈ میں اس شیطان نے روس کو ناکوں چنے چبوائے تھے۔وہ گوریلا وار کا بڑا ماہر جنگجو تھا۔

ہم لوگ جسے دشمن کی شکست اور بھاگ جانا سمجھ بیٹھے تھے وہ تو دراصل ایک ''بوبی ٹریپ'' (چال) تھا۔جس میں طالبان مجاہدین بری طرح پھنس چکے تھے اور وہاں سے نکلنے کی کوشش میں لگے ہوئے تھے۔اس کے لشکری باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت منتشر ہوکر گھروں اور بند دکانوں میں چھپ کر اپنے کمانڈر کے احکامات کا انتظار کر رہے تھے۔جبکہ طالبان مجاہدین مدارس کے تعلیم یافتہ تھے۔چادر اور چار دیواری کے تقدس کی پامالی کا سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔اس لیے صرف فوجی تنصیبات تک ہی جنگ کو رکھتے تھے۔اور گھر گھر تلاشی نہ لیتے تھے۔لیکن درہ پنجشیر اور درہ سالنگ سے جونہی دشمن نے مسلح ہو کر پیش قدمی کی تو چاریکار میں چھپے کمانڈوز اپنے کمانڈر کے احکامات ملتے ہی عوام کے روپ میں بغاوت کرتے ہوئے سامنے آ گئے۔اور دینی مدارس کے تعلیم یافتہ مجاہدین کی شہر کی اچھی طرح تلاشی نہ لینے کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے مجاہدین کا نقصان کرنے میں کامیاب ہوگئے۔

دشمن کا فرار اور پلوں کی تباہی:

پسپائی کے بعد مخابرہ پر قلعہ مراد بیگ پہنچنے کا کہا گیا۔ ہم نے بھی گاڑی موڑی اور قلعہ مراد بیگ کی جانب ہو لیے۔ طالبان کمانڈانوں میں مشورہ کے بعد طے پایا کہ یہیں پر مورچے بنا کر خط قائم کر کے دشمن کو کابل جانے سے روکا جائے (قلعہ مراد بیگ کی یہ پہاڑیاں دو سال تک طالبان کا خط بنی رہیں۔ یہ وہ تاریخی مقام ہے جہاں سے آگے بڑھنے کیلئے طالبان کو دو سال تک انتظار کرنا پڑا اور پھر 500 سے زائد جوانوں کا لہو دشمن کو دور بہا لے گیا) یہاں پر خط قائم کر کے طالبان نے اپنے کھوئے ہوئے علاقے واپس لینے کیلئے زبردست منصوبہ بندی کی اور آگے شمال کی جانب پیش قدمی شروع کر دی۔ اس مرتبہ طالبان نئے عزم کے ساتھ آگے بڑھ رہے تھے اور ذہنی طور پر اپنی تمام کمزوریوں کو دور کر کے دشمن کا تعاقب کرنے نکلے تھے۔ لیکن اُن کے مقابلہ میں لومڑی جیسا چالاک دشمن تھا۔ اس مرتبہ دشمن نے طالبان کا سامنا کرنے کی بجائے اُن کے راستوں میں روکاوٹیں ڈالنے کا ہنر آزمایا تاکہ طالبان ان کا تعاقب نہ کرسکیں اور وہ جنگلی چوہے کی طرح ایک بل میں داخل ہو کر غائب ہو جائے پھر تیسری، چوتھی، بل سے اپنا سر نکالے۔ طالبان کی پیش قدمی روکنے کیلئے اس نے راستے میں آنے والے دریاؤں، نہروں اور نالوں کے پُل اپنا لشکر گذارنے کے بعد بارود سے اُڑانا شروع کر دیے۔ اس سلسلہ کی پہلی کڑی اس نے پل مٹک پر جوڑی۔ دشمن آگے لگ کر بھاگا تو طالبان نے اس کا تعاقب کرنا شروع کر دیا جیسے ہی تعاقب کرتے ہوئے طالبان کا قافلہ پل کے قریب پہنچا اور قافلہ کے قدرے فاصلہ پر چلتی ہوئی دو میلہ گاڑی پل کے درمیان میں پہنچی اور دوسری گاڑی ابھی پل پر چڑھنے ہی والی تھی کہ دشمن کے لگائے ہوئے بارود نے اپنا کام کر دکھایا اور پل طاقتور بارود کے دھماکے سے متاثر ہو کر دریا برد ہو گیا۔ طالبان کا قافلہ رک گیا۔

جب طالبان کی پہلی گاڑی پل پر چڑھی تھی تو پُل کے دوسری جانب دشمن گروپ کے ایک جوان نے بارود کے سلامتی فیتے کو آگ لگا کر جلدی سے چلتی ہوئی گاڑی پر سوار ہونے کی کوشش کی تو ایک طالب نے سمجھا کہ دشمن بھاگ رہا ہے۔ (بارود کی تو اُسے خبر ہی نہ ہوئی کہ وہ بارود کو آگ دے کر بھاگا ہے۔) اُس طالب نے اس کی گاڑی پر راکٹ داغ دیا۔ گاڑی تو بچ گئی لیکن دشمن کا ایک آئل ٹینکر اس راکٹ کا نشانہ بن گیا۔ جس سے آگ بھڑک اٹھی۔

پل ٹوٹ جانے کی وجہ سے پیش قدمی رُک گئی تھی۔ اس لیے فوری طور پر طالبان نے مخابرہ پر پیغام نشر کر کے ایک روسی ساختہ ٹینک والا پل منگوایا۔ جو مرکز میں موجود تھا۔ طالبان نے تباہ شدہ پل سے تھوڑا ہٹ کر ایسی جگہ کا چناؤ کیا جہاں پر دریا کا پاٹ ذرا کم تھا۔ جب عارضی پل بالکل صحیح ایڈجسٹ ہو گیا تو طالبان مجاہدین نے اپنا قافلہ گزارا۔ اب یہ قافلہ سید خیل، جبل السراج، چاریکار کی بجائے سیدھا پنج شیر، درہ سالنگ روڈ پر رواں دواں تھا۔ ادھر دشمن بھی جلد از جلد اپنی کچھار میں پہنچنے کی کوشش میں لگا ہوا تھا۔ طالبان مجاہدین کا قافلہ جیسے ہی دریائے سالنگ پل پر پہنچا تو اس پل کو بھی ٹوٹا ہوا پایا۔ پیش قدمی پھر رُک گئی۔ اور پھر یہیں نیم دائرہ خط بنانا پڑا۔

عارضی پلوں کی تیار کیلئے تشکیلات:

عربی زبان کا ایک مقولہ ہے

رَبِّ حِیلَۃَ انفعُ مِنْ قَبِیْلَۃُ

ترجمہ: بعض چالیں پورے قبیلے (لشکر) سے زیادہ طاقتور اور موثر ثابت ہوتی ہیں۔

سادہ لوح طالبان کو اس وقت اسی قسم کی چالوں کا سامنا تھا۔ احمد شاہ مسعود کی جنگی چالوں سے طالبان بہت بیزار ہو چکے تھے لیکن انہوں نے اپنے عزم وارادہ کو متزلزل نہ ہونے دیا بلکہ ہر نئی چال کو اپنے لیے ایک نیا سبق سمجھ کر اس سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش میں لگ جاتے۔ وہ احمد شاہ مسعود جیسے چالباز، عیار اور شاطر دشمن کی چالبازیوں سے ہر طرح کی جنگی تربیت حاصل کرنے کا فائدہ بھی اُٹھا رہے تھے۔ کہ گوریلا وار فیلڈ میں کیا کچھ ممکن ہوسکتا ہے۔ وہ ہر نئے سبق پر مزید کندن بنتے جا رہے تھے۔ اسی سلسلہ میں طالبان کی ہائی کمان (اعلیٰ ذمہ داروں) کا ایک اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں بہت سے غیر افغانی جنگی ماہرین نے بھی شمولیت کی۔ جنگی تدبیروں اور گوریلا وار کے ماہر کمانڈروں نے خوب غور وفکر کے بعد یہ طے کیا کہ طالبان کی جنگی پیش قدمی کو رواں اور فعال رکھنے کے لیے عارضی پل بنائے جائیں لیکن طالبان کے ذخیرہ میں عارضی پل قلیل مقدار میں تھے اسلئے نئے عارضی پل بنانے کا منصوبہ تشکیل دیا گیا۔ عرب مجاہدین اس کام میں پیش پیش تھے۔ وہ اپنے مال وجان سے امارت اسلامیہ کی پشتبانی کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ اس سلسلہ میں ذمہ داران نے نہایت عرق ریزی سے تشکیلات کیں۔ جس میں تیراکی اور انجینئرنگ کی سوجھ بوجھ والے افراد شامل تھے۔ راقم بھی چونکہ پانی میں ہاتھ

پاؤں چلانا جانتا تھا لہٰذا راقم کی تشکیل بھی اسی گروپ کے ساتھ ہوگئی۔ یہ گروپ مختلف قومیت کے افراد پر مشتمل تھا۔ جن میں افغانی، پاکستانی، بنگالی اور عرب شامل تھے۔ انجینئرنگ میں مہارت رکھنے والے افراد نے اپنا اپنا کام شروع کر دیا۔ ہم لوگ انہیں سے یہ کام سیکھ رہے تھے۔ تیاری کے سلسلے میں قلعہ مراد بیگ کو چُنا گیا۔

پہلے مرحلے میں منصوبے کے مطابق گاڈر، ٹی آر، اینگل آئرن اور سریے وغیرہ کو کاٹنا اور پھر ویلڈنگ پلانٹ کی مدد سے انہیں ویلڈ کرنا جوڑنا تھا۔ بجلی کے نہ ہونے کا حل پیٹر انجن اور 220V وولٹ بجلی پیدا کرنے والے ڈائنمو خرید کر نکالا گیا۔ کام کا آغاز ہوا اور پھر ایک نمونہ پل تیار کر لیا گیا۔

دوسرے مرحلے میں پل باندھنے اور اسے فعال کرنے کی مشق تھی۔ اس مرحلہ کو طے کرنے کیلئے قلعہ مراد بیگ کے ایک خشک نالے کا انتخاب کیا گیا۔ ابتدائی دنوں میں ہم بڑی تگ و دو کر کے ڈیڑھ گھنٹے میں پُل باندھ لیتے تھے۔ بعد ازاں روز روز کی ریہرسل کرنے سے ہم اس قابل ہو گئے کہ ہم پچیس تیس منٹ میں پل باندھنے لگے۔ اگر دشمن کوئی پل توڑ دے تو ہم نصف گھنٹے میں عارضی پل تیار کر کے اپنے قافلہ کو دوبارہ دشمن کے تعاقب میں روانہ کر سکتے تھے۔ اساتذہ نے تربیت کے دوران مقابلہ بازی کا رجحان رکھا ہوا تھا۔ ہمارے اس پورے گروپ کی مختلف ٹیمیں بنائی گئی تھیں۔ اور ہر ٹیم کی ترتیب کے ساتھ ذمہ داریاں تھیں مثلاً کس نے گاڈر اور ٹی آر اُٹھانا ہے کس نے اسے جوڑنا ہے اور کس نے پل کو اس کی جگہ پر بٹھانا ہے۔ وغیرہ۔ ماہر اساتذہ کی کوششوں سے، ہم مستعدی سے کام کرنے لگے تھے۔

بہتے دریا پر حقیقی مشق و کشتی رانی:

تیسرا اور فیصلہ کن مرحلہ پُل باندھنے کی حقیقی مشق کا تھا یہ مرحلہ میدان جنگ میں پیش آنے والی صورتحال کی قریب ترین مشق کا تھا۔ اب تک ہم خشک نالے پر پل باندھنے کی مشق کرتے رہے لیکن اس مرحلہ میں بہتے ہوئے دریا پر پل باندھنے کی مشق کرنا تھی۔ اس مشق کیلئے سب سے پہلے ربڑ کی بنی ہوئی ہوا والی ایک بڑی کشتی خریدی گئی۔ جو ہوا خارج کر دینے کے بعد تہہ کر کے بیگ میں سما جاتی تھی۔ اس ربڑ کی کشتی میں ہوا بھر کر پانچ افراد نے دریا کے دوسرے کنارے پر پہنچ کر ایک پتھر یا کھونٹے سے رسہ باندھنا تھا۔

اس اہم مرحلہ کیلئے دریائے غور بند کا انتخاب کیا گیا۔ اگلے دن ہم صبح 10 بجے کے قریب ٹرک میں سوار ہو کر اپنے ساز و سامان سمیت دریائے غور بند پر پہنچے۔ چونکہ موسم کافی گرم ہو چکا تھا۔ اور پہاڑوں پر برف پگھلنے کی وجہ سے دریائے غور بند میں پانی زیادہ تھا ہم نے دریا کے اس پُر ہیبت آواز دیتے برفانی پانی کو کشتی کے ذریعے عبور کرنا تھا۔ دریا میں طغیانی تھی اور اس کا تند و تیز پانی پتھروں سے ٹکرا کر جھاگ اُڑا رہا تھا۔ پانی کی رفتار اور گہرائی کا اندازہ لگا کر ایسی جگہ کا انتخاب کیا گیا جہاں سے دریا کی چوڑائی کم تھی۔ تاکہ کشتی کے ذریعے دریا عبور کرنا اور پھر رسہ باندھنا آسان ہو۔

ربڑ کی کشتی بیگ میں سے نکالی گئی اور سائیکل میں ہوا بھرنے والے 5 عدد پمپوں کے ذریعے ہوا بھرنا شروع کر دی۔ کشتی میں ہوا بھرنے میں تقریباً 1½ گھنٹہ صرف ہو گیا۔ ہوا بھر جانے کے بعد کشتی میں لکڑی کے تختے فٹ کیے اور پانچ افراد جن میں دو عرب مجاہد، دو پاکستانی مجاہد کراچی کے رہنے والے اور ایک استاد صلاح الدین موٹے سوار ہوئے۔

پروگرام یہ طے پایا کہ کشتی جیسے ہی دوسرے کنارے پر پہنچے گی تو ایک عرب ساتھی ابوتمیم چھلانگ لگا کر رسے سے بندھی ہوئی کشتی کو اپنی جانب کھینچنا تھا۔ تمام ساتھیوں نے اپنے گلے اور بغل کے نیچے سے گزار کر ہوا بھری ہوئی کار کی ٹیوب پہن رکھی تھی۔ یہ دریا ایک ایسی سرزمین پر بہہ رہا تھا جس پر چھوٹے چھوٹے پتھروں سے لے کر ٹنوں وزنی پتھروں کی فصل اُگی ہوئی تھی۔ اب ساتھیوں نے کشتی کو دریا میں ڈال دیا اور اللہ کا نام لیتے ہوئے یہ پانچ افراد سوار ہوئے۔ ابوتمیم کے علاوہ چار ساتھیوں نے چپو چلانا شروع کر دیا۔ اور کشتی نے دریا کی تند و تیز لہروں پر ہچکولے کھاتے ہوئے دریا کے دوسرے کنارے کی طرف بڑھنا شروع کر دیا۔ ہم سب لوگ دریا کے اس کنارے پر کھڑے آرام سے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ اور ہم نے اپنے بوٹ اتار کر ایک طرف رکھ دیے تھے۔ کشتی دریا کی موجوں سے ٹکراتی پتھروں پر پھسلتی ہوئی دوسرے کنارے پر جا لگی۔ جونہی کشتی کنارے کے قریب پہنچی تو عرب مجاہد ابو تمیم نے کنارے پر موجود پتھروں پر چھلانگ لگا دی۔ ہم لوگ یہ منظر کنارے پر بیٹھے دیکھ رہے تھے اور اپنے اپنے انداز میں قہقہے لگا کر محظوظ ہو رہے تھے۔ ابوتمیم نے جب کشتی سے پتھروں پر چھلانگ لگائی تو اندازے کی غلطی کی وجہ سے وہ کائی زدہ پتھروں پر اپنا توازن قائم نہ رکھ سکا۔ انہوں نے بھی گلے میں ٹیوب پہن رکھی تھی اس لیے وہ پتھر سے پھسلے اور ٹیوب کے پتھر کے ساتھ ٹکرانے کی وجہ سے واپس ابھرے اور توازن کھو کر ایک جھپاکے سے پانی میں جا گرے۔ ہم لوگ اس منظر کو دیکھنے سے پہلے قہقہے لگا رہے تھے کہ ہمارے قہقہے فوراً سنجیدگی میں بدل گئے جب ابوتمیم پانی میں گرے۔ ابوتمیم کی رسے پر

گرفت ڈھیلی پڑ گئی اوراس کا سِرا اُن کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔

اب کشتی علیحدہ اورابوتمیم علیحدہ تیز رفتار پانی کے رحم وکرم پر وہ خود کنارے پر چڑھنے کی کوشش میں ہاتھ پاؤں چلارہے تھے کشتی اپنے سواروں سمیت پانی کی تندوتیزلہروں میں ہچکولے کھاتی بہتی چلی جارہی تھی۔کشتی کی حیثیت ان بپھری ہوئی لہروں پرلکڑی کے چھوٹے ٹکڑے کی مانند تھی۔کشتی میں سوار باقی چارافراد بڑی تیزی اور حاضر دماغی سے چپو چلا کر کشتی کو ایک مرتبہ پھر کنارے کی طرف لے جانے کی کوششوں میں مصروف تھے۔ان کی کوششیں کامیاب ہوئیں۔اور وہ کنارے تک پہنچنے میں کامیاب ہوگئے یہاں پرایک چھوٹا درخت دریا پر جھکا ہوا تھااور پانی کے کٹاؤ کی وجہ سے اس درخت کی جڑیں باہرنکلی ہوئی تھیں۔کشتی میں سوارایک مجاہد نے اسے پکڑا تاکہ کشتی کسی طریقہ سے روکی جاسکے۔لیکن وہ درخت تو شاید پہلے ہی لٹکا ہوا تھااور کسی ہلکی جنبش کا منتظر تھا۔(اونگھتے کو ٹھیلنے کا بہانہ) جیسے ہی اسکی شاخ کو ساتھی نے پکڑا۔وہ درخت جڑ سے اکھڑ کر کشتی میں آن گرا۔کشتی ایک مرتبہ پھر دریا کی رو میں ہچکولے کھاتی ہوئی برق رفتاری سے بہنے لگی۔تھوڑا آگے جا کر کشتی پانی میں ابھری ہوئی ایک بڑی چٹان پر چڑھتی ہوئی ایک جانب الٹ گئی اور کشتی میں جمائے گئے تختے اور چپو الگ الگ تیرنے لگےاور کشتی کے سوارالگ الگ ہاتھ پاؤں مارتے جارہے تھے۔عجب اور مضحکہ خیز منظر بن گیا۔یہ چاروں بھی ابو تمیم بھائی کے ہمنواء بن گئے۔پانی کے تیز بہاؤ اور زور کی وجہ سے ان کا ایک پتھر سے ہاتھ پھسلتا تو دوسرے سے پورا جسم ٹکراتا جاتا۔

اب ہمارے قہقہے سنجیدگی اورغم میں تبدیل ہوگئے۔اس اچانک حادثہ سے ہمارے رنگ اُڑ گئے بلکہ ہاتھوں کے طوطے بھی اُڑ چکے تھے۔کیونکہ آگے اس طرف دریا پر دشمن کا قبضہ تھا۔جدھر ہمارے ساتھی اور کشتی بہتے ہوئے جارہے تھے۔ہمارا فکرمند اور پریشان ہونا فطری امر تھا۔ہمیں ڈر تھا کہ ساتھی بہتے ہوئے دشمن کے علاقے میں پہنچ کر اس کے ہتھے نہ چڑھ جائیں۔وہ ہم سے دور اور تیز رفتاری سے بہتے ہوئے جارہے تھے۔اور ہم ان کی مدد کرنے سے بھی قاصر تھے۔

بہرحال ہم چند ساتھی کندھوں پر رسہ اُٹھائے ننگے پاؤں تیزی سے بھاگتے ہوئے دریائے کے کنارے کنارے جارہے تھے۔ہم لوگ تو موج مستی میں پاؤں ننگے کر کے ٹھنڈے پانی میں ڈالے بیٹھے تھے کہ یہ حادثہ رونما ہوگیا۔اورہمیں بوٹ پہننے کا بھی وقت نہ ملا۔یہ بھاگم بھاگ،ہم لوگ کندھوں پر بھاری بھرکم رسہ اُٹھائے کررہے تھے۔استاد شاہین،راقم اور عبدالغفور سبھی دوڑتے ہوئے جارہے تھے۔ادھر کشتی دریا میں اس طرح بھاگی جارہی تھی کہ گویا اس میں یاماہا کا انجن فٹ ہوگیا ہو۔دور سے دیکھا کہ ایک موڑ پر پہنچ کر کشتی اور ساتھی نظروں سے اوجھل ہوگئے۔اب ہم زیادہ بھاگ بھی نہ پارہے تھے کیونکہ دریا کے کنارے پر نوکیلے پتھر کانٹوں کی طرح ننگے پاؤں میں چبھ رہے تھے۔ہم بڑی تگ ودو سے آگے بڑھ رہے تھے۔جوں جوں آگے جا رہے تھے منظر مزید ہیبت ناک ہوتا جارہا تھا۔

پُل، کشتی اور رسہ:

بھاگتے بھاگتے ہم دشمن کے توڑے ہوئے ''پل مٹک'' کے قریب پہنچ گئے۔سڑک زمین سے قدرے اونچی تھی۔ہم سڑک پر چڑھ کر دوسری طرف اترنے لگے تو پُل کے نیچے کشتی نظر آئی جو ٹوٹے ہوئے پل کی ریلنگ (پل پر لگی ہوئی حفاظتی باڑ) کے ساتھ رَسّے سے اٹکی ہوئی تھی۔جو رسہ بھائی ابو تمیم نے کشتی سے باندھا تھا وہی جنگلے سے اٹکا ہوا تھا۔کشتی میں ایک دو ساتھیوں کی ٹوپیاں اور چار پانچ لکڑی کے تختے جو ہم نے کشتی میں جمائے تھے نظر آ رہے تھے۔اگرچہ یہ علاقہ دشمن سے خالی تھا۔تاہم خطرہ تو بعید از قیاس نہ تھا کہ دشمن کے کچھ افراد ادھر ادھر موجود ہوں اب ہم سڑک کی ڈھلوان سے مزید نیچے اترے تاکہ کشتی کو دیکھ کر اندازہ لگائیں کہ اس کو نکالنے کی کوئی ترکیب ہوسکتی ہے۔یا نہیں۔

موت کے جبڑے سے غیرمخدوش نکال لینے والا رب ذوالجلال:

ہم لوگ جب سڑک کی ڈھلوان آدھی اتر چکے تو راقم کا پاؤں کسی چیز کے ساتھ اٹکا اور راقم گرتا گرتا بچا لیکن راقم نے اس بات پر خاص توجہ نہ دی اور تیزی کے ساتھ راقم آگے بڑھ گیا۔نیچے جا کر دیکھا تو طالبان کی بکتر بند گاری پانی میں ڈوبی پڑی دکھائی دی۔یہ گاڑی اُس وقت پُل کے درمیان میں تھی جب دشمن نے پل کو بارود کے دھاکے سے اُڑایا تھا۔تو گاڑی بھی پل کے ساتھ دریا میں جا گری تھی۔لیکن ہمیں تو کشتی سے بچھڑنے والے ساتھیوں کی فکر کھائے جارہی تھی کہ ہمارے ساتھی کہاں ہیں خدانخواستہ دریا نے ساتھیوں کو نگل نہ لیا ہو؟ یا وہ بہتے ہوئے پانی کے زور سے دشمن کے علاقے میں پہنچ گئے؟ یہ سوچ سوچ کر ہمارے اوسان خطا ہورہے تھے۔ساتھیوں کا کوئی اتا پتا نہ لگ رہا تھا۔کہ ہمارے ساتھی کہاں ہیں۔اس اثناء میں ہمارے مخابرے پر ٹون آنے لگی پھر رابطہ کرنے پر دریا میں بچھڑنے والے ساتھیوں کی خیر خبر مل گئی۔معلوم ہوا کہ وہ تمام بحفاظت دریا سے نکل کر دریا کے دوسرے کنارے پر

موجود طالبان کے مورچے پر پہنچ گئے ہیں۔ ساتھیوں کی خیریت کا سُن کر دلی خوشی نصیب ہوئی۔ اور پھر ہم دریا سے کشتی نکالنے کیلئے پرعزم ہو گئے۔ نماز ظہر کی ادائیگی کے بعد وہیں مشورہ طے پایا کہ کشتی کو نکالا جائے۔ ہم واپس پلٹے۔

جیسے ہی ہم ڈھلوان پر چڑھے تو ایک مرتبہ پھر راقم کا پاؤں کسی چیز سے اٹکا جس نے راقم کی چھٹی حس کو فوراً خبردار کیا اور راقم اپنے قدموں پر وہیں ساکت ہو گیا اور بڑی احتیاط سے آس پاس کا جائزہ لینے لگا۔ تو راقم یکدم ششدر رہ گیا کہ راقم کے پاؤں سے اٹکنے والے چیز انڈین مائن (بارودی سرنگ) کی تار تھی۔ جو ایک طرف لکڑی کے کھونٹے سے بندھی ہوئی تھی۔ اور دوسری طرف اس کا سرا انڈین مائن سے جڑا ہوا تھا۔ پاؤں کے جھٹکے سے اگر تار کا سرا مائن سے الگ ہو جاتا تو زوردار دھما کہ ہو جانا تھا اور ہمارا بہت سا جانی نقصان ہو جاتا۔ لیکن ایک ذات ایسی ہے جو اگر کسی کو بچانا چاہے تو اسے ''موت کے جبڑے سے بالکل صحیح سالم بغیر کسی خراش کے عافیت سے نکال لاتی ہے۔ اُسی ربِ ذوالجلال نے ہم سب ساتھیوں کو اس جبڑے کھولے ہوئی موت سے محفوظ رکھا۔'' یہ مائن دشمن نے طالبان قافلہ کی پیش قدمی روکنے کے لیے سڑک پر لگائی تھی۔ تا کہ قافلہ اس کا شکار ہو جائے اور دشمن کا تعاقب نہ کر سکے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام خطروں سے محفوظ رکھتے ہوئے اچانک اس کی نشاندہی بھی کرادی۔ ہم نے بڑی احتیاط کے ساتھ اس تار کو لکڑی کے کھونٹے کی طرف سے روسی ڈائیگر (خنجر) کی مدد سے کاٹا اور مائن نکال کر محفوظ کر لی۔ مائن لے کر ہم سڑک پر آ گئے اور پھر استاد شاہین کے مشورے پر مائن دریا برد کر دی۔

''کون ہو تم؟''

ہم بے خوف وخطر سڑک پر ادھر ادھر چل پھر رہے تھے اور طالبان کے مورچے ہمارے عقب میں اوپر تھے۔ وہ ہماری اس آزادانہ حرکت سے پریشان ہو گئے۔ کہ اللہ جانے یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے اوپر سے آوازیں دینا شروع کر دیں۔ اب ہم بھی ان کی طرف متوجہ ہوئے اور اپنی پہچان کرائی۔ ان کی جانب سے فوری طور پر ایک آدمی ہماری مدد کو آن پہنچا۔ اس نے حیرانی سے ہمیں پوچھا کہ تم لوگ لاپرواہی کیوں برت رہے ہو؟ پھر اس نے بتایا یہ ''بفر زون'' (دونوں فوجوں کا درمیانی علاقہ) ہے۔ آپ لوگ یہاں ایسے چل پھر رہے ہو جیسے کسی سیر وتفریح کے مقام پر آئے ہوں۔ میرے بھائیو! ابھی تھوڑی دیر پہلے فائرنگ کے تبادلہ میں ہمارا ایک طالب ساتھی شہید ہوا ہے۔ پھر اس نے اشارے سے شہید ہونے والے ساتھی کے لہو کے نشانات بھی دکھائے۔ جنہیں دیکھ کر ہم ٹھٹک گئے۔ ہم نے بھی اپنی ساری صورتحال اس کے گوش گزار کی اور وہ واپس اپنے مورچے پر چلا گیا۔

ہم لوگ احتیاط کے طور پر سڑک سے نیچے ڈھلوان پر اتر گئے۔ اور مخابرے پر رابطہ کر کے اپنی مشق کی جگہ پر موجود ساتھیوں کو تمام صورتحال سے آگاہ کیا اور ان کو تمام سامان سمیت ادھر آنے کا کہا تقریباً ایک گھنٹے بعد بقیہ ساتھی ہمارے ساز وسامان اور جوتوں سمیت طالبان کے فرنٹ مورچوں کے نیچے پہنچ گئے۔

پانچ ڈر اور ہمار پروگرام:

ہم نے مشورہ کر کے پروگرام ترتیب دیا کہ کشتی کو کیسے باہر نکالنا ہے۔ مشورہ کے مطابق طے پایا کہ کسی ساتھی کی کمر میں رسہ ڈال کر اُسے لٹکایا جائے اور وہ ساتھی کشتی کے چپوؤں والی جگہوں پر رسہ باندھے اور ریلنگ (جنگلہ) سے اٹکے ہوئے رسے کو کاٹ ڈالے۔ پھر ساتھی سمیت کشتی کو اوپر کھینچ لیا جائے۔ ہم اب اس انتظار میں تھے کہ تھوڑا سا اندھیرا پھیل جائے۔ (سرحد کو عبور کرنے کیلئے یا ایسی جگہ پر کوئی کام کرنے کیلئے بہترین وقت وہ ہوتا ہے جب اندھیرا اور اجالا آپس میں بغل گیر ہوتے ہیں۔) ایسے لمحات میں دور سے دیکھنے والا سراب میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

ہمارے ساتھ ایک کم عمر عرب مجاہد ساتھی تھا جس کی کمر میں رسہ باندھ کر نیچے لٹکانا تھا۔ ادھر دشمن اپنے معمول کی مطابق دائیں بائیں فائرنگ اور گولہ باری کر رہا تھا۔ اس صورتحال میں ہمیں پانچ قسم کے خوف لاحق تھے۔ گولی لگ جانے کا ڈر، پھسلنے کی صورت میں دریا میں گر جانے کا ڈر، اور پھر دریائے غور بند کا تندوتیز شور مچاتا جھاگ اُڑاتا پانی بھی خوفزدہ کر رہا تھا۔ کہ اگر آدمی اس میں گر جائے تو منٹوں میں غائب، اوپر سے شمال کی جانب سے برفانی پہاڑوں سے ٹکرا کر آنے والی یخ بستہ اور تیز ہوائیں شائیں شائیں کرتی ہوئی خون کی گردش کو جام کر رہی تھیں۔ بہر حال اللہ تعالیٰ کی ذات کا خوف ان سب پر حاوی ہو گیا اور ہم نے اس ذات کا کلمہ پڑھتے ہوئے قدم اُٹھا دیئے۔

سورج اپنا دن بھر کا سفر مکمل کر چکا تھا اور اس کی زرد روشنی الوداعی اشارے دے رہی تھی۔ اب یہ مرحلہ پرخطر اور بہت زیادہ احتیاط کا متقاضی تھا۔ ہم نے اس کم عمر مجاہد کی کمر اور بغلوں سے رسہ نکال کر بیلٹ سے باندھا اور اُسے پل سے نیچے لٹکانے لگے۔ ہم چھ سات افراد رسہ کشی کے انداز میں

مضبوطی سے رسہ تھام کر اسے آہستہ آہستہ ڈھیل دے رہے تھے تا کہ ہمارا کمانڈو ساتھی کشتی تک پہنچ سکے۔تھوڑی دیر بعد ہمارے کمانڈو نے اشارہ دیا کہ وہ کشتی تک پہنچ گیا ہے۔چنانچہ ہم نے رَسے کو ڈھیل دینا بند کر دی۔ہم نے اپنے کمانڈو کو کشتی کے اوپر معلق کیے رکھا تا کہ وہ آسانی سے کشتی کے چپو والے کُنڈوں میں سے رسہ گزار کر باندھ سکے۔اس نے جلد ہی کُنڈوں میں رسہ گزار کر مضبوطی سے باندھ دیا اور پھر اپنے ساتھ لائے ہوئے تیز دھار خنجر سے ٹوٹے ہوئے پل کے ساتھ اٹکے ہوئے رسے کو کاٹ ڈالا۔اس دوران ہم رسے کو مضبوطی سے تھامے رہے۔کیونکہ کشتی نے آزاد ہوتے ہی پانی کے بہاؤ کے ساتھ بہنا شروع کر دیا تھا۔رسہ کٹتے ہی کشتی آزاد ہوئی اور ہمارے ہاتھوں میں تھامے ہوئے رسے میں تناؤ آ گیا ہم چونکہ قدم جمائے پہلے ہی تیار تھے۔لہٰذا ہم نے اپنے کمانڈو سمیت کشتی کو اوپر کھینچنا شروع کر دیا۔پہلے ہم نے کمانڈو اور پھر کشتی کو بھی اوپر کھینچ لیا۔بظاہر یہ الفاظ پڑھنے میں چند فقروں پر مشتمل ہیں مگر عملی طور پر کیا کیفیت تھی؟ جب کم عمر عرب مجاہد نے کشتی کے قریب پہنچ کر ہمیں رُکنے کو کہا تو اس وقت وہ بالکل دریا کے برفانی پانی کے قریب تھا۔اگر رسے کو ڈھیل دینے میں کوتاہی کی جاتی تو وہ ڈوب بھی سکتا تھا۔جب کشتی کھینچ کر اوپر لائی گئی تو دشمن کو ہماری نقل وحرکت کا اندازہ ہو چکا تھا۔چنانچہ اس نے ہمارے مشن کی کامیابی پر ہمیں خوب فائرنگ کا نشانہ بنا کر سلامیاں دیں۔ادھر اوپر طالبان کے مورچہ زن بھائیوں نے دشمن پر زبردست فائرنگ کر کے ہمیں کور دیا۔

اب ہم چار پانچ افراد کشتی کو اُٹھائے رکوع کے بل جھکے ہوئے دوڑے جا رہے تھے اور ہمارا کمانڈو ساتھی جسے ابھی رسیوں سے بھی آزاد نہ کر پائے تھے ہمارے ساتھ دوڑے جا رہا تھا۔خیر ہم جلد ہی سڑک کے دوسری طرف اتر گئے اور ڈھلوان والی جگہ پر جو دشمن کی چاند ماری (فائرنگ) سے محفوظ تھی آ گئے اور جلدی جلدی اپنے کمانڈو عرب ساتھی کو رسیوں سے آزاد کیا۔پھر کشتی کی ہوا نکال کر کشتی کو تہہ کر کے بیگ میں ڈال دیا۔اس طرح خطرات میں گھری حقیقی مشق اپنے اختتام کو پہنچی اور ہم ٹرک میں سوار ہو کر قلعہ مراد بیگ واپس لوٹ آئے۔

''تیراکی اور کشتی رانی کی مہارت''

کچھ دن گزرنے کے بعد گذشتہ ریہرسل میں پیش آنے والی کوتاہیوں کو دور کرنے کا پروگرام بنا۔اس سلسلے میں سب سے پہلے تیراکی میں مہارت حاصل کرنے اور پھر کشتی رانی کے بارے میں صحیح اور پختہ مہارت حاصل کرنا مقصود تھا۔اسی مقصد کیلئے ایک چھوٹی کشتی منگوائی گئی اور چاریکار کی مشہور نہر میں تیراکی اور کشتی رانی کی مشقیں شروع ہو گئیں۔یہاں پر تیراکی بہت مشکل اور خطرناک تھی جس جگہ نہر کی ابتداء تھی۔اساتذہ ہمیں وہاں تیراکی کرواتے۔ہم تقریباً سبھی ساتھی نہر کے اس مقام پر تیراکی سے خائف تھے۔یہاں پر دریائے غور بند کے نیچے سے گزار کر سیدھے پائپ کھڑے کئے گئے تھے۔جن کے دھانے '6 تا'7 فٹ سے بھی زائد ہیں انہی پائپوں کے آگے نہر ہے ان پائپوں میں سے ایک پائپ کے دھانے سے تقریباً ایک فٹ نیچے دشمن کا کوئی طاقتور راکٹ لگنے سے اس میں دراڑ پڑ گئی تھی۔جس سے رِسنے والے تیز رو پانی نے پائپ کے اردگرد کی زمین کو ایک گہری کھائی کی شکل بنا دیا تھا۔طالبان کو مجبوراً پائپ کے دراڑ شدہ حصہ کو بند کرنا پڑا۔لیکن پائپ کے اردگرد پڑنے والے گہرے کھڈ کو نہ بھرا جا سکا۔جس کی وجہ سے یہاں پر بہنے والا پانی بھنور کی شکل اختیار کر لیتا تھا۔جو ہماری اس جگہ پر تیراکی نہ کرنے کی وجہ تھی ہمارا موٴقف تھا کہ اگر یہاں کوئی دوران تیراکی پھنس گیا تو وہ گھومتے ہوئے پانی کے زور سے نیچے ہی چلا جائے گا۔

تیراکی میں مہارت کے بعد روزانہ تیراکی اور کشتی رانی کے مقابلے ہوتے ہر ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کے لیے کوشاں رہتا۔اب ہم ہر لحاظ سے ماہر تیراک بن چکے تھے۔تیراکی اور کشتی رانی کے ساتھ ساتھ ہم نے بونس کے طور پر مارٹر توپ اور بی ایم میزائل چلانا بھی سیکھا اور ان کے فائر بھی کئے۔

آخری کامیاب مشق:

تربیت حاصل کر لینے کے بعد آخری مشق کے طور پر جو مجاہد کشتی لے کر دریا میں اُترے وہ اناڑی نہ تھے۔اس بار ربڑ کی وہی بڑی ہوا والی کشتی استعمال کی جانی تھی۔اور اس مرتبہ پانچ کے بجائے دس مجاہد کشتی میں سوار ہونے تھے۔لہٰذا سابقہ جگہ سے تھوڑا ساہٹ کر کشتی دریا میں اُتاری گئی اور پھر کشتی دریا کے تیز بہاؤ پر چپوؤں کی مدد سے بہت جلد سدھائے ہوئے گھوڑے کی طرح دریا کے دوسرے کنارے جا لگی۔اس مرتبہ کشتی کا رسہ باندھنے والوں نے کوئی غلطی نہ کی۔کشتی دریا کے دوسرے کنارے خیر و عافیت سے جا لگی۔کشتی میں سوار بنگالی، عرب، افغانی اور پاکستانی مجاہد ساتھیوں نے دوسرے کنارے پر اترتے ہی اپنے رب کے حضور سجدہ شکر ادا کیا۔

یہ ہماری بڑی کامیابی تھی کیونکہ پل باندھنے کا سب سے اہم مرحلہ کشتی کے ذریعے دوسرے کنارے تک رسہ یا لوہے کا ٹوچین گزر کر مضبوطی سے باندھنا ہوتا ہے۔ طالبان کی پیش قدمی میں رکاوٹ بننے والے ٹوٹے ہوئے پل اب مسئلہ نہ رہے تھے۔ بلا تاخیر کشتی کے ذریعے دریا پار کر کے پُل باندھنا اب بہت آسان ہو گیا تھا۔ اب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے طالبان اس قابل ہو چکے تھے کہ دریا ان کی پیش قدمی میں رکاوٹ بنیں تو وہ ان کو آسانی سے عبور کر جائیں۔

ہمارا پورا گروپ قلعہ مراد بیگ میں واپس لوٹ آیا مگر اپنی مشق کی کامیابی کے بعد اب ہم طالبان کی مدد کیلئے ہر دم مستعد تھے۔

کیوبن سفارتخانہ:

راقم کی تشکیل قلعہ مراد بیگ کے بعد کابل کے علاقے شہر نو میں واقع کیوبا کے سابقہ سفارتخانے میں ہوگئی اور راقم کی قرارگاہ کابل کے پر تعیش علاقہ شہر نو میں واقع سابقہ کیوبن سفارتخانہ ٹھہری۔ یہ بڑی پرشکوہ عمارت تھی۔ کیوبا کے سفارتخانے کا عملہ جنگ کی وجہ سے یہ عمارت چھوڑ کر جا چکا تھا۔ اس کے سامنے ایک بڑا سینما اور ایک پارک تھا۔ وہاں پر راقم اپنے ساتھیوں سمیت فٹ بال کھیلا کرتا تھا۔ ہم لوگ یہاں پر موسم سرما سے خوب لطف اندوز ہو رہے تھے۔ پوری عمارت سینٹرلی ہیٹ سسٹم سے آراستہ تھی۔ سامنے والے پارک میں چیڑھ کے درخت قطار در قطار ایستادہ ہیں۔ پارک کے اندر سے گزرنے والا صاف پانی کا نالہ اس کی خوبصورتی میں مزید اضافہ کرتا ہے اور پانی کے اس نالے پر جگہ جگہ بنے ہوئے چھوٹے چھوٹے خوبصورت پُل اس پارک کی دلکشی اور خوبصورتی کو چار چاند لگائے ہوئے ہیں۔ شہر نو میں سفارتخانوں کی بہتات ہے۔ راقم کو جہاد کی برکت سے سیاحت کے ساتھ ساتھ افغانستان کے ایسے علاقوں میں گھومنا بھی پھرنا اور رہنا نصیب ہوا ہے جو کہ بجا طور پر جنت اراضی کہلانے کے مستحق ہیں۔ اور خاص طور پر شمالی علاقوں کی یاد تو راقم کو اب بھی شدت سے ستاتی ہے۔

بگرام محاذ کی طرف:

ہم لوگ کابل میں ویلے بیٹھے روٹی ٹکر کھا رہے تھے کہ اچانک مشہور ہوا کہ دشمن نے درہ سالنگ اور پنج شیر سے نکل کر ایک بار پھر حملہ کر دیا ہے اور بگرام، قلعہ مراد بیگ تک طالبان کو دھکیلنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ طالبان اب اپنے پرانے مورچوں پر خط قائم کر رہے ہیں۔ چنانچہ فوراً ہماری تشکیل بگرام کے محاذ پر ہوگئی۔

رحمانیہ پوائنٹ:

بگرام محاذ پر پہنچنے سے پہلے ایک رات ہم نے ''رحمانیہ پوائنٹ'' پر گزاری۔ یہ قرارگاہ طالبان کی ایک عارضی قرارگاہ تھی۔ رحمانیہ پوائنٹ کی وجہ تسمیہ یہ بنی تھی کہ اس جگہ کا نام مخابرہ پر ساتھیوں نے کوڈ کے طور پر رحمانیہ رکھا تھا۔ رفتہ رفتہ یہ نام پہلے پہل مجاہدین میں پھر مقبول عام ہو گیا اس طرح یہ جگہ رحمانیہ پوائنٹ کے نام سے معروف ہوگئی۔ رحمانیہ پوائنٹ کی خاصیت یہ تھی کہ یہاں پر مجاہدین کی رہائش کیلئے کنٹینروں کا استعمال کیا گیا تھا۔ انہی میں مجاہدین رہتے تھے اور انہی میں مخابرہ کا انتظام، وضوخانہ، اور کنٹین بھی بنائی ہوئی تھیں۔ یہاں پر صاف شفاف پانی کے ایک نالے کی وجہ سے پڑاؤ ڈالا گیا تھا۔ اور اسی نالے سے طالبان کے دفاعی مورچوں کا کام لیا جاتا تھا۔ اور قرارگاہ کی ضروریات بھی اسی نالے سے پوری کی جاتی تھیں۔ اس قرارگاہ کے اردگرد غار بھی تھے۔ جو بقول روایات پرانے مجاہدین کی روس کے خلاف پناہ گاہیں تھیں۔ راقم بڑی حسرت بھری نگاہوں سے ان غاروں کی قسمت پر رشک کر رہا تھا کہ یہ غاریں ہمارے کتنے ہی اکابرین وعظیم راہنماؤں کا مسکن بنی رہیں۔ یہ پوائنٹ بگرام خط (محاذ) سے تھوڑا پیچھے تھا۔ اور یہاں سے ہی خط کے نظم و نسق کو آپریٹ کیا جاتا تھا۔ اسی پوائنٹ سے کھانا، پانی، باقاعدہ طریق کار کے مطابق مورچوں پر پہنچایا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ گولہ بارود، گنیں اور گولیاں وغیرہ بھی اسی رحمانیہ پوائنٹ سے بھیجی جاتی تھیں۔

شر میں چھپی خیر:

رحمانیہ پوائنٹ پر رات گزارنے کے بعد ناشتہ سے فراغت پا کر ہم بگرام کے محاذ پر جانے کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔ جلد ہی ہم بگرام خط پر پہنچ گئے۔ صبح کے تقریباً 9 بجے امیر صاحب ہمیں مورچوں پر بریفنگ دے رہے تھے۔ ہمارے سامنے نیچے کی طرف بگرام کابل روڈ پر پسپا ہو کر آنے والے طالبان کا جم غفیر تھا۔ یہ پورا مجمع طالبان مجاہدین، سینکڑوں گاڑیوں، دو میلے، ٹینک اور پیدل فوج پر مشتمل تھا۔ اور پچھلے علاقوں سے ہجرت کر کے

آنے والے لوگ اوران کا سازوسامان دھرنے کوجگہ نہ تھی۔عوام کی سہولت کیلئے ذمہ داروں کے حکم پر طالبان نے یہاں پر ایک پھاٹک بنا رکھا تھا۔جس سے حکم کے مطابق عوام کو آسانی سے گزار کر کابل کی طرف راہنمائی کی جارہی تھی اور طالبان نے اپنی گاڑیاں سڑک کے دائیں بائیں کھڑی کر کے عوام کیلئے راستہ کشادہ کر دیا تھا۔

اسی دوران فضاء میں دو جنگی جیٹ طیارے نمودار ہوئے اور آن واحد میں ایک لمبا غوطہ مار کر بم برسانے لگے یہ کیا؟ ہم اس انہونی کو دیکھ کر سہم گئے۔کہ اتنا بڑا لشکر، اکٹھ، اجتماع اور چھپنے کیلئے کوئی ٹھکانہ نہیں۔یا اللہ خیر۔جنگی نقطہ نظر سے اس قدر لوگوں اور گاڑیوں وغیرہ کا اکٹھا ہونا بے وقوفی تھا۔لیکن دشمن کا نشانہ خطا گیا۔ بم سڑک کے سامنے ٹیکری پر جا لگے۔ جہاں بکریاں جر رہی تھیں۔ بم پھٹنے سے آٹھ بکریوں کے موقع پر ہی پرخچے اُڑ گئے۔اور طیارے نظروں سے اوجھل ہو گئے۔

جس وقت طیاروں نے غوطہ لگایا تھا تو مجاہدین نے فوراً ان کا مقصد جانتے ہوئے ان کی طرف زڑکئی کے برسٹ اور RPG7 کے راکٹ داغنے شروع کر دیئے تھے۔لیکن یہ تو محض اپنے غصہ کا اظہار ہی تھا ورنہ RPG7 اور زڑکئی کی پہنچ جیٹ طیارے تک کہاں؟ طیارے پھر واپس آئے لیکن اب طالبان کا لشکر منتشر ہو چکا تھا۔

طیاروں نے ایک سرف گاڑی کے قریب بم مارا لیکن پھر گاڑی کو ہٹ نہ کر سکا۔اسی طرح طیاروں سے بمباری کی رم جھم برستی رہی۔لیکن نشانہ؟ ایک بھی ہدف ہٹ نہ ہو سکا۔

ہم آپس میں چہ مگوئیاں کر رہے تھے کہ لگتا ہے طیارے کے پائلٹوں نے بھنگ پی رکھی ہے۔جس کی وجہ سے اتنا آسان نشانہ بھی ان سے نہیں لگ رہا۔دو دن سے بمباری کر رہے ہیں۔لیکن ایک بھی مجاہد شہید یا زخمی نہیں ہوا۔یہ بڑی اچنبھے کی بات ہے۔

آخر کار تیسرے دن جا کر یہ معمہ حل ہوا کہ ہم لوگ جسے شر سمجھ رہے تھے دراصل اللہ تعالیٰ نے اسی شر میں خیر اور بھلائی چھپا رکھی تھی۔افغانستان ریڈیو صدائے شریعت سے ایک خوشخبری سننے کو ملی کہ احمد شاہ مسعود کے دو طیارے جنہوں نے تاجکستان کے کلاب ائرپورٹ سے اڑان بھری تھی ان میں سے ایک کابل ائیرپورٹ اور دوسرا جلال آباد ائیرپورٹ پر اتر کر تسلیم ہو چکے ہیں۔

یہ سنتے ہی ہماری سمجھ میں یہ بات بھی آ گئی کہ ان طیاروں کے پائلٹوں نے بھنگ نہیں پی رکھی تھی بلکہ وہ تو بڑے باشعور اور حق شناس تھے۔وہ تو محض وقت گزاری کیلئے ادھر ادھر بمباری کر رہے تھے اور حالات کے سازگار ہوتے ہی وہ قافلہ حق وصداقت کو تسلیم کرتے ہوئے اپنے طیاروں کو طالبان کے سپرد کرنے اور اپنے آپ کو تحریک طالبان میں شامل کرنے آئے تھے۔اس طرح شر میں چھپی ہوئی خیر تمام مجاہدین کے سامنے آ گئی۔اور تمام مجاہدین اللہ تعالیٰ کی اس مدد پر فرحاں وشاداں ہو کر خوشیاں منا رہے تھے۔

ہمارا ایک دشمن کے سو:

بگرام خط اب ہمارا مسکن بن چکا تھا۔اللہ تعالیٰ نے سورۃ آل عمران کی آخری آیت مبارکہ میں ''رباط'' کا حکم نازل فرمایا ہے۔یہاں پر اس حکم پر عمل پیرا ہونے کے ساتھ ساتھ ہم نے بگرام کی ہواؤں، مورچوں کی پر لطف زندگی، گرم گرم قہوہ کے دور اور برفباری کے دن رات سے بھی خوب لطف اُٹھایا۔بگرام کی پہاڑیوں کے سامنے پر کشش دلنشین درہ سالنگ اور پنج شیر تک کا خوبصورت سرسبز علاقہ صاف طور پر دکھائی دیتا ہے۔ہم مورچوں میں بیٹھے سامنے کی آبادیوں اور خوبصورت وادیوں کے بارے میں خوب تبصرے کرتے۔دوربین سے اپنے وہ مراکز اور سابقہ مسکن دیکھتے تھے جہاں پر رہ کر کشتی رانی اور تیراکی کی تربیت حاصل کی تھی۔

اس محاذ پر دشمن کو ہر وقت مصروف رکھنا ہمارا محبوب مشغلہ بنا ہوا تھا۔استاد سیف الرحمٰن سیفی، قاری عباس شہید، استاد بلال شہید، استاد راشد چیتا شہید، اور راقم جیسے سب شرارتی ساتھی یہاں پر جمع تھے۔عصر کی نماز کے بعد اکثر لوگوں کا مشغلہ اور شوق کھیل کود ہوتا تھا۔ہمارے پاس ایک RPG 9 لانچر تھا ہم اس میں گولہ ڈال کر دشمن کی طرف داغ دیتے اور جواب میں دشمن مارٹر توپ کے ذریعے بے تحاشہ گولہ باری کرنے لگ جاتا۔ہم لوگ دشمن کو چھیڑ کر مورچوں کے اندر گھس جاتے اور دشمن بے چارہ روس دور کے اپنے مارٹر توپ کے گولوں کے ذخائر کو برباد کرنا شروع کر دیتا۔

''ہمارے ایک کے بدلے دشمن سو گولے برساتا''

اب ہم اپنے اس شغل کو مزید ترقی دینے کے خواہشمند تھے۔اس لیے پیچھے رحمانیہ پوائنٹ پر مارٹر توپ کی ڈیمانڈ بھجوا دی۔ہمیں جلد ہی مارٹر

توپ بھی مل گئی تھی۔اب ہم نے مارٹر کے فائر دشمن پر گرا کر اُسے دن میں تارے دکھانے شروع کر دیے۔جب دشمن کی باری آتی تو ہم خندق میں گُھس کر گپ شپ لگانے میں مصروف ہو جاتے۔اس کے علاوہ رات کے کسی پہر جب کبھی احمد شاہ مسعود کے علاقے میں مسعودی ٹرانسپورٹ طیارہ ائر پورٹ پر اترتا تو طالبان چار، پانچ، بڑے میزائل داغ دیتے جو دشمن کے ائیر پورٹ پر تباہی پھیلاتے اور خوف وہراس کی فضاء قائم کر دیتے۔

ملا یار محمد اخوند:

یہاں پر ایک دن ریڈیو صدائے شریعت بلٹن سے ملا یار محمد اخوند کی شہادت کی خبر سنی۔تفصیلات کے مطابق وہ اس وقت غزنی کے گورنر تھے کہ غزنی شہر کے......شمالی ضلع میں حزبِ وحدت کے لوگوں نے حملہ کر دیا۔ملا یار محمد اخوند خود اس جنگ میں شریک ہوئے اور اسی معرکہ آرائی میں مشین گن کا ایک برسٹ آپ کو لگا اور آپ 18 جمادی الاولیٰ 1419ھ 1997ء کو شہادت پا گئے۔

پیدائش اور حالات زندگی!

ملا یار محمد اخوند حاجی خان محمد کے بیٹے اور حاجی نیاز محمد کے پوتے تھے۔آپ 12 اگست 1959ء کو صوبہ قندھار کے ضلع دامان کے علاقے مرغان کیچی میں پیدا ہوئے۔آپ کی مادری زبان پشتو تھی۔اور آپ کا تعلق قبیلہ پوپلزئی سے تھا۔

ملا یار محمد نے اپنی جوانی کے آغاز سے ہی دینی تعلیم حاصل کرنے کا اہتمام کیا۔صوبہ قندھار کے ضلع نیش کے مختلف علاقوں میں علم حاصل کرتے رہے۔20 سال کی عمر میں آپ نے جہاد کی ابتداء کی پھر آپ نے عملی کاروائیوں کے ساتھ ساتھ دینی علوم پر بھی توجہ رکھی۔

آپ کی زیادہ تر کاروائیاں کیمونسٹوں کے خلاف قندھار اور زابل سے ملحقہ علاقوں کے اردگرد رہیں۔اس کے علاوہ آپ کی توجہ قندھار اور قلات کے درمیانی راستوں پر سوویت یونین کے قافلہ جات پر شبخون مارنے کی بھی رہی۔آپ کی نمایاں جہادی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت آپ کا RPG7 کا نشانہ تھا۔آپ RPG7 راکٹ کے ماہر ترین نشانہ باز تھے۔آپ سٹینگر میزائل فائر کرنے کی مہارت حاصل کرنے کے بعد دشمن کے طیاروں کو بھی گراتے رہے۔

دشمن کے ہاتھوں پہلی گرفتاری ورہائی:

ملا یار محمد اخوند ڈاکٹر نجیب کی حکومت میں شہر صفا اور دامان کے درمیانی علاقے پوئی گاؤں میں کیمونسٹو کے ہاتھوں گرفتا ہو گئے۔دورانِ قید بہت سی صعوبتیں برداشت کیں۔پھر ایک مقامی قبائلی حبیب آ کا کی ذاتی کوششوں سے رہائی ملی رہا ہوتے ہی پھر میدانِ کارزار میں اتر گئے۔

اسلامی تحریک میں شرکت:

کیمونسٹوں کے فرار کے بعد پھر اُن لوگوں کا دور آیا جو اپنے آپ کو مجاہدین کہتے نہ تھکتے تھے۔لیکن اس کے برعکس انہوں نے فساد، بدعنوانی، اور خانہ جنگی میں کردار ادا کرنا شروع کر دیا۔ملا یار محمد اُس وقت قندھار ہوائی اڈے کے قریبی علاقے یثری میں اپنے مجاہدین کے ساتھ تھے۔تحریک جب ضلع ڈنڈ تک پہنچی تو انہوں نے اپنی پرانی جان پہچان کی بنیاد پر تحریک کے قائدین ملا محمد عمر مجاہد حفظ اللہ تعالیٰ اور ملا عبدالغنی برادر سے ملاقات کی۔اس مجلس میں ملا محمد ربانی، ملا عبدالمنان بھی موجود تھے۔ملا یار محمد نے تحریک طالبان کی غرض وغایت سمجھ آنے پر ملا محمد عمر مجاہد حفظ اللہ کے دستہ میں ضم ہونے کا فیصلہ کر لیا۔

دوسری بار گرفتاری ورہائی:

ملا یار محمد غزنی، وردک، لوگر، کے اضلاع میں جنگی معرکہ آرائیوں میں مصروف رہے۔کابل پر حملے کے دوران آپ احمد شاہ مسعود کے فوجیوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے دوبارہ رہائی کے بعد عزم وارادہ متزلزل نہ ہوا اور طالبان کے ساتھ ہی جہادی ذمہ داریوں میں مصروف ہو گئے۔ہرات کی فتح کے بعد آپکو وہاں کا گورنر بنا دیا گیا۔

صوبہ ہرات کی تعمیر وترقی میں آپ کا کردار:

آپ نے صوبہ ہرات میں گورنر کی حیثیت سے بہت سے تاریخی کام کرائے اور ہرات کی تعمیر وترقی میں ایک نیا باب رقم کیا۔آپ نے اپنے

دور میں ہرات کی تاریخی جامع مسجد پر بہت کام کروایا۔ آپ نے بہت سے تاریخی اور سرکاری مقامات، مساجد، مدارس اور عام المنتفعہ گھر تعمیر کروائے۔ صوبائی دارالحکومت کی ایک عظیم الشان مسجد بھی آپ کی احساسِ ذمہ داری اور لگن کی ایک نشانی ہے۔ آپ مدارس سے بے پناہ محبت رکھتے تھے اور ان کی اعانت کیلئے ہر دم تیار رہتے تھے۔

بہار جب نو بہار ہوئی:

شمالی علاقوں میں طالبان پیش قدمی کرنے کیلئے راستوں پر جمی برف کے ختم ہونے کے منتظر تھے۔ انتظار کی گھڑیاں اپنے اختتام کو پہنچیں۔ پہاڑوں، وادیوں اور میدانوں نے سبز چادر اوڑھنا شروع کر دی۔ یہ آغاز ہے موسم بہار کا۔ پہلے ہر چیز برف سے ڈھکی ہوئی تھی۔ اب ہر طرف ہریالی اور رنگ برنگ پھولوں نے نکلنا شروع کر دیا تھا۔ اور برف پگھلنے کے بعد ندی نالوں میں تیزی سے بہتا، شور مچاتا ہوا پانی اپنے پرانے راستوں کو سیراب کرتا ہوا رواں دواں تھا جہاں برف کے سوا کچھ دکھائی نہ دیتا تھا۔ اب منظر تبدیل ہو چکا ہے۔ مختلف انواع و اقسام کے پودے اور جڑی بوٹیاں سر اٹھا رہے ہیں۔ چند دنوں بعد ان پر جوبن آئے گا میدانوں اور پہاڑوں کی گھاٹیاں رنگ برنگ خورد و پھولوں سے سج جائیں گی۔ بیتے دنوں میں طالبان مجاہدین صرف دفاع پر مجبور اور بے چین تھے۔ اب ان کی بے چینی کے دن ختم ہونے کو آئے ہیں۔ اسی موسم کے انتظار میں ان کے مضبوط بازوؤں کی مچھلیاں تڑپ رہی تھیں۔ موسم بہار میں ہی طالبان مجاہدین نے ہمیشہ کامیابی کا منہ دیکھا۔

صدائے شریعت اور دیگر ذرائع سے طالبان کی پیش قدمی کی اطلاعات سننے کو مل رہی تھیں۔ ابھی طالبان نے جنرل عبدالمالک کو اس کی بدعہدی اور مکاری کا مزہ بھی چکھانا تھا۔ اور قندوز کے محاصرے میں گھرے مجاہدین تک بھی پہنچنا تھا۔ اور آج کل بادغیس کے علاقے ''جمعہ بازار'' کا محاذ گرم تھا۔

طالبان نے فیصلہ کیا کہ شمالی صوبوں کو پکڑا جائے اس کیلئے ایک لشکر ترتیب دیا گیا۔ جس کی کمان ملا داد اللہ کر رہے تھے۔ تعارض شروع ہوا۔ 2 جولائی 1998ء کے دن سخت جنگ ہوئی۔ دشمن نے بہت مزاحمت کی۔ کئی بار طالبان مجاہدین کے قدم اکھڑتے اکھڑتے بچے۔ دشمن مضبوطی سے قدم جمائے ہوئے تھا۔ طالبان کے سامنے دشمن ازبک تھے جو دلیری میں مشہور ہیں۔ یہ گلم جم ملیشیاء کے نام سے معروف ہیں۔ ان کا ماضی اور حال ان کی سفاکی سے مرقوم ہے۔

صبح سے شام تک جاری اس جنگ میں طالبان مجاہدین صرف جمعہ بازار ہی فتح کر سکے۔

طالبان کے فضائی شاہین:

دوسری طرف عبدالرشید دوستم کے طیاروں نے طالبان کے مورچوں پر بمباری شروع کر دی۔ طالبان مجاہدین نے سام سیون میزائل داغ کر دشمن کا ایک طیارہ مار گرایا۔ اسی دن بمباری سے ملا داد اللہ اور ملا فضل بھی زخمی ہو گئے تھے۔ ابتدائی طبی امداد کے بعد انہیں فوری طور پر فاریاب سے طیارے میں سوار کر کے ہرات بھیجنا چاہا۔ جب ان کا طیارہ فضاء میں نمودار ہوا تو دشمن کو بھی اس کی نہ جانے کیسے خبر ہو گئی اور دوستم کے جنگی طیارے بھی فضاء میں بلند ہو گئے۔ اور انہوں نے ملا داد اللہ والے طیارے کا پیچھا شروع کر دیا۔

گلم جم پائلٹوں نے طالبان کے طیارے کے پائلٹ کو رابطہ کر کے دھمکی لگائی کہ طیارہ شبرغان ائیر پورٹ پر اتار دو ورنہ میزائل مار کر تمہارا طیارہ تباہ کر دیں گے۔ حالات کی سنگینی کو بھانپتے ہوئے ملا داد اللہ نے پائلٹ کو مشورہ دیا کہ انہیں کہہ دو ٹھیک ہے۔ پائلٹ نے OK کہہ دیا۔ اب طالبان کا طیارہ آگے اور دشمن جیٹ اس کے پیچھے محو پرواز تھے موقع ملتے ہی طالبان کے شاہین (پائلٹ) نے طیارے کا رُخ اچانک ترکمانستان کی طرف کر دیا۔ ان دنوں ترکمانستان حکومت کی تمام تر ہمدردیاں طالبان کے ساتھ تھیں۔ طالبان کے شاہین نے ائیر پورٹ انتظامیہ سے رابطہ کر کے تمام صورتحال سے آگاہ کر دیا۔ ترکمان حکومت نے ہوش مندی اور زمینی حقائق کا ادراک کرتے ہوئے طالبان کا طیارہ ائر پورٹ پر اترنے دیا اور دوستم کے جیٹ طیاروں کو وارننگ دے کر اپنی حدود سے نکال باہر کیا۔ بعد ازاں طالبان کمانداان بخیرت ہرات پہنچ گئے۔

فاریاب کا محاذ اور انوکھی حکمت عملی:

دونوں بڑے کمانداانوں کے زخمی ہونے کے بعد فاریاب کے محاذ پر ملا برادر، ملا عبدالسلام، مولوی عبدالمنان حنفی اور ملا دوست محمد جیسے زیرک کماندان موجود تھے۔ ملا فضل بھی تیسرے دن معمولی علاج معالجہ کے بعد میدان جنگ کی صورتحال اور واپسی کے اصرار کی وجہ سے محاذ پر پہنچ گئے۔ ان تمام کمانداانوں نے فاریاب کے محاذ پر انوکھی حکمت عملی اپنائی۔ جس کی مثال کم ہی ملتی ہے۔ طالبان مجاہدین نے تیاری شروع کی۔ دشمن کی فوج جمعہ بازار سے

آگے ضلع فیض آباد میں جمع تھی۔ جس کے مغرب کی طرف پشتونوں کا علاقہ موسیٰ تھا۔ طالبان نے ایسی حکمت عملی کے تحت نقل وحرکت کی کہ دشمن کو یہ معلوم ہی نہ ہوسکا کہ طالبان کا رُخ کس طرف ہے۔ طالبان نے لشکر کو دو حصوں میں منقسم کر کے ایک لشکر کو جمعہ بازار کے عقب کی طرف روانہ کر دیا۔ جب طالبان لشکر اپنی مقررہ جگہ پر پہنچ گیا تو دوسرے لشکر نے سامنے سے (جمعہ بازار کی طرف سے چڑھائی شروع کر دی۔ جب جھڑپیں تیز ہوئیں تو عقب والے لشکر (جو فیض آباد کے علاقے موسیٰ کی جانب تھا۔) نے بھی حملہ کر دیا۔ اس ناگہانی آفت سے دشمن محاصرہ میں آگیا۔ دشمن کو اس بات کی توقع نہ تھی اس لیے فیض آباد سے دشمن کو نکلنا پڑا اور جمعہ بازار کی طرف پسپائی اختیار کرنے لگا۔ تو اس طرف موجود لشکر اب جھڑپوں کی بجائے پوری طرح سامنے آ نکلا۔ اس طرح دشمن چکی کے دو پاٹوں میں پھنس گیا۔ اب چاروناچار دشمن کو بھاگنے کیلئے تیسری جانب ''پل چراغ آستانہ بابا'' کی طرف جانا پڑا۔ یہ بھاگ نکلنے کا واحد راستہ تھا۔ اور وہ بھی صرف پیدل نہ کہ فوجی گاڑیاں، بھاری اسلحہ، ٹینک، بکتر بند گاڑیاں وغیرہ لے کر۔

لہٰذا دشمن اپنا سارا ساز وسامان چھوڑ کر ''پل چراغ آستانہ بابا'' کی طرف جان بچا کر بھاگا۔ طالبان مجاہدین نے ان کا پیچھا نہ چھوڑا۔ اور بہت سے دشمن فوجیوں کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ اس جنگ میں آٹھ طالبان مجاہدین بھی دشمن کے ٹینک کا گولہ لگنے سے شہید ہوئے۔

بروز اتوار 12 جولائی 1998ء کو جمعہ بازار شہر کے ساتھ ساتھ فاریاب کا دارالخلافہ میمنہ بھی طالبان مجاہدین کے زیر تسلط آ گیا۔ اس لڑائی میں طالبان مجاہدین نے گیارہ سو (1100) ازبک فوجی گرفتار کیے۔ جبکہ شہر کی فوجی چھاؤنی سے مال غنیمت میں بھاری اسلحہ بھی ہاتھ لگا۔ جس میں سینکڑوں میزائل، 108 ٹینک، 250 پک اپ گاڑیاں اور 50 روسی بکتر بند گاڑیاں بھی طالبان مجاہدین کا مقدر ٹھہریں۔ اس کے علاوہ میمنہ ائیر پورٹ سے ایک ہیلی کاپٹر بھی طالبان نے قبضہ میں لے لیا۔ اور میمنہ کے پہاڑوں میں واقع ایرانی اسلحہ سے بھرے ہوئے 20 بڑے گودام بھی طالبان مجاہدین کو نصرت الٰہی سے ہاتھ لگے۔

فتح حاصل کرنے کے بعد مختلف سمتوں سے نکل کر تمام کمانداں جمعہ بازار شہر میں اکٹھے ہو کر ایک دوسرے سے بغل گیر ہوئے۔ یوں شبرغان کی سمت طالبان مجاہدین کی پیش قدمی کی راہ ہموار ہوگئی۔

شبرغان کی طرف:

پرانی باتوں اور احمد شاہ مسعود کی چالاکیوں سے طالبان مجاہدین بہت کچھ سیکھ چکے تھے۔ اس لیے بہت محتاط ہو کر آگے بڑھ رہے تھے۔ وہ پہلے بھی یہاں سے بار ہا دھوکہ کھا چکے تھے لیکن اب کی بار وہ یہاں کے باسیوں پر اعتبار کرنے کیلئے بالکل تیار نہ تھے۔ اس لیے سب سے پہلے یہاں کیلئے ایک نظام تشکیل دیا گیا۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے انتظامی دستے ہر وقت چوکس وچوکنا رہتے۔ تاکہ بغاوت والا کھیل دوبارہ نہ کھیلا جا سکے۔

اب طالبان کی منزل شبرغان تھی۔ شبرغان جاتے ہوئے راستہ میں ''اندخوئی'' نامی ایک مقام آتا ہے۔ وہاں بالکل مزاحمت نہ ہوئی البتہ ایک بامیانی شیعہ کماندان بھاگتے ہوئے گرفتار کر لیا گیا۔ یہ سورما طالبان کے خلاف بغاوت کروانے کی شیخی بھگارنے آیا تھا کہ دھر لیا گیا۔ ملا عمر مجاہد حفظ اللہ تعالیٰ کو مخابرہ پر صورتحال بتا کر مشورہ مانگا گیا تو انہوں نے اس شیعہ کماندان کا سر قلم کرنے کا حکم دے دیا۔ چنانچہ اس کا سر تن سے جدا کر دیا گیا۔ 24 جولائی 1998ء کو جب اندخوئی فتح ہوا تو یہ لشکر ایک بار پھر شبرغان کی طرف چل پڑا۔ شعبہ استخبارات کی اطلاع پر قندھار سے امیر المومنین ملا محمد عمر حفظ اللہ نے ملا برادر کو پل چراغ کی جانب احتیاط کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ ملا برادر نے فوری طور پر ادھر مزید جہادی وانتظامی کمک روانہ کر دی۔ عبدالرشید دوستم ازبکستان فرار ہو چکا تھا۔ اندخوئی کو امارت اسلامیہ میں داخل کرنے کے بعد طالبان یکم اگست 1998ء کو شبرغان میں داخل ہو گئے۔ اور سب سے پہلے یہ قافلہ شبرغان جیل کی جانب بڑھا۔ تیزی سے گاڑیاں دوڑاتے طالبان جیل پہنچے تاکہ ان اسیر ساتھیوں کو جیل سے جلد از جلد آزاد کرائیں جو ماضی کی مقامی بغاوتوں میں دشمن کے ہاتھوں گرفتار ہو کر قید وبند کی صعوبتیں اٹھا رہے تھے۔ جیل پہنچتے ہی تمام تالے توڑے گئے اور اپنے ان ساتھیوں کو آزاد کیا جن کو طالبان مجاہدین کبھی بھی فراموش نہ کر سکتے تھے۔ اس موقع پر آزاد ہونے والے ساتھیوں کی خوشیوں اور آزاد کرانے والوں کی خوشیوں کو احاطہ تحریر میں لانا راقم کے بس کی بات نہیں۔ رہائی، آزادی کی خوشی قید وقفس میں رہنے والا ہی محسوس کر سکتا ہے۔ قید سے آزادی وہ نعمت ہے جس کا ذکر سورہ یوسف میں حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ میں ملتا ہے۔ انہوں نے والدین اور گھر کے افراد کو پالینے کی نعمت سے پہلے اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا شکر ادا کرتے ہوئے فرمایا کہ!

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے احسان فرمایا جب مجھے جیل سے نکالا......الخ سورہ یوسف:100

اس خوشی کو صرف لفظ ''خوشی'' میں لکھا جاسکتا ہے۔محسوس نہیں کیا جاسکتا۔

ناصر سواتی:

شبرغان میں جس وقت اسیر مجاہدین کو رہا کیا جارہا تھا اسی وقت شبرغان جیل میں دشمن کے گرفتار شدگان کو زندانوں میں ڈالا جارہا تھا۔''**تلک الایام نداولھا**'' یہ بھی عجیب لمحات تھے۔رہائی پانے والوں کے چہرے خوشی سے گلزار بنے ہوئے تھے۔اور قید کیے جانے والوں کے چہروں پر عجب سی اداسی اور کرب دکھائی دے رہا تھا۔

شبرغان جیل کا تذکرہ ہو اور ناصر سواتی کا تذکرہ نہ کیا جائے تو یہ سراسر ناانصافی ہوگی۔ناصر سواتی شبرغان جیل میں اسیر تھے۔جو 1997 میں شبرغان میں ہونے والی بغاوت کے دوران دشمن کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے تھے۔یہ اسیر بعد میں بہت سے قیدی مجاہدین کی رہائی کا سبب بنا۔ان کی کوششیں ناقابل فراموش ہیں۔ناصر سواتی تقریباً ایک سال تک شبرغان جیل میں قیدو بند کی صعوبتیں اُٹھاتے رہے۔

اسیری کے دوران آپ نے جیل انتظامیہ کے ساتھ خوش اخلاقی کی بدولت واقفیت بنالی تھی۔پرانے قیدیوں کا قول ہے۔جیل ایک یونیورسٹی ہے۔یہاں پر چوبیس گھنٹے بند رہنے کی وجہ سے ہر قیدی ماہر نفسیات بن جاتا ہے۔اپنے ساتھ والوں کے رویہ اور عادات واطوار کو بہت جلد سمجھنے لگتا ہے۔حتی کہ دور کھڑے قیدیوں کی باہم گفتگو کو ہونٹوں کی جنبش سے سمجھ لیتا ہے۔کہ کیا بات ہو رہی ہے۔سمجھدار قیدی بخوبی اندازہ کر لیتا ہے کہ کیا معاملہ چل رہا ہے۔سیانا قیدی تو عملہ کی چہل پہل،رویہ اور ہل جل سے آنے والے وقت کی سنگینی کو بھی بھانپ لیتا ہے۔اس کے علاوہ قیدی اتنے ماہر ہو جاتے ہیں کہ جیل عملہ سے ڈیلنگ (لین دین) کر کے اپنی سہولیات حاصل کر لیتے ہیں۔

ناصر سواتی بھی ایسے ہی سیانے اور سمجھدار اسیروں میں سے ایک تھے۔آپ نے بہت جلد جیل میں اپنا اثر ورسوخ اور قیدیوں کے ساتھ اچھے حالات پیدا کر لئے۔اور عملہ جیل سے تعلقات بنا کر بھن تروڑ (جوڑ توڑ) کے ماہر بن گئے۔

شبرغان جیل سے رہا ہوتے ہی ناصر بھائی کو شعبہ اسیران کا ذمہ دار بنا دیا گیا۔قیدیوں کے متعلق تمام معاملات کو ان کے سپرد کر دیا گیا۔انہوں نے اپنی ذمہ داریاں احسن طریقہ سے نبھاتے ہوئے بہت سے قیدی مجاہدین کو جوڑ توڑ کر کے دشمن کی قید سے نجات دلوائی۔حالانکہ یہ کام بہت کٹھن اور دشوار ہے۔کیونکہ جو شخص دشمن کی قید میں رہا ہو وہی دشمن کے سرداروں کے ساتھ مذاکرات کرنے ان کے برابر بیٹھ جائے اور دشمن بھی ایسا جو نہایت دھوکہ باز اور چالاک ہو۔کل تک ان کی دسترس میں رہنے والا شخص آج ان کے ہم پلہ ہو کر سودے بازی کر کے اپنے ساتھیوں کو چھڑانے کی بات کر رہا ہے۔

بھائی ناصر سواتی نے سب سے پہلے بامیان میں شیعوں کی قید میں اسیر قیدیوں کو رقوم کے بدلے رہا کروایا۔بامیان سے رہا ہونے والوں میں فیصل خلجی، وسیم بھائی، اور ضرار بھائی کے نام راقم کو یاد ہیں۔یہ تینوں مجاہد پاکستانی ہیں۔وہ لوگ اپنی رہائی کو خدائی کرشمہ تصور کر رہے تھے۔پھر بھائی ناصر سواتی نے احمد شاہ مسعود کے علاقہ پنج شیر میں اپنا نیٹ ورک (رابطہ) بنایا۔وہاں سے آپ قیدیوں کو تو رہا نہ کرا سکے البتہ اسیر مجاہدین تک اشیائے خورد و نوش اور نقدی وغیرہ کا معقول انتظام کرنے میں ضرور کامیاب ہو گئے جو کہ وہاں موجود قید ساتھیوں کیلئے نعمت عظمٰی سے کم نہ تھا۔

افغانستان میں جب امریکہ نے حملہ کر دیا تو امریکہ کے حواریوں نے امریکی ڈالروں کی چمک حاصل کرنے کیلئے اپنی کم ظرفی کی انتہاء کرتے ہوئے طالبان کے مہمان مجاہدین (غیر ملکی بشمول پاکستانی) کو گرفتار کر کے اپنی نجی جیلوں میں قید کرنا شروع کر دیا۔اور اپنی تجوریاں امریکی ڈالروں سے بھرنے لگے۔تو بھائی ناصر سواتی نے سخت تگ ودو کے ساتھ سودے بازی کر کے ایسے مہمان اسیران کو ان کے چنگل سے آزاد کروا کر ان کے گھروں تک پہنچانے کا بندوبست کیا۔اور ڈھیروں ثواب کے ساتھ ان مجاہد ساتھیوں کے ماں باپ اور خاندان والوں کی دعائیں اور ہمدردیاں بھی سمیٹیں۔بلاشبہ بھائی ناصر سواتی نے مجاہدین اسلام کی خدمت کر کے جیل یونیورسٹی میں اٹھائے جانے والے دکھوں اور غموں سے حاصل ہونے والی تعلیم کا صحیح طور پر فائدہ اٹھایا۔اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کے اس کام کو قبول فرما کر آپ سے راضی ہو جائیں (آمین)

سرپل کا چریک دیوانہ:

صوبہ سرپل کے دارالخلافہ کا نام بھی سرپل ہے۔یہاں کا کمانڈر، چریک رحیم دیوانہ تھا جو سخت جنگجو قسم کا نہایت جری کمانڈر تھا۔طالبان شبرغان میں فتح یاب ہوئے تو ان کا اگلا ہدف سرپل تھا۔طالبان کو کمانڈر چریک رحیم دیوانے سے سخت مزاحمت کی توقع تھی۔طالبان نے سرپل پر پیش قدمی کی

منصوبہ بندی کی اور آگے بڑھنے لگے۔ طالبان نے سرپل کی جانب پیش قدمی شروع کر دی تو شہر سے گولہ بارود چلنے کی آوازیں زور وشور سے آنے لگیں۔ طالبان لشکر نے بہت محتاط ہو کر پیش قدمی کو جاری رکھا۔

لیکن سامنے کے منظر نے عجیب حالات کا نقشہ کھینچ رکھا تھا۔ شہر کے تمام مرد و زن، بوڑھے اور بچے ہاتھوں میں سفید پرچم لہراتے ہوئے قطاروں میں کھڑے طالبان مجاہدین کیلئے دیدہ و دل فراش کیے ہوئے تھے۔ طالبان لشکر یہ منظر حیرت زدہ ہو کر دیکھ رہا تھا۔ جبکہ دشمن کا کہیں پتہ نہ چل رہا تھا کہ وہ کہاں ہے؟ طالبان نے احتیاطاً چار پانچ بڑے میزائل بھی داغے لیکن جوابی فائر ایک بھی نہ آیا۔ عوام نے فراخدلی سے طالبان لشکر کا استقبال کیا۔ طالبان نے سرپل میں گاڑیاں گھمائیں پھرائیں تا کہ حالات کا صحیح ادراک ہو سکے۔ کہیں دشمن کوئی انوکھی جنگی چال تو نہیں چل رہا۔ کیونکہ سرپل میں داخل ہونے سے پہلے طالبان لشکر نے گولہ بارود کی زوردار آوازیں سنی تھیں لیکن اب تک دشمن کی طرف سے کسی قسم کی مزاحمت کا سامنا نہ ہوا۔ ہوا کچھ یوں کہ سرپل کا ''چریک رحیم دیوانہ'' جو اپنی بہادری کے ساتھ ساتھ اپنی بے وقوفی میں بھی مشہور تھا۔ طالبان کے سامنے گیڈر بن گیا۔ جو آوازیں طالبان نے سنی تھیں وہ اس بے وقوف کمانڈر نے اپنے اسلحہ کے گودام کو خود آگ لگا کر پیدا کی تھیں۔ بے وقوف کمانڈر طالبان کے خوف سے اپنے اسلحہ کو آگ لگا کر مزار شریف کی طرف بھاگ گیا تھا۔

طالبان عوام کے اتنی جلدی تسلیم ہو جانے کو شک کی نگاہ سے دیکھ رہے تھے کیونکہ وہ ماضی میں مزار شریف وغیرہ میں دشمن کی بدعہدی کے ڈسے ہوئے تھے۔ اس لیے احتیاط کے طور پر تمام شہریوں سے اسلحہ جمع کرانے کا کہا گیا۔ شہریوں نے تصفیہ (ہتھیار جمع کرانے) میں کسی تامل و تردد سے کام نہ لیا۔ اور اپنا اپنا اسلحہ بخوشی جمع کرا دیا۔ امیر المومنین کے حکم پر حاجی عبدالمنان ''شینڈنڈ والے'' کو یہاں کا گورنر بنا دیا گیا۔

مزار شریف پر دوسرا اور حتمی فیصلہ:

مزار شریف پر طالبان نے 1997ء میں فتح حاصل کر لی تھی۔ لیکن وہاں پر قدم نہ جما سکے اور اندرونی و بیرونی سازشوں کا شکار ہو گئے تھے۔ شمالی اتحاد اور مزاریوں نے مل کر بہت بڑی بغاوت کروا دی تھی اور انہوں نے سینکڑوں طالبان مجاہدین کو ظلم و بربریت کا نشانہ بناتے ہوئے شہید کر دیا تھا۔ ایک اندازے کے مطابق 1997ء کی بغاوت کے دوران آٹھ ہزار کے قریب طالبان شہید ہوئے تھے۔ دشمن نے طالبان کو واپس بادغیس تک دھکیل دیا تھا۔ طالبان مزار شریف میں لگا نشتر اب تک نہ بھلا پائے تھے۔ ایک سال سے شدت اور تڑپ کے ساتھ دن رات دعاؤں میں بے تاب رہتے تھے۔ یا اللہ ہمیں مزار شریف پر فتح مندی عطاء فرما اور ہماری مدد و دادرسی فرما (آمین)

ٹھیک تقریباً ایک سال بعد شہداء کا خون رنگ لے آیا۔ مزار شریف سرپل کے سامنے ہے۔ ہزاروں گاڑیوں پر مشتمل لشکر جرار بلخ سے پندرہ کلو میٹر تک سڑک پر پھیلا ہوا تھا۔ جبکہ شبرغان میں طیارے اور ہیلی کاپٹر کے پائلٹ اپنے اپنے کاک پٹ میں اشارے کے منتظر تھے۔

ملا فضل، ملا برادر اور ملا عبدالمنان حنفی کی باہمی مشاورت و حکمت عملی سے مزار شریف کی جنگ لڑی جانا تھی۔ ان کماندانوں نے اس سلسلہ کی تمام منصوبہ بندی اور نقشوں کی مدد سے راستوں کا تعین مکمل کیا۔ تاہم اسلامی قواعد و ضوابط کی رو سے طالبان کے اجلاس میں یہ بات بھی طے کی گئی کہ مقامی لوگوں اور ان کے جنگی کمانڈروں سے بات چیت کر کے پہلے انہیں اپنا مؤقف، نصب العین بتا کر امارت اسلامیہ کی راہ میں حائل نہ ہونے پر قائل کرنے کی سعی کی جائے گی۔

لہٰذا ملا فضل کی قیادت میں چند لوگ بلخ گئے اور انہوں نے مقامی لوگوں کمانڈر امیر خان اور حزب اسلامی سے وابستہ کئی بڑے کمانڈروں سے مذاکرات کیے۔ وہاں پر شعبہ استخبارات نے گلبدین حکمت یار کی موجودگی اور پھر وہاں سے روانگی کی خبریں بھی پہنچائی تھیں۔ مذاکرات کامیاب ہوئے بلخ کے تمام کمانڈروں نے طالبان کو تعاون کی پیش کش کر دی۔

وفد کامیاب و کامران ہو کر واپس شبرغان آ گیا۔ تمام صورتحال سے قندھار تک آگاہی دی گئی۔ پھر وہاں سے مشورہ آنے پر طالبان بلخ شہر میں داخل ہو گئے۔ تمام طالبان مجاہدین نے رات شہر کے گلی کوچوں، چوکوں اور چوراہوں پر گزاری۔ مولوی عبدالمنان حنفی صاحب کو مہمان خانہ میں ٹھہرایا گیا۔ ایک راوی بیان کرتا ہے کہ وہاں پر مولوی عبدالمنان حنفی صاحب کو گلبدین حکمت یار، احمد شاہ مسعود، جنرل عبدالرشید دوستم اور برہان الدین ربانی کے دستخطوں سے تصدیق شدہ عہد نامہ بھی ملا جس کی رو سے شمالی اتحاد وجود میں آیا تھا۔ یوں فاسق و فاجر جنگی کمانداروں کا ایک دستاویزی ثبوت بھی بطور دلیل طالبان کے خزانہ میں آ گیا۔

دوسری جانب راتوں رات دشمن کی جانب سے محاذ بنانے کی خبر ملی۔ رات کا باقی پہر بے چینی اور اضطراب کی حالت میں گزرا کہ کب صبح ہو اور کب مجاہدین کے دل اپنے شہداء کے خون کا بدلہ لے کر ٹھنڈے ہوں۔ تمام طالبان دشمن سے ماضی میں لگائے گئے نشتر کا حساب لینے کیلئے پر تول رہے تھے۔

حملہ اور قلعہ زینی کی فتح:

خدا خدا کر کے صبح نمودار ہوئی اور نماز فجر کے بعد شوریٰ نے حملہ کرنے کا مژدہ سنایا۔ طالبان تاریکی کو ختم کرنے والی صبح کے اجالے میں منصوبہ بندی پر عملدر آمد کرنے لگے۔ قلعہ جنگی کی طرف سے ملا فضل اخوند، قلعہ زینی کے شمال کی طرف سے ملا برادر اخوند اور تیسرے راستے سے ملا عبدالمنان حنفی حملہ کرنے کیلئے مستعد کھڑے تھے۔ ملا حنفی صاحب کے ساتھ بلخ کا کمانڈان امیر خان بھی تھا۔

حملہ شروع کر دیا گیا۔ دشمن کا خط قلعہ زینی پر تھا۔ اور قلعہ زینی کے خدوخال اور ساخت طالبان کی راہ میں رکاوٹ بن رہے تھے۔ دشمن بھاری توپ خانہ سے گولہ باری کر کے لشکر حق پر اپنا غصہ نکال رہا تھا۔ گولے زمین پر لگ کر پھٹتے تو آگ اُگلتے۔ لیکن بلند حوصلہ طالبان کو کون روک سکے؟ وہ قلعہ میں داخل ہونے کی کوشش میں بے خوف وخطر لگے رہے۔ آخر کار ایک فور بائی فور ڈبل کیبن ٹویوٹا قلعہ میں داخل ہونے میں کامیاب ہوگئی قلعہ میں داخل ہوتے ہیں گاڑی کو ایک گولہ لگا۔ گاڑی کے پرخچے اُڑ گئے اور اس میں سوار تمام مجاہدین موقع پر ہی شہادت پا گئے۔ یوں ان ابابیلوں نے اپنی جانیں قربان کر کے طاغوت کے تابوت میں آخری کیل ٹھونک دی اور آنے والوں کیلئے راستہ ہموار کر دیا اور طالبان لشکر قلعہ زینی میں اسی راستہ سے داخل ہوگیا یوں مزار شریف 8 اگست 1998 کو فتح ہو گیا۔

مزار شریف کی فتح اور دلی ٹھنڈک:

دشمن بدحواس ہو کر اپنی جان بچانے کی دوڑ دھوپ میں لگا ہوا تھا۔ طالبان کے جنگی ہیلی کاپٹروں نے بڑے اہداف، ٹینک، بکتر بند گاڑیوں وغیرہ پر میزائل داغ کر دشمن کو اپنی ٹرانسپورٹ گاڑیاں چھوڑ کر بھاگنے پر مجبور کر دیا۔

طالبان مزار شریف میں داخل ہو کر اپنے جسم پر ماضی میں لگے نشتر سے بہنے والے خون پر مرہم لگانے میں مصروف ہو گئے۔ ابن سباح یہودی کی روحانی اولاد اور اسلام کے ازلی دشمن رافضیوں کو ان کی کمین گاہوں سے نکال نکال کر خوب خون بہایا گیا اور اپنے مظلوم مجاہد ساتھیوں کی شہادت کا بدلہ لے کر اپنے دلوں کو ٹھنڈا کیا گیا۔ اس کے علاوہ مشکوک افراد کو نکال کر ایک جگہ جمع کیا گیا اور پھر حوالۂ زندان کر دیا گیا۔ وہاں ان افراد سے تفتیش کی گئی۔ مجرم لوگوں کو گولی اور بے گناہوں کو آزادی کا حکم دیا گیا۔

مزار شریف فتح کر لینے کے بعد طالبان مجاہدین نے حسب معمول جیل کا رُخ کیا اور اپنے 118 مجاہد ساتھیوں کو جیل سے آزاد کیا۔ جبکہ 31 پاکستانی مجاہدین قیدیوں کو حزب وحدت کے رافضی اپنے ساتھ بامیان لے گئے۔ آزاد کیے جانے والے لاغر اور بیمار مجاہدین کو بذریعہ جہاز کابل علاج معالجہ کیلئے روانہ کر دیا گیا۔

مزار شریف سے طالبان مجاہدین نے 45 ایرانی ٹرک ڈرائیوروں کو بھی ٹرکوں سمیت گرفتار کر لیا جو شمالی اتحاد والوں کے لیے ایران سے اسلحہ بھر کر لائے تھے۔ پھر ان تمام گرفتار شدگان کو شبرغان جیل میں بند کر دیا گیا۔

ملا برادر نے نماز عصر کے بعد طالبان مجاہدین کیلئے ضابطہ اخلاق کا اعلان فرمایا انہوں نے مزار شریف کی سابقہ روش کو سامنے رکھتے ہوئے کسی بھی طالب مجاہد کو کسی مکان، اوطاق اور چھاؤنی میں رات رہنے کی اجازت نہ دی بلکہ تمام رات چاک وچوبند اور مستعد رہنے کا حکم دیا۔

شہر میں ہر طرف روافض کی لاشیں بکھری پڑی تھیں۔ راقم کو ایک مجاہد ساتھی نے شیعہ رافضیوں کے کمانڈر عبدالعلی مزاری کے مقبرہ کی روداد سنائی۔ وہ ساتھی روداد سناتے ہوئے بہت چمک رہا تھا وہ بولا

''حیات اللہ بھائی! تمہیں وہ دن یاد ہیں جب مزار شریف میں بغاوت ہوئی تھی اور وہ واقعہ تو ضرور یاد ہو گا جب گرفتار شیعہ کمانڈر عبدالعلی ہیلی کاپٹر میں طالبان سے لڑنے لگ پڑا تھا تو طالبان نے ادھر ہی اس کی غلط فہمی اس کا گلا کاٹ کر دور کر دی تھی اور لاش مزار شریف روانہ کر دی تھی۔''

حیات اللہ بھائی!

رافضی لوگ اُسے اپنا ہیرو مانتے تھے۔ ایران سے اس کے مقبرہ کی تعمیر کے لیے بہت زیادہ ساز وسامان اور مالی امداد آئی پھر اس مقبرہ کی تعمیر

شروع کی گئی اور ایک پرشکوہ عمارت بنا کر کھڑی کر دی گئی۔ آپ کو تو وہ غمناک دن بھی یاد ہوں گے جب بغاوت کے بعد رافضیوں نے اس مردار کمانڈر عبدالعلی کی قبر کے سرہانے طالبان مجاہدین کو شہید کر کے مجاہدین کا مقدس لہو پانی کی طرح بہایا تھا تاکہ رافضیوں کے عقیدہ کے مطابق اس مردار کی روح کو سکون ملے۔

تاہم میں آپ کو فتح کے بعد اسی مزار کے عبرتناک انجام کے بارے میں بتاتا ہوں کہ ہم نے وہاں جی بھر کے شیعوں کی گردنیں کاٹ کر اپنے دل ٹھنڈے کیے اور اپنے شہداء کا بدلہ لیا۔ ہمیں ہمارے شہداء کی یاد سونے نہ دیتی تھی پھر اللہ کے فضل سے ہم نے خوب انتقام لیا اور پھر طالبان نے اس ملعون کمانڈر عبدالعلی کے مزار کو بارود سے اڑا کر صفحہ ہستی سے اس کا وجود ختم کر دیا۔

پاسداران انقلاب کے کمانڈوز کا قتل:

یہاں پر پاسداران انقلاب (ایرانی فورس) کے 9 سورمے بھی گرفتار کر لیے گئے تھے۔ طالبان نے انہیں اسی وقت موت کے گھاٹ اتار دیا۔ بعد میں ایران نے خوب واویلا مچایا کہ یہ تو ہمارے سفارت کار تھے اور طالبان نے سفیروں کو قتل کر دیا۔ اپنی سفارت کاری کا بھرم رکھنے کیلئے ایران نے ہرات بارڈر پر فوج لا کر بٹھا دی اور ان کا انتقام لینے کیلئے افغانستان پر فوجی حملہ کرنے کی گیدڑ بھبکیاں دینے لگا۔

طالبان کے زخمی شیر کی دھاڑ:

جب ایران کی فوج ہرات بارڈر پر آ لگی اور ایران امارتِ اسلامیہ افغانستان کو دھمکیاں دینے لگا تو اُن دنوں طالبان کا شیر ''ملا داداللہ'' زخمی حالت میں بستر پر پڑا تھا۔ (ملا داداللہ فاریاب میں زخمی ہو گئے تھے) ایران کے افغانستان کی طرف منہ کر کے بھونکنے پر وہ لاٹھی ٹیکتا ہوا بستر سے اُٹھا اور ایک لشکر جرار لے کر ہرات ایران بارڈر کی جانب محوِ سفر ہوا۔

راقم کو ملا مرجان نے اس صورتحال پر مزاح سے بھرپور واقعہ سنایا۔ اس واقعہ کے ملا مرجان خود ہی راوی ہیں۔ وہ بیان کر رہے تھے کہ 1999ء میں ایک مشہور اسیر مجاہد کو پنج شیر جیل سے ایران کے صوبے تہران کی بند کرج جیل منتقل کیا گیا تو وہاں ایک ایرانی پہریدار (انٹیلی جنس کا اہلکار) نے گپ شپ لگانا شروع کر دی۔ گپ شپ کے دوران جب مزار شریف میں ایرانی سفارتکاروں کے قتل کا تذکرہ ہوا اور ساتھ ہی ملا داداللہ کے لشکر جرار کے آنے کی بات چھڑی تو ایرانی فوجی کھسیانی بلی کھمبا نوچے کے مصداق بے شرمی کی ہنسی ہنستے ہوئے بتانے لگا کہ کس طرح طالبان کے شیر ملا داداللہ کی دھاڑ سے ایران بھیگی بلی بن کر مذاکرات کی میز سجانے پر اتر آیا تھا۔ اس فوجی نے کہا کہ یار تم عجیب قِسم کے قیدی ہو۔ تم لوگ ہر حال میں خوش رہتے ہو۔ یہ ایران کی خطرناک ترین جیل ہے۔ یہاں پر بڑے بڑے مجرم بکری بن جاتے ہیں جبکہ تم ہو کہ خوش وخرم۔ پھر چند سیکنڈ خاموش رہنے کے بعد کھسیانی ہنسی کے ساتھ بولا جب ہرات بارڈر پر ہماری فوج جمع ہوئی تو میں بھی ان کے ہمراہ تھا۔ اُن دنوں ایران، افغانستان پر اپنے سفارتکاروں کے قتل پر سیخ پا تھا۔ (حالانکہ ایران نے تو امارت اسلامیہ کو تسلیم ہی نہ کیا تھا پھر سفارتکاری کیسی؟) اور اپنی لفاظی جنگ کو پراپیگنڈہ مہم کے تحت میڈیا کے ذریعے جاری رکھے ہوئے تھا اور افغانستان کو دھمکیاں دے رہا تھا کہ ایک دن سامنے بارڈر سے پار ہماری نظر ایک بڑے لشکر پر پڑی۔ دور سے نظر آتے ٹینک اور بکتر بند گاڑیوں کے اوپر بیٹھے بے ترتیب کالی پگڑیوں والے طالبان آ رہے تھے۔ ان کو دیکھتے ہی ہماری ہوا نکل چکی تھی۔

وہ لوگ بھی تمہاری طرح خوش وخرم گپیں ہانکتے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔ اور کچھ اتن (لڈی کی طرح کا روائتی افغانی رقص) کر رہے تھے۔ جیسے کسی جنگ پر نہیں بلکہ کسی پکنک پوائنٹ کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ طالبان مجاہدین کو مرنے مارنے پر تلا ہوا دیکھا تو ایران حکومت نے فوراً پینترا بدل کر مذاکرات سجانے کی دعوت دے دی۔

ایران حملہ کی دھمکی سے پیچھے ہٹتے ہوئے سفارتکاروں کے قتل کے بارے میں بات چیت کرتے کرتے محض انکی لاشوں کی حوالگی پر آ گیا۔ جارح مزاج ملا داداللہ تو ویسے بھی رافضی مار مشہور تھے۔

''رافضیوں کیلئے بس ان کا نام ہی کافی ہے''

عام معافی کا اعلان:

امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد حفظ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عام معافی کا اعلان آ گیا۔ قتل عام بند ہو گیا۔ ملا عبدالمنان حنفی مزار شریف کے والی (گورنر) بنا دیئے گئے۔ ملا معاذ اللہ محکمہ پولیس کے افسرِ اعلیٰ اور ملا عبدالرزاق کو رکمانڈر مزار شریف بنا دیئے گئے۔

پلخمری اور درہ صیاد کی فتح:

مزار شریف کو مرکز بنا کر قرب و جوار کے علاقوں کو امارتِ اسلامیہ کی علمداری میں شامل کرنے کیلئے جاں نثارانِ اسلام کی تشکیلات کی گئیں۔ تاشقرغان (خلم)، سمنگان اور پل خمری کی جانب رضا کار روانہ ہو گئے۔ تاشقرغان سے پہلے دشمن کو طالبان کی آمد کی اطلاع مل چکی تھی۔ وہاں ہلکی سی مزاحمت کے بعد طالبان کا قبضہ ہو گیا۔ خلم شہر بھی ہاتھ آ گیا۔ وہاں پر دشمن جلد بازی میں اپنا سامان، وردیاں بھی چھوڑ کر بھاگ نکلا۔ اس کے بعد طالبان مجاہدین نے سمنگان کا رُخ کیا۔ خلم شہر سے پانچ کلومیٹر کی دوری پر واقع راستہ کو حزب وحدت کے شیعوں نے بارود سے اُڑا دیا۔ جس کی وجہ سے طالبان مجاہدین کی پیش قدمی رک گئی۔ اس راستہ کے مسدود ہو جانے پر قتیبہ بن مسلمؒ باہلی کی یاد تازہ ہو گئی اور ایک عظیم مسلمان فاتح قتیبہ بن مسلم باہلیؒ کے عملی کردار سے مماثلت کا شرف بھی طالبان مجاہدین کے حصہ میں آیا۔ آج سے تیرہ سو سال قبل سن 91 ہجری میں عظیم فاتح قتیبہ بن مسلمؒ ''درہ صیاد'' کے عین اسی مقام سے گزر رہے تھے کہ دشمن نے آپ کی راہ مسدود کر دی تھی اور کئی ہفتوں تک اس مقام پر قتیبہ بن مسلم باہلیؒ کے لشکر کی پیش قدمی رکی رہی تھی۔

طالبان مجاہدین نے درہ صیاد پر جنگ کی مگر دشمن کو بہتر جگہ پر قابض ہونے کی وجہ سے برتری حاصل رہی۔ دشمن کے سپاہیوں نے راکٹوں، گولوں اور مارٹروں کے ذریعے طالبان کو سر نہ اُٹھانے دیا۔ اسی مقام پر مولوی عبدالمنان حنفی زخمی بھی ہو گئے تھے۔ آخر یہ طے پایا کہ یہاں پر سر ٹکرانا وقت کا ضیاع ہے۔ اس لیے فی الحال پیش قدمی روک دی جائے۔

تاریخ نے اپنے آپ کو پھر دہرایا۔ اب کی بار قتیبہ بن مسلمؒ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے ملا فضل اخوند نے اُن کا سبق دہراتے ہوئے ایک تھکا دینے والا منصوبہ تشکیل دیا۔ دشمن کے سامنے صف آراء لشکر بدستور ڈٹا رہا اور باقی لشکر ملا فضل اخوند کی زیر امارت دریائے آمو کے ساتھ ساتھ ریگستان سے گزر کر بریکنگ سے ہوتے ہوئے قندوز پہنچ گیا۔ قندوز پہلے ہی طالبان کے زیر نگین تھا۔ وہاں سے مزید مجاہدین کی تشکیلات اس لشکر کے ساتھ ہوئیں۔ طالبان مجاہدین کا یہ لشکر بغلان سے گزرتے ہوئے پل خمری پر بھی 11 اگست 1998 کو قابض ہو گیا۔ پل خمری پر اسماعیلی شیعوں کے خلیفہ ''منصور نادری'' کے بیٹے سید نادری کا قبضہ تھا۔ وہ طالبان کا سُن کر پل خمری کو چھوڑ کر بھاگ گیا اور درہ کیان جا پہنچا۔ یہاں سے طالبان مجاہدین کا لشکر ''ایبک'' شہر میں داخل ہو گیا۔ ایبک میں دشمن موجود نہ تھا۔ کیونکہ وہ تو سب کے سب بطور کمک حزب وحدت کے پاس ''درہ صیاد'' میں پہنچے ہوئے تھے۔ طالبان مجاہدین نے تقریباً اڑھائی سو کلومیٹر کا طویل چکر بھوکے پیاسے پرعزم ہو کر کاٹا اور دشمن کے پیچھے سے اس کے سر پر پہنچ گئے۔ جس کے بارے میں دشمن سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ سامنے ڈٹا ہوا لشکر اپنے فرائض سرانجام دے رہا تھا کہ دشمن کو پیچھے سے اس پرعزم لشکر نے بھاگنے کا موقع بھی نہ دیا۔ حزب وحدت کے فوجیوں کا خوب قتل عام ہوا۔ اور ان کی کثیر تعداد زندہ گرفتار کر لی گئی۔ اس طرح ''درہ صیاد'' پر طالبان مجاہدین اور کمانڈان ملا فضل اخوند نے قتیبہ بن مسلم باہلیؒ کی روایات کو زندہ کرتے ہوئے امارتِ اسلامیہ افغانستان کی فتح کا پھریرا درہ صیاد پر لہرا دیا۔

درہ کیان

درہ کیان حسن بن صباح کے جانشینوں کا مرکز ہے۔ اسماعیلی آغا خانیوں پر مشتمل یہاں کی آبادی آٹھ سو سال پہلے یہاں آ کر آباد ہوئی تھی۔ جب ''ہلاکو خان'' نے حسن بن صباح کے ایرانی شہر قزوین میں واقع ''قلعہ الموت'' پر حملہ کر کے اسے نیست و نابود کر دیا تھا تو قزوین شہر میں اس کے بچے کھچے ممبران میں سے کچھ لوگ درہ کیان میں آ کر آباد ہو گئے تھے۔

یہاں آ کر انہوں نے اپنے امام حسن بن صباح کے قلعہ کی یاد میں جگہ جگہ عقاب کی تصاویر اور مجسمے بنا رکھے تھے۔ یہ علاقہ ہمیشہ اسلام کے خلاف سازشیوں کا مرکز بنا رہا۔ یہاں کا بادشاہ منصور نادری تھا۔ جس کا حکم یہاں پر قانون کا درجہ رکھتا تھا۔ حتیٰ کہ شیعہ مذہب کے مطابق اس کو خدا اور رسول تک کا درجہ دیا جاتا ہے۔ شکست خوردہ نزدیک کے تمام شیعہ یہاں پناہ لیے ہوئے تھے۔ کیونکہ دفاعی لحاظ سے دشمن کو اپنے اس قلعے پر بڑا مان تھا۔ اس نے درہ کیان کو ٹینکوں اور توپوں وغیرہ سے پوری طرح کور کر رکھا تھا۔ اور زمینی راستہ پر بہت زیادہ بارودی سرنگیں بچھا رکھی تھیں۔

لڑو اللہ کیلئے مرو اللہ کیلئے:

طالبان کا لشکر سازشیوں کے مرکز اکبر درہ کیان پر حملہ کرنے کیلئے تیار کھڑا تھا۔ طالبان کے سامنے زنادقہ فوج اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ مورچہ زن تھی۔ ان گستاخانِ اہلبیتؓ و صحابہؓ اطہار کو مزہ چکھانے کیلئے ہر مجاہد ساتھی امیدوار و خواہشمند تھا۔ اس درے میں داخل ہونے کے لیے پل خمری اور دوشی سے راستے جاتے تھے۔ دونوں راستوں پر بارودی سرنگوں کا جا بجا جال بچھا ہوا تھا۔ اور ساتھ ہی دشمن نے ان راستوں پر پانی چھوڑ کر اور بھی خطرناک داؤ

کھیل رکھا تھا۔دشمن کی اس چال نے طالبان کو سوچنے پر مجبور کر دیا۔ناچار ایسی صورتحال بن گئی تھی جیسے گلے میں ہڈی اٹک جائے۔لیکن ہر مجاہد شہادت کی طلب لیے کھڑا تھا۔ملا فضل یہاں پر بھی لشکر کی کمان سنبھالے ہوئے تھے۔

ملا فضل اخوند نے تو کلت علی اللہ کا عملی مظاہرہ پیش کرتے ہوئے گاڑی درہ میں گھسیٹر دی ملا فضل اخوند کی گاڑی سمیت دو اور گاڑیاں بارودی سرنگ کا نشانہ بنیں اور ملا فضل اخوند زخمی ہو گئے جس کی وجہ سے پیش قدمی وقتی طور پر رُک گئی۔

سرکردہ طالبان ذمہ داران سر جوڑے بارودی سرنگوں کا توڑ ڈھونڈنے کیلئے پریشان تھے۔اس کے علاوہ علاقہ میں پانی چھوڑا گیا تلوار کی دھار کی مانند نہایت خطرناک تھا کیونکہ پانی کی وجہ سے بارودی سرنگوں کے بچھائے جانے کی ترتیب کا پتا نہ چل رہا تھا۔

ایک بزرگ مجاہد نے اپنی چادر سیدھی کرتے ہوئے کہا کہ ''آسان حل ہے'' ہم اللہ کی راہ میں اس راستہ پر بے دریغ گاڑی دوڑائیں گے اور بارودی سرنگوں کے پھٹ جانے کی صورت میں راستہ صاف ہو جائے گا۔اسی طرح تمام ساتھی کرتے چلے جائیں اور اپنی منزل کو پالیں۔اس طرح انشاء اللہ عنقریب فتح و نصرت ہمارے قدموں کو چوم لے گی۔

پہلی گاری اس راہ پر خطر پر دوڑتی ہوئی چڑھی اور بخریت گزر گئی دوسری گاڑی چڑھی اور بارودی سرنگ سے ٹکرا گئی۔اس میں سوار چار ساتھی شہید ہو گئے۔اور چار ساتھی زخمی ہو گئے۔اس کے بعد کئی گاڑیاں اس راہ گزر پر دوڑیں چند ایک بارودی سرنگوں کی نذر ہوئیں اور باقی سارا لشکر صحیح سلامت دشمن کے علاقہ میں جا پہنچا۔

یوں جذبہ و جنون کے ملاپ سے یہ حیرت انگیز باب رقم ہوا۔اور طالبان کا یہ پیغام

لڑو	اللہ	کیلئے
جیو	اللہ	کیلئے
مرو	اللہ	کیلئے

اور اس حال میں جینا قابلِ رشک اور قابل تقلید ہے۔

اُٹھے جب مجاہد تو بولے نقیب!

طالبان مجاہدین بارودی سرنگوں کے علاقہ میں سر پر کفن باندھ کر لیلیٰ شہادت کی طلب میں پروانہ وار آگے ہی آگے بڑھتے چلے گئے اور زخمی و شہید ہو کر دوسرے ساتھیوں کیلئے راستہ صاف کرتے چلے گئے۔دشمن ان کی جرأت و دلیری اور عزم و استقلال کو دیکھ کر انگشت بدندان رہ گیا۔وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے حیرت زدہ ہو کر ان پروانوں کا عشق دیکھ رہا تھا۔طالبان مجاہدین کی اس عشق و مستی کا دشمن پر رعب......طاری ہو گیا۔اور وہ اپنے ناقابل تسخیر قلعہ کو پامال ہوتا دیکھ کر اپنی توپیں، ٹینک، بکتر بند گاڑیاں اور اسلحہ وغیرہ چھوڑ کر گھوڑوں پر سوار ہو کر (اپنی بل) پنجشیر کی طرف بھاگ گیا۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

اُٹھے جب مجاہد تو بولے نقیب
نَـــصْــــرٌ مِّـــنَ الـــلّٰـــہ وَفَتْـــحٌ قَـــرِیْـــب

منصور نادری کا فرار:

اس وقت غالبًا اگست کا مہینہ تھا۔منصور نادری نے اپنے اس علاقہ پر قبضہ برقرار رکھنے کیلئے عالمی طاقتوں سے مدد کی بھیک مانگی۔منصور نادری کے امام پرنس کریم آغا خان نے پیرس میں اس سلسلہ میں بہت سی ہمدردیاں اکٹھی کیں ''کیان'' میں موجود سیٹلائٹ ٹاور کے ذریعے رابطہ کر کے منصور نادری اپنے لیے لابنگ کر رہا تھا۔طالبان مجاہدین نے خاص طور پر سیٹلائٹ ٹاور کو اپنے ہدف میں رکھا اور ایک گولہ فائر کر کے ٹاور کو اڑا دیا۔ٹاور کے گرتے ہی منصور نادری کے خوابوں پر اوس پڑ گئی اور اس کی کمبختی کا وقت تیزی سے قریب آنے لگا۔22 اگست 1998 کو...... جب صبح کے وقت طالبان مجاہدین نے حملہ شروع کیا تھا۔منصور نادری کی طاقت کا نشہ تو اُسی وقت ہرن ہو گیا۔کیونکہ جس ایرانی فوج کی مدد کا اُسے ناز تھا وہ تو ہرات بارڈر کے اُس پار کھڑی طالبان کے خلاف بھونک رہی تھی اور بعد ازاں طالبان کے زخمی شیر ملا داد اللہ کی دھاڑ سن کر ڈر کے مارے حملہ کرنے کی ضد چھوڑ کر صرف اپنے افسروں کی لاشیں لے کر واپس لوٹ گئی تھی (گذشتہ صفحات میں تذکرہ گزر چکا ہے)

لہٰذا منصور نادری کی راہ میں ایسا پر پیچ گھنا جنگل آ گیا۔ جس میں اسے کوئی راہ سجھائی نہ دے رہی تھی۔ کئی روز در بدر کی ٹھوکریں کھاتا آخر کار منصور نادری عبرتناک شکست سے دوچار ہوکر فرار ہوگیا اور پنج شیریوں کی گود میں جا گھسا۔

اولین دستہ کا پہلا کام:

اپنے دلوں میں دینی جذبہ وحمیت کی گرمی رکھنے والے سادہ لوح طالبان جب بھی شمالی اتحاد کے علاقوں میں نوید فتح لے کر داخل ہوئے۔ تو طالبان مجاہدین کے اولین دستہ نے سب سے پہلے اس علاقہ میں موجود جیل کا رُخ کیا تاکہ اسیر مجاہدین کو آزادی کا مژدہ سناتے ہوئے فتح کی نوید بھی سنائیں۔ لہٰذا حسب روایت ''درہ کیان'' کی فتح پر بھی طالبان مجاہدین کے اولین دستہ نے درہ کیان جیل کا دروازہ کھولا تو اسیر مجاہد زندہ وسلامت موجود تھے۔ مجاہدین کو صحیح سلامت دیکھ کر فتح کی خوشی دگنی ہوگئی۔ کیونکہ ماضی میں ہزارہ گان شیعہ پسپا ہوتے ہوئے قیدی مجاہدین کو شہید کر کے اپنی شکست کا غم و غصہ دور کرتے تھے تاہم آج قیدی مجاہدین اس لیے بچ گئے تھے کہ شیعہ دشمن کو اس اچانک اور تیز ترین حملہ ہونے کی اور اپنی ناکامی کی ہرگز ہرگز توقع نہ تھی۔

درہ کیان جیل میں مختلف قومیت سے تعلق رکھنے والے تقریباً 30 ساتھی مجاہد اسیر تھے۔ ان اسیران میں گیارہ اسیر پاکستانی تھے جو 1997ء میں عبدالبصیر سالنگی کی طالبان کے ساتھ غداری کے بعد درہ سالنگ کے مقام خنجان میں محاصرہ کے دوران کیانی شیعوں کے ہاتھوں گرفتار ہوگئے تھے۔ ان گیارہ پاکستانی ساتھیوں میں سے تین ساتھیوں کے ساتھ راقم کا گہرا تعلق تھا۔ ان ساتھیوں میں سے ایک بھائی اصغر عرف مستو تھے۔ جو راقم کیساتھ اکثر درہ کیان جیل کے موضوع پر گفتگو کرتے رہتے تھے۔

راقم کے ساتھ موجود ساتھی بڑی دلچسپی سے اس کی روداد سنتے۔ اسیر اور جیل خانہ جات کا موضوع ہے ہی ایسا جو اپنے اندر مختلف انداز لیے ہوئے ہے۔

اسیر تو ہر حال میں قابل رحم ہوتا ہے۔ وہ اپنوں سے کوسوں دور ہر چیز کو ترستا ہے۔ دوران اسیری قیدی کو ہر آن یادوں اور تنہائیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ قدم قدم پر وہ آزادی کی نعمت کی قیمت چکا رہا ہوتا ہے۔ بار ہا اس کے ارمانوں اور خوابوں کا گلا گھونٹا جاتا ہے۔ قیدی اپنی مرضی سے کسی راہداری سے گزر بھی نہیں سکتا۔ ایک نازک دھاگے کو اگر کسی پودے سے باندھ کر راہداری پر رکاوٹ بنا دی جائے تو قیدی بے چارہ اس دھاگے سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔ جیل میں ضبط کا ایسا سبق ملتا ہے۔ جس کی مثال کہیں اور نہیں مل سکتی۔ جیل کا عملہ تلاشی کے بہانے آدمی کی عزت نفس کو اس قدر مجروح کرتا ہے کہ روح کانپ اُٹھتی ہے۔ قیدی انسان ہر پل ایک ایک چیز کو ترستا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں بھی قیدیوں کی خدمت کرنے کا تذکرہ فرمایا ہے۔ یہ ایک ایسا موضوع چھڑ جائے تو رُکنے کا نام ہی نہیں لیتا۔

بہر حال بھائی اصغر مستو اپنی قیدی کے دن یاد کر کے بہت گہری سوچ میں غرق ہو جاتا پھر سر جھٹک کر سرد آہ بھر کر کہتا شیعہ تو مسلمانوں کا ازلی دشمن ہے اور وہ دوران قید جیلوں میں مجاہد قیدیوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑ دیتا تھا۔

مستو سونے کی کان میں:

بقول ''مستو'' درہ کیان بہت خوبصورت علاقہ ہے۔ بہت خوبصورت عمارتیں جابجا کھڑی ہیں۔ یہ معدنی دولت سے مالا مال علاقہ ہے۔ یہاں پر شارٹ گیج والی (چھوٹی لائن والی) ریل گاڑی بھی چلتی ہے۔ یہ ٹرین ایک سونے کی کان میں جاتی ہے۔ اور وہاں سے سامان اُٹھا کر لاتی ہے۔ تمام مجاہد قیدیوں سے سونے کی کان میں دن بھر بیگار لی جاتی ہے۔ اور معدنیات کو نکلوایا جاتا ہے۔ اور اس کو قدرے خام حالت میں ٹرین پر لادنے کیلئے قیدی مجاہدین دن بھر مشقت اُٹھاتے ہیں۔ پھر اس خام مال کو جو سونے کی قیمتی دھات سے مالا مال ہوتا ہے۔ منصور نادری ڈائریکٹ فرانس کو بھجوا دیتا ہے۔ یہی وہ دولت ہے جس کی چمک نے فرانس کو منصور نادری کا ہمدرد بنا رکھا تھا۔ فرانس سے ڈالروں کے ڈالر منصور نادری کی تجوریوں کو بھرتے رہتے۔ اسی معدنی دولت کے حصول کیلئے فرانس لابنگ کر رہا تھا۔

عقابوں کے مجسمے:

درہ کیان میں رافضیوں نے اپنے روحانی باپ حسن بن صباح کی یاد میں جگہ جگہ عقابوں کے مجسمے بنا کر اس کے قلعہ الموت کی یاد کو تازہ رکھا ہوا تھا اور وحدہٗ لاشریک کو بھلا دیا تھا۔

جب طالبان مجاہدین نے درہ کیان پر فتح حاصل کی تو بڑے پہاڑ اور دیگر عمارات پر بنے عقابی مجسموں کو بارود سے اڑا کر بت شکن ہونے کا

شرف حاصل کیا۔اور تو ہم پرستی کے بت کو ڈھا کر خدائے بزرگ و برتر کی توحید کو روشن کیا۔ جہاں پر سب سے بڑا اعقابی مجسمہ تھا منصور نادری اس کے نیچے اپنے تمام اجلاس اور فیصلہ جات کیا کرتا تھا۔منصور نادری اس عقاب کو اپنے روحانی باپ حسن بن صباح کے دور سے متعلق خیال کرتا تھا۔منصور نادری اور اس کے درباری یہاں بیٹھ کر ''صباحی ریاست'' کے قیام کے لیے اسلام دشمن سازشوں اور نئے نئے فتنوں کے تانے بانے بنتے تھے۔اور یہاں بیٹھ کر چترال، دیر، کوہ ہندوکش اور ازبکستان کے کچھ علاقوں کو اپنے زیرنگیں کرنے کے خواب دیکھا کرتے تھے۔اور اس اسماعیلی ریاست کی راہ ہموار کرنے کیلئے فرانس ان کا پورا پورا خیال کرتا۔

طالبان مجاہدین نے ان کے تمام خوابوں کو اندوہناک تعبیر میں بدل کر رکھ دیا۔اور تمام مجسموں کو انہی کے ساکت و بے جان قدموں پر سرنگوں کر دیا۔درہ کیان میں طالبان کو غنائم میں بہت بڑی مقدار میں اسلحہ کے ذخائر ملے۔لگ بھگ تین کنٹینرز تو روسی میکاروف کے ہی تھے۔اس کے علاوہ اسلحہ کے کئی ڈپو بھی ہاتھ لگے۔بقول ''اصغر مستو'' ایک ڈپو کو خالی کرنے میں تو 500 مجاہدین کو تین دن لگے۔پھر باقی ڈپوؤں کا کیا حال ہوگا؟

منصور نادری کے مظالم اور بامیان:

طالبان مجاہدین پہلی مرتبہ ''بامیان'' کو فتح کرنے جا رہے تھے۔راستے میں دو اضلاع ''تالہ برفک اور دوآب میخ زیریں'' آتے ہیں۔جب طالبان یہاں پہنچے تو عجیب سی فضاء قائم تھی۔

ان اضلاع کے مقامی لوگ گزشتہ پندرہ برس سے منصور نادری کے زیرعتاب تھے اور عتاب کی وجہ ان لوگوں کا ''سُنّی'' ہونا تھا۔ یہ غیور سُنّی تا تاری قوم سے تعلق رکھتے تھے۔شیعوں کے مسلسل محاصرے کی وجہ سے وہ عسرت زدہ زندگی گزارنے پر مجبور تھے۔روزمرہ کی اشیاء کی ترسیل، انتہائی مہنگی نقل و حمل کی وجہ سے ان کی پہنچ سے دور ہو چکی تھیں اور وہ عسرت کی چکی میں پسے جا رہے تھے۔یہ دونوں اضلاع ایک بڑی جیل کا نقشہ بنے دکھائی دیتے تھے۔بنیادی ضرورتوں تک سے محروم یہ لوگ اپنے دین و مذہب پر ڈٹے ہوئے تھے۔

طالبان کی آمد سے ان علاقوں میں آزادی کی سحر طلوع ہوئی۔عوام کی خوشی دیدنی تھی۔اب وہ ہر جگہ آ جا سکتے تھے۔تمام رکاوٹیں ختم ہو چکی تھیں۔ وہاں کے بڑے بوڑھوں نے بتایا کہ ہم لوگ عرصہ دراز سے ایسی خوشیوں سے محروم تھے۔ان علاقوں پر شیعیت کا تسلط انہیں گھٹن زدہ ماحول میں کسمپرسی کی حالت میں زندگی گزارنے پر مجبور کیے ہوئے تھا۔ہمارے لیے آزادی جیسی نعمت اللہ تعالیٰ کا ایک انمول انعام ہے۔

قوم کے سربراہ جب طالبان کو ہمراہ لے کر ایک پہاڑ کے دامن میں واقع وسیع وعریض قبرستان پہنچے تو وہاں قبروں پر سفید جھنڈیاں لہرا رہی تھیں۔ایک غمناک ادھیڑ عمر شخص نے ڈبڈبائی آنکھوں سے طالبان کو بتلایا کہ یہ سب قبریں نادری کے ظلم وستم کا نمونہ ہیں۔طالبان مجاہدین یہ سن اور دیکھ کر آبدیدہ ہو گئے۔

ان دونوں اضلاع کے قبائلی سربراہ مولوی اسلام اور مولوی باز محمد تھے۔دونوں اضلاع میں رات گزارنے کے بعد طالبان نے بامیان کی طرف پیش قدمی شروع کر دی۔ یہاں کے راستے بہت خطرناک پیچیدہ اور تنگ تھے۔طالبان لشکر نے مولوی اسلام کو راستے کے لیے راہبر مقرر کیا۔کیونکہ وہ ان راستوں سے خوب واقف تھے۔

اب یہاں سے بامیان تک رسائی کے دو راستے تھے۔

مولوی اسلام کی راہبری میں طالبان نے ''بیانی صیفان'' سے ہو کر گزرنے والے راستہ کا انتخاب کیا۔ یہ راستہ لشکر کی پیش قدمی کیلئے قدرے مناسب تھا۔لشکر بامیان کی طرف بڑھنے لگا۔راستے میں جگہ جگہ دشمن نے بڑے بڑے پتھر گرا کر راستہ بند کرنے کی کوشش کی ہوئی تھی۔طالبان کے اول دستہ میں شامل بلڈوزران پتھروں کو مسلسل ہٹا کر طالبان لشکر کیلئے صاف راستہ فراہم کرتے رہے۔

مجاہدین کے بقول پہاڑ کے پہاڑ اتنے خطرناک ہیں کہ آسانی سے یہاں پیدل چڑھا نہیں جا سکتا۔اگر چڑھ بھی جائیں تو اترنا بہت دشوار ہے۔دشمن کے مورچوں تک پہنچتے پہنچتے رات ہو چکی تھی۔لشکر نے پڑاؤ ڈالا اور نماز فجر کے بعد ملا غلام نبی جہادیار اور ولی جان نے دو اطراف سے حملہ کر دیا اور ملا برادر اخوند نے تیسری جانب سے دشمن پر دھاوا بول دیا۔تین گھنٹوں تک سخت لڑائی جاری رہی اور تین گھنٹے بعد دشمن نے پسپائی اختیار کر لی اور جلد ہی پیچھے ہٹ کر ایک اور پہاڑ پر مورچہ زن ہو گیا۔دشمن بڑا سخت جان ثابت ہو رہا تھا۔اور راستہ میں ایک درہ بھی پڑتا تھا۔درہ میں مارٹر گنوں، توپوں کے گولے، بی ایم میزائل، دوشکہ اور زمین پر بچھی ہوئی بارودی سرنگیں طالبان لشکر کی راہ میں مزاحم ہو گئیں۔

لیکن زنادقہ کا آج اللہ کے شیروں سے شاید پالا پڑا تھا۔تحریک طالبان کی تاریخ مشاہد ہے کہ

اس کا مجاہد

عربی ہو یا عجمی

شرقی ہو یا غربی

میدان میں اترے

اور کرتب نہ دکھلائے

اور بازی نہ لے جائے

یہ ہو ہی نہیں سکتا

شمع اسلام کے پروانے سابقہ روش کو دہراتے ہوئے کود پڑے۔اور ایسی بے جگری سے لڑے کہ دشمن کے دانت کھٹے کر دیے۔دشمن کے قدم اکھڑ چکے تھے۔اوران کی دوڑیں لگ گئیں۔

طالبان جب دشمن کا تعاقب کرتے کرتے ''قم کوتل'' پہنچے (جو کہ افغانستان کی بلند ترین چوٹیوں میں سے ہے) تو اس وقت رات ہو چکی تھی۔ امیر لشکر کے حکم پر وہیں پڑاؤ ڈال دیا گیا۔صبح ہوتے ہی طالبان مجاہدین نے پاسبان کی طرف بڑھنا شروع کر دیا۔تقریباً 10 کلومیٹر کا سفر طے کرنے کے بعد طالبان مجاہدین بغیر کسی مزاحمت کے ''پاسبان'' شہر میں بفضل تعالیٰ پہنچ گئے۔یوں 25 اگست 1998 کے دن بامیان فتح ہو گیا۔

حسب معمول طالبان کا پہلا کام بامیان کی جیل کی جانب جانا تھا۔وہاں پہنچے تو کچھ ساتھی قیدی شہید ہو چکے تھے اور کچھ زخموں سے کراہ رہے تھے۔طالبان نے جیل کے تالے توڑ کر تمام اسیران کو رہائی دلائی۔بامیانی شیعوں نے پسپائی کے وقت قیدیوں کو باندھ کر گرنیڈ اور گولیاں ماری تھیں۔ یہاں پر تمام پاکستانی مجاہد ہی اسیر تھے۔ان میں راقم کے ایک قریبی ساتھی وسیم عرف حجا بھی قید تھے۔جو درہ سالنگ سے گرفتار کر لیے گئے تھے۔اوران کا مسکن بامیان جیل ٹھہرا تھا۔یہاں پر 28 کے قریب مجاہد شہداء کے لاشے پڑے تھے۔جن میں سے چودہ شہداء کی تدفین قندھار کے ''شہداء قبرستان'' میں ہوئی (اس قبرستان میں ایسے شہداء کو دفن کیا جاتا ہے جن کے عزیز و اقارب کا پتا نہ چل سکے پھر ان شہداء کی قبروں پر ان کی ملی ہوئی کوئی نشانی ٹوپی، پگڑی، وغیرہ کو اوپر رکھ دیا جاتا ہے۔تاکہ ورثاء پہچان سکیں۔)اور باقی چودہ شہیداء کے لاشے ان کے آبائی علاقوں کو بھجوا دیے گئے۔

بامیان حزب وحدت کے شیعہ کمانڈر کریم خلیلی کا گڑھ تھا جسے طالبان نے تاراج کر دیا تھا۔شیعہ کریم خلیلی اپنے کمانڈروں سمیت گزشتہ رات ہی فوجی ٹرانسپورٹ طیاروں کے ذریعے ایران فرار ہو چکا تھا۔یہیں پر بدھ مذہب کے تاریخی اعتبار سے آثار قدیمہ بھی موجود تھے۔بعد میں طالبان مجاہدین نے ان کو بھی ملا محمد عمر مجاہد حفظ اللہ تعالیٰ کے حکم پر بارود سے مسمار کر دیا تھا جن کا تفصیلی تذکرہ اگلے صفحات میں آئے گا۔آخر کار بامیان طالبان مجاہدین کے قبضہ میں آ گیا۔اور دشمن دور پہاڑوں میں روپوش ہو گیا۔

انہی دنوں راقم کی تشکیل اپنے ساتھیوں سمیت بگرام محاذ سے قلعہ مراد بیگ ہوگئی۔قلعہ مراد بیگ مشہور خط تھا۔بگرام کی طرف یہ کابل کا دفاعی خط تھا۔کابل کی تمام جنگوں میں اس خط کا تذکرہ ضرور آتا ہے۔کیونکہ یہ خط مرکزی حیثیت کا حامل خط تھا۔اس خط کے ہاتھ سے نکل جانے کا مطلب کابل ہاتھ سے نکل جانا تھا۔ادھر دشمن کا خط بھی اسی خط کے سامنے میر بچہ کوٹ پر واقع تھا۔اگر طالبان مجاہدین دشمن کے میر بچہ کوٹ دفاعی خط کو روند ڈالیں تو سمجھیں چاریکار طالبان کے زیرنگیں آ گیا۔قلعہ مراد بیگ وہی مشہور خط تھا جس پر طالبان مجاہدین دو سال تک مورچہ زن رہے تھے۔

پانچ سو سے زائد پاکستانی مجاہدین امارت اسلامیہ کے اس خط پر قربان ہوئے اور افغانی و دیگر غیر ملکی مجاہدین کی تعداد اس سے کہیں زیادہ ہے۔ جنہوں نے امارت اسلامیہ کی آبیاری میں اپنا لہو پیش کر کے شہادت حاصل کی۔راقم بھی اس خط پر گاہے بگاہے وقت گزار چکا ہے۔

یہاں سے راقم کی تشکیل پھر کابل میں کیوبا کے سابقہ سفارتخانے میں قائم مرکز میں ہوگئی۔انہی دنوں مزار شریف، شبرغان، تخار، قندوز، سمنگان، سرپل اور بغلان وغیرہ پر طالبان کا مستحکم قبضہ ہو چکا تھا۔یوں امارت اسلامیہ افغانستان کا دلکش پھریرا تقریباً بانوے فیصد (92%) علاقہ پر لہرا چکا تھا۔کابل، ہرات، جلال آباد، کی فتح کے بعد جو ترقیاتی اقدامات اُٹھائے گئے تھے طالبان حکومت نے ان کو وسعت دے کر شمال میں بھی پھیلا دیا۔یہ علاقے افغانستان کی معیشت میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے تھے۔

ضروری بات:

شریعت اسلامی کے نفاذ کیلئے طالبان مجاہدین نے امارت اسلامیہ افغانستان کو حاصل کیا تھا نہ کہ زمین کے اس ٹکڑے پر حکمرانی کرنے کیلئے اسی مقصد کو نصب العین بنا کر طالبان مجاہدین نے عوام کی خدمت کرنا شروع کر دی اور ایک ایسا شرعی نظام نافذ کرنے میں کامیاب ہوئے جس کے ثمرات بہت جلد نظر آنا شروع ہو گئے۔ ناانصافی، ظلم وستم، قتل وغارت اور بدامنی پر مشتمل ماحول یکسر تبدیل ہو گیا اور اس کی جگہ امن وامان، ترقی، اخوت و بھائی چارہ اور اسلامی مساوات کے ماحول نے لے لی۔

طالبان مجاہدین کی انصاف کی فراہمی اور شرعی دستور پر عمل پیرا ہو کر عوام کی خدمت کفریہ طاقتوں دلوں میں کھٹکی تو انہوں نے دجالی میڈیا کا سہارا لیتے ہوئے منفی پراپیگنڈہ شروع کر دیا اور طالبان مجاہدین کی عوام دوستی کو اُلٹ رنگ میں دکھانا شروع کر دیا۔ انہوں نے تمام اچھائیوں کو برائیوں میں تبدیل کر کے بڑے بڑے بہتان گھڑے۔ جبکہ حقائق ان کفریہ طاقتوں کی بیان بازی کے برعکس تھے۔ راقم ان حقائق پر چھائی ہوئی گرد کو جھاڑ کر امارت اسلامیہ افغانستان کی اصل شکل وصورت کو آنے والے اوراق میں محفوظ کرنا چاہتا ہے۔ تاکہ طالبان مجاہدین پر لگے بے بنیاد اور غیر منطقی الزامات کا رد ہو سکے۔ اور حقیقت اپنے اصل رنگ ونور میں نظر آئے۔ اگر آج حقیقت نہ بتلائی گئی تو آنے والی نسلیں دجالی میڈیا کے فریب کو ہی اصل سمجھنے لگیں گی۔

راقم نے جو کچھ امارت اسلامیہ افغانستان میں دیکھا وہ سب کچھ احاطہ تحریر میں لانا چاہتا ہے لیکن طوالت کے ڈر سے ضروری ضروری حقائق سے آگاہ کرنے پر اکتفا کرتا ہے۔ کہ امارت اسلامیہ افغانستان کے معماروں نے اس جنگی قبرستان کو کیسے کیسے اسلامی فلاحی ریاست بنایا اور امیر المومنین خلیفہ عمر بن عبدالعزیز اور خلافت راشدہ کے ادوار کو زندہ کرنے کو کوششیں کیں۔ افغانستان ایک شجر بے شاخ و بے ثمر تھا۔ طالبان مجاہدین نے اس خطہ کو عیش وعشرت کے دلدادہ جنگی سرداروں (وار لارڈز) سے چھڑا کر عوام کی فلاح و بہبود کیلئے بہت جتن کئے۔ اگلے اوراق میں اُن باتوں کی نفی ہو گی۔ جو کہ یہودی، صلیبی دجالی میڈیا کے گٹھ جوڑ سے طالبان کے متعلق بدگمانی پھیلانے کا باعث بنیں۔

آگے ایک ایسے نظام کا تذکرہ آئے گا جس میں انسانی حقوق کی پامالی اور ماورائے قانون ہلاکتیں نہیں ہوتیں۔ جس نظام کی بدولت خواتین کو ان کے جائز حقوق ملے۔ اور ظالمانہ ٹیکسز کا خاتمہ ہوا۔ نہ کہ حکومتی اخراجات پورے کرنے کیلئے نئے نئے ٹیکسوں کا نفاذ کیا گیا۔ ایک ایسا نظام جس میں ورلڈ بینک سے قرضہ لے کر عوام پر ظلم نہیں ڈھایا جاتا۔ اور سود کی لعنت سے مکمل چھٹکارہ اس نظام کی ترقی کا پہلا زینہ بنا۔ شرعی تقاضوں سے ہم آہنگ اس نظام نے افغان عوام کو کتنا راحت وآرام اور امن وسکون دیا اس کا فیصلہ ان کے اٹھائے گئے اقدامات کے بارے میں جاننے کے بعد آپ خود لگا سکیں گے۔

اس نظام کے حقائق کا خلاصہ پیش خدمت ہے۔

مرکزیت وجامعیت کا احساس وشعور

امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد حفظ اللہ تعالیٰ نے افراد کو ان کی حیثیت ومقام یاد دلایا کہ:

افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر
ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ

افغانستان انارکی کا شکار ایک خطہ تھا۔ یہاں ہر 10 کلومیٹر کے بعد نئی حکومت اور نیا قانون تھا۔ عوام کے پاس نہ کوئی شعور تھا اور نہ کوئی مرکز جس پر افراد جمع ہو کر نصب العین یا منشور بنا سکیں۔ ہر قبیلہ اور ہر فرد اپنی مرضی کا مالک تھا۔ پورا علاقہ شر پسندی اور انارکی کی تصویر بنا ہوا تھا۔

امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد حفظ اللہ تعالیٰ نے اس بے مہار عوام کو ان کا مقام یاد دلایا اور اپنی جہادی کوششوں سے اس شجر بے شاخ وثمر کی آبیاری کرتے ہوئے تمام قبائل اور ان کے افراد کو ایک مرکز پر جمع کر کے ملت، کا شعور اجاگر کیا۔ اور انہیں بحیثیت مسلمان قوم ایک دستور العمل پر گامزن کیا۔ اور اس اجڑے ہوئے گلستان کو ایک مضبوط اسلامی فلاحی حکومت فراہم کی۔ کتاب مبین اطمینان کی راہ بتلاتی ہے۔ اس پر عمل اطمینان سکھاتا ہے اور پیچیدہ مسائل کو حل کرتا ہے۔ ملک کے 92 فیصد علاقہ میں قرآن وحدیث کی روشنی میں ملا محمد عمر مجاہد حفظ اللہ تعالیٰ نے پبلک لاء کے طور پر اسلامی فقہ نافذ کر کے اس پر عملدرآمد شروع کرا دیا۔

اس سے پہلے ہر دس کلومیٹر کے علاقہ میں حکومت بدل جاتی تھی۔ ایک پھاٹک سے شروع ہونے والی حکومت دوسرے پھاٹک پر ختم ہو جاتی تھی

یعنی پھاٹک ان کی حکومتوں کی سرحد ہوتے۔ ہر دو پھاٹکوں کے درمیان جنگل کا قانون ہوتا اور جوتیوں میں دال بٹتی تھی۔ پریشان عوام کو وار لارڈز ہمیشہ چھٹی کا دودھ یاد دلائے رکھتے تھے۔ اس دگرگوں، اذیت ناک صورتحال سے دوچار عوام ہمیشہ مفلسی کی چادر اوڑھے ان دیکھی مصلحتوں کا ہمیشہ شکار رہتے تھے۔

ایسے میں قندھار کے مرد جری ملا محمد عمر مجاہد حفظ اللہ تعالیٰ نے ان میں مزاحمت کا جذبہ پیدا کیا اور اپنی مدافعت کرنے کا حوصلہ بڑھایا۔ سالہا سال سے گھٹن شدہ حالات سے نجات کی راہ دکھائی۔ اور وہ مرد جری اپنے اس مقصد اور نصب العین میں خداوند تعالیٰ کی مدد و نصرت سے کامیاب و کامران ٹھہرا۔ اس نے ایسا نظام قائم کیا جس میں محبتیں، چاہتیں اپنی روح میں بسی قدریں اور مروتیں ہی تھیں اور آزادی و کشادگی اور خوشحالی و خودداری کا احساس ہر فرد اپنی ذات میں محسوس کرتا تھا۔

امن وامان:

امن وامان اچھے معاشرے کی تشکیل میں کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔ افغانستان شریعت کے نفاذ سے پہلے بدامنی، قتل و راہزنی جیسی سنگین وارداتوں کا گڑھ تھا۔ لوگوں کے جان و مال کے ساتھ ساتھ عزت و ناموس پر بھی بدامنی نے اپنے پنجے گاڑھ رکھے تھے۔ لیکن امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد حفظ اللہ تعالیٰ نے قوم کو ایک مرکز پر جمع کرنے کے بعد افغانستان کو امن وامان کا ایسا گہوارہ بنا دیا۔ جس میں ہر انسان کی جان، مال اور عزت و آبرو محفوظ تھی۔ اور عفت مآب خواتین کو بھی سکھ کا سانس لینا نصیب ہوا۔

طالبان کی طرف سے تمام عالمی اداروں کو ایک کھلا چیلنج تھا کہ ''وہ ایک کھلی گاڑی میں سونا چاندی بھر کر قندھار سے کابل کی طرف لے جائیں کوئی بھی ان کے سونے چاندی کی طرف میلی نگاہ نہیں ڈالے گا۔''

اس چیلنج کو ایک ایسا نظام ٹیک دیے ہوئے تھا جس کی بنیادوں کو پانی نہیں بلکہ شہداء کے لہو سے سینچا گیا تھا۔ یہ شہداء کے لہو کا ہی اثر ہے کہ جس نے غیروں اور مخالفین سے بھی حقیقت اگلوالی۔ وہ عالمی ادارے جو اپنے شہریوں کو ہدایت کرتے ہیں کہ اکیلے باہر نہ نکلیں اگر باہر جائیں تو اپنے پاس کچھ رقم ضرور رکھیں تاکہ لٹیرے کچھ بھی پاس نہ ہونے کی وجہ سے انہیں گولی نہ ماردیں۔ امریکہ جیسی سپر پاور بھی اپنے ملک میں سونا چاندی کھلے عام ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کے لیے سیکورٹی گارڈ اور بکتر بند گاڑیوں کے پہرے میں بم پروف گاڑیاں استعمال کرتی ہے۔

واقعی ضمیر اعمال کی تصدیق کرتا ہے اچھے ہوں یا برے۔ بشرطیکہ ضمیر جاگ رہا ہو۔

پیٹر مارسیڈن لکھتا ہے

''بعض دوسرے انسانی حقوق جن کی افغانوں کو تلاش ہے وہ یہ ہیں کہ ان کے ملک میں امن ہو، استحکام ہو، مناسب معیار زندگی ہو، اچھی صحت ہو اور جان و مال کی حفاظت (یعنی انہیں چوری، ڈکیتی، تشدد اور آبروریزی کا خطرہ نہ ہو) طالبان نے اپنے ہم وطنوں کو امن وسکون کی دولت دے دی ہے۔ یعنی وہ گھر اور سفر دونوں جگہ چوری وڈکیتی وغیرہ سے کافی حد تک مامون ہو گئے ہیں۔ چوری یا آبروریزی کا کوئی خطرہ نہیں اور پہلی حکومتوں کے مقابلہ میں ان کا ریکارڈ بہت بہتر ہے۔''

اس سے پہلے افغانستان کے دارالحکومت کابل شہر کا بہت برا حال تھا۔ حالانکہ نام نہاد جہادی جو اپنے آپ کو نشاۃ ثانیہ کا اولین دستہ کہلاتے تھے وہ اپنے گردوپیش میں بھی شریعت کا نفاذ نہ کرسکے چہ جائیکہ پورے افغانستان کو شریعت سے آراستہ کرتے۔ پہاڑوں میں گھرے ہوئے چھوٹے سے شہر کابل میں متحارب گروپ مفاہمت کے نام پر کبھی کبھی تو ایسے سنگین کھیل کھیلتے کہ انسانیت کی روح تک کانپ اُٹھتی۔ گلبدین حکمت یار، عبدالرشید دوستم ربانی، احمد شاہ مسعود اور حزب وحدت کے جنگجو متحارب ہوتے تو ایک دوسرے کے خون کے پیاسے بن جاتے اور جہالت و گمراہی کا بازار گرم کردیتے۔ اور کبھی مفاہمت کی مصلحت کے خیمے میں اکٹھے ہوتے تو اپنے مخالفوں پر ظلم وستم کی داستانیں رقم کر چھوڑتے۔

لال مسجد میں شہادت پانے والے مقصود احمدؒ اپنی کتاب ''میں نے کابل بستے دیکھا'' میں شیعوں کی حزب وحدت کے انسانیت سوز جرائم کے بارے میں رقم طراز ہیں۔

''حزب وحدت کا مرکز کابل کا جنوبی حصہ تھا جہاں باغ وحش (چڑیا گھر) واقع ہے۔ باغ وحش کے بالکل قریب ایک بڑا سا چوک ہے جس کے تین اطراف میں اجڑی ہوئی دکانیں ہیں۔ جو اب کسی کھنڈر کا منظر پیش کرتی ہیں مجھے سیف اللہ نے بتایا کہ

حزب وحدت والے رات کے اندھیرے میں کابل شہر سے سُنّی نوجوانوں کو اغوا کر کے لاتے اور پھر یہاں ان دکانوں میں ان کے ہاتھوں اور پیروں میں سے آہنی میخیں گزار کر دیوار میں گاڑ دیتے اور تشدد اور بربریت سے شہید کر دیتے انہوں نے بتایا کہ آج بھی اُن مظلوم سُنّیوں کے خون کے نشانات ان دکانوں کی دیواروں پر موجود ہیں۔ میرے کہنے پر سیف اللہ نے وہ دردناک منظر مجھے بھی دکھلائے۔''

یہی حال طالبان سے پہلے ہر علاقے کا تھا۔ دوستم، احمد شاہ مسعود کے جنگجو دستوں کی کہانیاں تو دنیا بھر میں عام ہیں۔ ان کے ظلم وستم کی داستانوں سے بہت سی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ جبکہ طالبان کے دور حکومت میں امن وامان قائم ہو جانے کی وجہ سے لاکھوں افغان مہاجرین واپس اپنے اپنے علاقوں میں لوٹ آئے اور خوشحال وامن وسکون کے ماحول میں اپنا اپنا کام کاج اور کھیتی باڑی وغیرہ بے خوف وخطر کرنے لگے۔

مختلف اداروں کے اعداد وشمار کے مطابق اتنی کثیر تعداد میں لوگ امن وامان والے اپنے دیس اور علاقوں میں آ گئے کہ طالبان حکومت کو سات لاکھ پچاس ہزار ٹن گندم درآمد کرنا پڑی تھی۔ امن وامان کی اس حقیقت کو جان لینے کے بعد کوئی بھی ذی شعور آدمی اس کا رد نہیں کر سکتا بشرطیکہ ضمیر زندہ ہو اور اس پر دجالی میڈیا کے اثرات منقش نہ ہوتے ہوں۔ امن وامان کو جس جذبہ اور ہنرمندی سے طالبان نے قائم کیا اس کی نظیر موجودہ دور میں کہیں ملنا بہت مشکل ہے اور ان کا یہ اقدام قابلِ داد وتحسین ہے نہ کہ قابل نفرت

چار ہزار سالہ روایت اسلحہ کلچر کا خاتمہ:

اسلحہ کلچر افغان تہذیب میں گندھی ہوئی قدیم روایت ہے آریاؤں سے شروع ہو کر سابقہ روسیوں اور افغان مجاہدین کے دور میں بہترین اسلحہ رکھنا ہر افغانی بچے، بوڑھے اور جوان کا شیوہ رہا ہے۔ یہاں پر طالبان دور میں ٹی ٹی، میکاروف، سنائپر، ایل ایم جی، ایم سکسٹین، کلاشنکوف، AK47، دہ شکہ، زیکویک، شلکا، گرینوف، ٹرپل ٹو، مارٹر، توپ، ٹینک، سنگر میزائل، روسی سکڈ میزائل حتیٰ کہ جنگی طیارے تک موجود تھے۔

ان افغانیوں کو دنیا کی بڑی بڑی طاقتیں غیر مسلح نہ کر سکیں۔ یہاں تک کہ تحقیر آمیز رویہ کے حامل وار لارڈز (جو کہ مال ودولت کے دلدادہ تھے) نے بھی 1992 میں اپنی اس روایت کو تین بلین ڈالر کے عوض بھی فروخت نہ کیا اور ہارے ہوئے ضمیر ہونے کے باوجود ان وار لارڈز نے اگر بیرونی قوتوں کی کسی بات کو ماننے سے انکار کیا تو یہی اسلحہ کی روایت تھی۔ جس کی محبت ہر افغانی کے دل ودماغ میں رچ بس چکی تھی۔

لیکن طالبان مجاہدین نے افراد کو قومی دھارے میں لا کر سب سے پہلے ایک مرکزیت دی اور امن وامان کا ماحول پیدا کیا اور فقط اللہ تعالیٰ کی مدد ونصرت کے سہارے عوام کو سرکش وار لارڈز کے شکنجے سے نکال کر انہیں اعتماد کی دولت سے مالا مال کیا اور عزت وتکریم کے تمام دروازے اس عوام کیلئے کھول دیئے۔ اس اعتماد وتکریم نے عوام کو اسلحہ جمع کروانے اور اپنی چار ہزار سالہ روایت سے سبکدوش ہونے پر اکسایا۔

پوری دنیا کے سامراجی نظام کا افغان عوام کے اس رضا کارانہ طور پر اسلحہ جمع کروانے پر منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔ سامراج کو کیا معلوم

تکریم نے سرکش کو اپنا بنایا
تحقیر نے اپنوں کو بیگانہ

عدل وانصاف:

طالبان مجاہدین نے اپنے دور حکومت میں قرآن وسنت کی روشنی میں عدل وانصاف کا ایسا روشن باب رقم کیا جس سے عوام کو راحت وآرام نصیب ہوا۔ اور پورا افغانستان ایک اسلامی فلاحی ریاست بن کر ابھرا۔

عوام نے اعتماد اور تکریم ملنے پر اگر اپنی چار ہزار سالہ روایت کو توڑا تو امیر المومنین حفظ اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے اطراف میں عدل وانصاف کی ایسی فصیل کھڑی کر دی کہ عوام کو اسلحہ کی ضرورت ہی نہ رہی۔ طالبان دور میں انصاف کا بول بالا ہوا عوام کو فوری اور سستا انصاف مہیا کیا گیا یہ عدل و انصاف صرف کھوکھلے نعروں کی حد تک نہ تھا۔ بلکہ اس عدل وانصاف کی حقیقت کے تذکرے اغیار تک نے کیے۔ ''عدالت اپنے پرائے میں کوئی تمیز نہیں رکھتی یہاں تک کہ مومن وکافر میں بھی نہیں۔''

ملا محمد عمر مجاہد حفظ اللہ تعالیٰ کا رویہ عدل وانصاف کے بارے میں بے لچک تھا۔ آپ دین اسلام کے اس اہم ستون میں کبھی بھی چھوٹی سے چھوٹی کمی، کوتاہی، اور لاپرواہی کے قائل نہ ہوئے۔

دشمن نے بھی گاہے بگاہے اس حقیقت کا اعتراف یوں کیا کہ پوری دنیا میں ایسا انصاف کہیں نہیں ملتا۔ ہر کسی کو کٹہرے میں کھڑا کیا جا سکتا ہے۔

طالبان کی کئی ایسی مثالیں تاریخ کا حصہ بن چکی ہیں طالبان نے عدل وانصاف میں مساوات کو روا رکھا امیر ہو یا غریب عام ادمی ہو یا حکومت کا عہدیدار یا طالب، جنگی کمانڈر سب عدل وانصاف کی نظر میں یکساں حیثیت کے مالک تھے راقم خود اس عدل وانصاف کا عینی شاہد ہے۔
راقم ۱۹۹۶ میں افغانستان کے دارالحکومت کابل گیا تھا وہاں پر راقم کا مسکن وزیر اکبر خان نامی علاقہ میں مجاہدین کا ایک مرکز تھا (گزشتہ صفحات میں اس مرکز کا ذکر آچکا ہے)
طالبان دور ۱۹۹۸ء میں اس مرکز کی عمارت کے بارے میں ایک فارسی بان نے طالبان کی عدالت میں حق ملکیت کا دعویٰ کر دیا
اس فارسی بان نے دعویٰ کیا کہ مرکز کی یہ عمارت دو حصوں پر مشتمل تھی اور اس عمارت کا ایک حصہ اسکی ملکیت ہے لہٰذا مجاہدین کو یہاں سے بے دخل کر کے میرا حصہ واگذار کرایا جائے۔ طالبان کے قاضی نے کمالِ فراست سے تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ یہ مرکز پہلے احمد شاہ مسعود کے ایک بڑے جنگی کمانڈر کے زیر استعمال تھا۔ مدعی مقدمہ کا مؤقف تھا کہ احمد شاہ مسعود کے اس کمانڈر نے دوران جنگ عمارت کے اس حصہ پر زبردستی قبضہ کر لیا تھا۔
قاضی صاحب کی مکمل تحقیق کی روشنی میں مدعی سچا ثابت ہو گیا۔ چنانچہ وزارت انصاف نے مجاہدین کو وہاں سے بیدخل کر دیا تھا۔
مساوات (جو کہ اسلامی تعلیمات کا لب لباب ہے) پر عمل کر کے طالبان نے عدل وانصاف کا بول بالا کرتے ہوئے مجاہدین کو فارسی بان کی عمارت سے بے دخل کر کے انہیں کیوبا کے سابقہ سفارتخانے کی عمارت میں منتقل کر دیا تھا۔
طالبان دور میں قاضی حضرات قرآن وسنت کی روشنی میں فیصلے صادر فرماتے تھے اور زیر سماعت مقدمات سے متعلقہ افراد کی آمد ورفت کا خرچ بھی طالبان حکومت برداشت کرتی حتیٰ کہ ضرورت پڑنے پر ان متعلقین مقدمہ کو عدالت کے قریب رہائش بھی حکومت فراہم کرتی۔ مدعی اور مدعا الیہ کو براہ راست قاضی سے بات چیت کی اجازت تھی۔ اولادِ شیطان (وکلاء) اور لارڈ میکالے کے چیلوں کی یہاں بالکل گنجائش نہ تھی۔ اور نہ ہی انصاف کے حصول میں سالہا سال انتظار کرنا پڑتا تھا۔ یہاں پر نہ کوئی بڑی سے بڑی سفارش چلتی تھی اور نہ ہی بڑی سے بڑی رقم قاضی صاحبان کو خرید سکتی تھی۔ ہر فیصلہ شرعی قواعد وضوابط کے تحت خالصتاً میرٹ پر ہوتا تھا۔ عدل وانصاف کی یہ صورتحال صرف اور صرف ملا محمد عمر مجاہد حفظ اللہ تعالیٰ کے افغانستان میں تھی۔ اور یوں افراد کو ایک قومی دھارے میں لانے اور انہیں غیر مسلح کرنے کے ساتھ ساتھ عدل وانصاف کا بول بالا کرنے کی ارفع روایت بھی اسی مرد آہن ملا محمد عمر مجاہد حفظ اللہ تعالیٰ کے حصہ میں آئی۔

شرعی سزائیں:

شریعت محمدیؐ کے تحت فیصلوں کی بنیاد پر جو شرعی سزائیں نافذ ہوتی تھیں۔ طالبان ان پر فوری عملدرآمد کر دیا کرتے تھے۔ یوں تو اس ضمن میں سینکڑوں، ہزاروں فیصلہ جات کا حوالہ دیا جا سکتا ہے۔ تاہم یہاں پر شرعی نظام کا خاکہ سمجھانے کے لیے چند مثالوں پر ہی اکتفا مناسب رہے گا۔ بصورت دیگر طوالت کا خدشہ لگا رہے گا۔
صوبہ قندھار کے ایک مقام ''ارگ'' پر بطور قاضی ''مولوی پسنئی'' تعینات تھے۔ آپ غیر جانبدارانہ فیصلوں میں بہت مشہور ومعروف قاضی تھے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں آپ فیصلہ کرتے ہوئے کوئی دباؤ وغیرہ تعلقِ خاطر میں نہ لاتے تھے اور حقائق کی کسوٹی پر شرعی فیصلہ صادر فرما دیتے تھے۔ کیونکہ عدالت تو ایک میزان ہے اور میزان کے پلڑوں میں صرف انصاف کے بٹے ہونے چاہیں۔ کوئی بھی فیصلہ کسی بھی سفارش کے تحت بھی نہ ہو۔ بلکہ صرف اور صرف حقائق کی بنیاد پر فیصلہ ہونا چاہیے۔
قاضی مولوی پسنئی کی عدالت میں قتل کا ایک مقدمہ آیا جس میں ملزم نی وان عرف قربان نامی شخص تھا۔ اور مدعی مقدمہ مقتول کا باپ تھا۔ قاضی صاحب نے جرم ثابت ہو جانے پر مجرم قربان کو سزائے موت کی سزا سنائی۔ فیصلہ پر فوراً عملدرآمد کرنے کے لیے مجرم کو پشمول کے نزدیک ''شکر پل'' پر لایا گیا۔ جس وقت شکر پہاڑی کے خالی قطعہ پر مجرم کو کھڑا کیا گیا تو اس وقت عوام کا ایک جم غفیر وہاں اکٹھا ہو گیا تھا۔ حسب دستور مجرم کو شرعی سزا دینے سے پہلے شرعی تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے مقتول کے ورثاء کو علماء کرام نے درگزر کرنے اور معاف کر دینے کی فضیلتیں بتلائیں اور مجرم کے عزیز واقارب نے مقتول کے ورثاء کو خون بہا کی رقم وغیرہ کی پیش کش کی لیکن مجرم قربان کو مقتول کا باپ معاف کرنے کو تیار نہ ہوا۔
مقتول کے باپ کے ہاتھوں میں چاقو تھما دیا گیا اور اس نے ہاتھ پاؤں بندھے مجرم کی گردن پر ''اللہ اکبر'' کہتے ہوئے چاقو رکھ دیا...... لیکن ...... یہ کیا ہوا؟

اس نے چاقو مجرم کی گردن سے اٹھا کر......عوام کے سامنے وعظ شروع کر دیا اپنے وعظ میں مقتول کے والد نے کہا

''اللہ تعالیٰ نے مجھے بدلہ لینے کا اختیار بھی دیا ہے اور معاف کرنے کا بھی......تو پھر سنو جاؤ میں نے تمہیں اپنے بیٹے کا خون معاف کر دیا ہے۔ تا کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے راضی ہو جائے۔''

مقتول کا والد اللہ تعالیٰ کی رضا اسی عدل وانصاف کے حصول پر ہی حاصل کرنے کا امیدوار ہوا تھا۔ کہ عدل وانصاف کے تمام تقاضے اپنی اپنی روح کے مطابق پورے کئے گئے اور اس بابرکت نظام کی بدولت خوش ہو کر مقتول کا باپ اللہ تعالیٰ کی رضا کا امیدوار ہو گیا۔

دوسرا واقعہ گردی جنگل کیمپ کا ہے۔ جس کے فیصلہ پر تمام اہل علاقہ اور گرد و پیش کے لوگ بھی عدل وانصاف کے اس نظام پر بے حد خوش نظر آئے۔

واقعہ کچھ اس طرح تھا کہ غلام نبی نامی ایک سفاک مجرم نے اپنے ہم زلف اور اس کے پورے گھرانے کو ایک مہمان سمیت قتل کر دیا تھا۔ غلام نبی نامی مجرم پیشہ کے لحاظ سے قصاب تھا۔ اس نے گیارہ افراد کو قتل کرنے میں اپنا ہنر آزمایا اور مقتولین کی لاشوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے گھر کے ایک تہہ خانہ میں دفن کر دیے۔ مجرم غلام نبی موقع سے فرار ہو گیا اور وزارتِ عدل وانصاف نے اسے بلوچستان کے پنج مائی کیمپ سے گرفتار کیا اور شرعی سزا پر عملدرآمد کرنے کے لیے نیلگام علاقہ کے قریب لے گئے۔

اہل علاقہ اور مجرم کے ورثاء میں سے کسی نے بھی مجرم کی معافی کی درخواست نہ دی۔ اُلٹا مجرم عدل وانصاف کی فراہمی کی اس فضاء میں ضمیر کے دیے ہوئے زخموں کے ہاتھوں مجبور ہو کر خود اپنے لیے موت کی سزاء کا تقاضا کر رہا تھا۔

آخر کار مقتول کے ورثاء نے اس سفاک قاتل کو گولیوں سے چھلنی کر کے قصاص کے شرعی قوانین کو جلا بخشی۔ مقتولین کے ورثاء اور اہل علاقہ وزارت عدل وانصاف کی طرف سے مفت، جلد اور گھر کی دہلیز پر انصاف فراہم کرنے کے اس اقدام پر بہت خوش ہوئے۔

جرائم کی شرح:

اسلامی نظام عدل کے نفاذ کی برکت سے طالبان نے پورے افغانستان میں جرائم کی شرح پر بڑی حد تک قابو پا لیا تھا عدل وانصاف کی فراہمی سے ایک ایسی فضاء قائم ہو گئی تھی کہ اس فضاء میں سانس لینے والوں کی روحیں فرحاں و شاداں ہو کر جرائم سے نفرت کرنے لگیں۔ چوری، ڈاکہ زنی، شراب نوشی، زنا کاری اور اندھے قتل جیسے سنگین جرائم کی شرح تو نہ ہونے کے برابر رہ گئی تھی۔ افغانستان میں جہاں جرم کو فخر سمجھا جاتا تھا۔ طالبان دور میں اسلام کے شرعی قوانین اور شریعت کے نفاذ کی برکت سے جرم کرنے کے فخر کو عیب سمجھا جانے لگا۔ اور قرونِ اولیٰ کی طرح ایسے ایسے مناظر دیکھنے کو ملے کہ مجرم خود عدالت میں پیش ہو کر شرعی سزا کے طالب ہوئے۔ تا کہ ان کے گناہ دنیا میں ہی دھل جائیں اور آخرت کی دائمی سزاء سے محفوظ رہ سکیں۔

''1 مئی 2001 کو افغانستان کی سپریم کورٹ میں ایک کنوارے نوجوان نے زنا کرنے کے جرم کا چار بار بذات خود اقرار کر کے حدِ شرعی جاری کرنے کی درخواست کی۔ اس نوجوان کو عدالت کے احاطے میں لوگوں کے سامنے شرعی حد جاری کرتے ہوئے سو درّے مارے گئے۔ سزا پانے کے بعد اس نوجوان کے چہرے سے مسرت کی کرنیں پھوٹتی دکھائی دے رہی تھیں۔

بلاشبہ اس کا ایمان قابلِ رشک تھا۔ کہ اُس نے فتنہ وفساد سے پُر اس زمانہ میں بھی حضرت ماعز اسلمیؓ کی یاد تازہ کر دی اور یہ صرف اسلامی نظامِ عدل وانصاف کی فضاء قائم ہونے کی بدولت ہی ممکن ہو سکا۔

دینی وعصری تعلیم:

طالبان مجاہدین پر آئے روز دجالی میڈیا کی طرف سے لگائے جانے والے من گھڑت الزامات میں ایک الزام علم دشمنی کا بھی لگایا جاتا ہے۔ جو کہ سراسر ناانصافی اور محض جھوٹ کا پلندہ ہے۔

جبکہ طالبان مجاہدین تو حصول علم کے دلدادہ ہیں اور اپنے آپ کو طالب کہلوانا پسند کرتے ہیں۔ طالبان مجاہدین کے نام سے ہی علم دوستی کا پتہ چل جاتا ہے۔ کہ ان کی تنظیم کا نام ''تحریک طالبان'' بھی خاص طور پر تعلیم اور طالب سے منسلک ہے۔

بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ جس کا نام طالب ہو اور وہ طالب، علم کا ہی دشمن نکلے۔ آج کے جدید دور کے ماہرین بھی اس بات پر اتفاق کرتے ہیں کہ ''نام اپنا ایک نفسیاتی پہلو رکھتا ہے۔ اور اس کا اثر شخصیت سازی پر بہت گہرا ہوتا ہے۔'' ہر ذی شعور آدمی اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ طالبان اصل میں

مدارس میں تعلیم حاصل کرنے والے طالب علم ہی تو ہیں۔ پھر یہ طالب علم کیسے علم دشمن ہو سکتے ہیں۔

طالبان ایک ایسے علم کے طالب علم ہیں کہ جس کی کتاب ''کتاب مبین'' کو اللہ تعالیٰ نے نازل کرتے ہوئے سب سے پہلے علم کے فروغ کا حکم نازل فرمایا۔ طالبان سے بہتر تعلیم کی قدر کون جانے۔

طالبان کے بڑے بوڑھے عالم فاضل تھے۔ اور پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کی احادیث کی روشنی میں علم کی تڑپ تو طالبان مجاہدین کی روح میں رچی بسی ہوئی تھی۔ پھر نجانے کیوں باطل ان کے خلاف زبان درازی کرتا ہے کہ طالبان اجڈ، گنوار، ان پڑھ ہیں۔ اور یہ تعلیم کی روشنی کے خلاف ہیں۔

راقم ایک ایسے انگریز نومسلم باپ بیٹے کو جانتا ہے جو کہ پاکستان کے ایک بڑے مدرسہ میں قرآن پاک حفظ کر رہے تھے۔ انہوں نے حفظ قرآن اور درسِ نظامی کے نصاب کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا۔

''ان کو پڑھنے والوں کیلئے ڈاکٹری تعلیم نہایت معمولی ہے۔''

ماضی میں افغانستان کی کابل یونیورسٹی ایک ایسی یونیورسٹی کا مجموعہ تھی جس میں مادر پدر آزاد معاشرہ ہر وہ کام کرتا تھا جو کسی بھی یورپین یونیورسٹی میں ہوتے ہیں۔ اور وہ کام ''تعلیم'' کے پاکیزہ نام کی توہین سمجھے جاتے ہیں۔ کابل یونیورسٹی کے ملحدانہ، آزادانہ خیالات کے حامل پروفیسرز نے یہاں پر یہ ماحول خالص یورپین طرز کا بنایا ہوا تھا۔ طالبان نے بعض ضروری تعلیمی اصلاحات نافذ کیں اور بعدازاں کابل یونیورسٹی کو دینی وعصری تعلیم کے حصول کا گہوارہ بنا کر تعلیمی نظام کو مضبوط بنیاد فراہم کی۔

طالبان دور میں قریہ قریہ، نگر نگر، مکاتیب اور سکول قائم ہوئے۔ پستولوں اور بموں سے کھیلنے والے بچے ہاتھوں میں قاعدے اور تختیاں لیے اپنے استادوں سے علمی فیض حاصل کرتے نظر آتے تھے۔ اعداد و شمار کے مطابق طالبان دور میں گریجویٹ اور پوسٹ گریجویٹ طلباء کی تعداد 18000 سے بھی تجاوز کر چکی تھی۔

ملا محمد عمر مجاہد حفظ اللہ تعالیٰ کے دور حکومت کے آخری دنوں میں قندھار میں ایک بڑی جامعہ (یونیورسٹی) اشاعت دین کیلئے زیر تعمیر تھی۔

کابل یونیورسٹی کے کیمپس قندھار اور جلال آباد میں بھی قائم کیے گئے تھے۔ یونیورسٹی کے طلباء کو مفت تعلیم فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ ہفتہ وار وظیفہ (خرچہ کی مد میں) بھی دیا جاتا تھا۔

حیرت ہے ان بے وقوف دانشوروں پر جو طالبان پر تنقید کے نشتر چلاتے ہیں۔

حصول تعلیم کیلئے سازگار تعلیمی ماحول ''سونے پر سہاگہ'' کا کام دیتا ہے۔ یونیورسٹی کا موحول سازگار بنانے کے لیے طالبان کا نام ہی کافی تھا۔ تمام لسانی، گروہی، علاقائی دھڑے جو یونیورسٹی کو اپنی آماجگاہ بنائے ہوئے تھے۔ وہ یونیورسٹی سے کوسوں دور بھاگ گئے۔ طالبان نے باریک بینی سے یونیورسٹی کے ہر الجھے ہوئے معاملہ کو بہترین منتظمین کی مدد سے سلجھایا۔

طالبان نے کابل فتح کرتے ہی مخلوط تعلیم پر پابندی لگا دی تھی اور خواتین کیلئے علیحدہ سے حصول تعلیم کے مواقع بھی فراہم کیے تا کہ خواتین تعلیم سے محروم نہ رہ سکیں۔ غیر اسلامی مضامین یا شعبہ جات (مجسمہ سازی، موسیقی وغیرہ) یکسر ختم کر ڈالے۔

ملا محمد عمر مجاہد حفظ اللہ تعالیٰ کے حکم پر قندھار میں ایک ہزار طلباء کیلئے جہادی مدرسہ قائم کیا گیا۔ جو علم کی شمع روشن کیے ہوئے تھا۔ درج بالا حقائق طالبان کی علم دوستی کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

تعلیم نسواں:

بھولے بھالے اور معصوم طالبان شروع سے ہی صلیبی یہودی (دجالی) میڈیا کے متاثرین میں شامل ہیں۔ صلیبی، یہودی میڈیا کے پروپیگنڈہ توپ سے طالبان کے نام کے گولے مسلسل داغے جاتے ہیں۔ بے سروپا باتیں طالبان سے منسوب کر کے خود ساختہ نتائج اخذ کر کے طالبان کے خلاف پوری دنیا کو ایک ایسے امیج (تصویر) کی طرف متوجہ کرایا جاتا ہے جو ان کے اجلی قباء پر داغ لگانے کے مترادف ہے۔

ٹھنڈے وگرم ملکوں کے صحافی اپنے اپنے پر تعیش اور سجے سجائے دفاتر میں بیٹھ کر طالبان کے متعلق ایسے ایسے تجزیئے کرتے ہیں کہ ان کے آگے جھوٹ بھی شرما جاتا ہے عالم کفر طاغوت اور ان کے ہمراہیوں نے مل کر طالبان پر جہاں بے شمار تہمتیں لگائیں وہیں تعلیم نسواں کی اہمیت کے راگ

بھی الا پے۔ اجی طالبان عورتوں کو تعلیم حاصل نہیں کرنے دیتے۔
عورتوں کے مردوں کے شانہ بشانہ کام کرنے کے سخت خلاف ہیں وغیرہ۔
جبکہ تباہ حال ملک امارت اسلامیہ افغانستان کے دور کے اعداد وشمار بتاتے ہیں کہ اگر عالم کفر متحد ہو کر اس نوخیز مملکت پر حملہ آور نہ ہوتا تو اس وقت تک افغانستان کا شمار شرح خواندگی میں نمایاں اضافہ کر کے ترقی پذیر مما لک میں ہوتا۔
طالبان کی طرف سے مخلوط طرز تعلیم پر پابندی ایک شرعی تقاضا تھا نہ کہ علم دشمنی۔ لیکن اس بارے میں کوئی دلیل عالمِ کفر کو سنائی ہی نہیں دیتی۔ عارضی طور پر تعلیم نسواں میں تعطل صرف ایک مصلحت کے تحت آیا تھا۔ تاکہ جلد از جلد ان کیلئے الگ تعلیمی نظام اور نصاب مرتب کر کے انہیں معاشرتی برائیوں سے بچایا جائے اور خواتین کو ان کا معزز ومحترم مقام دیا جائے۔ کیونکہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کے حضور حکومتوں نے بھی اپنی نیکی اور بدی کا جواب دینا ہوگا۔ اولین وقت میں لڑکیوں کیلئے میڈیکل کالج کھولنے کا اہتمام کیا۔ تاکہ شعبہ طب میں خواتین سے متعلق عوارض اور بیماریوں کا سدباب وعلاج عورتیں ہی کر سکیں۔
راقم تعلیم نسواں کے موضوع پر حقائق تحریر کرنے کے بعد اس موضوع کا اختتام ایک صحافی کی گواہی سے کرنا معتبر ومناسب سمجھتا ہے۔
مشہور کالم نگار وصحافی جناب انور غازی صاحب اپنی کتاب ''ڈیورنڈ لائن کے اُس پار'' میں طالبان کی تعلیم نسواں کی حقانیت پر تصدیقی مہر ثبت کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں۔
''کابل یونیورسٹی کی لائبریری میں ایک نقاب پوش لڑکی سے میرا آمنا سامنا ہوگیا۔ وہ ٹورسٹ معلوم ہوتی تھی۔ حالانکہ وہ بھی یونیورسٹی کی طالبہ تھی۔ ہمارے ایک دوست نے اُس سے پوچھا کہ طالبان نے لڑکیوں کے یونیورسٹی میں داخلے پر پابندی نہیں لگائی؟ ہم نے سنا تھا کہ طالبان نے لڑکیوں کی تعلیم کو بالکل ممنوع قرار دیا ہے۔
اِس پر اُس لڑکی نے دلچسپ جملہ کہا (جواب دیا)'' طالبان نے تو لڑکیوں کی تعلیم پر پابندی نہیں لگائی بلکہ صحیح تعلیم حاصل کرنے کے اصولوں کو نافذ کیا ہے۔ پابندی تو فحاشی، بے حیائی، عریانی اور عشق معاشقے پر لگائی ہے۔ اگر طالبان نے لڑکیوں کی تعلیم پر پابندی لگائی ہوتی تو پھر میں کیسے تعلیم حاصل کر رہی ہوں؟ میں اس کی زندہ مثال ہوں۔

سود اور ناجائز لین دین کے حوالے سے امارتِ اسلامیہ افغانستان کا فرمان:

طالبان دور حکومت میں امارتِ اسلامیہ افغانستان میں سود جیسے قبیح عمل کی بیخ کنی کی گئی اور قرآن وسنت کی روشنی میں سود کی حرمت اور ناجائز لین دین کے بارے میں وعیدین بیان کی گئیں۔ اور سب سے پہلے سودی معیشت سے مکمل طور پر چھٹکارہ حاصل کیا۔ طالبان دور حکومت میں بینکاری کا نظام سود سے بالکل پاک کر دیا گیا تھا۔ اسی وجہ سے افغانستان کی معیشت روز بروز ترقی کرتی جارہی تھی۔ اور عوام کا معیار زندگی بلند ہوتا جارہا تھا۔
قرآن وحدیث کی سودی لین دین کے بارے میں سخت وعیدوں کی بناء پر امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد حفظ اللہ تعالیٰ نے سودی اور ناجائز لین دین کے حوالہ سے ایک فرمان جاری فرمایا جس کا متن یوں تھا۔

> ''قرآن کریم کی صریح آیات اور نبی کریم ﷺ کی مبارک احادیث کی روشنی میں سودخوری خطرناک ترین کبیرہ گناہوں میں سے ایک ہے۔ ہمارے بے شمار مسلمان بھائی لاعلمی کی وجہ سے اس گناہ میں مبتلا ہیں۔ یا پھر ایسے طریقوں سے لین دین اور خرید وفروخت کر رہے ہیں جو سود کے زمرے میں آتے ہیں۔ لہٰذا ہم دنیا وآخرت میں ناکامی ورسوائی کا باعث بننے والے اس گناہ کبیرہ کا خاتمہ کرنا چاہتے ہیں۔''

اس غرض سے مرکز اور صوبوں میں متعین وزارت امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے اہلکاروں اور صوبوں کے والی، امن عامہ کی حفاظت پر مامور کمانداان اور والسوال (مسئولین/ ذمہ داران) حضرات پر لازم ہے کہ وہ سود کی معروف صورتوں اور درج ذیل اقسام کے سودی لین دین کو اپنے اپنے علاقوں میں سختی سے بند کریں امارتِ اسلامیہ کے باشندوں کو بھی چاہیے کہ وہ ان حرام اعمال سے سختی سے اجتناب کریں۔

سود کی پہلی قسم:

قرضوں میں سودی لین دین کی دو اقسام ہیں۔

(الف) مثال کے طور پر کسی کو دس روپے قرض دے کر گیارہ روپے وصول کیے جائیں۔

(ب) قرض خواہ اپنے آپ کو نفع پہنچائیں مثال کے طور پر قرض دیتے ہوئے مقروض پر یہ شرط عائد کرے کہ وہ اس سے کوئی چیز سستے داموں خریدے گا۔ یا قرض کے بدلے کسی چیز کی اجرت وصول کرے گا۔ کوئی تحفہ دے گا، اس کی مہمان نوازی کرے گا یا پھر اُسے صدقہ دے گا۔

سود کی دوسری قسم:

(الف) مثال کے طور پر اگر ایک شخص دوسرے کو اس شرط پر چیز فروخت کرے کہ قیمت دو مہینے بعد وصول کروں گا۔ مقررہ وقت پر جب وہ رقم کا مطالبہ کرے تو مقروض اس سے یہ کہہ کر مزید مہلت طلب کرے کہ وقت بڑھانے کے عوض میں رقم زیادہ دوں گا تو زائد رقم کی وصولی سود میں شمار ہوتی ہے۔

(ب) اسی طرح اگر مذکورہ بالا صورت میں قرض خواہ مقروض سے مقررہ وقت سے پہلے اپنی رقم طلب کرے اور یہ کہے کہ مقررہ وقت سے پہلے ادائیگی رقم کی صورت میں مَیں تم سے اصل رقم سے کم رقم وصول کروں گا تو یہ کم کی ہوئی رقم مقروض کے حق میں سود شمار کی جائے گی اور ایسا کرنا حرام ہے۔

سود کی تیسری قسم:

بعض شرائط کے سبب فاسد ہو جانے والے عقود (معاہدے):

بعض عقود (معاہدے) ایسے ہوتے ہیں جو کچھ شرائط کے سبب فاسد ہو جائیں وہ بھی سود کے حکم میں داخل ہوتے ہیں۔ اس قسم کے سود سے بچنے کیلئے درج ذیل اصول وقواعد کو مدنظر رکھیں تو خود بخود ان کے تحت آنے والی بہت سی جزئیات سے انسان محفوظ ہو جاتا ہے۔

وہ شرائط جن سے معاہدہ فاسد ہو جاتا ہے درج ذیل ہیں۔

(الف) جہالت بالثمن (یعنی قیمت کا متعین نہ ہونا)

(ب) جہالت بالأجل (یعنی وقت کا متعین نہ ہونا)

(ج) جہالت بالمبیع اَو بالجنس (یعنی فروخت ہونے والی شے کا متعین نہ ہونا)

سود کی چوتھی قسم:

معاہدے میں ایسی شرط لگانا جو معاہدے اور ملکیت کے تقاضوں کے منافی ہو۔ جس میں خریدار یا بیچنے والے یا خود بیع (بیچی جانے والی چیز) کیلئے مفسدہ ہو۔ مثال کے طور پر اگر فروخت کرنے والا خریدنے والے کو یہ کہے کہ میں تمہیں اس شرط پر بیچ رہا ہوں کہ تم یہ چیز مجھے واپس فروخت کرو گے یا اس کے بدلے مجھے قرض دو گے یا خریدنے والا بیچنے والے کو کہے کہ میں اس شرط پر خرید رہا ہوں کہ تم اس کے بدلے مجھے گھر تک چھوڑو گے یا فلاں چیز اس کے عوض مجھ سے خریدو گے تو اس معاہدہ کا شمار سودی لین دین میں ہوگا۔

سود کی پانچویں قسم:

درج ذیل اصولی مثالوں کے تحت آنے والی خرید وفروخت کے تمام معاہدات فاسد ہیں۔

(الف) مبیع (فروخت کی جانے والی چیز) خریدار کو دکھانے کی بجائے یہ کہا جائے کہ میں فلاں شے تب فروخت کروں گا جب میں فلاں سفر سے واپس آجاؤں۔ ایسی صورت میں بھی سودا فاسد ہے کیونکہ اُجل یعنی وقت مقرر نہیں۔

(ب) کسی جانور کے پیٹ میں موجود بچے کو فروخت کرنا ناجائز ہے کیونکہ معاہدے کے وقت پر معلوم نہیں کہ بچہ زندہ پیدا ہوگا یا مردہ۔

سود کی چھٹی قسم:

جن شرائط کے سبب خرید وفروخت کا معاہدہ فاسد ہو جاتا ہے انہی شرائط کے سبب مزدوری کا معاہدہ بھی فاسد ہو جاتا ہے۔ لہٰذا درج ذیل چیزوں میں سے کوئی ایک بھی پائی جائے تو عقد اجارہ (مزدوری کا معاہدہ) فاسد ٹھہرتا ہے۔

(الف) اجرت کا متعین نہ ہونا

(ب) وقت متعین نہ ہونا

(ج) کام متعین نہ ہونا

لہٰذا معاہدہ درست ہونے کیلئے ضروری ہے کہ مزدور کو مزدوری کی نوعیت، اجرت اور کام کی مقدار وغیرہ معلوم ہو ورنہ اجارہ فاسد ہوگا۔

چونکہ ہر علاقے کے جدا جدا رواج اور طریقے ہیں لہٰذا تمام مسئولین (ذمہ داران) کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ مندرجہ بالا احکامات کی روشنی میں اپنے اپنے علاقوں میں موجود سود اور سودی لین دین کی سختی سے روک تھام کریں۔

1421-11-02 ہجری

والسلام

خادم اسلام

امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد حفظہ اللہ تعالیٰ

امارت اسلامیہ افغانستان سے ناجائز ٹیکسوں کا خاتمہ:

طالبان کی آمد سے پہلے ہر علاقے کے وار لارڈز اپنے اپنے علاقوں میں پھاٹک لگا کر عوام سے جبری بھتے وصول کیا کرتے تھے۔ جس سے عوام کی کمائی کا ایک بڑا حصہ ان جنگی سرداروں کی تجوریوں میں چلا جاتا تھا۔ طالبان نے اقتدار سنبھالتے ہی عوام کو سکھ کا سانس لینا نصیب ہوا۔ عوام کے بقول ''طالبان کی آمد نزولِ برکات کا باعث بنی''

طالبان کے اس اقدام سے عوام مالی طور پر خوشحال ہونے لگے اور عشر و زکوۃ کے شرعی اصولوں پر عملدرآمد کرنے لگے۔ جس سے مال و دولت معاشرہ کے ہر فرد کی دسترس میں پہنچ گیا۔ معاشرہ کے تمام افراد حلال اور پاکیزہ روزی کی دوڑ دھوپ میں لگ گئے۔

خونی کھیلوں کا خاتمہ:

طالبان نے اپنے ملک میں جہاں اسلحہ کلچر، بدامنی، مخلوط طرز تعلیم، سودی نظام، اور ناجائز ٹیکسوں جیسی برائیوں کا خاتمہ کیا تو وہیں اس غیور عوام کی صحت و تندرستی کا خیال رکھتے ہوئے ملک میں کھیلی جانے والی خونی کھیلوں کا بھی خاتمہ کیا اور شرعی اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے صحت و تندرستی میں کام آنے والی مناسب اور حفاظتی کھیلوں (Safe Games) کا خاص اہتمام کیا۔

طالبان نے امارت اسلامیہ میں فضول اور وقت کے ضیاع اور لڑائی جھگڑوں کا باعث بننے والی کھیلوں کا خاتمہ کیا۔ اور چستی، ذہنی سکون اور جسم کو مضبوط کرنے والی کھیلوں کو فروغ دیا۔

ختم کی جانے والی کھیلوں میں سب سے خطرناک اور درندگی کا مظہر ایک کھیل ''بزکشی'' تھا۔ یہ بے رحمانہ اور وحشیانہ کھیل افغان روایات میں رچ بس چکا تھا۔ اس کھیل میں گھڑسوار نیزہ کی مدد سے ایک مردہ بکری کو میدان سے اٹھاتے اور پھر اپنے گھوڑے پر رکھ کر اس بکری کو دوسرے کھلاڑیوں سے ٹکراتے ہوئے اپنے مقررہ ہدف تک لے جانے کی کوشش کرتے دوسرے کھلاڑی اس بکری پر چھینا جھپٹی کرتے اور اسی کوشش میں انسانی جانوں کا بھی ضیاع ہو جاتا تھا۔ جو دشمنی اور لڑائی جھگڑے کا باعث بن جاتا۔ اس لیے امارتِ اسلامیہ نے اس خونی کھیل کا مکمل خاتمہ کر دیا اور عوام کی جسمانی و ذہنی تندرستی کو مدنظر رکھتے ہوئے ساکر (فٹ بال) کو سرکاری کھیل کا درجہ دیتے ہوئے اسے فروغ دیا۔ اس کھیل سے کھلاڑی جسمانی طور پر صحت مند، چوکس و چوکنا ہو جاتا ہے۔ طالبان نے اپنے عوام اور فوجوں کو چست و صحت مند رکھنے کیلئے ساکر (فٹ بال) کے کھیل کی خوب ترویج کی۔

منشیات کا مکمل خاتمہ:

شریعت اسلامی میں نشہ پر بہت سخت وعیدین پائی جاتی ہیں اور معاشرتی لحاظ سے بھی نشہ نوجوانوں کو منفی سرگرمیوں کی طرف مائل کرتا ہے۔ اور انہیں بزدلی کی دلدل میں پھنسا کر شیطانی چیلوں کے سپرد کر دیتا ہے۔ نشہ عقل و شعور کے ساتھ ساتھ خودداری اور عزت و اکرام کا بھی دشمن ہے۔

افغانستان منشیات کی پیداوار کا حامل ایسا خطۂ ارضی ہے جو 90% تگڑے منشیات سمگلروں کی آماجگاہ ہے۔ جبکہ گھٹیا منشیات کے ڈیلر برازیل کے گھنے جنگلوں میں کاشت شدہ بالکل ہلکی حشیش پر گزارہ کرتے ہیں۔ اور افغانستان میں پیدا ہونے والی حشیش پر ناک سکیڑتے ہوئے افغانستان کی منشیات کو زندہ باد کہتے ہیں۔ سب سے زیادہ دھن دولت اسی مکروہ دھندے میں ہے۔ اس دھندے میں افغانستان کے وار لارڈز نے جی بھر کر لوٹا اور سوئیٹزرلینڈ تک اپنے بینک اکاؤنٹس بھرے مقامی و بین الاقوامی سمگلروں کے سرمایہ کی کئی داستانیں افغانستان و پاکستان میں سنی جاتی ہیں۔ حتی کہ یورپین خفیہ ایجنسیاں اپنے اخراجات پورے کرنے کیلئے ڈرگ اسمگلنگ کی پشت پناہی کرتی ہیں۔ امریکہ کی ایجنسی C.I.A اس معاملہ میں دنیا کی بدنام زمانہ ایجنسی ہے۔ نام نہاد اینٹی نارکوٹکس (انسداد منشیات) کے محکمے صرف ایک ٹوپی ڈرامہ ہیں۔

راقم اپنی زندگی میں سینکڑوں ملکی و غیر ملکی اسلحہ و منشیات کے سمگلروں سے ملا (جس کی تفصیل کسی اور موقع پر بیان ہوگی۔) ان کے انٹرویوز کیے۔ نائیجیریا، ایتھوپیا، صومالیہ، سوڈان تک سے منشیات کے سمگلرز پاکستان کا رُخ کرتے رہے ہیں۔ راقم کی سب سے زیادہ بار بات چیت نائیجریا کے اسمگلروں سے ہوتی رہی ہے۔ نائیجیریا کے غریب افراد بہت جلد ڈرگ مافیا کے ہرکارے بن جاتے ہیں۔ اور اپنے اس کام میں بڑے ماہر ہوتے ہیں۔ ان کی سمگلنگ کا سب سے مقبول طریقہ یہ ہے کہ وہ ہیروئن سے بھرے کیپسول نگل جاتے ہیں پھر ففٹی ففٹی چانس میں بعض سمگلر منزل پر پہنچ جاتے ہیں۔ اور بعض کسی نہ کسی ملک کے ائیر پورٹ یا داخلی راستہ پر دھر لیے جاتے ہیں۔

تمام بین الاقوامی سمگلر افغانستان کی ہیروئن، گردا (چرس)، افیون کو +A گریڈ دیتے ہیں۔ پوری دنیا میں منشیات کی سمگلنگ کا مرکز افغانستان کو مانتے ہیں۔ آزادانہ تجارت اور بہترین کوالٹی کی وجہ سے پوری دنیا میں یہ خطہ منشیات کے لحاظ سے سنہری چڑیا کے نام سے جانا پہچانا جاتا ہے۔

کروڑوں ڈالر کی پیش کش ہونے کے باوجود سفید سونا (منشیات) اگلتی فصلوں کو امریکہ اور اس کے حواری ماضی و حال میں تلف نہ کروا سکے افغانستان کا غریب معاشرہ اس پر پابندی نہ سہہ سکتا تھا۔ لیکن تاریخ شاہد ہے کہ امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد حفظ اللہ تعالیٰ کے 29 جولائی 2000ء کے ایک فرمان پر پورے افغانستان میں پوست کی کاشت کا مکمل خاتمہ ہو گیا۔ اور عوام نے امیر المومنین کے فرمان پر عمل کرتے ہوئے اپنی غربت کا بھی لحاظ نہ رکھا یہ سب کچھ اسلامی معاشرہ کے قیام کی بدولت اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت سے ہی ممکن ہو سکا اس طرح طالبان نے منشیات کے اس مرکز کو بالکل پاکیزہ اور صاف ستھرا کر دیا۔

نائیجیریا کے ایک سمگلر نے اس مندے کے زمانے (طالبان دور) کو یاد کر کے ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے بتلایا کہ جو افیون فی کلو -/3500 پاکستانی روپے میں خیبر پختون خواہ کے علاقے پشاور یا بلوچستان کے علاقہ میں دستیاب تھی۔ وہ تین دن بعد -/40,000 چالیس ہزار روپے فی کلو کے حساب سے بھی نہ ملتی تھی۔ افغانستان میں پوست کا مکمل طور پر خاتمہ ہو چکا تھا۔ جو تھوڑا بہت مال منشیات کی مارکیٹ میں آرہا تھا وہ پاکستان کے دور دراز قبائلی علاقوں میں کاشت ہو رہا تھا۔

طالبان کی طرف سے منشیات کا یہ خاتمہ بین الاقوامی ڈرگ مافیا، اسمگلروں اور وار لارڈز کیلئے کسی دھچکے سے کم نہ تھا۔ لیکن طالبان کے سخت گیر موقف کے آگے سب بے بس تھے۔

طالبان دور میں منشیات کا خاتمہ ایک ایسی اٹل حقیقت ہے جس کی مخالفت میں پوری دنیا سے کوئی بھی زبان درازی نہ کر سکا۔

حقوق نسواں:

طالبان کو منفی پراپیگنڈہ کی بھٹی میں جھونکنے والے اقوام کفریہ (اقوام متحدہ) نے حقوقِ نسواں کی پھونکنی سے اس بھٹی کو ناجائز ہوا دی۔ بے حیائی، بے مروتی کے گہرے جوہڑ میں ڈوبے ہوئے غلیظ معاشرے میں رہنے والے کیا جانیں کہ اسلام کے سنہری اصولوں میں حقوقِ نسواں کی کیا عظمت ہے۔ اسلام نے ماں، بہن، بیٹی اور بیوی کے مقدس رشتہ میں عورت کو کیا عزت و تکریم بخشی ہے۔ اس بات کا اقوام کفریہ کو کیا علم وہ کیا جانیں کہ اسلامی معاشرہ میں حقوقِ نسواں کی کیا قدر و منزلت ہے۔

یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ امہات المومنینؓ کے روحانی فرزند، حقوق نسواں سے ناواقف ہوں۔ طالبان نے مومن پاکدامن اور عفت مآب ماؤں کی انگلی تھام کر چلنا سیکھا تھا۔ اور دنیا میں سب سے پہلی علمی درس گاہ اپنی ماں کو ہی پایا تو ایسے معاشرہ میں پرورش پانے والے طالبان کیسے حقوق نسواں کو پامال کر سکتے تھے۔ لہٰذا انہوں نے عورت کو اُس کا اصل اور باعزت مقام (جو شریعت نے اُس کو دیا ہے) پر فائز کیا۔

قرآن کریم اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں اسلامی تعلیمات میں تمام مسلمانوں کو قدم قدم پر حقوق نسواں کی رہنمائی دی جاتی ہے۔ لیکن منفی پروپیگنڈہ کی بھٹی کے موجد (اقوام متحدہ) نے کبھی اپنے گریبان میں بھی جھانک کر دیکھا؟ کیا ان کے ممالک میں آزادی نسواں کے نام پر عورت کی کس کس طرح تذلیل ہو رہی ہے۔ انہوں نے عورت کو بازار کا مال سمجھ لیا ہے اور اُسے ایک شو پیس بنا کر رکھ دیا ہے۔ اور اس نام نہاد ''آزادی نسواں'' کے بارے میں ایک چکلے کے دلال کی طرح نوٹینشن کی گردان کرتے ہیں۔ امریکی اداروں کے اعداد و شمار کے مطابق 79% اناسی فیصد امریکی مرد اپنی بیویوں کو زد و کوب کرتے ہیں۔

امریکی نفسیاتی اداروں کے سروے سے ''حقوق نسواں'' کا نعرہ لگانے والوں کا پول کھل کر سامنے آجاتا ہے۔ امریکی عورتیں اپنے بوائے فرینڈز کے تشدد کا شکار ہو کر ہسپتال کا چکر ضرور لگاتی ہیں۔ ایک امریکی تحقیق کے مطابق ہر سال امریکہ میں ساٹھ لاکھ عورتیں تشدد کا شکار ہوتی ہیں۔ اس تشدد میں ہلکی پھلکی مار کٹائی سے شروع ہو کر ہڈی کا توڑنا، خنجر زنی کرنا، آتشیں اسلحہ سے حملہ کرنا وغیرہ شامل ہیں۔ یہ سب کچھ اس امریکی معاشرہ میں کھلے عام ہو رہا ہے جو حقوق نسواں کا اپنے آپ کو چیمپئن کہلاتا ہے۔

کینیڈا، برطانیہ اور فرانس میں حقوق نسواں کی پامالی کے کوائف اگر امریکہ سے زیادہ نہیں تو برابر ضرور ہیں۔ ان ممالک میں ایک ایک عورت کو دس دس مردوں کی جنسی زیادتی کا نشانہ بننا پڑتا ہے اور یہ سب کچھ ان ممالک میں جدید تہذیب کے طفیل ہو رہا ہے۔ جس میں مادر پدر آزادی نے ''حقوق

نسواں'' کی روح تک کو چھلنی کر دیا ہے اور عورت کے مقدس مقام کو اس سے کوسوں دور کر دیا ہے۔

طالبان کا قصور (یورپین کی نظر میں) صرف یہ ہے کہ ان کی تمام پالیسیاں اور قوانین اسلامی شریعت میں سے ہیں۔ اور حقوق نسواں سے متعلق بھی طالبان نے امارتِ اسلامیہ میں ایسے اقدامات کیے جو صرف اور صرف اسلامی اصولوں سے ہم آہنگ ہوں۔

تاریخ عالم گواہ ہے کہ جتنی عزت وتکریم اسلام نے عورت کو دی ہے اتنی عزت وتکریم آج تک دنیا کا کوئی مذہب نہ دے سکا اور نہ ہی دے سکے گا۔ دین اسلام مساوات کا علمبردار ہے۔ قرآنِ پاک کی سورۃ آل عمران میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

ترجمہ: ''پس ان کے رب نے انکی درخواست قبول کر لیا کہ تم میں سے کسی کے عمل کو ضائع نہیں کروں گا۔ خواہ وہ مرد ہو یا عورت''

اسلام ہی میں بیٹی کو رحمت سمجھا جاتا ہے۔ اس کا وراثت میں حصہ مقرر کیا گیا ہے۔

عورت کو اسلام میں معاش کے فکر سے آزادی دی گئی ہے اور نان ونفقہ کا ذمہ دار مرد کو بنایا گیا ہے۔

عورت کی گواہی کو معتبر جانا گیا ہے۔

طلاق کے معاملہ میں مردوں پر کڑی تنبیہہ بھی شریعت اسلامی کا حصہ ٹھہری ہے۔

اس کے برعکس

اگر عورت کو کوئی مجبوری ہے اور وہ نباہ نہیں کر سکتی تو اسلام نے اس کی شرعی حق کے طور پر خلع لینے کی اجازت دے رکھی ہے۔ جس سے وہ فائدہ اُٹھا کر اپنے خاوند سے علیحدگی اختیار کر سکتی ہے۔

پردہ کے اسلامی حکم میں عورت کی شخصیت کو محفوظ بنایا گیا ہے۔ تاکہ اس کی عزت وتکریم کا مقام بلند رہے۔ امارت اسلامیہ میں عورت کو حقوقِ نسواں کے شرعی حق کے مطابق جو مقام ومرتبہ دیا گیا ہے۔ اس کے بارے میں تحریر کرنے کیلئے بہت سی ضخیم کتابیں تحریر کرنا پڑیں گی۔ لیکن ذی عقل اور ذی شعور انسان کیلئے درج بالا اصول وقواعد ہی حقیقت کے ادراک کے لیے کافی ہوں گے۔

رہی بات اقوام کفریہ (اقوام متحدہ) کی تو انہیں طالبان دور سے پہلے ''حقوق نسواں'' کی حقیقی پامالی کیوں نظر نہ آئی؟ حالانکہ متعدد امریکی صحافیوں نے اپنی کتابوں اور آرٹیکلز میں وار لارڈز کی عورتوں پر زیادتیوں اور واہیاتیوں کو موضوع بنائے رکھا ہے۔ اس کی ایک مثال طالبان اور شریعت اسلامی کی سخت مخالفت کرنے والی اور اسلام کی مخالفت میں پیش پیش ''کرسٹینا لیمپ'' خود لکھتی ہے۔ کہ

''............اس سے بھی بڑی مصیبت جبری عصمت دری کے واقعات تھے۔ کوئی بھی اپنے گھر میں سکون کی نیند نہیں سو سکتا تھا۔ نوجوان لڑکیوں اور نوخیز لڑکوں کو جبراً اُٹھا لیا جاتا تھا ان کے ساتھ بدفعلی جیسا انسانیت سوز سلوک کیا جاتا تھا۔ بہت سے لوگوں نے ان واقعات سے خوفزدہ ہو کر اپنے بچوں کو سکول بھیجنا بند کر دیا تھا۔''

جبکہ ملا عمر تو ایسا نہ تھا تاریخ طالبان کی تو ابتداء ہی ایک بنت حوّا کی عزت وناموس کی پاسبانی کیلئے ہوئی تھی۔ جب ملا عمر مجاہد نے قوم کی ان بیٹیوں کی بے حرمتی کے بدلے اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر اس سانحہ کے ذمہ داروں کو کیفر کردار تک پہنچایا تھا۔

مفتوحہ علاقوں میں آگے چل کر خواتین کی حفاظت کے لیے اعلامیے جاری کیے، جن کی رو سے عورت گھر سے بے پردہ نہیں نکل سکتی۔ خواتین مخلوط اداروں میں ملازمتیں نہیں کر سکتیں۔ (جو ضرورت مند ہیں ان کو وظائف جاری کیے جائیں گے) خواتین بلا ضرورت کسی اجنبی مرد ڈاکٹر سے علاج نہ کروائیں۔ البتہ پردہ میں رہ کر علاج کروانے میں حرج نہیں۔

''سکولوں کی بندش'' جو کہ صلیبی پروپیگنڈے کا محور تھا کے بارے میں امارت اسلامیہ کے درویش صفت مولوی جلیل الدولہ کا دلیل سے بھرپور مؤقف تھا کہ

''جس نوع کی تعلیم اقوام متحدہ (اقوام کفریہ) چاہتی ہے وہ ایک ملحدانہ تعلیم ہے۔ جو عورتوں کو بے حیائی سکھاتی ہے۔ اور حرام کاری کی طرف بھی لے جاتی ہے۔ اس سے اسلام کیلئے تباہی کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ ملک جہاں پر ملحدانہ تعلیم دی جا رہی ہو تباہ ہو جاتا ہے۔ اور ملحدوں کے قبضہ میں چلا جاتا ہے۔ کیونکہ وہاں کے مرد عورتوں کی طرح بن جاتے ہیں۔ اور عورتیں اپنا دفاع نہیں کر سکتیں۔ جسے بھی ہم سے بات کرنی ہے تو وہ اسلامی حدود میں رہتے ہوئے بات کرے۔ قرآن مجید لوگوں کے مطابق اپنے آپ کو نہیں ڈھال لیتا۔ بلکہ لوگوں کو چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو قرآنِ کریم کے مطابق ڈھالیں۔ اور قرآن مجید کے تقاضے پورے کریں۔ ہم لڑکیوں کی تعلیم کے خلاف نہیں۔ لیکن جس قسم کی تعلیم اقوام متحدہ چاہتی ہے وہ ہمارے دین وملت

کے خلاف ہے۔''

مولوی جلیل الدولہ کے مؤقف میں حقوق نسواں اور تعلیم نسواں کی جھلک نمایاں طور پر دکھائی دیتی ہے۔اُن کے مؤقف میں کہیں پر ان حقوق کی نفی نہیں ملتی صرف اور صرف ان حقوق کو ایسے انداز میں ادا کرنے پر زور دیا گیا ہے جس سے

1۔ عورتوں کو تحفظ مل سکے۔

2۔ تمام حقوق بآسانی دستیاب ہوسکیں۔

3۔ تمام خواتین شرعی حدود میں رہتے ہوئے تعلیم کے زیور سے آراستہ ہوسکیں۔

4۔ جس مقصد کیلئے امارتِ اسلامیہ معرض وجود میں آئی ہے۔اس مقصد عظیم (شریعت کے نفاذ) میں خواتین کا بھی بھرپور حصہ ہو کہ وہ شرعی حدود میں رہتے ہوئے تمام شرعی علوم و دیگر ضروری دنیاوی علوم مثلاً درس و تدریس،طلب، پارچہ بافی،کشیدہ کاری، قالین سازی، گھریلو کاموں میں مہارت، گھر کی چار دیواری میں رہتے ہوئے جانوروں اور مرغیوں کو پالنا وغیرہ جیسے کاموں کو سیکھ کر اسلامی معاشرہ میں مثبت کردار ادا کریں۔

5۔ ملحدانہ نظام تعلیم میں مرد حضرات عورتوں کی طرح نازک مزاج اور دفاعی لحاظ سے کمزور ہو جاتے ہیں۔وغیرہ

مولوی جلیل الدولہ کے مؤقف سے کہیں بھی حقوق نسواں اور تعلیم نسواں کا ردّ نہیں ہے بلکہ اس مؤقف میں اسلامی مملکت کا دفاع اور شرعی نظام کی بقاء کا بنیادی اصول بیان کیا گیا ہے کہ معاشرہ میں جس قسم کی تعلیم کا رواج ہوگا اس ملک کا مستقبل بھی اسی کے مطابق ہوگا۔

امریکہ اور اس کے حواریوں نے پس پردہ اور کھلم کھلا رہ کر افغانستان میں بے حیائی پھیلانے کی کوششیں ترک نہ کیں۔باقاعدہ طور پر ایک محاذ بنا کر دنیا میں موجود ہر فورم پر انہوں نے طالبان پر اپنے زہریلے نوکیلے دانت گاڑے۔

21 اکتوبر 1998ء کو امریکہ کی ''ماؤس لیمنو'' نامی ایک فاؤنڈیشن نے طالبان کے خلاف اقتصادی اور سماجی دباؤ بڑھانے کا مطالبہ کر دیا۔ اس فاؤنڈیشن نے طالبان کی (ان کے حساب سے) منفی پالیسیوں کے خلاف پروپیگنڈہ مہم چلانے کیلئے ایک لاکھ ڈالر خرچ کرنے کا اعلان کیا۔

یونیسیف کا مطالبہ اور طالبان کا مدلل جواب:

طالبان اور این جی اوز (نام نہاد فلاحی تنظیمیں) کے نمائندوں میں ''عورت کی آزادی'' جیسے نام نہاد موضوع پر بحث ومباحثہ ہوتا رہا۔اقوامِ کفریہ کے سیکریٹری جنرل نے طالبان حکومت کو وارننگ دی کہ اگر اس نے عورتوں کے بارے میں پالیسی تبدیل نہ کی تو افغانستان کی امداد روکنے کے ساتھ ساتھ اس کی حکومت کو بھی تسلیم نہ کیا جائے گا۔

اگلے ہی دن ''یونیسیف'' نے اعلان کیا کہ افغانستان کی تعلیمی امداد اس وقت تک بند رہے گی جب تک حکومت خواتین کی تعلیم کو عام نہیں کرے گی۔

عورتوں کی تعلیم کے حوالہ سے وزارت ''امر بالمعروف ونہی عن المنکر'' کابل کے سربراہ مولوی کلام الدین نے گل ہی مکا دی (یعنی بات ہی ختم کردی) انہوں نے فرمایا:

''ایک مسئلہ تو حفاظت اور سلامتی کا ہے۔عورتوں کیلئے الگ ٹرانسپورٹ کا بندوبست بھی نہیں ہے۔لڑکیوں کیلئے الگ سکولوں کی عمارتیں بھی دستیاب نہیں ہیں۔عورتوں کی تعلیم کیلئے دیگر ضروری سہولتوں کا بھی فقدان ہے۔عورتیں مردوں سے مکمل طور پر علیحدہ ہونی چاہیں۔ہم میں ایسے بھی مرد موجود ہیں جو عورتوں سے اچھی طرح پیش نہیں آتے۔سوویت یونین کے خلاف جنگ میں ہم نے اس لیے بیس لاکھ جانیں گنوائیں کہ ہم شرع کے پابند نہ تھے۔طالبان نے شریعت اسلامی کیلئے جنگ لڑی ہے۔وہ شریعت کے نافذ کرنے کے پابند ہیں۔چاہے کچھ بھی ہو ہم یہ مقاصد پورے کر کے رہیں گے۔''

یہ جواب سننے کے بعد اگر اقوام کفر کے ادارے سچے اور تعلیم دوست ہوتے یا تعلیم نسواں کے سچے مسائل پر توجہ دیتے تو وہ طالبان کے دیے گئے جواب پر عملدرآمد کرتے ہوئے سب سے پہلے خواتین کیلئے شرعی حدود میں رہتے ہوئے حصول تعلیم کیلئے رکاوٹ بننے والے مسائل پر توجہ دیتے اور ان کو دور کرنے کی کوشش میں طالبان کے ساتھ تعاون کرتے کیونکہ بظاہر وہ تو عورتوں کی تعلیم کیلئے کوشاں تھے اور عورتوں کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کرنے

کی شرط پر ہی امداد جاری رکھنے کا عزم رکھتے تھے۔

لیکن

نہیں......نہ تو انہوں نے عورتوں کی تعلیم کیلئے انفراسٹرکچر کی تیاری میں کوئی مدد کی اور نہ ہی عورتوں کو تحفظ فراہم کرنے کیلئے کوئی قدم اُٹھایا۔

انہوں نے تو یہ نام نہاد نعرہ ''آزادی نسواں'' لگا کر صرف شرعی ماحول میں نقب لگانے کی کوشش کی تھی۔ انہیں کیا غرض کہ افغانستان کی عورتیں تعلیم یافتہ یا ہنر مند ہوں وہ تو صرف اور صرف اس اسلامی اور شرعی معاشرہ کو اپنی گندی ذہنیت جیسا پراگندہ اور دین اسلام سے کوسوں دور دیکھنے کے خواہش مند تھے۔ لہٰذا اسلام مخالف پراپگنڈوں پر لاکھوں ڈالر خرچ کرنے کا عملی مظاہرہ اور حقیقی مسائل سے عدم توجہی برت کر اپنے زہریلے اور امن وامان کے دشمن ہونے کا کھلم کھلا ثبوت فراہم کیا ہے۔

جیل خانے اصلاح کے مرکز:

دنیا میں قائم کی گئی جیلیں اصلاح ودرستگی کے مراکز ہوسکتی ہیں اگران جیلوں کی طالبان حکومت جیسی انتظامیہ نگرانی کرتی ہو۔ عام طور پر جیلوں کا ماٹو مختلف قسم کے نعروں کی شکل میں لکھا ہوتا ہے مثلاً ''نفرت جرم سے ہے انسان سے نہیں''، ''جیل خانے اصلاح کے مراکز'' وغیرہ وغیرہ۔ لیکن یہ فقرات پرفریب نعروں اور دھوکہ دہی کے علاوہ کچھ نہیں ہوتے۔ دنیا بھر کی جیلیں مظالم کی آماجگاہیں بنی ہوئی ہیں۔ وہاں انسان سے انسانیت سوز سلوک روا رکھا جاتا ہے۔ اور اسیران کو تیسرے درجے کا انسان شمار کیا جاتا ہے۔

برصغیر کی آزادی کی تحریکوں کے دوران جیلیں حریت وآزادی کے متوالوں سے بھری رہتی تھیں۔ ہمارے اسلاف واکابرین کیلئے کالا پانی، جزائرانڈیمان آج کے دور کے کیوباکے گوانتاناموبے ہی تو تھے۔ جہاں پر آزادی کے چراغوں کو بجھانے کی خاطر ظلم وستم کی داستانیں رقم کی جاتیں تھیں۔

افغانستان کی تاریخ بھی حریت، جہاد اور جنگ وجدل سے عبارت ہے۔ طالبان دور سے پہلے افغانستان کے محبس (قید خانے) زندانیوں (اسیران) کیلئے تپتے ہوئے صحرا ہی رہے۔ یہاں کی جیلوں میں ایسی ایسی اصطلاحات رائج تھیں جو بذات خود ایک کامیڈی تھیٹر کا منظر پیش کرتی ہیں۔ جیسے شام کے وقت جیل کی گنتی پوری نہ ہونے کی صورت میں راہ گیر کو پکڑ کر بے جرم وخطا جیل میں ڈال دینا۔ اس اصطلاح کو ''نام بدل'' کہہ کر استعمال کیا جاتا تھا۔ ایسی حیرت انگیز اصطلاح جس میں بندے کا کسی مجرم کے ہم نام ہونا ہی جرم بن جائے۔ افغانستان دنیا کا واحد خطہ تھا جس کی جیلوں میں قانون کا داخلہ ممنوع تھا۔ حالانکہ کبھی سنا تھا کہ جیل میں انصاف کا داخلہ ممنوع ہوتا ہے۔

روسی قبضہ اور دیگر سیکولر قوتوں کے ادوار میں اسیر رہنے والے افراد نے اس موضوع پر بہت سی آپ بیتیاں اور رودادیں لکھیں۔ جن کے پڑھنے سے انسان کا دل دہل جاتا ہے۔ طالبان کے دور حکومت میں شمالی اتحاد کے زیر تسلط علاقوں میں قائم جیلوں کے اسیران کی صدائیں، رودادیں اور آپ بیتیاں بھی متعدد کتابوں میں چھپ چکی ہیں۔ شمالی اتحاد نے عالم کفر کا ایجنٹ بننے کے علاوہ قرآنی تعلیمات، احادیث نبویہؐ اور دیگر اخلاقی عوامل سے بھی انحراف کیا۔ جہاں انہوں نے دوران جنگ ظالمانہ رویہ اپنائے رکھا وہاں امارتِ اسلامیہ کے سامنے بھی کدورت سے بھرا سینہ لے کر آئے۔ انہوں نے مظلوم اور بے بس طبقہ یعنی قیدیوں کو بھی نہ چھوڑا قیدیوں کو ان کے حقوق تو کجا انہوں نے قیدیوں کو جانوروں کے حقوق بھی نہ دیے۔

طالبان دور حکومت میں جیل خانہ جات کے نعروں کو حقیقت کا رنگ ملا۔ طالبان نے امارتِ اسلامیہ میں قائم جیلوں کے اندر رائج جنگل کے قانون کا مکمل صفایا کیا اور اسلامی شریعت کے عین مطابق قیدیوں کو ان کے تمام حقوق دیے۔ جس سے جیلیں واقعتاً اصلاح کے مراکز بن گئیں۔

قیدیوں کی اپنے عزیز واقارب سے ملاقات کا بہترین بندوبست، طے شدہ مینیو کے مطابق عمدہ کھانے کا انتظام، رشوت خوری کا مکمل خاتمہ اور بے جا تنگی وتکالیف سے چھٹکارہ جیسے اقدامات کا ہونا قیدیوں کیلئے طالبان دور حکومت میں کسی نعمت عظمٰی سے کم نہ تھا۔

طالبان دور میں جیل خانہ جات کا اصل مقصد جرائم پیشہ افراد کو قرآن وحدیث، مواعظ اور درس وتدریس کے ذریعے دینی تربیت دینا تھا تا کہ یہ جرائم پیشہ افراد معاشرہ کے مفید شہری ثابت ہوسکیں۔ ان اقدامات سے افغانستان کی جیلوں کا ماحول یکسر بدل گیا۔ اور اکثر قیدی ''توبۃ النصوح'' (سچی توبہ) کے راستہ پر گامزن ہوگئے۔ اور یہی طالبان کا مقصد تھا۔ جو ان کی شبانہ روز محنت سے پورا ہو رہا تھا۔

طالبان حکومت کی جیلیں واقعی اصلاح کے مراکز ہیں۔ اور اس کا ثبوت پوری دنیا کے سامنے ''یوآن ریڈلی'' کے روپ میں موجود ہے۔ یوآن ریڈلی نے پوری دنیا کے ابلاغ عامہ کو اس طرف متوجہ کرتے ہوئے بتلایا کہ طالبان اپنے اسیران کے ساتھ کیسے نرمی وشائستگی کے ساتھ پیش آتے ہیں۔

اس کی تمام تفصیل یوآن ریڈلی کی کتاب ''طالبان کی قید میں'' میں موجود ہے۔ یوآن ریڈلی جو دنیا کی جدید تہذیب کی دلدادہ تھی طالبان کے حسن سلوک سے متاثر ہوکر توبۃ النصوح کے راستہ پر گامزن اور مشرف بہ اسلام ہوکر اس نے اپنا نام ''مریم'' رکھ لیا اور کھلے عام شریعت اسلامی پر عمل پیرا ہوگئی۔

طبی سہولیات کی فراہمی:

فرزندان خراسان نے اپنے دور حکومت میں طب جیسے اہم شعبہ پر بھی بھر پور توجہ مرکوز کی۔ طالبان حکومت کی طرف سے عوام کو مفت طبی سہولیات فراہم کرنے کا بندوبست کیا گیا۔ جدید مشینری اور سہولیات کے حامل چھوٹے ہسپتالوں کی تعمیر نے عوام کیلئے صحت وتندرستی کے نئے دروازے کھول دیے۔

ولایت (صوبہ)، والسوال (ضلع) کی سطح تک بڑے ہسپتال عوام کی طبی خدمات کیلئے ایستادہ تھے۔ خوش اخلاق، اپنے کام میں ماہر اور کرپشن (بدعنوانی) سے پاک عملہ کی خدمات نے عوام کے دل موہ لیے تھے۔ قندھار میں ''مستشفیٰ عمر'' کے نام سے میڈیکل کمپلیکس نے قرب وجوار کے مکینوں کو بے پناہ فیض دیا۔ الغرض مختصر مدت، کم مائیگی اور دیگر مسائل کے باوجود طالبان نے توکل علی اللہ طبی شعبہ میں حتی الامکان ترقی کی کوششیں کیں۔ اور معیاری سروس (سہولیات) فراہم کرنے میں بلاشبہ کافی حد تک کامیاب رہے۔

لیڈی ڈاکٹرز کی ضرورت:

شعبہ طب میں ''لیڈی ڈاکٹر'' کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ طالبان کی طرف سے چونکہ ایک ضابطہ اخلاق متعین تھا۔ اور افغانستان کا رہن سہن اور افغانی ثقافت بھی اس چیز کی متقاضی تھی کہ خواتین کے علاج معالجہ کیلئے خاص طور پر خواتین ہی معالج ہوں اس لیے طالبان نے اولین فرصت اور وسائل سے ''لیڈی ڈاکٹرز'' کو طبی مہارت حاصل کرنے کیلئے میڈیکل کالج قائم کر کے دیا۔ جس میں بنتِ حوّا دینی جذبہ سے سرشار ہوکر دکھی انسانیت کی خدمت کیلئے خوب محنت کرتی۔ اور اسی طرح کابل یونیورسٹی کے شعبہ طب کو بھی فعال بنادیا گیا تھا۔

طالبان دور حکومت میں ترقیاتی منصوبہ جات:

طالبان مجاہدین نے امارتِ اسلامیہ میں شرعی نفاذ کے ساتھ ایک اسلامی معاشرہ تشکیل دیا اور عوامی فلاحی اصطلاحات نافذ کر کے امن وامان، تعلیم اور عدل وانصاف جیسی اقدار کو اجاگر کرنے کے ساتھ ساتھ ترقیاتی منصوبہ جات بھی شروع کیے۔ اور عوام کیلئے روزگار کے مواقع فراہم کیے۔ انہوں نے پورے افغانستان میں معیشت کو مضبوط کرنے والے منصوبہ جات کا آغاز کیا۔ اور عوام کے معیار زندگی کو تمام سہولتوں سے آراستہ کرنے کا عزم لیے ترقی کی راہ پر گامزن ہونے لگے۔

جدید صنعتوں کا احیاء:

مسلسل اصلاحی وتعمیری کاموں میں مصروفِ عمل اللہ کے سپاہیوں نے جدید صنعتوں کا جال بچھانے میں بھی کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ ادویات بنانے والی فیکٹریاں، پلاسٹک کی اشیاء تیار کرنے والے کارخانے، ماچس بنانے کے کارخانے اور اسی طرح کی دیگر سینکڑوں صنعتوں کا جال بچھا کر لاکھوں افراد کے رزق حلال کمانے کے مواقع پیدا کیے۔ جلال آباد میں ماربل کے کارخانوں سے روزگار کے مواقع پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ ملکی ضروریات میں خودکفیل ہونے جیسا خوش کن امر بھی امارتِ اسلامیہ کے حصہ میں آیا ہر اہم شعبہ کی وزارت اہل اور قابل و باعمل لوگوں کے سپرد کی۔ جوان وزارتوں کو دینی فریضہ سمجھ کر چلاتے اور دن رات محنت کر کے اپنے رب کی رضا کو ممکن بناتے رہتے۔ طالبان کے اس سنہری دور میں شمال میں موجود معدنیات سے بہت فائدہ اُٹھایا گیا۔ اس سے پہلے شمالی کمانڈانوں نے معدنیات کے اس خزانہ کو عوام سے بددیانتی کرتے ہوئے دونوں ہاتھوں سے خوب لُوٹا۔ دولت کمائی، وہ ان خزانوں کو میراث کا مال سمجھ کر اپنا حق جتاتے تھے۔ اور غیر ملکی خون چوسنے والی جونکوں کے ہاتھ اس قومی اثاثے کو اونے پونے داموں فروخت کرتے رہے شمالی کمانڈان ان معدنیات پر ''مال مفت دل بے رحم'' کا مصداق بنے ہوئے تھے۔

طالبان منتظمین نے اس قومی اثاثے کو نہایت امانتداری کے ساتھ استعمال کیا اور ملک وملت کی خوب خدمت کی۔

ٹیکسٹائیل انڈسٹری کا احیاء:

افغانستان کے کئی شہروں میں ٹیکسٹائل مِلّیں موجود تھیں۔ لیکن وہ جنگوں کی وجہ سے تباہ حالی کا شکار ہوکر غیر فعال اور ناکارہ ہوئی پڑی تھیں۔ اور

زنگ آلود مشینری ٹیکسٹائل انڈسٹری کی موت کی داستان بنی پڑی تھی۔

طالبان نے ٹیکسٹائل انڈسٹری کے احیاء کا اصولی فیصلہ کر کے اس مردہ بت میں نئی روح پھونک ڈالی۔ طالبان نے زر کثیر خرچ کر کے زنگ آلود جام مشینری کی اوور ہالنگ اور آلٹریشن وغیرہ کر کے چالو کیا۔ اور ٹیکسٹائل انڈسٹری کو ترقی کی راہ پر گامزن کر دیا۔ کپڑا اور دھاگا بنانے والے تمام کارخانے عوام کے روزگار کا ذریعہ بن کر ملکی معیشت میں اہم کردار ادا کرنے لگے۔ ان ملوں اور یونٹوں سے تیار شدہ اعلیٰ کوالٹی کا کپڑا افغانستان کے بڑے بازاروں میں پہنچنا شروع ہو گیا۔ جلال آباد، شبرغان، قندھار، مزار شریف اور قندوز کے علاقوں میں ٹیکسٹائل انڈسٹری ایک نکھرا ہو چہرہ لے کر نمایاں ہوئی۔ اور ان علاقوں کی عوام کے روزگار کے ساتھ ساتھ ملکی معیشت کے سہارے کا بھی باعث بن گئی۔

آئل ریفائنری کا قیام:

افغانستان کی اس صنعت کا دولت کے پجاریوں نے جی بھر کر استحصال کیا۔ ہمارے ہاں کے مسٹر ٹین پرسنٹ، مسٹر ہنڈرڈ پرسنٹ ان پجاریوں کے پاؤں کی دھول بھی نہیں ہیں۔ شمالی اتحاد کے کمانڈر ''اب میری اور پھر تیری باری'' کے مصداق تیل کے کنوؤں سے تیل نکال نکال کر بیچتے رہے اور عوامی دولت کو دونوں ہاتھوں سے لوٹتے رہے۔ مروجہ تکنیکی طریقوں سے ہٹ کر تیل کے ان کنوؤں کو چوسا اور نچوڑا گیا۔ جس سے کنوؤں کی ساخت کو بے پناہ نقصان پہنچا۔ محتاط انداز سے مشینری کا استعمال نہ کیا گیا۔ جس کی وجہ سے انجینئرنگ کے متعلق بہت سے پیچیدہ مسائل نے جنم لے لیا۔ اس اجڑے ہوئے دیار کے قومی اثاثوں کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ طالبان نے کسمپرسی کے باوجود سرپل کی آئل ریفائنریز کی مرمت و بحالی کے بعد قندھار میں ایک نئی آئل ریفائنری کی تعمیر کا منصوبہ بنایا۔ اس منصوبہ کے ابتدائی سروے میں ایک یونانی کمپنی نے دس لاکھ ڈالر کی کثیر رقم خرچ کر کے اپنا ہوم ورک بھی تیار کر لیا تھا۔ یونانی کمپنی کے بقول قندھار اور ہلمند معدنی وسائل سے مالا مال ہے۔ یہ منصوبہ امریکی لابنگ کی وجہ سے پایہ تکمیل تک نہ پہنچ سکا۔

مگر طالبان نے ہمت نہ ہاری اور ملکی ضروریات کو پورا کرنے کیلئے اپنی سابقہ ریفائنری کو ہی فعال کیا۔ اس سلسلہ میں طالبان کو سخت مالی مشکلات کا سامنا تھا۔ لیکن قوم کی خوشحالی اور اس کی ضروریات وسہولیات کی فراہمی کے مقابلہ میں مالی مشکلات ثانوی حیثیت کی حامل تھیں۔ طالبان تو دینی اور ملی معاملات پر اپنی جان تک قربان کرنے کو تیار تھے۔ آخر کار طالبان مالی وسائل کی کمی کے باوجود آئل ریفائنری کے لڑکھڑاتے شعبہ کو اس کے پاؤں پر کھڑا کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ انہوں نے معیشت کے اس ستون کا مضبوط ڈھانچا کھڑا کر دیا۔ جو ترقی کرتا ہوا ایک انڈسٹری اور ادارہ بننے میں کامیاب ہوا۔

شعبہ قدرتی گیس اور غیر ملکی کمپنیوں کی کشمکش:

افغانستان کا شمار دنیا میں پائے جانے والے زیرِ زمین قدرتی گیس کے بڑے بڑے ذخائر میں ہوتا ہے۔ افغانستان میں موجود گیس کے یہ ذخائر ملکی ضروریات کو باآسانی پورا کرتے ہیں۔ جبکہ بیرونی ممالک کی ضروریات کو پورا کر کے کثیر زرمبادلہ کا بھی باعث ہیں۔ یہ ذخائر بین الاقوامی طاقتوں اور کمپنیوں کو ٹھنڈے پیٹوں ہضم نہ ہو رہے تھے۔ کچھ ملکی وغیر ملکی صحافی و دانشور افغانستان کے ان ذخائر سے متعلق بین الاقوامی اداروں اور کمپنیوں کی بدنیتی پر مبنی ''دُور کی کوڑی لاتے ہیں'' امریکی حملہ کی وجوہات میں ایک وجہ ان ذخائر پر قبضہ حاصل کرنا بھی ہے۔ وغیرہ وغیرہ اس سلسلہ میں میڈیا پر لمبے چوڑے آرٹیکلز، فیچرز اور ڈاکومنٹری فلمیں تک بنائی جا چکی ہیں۔ لیکن یہاں یہ موضوع زیر بحث نہیں ہے اس کی بحث کسی دوسری تحریر میں موضوع کی مناسبت سے آئے گی (انشاءاللہ)

راقم طالبان کے ان منصوبہ جات کو سامنے لانے کی کوشش میں ہے جو راقم نے خود مشاہدہ کیے ہیں یا باوثوق ذرائع سے ان کی تصدیق ہوئی ہے۔

تحریک طالبان کے مایہ ناز منتظمین نے کمال فراست سے گیس کے شعبہ میں اپنے ملکی وعوامی مفاد کو عزیز تر رکھا۔ طالبان نمائندوں نے شبانہ روز کی محنت سے بڑی بڑی بین الاقوامی کمپنیوں کے نمائندوں سے ملکی مفاد کو مدنظر رکھتے ہوئے مذاکرات کیے اور منجھی ہوئی کاروباری شخصیات کا روپ دھار کر ان کے سامنے آئے۔ طالبان منتظمین نے یونان کی ایک کمپنی بریڈاس (Bridas) کو چنا اور اس کمپنی کے ساتھ معاہدہ طے پا گیا۔ مارچ 1997ء کو بریڈاس کمپنی کے دفاتر کابل میں کھل گئے اور اپنا کام کرنے لگے۔

بریڈاس کمپنی کا مقابلہ امریکا کی ایک کمپنی یونوکال UNOCal سے تھا جو کہ اپنے ایک ملکی پراجیکٹ کو تکمیل تک پہنچا کر اربوں ڈالر مستقل آمدن کی صورت میں حاصل کرنا چاہتی تھی۔ یونوکال نامی امریکی کمپنی بھی افغانستان میں شعبہ گیس سے متعلقہ ٹھیکہ لینے میں کامیاب ہو گئی۔ یونوکال کمپنی

کے نمائندوں کا طالبان منتظمین سے یہ اصرار تھا کہ یونانی کمپنی بریڈاس کو نکال کر افغانستان کی معدنیات کی تمام ٹھیکہ داری ہمارے سپرد کر دی جائے۔ تاہم فراست سے کام لیتے ہوئے طالبان منتظمین نے عوامی مفاد کے پیش نظر ان کا مطالبہ رد کر دیا اور دونوں کمپنیوں کے درمیان مقابلہ بازی و کشمکش کے رجحان کو جاری رکھا۔

لیکن افغانستان کی معاشی ترقی کے آگے ایک بار پھر امریکی ٹانگ (مداخلت و سازش) آڑے آ گئی۔ اور عالم کفر کی لونڈی اقوام متحدہ نے افغانستان پر 1999ء میں وسیع پابندیاں ملک میں موجود ''غیر ملکی مجاہدین کی مستقل موجودگی'' کا بہانہ بنا کر لگا دیں اور افغانستان کو معاشی و تجارتی پابندیوں کی ہتھکڑیاں پہنچا دیں۔

ان تمام اقتصادی و معاشی پابندیوں کے باوجود طالبان نے پینتیس لاکھ ڈالر -/35,00,000 بیت المال میں جمع کروا دیئے۔ جو اس سے پہلے وار لارڈز کی تجوریوں اور بنک اکاؤنٹس کی زینت بنا کرتے تھے۔

طالبان نے ملکی ضروریات کیلئے اپنے محدود وسائل کے باوجود عوامی سہولیات کے کئی منصوبے بنائے۔ شبرغان میں گیس کے وسیع ذخائر موجود ہیں۔ طالبان نے ان گیس کے کنوؤں کو اپنی تحویل میں لیا اور پلانٹوں کی مرمت وغیرہ کر کے تمام علاقوں میں گھر گھر گیس جیسی بنیادی سہولت بہم پہنچانے کا کام مکمل کیا اس گیس کی بالکل معمولی قیمت مقرر کی گئی۔ جس سے عوام کا دیرینہ مسئلہ حل ہو گیا۔

واقفان حال کہتے ہیں کہ پاکستان کے ''سوئی گیس فیلڈ'' کے برابر گیس کے ذخائر افغانستان کی سرزمین میں محوِخواب ہیں۔

زرعی اصطلاحات:

امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد حفظ اللہ تعالیٰ نے جب پوست کی کاشت پر پابندی کا فرمان جاری فرمایا تو پورے افغانستان کے تمام کسانوں نے اس فرمان پر لبیک کہتے ہوئے پوست کی کاشت مکمل طور پر ختم کر دی۔ اب کسانوں کو متبادل فصلوں کو کاشت کرنے کے لیے حکومتی معاونت کی ضرورت پیش آئی۔

امارتِ اسلامیہ نے بھی اس فرمان کے جاری کرنے کے بعد اپنے فرائض میں اس بات کو شامل کر لیا تھا کہ وہ ان کسانوں کو مکمل معاونت فراہم کریں گے۔ تا کہ رزقِ حلال کمانے میں انہیں مشکلات کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ اس سلسلہ میں امارتِ اسلامیہ نے چند ایک زرعی اصطلاحات کر کے کسانوں کو بھرپور معاونت فراہم کی۔

کسانوں کو عرصہ دراز سے زرعی مقاصد کیلئے پانی کی قلت کا سامنا تھا۔ اور نہروں کے باوجود سیرابی کا معاملہ جوں کا توں تھا۔ برسوں سے نہروں میں بھل صفائی نہ کرنے کی وجہ سے پانی کے بہاؤ میں کمی آ گئی تھی۔ طالبان نے آبپاشی کے بنیادی مسائل کو حل کرنے کیلئے نہروں کی بھل صفائی فوری طور پر کرائی اور پانی کی کمی کو پورا کرنے کے لیے جدید مشینری سے گہرے بور کر کے ٹیوب ویل لگوائے جس سے کسانوں کی زمینیں سیراب ہونے لگیں۔

ہزاروں کی تعداد میں سرکاری ٹیوب ویلوں کے چلنے سے سپین بولدک سے قندھار تک ہریالی ہونا شروع ہو گئی۔ ننگرہار میں کامہ ڈیم، ہرات میں سلمٰی ڈیم، لوگر کے چراغ والسوالی، مولانا زیارت ڈیم اور کابل سے پہلے سروبی ڈیم سے لاکھوں ایکٹر اراضی سیراب ہونے لگی۔ افغانستان کا کسان خوشحالی کے راستے پر گامزن ہو گیا۔ اور افغانستان پوست کے بجائے غذائی اجناس میں خود کفیل ہو گیا۔ شرعی نظام کے تحت کاشت کی جانے والی فصلوں میں اللہ تعالیٰ نے خوب برکت عطاء فرمائی اور زمینیں غلہ و زرعی اجناس کی صورت میں سونا اگلنے لگیں۔ اس شرعی نظام نے ثابت کر دیا کہ روزی کا رزاق صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ بین الاقوامی پابندیوں کے باوجود افغانستان نے زرعی شعبہ میں نمایاں ترقی کی۔

زرعی کھاد کی پیداوار:

لاکھوں افغان مہاجرین کا بوجھ برداشت کرنے والا ہمسایہ ملک پاکستان تصویر کا ایک رُخ، پاکستان کی بیوروکریسی (افسر شاہی)، خفیہ ایجنسیاں، تصویر کا دوسرا رُخ۔ پاکستان کا ماضی شاندار، روس دور میں پاکستان کے احسانات کا افغانستان بدلہ نہیں چکا سکتا۔ ماضی میں پاکستان افغان عوام کے دل کی دھڑکن تھا۔

لیکن اس پر مسلط کم عقل، کم فہم اور لالچی حکمرانوں نے افغان پالیسی پر اچانک یوٹرن لے کر دونوں ملکوں کے عوام کے دلوں پر کاری ضرب

لگائی۔ اگر کبھی افغانستان کی مدد بھی کی تو اپنے مفاد کے پیش نظر اور کبھی اس کی چولیں تک ہلانے کیلئے سازشوں کا ایسا جال بچھایا کہ الامان الحفیظ۔

ان سازشوں میں ایک سازش زرعی کھاد کی تیاری کے متعلق بھی ہے۔ مزار شریف میں کھاد بنانے کا ایک بڑا کارخانہ کام کر رہا تھا۔ جس کی یومیہ اہلیت 4000 تھیلے یعنی دو لاکھ کلوگرام روزانہ پیداوار تھی۔ لیکن اس کارخانے کی حالت پاکستان سٹیل مل جیسی تھی اور یہ کارخانہ افغان عوام کی معیشت کے لیے سفید ہاتھی بنا ہوا تھا۔ یعنی اس کی پیداوار و دیگر انتظامی معاملات میں گھپلے اور کرپشن آخری حدوں کو چھو رہے تھے۔ چار ہزار تھیلے کھاد تیار کرنے والا کارخانہ صرف 700 تھیلے یعنی -/3500 کلوگرام کھاد روزانہ تیار کر رہا تھا۔ اور وہ بھی کرپشن کی خوراک تھی تا کہ فیکٹری کا نام تو وجود میں رہے۔

سخت گیر پالیسی والے طالبان نے ڈنڈا پیر (پنج کتاب) کی مدد سے بگڑے ہوئے حالات کو احتسابی عمل سے گزارا تو کارخانہ کی پیداوار چار ہزار کی بجائے پانچ ہزار یعنی اڑھائی لاکھ کلوگرام کھاد روزانہ ہوگئی۔ لیکن ہمسایوں نے طالبان کی پیٹھ پر چرکے بھی تو لگانے تھے۔ لہٰذا آہستہ آہستہ ناعاقبت اندیش لوگوں نے افغانستان پر ایکسپوٹ ٹیکس اس قدر بڑھا دیا جو طالبان حکومت کی صنعتوں کو تباہی کے دھانے پر لے گیا۔ اور حالت یہاں تک جا پہنچی کہ برآمدات کی قیمت ملک میں تیار ہونے والی چیزوں کی قیمت سے کم ہونے لگی اور ملکی مصنوعات کی لاگت اتنی آنے لگی کہ برآمدی اشیاء لاگتی قیمت سے کم یا برابر قیمت پر دستیاب ہونے لگیں۔

رہی سہی کسر پاکستان کی نائٹروجن کھاد نے نکال دی۔ جو افغانستان میں سستے داموں مل جاتی تھی۔ جبکہ افغانستان کی نائٹروجن کھاد تیار کرنے کی لاگت اس کی قیمت کے برابر تھی۔ طالبان بڑے حیران ہوئے کہ پاکستان کس طرح نائٹروجن کھاد اپنے کارخانوں میں تیار کر کے اور باربرداری کے مہنگے اخراجات برداشت کر کے افغانستان کو اپنی سپلائی جاری رکھے ہوئے ہے کیونکہ پاکستان ایک اسلامی ملک ہے اور اسلامی معیشت کے اصول حدیث مبارکہ:

ترجمہ: جس نے ملاوٹ کی وہ ہم میں سے نہیں۔

کے مصداق مرتب کیے جاتے ہیں۔ اور طالبان بھی اسی حدیث مبارکہ کے تحت اپنا معاشی نظام چلا رہے تھے۔

لہٰذا طالبان نے پاکستانی کھاد کا کیمیائی تجزیہ کروایا۔ رزلٹ سامنے آیا تو سب ششدر و حیران رہ گئے کہ اس کھاد میں نائٹروجن کی مقدار صرف 20% فی صد ہے۔ جبکہ مقررہ مقدار جو سٹینڈرڈ (معیار) کے مطابق ہے وہ 46% فیصد ہونی چاہیے۔ طالبان ملاوٹ سے پاک کھاد سٹینڈرڈ کے مطابق تیار کرتے تھے جو بہت مہنگی پڑتی تھی۔ لیکن کم نائٹروجن والی کھاد کو سستے داموں پاکستان کی طرف سے 46% فیصد تحریر کر کے فروخت کیا جا رہا تھا۔

لیکن یہ انکشاف بعد میں بالکل معمولی جانا گیا کیونکہ حکومت پاکستان، افسر شاہی (بیوروکریسی) اور حساس ادارے غداری کے بڑے بڑے سودے ڈالروں کی کسوٹی پر کر دیتے ہیں۔

نظام آبپاشی:

امارت اسلامیہ افغانستان نے جہاں بہت سی زرعی اصطلاحات کیں اور مملکت اسلامیہ کے کسانوں کو خوشحال کرنے کا عزم مصمم کیا وہیں پر طالبان نے نظام آبپاشی پر اپنی بھرپور توانائیاں صرف کیں۔

پانی زندگی کی بنیادی ضروریات میں سے ایک اہم ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے افغانستان کو اس نعمت سے بھرپور نوازا ہے۔ افغانستان کے کہساروں سے پھوٹنے والے چشمے، آبشاریں، فراوانی سے بہتے ہوئے دریا اور ان دریاؤں سے نکالی گئی شاہکار نہریں اس مملکت کے وجود پر بل کھاتی ہوئی بہہ رہی ہیں۔ اس قدرتی نعمت کو افغانستان کے چپہ چپہ تک پہنچانا اب امارتِ اسلامیہ کے اولین فرائض میں سے تھا۔ انہوں نے پرانی نہروں کی صفائی کرا کے ان میں پانی چھوڑا۔ جس کی وجہ سے بہت سا زرعی علاقہ آباد ہو گیا۔ دریائے ہلمند سے لشکر گاہ تک ایک نہر یہاں کے مکینوں کا مطالبہ تھی۔

طالبان مجاہدین نے اپنی مدد آپ کے تحت اس نہر کا خود سروے کیا اور 1998ء میں دس کلومیٹر طویل چھ میٹر چوڑی نہر کھود نکالی یہ سب کچھ طالبان رضاکاروں نے مل کر کیا۔ باوجود کم وسائل کے ان خدائی خدمت گاروں نے شبانہ روز محنت شاقہ کے بعد عوام کی فلاح و بہبود کا یہ کارنامہ سرانجام دے کر عوام کا مطالبہ جلد ہی پورا کر دیا۔

نظام آبنوشی:

یہ آبپاشی کا ایک ذیلی منصوبہ تھا۔ اس منصوبہ کے تحت صرف کابل میں 1200 کنویں کھودے گئے۔ جبکہ دیگر شہروں یا علاقوں کے اعداد و شمار

بھی کابل سے ملتے جلتے تھے۔صوبہ نیمروز میں چھ ماہ کے قلیل عرصہ میں چار کلو میٹر لمبی نہر کھود کر طالبان نے ثواب دارین کمایا اور صدقہ جاریہ کے طور پر صوبہ بھر میں پینے کے پانی کو گھر گھر پہنچایا۔

طالبان نے ملک بھر میں قدرتی نعمت پانی کی فراوانی کردی اور اس نعمت کا حصول تمام افراد پر آسان کردیا۔

زکوٰۃ وعشر:

زکوٰۃ دین اسلام کے بنیادی ستونوں میں سے ایک اہم ستون ہے۔زکوٰۃ کے معنی پاکیزہ کرنا ہیں۔اسلامی معاشرہ میں اس فرض کو نبھانے سے معاشرہ پاکیزہ وطاہر ہوجاتا ہے۔اور زکوٰۃ سے بخل جیسی بیماری کا مکمل خاتمہ ہوجاتا ہے۔قرآن وحدیث میں زکوۃ کی بڑی اہمیت بیان کی گئی ہے۔اور مسلمانوں پر زکوٰۃ کو فرض قرار دیا گیا ہے۔قرآن مجید فرقان حمید میں ارشاد ربانی ہے:

ترجمہ:''نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو''

امارتِ اسلامی نے ملکی قوانین چونکہ شرعی اصول وضوابط پر مربوط کررکھے تھے۔اس لیے زکوۃ جیسے اہم فریضہ کی ادائیگی بھی احسن طریقہ سے سرانجام دے رہے تھے۔اس سلسلہ میں طالبان نے کمیشن قائم کررکھا تھا۔جس کے تحت زکوٰۃ وعشر کی وصولی اور پھر اس مَد سے مستحقین کی بھرپور اعانت کی جاتی تھی۔

اس شعبہ میں بھی کڑے احتساب کی تلوار ہمیشہ تنی رہتی اور پائی پائی کا حساب وکتاب رکھا جاتا تاکہ اس نیک عمل سے عاقبت سنور جائے۔

بلاشبہ امانت دار طالبان نے اس رقم کی تقسیم میں بہترین طریقہ کار کے مطابق اپنے اپنے فرائض سرانجام دیئے۔

افغانستان کی عوام نے زکوۃ وعشر کی مَد میں کسی قِسم کے بخل کا مظاہرہ نہ کیا اور ہر خاص وعام نے شرعی تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے پوری پوری زکوٰۃ اور عشر ادا کیا۔جسے امانتدار اور متقی حضرات کی نگرانی میں بیت المال میں جمع کرایا جاتا اور زکوٰۃ وعشر کی اس رقم کو حقیقی مصارفِ زکوٰۃ پر خرچ کیا جاتا۔

مصارفِ زکوٰۃ وعشر:

ربانی احکامات اور احادیث کی روشنی میں طالبان نے زکوٰۃ وعشر سے اکٹھی کی جانے والی رقم کو پاکدامنی اور امانتداری سے اس رقم کو مستحقین پر خرچ کیا۔

معذورین کی بحالی!

یہ شعبہ خاص توجہ کا طالب تھا کیونکہ گذشتہ تین عشروں سے زائد عرصہ پر محیط جنگ کے متاثرین میں بڑی تعداد میں معذورین کی تھی ان میں سے بہت بڑی تعداد ایسے معذوروں کی تھی جو از خود کما نہیں سکتے تھے۔اور ان کی خودداری اور اسلامی تعلیمات انہیں ہاتھ پھیلانے سے روکتی تھیں۔ایسے غیور لوگوں کی ہمدردی وغمگساری کرنا طالبان کا شیوہ ہے۔انہوں نے ایسے لوگوں کے لیے باقاعدہ ایک وزارت قائم کردی اور زکوٰۃ وعشر کی مَد میں اکٹھی کی جانے والی رقم سے ان معذورین کی بحالی کا کام شروع کردیا۔وزارت کے رضا کاروں نے معذورین کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر ان کا حق دیا۔ان کی بحالی کیلئے وزارت بحالی معذوراں نے مصنوعی اعضاء تیار کرواکر ان معذوروں کو لگوائے۔یہ مصنوعی اعضاء معیاری اور اعلیٰ بیرونی کمپنیوں سے بنوائے جاتے تھے۔ جرمنی اور چین سے کثیر رقم خرچ کرکے یہ مصنوعی اعضاء درآمد کیے جاتے اور بعد میں ماہر ہنرمند ڈاکٹر معذور افراد کو لگادیتے۔

اس کے ساتھ ساتھ معذور افراد کو اس رقم سے ماہانہ وظیفہ بھی دیا جاتا تھا جو ان کی گزر بسر میں معاون ثابت ہوتا۔

آبی ذخائر:

افغانستان کے طول وعرض میں پانی کو ذخیرہ کرنے کیلئے بہت سے ڈیم پہلے سے موجود تھے۔لیکن جنگ وجدال نے اکثر آبی ذخائر کو تباہ حال کردیا تھا۔طالبان نے اپنی انتھک محنت سے ان ڈیموں کو مرمت وغیرہ کرکے بحال کیا۔ان ڈیموں میں نغلو ڈیم، ماہیبر ڈیم، سروبی ڈیم، کجکی ڈیم، ہرات کا سلمیٰ ڈیم، لوگر کا زیارت ڈیم، اور ننگرہار کا کامہ ڈیم قابل ذکر ہیں۔ان تمام ڈیموں کو فعال کرکے افغانستان کے آبی ذخائر کو محفوظ کیا۔اور عوامی فوائد حاصل کرنا شروع کردیئے۔

آبی ذخائر سے بجلی کی پیداوار وفراہمی:

طالبان نے تمام آبی ذخائر کو بحال کرنے کے بعد انتہائی ماہرانہ انداز میں ان بڑے بڑے ڈیموں سے بجلی حاصل کرنا شروع کردی اور عوام کیلئے

بجلی کی ترسیل کا بہترین نظام وضع کیا گیا۔عرصہ دراز سے اندھیروں میں ڈوبی عوام کے گھروں میں برقی قمقمے جگمگانے لگے۔افغان عوام نے اس سہولت سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے اپنے اپنے کاروبار کو وسعت دی۔اور سالوں کے کام دنوں میں ختم ہونے لگے۔

طالبان نے جلد ہی نغلو ڈیم سے 100 میگاواٹ، سروبی سے 30 میگاواٹ اور ماہیپر ڈیم سے 60 میگاواٹ بجلی حاصل کرنا شروع کر دی مجموعی طور پر 190 میگاواٹ بجلی بلاتعطل کابل، جلال آباد، اور ننگرہار کے وسیع علاقہ کی تجارتی و گھریلو ضروریات کو پورا کرتی تھی۔

کجکی ڈیم اور سلمٰی ڈیم سے قندھار، ہلمند، ہرات، نمروز، فراہ وغیرہ کو بجلی فراہم کی جاتی تھی۔اور اس پورے علاقہ کی بھی تمام برقی ضروریات مسلسل پوری ہونے لگیں۔

شمالی علاقہ جات میں سابقہ بجلی سپلائی انفراسٹرکچر (نظام) کو کثیر رقم سے بحال کیا جو جنگوں کے باعث تباہ ہو چکا تھا۔شمالی علاقہ جات میں روسی ریاستوں سے بجلی کی ترسیل ہوتی تھی۔لیکن ترسیل کا نظام تباہ ہو جانے کیوجہ سے اکثر عوام اس نعمت سے محروم تھی۔طالبان نے روسی ریاستوں کے حکام سے مذاکرات کرنے کے ساتھ ساتھ تباہ حال نظام کو درست کرنا شروع کیا۔ریاستوں کے متعلقہ حکام سے مثبت پیش رفت کے اشارے بھی ملے۔

ترکمانستان کے صدر نذر بایوف نے خود شمالی صوبوں کو بجلی کی ترسیل کی فراخدلانہ پیش کش کر دی۔اس منصوبہ پر وقت زیادہ درکار تھا لہٰذا منصوبہ کی تکمیل تک طالبان ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر نہیں بیٹھ سکتے تھے۔اس لیے ہر ممکن ذریعہ کو بروئے کار لایا گیا تاکہ منصوبہ مکمل ہونے تک عوام کو انتظار نہ کرنا پڑے۔

طالبان نے اس عرصہ میں قندوز اور تالقان میں جنریٹرز کے ذریعے بجلی فراہم کی۔گزرتی ہوئی نہر سے استفادہ حاصل کرتے ہوئے ڈائنموں کے ذریعے بجلی پیدا کی جاتی اور رات کے اندھیروں کو دور کر کے علاقہ بھر میں برقی قمقمے روشن کر دیے جاتے۔شہر کی تمام مساجد کو رات بھر مفت بجلی فراہم کی جاتی تھی۔کیونکہ اس علاقہ میں بجلی کی زیادہ ضرورت رات کے اوقات میں ہی تھی اس لیے دن میں ڈائنمو بند کر دیے جاتے تھے۔

ضلع خانہ آباد میں ایک متروک بجلی گھر پر کثیر رقم خرچ کر کے اسے دوبارہ چالو کیا گیا اس طرح ''بندے برق'' نامی بجلی گھر سے پیدا ہونے والی برقی لہروں سے پورا ایک ضلع روشن ہو گیا۔اس کے علاوہ چھوٹے چھوٹے تمام علاقوں میں لوگوں کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے انہیں اپنی مدد آپ کے تحت بجلی پیدا کرنے کا مشورہ بھی دیا۔جس پر عمل کرتے ہوئے لوگوں نے اپنی مدد آپ کے تحت جنریٹر لگا کر بجلی پیدا کرنا شروع کر دی اور عوام کو فراہم کرنے لگے۔جہاں عوام کو بجلی دستیاب ہوئی وہیں مالکان کو روزگار کا ذریعہ بھی ملا۔

پلخمری میں بجلی گھر پہلے سے ہی فعال تھا۔اور اسماعیلی فرقے کے اس علاقے میں بنیادی سہولیات پہلے سے ہی میسر تھیں۔

طالبان اور جنریٹرز مالکان کی طرف سے دی جانے والی بجلی کی قیمت بہت معمولی تھی۔اس بجلی پر کسی قسم کا بھی ٹیکس نافذ نہ کیا گیا۔جو سرچارج، ایکسٹرا سرچارج، فیلڈ ٹیکس، ری ہیبلیٹیشن ٹیکس، ایکسائز ڈیوٹی، فیول ایڈجسٹمنٹ یا یونٹس کی تقسیم کا فارمولا نامی اصطلاحات کے ساتھ پاکستان اور اس جیسے دوسرے ممالک میں بجلی کی مد میں عوام سے وصول کیے جاتے ہیں۔آپ کو یہ باتیں پڑھ کر حیرت ہو رہی ہوگی کہ طالبان کے پاس کیا قارون کا خزانہ تھا کہ وہ عوام کو اتنی سستی اور بلاتعطل بجلی فراہم کر رہے تھے۔آپ کو یہ بات پڑھ کر حیرانی ہوگی کہ طالبان اپنی عوام سے لائن رینٹ یا لائن لاسز کی مَد میں بھی کچھ وصول نہ کرتے تھے۔عوام کو یہ تمام سہولت وہ صرف ایک نسخہ کیمیاء کے ذریعے دے رہے تھے اور وہ نسخہ صرف اور صرف یہ تھا کہ انہوں نے توکل علی اللہ سے کام لیتے ہوئے ورلڈ بینک، آئی ایم ایف یا دیگر بین الاقوامی اداروں سے قرض نہ لیا تھا۔اور ان کو افغانستان بارڈر پر ہی ٹھینگا دکھا دیا تھا۔کیونکہ یہ ادارے قرضہ فراہم کرتے ہوئے مذکورہ بالا ٹیکسز کو عوام پر لگانے کی شرائط عائد کرنا چاہتے تھے۔اور طالبان عوام کے خدمت گار ہیں وہ کسی صورت بھی اپنی عوام کی مشکلات میں اضافہ نہیں کر سکتے۔اسی لیے انہوں نے عوام کو اپنی مدد آپ کے تحت خود انحصاری کا درس دیا نہ کہ کشکول اُٹھا کر دنیاوی طاقتوں کے آگے سرنگوں ہو کر بھیک مانگنے اور نہ ہی رینٹل پاور جیسے منصوبوں سے روشناس کرایا بلکہ خود انحصاری اور توکل علی اللہ کا درس دیتے ہوئے انہیں اس قابل بنا دیا کہ وہ بجلی کی ضروریات پوری کرنے میں خود کفیل ہو گئے۔

طالبان کی اس برق رفتار ترقی پر اگر غیر جانبدار ہو کر سوچا جائے تو یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ اگر طالبان حکومت پر عالم کفر شبخون نہ مارتا تو امارتِ اسلامیہ افغانستان پوری دنیا میں چودہ سو سال بعد ایک بار پھر اسلامی فلاحی ریاست کے نمونہ کے طور پر نظر آتی۔

شاہراہوں کی بحالی!

برسوں پر محیط خانہ جنگی نے پورے افغانستان کی شاہراہوں کے بخیے ادھیڑ کر رکھ دیئے تھے۔تمام سڑکوں کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔اوران کی بحالی پر اربوں ڈالر درکار تھے۔جو فی الحال طالبان کے بس کی بات نہ تھی۔ورلڈ بینک اور دیگر بین الاقوامی ادارے طالبان کو اپنی شرائط پر کثیر رقم بطور قرض دینے کے لیے بالکل تیار تھے۔اور افغانستان کی تعمیر و ترقی میں نمایاں کردار ادا کرنے کے خواہاں تھے۔لیکن اپنی دجالی شرائط پر۔طالبان ملت فروش اور مردہ ضمیر نہ تھے کہ ان کی شرائط مان لیتے۔وہ نہ تو سیاست دان تھے جو بات بات پر پینترا بدل لیتے ہیں اور نہ ہی کسی ایسے حکمران کی طرح تھے جو ایک فون کال پر دجالی اداروں کیلئے اپنی عوام اور مملکت کو نچھاور کر ڈالے۔اور نہ ہی طالبان انتظامیہ میں بیورو کریسی (بقول اجمل نیازی براکریسی) جیسی شاطر اور حرص و ہوس میں مبتلا انتظامیہ تھی۔جو اپنی تو ند بھرنے کیلئے آئی ایم ایف یا ورلڈ بینک جیسے زہریلے سانپ کا زہر اپنی عوام کو پلا کر دینی و ملی نقصان کروا لیتے۔

وہ تو سیدھے سادے جان کی بازی لگا کر دینی و ملی چمن کو اپنے خون سے سینچنے کے خوگر جفا کش لوگ تھے۔افغانی اپنی جفا کشی اور جواں مردی میں ویسے ہی بہت مشہور ہیں۔

لہٰذا طالبان نے خود ہی انجینئر، سرویئر، مستری اور مزدور بن کر تھیوڈولائٹ (سروے لیولنگ مشین)، سٹاف (لیول کرتے ہوئے دوربین میں نظر آنے والا گز) کدال، بیلچہ، ہتھوڑا اور دیگر ہیوی مشینری کو سنبھالتے ہوئے شاہراہوں کو سنوارنا شروع کر دیا۔اور ٹوٹی پھوٹی سڑکوں پر مٹی، پتھر وغیرہ کی بھرائی اور کٹائی کر کے انہیں استعمال کے قابل بنا ڈالا۔

کابل سے جلال آباد تک کی سڑک کی تعمیر کا ٹھیکہ پاکستان کی نیم فوجی تعمیراتی کارپوریشن "فرنٹیئر ورکس آرگنائزیشن FWO" کے پاس تھا وہ اس شاہراہ کو تعمیر کر رہے تھے اور دوسری طرف کابل سے قندھار تک کا روڈ طالبان رضا کار بھی روزانہ تین کلومیٹر تک بنا لیتے تھے۔سقوطِ افغانستان سے قبل ان شاہراہوں پر کام جاری تھا کہ امریکہ اور اس کے حواریوں نے اس نو خیز مملکت اسلامیہ پر چڑھائی کر دی باوجود بے جرم و بے خطا ہونے کے۔

محکمہ ٹرانسپورٹ:

افغانستان میں ٹرانسپورٹ کا محکمہ بڑی اہمیت کا حامل ہے۔اس محکمہ کے ذمہ لوگوں کو سفری سہولیات دینے کے ساتھ ساتھ گڈز ٹرانسپورٹ کی بین الاقوامی نقل و حمل کو کنٹرول کرنا بھی تھا۔گڈز ٹرانسپورٹ کمپنیاں افغانستان میں جا بجا تھیں۔جو پورے افغانستان میں نقل و حمل کرنے کے ساتھ ساتھ ہمسایہ ممالک ایران، ترکمانستان، پاکستان اور بھارت (براستہ واہگہ باڈر پاکستان) وغیرہ تک اپنے کام کو پھیلائے ہوئے تھیں۔

یہ محکمہ جتنا اہم اور بڑا تھا اس کے مسائل اور الجھنیں اس سے بھی زیادہ تھیں۔افغان وارلارڈز کی طرح یہ محکمہ بھی خوب بگڑا ہوا اور غنڈہ گردی کا حامل تھا۔اس محکمہ کے ہر ادارے کے ہر شعبہ میں کرپشن اور اقربا پروری بامِ عروج پر تھی۔رشوت ستانی اور چور بازاری عام تھی۔

اس محکمہ کو صحیح ڈگر پر لانے کیلئے طالبان انتظامیہ نے بڑے جتن کیے لیکن یہ محکمہ ٹیڑھی کھیر ہی ثابت ہوا۔جب پوری کوشش کے باوجود اس محکمہ کو کوئی بھی صحیح ڈگر پر نہ لا سکا تو امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد حفظ اللہ تعالیٰ نے اس محکمہ کی ذمہ داری کیلئے ملا عبدالسلام ضعیف کو چنا۔ان کے نام کا سرکاری حکم نامہ ریڈیو صدائے شریعت پر پڑھ کر سنایا گیا اس محکمہ کو صحیح پٹڑی اور درست سمت پر لانے کیلئے ملا عبدالسلام ضعیف کو کلی اختیارات بھی سونپ دیے گئے۔

شعبہ ٹرانسپورٹ میں مقامی لوگ مالکانہ حقوق کے ساتھ شامل تھے۔اکثر جگہوں پر مقامی افراد اور طالبان کے درمیان شراکت کی بنیاد پر کاروبار چلنے لگا۔کسی کسی جگہ پر ٹرانسپورٹرز اپنی مناپلی (اجارہ داری) کی وجہ سے طالبان کے ساتھ تو تکار بھی کرتے۔اس تو تکار یا لڑائی جھگڑے کی وجہ سے متاثرہ فریق کو کابل آ کر متعلقہ محکمہ کی انتظامیہ سے رجوع کرنا پڑتا تھا۔

ملا عبدالسلام ضعیف کو ملنے والی یہ وزارت روز روز کے لڑائی جھگڑوں اور مسائل میں گھری ہوئی وزارت تھی۔لیکن معاملات کو سلجھانے کیلئے فکر مند رہنے والے ملا عبدالسلام ضعیف نے بڑی بڑی گڈز ٹرانسپورٹ اور سفری ٹرانسپورٹ کمپنیوں کے دورے کیے اور وہاں کی یونینوں اور ذمہ داروں سے طویل مذاکرات کیے اور بہت غور و خوض کرنے کے بعد ان مسائل کے دیرپا حل کیلئے ایک مربوط پالیسی تشکیل دی۔ایک ایسی پالیسی جس میں ہر فرد کیلئے انصاف کا برتاؤ رکھا گیا اور کسی کی حق تلفی نہ کی گئی۔

اس پالیسی کے تحت

مالکان حضرات کو اِن کا حق بغیر کسی نقصان کے ملنا شروع ہوا۔

نقل وحمل اور سفری کرائے نامے ترتیب دیئے گئے جن سے عوام نے سکھ کا سانس لیا۔
اوور چارجنگ یعنی زائد کرایہ وصولی کی چیکنگ کیلئے خوش اخلاق عملہ رکھا گیا۔ جو شکایت کی صورت میں مسافروں کو فوری ازالہ کر کے ٹرانسپورٹ عملہ کو وارننگ دے دیتا اور بعدازاں جرمانہ بھی کر دیتا۔
تمام ٹرانسپورٹ اداروں کو سرکاری تحویل میں لے کر نیشنلائز کیا گیا اور ان اداروں پر ڈیپارٹمنٹ مینجر کے طور پر ملازم رکھے گئے جو آمدنی کو روزانہ کی بنیاد پر بینک میں جمع کراتے۔
ڈرائیور اور دیگر عملہ کو اپنی اپنی باری پر مقررہ ادائیگی کی جاتی۔
اس پالیسی میں ہر فرد کا پورا پورا خیال رکھا گیا۔ اور چیک اینڈ بیلنس سسٹم کے تحت اس محکمہ کو فعال کیا۔ اس تمام کام کی نگرانی طالبان انتظامیہ نے خود کی اور سب کے ساتھ یکساں سلوک کیا جس کی وجہ سے مسائل اور شکایات پر قابو پالیا گیا۔

سفری سہولیات:

ملا عبدالسلام ضعیف کی مدبرانہ پالیسی کی بدولت عوام کو بہت سی سفری سہولیات بھی فراہم کی گئیں۔
مشورہ کے ساتھ عوام کی سہولت کو مدنظر رکھتے ہوئے کرائے نامے طے کئے گئے۔
دوران سفر طالبان کا چیکنگ کرنے والا خوش اخلاق عملہ کسی بھی جگہ مسافروں سے اوور چارجنگ کے بارے میں دریافت کرتا رہتا۔ اگر کسی مسافر سے زائد کرایہ وصول کیا ہوتا تو فوری ازالہ کر کے ڈرائیور اور کنڈیکٹر وغیرہ کو غیر ذمہ داری کا مظاہرہ کرنے کی وجہ سے جرمانہ کر دیا جاتا۔
دوران سفر مسافروں کے آرام کا خاص خیال رکھا جاتا اور اوور چارجنگ کے ساتھ ساتھ اوورلوڈنگ کا بھی خیال رکھا جاتا تاکہ مسافروں کو دوران سفر کسی حادثہ یا نقصان کا سامنا نہ کرنا پڑے۔
معیاری اور آرام دہ اور صاف ستھری ٹرانسپورٹ کو ترویج دی گئی۔
دوران سفر نمازوں کے اوقات کا خیال رکھتے ہوئے نماز وغیرہ پڑھوانے کا اہتمام بھی کیا گیا۔
دوران سفر فحاشی، عریانی اور غیر شرعی لباس پر مکمل پابندی عائد کی گئی۔
خواتین کے احترام میں انکی حفاظت ونگہبانی کا خاص اہتمام کیا گیا۔
الغرض دوران سفر عوام کو زیادہ سے زیادہ سہولیات فراہم کی گئیں اور مسافروں کو مہمان کا درجہ دیتے ہوئے اس پالیسی کے تحت ان کی میزبانی کے فرائض سرانجام دیئے گئے۔
طالبان منتظم ملا عبدالسلام ضعیف نے شعبہ ٹرانسپورٹ کے ذریعے اچھی اور معیاری خدمات سے افغان عوام کے دلوں کو فتح کیا اور ایسی ٹرانسپورٹ سروسز کو متعارف کروایا جس کی مثال ماضی میں افغانستان کی حدوں میں ممکن نہ تھی۔ افغان عوام ان سہولیات کے بارے میں طالبان کی کی گئی کاوشوں کا اکثر وبیشتر تحسین آمیز رویہ سے تذکرہ کرتے رہتے ہیں۔

ذرائع ابلاغ:

آج کے دور کا دجالی میڈیا (ذرائع ابلاغ) عوام کو وہ کچھ دکھاتا، پڑھاتا، سناتا ہے جو کچھ اس میڈیا کے مالکان خود دکھانا، سنانا اور پڑھانا چاہتے ہیں۔ آج کا میڈیا عوام کو حقائق پر چاہے الیکٹرانک ہو یا پرنٹ میڈیا ہو یہ سب کے سب یہودی ذہنیت سے تیار کردہ ایک ایسا پتلی تماشا دیکھا رہے ہیں جس میں تمام پتلیوں کی ڈوریں دجالی خدمتگار ہلاتے ہیں اور جس چیز سے دجال خوش ہو جائے یہ ڈوریاں ہلانے والے ہاتھ ان پتلیوں سے وہی تماشا عوام کو دکھاتے ہیں جس میں فحاشی، عریانی، دین سے دوری، مادیت پرستی، مادر پدر آزادی، اور اخلاقی پستی جیسے تماشے عام پائے جاتے ہیں۔
شریعت اسلامی میں جھوٹ کی گنجائش بالکل نہیں ہے۔ اور صاف ستھری اور سچی کھری صحافت اسلام کا وطیرہ ہے۔ اور اسلام میں صحافت کا اصطلاحی لفظ صحیفہ سے نکلا ہوا مانا جاتا ہے۔ اور صحیفہ کے معنی مصحف سے لیے جاتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے احکامات کی خبر دینے والی کتب۔ تمام صحائف شکوک وشبہات اور جھوٹ سے پاک اور منزہ ہوتے ہیں۔
طالبان صراط مستقیم کے راہی اور دین اسلام وشریعت اسلامی کے طالب ہیں۔ انہوں نے صحافت کی عظمت وشان کو سمجھتے ہوئے شرعی نفاذ کے

ابتدائی ایام میں ہی الیکٹرونک و پرنٹ میڈیا پر پابندی عائد کردی۔اور افغانستان میں موجود دجالی آنکھ (T.V) کو مکمل طور پر موند دیا۔اور دجالی میڈیا کے آلہ کار بننے والوں کی حسرتوں پر پانی پھیر دیا۔طالبان نے ذرائع ابلاغ کے حوالہ سے ریڈیو پر ''صدائے شریعت'' کے نام سے اپنی نشریات کا آغاز کیا۔ جس کی ہر بات مصدقہ سچی اور روز روشن کی طرح عیاں ہوتی۔صدائے شریعت کی نشریات میں سچی خبریں اور اسلامی پروگرامز میں قرآن کی تفسیر، سیرت رسول ﷺ، سیرت صحابہ رضوان اللہ علیھم اجمعین، دینی واصلاحی بیانات اور جہادی ترانوں کو شامل کیا گیا۔

اس کے علاوہ پرنٹ میڈیا کے حوالہ سے اخبارات ورسائل میں شریعت نامی رسالہ، روزنامہ ہواز، انیس اور کابل نامہ جیسے اخبارات کا اجراء کر کے صاف ستھری، اورنڈر اور سچی و کھری صحافت کو فروغ دے کر عوام کو دجالی مکروفریب کے چنگل سے ذہنی طور پر بھی آزاد کر دیا۔اس صحافت کی بدولت عوام کے ذہن جدت سے مرعوب ہونے کی بجائے توکل علی اللہ اور خاتمہ بالا یمان کی طرف گامزن ہو گئے۔اور اس پاکیزہ صحافت کے ذریعے عوام کے ایمان کی حفاظت کرنے کا کام بھی لیا گیا۔

مواصلاتی نظام:

ہر لحہ عوام کی خدمت میں پیش پیش امارتِ اسلامیہ کے جوانوں نے دیگر منصوبہ جات اور عوامی سہولیات کے ساتھ ساتھ مواصلات کے تباہ حال نظام کو بھی درست کرنے کی ٹھانی اور عوام کے باہمی اور بین الاقوامی رابطوں کو بحال کرنے کی بھرپور کوششیں بھی شروع کر دیں۔طالبان انتظامیہ نے مواصلاتی نظام کو درست اور منظّم رکھنے کیلئے 1997ء میں سویڈن کی ایک مشہور مواصلاتی کمپنی پان ایشین کے ساتھ معاہدہ کیا۔پان ایشین کمپنی نے چھ ملین ڈالر کی خطیر رقم کے بدلے افغانستان کا بیرونی ممالک کے ساتھ مواصلاتی رابطہ بحال کر دیا۔

اندرون ملک بھی اسی کمپنی نے ٹیلی فون کا نظام درست و منظّم کیا۔مارچ 1998 تک کابل میں 21 ہزار، ہرات میں 17 سو، جلال آباد میں 14 سو اور قندھار میں 1000 تک مقامی ڈیجیٹل فون بحال کر دیئے۔

طالبان منتظمین نے ایسی جگہوں پر سیٹلائٹ پبلک کال آفس بنوائے جہاں لینڈ لائن کی سہولت نہ تھی۔اس کے علاوہ عوامی خدمت کا جذبہ رکھتے ہوئے طالبان مجاہدین نے عوام کو مواصلاتی سہولیات فراہم کرنے کیلئے اپنے وائرلیس سیٹ بھی حاضر کر دیئے۔مجاہدین اپنے اپنے مراکز سے یہ خدمت سرانجام دیتے رہتے تھے۔مراکز کے آس پاس رہنے والے لوگوں کو اگر اپنے عزیز واقارب سے رابطہ کرنا ہوتا تو مجاہدین مخابرہ پر پیغام رسانی کر کے اس کو بلوا لیتے اور ان کی وائرلیس پر بات چیت کروادی جاتی۔اور کسی قسم کی اجرت یا فیس نہ لی جاتی۔مجاہدین کی مفت خدمتگاری نے افغان عوام کے دلوں میں ان کی عزت اور وقار کو مزید بلند کر دیا تھا۔

اسی نظام سے ملتا جلتا نظام یعنی مخابرہ وائرلیس ''پی سی او'' کئی علاقوں میں بڑے بڑے تاجر حضرات نے بھی کاروبار کے طور پر قائم کر رکھا تھا۔ طالبان منتظمین نے ان تاجروں کی بھی حوصلہ افزائی کی۔

اس نیٹ ورک میں تاجروں کے نمائندے موٹر سائیکلوں اور گاڑیوں پر دور دراز علاقوں میں جا کر متعلقہ افراد کو پیغام دیتے یا پھر بلوا لیتے۔اور اس طرح فریقین کی آپس میں گفتگو کروا کر معقول معاوضہ وصول کر کے اپنا رزق کماتے۔شعبہ مواصلات میں نامساعد حالات کے باوجود طالبان نے اپنا کام خوب چلایا۔اور عوام کی خدمت کی مثالیں رقم کر ڈالیں۔

واقعی

جو اللہ کیلئے اللہ کی راہ میں آتا ہے۔

اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کا استقبال کرتی ہے۔

امارت اسلامیہ افغانستان کے منتظمین:

کسی بھی ملک یا ریاست کو صحیح سمت میں لیجاتے ہوئے ترقی کی منازل طے کرنے کیلئے قابل بااعتماد، ذہین اور محنتی لوگوں کی ایک بڑی جماعت کی ضرورت ہوتی ہے۔جو ملک یا ریاست کی کشتی کے ناخدا ہوتے ہیں۔اور طوفانی لہروں اور بھنور و گرداب سے بچا کر کشتی کو نکال لے جانے والے ہوتے ہیں۔

جمہوری روایات کے امین ممالک میں تو حکمرانوں کا ایک جم غفیر ملک کی ناؤ کو چلانے کیلئے موجود ہوتا ہے۔اور تقریباً یہ سیاستدان کو ایک بڑے

لاؤلشکر کے ساتھ کوئی نہ کوئی وزارت مل جاتی ہے۔ چاہے وہ سیاستدان اس کا اہل ہو یا نہ ہو۔ چاہے وہ عقلمند، ذہین اور محنتی نہ بھی ہو۔ بس اس کا الیکشن میں کامیاب ہوکر اسمبلی تک پہنچ جانا ہی کافی سمجھا جاتا ہے۔اور اکثر وزیر صحت اور وزیر تعلیم ان پڑھ اور نان کوالیفائیڈ آدمی کو بھی بنادیا جاتا ہے۔

جمہوری نظام میں کامیاب ہونے والے سیاستدان کی حمایت صرف بارہ سے بیس فیصد تک کے لوگوں نے کی ہوتی ہے۔اور یہ تناسب باقی اسی فیصد پر غالب گردانا جاتا ہے۔یعنی اگر ایک حلقہ میں ایک ہزار نفوس رہتے ہیں تو کم از کم دس بارہ افراد امیدوار کے طور پر الیکشن لڑتے ہیں۔اور حمایت کا حق استعمال کرنے والے چالیس سے پینتالیس فیصد لوگ ہوتے ہیں جو دس یا بارہ جگہ تقسیم ہو جاتے ہیں۔اور جیتنے والا ہزار نفوس کی آبادی میں سے پندرہ سولہ سو ووٹ لے کر کامیاب کہلواتا ہے جو کہ کل آبادی کا بیس فیصد سے بھی کم ہوتا ہے۔اس طرح جمہوری نظام کا یہ نا اہل سیاستدان وزیر بن بیٹھتا ہے۔جب اس طرح کامیاب ہوکر آنے والے سیاستدان ملک وملت کی ناؤ کے ناخدا بن جاتے ہیں۔تو وہ ملک گرداب اور بھنور میں ایسی بری طرح پھنستا ہے کہ پھر وہ اپنی مدد کیلئے آئی ایم ایف، ورلڈ بینک یا دیگر بین الاقوامی اداروں کے تلوے چاٹتا ہے اور ان کے اشارہ ابرو پاتے ہی اپنی قوم وملت کو تنزلی کی اتھاہ گہرائیوں میں اتار دیتا ہے۔

امارتِ اسلامیہ افغانستان میں نہ جمہوری نظام تھا نہ کیمونزم اور سوشلزم کا نظام حکومت۔ وہاں پر تو خدا کی زمین پر خدا کا قانون والا نظام نافذ تھا۔اس نظام میں حکمرانوں کو قرآن وسنت کی کسوٹی پر تول کر عہدہ دیا جاتا ہے۔اس نظام کے حکمرانوں کو نہ تو لاؤلشکر پروٹوکول کے طور پر دیا جاتا ہے۔اور نہ ہی وہ حکمران اسے پسند کرتے ہیں۔وہ حکمران خود کو عوام کے برابر اور عوام جیسا ہی سمجھتے ہیں۔

امارت اسلامیہ افغانستان کے شرعی تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے شرعی نظام کے تحت چلانے کیلئے کسی جم غفیر کی ضرورت نہ تھی۔صرف ساٹھ سے ستر کے قریب افراد کو مجلس شوریٰ کی ہدایت پر نامزد کر دیا گیا تھا۔جو پوری مملکت کے تمام امور کو احسن طریقہ سے سنبھالے ہوئے تھے۔یہ بڑے بڑے فقیہ، مفتیان اور علماء کی جماعت تھی جو انتہائی ذہین، عاقل، قابل اور معاملہ فہم افراد تھے۔جنہوں نے اپنے تدبر، عقل، راست گوئی، حب الوطنی اور دینی حمیت سے کام لیتے ہوئے امارت اسلامیہ افغانستان کو استحکام دیا۔امارت اسلامیہ کو اسلامی فلاحی ریاست بنا کر اوج ثریا تک لیجانے کی خواہش رکھنے والے نیک سیرت ونیک طبیعت شخصیات درج ذیل ہیں جن کے بارے میں راقم کو معلوم ہوسکا۔ان شخصیات کے نام اور عہدے درج ذیل ہیں۔

1۔	ملا محمد عمر مجاہد	امیر المومنین (سربراہ تحریک طالبان)
2۔	ملا محمد حسن	نائب صدر وزارتی کونسل
3۔	مولوی عبدالکبیر	نائب صدر دوئم
4۔	عبدالرحمٰن زاہد	نائب وزیر خارجہ
5۔	اختر محمود منصور	وزیر فضائیہ وشہری ہوابازی (ائرلائنز)
6۔	ملا عبیداللہ اخوند	وزیر دفاع
7۔	محمد شریف	نائب وزیر امور داخلہ
8۔	قاری دین محمد	وزیر منصوبہ بندی
9۔	امیر خان متقی	وزیر اطلاعات وثقافت
10۔	ملا عباس اخوند	وزیر صحت
11۔	شیر عباس ماتکزئی	نائب وزیر صحت
12۔	ملا عبدالسلام حقانی	وزیر تعلیم
13۔	ملا یار محمد	وزیر مواصلات
14۔	اللہ داد طیب	نائب وزیر مواصلات
15۔	الحاج محمد عیسیٰ اخوند	وزیر معدنیات وصنعت
16۔	مولوی محمد اللہ ولی	وزیر آبنوش
17۔	مولوی رستم نورستان	نائب وزیر آبنوشی

18۔	حافظ محبّ اللہ	وزیر حج و مذہبی امور
19۔	ملا مسلم حقانی	نائب صدر اول وزارتی کونسل
20۔	مولوی عبدالرقیب	وزیر بحالی مہاجرین
21۔	ملا محمد جان اخوند	وزیر پانی و بجلی
22۔	ملا فیض محمد فیضان	نائب وزیر تجارت
23۔	ملا نیاز محمد	گورنر کابل
24۔	مولوی خیر اللہ خیر خواہ	گورنر ہرات
25۔	نعیم کوچی	گورنر بامیان
26۔	کمانڈر بشیر بغلانی	گورنر بغلان
27۔	مولوی شریف اللہ محمد	گورنر خوست
28۔	مولوی احمد جان	گورنر زابل
29۔	ملا دوست محمد	گورنر غزنی
30۔	نور محمد ثاقب	چیف جسٹس آف سپریم کورٹ
31۔	عبدالرحمٰن	چیف آف ملٹری کورٹ
32۔	سید محمد حقانی	پاکستان میں سابق سفیر
33۔	سید رحمت ہاشمی	خصوصی ایلچی برائے امریکہ
34۔	جنرل رحمت اللہ	خصوصی ایلچی برائے یورپ
35۔	ملا صدر الدین	مشیر برائے کابل
36۔	مولوی عبدالحسن مطمئن	قندہار وزیر اطلاعات
37۔	تورک آغا	گورنر پکتیا
38۔	ملا برادر	ڈپٹی چیف آف آرمی سٹاف
39۔	مولوی داد اللہ	ڈپٹی چیف آف آرمی سٹاف
40۔	مولوی احمد اللہ	ڈپٹی چیف آف آرمی سٹاف
41۔	مولوی حبیب اللہ	ڈپٹی چیف آف آرمی سٹاف
42۔	ملا محمد حسن رحمانی	گورنر قندھار
43۔	ملا جلال الدین حقانی	وزیر سرحدات چیف آف آرمی سٹاف
44۔	مولوی عبدالوکیل متوکل	وزیر خارجہ
45۔	ملا خاکسار اخوند	نائب وزیر داخلہ
46۔	ملا حمید اللہ	سربراہ افغان آریانہ ائرلائن
47۔	مولوی عبدالحکیم منیب	نائب وزیر سرحدی امور
48۔	مولوی شاہد خلیل	نائب وزیر تعلیم
49۔	ستار سدوزئی	خفیہ ادارے کے اہم عہدیدار
50۔	ملا نور اللہ نوری	گورنر بلخ
51۔	ملا بدر	گورنر بادغیس

52۔ ذبیح اللہ زاہد نائب وزیر تعلیم
53۔ جمعہ خان ملٹری کمانڈر
54۔ ملا فضل چیف آف سٹاف
55۔ قاری احمد اللہ وزیر خفیہ سیکورٹی
56۔ ملا غوث الدین وزیر خارجہ
57۔ ملا شہزادہ صوبائی کمانڈر انچیف
58۔ مولوی نانائی کماندار
59۔ کمانڈر عارف خان گورنر قندھار
60۔ ملا حاجی عامر ملیشیا کمانڈر
61۔ ملا طور نقیب صوبائی چیف

یہ مندرجہ بالا شخصیات پوری امارتِ اسلامیہ افغانستان کی تمام مشینری کو کنٹرول کیے ہوئے تھیں۔ یہ پوری جماعت ایک جسم کی مانند تھی۔ جو متحد اور یک جان ہو کر عوام کی خدمت اور شریعت کے نفاذ کی تمام ذمہ داریاں نہایت احسن طریقہ سے سرانجام دیے ہوئے تھی۔ اور اپنے آپ کو حکمران یا امیر سمجھنے کی بجائے۔ خدائی خدمتگار سمجھتی تھی۔ اس جماعت کا ہر سپاہی اللہ تعالیٰ کے قانون کا محافظ تھا۔ اور اپنے فرائض کو تندہی سے سرانجام دینے کے جذبہ سے سرشار دکھائی دیتا تھا۔

اس مختصر جماعت نے دیانتداری اور عمدہ اخلاق سے افغانستان کے عوام کو اپنا اتنا دلدادہ بنالیا تھا کہ پوری عوام ان کے اشارہ ابرو پر ہر شرعی کام کرنے کو ہر وقت تیار رہتی تھی۔

اس جماعت کے سپاہیوں نے افغان عوام سے جو بھی جائز اور شرعی مطالبہ کیا تو افغان عوام نے اس مطالبہ کو پورا کر دکھایا۔

افغان عوام نے اس جماعت کے مطالبہ پر اپنی چار ہزار سالہ پرانی روایت ''اسلحہ رکھنا'' کو ترک کر دیا۔

پوست کی کاشت کا مکمل خاتمہ بھی عوام نے اس پاکیزہ جماعت کے مطالبہ پر ہی کیا تھا۔

افغان عوام نے مخلوط طرز تعلیم کو خیر باد کہا تو اسی جماعت کے اشارہ ابرو پر،

شرعی زندگی کا آغاز کیا تو انہیں کے کہنے پر

افغان عوام نے خود انحصاری پر عملدر آمد کر کے دکھایا۔

حلال اور پاکیزہ رزق کے حصول کی طلب بھی افغان عوام میں اسی جماعت کی دعوت و تبلیغ سے عام ہوئی۔

سود جیسے قبیح فعل اور سودی لین دین سے اگر افغان عوام نے توبہ کی تو اسی گروہ کی کاوشوں سے۔

قتل و غارت، راہزنی، چوری وغیرہ سے سچی توبہ اگر افغان عوام کو نصیب ہوئی تو انہی حکمرانوں کے عدل و انصاف کی بدولت اس مختصر سی جماعت نے اگر اپنے مطالبات افغان عوام سے منوائے تو کس بات کے ذریعے وہ تھی اس جماعت کی دانشمندی، حق پرستی، توکل علی اللہ اور اخلاص۔

اس جماعت نے عوام کو خوش اخلاقی کے ساتھ شریعت کے نفاذ کا عظیم تحفہ دیا۔

عدل و انصاف کے تمام تقاضے پورے کیے۔ عوام کو حلال رزق کمانے کیلئے روزگار کے مواقع دیے۔ پوری عوام کو یکساں طور پر بنیادی سہولیات دیں۔ تعلیم کا حصول عام اور ممکن کیا۔

صحت عامہ کے مسائل حل کیے اور جگہ جگہ شفاخانے بنائے۔ نقل و حمل کیلئے سستے ذرائع فراہم کیے۔

عمدہ اور معیاری خوراک، پھلوں اور اجناس کے ذخائر اور وافر پانی جیسی نعمتوں کو ہر آدمی کی دسترس میں کیا۔

خواتین کیلئے تمام شرعی حقوق واضح کیے اور انہیں چادر و چار دیواری کا درس دیا۔

خواتین کیلئے درس و تدریس، دوران سفر خاص حفاظت کا انتظام، ذرائع ابلاغ میں پاکیزہ صحافت اور نشریات کے ذریعے دلوں اور ذہنوں کو آزادی دی اور افغان روایات کو اسلامی پہناوا دیا۔

شاہراہوں کے جال جا بجا بچھائے۔
آبی ذخائر کو محفوظ اور فعال کیا۔
نہروں سے کسانوں کے کھیتوں کو وافر پانی سے سیراب کیا۔ برقی ضروریات کو پورا کرنے کیلئے حکومتی اور عوامی اقدامات کیے۔
افغانستان کے عوام کو امن وسکون، ہمدردی وغمگساری کرنے والا معاشرہ اور ماحول فراہم کیا۔
جان و مال کی حفاظت کا انتظام عدل وانصاف کے ساتھ بلا امتیاز کیا۔
اور اسی طرح کی دیگر خوبیوں کی بناء پر اس مختصر جماعت نے افغانستان کو اسلامی فلاحی ریاست بنایا۔
لیکن انسانیت کے کھلے دشمن ابلیس و دجال کو طالبان مجاہدین کی شرعی حکومت ایک آنکھ نہ بھاتی تھی لہٰذا دجالی نمک خواروں اور ابلیس کی دُبر سے نکلنے والے شیاطین کا طالبان مجاہدین پر جب کوئی زور نہ چلا اور ورلڈ بینک، آئی ایم ایف جیسے بچھوؤں سے طالبان مجاہدین صاف بچ کر نکل گئے تو دجالی، صیہونی اور شیطانی اولاد نے اپنے خونخوار پنجوں کو حرکت میں لانا شروع کر دیا اور طالبان مجاہدین پر بزدلانہ کارروائی کرتے ہوئے امارت اسلامیہ افغانستان پر شبخون مارا۔ اور پیچھے سے چھپ کر حملہ کرنے کی اپنی فطری روایت کو نبھایا۔ اور افغانستان کو ایک تر نوالہ سمجھ کر نگلنا چاہا لیکن یہ تر نوالہ...... گلے کی ہڈی ثابت ہو جائے گا۔ اُن ناعاقبت اندیشوں کو خبر نہ تھی۔ اور شاید انہوں نے تاریخ افغان بھی نہ پڑھی تھی کہ افغان اپنے دشمن کو کبھی نہیں بھولتے۔

امریکی کروز میزائل حملے:

تحریک طالبان کے عظیم مجاہدین عوامی خدمت کے جذبے سے سرشار ہو کر اپنے فرائض سرانجام دے رہے تھے اور امارتِ اسلامیہ کے ہر شعبہ پر شبانہ روز محنت کر رہے تھے۔ اجڑے ہوئے گلستان (افغانستان) کی آبیاری کرتے ہوئے نئے نئے پھول اُگا رہے تھے۔ افغانستان کو امن کا گہوارہ بنا کر ابھی ٹھیک طرح سانس بھی نہ لیا تھا کہ پرامن سرزمین عالمی دہشت گردی کا شکار ہو گئی۔ اس دہشت گردی کو وہی محسوس کر سکتا ہے جس کا ہنستا بستا گھر اُجڑ جائے اور اس کے گھر پر کوئی غیر قبضہ جمانے کے لیے اُسے ملیامیٹ کرنے کی کوششیں کرنے لگے۔

راقم طالبان مجاہدین کے کابل شہر کے مرکز میں اپنے شب و روز گزار رہا تھا۔ ہم تمام ساتھی اپنے شب و روز کو قیمتی بنانے کی لگن میں تھے وقت سحر ہمارے مرکز کے اندر چہل پہل شروع ہو جاتی تھی اور اکثر ساتھی عبادت الٰہی میں اللہ کے حضور سجدہ ریز ہوتے تھے۔ راقم 21 اگست 1998ء کو حسبِ معمول نماز فجر کی باجماعت ادائیگی کے بعد مخابرہ روم میں پہنچا۔ تو ہوا کی لہروں پر سفر کرتی امریکی جارحیت کی اندوہناک خبر تواتر سے چل رہی تھی۔ ہمیں خوست مرکز (تربیت گاہ) سے پکارا جا رہا تھا۔ رابطہ ہو جانے کے بعد ہم نے اس خبر کی تصدیق اور تفصیل جاننا چاہی۔ وہاں کے مخابرچی (وائرلیس آپریٹر) نے ہمارے پرزور اصرار پر فوری طور پر ہمارے استاد مفتی صغیر احمد صاحب (جو کہ معسکر کے امیر بھی تھے) سے بات کرائی۔ انہوں نے مغموم و اداس لیکن جذبہ جہاد سے سرشار لہجے میں بتایا:

''رات کو امریکیوں نے ہمارے اور اردگرد کے معسکرات و مراکز پر کروز میزائل برسا دے ان میزائل حملوں میں ہمارے معسکر میں 4 ساتھی شہید اور 7 ساتھی شدید زخمی ہو گئے ہیں۔ اور ان حملوں کی زد میں عربوں کے معسکرات ''فاروقؓ، صدیقؓ، جہادوال'' بھی شدید متاثر ہوئے ہیں۔''

رات کو ہر طرف چیخ و پکار، زخمیوں کی آہ و بکا اور بارود کے پھٹنے سے سیاہ بادل چھا گئے تھے۔ زخمیوں کے کراہنے کی آوازیں اور غازی مجاہدین کی فوری مدد زور و شور سے جاری رہی۔ زخمیوں کو فوری طور پر گاڑیوں میں سوار کر کے میرانشاہ روانہ کیا گیا۔

معسکر خالد بن ولیدؓ، پر امریکہ نے جو میزائل داغے تھے وہ امریکیوں کی رَیکی اور اہداف کے عین مطابق تھے۔ ان اہداف کی ریکی (جاسوسی) امریکی خفیہ طریقے سے کر رہے تھے۔ اور مجاہدین کے تمام معمولات کا بغور جائزہ لیتے رہے تھے۔ انہوں نے اپنی رَیکی اور جدید آلات کی بدولت میزائل انتہائی ماہرانہ طریقہ سے ہدف پر داغے تھے۔ جو کہ اپنا کام مکمل کر ہی چکے تھے کہ نصرت الٰہی اور حکمتِ الٰہی نے امریکیوں کے عزائم کو خاک میں ملا دیا اور ان کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا۔

مفتی صاحب نے بتایا کہ:

''اس رات کم شہادتوں کی وجہ یہ بنی کہ اُس رات مجاہدین کے تمام معاملات اپنے معمول اور ترتیب سے ہٹ کر ہوئے تھے۔''

معسکر خالد بن ولیدؓ، میں عرصہ دراز سے مجاہدین کی لگی بندھی ترتیب کچھ اس طرح تھی کہ مغرب کی نماز کے بعد جہادی و اصلاحی بیان ہوتا۔ بیان کے بعد مجاہدین کو نامِ شب (کوڈ) بتلا کر مطبخ کی طرف رات کا کھانا کھانے کیلئے بھیج دیا جاتا تھا اور اس کے بعد عشاء کی نماز اور

پہریداری کی باریاں لگانے اور سونے کیلئے اجازت دے دی جاتی تھی۔ امریکیوں نے مجاہدین کے جمع ہونے کے انہی اوقات (جن میں تمام مجاہدین ایک جگہ مل بیٹھتے تھے۔) کو میزائل حملوں کیلئے منتخب کیا تھا۔لیکن مارنے والے سے بچانے والا زیادہ طاقتور ہوتا ہے۔ اور اس کے آگے اولادِ ابلیس و دجال کے تمام مکروفریب اور چالبازیاں مکڑی کے جالے کی طرح بوسیدہ اور کمزور ثابت ہوتی ہیں۔

سالہا سال سے لگی بندھی اس ترتیب میں آج تبدیلی اس وجہ سے ہوگئی کہ بقول مفتی صاحب

'اس رات خلافِ توقع معسکر کے دیگر اساتذہ کرام کے ساتھ ایک معاملہ پر میری مشاورتی مجلس ہوگئی جس کی وجہ سے میں نے نماز کے فوری بعد ایک ساتھی کو جہادی بیان کرنے کا کہا اور خود اساتذہ کرام سے مشورہ کرنے کیلئے چلا گیا۔ اُس ساتھی نے مختصر بیان کر کے ساتھیوں کو نامِ شب دے کر کھانا کھانے کے لیے فارغ کر دیا۔ ساتھی جلد ہی مسجد سے نکل کر مطبخ چلے گئے اور کھانا کھانے کے بعد منتشر ہو گئے اور نماز عشاء کی تیاری میں مشغول ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی حیرت انگیز طور پر ساری ترتیب بدل گئی۔ تمام مجاہدین نماز عشاء کی تیاری میں مصروف تھے کہ اسی اثناء میں مطبخ سے زبردست دھماکے کی آواز آئی۔ پھر یکے بعد دیگرے مسجد، لائبریری اور ڈسپنسری پر بڑے بڑے میزائل آن لگے۔ ان کے پھٹنے سے آن واحد ہی میں خوبصورت تعمیر شدہ مسجد شہید ہوگئی۔ اور ساتھ ہی لائبریری مطبخ اور ڈسپنسری کی عمارات بھی زمین بوس ہوگئیں امریکیوں کی اس بربریت اور سفاکی کے نتیجہ میں معسکر خالد بن ولیدؓ میں 4 ساتھی موقع پر ہی جام شہادت نوش کر گئے اور 7 ساتھی شدید زخمی ہو گئے۔

کچھ عرصہ بعد مزید تفصیل بتلاتے ہوئے مفتی صاحب نے ہمیں بتلایا کہ میں ہی مستقل طور پر یہاں بعد نماز مغرب درس قرآن دیا کرتا تھا۔ اکثر درسِ قرآن طویل ہو جاتا تھا۔ اور جونہی نام شب بتا کر مجاہدین کو فارغ کیا جاتا تو وہ کھانا کھانے کے لیے مطبخ کی طرف لپکتے یہ ترتیب سالہا سال سے جاری و ساری تھی بس اُسی دن مختصراً درس قرآن ہوا۔ اور اسی دن ساتھیوں نے وقت سے پہلے مطبخ سے کھانا کھایا اور پھر منتشر ہو گئے اور میرے سمیت تمام اساتذہ کرام ایک اجلاس کی وجہ سے بچ گئے۔

واللہ خیر الماکرینO

اُسی رات معسکر ''معاویہؓ'' جو کہ خالد بن ولیدؓ معسکر سے ذرا فاصلہ پر واقع تھا۔ اس پر بھی میزائلوں کی بارش انہی اوقات میں ہوئی تھی۔ اس معسکر کی مسجد اور مطبخ امریکی میزائلوں کا ہدف بنے۔ مسجد شہید ہوگئی اور اس میں رکھے ہوئے قرآن پاک کے نسخہ جات و دینی کتب بھی امریکی کروز میزائلوں سے شہید ہو گئیں۔ اس مسجد سے ملحق ایک کمرہ (حجرہ) استاد ابو ہریرہؓ کے زیر استعمال تھا۔ اس حجرہ میں استاد ابو ہریرہ نے اپنے 5 روحانی فرزندوں سمیت خلعت شہادت زیب تن کی اور اُن کے 8 روحانی فرزند زخمی ہو گئے۔

معکسر ''معاویہؓ'' کے نزدیک عرب مجاہدین کا معسکر ''الفاروقؓ'' تھا۔ اس معسکر پر بھی امریکیوں نے اپنے جدید ٹیکنالوجی سے لیس کروز میزائلوں کا حملہ کیا۔ اور 4 عرب مجاہد شہید اور چند عرب مجاہدین زخمی ہوئے۔ چونکہ عرب مجاہدین اس وقت بین الاقوامی جہاد کے تحت امریکہ کو کینیا (افریقہ کے ایک ملک) کے دارالحکومت تنزانیہ اور نیروبی کے دارالحکومت دارالسلام میں 7 اگست 1998ء کو انتہائی کامیاب چرکے لگا چکے تھے۔ جن میں 12 امریکی اور دیگر 245 افراد ہلاک ہوئے تھے۔ جہاندیدہ عرب مجاہدین ردّعمل کے خدشہ کے پیش نظر معسکرات سے رات کے وقت احتیاطی تدبیر کے طور پر ادھر ادھر رہتے تھے۔ امریکیوں کے میزائل حملوں کا ہدف افغانستان میں موجود عرب مجاہدین کے معسکرات بھی تھے۔

عرب مجاہدین کے معسکر ''جہاد وال'' میں کروز میزائلوں کے شدید حملوں کے نتیجہ میں بارود کے ایک مشہور استاد ''احمد حنبلی'' شہادت پا گئے اور عربوں کے معسکر ''صدیق'' میں دو پہریدار اور ایک افغانی باورچی جنت کے مکین بن گئے۔ اسی طرح جلال آباد میں بھی عرب مجاہدین کے معسکرات کو خاص طور پر کروز میزائل حملوں کا نشانہ بنایا گیا۔

ژاور کے مقام پر جلال الدین حقانی صاحب کے ایک مرکز ''احمد شاہ غنڈ'' اور عجائب گھر پر بھی امریکیوں نے کروز میزائل داغے اور اسی رات ''سوڈان'' میں بھی ایک دوا ساز فیکٹری امریکی میزائلوں کا نشانہ بنی جہاں پر غریب عوام کیلئے ادویات تیار کی جاتی تھیں۔

امریکی حملوں کے بعد پاکستان کا کردار:

امریکہ نے جلال آباد میں 60 میزائل داغے اور خوست میں مختلف مقامات پر 90 میزائل داغے تھے۔ ان میزائل حملوں کا پاکستان کو پہلے سے علم تھا۔ کیونکہ میرانشاہ بارڈر میزائل حملوں سے چند گھنٹے قبل ہی بند کر دیا گیا تھا۔ اس خوفناک حملہ کے بعد زخمیوں کو خوست سے براستہ میران شاہ پاکستان

بھجوانے کیلئے روانہ کیا گیا تھا لیکن پاکستان سیکیورٹی فورسز نے صبح 9 بجے سے پہلے بارڈر نہ کھولا۔ زخمی درد سے بلبلاتے اور کراہتے رہے لیکن ڈالروں کی چمک پر مرنے والے اور طاغوت کی غلامی کرنے والوں کے سروں پر جوں تک نہ رینگی۔ پاکستان کی فضاؤں سے ہی تو گذر کر یہ میزائل دین اسلام کے لیے سر بکف مجاہدین پر برستے رہے تھے۔ ان حملوں میں محتاط اندازہ کے مطابق مجموعی طور پر 21 مجاہدین شہید ہوئے اور 30 کے قریب مجاہدین زخمی ہو ئے تھے۔

دو کرشمے:

واقفانِ حال ان حملوں میں دو کرشموں کا بھی تذکرہ کرتے ہیں۔ جلال الدین حقانی کے علاقہ ژاور کے عجائب گھر کے ایک درخت کی جڑ میں ایک کروز میزائل لگا۔ تناور درخت پاش پاش ہو گیا۔ جبکہ قریب ہی بندھے ہوئے پالتو کتے کو خراش تک نہ آئی۔

دوسرا واقعہ جہادوال مرکز کا ہے جہاں پر ایک کمرہ کے باہر دو پہریدار کھڑے تھے کہ ایک میزائل ان پہریداروں سے صرف دو میٹر کی دوری پر آ کر لگا لیکن وہ بالکل محفوظ و مامون رہے۔ پورے ڈیڑھ سو کروز میزائلوں کے اس حملہ میں صرف 21 جاں باز شہید ہوئے۔ اگلے دن اس امریکی حملہ سے کیے جانے والے عدل وانصاف کا چرچہ وائٹ ہاؤس سے لے کر گلی محلوں کے تھڑوں تک ہو رہا تھا۔

یہ وائٹ ہاؤس کے عدل وانصاف کی تصویر تھی۔ جس میں امریکیوں نے بدمست ہاتھی بن کر امارتِ اسلامیہ افغانستان کے امن وسکون کو پامال کیا اور افغانیوں کے گھروں میں گھس کر اپنی دہشت گردی کو انصاف کا نام دے کر پوری دنیا کو یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ

''ہم ایک سپر پاور ہیں اور ہمیں یہ حق پوری طرح حاصل ہے کہ ہم جب چاہیں اور جس کسی کے گھر پر چاہیں اپنا تسلط وقبضہ جما سکتے ہیں۔''

لیکن امریکی شاید یہ بھول گئے تھے کہ انہوں نے ایک ایسی قوم کو للکارا ہے جو بڑی غیور اور خود دار ہے اور دین حق کی خاطر اپنا سب کچھ لٹانے کیلئے ہر وقت تیار رہتی ہے۔ تاریخ عالم اس بات کی گواہ ہے کہ آج تک افغانستان پر کوئی بھی غالب نہ آ سکا۔ لہٰذا بہت سے چڑھتے سورج کے پجاریوں نے ان کے عدل وانصاف کو سراہا اور بھیگی بلی بن کی اُن کر ڈھٹائی، دہشت گردی اور فساد فی الارض کو خوبصورت لفظوں کے پہناوے دے کر داد وتحسین سے بخشا۔

ان میزائل حملوں کے بعد چائنہ اور پاکستان طالبان مجاہدین کی منتیں اور ترلے کرتے رہے کہ جو کروز میزائل پھٹ نہ سکے تھے۔ وہ میزائل ہمیں دے دو اور منہ مانگی قیمت ہم سے لے لو تا کہ ہم امریکی ٹیکنالوجی چرا لیں۔ لیکن طالبان نے کوئی قیمت وصول کیے بغیر وہ ناکارہ میزائل ان کو دے دیے۔

امارات اسلامیہ کا عدل وانصاف:

وہائٹ ہاؤس کے عدل وانصاف کا تذکرہ آپ گزشتہ سطور میں پڑھ ہی چکے ہیں۔ اب آپ کو امارتِ اسلامیہ افغانستان کے حقیقی وشرعی عدل و انصاف کی روداد بھی بتا تا چلوں کہ طالبان مجاہدین کے عدل وانصاف کا معیار کیا تھا۔ کہ ان کے عدل وانصاف کے پلڑوں میں ذرا سا بھی جھکاؤ نہیں ملتا۔

راقم اپنے ساتھیوں سمیت مرکز میں مخابرہ وریڈیو سے تازہ ترین صورتحال کی آگاہی کیلئے مصروف عمل تھا۔ مرکز میں موجود دو ساتھی مجاہدین بھائی محمد عزیز اور بھائی محی الدین شدت جذبات میں امریکہ کو باآواز بلند کوس رہے تھے۔ بھائی محمد عزیز کی کابل مرکز میں اشیائے خورد ونوش کی خریداری کی ذمہ داری تھی اور ان کو ایک سنگل کیبن جیپ ملی ہوئی تھی۔ یہ سخت جان مگر خستہ حال جیپ تھی اور کابل میں کافی معروف تھی۔ مقامی لوگوں نے اس کا نام ہیلی کاپٹر رکھا ہوا تھا۔

صبح 9 بجے کا وقت تھا کہ محمد عزیز نے بڑبڑاتے ہوئے محی الدین کو آواز دی ''آؤ بازار چلیں'' محی الدین نے کلاشنکوف کندھے پر لٹکائی اور محمد عزیز کے ہمراہ ہو گیا۔ وہ لوگ ہیلی کاپٹر (جیپ) میں سوار ہوئے اور شہر کی طرف نکل گئے۔ تقریباً 30 منٹ کے بعد کابل پولیس کی فریکونسی پر UNO کے اہلکاروں پر ایک قاتلانہ حملہ کی رپورٹ چل پڑی۔ طالبان پولیس ودیگر اہلکار جائے وقوعہ کی طرف تیزی سے چلے جا رہے تھے۔ تھوڑی دیر گزری تو طالبان پولیس اہلکار ہمارے مرکز آ دھمکے مرکز میں موجود تمام ساتھی حیرت سے ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے کہ یہ کیا ماجرا ہے؟ پولیس مرکز میں کیوں آئی ہے؟ پولیس اہلکاروں نے مرکز کے ذمہ دار کو بلایا۔ انہوں نے ذمہ دار کو بتلایا کہ جائے وقوعہ سے جو گاڑی برآمد ہوئی ہے وہ آپ کے مرکز کی ''ہیلی کاپٹر'' ہے۔ عینی شاہدین نے بتایا ہے کہ UNO اہلکاروں کی گاڑی جونہی اپنے دفتر سے باہر نکلی تو سامنے سے آنے والی جیپ نے پہلے اسے ٹکر ماردی پھر ایک آدمی

نے جیپ سے نکل کر انگریز اہلکاروں پر کلاشنکوف کا برسٹ فائر کیا اس کے بعد ملزمان گاڑی چھوڑ کر فرار ہونے میں کامیاب ہوگئے۔عینی شاہدین کے مطابق یہ جیپ المعروف ہیلی کاپٹر آپ کے مرکز کی ہے۔

راقم کے ذہن میں فوراً ایک جھماکہ سا کوندا اور راقم جلد ہی ایک نتیجہ پر پہنچا کہ صبح سے ہی مرکز میں بھانت بھانت کے تبصرے ہو رہے تھے۔ کوئی شدتِ غم سے تبصرہ کر رہا تھا تو کوئی جذبہ جنون کے ہاتھوں مجبور ہوکر۔صبح ہی یہ دونوں بھائی محمد عزیز اور بھائی محی الدین سیخ پا ہوکر کہہ رہے تھے کہ آج جو بھی انگریز سامنے آ گیا اسکی خیر نہیں۔ کچھ ساتھی ان کی اس بات کو دیوانے کی بڑ سمجھ رہے تھے۔لیکن راقم کو اُسی وقت ایک کھٹکا سا لگ گیا تھا کہ میزائل حملوں کا کوئی ردعمل آج ہوسکتا ہے۔ کیونکہ بھائی محمد عزیز تو پہلے ہی سخت انگریز دشمن سمجھے جاتے تھے۔اور بارہا اپنی جیپ ''ہیلی کاپٹر'' کو انگریزوں کی گاڑیوں سے ٹکرا چکے تھے۔ان کی گاڑی کو دور سے ہی دیکھ کر انگریز اپنی گاڑی ایک طرف کر لیتے تھے۔

صبح کے وقت جب محمد عزیز انگریزوں پر سیخ پا ہو رہا تھا تو چند ساتھیوں نے اُسے بتایا بھی تھا کہ اس وقت افغانستان میں موجود انگریز ذمی ہیں اور طالبان سے امان لی ہوئی ہے۔اس لیے ایسا کام کرنا غیر شرعی ہوگا۔اوران ذمی انگریزوں کو نقصان پہنچانے کی صورت میں شرعی قوانین کی خلاف ورزی کے ساتھ ساتھ امارتِ اسلامیہ کے وقار پر بھی برا اثر پڑے گا۔لیکن اس کے باوجود وہ دونوں ہاتھ دکھانے سے باز نہ آئے۔

کابل کی سریع الحرکت انتظامیہ نے پورے شہر کے داخلی وخارجی راستوں کی ناکہ بندی کر کے آنے جانے والی مسافر گاڑیوں کی تلاشی لینا شروع کر دی۔ پھر ہیلی کاپٹر کے ذریعے افغانستان کے بارڈروں ،خوست ،قندھار ،طورخم وغیرہ پر ملزمان کی شناخت اور گرفتاری میں مدد کیلئے بندے بھیج کر ملزمان کے پاکستان یا کسی دوسری طرف فرار ہونے کے تمام راستے مسدود کر ڈالے۔ طالبان پولیس اہلکار ہمارے مرکز سے ہی ملزمان کی شناخت کے لیے بندے لے کر گئے تھے۔

راقم بھی ان کے ہمراہ تھا۔راقم کو ملزمان کی شناخت کے لیے کابل میں ہی رکھا گیا اور کابل میں جگہ جگہ پاکستانیوں سے ملتی جلتی شکل والے افراد کو روکا ہوا تھا۔جن کی فوری طور پر شناخت کروائی جاتی اور ملزم نہ ہونے کی صورت میں فوراً رہا کر دیا جاتا۔راقم کو طالبان انتظامیہ نے پہلے ہی تاکید کر دی تھی کہ مطلوبہ ملزمان ہمیں ہر حال میں چاہیں اس لیے کوئی رعائت نہ برتی جائے کیونکہ شرعی نظام اور امارتِ اسلامیہ کے وقار کا مسئلہ ہے۔ بیرونی دنیا کو یہ تاثر نہ ملے کہ اسلامی قوانین اپنوں اور غیروں کیلئے جدا جدا ہیں۔راقم ان کی ہدایات سے مکمل طور پر متفق تھا۔شناخت کا مرحلہ گھنٹوں پر محیط تھا۔لیکن بندوں کو شناخت نہ ہونے پر فوراً چھوڑ دیا جاتا تھا۔ پاکستان جیسا قانون نہ تھا کہ مجرم اگر کوئی پٹھان ہے تو مشکوک سمجھ کر اُٹھا لیا جائے اور تھانے لے جا کر چھترول کرنے کے بعد رقم بٹور کر رہائی دی جائے۔فوری انصاف تو یہ ہے کہ جو بے گناہ ہو اسے فوری رہائی دی جائے۔اور یہی امارتِ اسلامیہ افغانستان کا سنہرا اصول تھا۔

دونوں ملزمان عرصہ دراز سے کابل میں رہائش پذیر تھے اور چپہ چپہ سے واقفیت رکھتے تھے۔لہٰذا وقوعہ کرتے ہی قندھار والی بس پکڑ کر انتظامیہ کی ناکہ بندی سے پہلے ہی فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ ہمارے مرکز کا دوسرے سرحدی مقامات کیساتھ وائرلیس رابطہ تھا۔لہٰذا اگلے چوبیس گھنٹوں کے اندر ہی قندھار میں موجود ہمارے وائرلیس آپریٹر (مخابرچی) نے ہمیں ان دونوں ملزمان کی آمد کی اطلاع دے دی۔ پھر ہمارے بڑے ذمہ دار نے ان ملزمان سے مخابرہ پر خود بات چیت کی۔ پہلے تو ان دونوں کی خوب سرزنش کی اور پھر قرآن وحدیث کی روشنی میں انہیں امارتِ اسلامیہ کے سامنے ہتھیار ڈالنے اور گرفتاری دینے کی ترغیب دی۔ پھر ماشاءاللہ دونوں ملزمان نے کمال ہمت کا مظاہرہ کرتے ہوئے بخوشی گرفتاری دے دی۔

دونوں ملزمان کو مقدمہ کی سماعت کیلئے قندھار کی سب جیل میں بند کر دیا گیا۔ یہ جیل خصوصی طور پر خطرناک قیدیوں کیلئے بنائی گئی تھی۔جس میں ان دنوں مشہور جنگی کماندان اسماعیل تورن بھی اپنی قید کے دن گزار رہا تھا۔

اڑھائی سال تک دونوں مُلزمان اس جیل میں قید رہے۔ پھر مقتولین کے ورثاء کی جانب سے خون معاف کرنے کی بناء پر قرآن وحدیث کی روشنی میں شرعی قوانین کو پورا کرتے ہوئے ان کو طالبان کی قید سے چھٹکارا ملا۔ دورانِ اسارت کوئی بھی غیر قانونی سہولت ان کو فراہم نہ کی گئی۔

یہ روداد امارتِ اسلامیہ کے شرعی قوانین کی پاسداری کی ایک مثال ہے۔عدل وانصاف کی ایسی مثالوں سے امارتِ اسلامیہ افغانستان کی عدالتیں بھری پڑی ہیں۔ یہ مثال تو راقم نے آنکھوں دیکھی اور کانوں سنی تحریر کی ہے۔اس مثال کو مدنظر رکھتے ہوئے قارئین آپ خود دیانتدارانہ رائے قائم کریں۔اور طالبان مجاہدین کے عدل وانصاف اور امریکی عدل وانصاف کا موازنہ کریں۔

طالبان اگر چاہتے تو اس واقعہ کو امریکی میزائل حملوں کے ردّعمل کا پردہ ڈال کر دبا سکتے تھے۔لیکن ان کی نظر میں ایک ذمی کافر کے حقوق بھی ایک مومن کے حقوق کی طرح اہمیت کے حامل ہیں۔اگر یہی واقعہ کسی یورپی مملکت میں ہوتا تو انگریز بددیانتی سے اسے داخل دفتر کر دیتے۔

تشکیلات قندوز:

ابھی امریکی میزائل حملوں کی بازگشت ختم نہ ہوئی تھی کہ ہمارے مرکز کابل سے قندوز کیلئے تشکیلات کا آغاز ہوگیا۔معرکوں کا موسم تھا۔معرکہ ہائے حق و باطل رونما ہونے والے تھے۔چاریکار، درہ سالنگ، پنجشیر وغیرہ کے محاذوں پر طالبان مجاہدین متعدد جنگیں کر چکے تھے۔ لیکن بہت زیادہ زور آزمائی اور جنگی تدابیر کے باوجود کما حقہ کامیابی نہ مل پائی تھی۔شمالی اتحاد کا کمانداں احمد شاہ مسعود لومڑی کی طرح چالاک تھا۔وہ خود خط اوّل پر آ کر اپنے فوجیوں کے ہمراہ جنگوں میں حصہ لیتا تھا۔جس سے اس کے پیروکاروں کا حوصلہ دو چند ہو جاتا۔مال و زر کی کمی فرانس و جرمنی جیسے ممالک پوری کر دیتے تھے۔احمد شاہ مسعود بیک وقت فرانس، روس، ایران، تاجکستان، اور پاکستان وغیرہ کی خفیہ ایجنسیوں سے خوب خوب ڈالر بٹور رہا تھا۔اسے ہر طرح کی لاجسٹک سپورٹ حاصل رہتی تھی۔اگر سامنے کا راستہ طالبان کا زیر نگین ہے تو وہ اپنے پچھلے راستے یعنی تاجکستان کے ذریعے تمام ضروریات پوری کرتا تھا۔تاجکستان کا سرحدی شہر ’’کلاب‘‘ دریائے آمو کے کنارے واقع ہے۔وہاں سے چھوٹے چھوٹے بحری جہازوں (لانگ بوٹ) وغیرہ کے ذریعے اس کیلئے اسلحہ اور ڈالرز کے علاوہ اشیائے خورد و نوش پہنچا دی جاتی تھیں۔

اب اس محاذ پر دشمن کے تابوت میں آخری کیل ٹھونکنے کیلئے ڈیڑھ ہزار طالبان مجاہدین پہنچے تھے۔

قندوز کیلئے اجازت و روانگی:

اگلے دن صبح سویرے ہی بھائی سفیر صاحب نے ہمیں وزارت دفاع کی جانب سے ایک رقعہ بطور اجازت نامہ تھمایا اور تیاری کرنے کا کہتے ہوئے بتایا کہ حتمی حکم کسی وقت بھی آ سکتا ہے۔ہماری تیاری پہلے ہی مکمل تھی۔ہمارا سامان پہلے سے ہی تیار ہوتا تھا۔وہی 2 اضافی سوٹ ایک عدد چادر وغیرہ اور سیکنڈوں میں ہم تیار پوزیشن میں کھڑے ہو جاتے۔تھوڑی ہی دیر میں سفیر بھائی نے بتایا کہ وزارت دفاع کی جانب سے حتمی حکم نامہ آ گیا ہے۔کیونکہ موسم صاف اور ماحول سازگار ہے۔اس لیے آج ہی ایک طیارہ ضرور قندوز کی جانب محو پرواز ہوگا۔مرکز میں رہ جانے والے ساتھی ہمیں گرمجوشی سے ملتے ہوئے رخصت کرنے لگے۔ہم لوگ الوداعی مصافحہ کرنے کے بعد باہر کھڑی Toyota ہائی ایس گاڑیوں میں سوار ہو گئے۔مرکز کا سیاہ رنگ کا بڑا گیٹ کھلا اور گاڑیاں کابل ایئر پورٹ کی طرف بڑھنے لگیں۔آریانہ چوک پر پہنچ کر گاڑیاں بائیں جانب مڑیں اب ہمارے دائیں جانب آریانہ ہوٹل نظر آ رہا تھا۔سڑک کے دونوں اطراف قطار در قطار چیڑھ کے درخت بہت بھلے معلوم ہو رہے تھے۔کابل شہر کی خوبصورتی وہی لوگ بتا سکتے ہیں جنہوں نے کابل دیکھا ہے (من کابل دیدم)

آریانہ چوک پر کھڑا مستعد ٹریفک وارڈن چستی سے (رائٹ ہینڈ ڈرائیو) ٹریفک کے بہاؤ کو رواں رکھے ہوئے تھا۔آریانہ ہوٹل سے آگے بائیں جانب امریکی سفارت خانہ سڑک کے کنارے واقع ہے اور سڑک کے اس کنارے پر دور تک مختلف ممالک کے سفارت خانے ہی واقع ہیں۔اسی ائیر پورٹ روڈ پر تھوڑا آگے جا کر دائیں جانب قول اردو (چھاؤنی) واقع ہے۔ہماری گاڑیاں امریکی سفارت خانہ اور قول اردو کے قریب سے گزرتے ہوئے اگلا چوک بھی کراس کر گئیں اس چوک سے بائیں طرف روڈ پر چہار صد بستروں پر مشتمل وزیر اکبر خان ہسپتال موجود ہے۔اور دائیں جانب کمرشل ایریاز، مارکیٹیں اور تجارتی مراکز واقع ہیں۔گاڑیاں آگے بڑھیں تو کابل ائیر پورٹ کے آثار واضح ہونے لگے۔

ہمیں چونکہ وزارتِ دفاع کی جانب سے فضائی سفر کا حکمنامہ ملا ہوا تھا۔اس لیے ہم فوجی راستے سے ائیر پورٹ کی طرف مڑ گئے۔سیکیورٹی گیٹ پر ہم نے اپنا سفری اجازت نامہ دکھایا تو سرسری تلاشی کے بعد ہمیں اندر جانے کی اجازت مل گئی۔اب ہماری گاڑیاں سیدھی ائیر پورٹ پر کھڑے C-130 ٹائپ ٹرانسپورٹ طیارہ کے قریب جا کر رُکیں۔لمبی چوڑی قطاریں اور انتظار گاہ میں رُکنے کی ہمیں ضرورت نہ تھی۔نہ تردد نہ ہی تکلفات۔بس سیدھا سادہ کام۔ایسے طیارے کو جس میں چار انجن لگے ہوں افغان اُسے چار مشین طیارہ کہتے ہیں ائیر پورٹ پر دور دور تک طیارے اور ہیلی کاپٹر اپنی اپنی جگہوں پر کھڑے تھے۔طیارے کا پچھلا دُم والا حصہ کھلا ہوا تھا۔گاڑیوں سے اتر کر ہم ایک راہبر کی معیت میں دُم والے راستہ سے گزرتے ہوئے طیارے کے اندر داخل ہو گئے۔جہاز کے اندر عجیب ہی منظر تھا۔اس میں بہت سی قوموں اور نسلوں کے لوگ سوار تھے۔ایسا لگتا تھا جیسے مچھلی منڈی لگی ہو۔پشتون، فارسی بان، زابلی، کابلی، ازبکی، اور ہم پاکستانی پنجابی، بلوچی، سندھی اور سرحدی جہاز میں سوار تھے۔

لگ مخ تشہ:

تمام مسافر اپنی اپنی چادریں طیارے کے فرش پر بچھا کر بیٹھے ہوئے تھے۔ہم نے داخل ہوتے ہی سلام کیا اور خیر جوڑ تکڑا کے بعد کندھے سے

چادریں اُتار کر مناسب جگہ پر بچھائیں۔ اور بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر بعد اعلان ہوا کہ (لگ مخ تشہ) تھوڑا آگے سرک جاؤ۔ ہم لوگوں نے چادریں اُٹھائیں اور تھوڑا سا آگے سرک کر بچھادیں۔ آگے سرکنے کی وجہ یہ تھی کہ ایک 4x4 گاڑی جو قندوز محاذ کی جنگی ضرورت تھی کابل سے روانہ کی جارہی تھی۔ اور طیارہ میں گاڑی بھی لادنی تھی۔ طالبان ہاتھوں میں تسبیحیں تھامے دو دو دانے اکٹھے گراتے ہوئے ہونٹوں کی جنبش دیے ہوئے تھے۔ ذکر اذکار کی یہ کیفیت بہت بھلی دکھائی دیتی تھی جلد ہی طیارے کے اندر کا ماحول پر نور ہو گیا۔

پائلٹ یا مکینک :

مجاہدین جہادی جذبہ سے سرشار قندوز محاذ کی جانب جانے پر بہت خوش نظر آرہے تھے۔ جہاز کا پائلٹ ایک سائیکل پر سوار ہو کر آیا۔ اس نے سائیکل سٹینڈ پر کھڑی کی اور خراماں خراماں جہاز کی جانب آ گیا۔ جب وہ کاک پٹ میں داخل ہوا تو ہم نے آپس میں سرگوشیاں کرتے ہوئے کن اکھیوں سے اُس کی طرف دیکھا۔ ہمیں تو وہ کوئی مکینک لگتا تھا۔ شاید طیارہ کی کوئی خرابی دور کرنے آیا ہو۔ بالکل سادہ لوح اور بھلا معلوم ہوتا تھا۔ پائلٹ تو وہ کسی طرح بھی نہ لگتا تھا۔ کیونکہ دوسرے ممالک کی ایئر لائنز کے پائلٹ تو بڑے سوٹڈ بوٹڈ اور کیپ و چشمہ پہنے ہوئے طمطراق سے یونیفارم پر اپنے بیج سجائے پھرتے ہیں اور یہ شخص انتہائی سادہ اور بھولا بھالا معصوم سا لگتا تھا۔

طیارے کے چکر اور بے ہوش طالب :

اس سادہ لوح باریش پائلٹ نے طیارہ سٹارٹ کیا اور ہائیڈرالک سسٹم کے ذریعے طیارے کا دُم والا حصہ بند کر دیا۔ طیارہ رن وے پر دوڑنے لگا۔ اور پھر ٹیک آف کر گیا۔ اب طیارہ فضاء میں تھا۔

راقم کی زندگی کا یہ پہلا فضائی سفر تھا۔ کابل کے شمال کی جانب کوہ ہندوکش پر دشمن مورچہ زن تھا۔ اور اس علاقہ کے اوپر سے گزر کر ہی طیارہ نے قندوز جانا تھا۔ کسی حملہ کے پیش نظر طیارے نے کابل شہر کے گرد فضاؤں میں تین بڑے بڑے چکر کاٹے اور مسلسل بلندی کی طرف محو پرواز رہا تاکہ طیارہ دشمن کی اینٹی ایئر کرافٹ گنوں کی زد سے دور نکل جائے۔ راقم اپنے پہلے فضائی سفر کا لطف اُٹھانے کیلئے طیارہ اُڑتے ہی کھڑکی کی جانب آ گیا تھا تاکہ افغانستان کے روح پرور مناظر کا فضائی نظارہ کر سکے۔ طیارہ کے چاروں انجنوں کا انتہائی شور سمع خراشی کر رہا تھا۔ میں سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ دنیا کے تمام مسافر اتنے شور میں کیسے سفر کر لیتے ہیں۔ بعض مسافروں کے کانوں سے اس شور کی وجہ سے خون بہہ نکلتا ہے۔ راقم کے کان بھی انجنوں کی گڑگڑاہٹ اور گونج سے بجنے لگے۔ میں نے ایک ساتھی کو اونچی آواز میں مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ یار اس فضائی سفر سے تو بہتر تھا کہ ہم پیدل ہی قندوز چلے جاتے۔ خیر طیارے کی زوردار آواز سے توجہ ہٹانے کیلئے پھر کھڑکی سے باہر افغانستان کے کوہ و دامن کے نظاروں میں کھو گیا۔ راقم بیرونی مناظر دیکھنے میں منہمک تھا کہ اچانک ایک پشتون طالب مجھ پر آن گرا۔ میں حیران ہوا کہ اتنے شور میں یہ طالب کیسے سو گیا؟ پھر مجھے وہ محاورہ یاد آیا کہ نیند تو سولی پر بھی آ جاتی ہے۔ راقم جو کہ پہلے ہی برف پوش پہاڑوں کے نظارے لے رہا تھا ساتھی کے گرنے سے یہ سلسلہ ایک لمحے کے لیے ٹوٹا لیکن دوسرے ہی لمحے میں پھر سے خیالات کے تانے بانے بننے لگا۔ نیچے تاحد نگاہ پہاڑ ہی پہاڑ ایستادہ تھے۔ جن کے قریب باریک سی بل کھاتی ایک لکیر میری سمجھ کے مطابق کوئی سڑک تھی۔ تھوڑی ہی دیر گزری کہ ایک اور ساتھی دھڑام سے طیارے کے فرش پر گرا۔ میرے خیالات میں چلنے والی فلم کا تو جیسے فیتہ ہی کٹ گیا۔ یا خدائے پاک خیر ہو۔ میں نے بیزاری سے سوچا ماجرا کیا ہے؟ موصوف پر نظر ڈالی تو یہ دیکھ کر حیران ہو گیا کہ موصوف نیند کی وجہ سے نہیں گرا بلکہ وہ تو بے ہوش معلوم ہوتا تھا۔ پھر طیارے کے اندرونی ماحول پر نظر دوڑائی تو عجیب و غریب منظر تھا۔ کسی کے منہ سے رال بہہ رہی تھی تو کسی کے منہ سے نسوار کی رطوبت ٹپک رہی تھی۔ ارے میں تو اندرونی ماحول سے بے خبر باہر کے نظاروں میں کھویا ہوا تھا۔ نہ جانے اندر یہ معاملہ کیسے ہو گیا۔ کچھ ہوش مند ساتھی بے ہوش ساتھیوں کو ہوش میں لانے کیلئے ان کے ہاتھ پاؤں مل رہے تھے۔ اسی ماحول میں کاک پٹ کا دروازہ کھلا اور پائلٹ کا معاون اونچی آواز میں ہاتھ کا اشارہ کرتے ہوئے کہنے لگا (لگ شا تا سا) تھوڑا سا پیچھے سرک جاؤ! طیارہ اب قندوز ایئر پورٹ پر لینڈ کرنے لگا ہے۔ اتنے میں ساتھی بھی ہوش میں آنے لگے۔ میں نے لمحہ بھر سوچا کہ یہ کیا معاملہ تھا؟ دراصل قصہ یہ تھا کہ اکثر ساتھی طیارہ میں آکسیجن کی کمی کی وجہ سے بے ہوش ہو گئے تھے۔ کیونکہ دشمن کی رینج سے طیارے کو بچانے کیلئے پائلٹ کو نہایت اونچی اڑان بھرنا پڑتی تھی۔

طیارے نے قندوز شہر کے تین فضائی چکر لگائے اور آخر تیسرے چکر میں وہ رن وے پر اتر گیا۔ طیارہ ہینگر میں جا کر کھڑا ہوا اور ہم لوگ نیچے اتر آئے۔ وہاں پر پہلے سے موجود ہمارے ساتھی ہمیں وصول کرنے آئے ہوئے تھے۔ اور گاڑیاں بھی موجود تھیں۔ جبکہ دوسری برادر تنظیموں کے مجاہد ساتھی

بسوں میں سوار ہوکر اپنے اپنے مراکز میں پہنچنے کو بے تاب تھے۔

ہمارے قافلہ کی وصولی کیلئے تین گاڑیاں آئی ہوئی تھیں۔ راقم کو وہاں کے امیر سلطان بھائی کے ساتھ کیبن میں جگہ ملی۔ جونہی ہم ائیر پورٹ سے باہر نکلے تو سڑک کنارے لگی خاردار تار ائیر پورٹ کی نشاندہی کر رہی تھی۔ تھوڑا مزید آگے بڑھے تو ائیر پورٹ کی حدود میں ایک عدد دو مشین طیارہ تباہ حال کھڑا تھا۔ راقم نے اس طیارے کے بارے میں سلطان بھائی کو اشارہ کیا تو انہوں نے مسکراتے ہوئے قندوز ائیر پورٹ کی عجیب سی داستان سنانی شروع کر دی۔

بلبوں پر لوٹے اور قندوز ائیر پورٹ:

بقول سلطان بھائی قندوز ائیر پورٹ خالص جنگی بنیادوں پر کام کر رہا ہے۔ کیونکہ قندوز پہلے مکمل طور پر دشمن کے محاصرہ میں تھا۔ اور یہی ائیر پورٹ طالبان کیلئے لاجسٹک سپورٹ کیلئے واحد راستہ تھا۔ یہ ائیر پورٹ خاصی اہمیت کا حامل تھا۔ طالبان کی ہر قسم کی کمک صرف اسی ائیر پورٹ کی مرہون منت تھی۔ کیونکہ تمام زمینی راستے دشمن کے علاقوں سے ہو کر گزرتے تھے۔ اور ان راستوں سے کمک کا پہنچنا ناممکن سی بات تھی۔ سامنے دور بیٹھے دشمن کی نگاہیں ائیر پورٹ پر جمی رہتی تھیں۔ طالبان کو زخمیوں کے لے جانے اور نئی کمک لانے میں بہت سی مشکلات کا سامنا تھا۔

کابل یا قندھار سے جب طیارہ فضاء میں اڑتا تو مخابرہ پر قندوز میں متعلقہ افراد کو اس کی اطلاع کر دی جاتی تھی۔ دن کے اوقات میں کوئی نقل و حرکت نہ کی جاتی تھی صرف رات کے اوقات میں ہی پروازیں اترتی اور چڑھتی تھیں۔ بارہا ایسا بھی ہوا کہ کابل یا قندھار سے طیارہ اُڑا۔ انہوں نے قندوز اطلاع کر دی کہ تیاری کر لیں۔ ادھر دشمن نے بھی قندوز ائیر پورٹ کو نشانہ بنا کر میزائل داغ دیئے۔ جس سے رن وے پر گڑھے پڑ جاتے۔ پھر طالبان مجاہدین بڑی سرعت اور ہنرمندی کے ساتھ گاڑیوں میں مٹی بھر کر لاتے اور ان گڑھوں میں ڈال کر اوپر سے گاڑیاں چلا کر ہموار کر دیتے تھے۔ جب طیارے کی گڑگڑاہٹ سے اس کے آنے کا اندازہ ہو جاتا تو پھر رن وے پر لگے بلب جن پر لوٹے الٹا کر اس لیے رکھے جاتے تھے کہ دشمن تک ان کی روشنی نظر نہ آئے اور مدھم ہو جائے۔ طیارہ کے قریب پہنچ جانے پر دونوں اطراف میں قطار اندر قطار تین تین بلبوں سے وقتاً فوقتاً لوٹے اُٹھائے اور رکھے جاتے تاکہ پائلٹ کو ائیر پورٹ کی نشاندہی ہو جائے۔ انہی لمحوں میں دشمن پھر میزائل داغ دیتا۔ یوں میزائلوں کی سلامی اور گوریلا وار کے ماحول میں طیارہ خطرناک طریقہ سے لینڈ کر جاتا تھا۔

سلطان بھائی نے تباہ شدہ طیارے کے متعلق بتاتے ہوئے کہا کہ اس طیارے کے پائلٹ کو مشکل رہنمائی کی ٹھیک طور پر سمجھ نہ آسکی تھی۔ اور رن وے پر اترتے ہی رہنمائی والی بتیاں بجھ گئیں تو اندھیرے کی وجہ سے طیارہ غلط روٹ پر چل پڑا اور پھر رن وے کے کھڈوں میں سے گزرتے ہوئے لڑکھڑاتا ہوا سائیڈ کے بل گرا اور جزوی طور پر تباہ ہو گیا۔ اس سانحہ میں تین ساتھی بھی شہید ہو گئے تھے۔

قندوز ائیر پورٹ پر طیارہ کے اترنے اور رُکتے ہی پہلے سے موجود مستعد اور چاک و چوبند طالبان اسے خالی کر دیتے اور سٹارٹ طیارے کے اندر فوری طور پر زخمیوں اور واپس جانے والے افراد کو سوار کراتے اور آناً فاناً طیارہ ناک کی سیدھ میں اڑان بھر کر یہاں سے دور کابل و قندھار کی جانب پرواز کر جاتا۔

پائلٹوں کی قندوز ائیر پورٹ لینڈنگ پر مسابقت:

سخت نامساعد حالات کو دیکھتے ہوئے پائلٹوں نے قندوز ائیر پورٹ پر لینڈنگ کرنے سے جواب دے دیا تو وزارت دفاع نے اس کا حل یہ نکالا کہ قندوز ائیر پورٹ پر لینڈنگ کرنے والے پائلٹوں کیلئے پچاس لاکھ افغانی روپے (پاکستانی پانچ ہزار روپے) بطور انعام دینے کا اعلان جاری کر دیا۔ اس اعلان نے پائلٹوں کے درمیان مقابلہ بازی کی فضاء پیدا کر دی اور وہ ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوششیں کرنے لگے۔ اور انعام حاصل کرنے کیلئے بخوشی قندوز ائیر پورٹ پر طیارے لینڈ کرنے پر راضی ہو گئے۔ وہ زیادہ سے زیادہ اس پیش کش سے فائدہ اُٹھانے لگے۔ جس کی وجہ سے اب تک مجاہدین کو برابر کمک پہنچتی رہی ہے۔ وزارتِ دفاع کا یہ اقدام کافی کارگر ثابت ہوا۔

تپہ چہل دختران:

قندوز کا محاذ ملا داد اللہ کی کمان میں ڈٹا ہوا تھا۔ ان کی نظامت میں 6000 (چھ ہزار) مجاہدین نے کمال صبر و شجاعت سے قندوز میں اپنے دن گزارے۔ یہیں پر ملا داد اللہ کی حوصلہ مند باتیں بعد میں افغان مجاہدین کے درمیان قول کا روپ دھار گئیں۔ قندوز ائیر پورٹ شہر سے 15 کلومیٹر باہر واقع تھا۔ عموماً کابل کے علاوہ افغانستان کا ہر ائیر پورٹ اسی اصول پر تعمیر ہے۔ ٹوٹی پھوٹی سڑکوں پر رواں دواں گاڑی شہر میں واقع ایک ٹیکسٹائل مل سے

متصلہ سڑک سے ہوتی ہوئی محلّہ ''تپہ چہل دختران'' میں واقع ہمارے اوطاق پر جا رُکی۔ ساتھیوں نے گرمجوشی سے ہمارا استقبال کیا اوطاق میں دوپہر کا کھانا تیار تھا۔ سب نے مل کر کھانا کھایا اور حسب معمول قیلولہ کیا۔ تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد کنویں سے پانی نکال کر غسل کیا۔ اور نماز ظہر با جماعت ادا کی۔ نماز کے بعد سبز چائے کا دور چلا اور ساتھی ایک دوسرے کے ساتھ گپ شپ میں مصروف ہو گئے۔

یہاں پر نئے و پرانے ساتھیوں سے ملاقات ہوئی۔ کچھ ہمارے عرصہ دراز سے بچھڑے ہوئے ساتھی بھی ملے۔ خوب جی بھر کر باتیں ہوئیں۔ سب ساتھی خوش تھے کہ رزم گاہیں پھر سے سجنے کو ہیں۔ دیکھیں لیلائے شہادت کس کس کو نصیب ہوتی ہے۔ اور تعرض کا مزہ کیسا رہے گا۔ کیونکہ دوران جنگ ایثار و قربانی اور شجاعت و بہادری کی نئی نئی داستانیں رقم ہونے کو تھیں۔ ہر ساتھی اپنے جذبہ اور سچی لگن کے ساتھ دین اسلام کی رفعت اور اعلائے کلمۃ اللہ کی سربلندی کیلئے سرفراز ہونے کو بے تاب نظر آرہا تھا۔

قندوز سے تالقان:

یہاں کا منظر کچھ ایسا تھا کہ ائیرپورٹ کی جانب سے دور کے پہاڑ دھندلے سے نظر آرہے تھے۔ تو دوسری طرف میدانی علاقہ بالکل پنجاب کی طرح ہے۔ زرعی اور زرخیز علاقہ ویسے ہی لہلہاتے کھیت جہاں گندم، چاول، کپاس، تربوز وغیرہ کاشت ہوتے ہیں۔ یہاں پر فصلوں کو سیراب کرنے کیلئے وافر پانی بھی موجود ہے۔ سب سے مزے کی بات یہ کہ یہاں پر پاکستان کے مشہور شہر فیصل آباد سے بنوائے گئے بٹالہ انجینئرنگ ورکس کے زرعی آلات بھی پائے جاتے ہیں۔ ان میں تھریشر، گندم کی کٹائی اور مونجی کی چھٹائی والے آلات بطور خاص قابل ذکر ہیں۔ اور پھر ان زرعی آلات کی تاجکستان تک فروخت بھی ہوتی ہے۔

قندوز شہر کی شاہراہ کے دونوں جانب چنار کے درخت کھڑے ہیں۔ چنار کے درختوں کی بہتات کی وجہ سے پورے شہر میں ٹھنڈی چھاؤں رہتی ہے۔ اور ان درختوں کو سیراب کرنے کیلئے باقاعدہ کھالوں کی صورت میں نظام بھی رائج ہے۔

قندوز سے دو دن بعد ہماری تشکیل تخار کیلئے ہو گئی۔ راقم قندوز سے ٹویوٹا گاڑی میں بیٹھ کر تخار ولایت (صوبہ) کے شہر تالقان کیلئے روانہ ہوا۔ سڑک پختہ اور ہموار تھی۔ البتہ کہیں کہیں سے سڑک مارٹر اور ایم بی میزائلوں سے متاثر نظر آتی تھی۔ راستے کے دونوں اطراف میں چاول کے لہلہاتے کھیت اپنی بہار کا پتہ دے رہے تھے۔ راستہ میں قندوز کا ضلع خانہ آباد بھی آیا۔ یہ علاقہ کسی وقت طالبان کا مشہور خط رہا تھا۔ اور درہ بنگی بھی اسی راستہ میں آتا ہے۔ جونہی دریائے بنگی کا پل کراس کیا تو وہاں پر جا بجا اجڑی بستیاں دیکھنے کو ملیں۔ مزید پندرہ بیس منٹ کے سفر کے بعد صوبہ تخار کی حدود شروع ہو گئیں۔ یہ علاقہ بھی کافی زرخیز ہے اور افغانستان میں اس کی زرخیزی بہت معروف ہے۔ یہاں کے بڑے بڑے پہاڑوں کی انفرادی خصوصیت یہ ہے کہ یہ خالص مٹی کے پہاڑ ہیں اور انہی پہاڑوں پر کسان لوگ اپنے بیلوں کی مدد سے ہل چلا کر گندم وغیرہ کاشت کرتے ہیں۔ جب فصلیں پکنے کے قریب ہوتی ہیں تو یہ پہاڑ خوشنما سبزے سے لہراتے ہوئے دلکش منظر پیش کرتے ہیں۔ مٹی کے ان پہاڑوں پر موسم بہار میں ہر طرف جب ہریالی ہی ہریالی ہوتی ہے تو وہاں پر بکثرت خوبصورت سرخ رنگ کے پھول کھِل اُٹھتے ہیں جن کو مقامی طور پر گُلِ لالہ کہہ کر پکارا جاتا ہے ان پھولوں کی خاصیت یہ ہے کہ یہ پھول صبح کو کھلتے ہیں اور شام تک جھڑ جاتے ہیں۔ پھر اگلے دن نئے پھول کھِل جاتے ہیں۔ اور یہ سلسلہ تقریباً ایک ماہ تک موسم بہار میں جاری رہتا ہے۔ اس دوران یہ پورا علاقہ ایسے دکھائی دیتا ہے جیسے زمین نے کسی سرخ قالین کو سبز بیل بوٹوں سے منقش کروا کر شال کی طرح اوڑھ لیا ہو۔ پورا علاقہ طلسماتی محل اور پریوں کے دیس کا روپ دھار لیتا ہے۔

تالقان میں داخل ہونے کیلئے دریائے تالقان کے پل سے گزرنا پڑتا ہے۔ دریا پار کر کے ہم شہر میں داخل ہو گئے اور 9 اگست 1998 کو تالقان فتح کر لیا۔ شہر کو فتح ہوئے ابھی تین سے چار روز ہوئے تھے اور ہمارا مرکز یہاں قریب ہی ایک بند سکول میں واقع تھا وہاں پہنچے تو تمام ساتھی بچھڑے ہوئے بھائیوں کی طرح ملے۔ اس طرح ہمارے صبح سویرے شروع ہونے والے سفر کا اختتام تالقان شہر میں قریباً ساڑھے دس بجے کے قریب ہوا۔

تالقان کا ذکر احادیث میں:

تالقان ایک تاریخی حیثیت کا حامل شہر ہے۔ یہاں پہنچ کر ہم بہت خوش تھے۔ کیونکہ احادیث مبارکہ میں بھی اس شہر کا تذکرہ آیا ہے اور اس جگہ کی فضیلت بھی اسی وجہ سے ہمارے ذہنوں میں نقش ہے۔ راقم چند احادیث کا ذکر خیر کر کے عنداللہ ماجور ہونا چاہتا ہے۔

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ ''زہے نصیب تالقان! اس میں خزانے ہیں۔ لیکن یہ خزانے سونے چاندی کی صورت میں نہیں بلکہ وہ خزانے ایسے مردانِ کار ہوں گے۔ جو اللہ تعالیٰ کو پہچانیں گے جیسے پہچاننے کا حق ہوتا ہے اور وہ مہدی آخر الزماں کے مددگار ہوں گے'' (14-291 کنز العمال)

حضرت ابو ہریرہؓ کی ایک روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''میری امت کی ایک جماعت بیت المقدس کے دروازوں اور اس کے اردگرد لڑتی رہے گی اور ایک جماعت انطاکیہ اور اس کے اردگرد لڑتی رہے گی۔ اور ایک جماعت تالقان اور اردگرد لڑتی رہے گی یہ لوگ حق والے ہوں گے اور اپنے مخالفین کی اور معاونین کی پرواہ نہیں کریں گے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تالقان سے اپنا خزانہ نکالیں گے۔ اور اس کے ذریعے سے دین کو زندہ کریں گے جیسا کہ اس سے پہلے دین کو مٹایا گیا ہوگا''
(فضائل جہاد 1257 ابن عساکر)

نوٹ: اس حدیث مبارکہ میں طالبان کیلئے بڑی بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنا خزانہ بیان فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو مٹے ہوئے دین کو زندہ کرنے کا ذریعہ بنائے گا اور یہی حضرت مہدی کے اولین مددگار ہوں گے (انشاءاللہ)

ابو عبداللہ نعیم بن حمادؒ نے کتاب الفتن میں روایت کیا ہے کہ امام زہریؒ نے فرمایا:

''کالے جھنڈے مشرق سے نکلیں گے ان کی قیادت ایسے لوگ کر رہے ہوں گے جو جھولدار اونٹوں کی مانند ہوں گے ان کے بال بہت زیادہ ہوں گے اور زیادہ تر دیہاتوں کے باسی ہوں گے۔'' (ہر مجدون)

نوٹ: اس حدیث میں طالبان کی چند صفات بیان کی گئیں ہیں مثلاً وہ ڈھیلے ڈھالے لباس زیب تن کیے ہوں گے۔ ان کے بال گھنے ہوں گے۔ وہ دیہاتوں کے باسی ہوں گے اور ان کے نام علاقائی اور تعظیمی ہوں گے۔ جیسے ملا عمر مجاہد، ملا وکیل احمد متوکل، ملا عبدالغنی برادر، ملا عبدالمنان حنفی، ملا عبدالسلام ضعیف وغیرہ۔ یہ ان طالبان کمانڈروں کے اصل نہیں بلکہ جہادی نام ہیں۔

امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ

''کالے جھنڈے خراسان سے نکلیں گے تو جب وہ خراسان کی گھاٹی سے اتریں گے تو اسلام کی طلب میں اتریں گے کوئی چیز ان کے آڑے نہیں آئے گی۔ سوائے اہل عجم کی جھنڈیوں کے جو مغرب سے آئیں گی۔'' (کنز العمال: 1-362)

''خراسان'' افغانستان کا پرانا نام ہے۔ جس میں بلوچستان اور سرحد خیبر پختونخواہ کا علاقہ وزیرستان وغیرہ بھی شامل ہے۔

ان احادیث کا حاصل یہ ہوا کہ حضرت مہدی اور ان کے رفقاء خراسان سے نکلیں گے۔ ان کے جھنڈے کالے ہوں گے (جیسا کہ القاعدہ کا جھنڈا کالا ہے) یہ لوگ اسلام کی طلب میں نکلیں گے۔ عجمیوں کے سوا ان کے راستہ میں کوئی رکاوٹ نہ ڈال سکے گا۔ اور حضرت علیؓ کی تالقان کے بارے میں حدیث مبارکہ ''اللہ تعالیٰ تالقان سے اپنا خزانہ نکالے گا'' (طالبان ان کا خزانہ ہیں) دیہاتوں کے باسی ہوں گے۔ طالبان کی اکثریت دیہاتی علاقوں سے تعلق رکھتی ہے۔ گھنے بال اور ڈھیلے ڈھالے لباس بھی طالبان کا لبادہ ہیں۔ سیاہ پگڑیاں (ٹوپیاں) بھی طالبان پہنتے ہیں۔ اور سفید لباس ان کا پہناوا ہے۔ خاص علامات میں سے ان کی جہادی صفت کہ وہ آخری دم تک لڑتے ہیں۔

درج بالا احادیث کے تراجم اور مختصر توضیح طالبان کے پس منظر کے طور پر بیان کی گئی جس سے تالقان شہر کی فضیلت بیان کرنا بھی مقصود تھا کیونکہ ہماری تشکیل تالقان میں ہو چکی تھی۔ تالقان میں ہمارا مرکز ایک بند پڑا ہوا سکول تھا۔ ہم تمام ساتھیوں نے مل کر اس کو رہنے کے قابل بنایا تھا۔ یہ سکول بہت خوبصورت تھا۔ اور تالقان کے مرکزی سکولوں میں سے ایک تھا۔ یہاں سلطان بھائی ہمارے امیر تھے۔ انہوں نے تمام ساتھیوں کی مختلف ذمہ داریاں لگائیں۔ اب سب سے پہلے اور اہم کام مخابرہ کو فعال کرنے کا تھا۔ تاکہ اپنے مرکز سے فوری رابطہ کر کے بحفاظت پہنچنے کی اطلاع کر دی جائے۔

وہاں پر خالد بھائی مخابرہ سسٹم کے ذمہ دار تھے۔ خالد بھائی ایک ہاتھ سے معذور تھے اور ساتھیوں میں کے۔ ٹو کے نام سے معروف تھے۔ راقم ایک درخت کے نیچے کھڑا اپنے سامنے ایک ہاتھ سے معذور خالد بھائی کے ٹو کو بڑی دلچسپی اور توجہ سے مصروف عمل دیکھ رہا تھا کہ وہ کتنی مہارت کے ساتھ وائرلیس انٹینا لگانے میں مصروف عمل ہیں۔ اس طرح مشتاق نظروں سے دیکھتے ہوئے خالد بھائی نے راقم کو دیکھا تو بڑے پیار سے بولے ''حیات اللہ بھائی کیا سوچ رہے ہو؟''

میں نے کہا!

کچھ نہیں بس آپ کو کام کرتا ہوا دیکھ رہا ہوں۔ اگر میری مدد کی ضرورت ہو تو میں حاضر ہوں۔

انہوں نے کہا کیوں نہیں۔

میں تو پہلے ہی ان کا ہاتھ بٹانے کی سوچ رہا تھا۔ ان کے ساتھ انٹینا لگانے کیلئے ہولیا۔ میں دل ہی دل میں بہت خوش ہو رہا تھا کیونکہ مجھے مخابرہ کی آپریٹنگ میں بہت دلچسپی تھی۔ جلد ہی انٹینا سیٹ ہوگیا۔ اس کے بعد بھائی خالد کے ٹو نے مخابرہ کے ساتھ کوائل لگانے کے بعد ٹیون کر کے رابطہ شروع کر دیا۔ کابل، قندوز وغیرہ ہوا کی لہروں کے دوش پر سینکڑوں میل دور طے شدہ رموز (کوڈ) الفاظ میں خالد بھائی نے تمام صورتحال مرکز کے مخابرہ آپریٹر کے گوش گزار کر دی۔

مخابرے کی ابتدائی تربیت اور قندوز تشکیل:

راقم کی توجہ اور شوق و ذوق کو بھانپتے ہوئے ایک روز خالد بھائی کے ٹو نے پوچھا۔

حیات اللہ بھائی مخابرہ سیکھو گے؟

لمحہ بھر کے وقفہ کے بعد میں نے ہاں کر دی تو سب سے پہلے انہوں نے راقم (مجھے) کو P-T-T (پریس ٹو ٹاک) سوئچ کا بتایا۔ اس کے بعد خالد بھائی میرے استاد محترم بن گئے۔ اور انہوں نے بڑی شفقت اور محبت کے ساتھ تین چار دنوں میں ہی میری ابتدائی تربیت مکمل کر دی۔ اور میں مخابرہ آپریٹ کرنے کی کوششیں کرنے لگا۔ لیکن اس شعبہ میں مہارت تو وقت اور تجربے کے ساتھ ہی آنا تھی۔ البتہ بفضل تعالیٰ میں کسی قدر مخابرچی (وائرلیس آپریٹر) کے فرائض سرانجام دینے کے قابل ہو چکا تھا۔

راقم کو خبر بھی نہ ہوئی کہ کب استاد محترم نے میری دلچسپی اور دلجمعی کو بھانپتے ہوئے سلطان بھائی کو قائل کیا اور راقم کی تشکیل شعبہ مخابرہ میں کروا لی۔ انہی دنوں قندوز میں ایک مخابرہ آپریٹر کی اشد ضرورت پڑ گئی۔ مزید دو تین دن گزرنے کے بعد سلطان بھائی راقم کو قندوز مرکز تپہ چہل دختران لے گئے۔ وہاں کا مخابرہ روم مجھے دکھایا اور میری ذمہ داریاں مجھے سمجھاتے ہوئے کمرہ میرے حوالے کر دیا۔

یہ ایک بہت بڑی اور اہم ذمہ داری تھی جو راقم کو سونپ دی گئی تھی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے راقم اپنی ذمہ داریوں کو احسن طریقہ سے سرانجام دینے کیلئے ذہنی طور پر مکمل تیار تھا۔ اور اخلاص اور جذبہ سے اپنے کام میں جُت گیا۔

مخابرے کی دنیا بھی ایک الگ ہی دنیا ہوتی ہے۔ میرے اس کمرے میں پٹواریوں والی میز کی طرح ایک خوبصورت میز، فرش پر قالین اور تکیے وغیرہ دیواروں پر آویزاں نقشے جن میں افغانستان اور پاکستان و کشمیر میں موجود رابطہ پوائنٹ نشان زد کیے ہوئے تھے۔ H.F (ہائی فریکونسی) کے خوبصورت وائرلیس رسیور، جدید ہیڈ فون وغیرہ موجود تھے۔ اس کمرہ میں راقم کو ایک معاون بھی دیا گیا تھا۔

شروع شروع میں تو وائرلیس آپریٹر (مخابرچی) خوش ہوتا ہے کہ یہ خاصا آرام دہ کام ہے۔ لیکن چند دنوں میں رابطوں کے تواتر میں ہر وقت حاضر جواب اور چاک و چوبند رہنے سے دماغ کی چولیں تک ہل جاتی ہیں پھر آٹے دال کا بھاؤ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کام کس قدر مشکل اور حساس ہے۔ ذرا سی لاپرواہی اور چھوٹی سی غلطی بہت بڑے نقصان کا سبب بن جاتی ہے۔ اس کے علاوہ یہ شعبہ انتہائی حساس نوعیت کا حامل ہوتا ہے۔ اور ہر کسی کی یہاں پر تشکیل نہیں کی جاسکتی۔ اور نہ ہی فوج کی طرح ڈیوٹی ٹائم مقرر ہوتا ہے کہ بس آٹھ یا دس گھنٹے کام کرنا ہے۔ اور گفتگو تو بہت ہی حاضر دماغی کے ساتھ برجستہ کی جاتی ہے۔ سیدھے سادے پیغام نہیں ہوتے کہ روانی کے ساتھ بول دیے جائیں بلکہ بڑے نپے تلے خاص الفاظ سے گفتگو جاری رکھی جاتی ہے۔

مخابرے کے ذریعے گوریلا جنگ:

دوران جہاد مخابرہ (وائرلیس) کی بھی گوریلا جنگ چلتی ہے۔ اور پیغامات کمانڈو ایکشن کی طرح مخابرے پر نشر کیے جاتے ہیں۔ جو مرموز (کوڈ) الفاظ سے مزین ہوتے ہیں۔ ہر مخابرچی اپنے طے شدہ مرموز الفاظ میں پیغام نشر کرتا ہے۔ تاکہ دشمن اُن پیغامات کو پکڑے جانے کی صورت میں نہ سمجھ سکے۔ دوسری طرف وصول کرنے والا مخابرچی بھی پیغام کے مرموز الفاظ کی حقیقت کو جان کر متعلقہ افراد کو آگاہ کر دیتا ہے۔ اُسے آنے والے پیغامات کو سمجھنے کے بعد ڈی کوڈ کرنا ہوتا ہے۔ اور نظام الاوقات کے بغیر ہی اس کام میں مصروف رہنا پڑتا ہے۔

دوران جنگ لاجسٹک پیغامات کی ترسیل کے وقت حالات کی نزاکت کو پیش نظر رکھا جاتا ہے۔اور موقع کی مناسبت سے یہاں اردو، انگریزی، فارسی، پشتو، پنجابی، سرائیکی وغیرہ الفا، برائیو وچارلی قسم کی زبانوں کا ملغوبہ استعمال کیا جاتا ہے۔حتیٰ کہ کھانسنا بھی اپنے اندر ایک مفہوم رکھتا ہے۔

ہفت روزہ ضرب مومن کا قلمی جہاد:

راقم اپنے فرائض بخوبی سرانجام دیتا رہا۔راقم کے پاس ہر کسی کی رسائی نہ تھی۔وزارتِ دفاع کی منظوری سے راقم کے پاس 'ہفت روزہ ضربِ مومن'' سے منسلک نمائندے محاذوں کی تازہ ترین صورتحال دریافت کرنے کیلئے آتے رہتے تھے۔کابل میں ان کا مکمل نیٹ ورک موجود تھا۔اورانہوں نے یہاں پر افغان امور سے متعلق اپنے نمائندے رکھے ہوئے تھے۔انہی نمائندوں میں سے ایک محبوب الرحمٰن نامی نمائندہ جانفشانی سے اپنے فرائض منصبی ادا کرنے میں مصروفِ عمل رہتا تھا۔ایک دن قندوز مرکز میں وہ میرے پاس پہنچے (یہ نمائندہ اکثر شمال کے محاذوں کے متعلق خبریں اکٹھی کرنے کیلئے ہفتہ بھر یہاں ٹھہرتا اور محاذوں کی تازہ ترین خبریں لے کر بذریعہ ضربِ مومن قارئین تک پہنچایا کرتا تھا۔) مجھے کہنے لگا کہ میں نے ''ملا برادر'' صاحب سے اجازت لے لی ہے کہ میں بچشم خود محاذ پر (خط اول) جا کر کوریج وغیرہ کرلوں کل ایک ہیلی کاپٹر جنگی اخراجات وغیرہ دینے کیلئے وہاں جارہا ہے۔میں بھی ساتھ ہی جاؤں گا اور واپسی بھی اسی میں ہو جائے گی۔اگلے روز نمائندہ ہیلی کاپٹر میں سوار ہو کر چلا گیا اور مطلوبہ کوریج کا خاکہ بنا کر مطلوبہ تصاویر بنائیں اور واپس ہیلی کاپٹر میں سوار ہو گیا۔

واپسی پر ایک دلچسپ اور خطرناک صورتحال پیش آ گئی۔ہوا کچھ یوں کہ دوران پرواز تیکنیکی خرابی کے باعث ہیلی کاپٹر کے ایک حصہ میں آگ بھڑک اُٹھی۔پائلٹ کی حاضر دماغی اور مستعد عملہ کی چستی کے باعث ایک بڑا حادثہ ہوتے ہوتے رہ گیا۔

حاضر دماغ پائلٹ نے ہیلی کاپٹر ایک ٹیکری پر اتارلیا اور جفاکش عملے نے مٹی ڈال کر جلد ہی آگ پر قابو پالیا۔راقم کو اس حادثہ کی خبر نمائندے نے موقع پر ہی بذریعہ مخابرہ بتادی تھی۔راقم بڑی بے چینی اور اضطراب سے اس کی واپسی کا منتظر تھا۔خیر شام تک وہ نمائندہ خیر و عافیت کے ساتھ اوطاق واقع تپہ چہل دختران پہنچ گیا۔پھر مزے لے لے کر سب کو یہ واردات سنانے لگا۔مجھے کہنے لگا بھائی حیات اللہ! آج میں بچ گیا۔میں تو خبر لینے گیا تھا۔جبکہ آج میری خبر بن جانی تھی۔وہ گیا تو ہیلی کاپٹر میں تھا لیکن واپسی اخبار میں ہونی تھی۔''میں نے اس موقع پر چٹکلہ چھوڑتے ہوئے کہا۔

محبوب الرحمٰن صاحب جب آپ مجھے مخابرہ پر اس حادثے کی خبر سنا رہے تھے تو میں بس آپ سے آپ کی وصیت کے بارے میں پوچھنے ہی لگا تھا۔یہ سنتے ہی سب لوگ قہقہے لگا کر ہنسنے لگے اور محفل کشت وزعفران بن گئی۔

کابل میں موجود ہفت روزہ ضرب مومن کے نمائندے ملا خیل جہادی خبروں کے بھوکے ہی رہتے تھے۔فلاحی سرگرمیوں کی کوریج، جہادی خبریں ڈھونڈنا، انکی ترسیل کا نیٹ ورک قائم کرنا ان کا محبوب مشغلہ تھا۔طالبان تحریک اسلامی کو میڈیا پر نمایاں کرنے کا سہرا بلاشبہ ضربِ مومن کو ہی جاتا ہے۔

ملا خیل صاحب نے اس سلسلہ میں راقم سے رابطہ کر رکھا تھا۔راقم مستقل طور پر روزانہ کی بنیاد پر ان کو بمباری، محاذوں کی خبروں کے علاوہ طالبان کی جنگی فتوحات، کارناموں اور مفتوحہ علاقوں کی خبریں و سرگرمیوں کی رپورٹیں فراہم کرتا تھا۔

کابل، جلال آباد، خوست وغیرہ سے ''ضرب مومن'' کا عملہ خود ہی خبریں اکٹھی کرتا تھا۔شمال کی تصاویر وغیرہ راقم کسی آتے جاتے ساتھی کے ذریعے کابل بجھوا کر اپنے حصے کا ثواب سمیٹتا۔

تاریخ شاہد ہے کہ 'ہفت روزہ ضرب مومن'' کی اس قلمی جہاد پر مبنی کاوش سے پوری دنیا کے مسلمان مستفید ہوتے رہے اور بہت سوں نے اس کی معرفت راہِ جہاد اپنائی۔

ہفت روزہ ضربِ مومن نے جہاں مسلمانوں کو جہادی سرگرمیوں سے آگاہ کیا۔وہیں الرشید ٹرسٹ نے بھی اپنا عظیم کردار ساتھ ساتھ نبھایا۔

الرشید ٹرسٹ:

حضرت والا مفتی عبدالرشیدؒ کے لگائے ہوئے اس بیج نے بڑے ہو کر تناور درخت کی طرح گھنی چھاؤں بخشی اور فلاحی کاموں میں حصہ لے کر دین اسلام کی ترقی و سربلندی میں اہم کردار ادا کیا۔الرشید ٹرسٹ کی خدمات افغانستان میں کسی سے ڈھکی چھپی نہ تھیں۔انہوں نے غریب پروری کی بہت سی مثالیں قائم کیں۔الرشید ٹرسٹ کی فلاحی خدمت میں سرفہرست اول نمبر پر وہ مکینکل تندور (تنور) تھے جو ملک بھر میں عوام کی خدمت کا کام سرانجام

دے رہے تھے۔ایک سخت نظام کے تحت حق داروں کو مفت روٹی فراہم کی جاتی تھی۔جبکہ عام طور پر نہایت مہنگے داموں روٹی فروخت ہوتی تھی۔طالبان کے زیر کنٹرول علاقوں میں بھوک وافلاس میں گھرے ہوئے افراد الرشید ٹرسٹ کی اس فلاحی کاوش کو کبھی فراموش نہیں کر سکتے۔تنوروں کے علاوہ الرشید ٹرسٹ نے افغانستان میں قربانی کے گوشت کی معیاری پیکنگ میں ترسیل کر کے طالبان کی سہولتوں میں اضافہ کیا۔پانی کے کنویں، ہینڈ پمپس کی تنصیب مدرسوں اور مسجدوں کی تعمیر اعلیٰ معیاری اصولوں کے تحت کر کے صدقہ جاریہ کے منصوبوں کو تکمیل بخشی اور انسانیت کی خدمت کا دوسرا اہم معنی لفظ الرشید ٹرسٹ بن گیا۔

قندوز مخابرہ روم:

راقم قندوز مرکز کے مخابرہ روم میں اپنے فرائض سرانجام دے رہا تھا۔راقم کو قندوز مرکز میں تالقان محاذ سے آئے ہوئے ابھی 25 ,20 دن ہی ہوئے تھے کہ تالقان پر دشمن نے باقاعدہ منظّم ہو کر تعارض کر دیا۔اور ایک سازش کے تحت شہر میں بغاوت برپا کر دی۔اس ناگہانی اندرونی وبیرونی حملہ نے طالبان کو سنبھلنے کا موقع ہی نہ دیا۔اور ساز وسامان میں قیمتی گاڑیوں کے ساتھ ساتھ مخابرہ کا پورا نظام بھی افراتفری کے عالم میں تالقان میں ہی چھوڑنا پڑا۔ متعدد ساتھی شہید ہو گئے۔اور کئی مجاہد ساتھی گم بھی ہو گئے۔راقم کا ایک قریبی دوست ندیم بھائی ڈیرہ اسماعیل خان والا بھی اسی دوران دشمن کے ہاتھوں اسیر ہو گیا۔اس ساتھی کے ہمراہ راقم پہلی مرتبہ خوست سے کابل پہنچا تھا۔

تالقان سے آگے طالبان کا خط ہزار باغ تھا۔اور اسی خط پر لڑتے ہوئے ساتھی شہید وزخمی ہوئے تھے۔اور کچھ دشمنوں کے ہاتھوں گرفتار بھی ہو گئے اور کئی ساتھی لاپتہ بھی ہوئے۔اسی خط پر سلطان بھائی کو آخری مرتبہ دیکھا گیا تھا۔اس کے بعد ان کا کچھ پتہ نہ چل رہا تھا کہ وہ کہاں ہیں خدانخواستہ گرفتار تو نہیں ہو گئے۔اور اسی خط کے ٹوٹنے سے طالبان مجاہدین منتشر ہو کر واپس درہ بنگی کی جانب پلٹ رہے تھے۔

کمانڈر سلطان کا قافلہ اور دشمن کی چال:

کمانڈر سلطان کے قافلے کا چار دن تک کچھ پتا نہ چل سکا کہ آیا سلطان بھائی قافلہ سمیت شہید ہو گئے یا خدانخواستہ گرفتار ہو گئے ہیں؟ طرح طرح کے وسوسے ہمیں پریشان کیے ہوئے تھے۔کہ سلطان بھائی کے لٹے پٹے قافلے کی خیر خیریت کی خوشخبری سننے کو مل گئی۔راقم ان کے حالات جاننے کیلئے بے تاب تھا۔پھر ایک نشست میں راقم نے ان سے چار دنوں کی گمشدگی کے متعلق دریافت کیا تو سلطان بھائی نے اپنے قافلے کا واقعہ سناتے ہوئے بتایا۔

’’تالقان سے پسپائی کیوقت ہم سڑک پر گاڑیوں کو بھگا رہے تھے کہ آگے ایک مرکزی چوک پر دشمن گھات لگائے ہوئے بیٹھا تھا۔اور شہر سے انخلاء کا یہی مرکزی راستہ تھا۔اطراف کی گلیوں میں گاڑیاں داخل نہیں ہو سکتی تھیں۔سامنے دریا تھا اور اس پر بنا ہوا پُل ہی یہاں سے نکلنے کا واحد ذریعہ تھا۔طالبان کی گاڑیوں کی لمبی قطاریں لگ گئی تھیں۔جو گاڑی بھی اس چوک کو کراس کرنے کیلئے آتی گھات میں بیٹھے دشمن گاڑی پر فائرنگ کر دیتے۔ طالبان جھٹ سے اس گھات سے بچنے کیلئے گاڑی کھڑی کر کے گلیوں میں فرار ہو جاتے۔تاکہ افرادی قوت کو محفوظ کر لیا جائے گاڑیاں تو پھر مل جائیں گی۔ہم لوگ بھی جیسے ہی چوک کے قریب پہنچے تو ایک راکٹ ہماری گاڑی کی چھت پر سے گزرا۔اس کے دھماکے کی آواز نے ہمیں چونکا دیا۔ہم نے فیصلہ کرنے میں ذرا دیر نہ کی۔اور دروازے کھلے چھوڑ کر گلیوں کی جانب بھاگ نکلے......ظالم دشمن کی بھی یہی خواہش تھی کہ ہم لوگ لڑنے کی بجائے گاڑی چھوڑ کر بھاگیں اور یوں گاڑی دشمن کے قبضہ میں چلی گئی۔انہوں نے کسی بھی گاڑی کو ہٹ نہ کیا تھا۔بلکہ طالبان کو بھگایا ہی تھا کیونکہ ان کا مطمع نظر مال و اسباب تھا۔اور وہ دشمن نے خوب اکٹھا کیا۔ہمارے پاس نظم کی 18 گاڑیاں تھیں۔جن میں ڈبل ڈور، جیپ، دو میلے، کماز (4x4 ٹرک) فوجی روسی ٹرک اور سراچے (افغانستان اور پاکستان کے سرحدی علاقوں کی مقبول ترین 5 ڈور کار) تھے۔ان میں سے صرف ایک سراچہ ہی بچا تھا۔وہ بھی قندوز میں۔خیر 4 دن بعد ہنجر ال کے علاقے میں مخابرہ پر ہمارا رابطہ مرکز سے ہو گیا اور اس طرح ہم چار دن لاپتہ رہنے کے بعد دوبارہ مرکز سے مربوط ہو گئے۔

عمر فاروق اور بیوپاری دشمن:

عمر فاروق نامی ایک پاکستانی ساتھی اپنے قافلہ کے ساتھ چلتے ہوئے پیچھے رہ کر بچھڑ گئے تھے۔یہ ساتھی بیمار اور کمزور تھا۔قافلہ سے بچھڑ کر چلتے چلتے سڑک کے کنارے بنے ہوئے کھال میں بے ہوش ہو کر گر گئے۔پہلے ہی بخار میں مبتلا تھے اوپر سے ٹھنڈے پانی میں گرنے کی وجہ سے ان کی حالت اور بگڑ گئی تھی۔بعد میں جب رہائی کے بعد ان سے راقم کی ملاقات ہوئی تو وہ بتانے لگے کہ

''مجھے کوئی ہوش نہ تھا کہ کب اور کس نے مجھے اٹھایا اور مجھے کہاں لے گیا؟ جب مجھے ہوش آیا تو بخاری (افغان روایات کا حصہ ہے کمرہ کو گرم رکھنے کیلئے ایک انگیٹھی نما چیز کو کہتے ہیں جس کے نچلے حصہ میں آگ جلائی جاتی ہے اور اوپر والے حصہ میں پانی گرم ہوتا رہتا ہے۔ جلنے والی لکڑیوں کا دھواں ایک پائپ کے ذریعے کمرے سے باہر نکل رہا ہوتا ہے۔ اس سے کمرہ اور استعمال کیلئے پانی گرم رہتا ہے) کے قریب بے سدھ پڑا تھا۔ میرے ہوش میں آنے پر چند فارسی بان میرے اردگرد اکٹھے ہو گئے۔ میں نے بغور ان کو دیکھا اور دل میں کہا ''بچو! اب تیری خیر نہیں۔ یہ تو ہمارے تالقانی دشمن ہیں۔ اور میں ان کے گھر میں پڑا ہوں۔ انہوں نے کسی صورت بھی اب مجھے زندہ نہیں چھوڑنا۔ اور انتقام لینے میں دیر نہیں کریں گے۔'' لیکن میری غلط فہمی اس وقت دور ہو گئی جب انہوں نے لالچی اور حریص نگاہوں سے دیکھتے ہوئے میرے ساتھ سودے بازی شروع کر دی انہوں نے مجھے کہا کہ اگر تم ہمیں اپنے یعنی پاکستانی آٹھ ہزار روپے دے دو گے تو ہم تمہیں بحفاظت طالبان کے مورچوں تک چھوڑ آئیں گے۔

عمر فاروق کی غیر یقینی رہائی:

عمر فاروق نے بات جاری رکھتے ہوئے بتایا کہ ان کے آٹھ ہزار روپے کے مطالبہ کی بات کو سُن کر مجھے ایک جھٹکا سا لگا کہ یہ کیا؟ میں تو موت کیلئے تیار تھا۔ پھر میں نے سوچا کہ یہ مذاق کر رہے ہیں۔ اور مجھے تھوڑا غصہ بھی آ رہا تھا کہ میری جان پر بنی ہوئی ہے اور ان لوگوں کو مذاق کی سوجھ رہی ہے میں تو یہی خیال کر رہا تھا کہ یہ لوگ مجھے اذیت ناک موت سے دوچار کریں گے تاہم میں نے جھجکتے ہوئے پوچھا کہ ''واقعی؟'' انہوں نے جواب دیا ہاں بالکل......اور پھر ہمارا سودا طے ہو گیا۔

اگلے دن انہوں نے مجھے مقامی لباس پہنایا اور گدھے پر بٹھا کر طالبان کے مورچوں تک چھوڑ آئے۔ یہ سب کچھ ہوتا ہوا دیکھ کر میں بہت حیران ہو رہا تھا کہ ''اللہ تعالیٰ نے ہی ان کے دل میں یہ بات ڈالی تھی ورنہ وہ مجھے شہید کر کے بھی -/8000 روپے نکال لیتے یا پھر مجھے مسعودی فوجیوں کے حوالے کر دیتے تو میں ان کا کیا بگاڑ لیتا۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہی مسبب الاسباب ہیں۔ بگڑی ہوئی کو بنانے والے ہیں۔

تالقان سے پسپائی:

طالبان کو تالقان شہر خالی کر کے شہر سے باہر درہ بنگی سے آگے دو دن تک خط بنانا پڑا۔ یہاں پر ملا فضل بھی آ گئے انہوں نے یہاں دو دن تک دشمن کو الجھائے رکھا تا کہ شہر میں بچے کھچے مجاہدین واپس نکلنے میں کامیاب ہو جائیں۔ کافی حد تک اپنی اس کوشش میں کامیاب بھی رہے۔ بلکہ دشمن کے سات آٹھ افراد کو گرفتار بھی کر لیا جو بعد از اں تحقیق کے بعد عام لوگ ہونے کی وجہ سے چھوڑ بھی دیئے گئے۔

دشمن کی افرادی قوت بڑھتی جا رہی تھی اور وہ تالقان شہر کے مختلف علاقوں میں لشکر کے لشکر اکٹھے کر رہا تھا۔ طالبان کے کماندان حضرات اس تمام صورتحال پر گہری نظر رکھے ہوئے تھے۔ یہاں کے مرکزی جنگی کماندان ملا فضل اخوند وزارت دفاع سے طیاروں کے ذریعے بمباری کرنے کی مانگ کرنا چاہتے تھے لیکن ان کے پاس بڑا مخابرہ نہ تھا کیونکہ وہ عجلت میں سب کچھ پیچھے چھوڑ آئے تھے۔

استاد محترم خالد کے ٹو کا کارنامہ:

وزارتِ دفاع سے رابطہ کرنا بہت ضروری تھا۔ لیکن مخابرہ کا سارا نظام ہی چوپٹ تھا۔ ایسے میں بھلا ہو استاد خالد کے ٹو صاحب کا کہ جن کا اوڑھنا بچھونا ہی مخابرہ تھا۔ وہ اپنی جان خطروں میں ڈال کر مخابرہ واپس لانے میں کامیاب ہو گئے۔ خالد کے ٹو ایک ہاتھ سے معذور ہونے کے باوجود انتہائی دلیر اور جواں ہمت تھے۔ ساتھیوں نے بتایا کہ ادھر ہم لوگ بھاگم بھاگ چہل میلہ (چالیس میزائلوں والا لانچر جو بڑے ٹرک پر نصب ہوتا ہے۔ پر بڑی مشکل سے سوار ہو رہے تھے کیونکہ اس میزائل گاڑی کا فرش بالکل سپاٹ ہوتا ہے۔ سائیڈوں پر اونچائی بھی نہیں بنی ہوتی تا کہ میزائل فائر ہوتے ہوئے بیک بلاسٹ سے کوئی نقصان نہ پہنچے۔ اسی بھاگم بھاگ میں ہم نے دیکھا کہ ایک ہاتھ سے معذور بھائی خالد کے ٹو مخابرہ دبائے دوڑتے ہوئے چہل میلہ پر سوار ہونے کی تگ و دو کر رہے تھے ہم نے بہت کہا کہ مخابرہ کو پھینک دو اور چڑھنے کی کوشش کرو لیکن وہ جواں مرد اپنی ضد پر ڈٹا رہا اور آخر کار مخابرہ سمیت وہ ٹرک پر سوار ہونے میں کامیاب ہو گئے۔ اور پھر یہ مخابرہ ملا فضل اخوند کے کام آ گیا۔

راقم کا بذریعہ مخابرہ فضائی جنگ کا پہلا کامیاب تجربہ:

استاد خالد کے ٹو جان جوکھوں میں ڈال کر مخابرہ لانے میں کامیاب ہوئے تو انہوں نے ملا فضل اخوند اور طالبان مجاہدین کا رابطہ بحال کرنے

کیلئے مخابرہ کو فعال کر دیا۔ اس مخابرہ سے ملافضل اخوند کا رابطہ فی الحال راقم تک ہی ہوسکتا تھا۔ وہاں سے ملافضل اخوند نے راقم کو طیاروں کے ذریعے بمباری کروانے کا پیغام دیا۔ راقم نے یہی پیغام انہی الفاظ میں آگے کابل وزارت دفاع کو پاس کر دیا۔ وہاں سے او کے کی رپورٹ مل گئی۔ پھر ملافضل اخوند نے استاد خالد کے ٹو کو بمباری کرنے والی جگہ کے محل وقوع سے آگاہ کیا۔ کوڈ میں پیغام کو وصول کر کے راقم نے اُسے ڈی کوڈ کر کے وزارت دفاع کو بتادیا۔

پھر طالبان کے مشاق پائلٹوں نے اہداف کو نشانہ بنانے میں ذرا بھی غلطی نہ کی۔ اور ٹھیک ٹھیک نشانوں پر میزائل داغ دیے۔ اُس دن نماز عصر تک طیارے غوطے لگا لگا کر دشمن کو نقصان سے دوچار کرتے رہے۔

راقم کا فضائی جنگ میں بذریعہ مخابرہ شمولیت کا یہ پہلا موقع تھا۔ عجیب کیفیت تھی۔ دن رات نیند کا موقع نہ ملا تھا۔ کیونکہ تین چار روز سے گمشدہ ساتھیوں کیلئے بھی جاگنا پڑا تھا۔ کہ جانے وہ کب اپنے ہینڈ سیٹوں کے ذریعہ رابطہ قائم کرلیں اور انکی ممکنہ مدد کرنی پڑ جائے۔ ابھی انکی خیریت کا معلوم ہوا ہی تھا کہ فضائی حملہ کا منصوبہ تکمیل کو پہنچانا پڑ گیا کیونکہ محاذ اور وزارت دفاع کے رابطہ کار کے فرائض قندوز مرکز سے راقم کو ہی بذریعہ مخابرہ پورے کرنے تھے۔ اس تمام تھکان کو دور کرنے کیلئے یہی خوشی کافی تھی کہ کام صحیح اور درست طریقہ سے سرانجام پا گیا۔ ٹارگٹ کی پوزیشنوں کو درست مرموز میں آگے بتا دیا جس سے غلطی کا امکان کم سے کم ہو گیا۔

اتنی دیر میں ملا داد اللہ کی کمان میں تازہ دم دستے بھی مکمل ساز و سامان سمیت درہ بنگی پہنچ گئے اور یہاں پر طالبان کا باقاعدہ خط بن گیا۔ یوں راقم کو بھی اعصاب شکن تھکاوٹ اتارنے کا موقع مل گیا۔ درہ بنگی کا یہ خط ایک سال تک قائم رہا۔ دشمن نے متعدد بار اس خط پر چڑھائی کرنے کی کوششیں کیں لیکن مجاہدین نے بنیانِ مرصوص (سیسہ پلائی دیوار) کی طرح ڈٹ کر اپنی جانوں کا نذرانہ دیتے ہوئے دشمن کو آگے بڑھنے سے روکے رکھا۔

رزم گاہ سے گھر واپسی:

راقم عرصہ سے جہادی سرگرمیوں میں مصروفِ عمل تھا۔ اب سردی کی شدت کی وجہ سے جنگی سرگرمیاں ماند پڑ گئیں تھیں۔ اور مخابرہ روم میں کام بھی بہت کم ہو گیا تھا۔ سامنے موجود دشمن بھی سردی سے عاجز آ کر گرم چادر کی بُکل مارے گرمیوں کے انتظار میں لمبی تان کر سو گیا تھا۔ قندوز بھی برف باری سے اٹا پڑا تھا۔ ایسے میں راقم کو گھر کی یاد نے ستایا اور سوچا کہ جنگ بندی کے ان ایام میں .... والدین کی قدم بوسی کر آؤں۔ یہ سوچتے ہی امیر صاحب سے رخصت چاہی جو انہوں نے جلد ہی دے دی۔ راقم قندوز سے کابل، کابل سے خوست اور پھر براستہ میرانشاہ بنوں پہنچا اور بنوں سے سیدھا گھر پہنچ گیا۔

راقم کے گھر پہنچتے ہی امی، ابو کے نورانی چہرے کھل اُٹھے۔ بیٹے کو دیکھتے ہی خوبصورت سی مسکراہٹ اُن کے لبوں پر دکھائی دینے لگی۔ والدہ محترمہ کی آنکھیں تو خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے آبدیدہ ہو گئیں۔ ابو جان نے سلام کا جواب دیتے ہی اپنے سینے سے لگایا اور والدہ محترمہ نے پیشانی کو چوما اور سب سے پہلے پوچھنے لگیں۔ میرے لعل وہاں کھانا کیسا ملتا ہے؟ موسم کیسا ہے؟ تو بخار وغیرہ سے تو بچا رہا؟ میں نے امی جان کو تسلی دیتے ہوئے بتایا کہ امی جان وہاں پر پھل، میوہ جات اور کھانے پینے کی چیزیں بہت سستی اور عمدہ ہیں۔ اور موسم تو بالکل مری جیسا سمجھ لیں۔ ہر وقت تر و تازگی رہتی ہے۔ امی جان مسکراتے ہوئے بولیں اسی لیے تیری صحت ٹھیک ہے۔ سوتے وقت میں ابو جان کے پاؤں دبانے لگا۔ اور پھر ان کو افغانستان میں گزارے جانے والے دنوں کے قصے سنانے لگا۔ امی جان اور ابو جان یہ باتیں اور احوال سن کر بہت خوش ہوئے اور ڈھیروں دعائیں مجاہدین اسلام کو دینے لگے۔ اُن کا بیٹا محاذ سے واپس آیا تھا۔ انہوں نے میری مہمانوں کی طرح خاطر مدارت شروع کر دیں اور میرے بغیر گزارے گئے دنوں کی باتیں سنانے لگے۔ راقم کے عزم و حوصلہ کو نئی روشنی ملی۔ اور راقم خدا کے حضور شکر گزار ہوا کہ جس پاک ذات نے مجھ جیسے نکمے کم عقل اور کاہل آدمی کو اتنے فراخ دل اور ہمدرد والدین سے نوازا تھا۔ جن کی تربیت سے میں دین اسلام کا راہی بن گیا۔

میں گھر میں آیا تو چھٹیاں گزارنے ہی تھا لیکن اپنی جند (زندگی) اُسی راستے کے لیے وقف کر رکھی تھی۔ اس لیے گھر میں رہنے کے باوجود اپنے راستے کو نہ چھوڑا۔ اور اپنے معمولات کو اُسی ترتیب سے مزید قیمتی بنانے کیلئے اپنے قرب و جوار کے مجاہدین سے مکمل رابطہ میں رہا جب ہم ساتھی اکٹھے مل بیٹھتے تو خوب مزے لے لے کر محاذوں کی داستانیں سنتے اور سناتے۔ فارغ اوقات میں وہی پرانا مشغلہ ریڈیو پر خبریں سننا ہوتا تھا۔ ان دنوں بی بی سی پر بامیان کے شیعوں کی بغاوت کا چرچا ہو رہا تھا اور 21 اپریل 1999ء کو انہوں نے بامیان پر قبضہ بھی کر لیا تھا۔

پھر سوئے کابل روانگی:

دن رات یونہی گزرتے رہے۔ ایک دن میرے ساتھ والے گاؤں کے رہائشی بھائی عبدالحفیظ ملنے کیلئے تشریف لائے۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ

کمانڈر نعمان بھائی میرے پاس حاجی عبدالجبار صاحب کا پیام لے کر آئے تھے کہ حاجی صاحب نے ہم دونوں کو جلد از جلد کابل پہنچنے کا کہا ہے۔ بس پھر کیا تھا۔ جہادی جذبہ نے پھر سے انگڑائیاں لینا شروع کر دیں محاذوں، مورچوں، دروں، گھاٹیوں اور وادیوں کی سوچوں میں گم ہو گیا۔ ایسے لگا جیسے میدان پکار رہے ہوں۔ توپوں اور گولیوں کی گھن گرج پھر سے لاشعور میں گونجنے لگی۔ اور ہم دونوں ساتھیوں نے میدان کارزار تک پہنچنے کا پروگرام طے کر لیا۔

راقم نے اپنے فراخدل والدین سے پھر دین اسلام کی سربلندی کیلئے اجازت چاہی تو انہوں نے خدا کے حکم کے آگے سر تسلیم کرتے ہوئے۔ نیک تمناؤں اور لامحدود دعاؤں کے حصار میں سپرد خدا کرتے ہوئے اجازت عنائیت فرمادی۔

اس مرتبہ ہمارا ارادہ براستہ کوئٹہ، چمن، سے قندھار ہوتے ہوئے کابل پہنچنے کا تھا۔ ہم دونوں سفر کرتے ہوئے قندھار پہنچے وہاں مرکز میں تھوڑا آرام کرنے کے بعد اپنی منزل کی طرف گامزن ہوئے۔ قندھار سے کابل جانے والی گاڑی میں تباہ حال شاہراہوں سے گزرتے ہوئے 24 گھنٹے کا طویل سفر طے کیا۔ سڑکوں کی خستہ حالی کی وجہ سے سفر انتہائی دشوار رہا۔ آج یہی سفر عمدہ شاہراہوں کی بدولت صرف 7 گھنٹوں میں طے کر لیا جاتا ہے۔ بالآخر راقم اور بھائی عبدالحفیظ تھکاوٹ سے چُور کابل مرکز پہنچ گئے۔

بامیان کی تشکیل:

کابل پہنچ کر ہم نے اپنے نئے معسکر "ریش خور" کا رُخ کیا۔ یہ معسکر ہمارے نظم نے نیا بنایا تھا۔ 1998ء کے امریکی کروز حملوں کے بعد طالبان نے مجاہدین کو خوست سے یہاں منتقل ہو جانے کا ہی حکم دیا تھا۔ معسکر ریش خور پہنچے تو یہاں پر دشمن سے بامیان واپس لینے کیلئے تشکیلات ہو چکی تھیں۔ اور طالبان مجاہدین نے بامیان پر 10 مئی 1999ء کو دوبارہ قبضہ بھی کر لیا تھا۔ ہمارا دستہ وہاں بدلی (تازہ دم دستہ) کے طور پر جا رہا تھا۔

بامیان کا سفر اور راستہ بھولنا:

راقم کی تشکیل بطور وائرلیس آپریٹر (مخابرچی) اس دستہ کے ساتھ تھی۔ اس دستہ کے ذمہ دار اُستاد علی جنید تھے۔ دیگر ساتھیوں میں بشیر پالا، فیصل خلجی، ضرار بھائی، وسیم بھائی، عبداللہ بھائی، اور حق نواز کے نام راقم کو ابھی تک یاد ہیں۔ ریش خور معسکر سے دو دن بعد روانگی طے تھی۔ دو دن تک ہم لوگ مختلف قسم کے انتظامات میں مصروف رہے۔ دو دن بعد ہم 13 ساتھی ڈبل کیبن 4x4 گاڑی میں مع اپنے ساز و سامان کے سوار ہو گئے۔ ہماری گاڑی میں ڈرائیوری کے فرائض محمود بھائی نے سرانجام دیئے۔ کابل سے صوبہ وردک کے میدان شہر سے ہوتے ہوئے ہم ضلع جلریز میں داخل ہو گئے۔ بہار کا موسم آتے ہی زمین کا یہ خطہ سرسبز و شاداب ہو جاتا ہے۔ ہر طرف ہریالی ہی ہریالی پھیل جاتی ہے۔ تاحد نگاہ پھیلے ہوئے سیب اور ناشپاتیوں کے باغات ننھے ننھے پھولوں سے لدے پھندے بڑا دلفریب منظر پیش کر رہے ہوتے ہیں۔ اور خوبصورت وادی کے بیچوں بیچ بہتا ہوا قدرے صاف پانی کا بل کھاتا ہوا دریا سونے پر سہاگہ کا کام دے رہا ہوتا ہے۔ جا بجا باداموں کے درخت اور ان کے سفید پھول ململ کی خوبصورت اوڑھنی اوڑھے ہوئے نور کے جھلکارے مارتے دکھائی دیتے ہیں۔ یہاں کی اکثریت شیعہ ہے۔

10 فروری 1995ء کو جب طالبان نے اس علاقہ پر قبضہ کیا تھا تو یہاں سے مشہور سفاک شیعہ کمانڈر عبداللہ بن سباء کا روحانی فرزند و چیلا عبدالعلی مزاری گرفتار ہوا تھا۔ جلریز سے نکلتے ہی آگے کا علاقہ سبزہ سے محروم ہے۔ کیونکہ جلریز میں تو مٹی کے پہاڑوں کی وجہ سے سبزے کی بہتات تھی آگے کا منظر بالکل اُلٹ تھا۔ یہاں سے آگے سنگ سیاہ کے پہاڑ ایستادہ ہیں۔ اس سنگ سیاہ تک کی چوٹی کا سفر نہایت دشوار گزار تھا۔ متواتر بلندی کی طرف جاتے ہوئے گاڑی کے تمام کل پرزوں کو اپنے جوہر دکھانے پڑتے تھے۔ اور گاڑی کے پورا زور لگانے کے باوجود چیونٹی کی رفتار کے مصداق ہمیں یہ پُرخطر سفر طے کرنا پڑا تھا۔ اسی چڑھائی کو چڑھتے ہوئے ہمیں شام ہو گئی۔ اس سنسان و بے آباد علاقہ میں سفر کے دوران گھنٹہ بھر ہمیں بھٹکنا بھی پڑا۔ راستہ کے متعلق ہمیں کچھ شبہ پڑا اور آخر کار ایک بازار آ گیا۔ ہم نے وہاں کھڑے چند افراد سے بامیان پہنچنے کا روٹ دریافت کیا تو انہوں نے ہمارے شک کی ہنستے ہوئے تصدیق کر دی اور پھر ہمیں درست راستہ سمجھا دیا۔ محمود بھائی نے گاڑی کو گھمایا اور پھر گھنٹہ بھر کی تجل خرابی کے بعد بامیان کا روٹ مل گیا۔ اس شاہراہ تک پہنچتے پہنچتے ہمیں رات کے دس بج چکے تھے۔

پو پھٹنے سے قبل ہم علاقہ "کوتل حاجی گکھ" پہنچ چکے تھے۔ یہ علاقہ بلندی پر واقع ہے۔ اور برف باری کی وجہ سے ہر طرف سفید برف ہی برف تھی۔ نمازِ عصر کے وقت سے لے کر اب تک محمود بھائی نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی ہوئی تھی اور وہ تھکاوٹ سے چور ہوئے پڑے تھے۔ لیکن پھر بھی وہ چاک و چوبند ہو کر نہایت احتیاط سے گاڑی چلائے جا رہے تھے۔ سنگل روڈ پر بہت سے پہاڑی دروں، پلوں، وادیوں اور گھاٹیوں کو عبور کرتے ہوئے پر

خطر راستہ پر محمود بھائی گاڑی دوڑائے چلے جا رہے تھے۔ صبح آٹھ بجے کے قریب ہم لوگ دوراہے پر پہنچ گئے جہاں سے ایک سڑک ''بامیان'' اور دوسری ''دوشی'' کا راستہ دکھا رہی تھی۔

ملن گاہ سے منزل:

دوراہے پر پہنچ کر ہمارے عزم پھر سے جواں ہو گئے اور بامیان کا راستہ نظر آنے پر ہم ایک بار پھر سے ہشاش بشاش ہو گئے مسلسل 20 گھنٹے کے سفر نے ہمارا برا حال کر دیا تھا۔ ہم اپنی منزل کے آخری زینہ پر قدم رکھے ہوئے تھے۔ دوراہے سے گھنٹہ بھر کی مسافت طے کرنے کے بعد ''بامیان'' ہمارے سامنے تھا۔ اونچے اونچے کالے اور ہیبتناک پہاڑ ہمارا منہ چڑا رہے تھے۔ پراسرار سے یہ پہاڑ ہمیں بالکل پسند نہ آئے۔

یہاں داخل ہوتے ہی راقم نے مخابرہ پر اپنی مطلوبہ فریکونسی درست کی اور پھر اپنے مقامی مرکز سے رابطہ کر کے اپنے پہنچنے کی اطلاع دی۔ واپسی جواب میں انہوں نے ہماری راہنمائی کرتے ہوئے ایک ہسپتال پر واقع ''ملن گاہ'' کا پتا بتایا۔ راستہ دریافت کرتے ہوئے ہم لوگ تقریباً 9 بجے ہسپتال (اوطاق) میں پہنچ گئے۔

یہاں کے ذمہ دار طالبان کمانڈر ملا عبدالستار اخوند اور ساتھیوں نے بڑی گرمجوشی سے ہمارا استقبال کیا۔ یہاں پر ہی استاد ابوبکر صاحب اور استاد طلحہ صاحب سے بھی ملاقات ہوئی۔ مسلسل سفر کی تھکان دور کرنے کیلئے ہمیں آرام کی ضرورت تھی۔ اس لیے آرام گاہ میں جا کر بوٹ اُتارے ہاتھ منہ دھویا اور سب سے پہلے آرام کیا۔

یہاں پر پہلے سے موجود ساتھیوں نے استاد ابوبکر اور استاد طلحہ کی معیت میں بذریعہ ہیلی کاپٹر واپس کابل جانا تھا۔ اور نماز عصر کے بعد انکی روانگی کا وقت طے تھا۔ تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد سابقہ ذمہ دار نے ہمارے ذمہ دار استاد علی جنید بھائی کو یہاں پر ان کی ذمہ داریوں اور روزمرہ کے معمولات سے آگاہی دی اور پھر اپنے طے شدہ وقت پر تمام سابقہ ساتھی ہیلی کاپٹر میں سوار کابل کی طرف اُڑان بھر گئے۔

بامیان میں ایرانی فلاحی منصوبے:

وادی بامیان وسطی افغانستان میں ''کوہ بابا'' کے بلند و بالا پہاڑوں اور نہایت پر پیچ دروں کے درمیان واقع ہے۔ اس شہر کے باشندوں کی زبان فارسی/دری ہے۔ یہاں پر سو فیصد آبادی ہزارہ نسل کے شیعہ شہریوں پر مشتمل ہے۔ صوبہ بامیان کا دارالحکومت بھی بامیان ہی ہے۔ یہ صوبہ 14175 مربع میل علاقہ پر پھیلا ہوا ہے۔ اس صوبہ میں مشہور زمانہ ''بدھا'' کے دو دیوقامت مجسمے بھی ایستادہ تھے۔

یہاں پر ایرانی حکومت نے اپنے ہم مسلک رافضی ساتھیوں کیلئے متعدد فلاحی منصوبے بھی قائم کیے۔ اسی شہر میں ایران کا قونصل خانہ بھی تھا۔ دو عدد ائیر پورٹ بھی ایرانی گماشتوں کی چھوڑی ہوئی نشانیاں تھے۔ اقوام کفر کے اتحاد (اقوام متحدہ) نے یہاں پر حد سے زیادہ نوازشیں کر رکھی تھیں۔ ایک ہی تھالی کے چٹے بٹے ہونے کے ناطے انہوں نے اپنے ہم مذہب لوگوں کی سہولت کیلئے ایک جدید ہسپتال کی تعمیر کے ساتھ ساتھ نہایت قیمتی ادویات کا ذخیرہ بھی مہیا کر رکھا تھا۔ یہ قیمتی دوائیں افغانستان کے دوسرے علاقوں میں کم ہی دستیاب تھیں۔ عمدہ شاہراہیں، اور خوبصورت تعمیرات بنا کر ایران نے بامیان کے باسیوں پر خاصی مہربانیاں کر رکھی تھیں۔ پورا علاقہ ایرانی آماجگاہ معلوم ہوتا تھا۔

بامیان کا خط اور ہمارا شغل:

بامیان میں ہمارا خط ائیر پورٹ کے قریب ایک پہاڑ پر واقع تھا۔ یہاں ہم نے ایک شغل لگانا شروع کر دیا۔ جس سے ہم لوگ صرف دس دنوں تک ہی محظوظ ہو سکے۔ یہاں پر ہیلی کاپٹر سے فائر کیے جانے والے چھوٹے میزائل 57mm وافر مقدار میں پڑے ہوئے تھے۔ سر پھروں نے ان کا استعمال سوچنا شروع کر دیا۔ یعنی ان میزائلوں کا لانچر ڈھونڈنے یا پھر ان کو چلانے کا متبادل ذریعہ اپنانے کا کام شروع کر دیا۔ خوش قسمتی سے ایک ناکارہ ہائیڈرالک جیک مل گیا۔ یہ جیک اندر سے پالش شدہ اور ساخت و سائز کے لحاظ سے تھاؤزنڈ سائز (یعنی بال کے ہزارویں حصہ تک درست سائز) کا حامل تھا۔ اعلیٰ معیاری پالش کے پیش نظر ہمارے کام کے لیے یہ بے حد موزوں تھا۔ چنانچہ ورکشاپ پر لے جا کر اس کو نارنجک (گرنیڈی شلکا) کا اسٹینڈ لگا دیا۔

آزمائشی فائر کے بعد اسے مورچے پر لے جا کر فٹ کر دیا۔ اور پھر ہمارا شغل شروع ہو گیا۔ اس میں میزائل ڈالتے اور دشمن کو ''دے مار ساڑھے چار'' دسویں دن تک ہمارا یہ شغل اور کاروائی جاری رہی۔ اپنی نشانہ بازی کی اس مشق پر راتوں کو تبصرے بھی کرتے رہے۔

ایک رات دشمن نے ہمارے مورچوں پر چڑھائی کر دی۔ ہزاروں خون کے پیاسے شیعوں نے طالبان سے فجر تک جنگ جاری رکھی۔ائیر پورٹ کی جانب والے مورچوں پر دشمن نے قبضہ کر لیا تھا۔ پھر طالبان نے تھوڑی دیر بعد ان مورچوں کو واگزار کرانے کیلئے جوابی حملہ کر دیا۔ اور اپنے مورچے واپس لے لیے اور ساتھ ہی 12 شیعہ فوجیوں کو گرفتار بھی کر لیا اور ان کو اپنے ہسپتال والے اوطاق کے ایک کمرے میں بند کر دیا۔

دشمن نے 9,8 بجے کے قریب دوبارہ بڑا حملہ کر دیا۔ ملا عبدالستار صاحب نے جنگی وزمینی حقائق کے تناظر میں فوری پسپائی کا فیصلہ دے دیا۔

اور خط ٹوٹ گیا:

راقم نے بذریعہ مخابرہ پسپائی کا یہ حکم فوری طور پر سب کو پاس کر دیا۔لیکن مجاہدین ساتھی مورچے نہ چھوڑنے پر بضد تھے۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے امیر علی جنید بھائی جب تک خود نہ کہیں گے ہم مورچے نہ چھوڑیں گے۔علی جنید بھائی بھی اپنی گاڑی میں محاذ پر ہی موجود تھے۔راقم نے ان سے رابطہ کرنے کی بہت کوشش کی لیکن ان سے رابطہ بحال نہ ہو سکا۔ اس لیے ساتھی آخر تک بضد رہے۔اسی دوران دشمن کا زبردست حملہ خط توڑنے میں کامیاب ہو گیا۔اور ہمارے دو ساتھی بھائی بشیر پاملا (ساہیوال والے) اور عبداللہ بھائی بہاولنگری شہید ہو گئے۔ان کے علاوہ دو اور ساتھی سعد بھائی اور ایک نامعلوم بھائی بھی شہید ہو گئے۔ 4 ساتھی دشمن کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے اور ایک ساتھی بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔

قیدیوں کو ادھر ہی چھوڑ دو:

پسپائی کے حکم پر راقم نے بھی اپنا مختصر سامان سمیٹا اور گاڑی میں سوار ہو گیا۔مرکز میں موجود قیدیوں کے بارے میں ایک مجاہد ساتھی نے کمان دان ملا عبدالستا اخند صاحب سے دریافت کیا کہ ''ان قیدیوں کا کیا کریں۔'' ملا صاحب بولے ان کو ادھر ہی چھوڑ دو۔

حالانکہ دشمن نے جب بھی پسپائی اختیار کی تو ہمیشہ اسیر مجاہدین کو شہید کر کے اپنا غم وغصہ ہلکا کیا۔جبکہ طالبان کا دستور تھا کہ وہ قیدیوں کی مکمل تحقیق کر کے ہی ان کے بارے میں حتمی فیصلہ کرتے تھے۔اور یہ بارہ قیدی تو صرف 12 گولیوں کی مار تھے۔لہٰذا قیدیوں کو وہیں چھوڑ کر ہم دوراہے کی طرف بڑھ گئے۔اتنی دیر میں دشمن بھی ہمارا پیچھا کرتا ہوا سروں پر پہنچ چکا تھا۔اور مشہور زمانہ بدھا کے مجسموں والے پہاڑ کے اوپر سے دشمن نے ہم پر LMG کا فائر کھول دیا۔لیکن ہم اس کی قاتلانہ مار سے قدرے دور تھے۔اس لیے گولیاں ہمارا کچھ نقصان نہ کر سکیں۔

طالبان ہیلی کاپٹر اور دشمن ہاتھ ملتا رہ گیا:

ہم LMG کی فائرنگ سے بچ کر جونہی نکلے تو عین انہی لمحات میں ایک ہیلی کاپٹر فضاء میں نمودار ہوا۔ یہ طالبان کا جنگی ہیلی کاپٹر تھا۔ جو کابل سے جنگ کا امدادی سامان لے کر آیا تھا اور اترنے کی تیاری کر رہا تھا۔گاڑی میں سوار ہم سب ساتھیوں نے اپنی اپنی چادریں لہرا کر پائلٹ کو خطرہ سے خبردار کرنا چاہا۔لیکن ہماری یہ کوشش رائیگاں گئی۔اور ہیلی کاپٹر ہمارے سروں سے گزرتا ہوا۔ اپنے ہیلی پیڈ پر اترنے لگا۔ائیر پورٹ کے اردگرد دشمن ہیلی کاپٹر کی آواز تو سن سکتا تھا۔مگر اس پر حملہ کرنا اس کے لیے دشوار تھا۔ کیونکہ گھنے درختوں کے باعث ہیلی کاپٹر اس کی نظروں سے اوجھل تھا۔

اسی دوران پائلٹ کی نگاہ غالباً دشمن پر پڑ چکی تھی۔اس نے ہیلی کاپٹر کا لیور کھینچتے ہوئے اسے دوبارہ او پر اُٹھایا اور ایک بڑا چکر دے کر واپس کابل کی جانب محو پرواز ہو گیا۔دشمن اپنا شکار ہاتھوں میں آیا ہوا واپس جاتے دیکھ کر ہاتھ ہی ملتا رہ گیا۔اور ہیلی کاپٹر فضا میں پرواز کرتا ہوا نظروں سے دور غائب ہو گیا۔

ہم گاڑی میں دس منٹ کا فاصلہ طے کر کے طالبان کے قافلے سے جا ملے۔ ہمارے کمان دان آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ یہاں خط بنایا جائے یا پسپائی اختیار کی جائے؟ حالات کی نزاکت اور زمینی حقائق کو مدنظر رکھتے ہوئے یہاں خط بنانا مناسب نہ ٹھہرا اور پسپائی کو جاری رکھنے کا مشورہ ہی طے پایا۔

گولیوں سے چھلنی گاڑی:

قافلہ رواں دواں تھا کہ دور سے دھندلکے میں ایک گاڑی سی نظر آئی۔ باریک بینی سے دیکھا تو یہ گاڑی اپنی ہی معلوم ہوئی۔مزید قریب آنے پر ہم نے اسے پہچاننے میں ذرا دیر نہ کی۔ یہ تو وہی گاڑی تھی جس میں ہم نے کابل سے بامیان تک کا طویل سفر طے کیا تھا۔گاڑی ہماری طرف ایسے بڑھ رہی تھی جیسے ڈرائیور نے نشہ کیا ہو۔سیدھی سڑک پر ڈانواں ڈول ہوتی ہوئی گاڑی ہمارے قافلے کے اندر آ کر رُک گئی۔گاڑی گولیوں اور راکٹ کے فائر لگنے سے بری طرح چھلنی نظر آ رہی تھی۔اور جابجا خون سے لتھڑی ہوئی تھی۔ہم دوڑ کر گاڑی تک پہنچے گاڑی میں سات ساتھی شدید زخمی حالت میں

تھے ہم نے سب سے پہلے ان کو ابتدائی طبی امداد مہیا کی۔

گاڑی محمود بھائی چلا رہے تھے۔ اور ان کی کمر میں گولی لگ چکی تھی۔ اس کے باوجود وہ باہمت جواں میدان جنگ سے گاڑی نکال لانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ اس گاڑی میں سوار ہمارے ذمہ دار علی جنید بھائی سب سے زیادہ زخمی تھے۔ انہی کے ساتھ راقم کا رابطہ بذریعہ مخابرہ نہ ہو پا رہا تھا۔ ڈاکٹر نوید بھائی (جو بعد میں مقبوضہ کشمیر کے محاذ میں شہید ہو گئے تھے۔) نے ڈرائیور محمود بھائی کو انجکشن لگایا اور وہ قدرے سنبھل گئے۔ اس طرح دوسرے ساتھیوں کو بھی پین کلر اور سکون بخش انجکشن لگائے۔ محمود بھائی کے علاوہ ساتھیوں میں کوئی اور گاڑی نہیں چلا سکتا تھا۔ مجبوراً محمود بھائی کو ہی زخمی حالت میں ڈرائیونگ کرنا پڑی۔ راستے میں راقم نے ان سے اس حیرت انگیز واقعہ کے بارے میں دریافت کیا تو وہ کراہتے ہوئے بتانے لگے۔

ڈرائیور محمود بھائی کی آپ بیتی اسی کی زبانی:

محمود بھائی نے اپنی آپ بیتی سناتے ہوئے بتایا ''ہم لوگ ساتھیوں سے رابطہ کرتے رہے اور یہ رابطہ اس وقت تک رہا جب تک ساتھی مورچوں پر تھے۔ لیکن جب مورچے چھوڑنے کا کہنے کیلئے دوبارہ رابطہ کرنے کی کوششیں کیں تو نا کام رہے۔''

ہم نے گمان کیا کہ حالات کی سنگینی کے پیش نظر آپ نے ساتھیوں کو مورچے چھوڑنے کا کہہ دیا ہوگا اور وہاں سے نکل پڑے ہوں گے۔ چنانچہ ہم نے گاڑی کو خط سے بامیان کی طرف موڑا اور بامیان شہر کی طرف بڑھنے لگے۔ ایک بازار میں داخل ہو کر سفر جاری رکھے ہوئے تھے کہ بازار کا راستہ تنگ ہو گیا اور ہمیں ناچار وہیں گاڑی موڑ کر بامیان ایئر پورٹ کی طرف آنا پڑا۔ جب ہم مین روڈ پر چڑھے تو ایک ٹرک دومیلہ نظر آیا جسے ایک طالب مجاہد چلا رہا تھا ہم بھی اسی ٹرک کے پیچھے ہو لیے۔ تھوڑا سفر طے کرنے کے بعد اس طالب نے صاف سڑک کو چھوڑ کر دائیں طرف کھیتوں میں ٹرک موڑ لیا اور کھڑی فصلوں کو کچلتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ ہم بھی اسی کے پیچھے کھیتوں میں گھس گئے۔

ہمارا خیال تھا کہ یہ طالب حالات کی نزاکت کے پیش نظر جان بوجھ کر شارٹ کٹ کے ذریعے شہر سے دور جانا چاہتا ہے۔ لہٰذا ہم بھی اسی کا پیچھا کرتے رہے۔

بھائی محمود نے ایک لمبا سانس لیا اور گفتگو کا تسلسل جاری رکھتے ہوئے بتایا......

ہم تیز رفتاری سے اس ٹرک کے پیچھے سفر کر رہے تھے کہ یکدم ٹرک رُکا اور اس میں سے طالب ڈرائیور نے نکل کر آگے کی طرف دوڑ لگا دی ہم حیران تھے کہ کیا ماجرا ہے؟ گاڑی سے اتر کر دیکھا تو سامنے ایک گہرا نالہ تھا۔ روسی ٹرک تو بہت طاقتور ہوتے ہیں لیکن اس نالے کے کنارے بہت اونچے تھے۔ اسی وجہ سے شاید طالب ڈرائیور نے ٹرک چھوڑ کر نکلنے میں ہی عافیت سمجھی۔

ہم نے پھر مجبوراً اپنی گاڑی واپس موڑی اور مین شاہراہ پر واپس آ گئے۔ ہم نے گاڑی بدھا کے مجسموں کی جانب جانے والے راستہ پر ڈال دی تا کہ طالبان کے قافلے سے جا ملیں۔

جب بدھا کے مجسموں کے سامنے ہم لوگ پہنچے تو لگ بھگ 300 میٹر کی دوری پر دشمن کے مسلح افراد سامنے کھڑے نظر آئے۔ انہوں نے گاڑی دیکھتے ہی ہماری طرف RPG7 راکٹ داغ دیا۔ جو ہماری گاڑی کے بائیں جانب دو میٹر کے فاصلے پر پھٹ گیا۔ یہ ایک قسم کا اینٹی ٹینک راکٹ تھا۔ جس کے پھٹنے سے اس کے چھروں نے ہماری گاڑی کی بائیں سائیڈ چھلنی کر دی۔ البتہ گاڑی اندر سے محفوظ رہی۔

صورتحال کافی گھمبیر ہو چکی تھی اور میں نے بھی مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ دشمن کا گھیرا توڑ کر اس کی کمین گاہ سے نکلتے ہوئے گاڑی دوراہے میں گھسیڑ کر کابل جانے والی سڑک پر موڑ لینی ہے۔ (دوراہے سے ایک سڑک کابل اور دوسری بامیان کے اضلاع بلخاب اور پنجاب جاتی ہے)

میں نے گاڑی کے ایکسلیٹر کو پاؤں دیا اور پوری رفتار سے دشمن کی کمین توڑتے ہوئے کابل جانے والے راستے پر گاڑی موڑی تو سامنے سڑک پر شیعوں نے بڑے بڑے پتھر گرا کر راستہ بلاک کر رکھا تھا۔ اور دشمن کی کمین بھی لگی ہوئی تھی۔ مجھے پتھروں کے درمیان 4 فٹ سے زائد راستہ نظر آ گیا۔ چیختے ٹائروں کی آواز کے ساتھ ہی میں نے تنگ راستے میں گاڑی گھسیڑ دی دشمن کو اس بات کی توقع تک نہ تھی اس لیے وہ بوکھلا گیا۔ اس کا شاید یہ اندازہ تھا کہ ہم رکاوٹ دیکھ کر گاڑی کھڑی کر دیں گے۔ لیکن ہم تو فتح یا شہادت کے مشن پر تھے۔

اچھلتی کودتی، رگڑیں کھاتی گاڑی جب پتھروں کے درمیان سے نکلی تو گھات میں بیٹھے رافضیوں نے فائر کھول دیا۔ میرے ساتھ بیٹھے امیر صاحب علی جنید بھائی اور پیچھے بیٹھے عمر بھائی نے بھی اپنی کلاشنکوفوں سے جوابی فائر کھول دیا۔ اسی دوران یکدم علی جنید بھائی نے ''اللہ اکبر'' کا نعرہ بلند کیا۔

اور کلاشنکوف پر ان کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔ مجھے بھی عین اسی وقت اپنی کمر میں ایک انگارہ سا گھستا ہوا محسوس ہوا۔ جس سے میں تلملا گیا۔ یہ گولی عمر بھائی کے گھٹنے سے ہوتی ہوئی مجھے آ لگی تھی۔ میری آنکھوں کے سامنے ایک مرتبہ تو منظر دھندلا سا گیا تھا لیکن دوسرے ہی لمحے اللہ تعالیٰ نے ہمت عطا کی اور میں اپنے حواس برقرار کرتے ہوئے گاڑی چلانے لگا۔ گاڑی کے ڈالہ (کھلے حصہ) میں بیٹھے ایک ماہر مجاہد نشانچی نے راکٹ داغنے والے دشمن کو سیدھا فائر کر کے مردار کر ڈالا تھا۔

دشمن کا گھیرا اور کمین توڑتے ہوئے نکل کر ہم فوراً اوطاق میں پہنچے۔ ایک ساتھی اتر کر اندر گیا تا کہ وہ آپ کا (راقم کا) پتہ کرے۔ ساتھی نے اندر بیٹھے قیدی کو دیکھا اور واپس آ کر بتایا کہ جلدی نکلو ساتھی مرکز چھوڑ کر جا چکے ہیں۔ چنانچہ پھر میں گاڑی بھگاتا ہوا آپ کے قافلے تک پہنچنے میں کامیاب ہو ہی گیا۔“

محمود بھائی کی آپ بیتی ان کی زبانی سنتے سنتے قافلہ دوراہے تک پہنچ گیا۔ طالبان لشکر ”دوشی“ جانے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ کیونکہ دوشی پر طالبان کا کنٹرول تھا۔

UNO اہلکاروں کا طالبان پر یقین اور شیعوں پر بداعتمادی:

قافلہ بہت بڑا ہو چکا تھا اور راقم زخمیوں کے ساتھ گاڑی میں سوار تھا۔ ہماری یہ گاڑی قافلہ کے آخر میں تھی۔ محمود بھائی نے زخمیوں کو جلد از جلد دوشی پہنچانے کیلئے کمر ہمت کس لی اور اپنی تکلیف کی پرواہ کیے بغیر پوری قوت مجتمع کرتے ہوئے اپنی ڈرائیونگ کی صلاحیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے دائیں بائیں جہاں جگہ ملتی گاڑیاں کراس کرنا شروع کر دیں۔

اسی قافلہ میں تین چار لینڈ کروزر بھی محو سفر تھیں۔ جو کہ طالبان کی نہ تھیں بلکہ UNO کے اہلکاروں کی تھیں اور UNO اہلکاروں کا یہ چھوٹا سا قافلہ بھی طالبان لشکر میں شیعوں کی دست برد سے بچنے کیلئے پناہ لیے ہوئے محو سفر تھا۔ انہیں طالبان پر یہ بھروسہ ضرور تھا کہ طالبان بلا وجہ انہیں تنگ نہیں کریں گے۔ (اپنی ہٹ دھرمی کی بناء پر طالبان کی یونہی مخالفت کرتے رہتے ہیں)

لوگوں کی حیرت کہ معاملہ کیا ہے؟

لوگ دور دور سے حیران ہو کر اتنے بڑے قافلہ کو دیکھتے .... ہاتھوں کے اشارہ سے پوچھتے کہ معاملہ کیا ہے؟ اتنے لوگ کدھر جا رہے ہیں۔ جب ہم انہیں جواب میں بتاتے کہ پسپائی اختیار کر کے طالبان لشکر دوشی کی طرف گامزن ہے تو لوگوں کی پریشانی ان کے چہروں پر عیاں ہو جاتی کہ ہمیں تحفظ فراہم کرنے والے لوگ واپس جا رہے ہیں ہم نے ان کی قدر نہ کی اور یہ لوگ اپنا گھر بار، وطن اور بیوی بچوں کو چھوڑ کر ہمیں ظالم جنگی وار لارڈز کے شکنجوں سے آزاد کرانے آئے تھے۔ اور ہمارے مہمان تھے لیکن ہم نے ان کی قدر نہ کی۔ اور نہ ہی ان کے مؤقف کی حمایت کی اب پھر سے وار لارڈز کے مظالم کا ہم نشانہ بننے والے ہیں یہ بات سوچتے ہوئے آس پاس کھڑے لوگ پریشان دکھائی دے رہے تھے۔

برق رفتاری سے فاصلہ طے کرتے ہوئے ہم قافلہ کو بہت پیچھے چھوڑ آئے۔ ابھی عصر کا وقت تھا کہ ایک چھوٹا سا بازار آ گیا۔ راقم کو اس بازار کا نام یاد نہیں۔ یہاں پر طالبان کا ایک سرکاری کلینک بھی تھا۔ کلینک پہنچ کر ہم نے گاڑی کھڑی کی اور زخمیوں کو اس کلینک کے عملے کے پاس لے گئے۔

گاڑی کو دیکھتے ہی لوگوں کا ایک ہجوم اکٹھا ہو گیا اتنی دیر میں فارسی زبان میں مساجد سے اعلانات ہونا شروع ہو گئے کہ طالبان مجاہدین پسپا ہو کر آپ کے علاقہ سے گزر رہے ہیں ان میں سے کچھ زخمی حالت میں ہیں لہٰذا ان کی مدد کر کے ثواب کمائیں۔

کلینک کے عملہ نے نہایت مستعدی اور ہمدردی کے جذبہ سے سرشار ہو کر زخمیوں کی مرہم پٹی کی اور پین کلر انجکشن لگا کر دوائی وغیرہ دی ہمارا ارادہ تھا کہ زخمیوں کو جلد از جلد دوشی پہنچا دیں اور وہاں سے بذریعہ ہیلی کاپٹر انہیں کابل یا مزار شریف روانہ کر دیا جائے۔

اس مقصد کیلئے گاڑی کو پھر سے مین شاہراہ پر لے آئے۔

گاڑی کی خرابی اور مخابرہ کی طرف سے جواب:

ہماری گاڑی دوشی روڈ پر رواں دواں تھی۔ یہ سڑک دریائے بامیان کے ساتھ ساتھ چلتی ہے۔ دوران سفر گاڑی کئی مرتبہ دریا کو عبور کرتی رہی کبھی دائیں کبھی بائیں۔ اس پر پیچ راستہ پر گاڑی کو بہتے ہوئے پانی سے بھی کئی بار گزارنا پڑا۔ جس کی وجہ سے گاڑی میں ٹیکنیکل خرابی پیدا ہونے لگی۔ شاید پانی گاڑی کے انجن میں سرایت کر گیا تھا۔ اور گاڑی نے تنگ کرنا شروع کر دیا۔ اور ساتھ ہی ہمارا مخابرہ بھی جواب دے گیا۔ کیونکہ مخابرہ کا بڑا انٹینا ہم

ساتھ نہ لا سکے تھے اور وہ اوطاق ہی میں رہ گیا تھا۔

ہم دریائے بامیان سے وضو کر کے ظہر کی نماز ادا کر چکے تھے۔ یہ دریا بامیان سے نکلتا ہوا دوشی اور پلخمری سے گزرتا ہوا قندوز تک جاتا ہے۔ جگہ جگہ دریا کے پانی سے گزرنے کی وجہ سے گاڑی کو کوئی مسئلہ پیش آ گیا تھا اور سائیلنسر سے آؤٹ لٹ میں پانی داخل ہونے کی وجہ سے گاڑی کا انجن متاثر لگ رہا تھا۔

ساتھ ہی مخابرہ کا انٹینا نہ ہونے کی وجہ سے کوئی رابطہ نہ ہو پا رہا تھا۔ راقم نے فوراً گاڑی کی بیک لائٹ کی وائرنگ سے تار کا ایک لمبا ٹکڑا کاٹ کر اُسے لمبے رُخ باندھ کر کا بل رابطہ پوائنٹ کے نمبر پر ٹون دی۔ فریکونسی سَیٹ کرنے کے باوجود ہلکے انٹینا سے ہماری آواز کمزور سگنل سے ان کو پہنچ رہی تھی۔ جبکہ ان کی قدرے مستحکم آواز ہم تک پہنچ رہی تھی۔

بھائی خالد K-2 سے مختصر بات ہو سکی جس میں راقم نے ساتھیوں کے گم ہو جانے اور پھر زخمی ہونے کی اطلاع اور لشکر کی خیر خیریت کے بارے میں آگاہ کر دیا تھا۔

گاڑی تنگ کرتی ہوئی محو سفر تھی اور سڑک پر ایک بڑی چڑھائی چڑھتے ہوئے گاڑی کا انجن جواب دینے لگا۔ انجن کے اندر کافی گڑ بڑ ہو چکی تھی۔ محمود بھائی نے ایکسیلیٹر پر زور دے دے کر انجن کو کافی جھٹکے بھی لگوائے تا کہ آؤٹ لیٹ تک آیا ہوا پانی بذریعہ سائیلنسر باہر نکل جائے لیکن گاڑی میں کوئی بڑی خرابی پیدا ہو چکی تھی اور مدد حاصل کرنے کیلئے مخابرہ بھی کوئی کام نہ دے رہا تھا۔ ناچار گاڑی سڑک کے کنارے کھڑی کر کے قافلہ کا انتظار کرنے لگے۔ جیسے ہم بہت پیچھے چھوڑ آئے تھے۔ زخمیوں کا درد سے برا حال تھا جبکہ محمود بھائی کا زخمی حالت میں مسلسل ڈرائیونگ کر کے نیند اور تکلیف کی وجہ سے برا حشر تھا۔ لیکن آفرین ہے جواں ہمت مجاہد بھائی محمود پر کہ وہ اپنے زخموں اور تکلیف کو بالائے طاق رکھتے ہوئے زخمی ساتھیوں کا خیال کر کے مسلسل گاڑی کو بھگاتے ہوئے یہاں تک پہنچ گئے تھے۔ انکی ہمت اور حوصلہ میں کوئی کمی نہ آئی تھی لیکن گاڑی اب مکمل طور پر جواب دے چکی تھی۔ اور ہم قافلہ کے انتظار میں کھڑے ہو گئے۔

ٹوچین گاڑی، پریشر ہارن اور زخمی ڈرائیور:

ہم لوگ سڑک کنارے کھڑے طالبان قافلے کے منتظر تھے کہ اتنی دیر میں طالبان کی ایک لینڈ کروزر آ گئی لینڈ کروزر کے ڈرائیور نے ہماری گاڑی سٹارٹ کرنے کی بہت کوشش کی لیکن وہ بھی ناکام رہا اور گاڑی نے سٹارٹ ہونے کا نام نہ لیا۔ آخر طے یہ ہوا کہ اس گاڑی کو کسی ٹرک کے ساتھ ٹوچین کر کے دوشی تک لے جایا جائے۔ اس وقت تک رات کے 9 بج چکے تھے۔

خوش قسمتی سے دو پرائیویٹ ٹرکوں کا ادھر سے گزر ہوا تو انہیں روک کر ڈرائیور حضرات سے گاڑی کے سلسلے میں مدد کی درخواست کی۔ انہوں نے حامی بھر لی۔ اب ایک ڈرائیور نے ہم سے کہا۔ رسہ دو تا کہ گاڑی کو ٹوچین کیا جائے (یعنی ٹرک کے پیچھے باندھ لیا جائے) ہم نے اُسے کہا کہ ہمارے پاس تو رسہ نہیں ہے۔ چنانچہ اس نے اپنا رسہ اس شرط پر نکالا کہ اگر یہ ٹوٹ گیا تو آپ لوگ ''دوشی'' سے نیا رسہ خرید کر دیں گے۔ اس کی بات بالکل اصول کے مطابق تھی لہٰذا ہم نے اقرار کیا۔

ہم نے گاڑی کو ایک ٹرک کے ساتھ ٹوچین کیا اور دونوں ٹرکوں کے درمیان سفر طے کرنا شروع کر دیا۔ ہماری گاڑی کے ڈرائیور محمود بھائی کا زخموں اور تھکاوٹ کی وجہ سے برا حال تھا۔ اور نیند کے جھٹکے بھی ان کو ستا رہے تھے۔ اس سفر میں خاصی مہارت درکار تھی لیکن ان کی ہمت جواب دے گئی۔ رات کا وقت تھا اور سامنے ٹرک کے علاوہ کچھ دکھائی نہ دے رہا تھا۔ ٹرک کی رفتار کا خیال رکھتے ہوئے بڑی مہارت اور چستی کے ساتھ گاڑی کو سنبھالنے کی ضرورت تھی۔ ہماری مشکلات میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ چڑھائی کے وقت تو گزارا ہو جاتا تھا لیکن اترائی کے وقت ڈھلوان کی وجہ سے گاڑی کو کنٹرول رکھنا بہت مشکل لگتا تھا۔ جیسے ہی محمود بھائی کو نیند کا جھٹکا لگتا تو لاشعوری طور پر گاڑی کنٹرول کرنے کیلئے ان کا پاؤں بریک پیڈل پر آنے سے گاڑی رکتی تو رسہ ایک جھٹکے سے ٹوٹ جاتا۔ اگلے ٹرک والا بے خبری سے اپنا سفر جاری رکھتا اور پیچھے آنے والا ٹرک اپنے رہبر کو اس مشکل سے آگاہ کرنے کیلئے پریشر ہارن دیتا اس کے علاوہ گاڑی کی ہیڈ لائٹ کا ڈِپر (روشنی کم زیادہ کرنا) مار کر اگلے ٹرک کو رُکنے کا اشارہ کیا جاتا۔ جب تک اُسے اشارہ سمجھ آتا تو وہ کافی آگے جا چکا ہوتا تھا وہ بے چارہ بڑی دور سے ٹرک کو ریورس کر کے لاتا پھر ہم تھکے ہارے ساتھی مل کر گاڑی کو پھر سے ٹوچین کرتے۔ دوشی تک پہنچتے پہنچتے دسیوں بار رسہ ٹوٹا۔ اور دسیوں بار ہی گاڑی کو ٹوچین کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے اس ڈرائیور کو (آمین) اس اللہ کے بندے نے ماتھے پر شکن تک نہ ڈالی۔ حتیٰ

کہ دوشی پہنچ کر جب ہم نے اُسے اپنے اقرار کے مطابق رسے کی قیمت ادا کرنا چاہی تو اس نے پرنم آنکھوں سے جواب دیتے ہوئے کہا میرے بھائیو! میں تو مذاق کررہا تھا۔ آپ لوگ مسافر ہو اور ہمارے مہمان بھی لہٰذا میں نے تو صرف مہمان نوازی کی ہے۔ وہ دونوں ٹرکوں کے ڈرائیور ہمیں ایک ہوٹل پر چھوڑ کر خدا حافظ کہہ کر رخصت ہو گئے۔

رات کے دو بجے ہم نے دوشی کے جس ہوٹل پر پڑاؤ کیا۔ وہ ہوٹل ہم سے پہلے پہنچنے والے طالبان سے بھرا پڑا تھا۔ تھکن سے چور طالبان سکون سے سو رہے تھے۔ ہوٹل کا بڑا ہال بخاری سسٹم (مرکزی حرارتی نظام) کی وجہ سے گرم تھا۔ اور اس کی گرمائش مجاہدین کے تھکے ماندے اور زخمی جسموں کو راحت پہنچا رہی تھی۔ ہمیں بھی تھکاوٹ نے آرام کرنے پر مجبور کر دیا۔ لہٰذا راقم سمیت تمام زخمی ساتھی بھی اپنے درد سموتے ہوئے آرام سے نیند کی وادی میں اتر گئے۔

صبح اُٹھ کر حوائج ضروریہ سے فراغت پا کر بہتے ہوئے نالے سے وضو کر کے نماز فجر ادا کی۔ ہماری گاڑی اب مکمل طور پر اوور ہالنگ (تفصیلی مرمت) کی محتاج ہو چکی تھی۔ ہماری اس 4x4 ڈبل ڈور گاڑی نے سدھائے ہوئے گھوڑے کی طرح ہماری مدد بھی بہت کی تھی۔ افغانستان میں ہائی جینٹری (اعلیٰ قسم) گاڑیاں کوڑیوں کے داموں مل جاتی ہیں۔ یہاں معیاری گاڑیوں کی بہتات ہے۔ یہاں پر لینڈ کروزر، پراڈو، سرف، ڈبل ڈور نسان پٹرول، مٹسوبشی، اور پجارو وغیرہ عام رواں دواں دکھائی دیتی ہیں۔ جبکہ پاکستان میں حکومت اور بیوروکریسی کی نااہلی کی وجہ سے ہزار فیصد ٹیکس ایسی گاڑیوں پر عائد ہیں جس کی وجہ سے یہ سہولت صرف وائٹ کالرز تک محدود کر دی گئی ہے۔ جبکہ افغانستان میں یہ خریدنے والوں کی دسترس میں سستے داموں پائی جاتی ہیں۔

دوشی سے بذریعہ ایمبولینس زخمیوں کی پلخمری روانگی:

صبح سویرے ہی راقم نے ملا عبدالستار اخند کو زخمیوں اور گاڑی کے ناکارہ ہونے کا بتایا۔ ملا صاحب نے ہر قسم کے تعاون کی یقین دہانی کراتے ہوئے ایک ٹویوٹا ہائی ایس ایمبولنس مہیا کر دی۔ ہم نے فوراً زخمیوں کو پل خمری روانہ کر دیا۔ چند ساتھی بطور خدمتگار و معاون ان کے ساتھ روانہ کر دیئے گئے۔ پل خمری پہنچتے ہی طالبان کا ہیلی کاپٹر زخمیوں کو مزار شریف لے گیا اور وہاں سے بذریعہ طیارہ زخمیوں کو قندھار روانہ کر دیا گیا۔

باوفا گوجروں کی تجویز اور خط کا قیام:

طالبان مجاہدین کا قافلہ پسپائی کے بعد دوشی میں رات گزار چکا تھا۔ اب اس قافلہ کا رُخ پل خمری کی طرف تھا لیکن دوشی کے مقامی گوجروں نے عہد وفا نبھاتے ہوئے سڑک پر ٹینک کھڑے کر کے قافلہ کو آگے جانے سے روک دیا۔ مقامی طالبان گوجروں اور طالبان کماندان کے درمیان صلح مشورہ ہونے لگا۔

مقامی طالبان کا کہنا تھا کہ دوشی سے آگے نہیں نکلنا بلکہ یہیں پر خط بنانے کے بعد پلٹ کر دشمن پر حملہ کرنا ہے۔ اور بامیان کو واپس لینا ہے۔ آخر کار کافی صلاح و مشورہ کرنے کے بعد طالبان گوجروں والا فیصلہ ہی ان کے ایثار اور جذبہ کو دیکھتے ہوئے تسلیم کر لیا گیا۔ اور ان وفا شعار طالبان گوجروں کے مشورہ پر عمل کرتے ہوئے خط قائم کر لیا گیا۔

پل خمری جانے کی صرف ہم پنجابی طالبان کو ہی اجازت مل سکی وہ بھی اس لیے کہ ہماری گاڑی خراب تھی۔

زگ زیگ، اپنی دُم کا بھی خیال کرو:

ملا عبدالستار اخند نے ایک دومیلہ والے کی ذمہ داری لگائی کہ وہ ہماری چھلنی شدہ اور خراب گاڑی کو ٹوچین کر کے پل خمری پہنچائے گا۔ یوں ہم نے اس دومیلہ سے اپنی گاڑی ٹوچین کی اور پل خمری کی طرف روانہ ہوئے۔ دریا کے ساتھ ساتھ پکی سڑک پر سفر کرنے میں دشواری نہیں ہو رہی تھی۔ راقم دومیلہ کے ڈرائیور کے ہمراہ تھا۔

پیچھے ہماری ٹوچین شدہ گاڑی سانپ کی طرح زگ زیگ کرتی ہوئی رینگ رہی تھی۔ ڈرائیور محمود بھائی بار بار ہارن اور ڈپر مار رہا تھا۔ لیکن یہ اشارے دومیلہ والے ڈرائیوروں کی سمجھ سے بالا تر تھے۔ آخر میں نے تنگ آ کر اُسے کہا کہ محمود بھائی کی سنو! تم نے صرف دومیلہ ہی نہیں دبائے رکھنا پیچھے اپنی دُم کا بھی خیال کرو۔

ٹرک روک کر دومیلہ والے ڈرائیور نے محمود بھائی سے معاملہ پوچھا تو وہ پھٹ پڑے۔ ''مجھے سخت غنودگی آ رہی ہے آپ گاڑی کے چال چلن

سے اندازہ نہیں کر رہے تھے تو حیرت ہے آپ پر'' میں نے آگے بڑھ کر ان کا غصہ ٹھنڈا کیا اور دریا کے کنارے لے جا کر ان کا منہ دھلوایا۔ ٹھنڈے یخ پانی سے ان کے حواس بحال ہوئے اور پھر ہم اپنی منزل کی طرف دوبارہ روانہ ہوئے۔ پل خمری سے باہر قول اردو آیا۔ پھر پندرہ منٹ مزید سفر کر کے ہم نے بخیریت پل خمری کی شہری حدود کو چھولیا۔

پل خمری، پاور ہاؤس، سیمنٹ فیکٹری:

تین اطراف سے گھری ہوئی یہ وادی افغانستان کی خوبصورت ترین جگہ ہے۔ کابل شہر کی جانب سے اگر پلخمری شہر میں داخل ہوں تو بائیں ہاتھ ایک فلورمل پڑتی ہے۔ درہ کیان، بامیان کی طرف سے آتا ہوا دریا پل خمری کو دو حصوں میں تقسیم کر دیتا ہے۔

سابقہ روسی ریاست کی سرحد کے قریب واقع اس شہر کو خوبصورت بنانے میں ابتدائی طور پر روس کا بھی کردار ہے۔ یہاں کی سڑکیں (پختہ) اور کشادہ ہیں۔ پلخمری میں دریا پر ایک جدید پاور ہاؤس (بجلی گھر) بھی بنا ہوا ہے۔ جو پل خمری شہر کو بجلی فراہم کرتا ہے۔ اس دریا سے پلخمری کے مضافات کو سیراب کرنے کیلئے نہر بھی نکالی گئی ہے۔

یہاں پر قائم سیمنٹ فیکٹری اپنی جدت کے لحاظ سے افغانستان میں مشہور و معروف ہے۔ طالبان کی آمد سے پہلے یہاں شیعوں کے اسماعیلی فرقہ کے خلیفہ منصور نادری کا قبضہ تھا۔ اور پلخمری میں اس کا بیٹا سید نادری جنگی کمانڈر تھا۔ فرانس کی بے تحاشا مدد سے یہاں پر دو منزلہ جدید ہسپتال بھی قائم تھا۔

تباہ حال گاڑی اور مکینک کا سوال:

پل خمری شہر میں پہنچتے ہی سب سے پہلے ورکشاپوں کے علاقے کا رُخ کیا۔ دومیلہ والے طالب نے ہمیں ایک اچھے مکینک سے ملا دیا۔ اس کے بعد وہ الوداعی سلام کر کے چلا گیا۔ گاڑی کے ورکشاپ پر پہنچتے ہی وہاں کا مکینک اور ارد گرد کے لوگ گولیوں سے چھلنی گاڑی کو پھٹی پھٹی نگاہوں سے حیرت زدہ ہو کر دیکھنے لگے۔ جنگوں میں گھرے اس معاشرے کے ہر فرد کا پہلا سوال یہی ہوتا تھا جو مکینک نے بھی کر دیا کہ ''اس گاڑی میں سوار کوئی شخص زندہ بھی بچا یا نہیں؟ ہم نے مکینک کو مختصر صورتحال بتا کر اس کو تسلی دی اور اس کی حیرت میں کسی قدر کمی واقع ہوئی۔

مکینک نے 20 لاکھ افغانی روپوں کے عوض گاڑی کی ضروری مرمت کرنے کی حامی بھری۔

ڈیزل پمپ کی خرابی دور ہونے پر گاڑی سٹارٹ ہوگئی۔ ڈینٹنگ پینٹنگ کی ابھی ہمیں ضرورت نہ تھی۔ دروازوں کے ٹوٹے ہوئے شیشے بھی تبدیل کر دیئے گئے۔ اسی دوران مکینک سے گپ شپ بھی جاری رہی۔ راقم نے محمود بھائی کو چٹکی بھرتے ہوئے درد کا پوچھا تو وہ بولے اب بالکل درد نہیں ہو رہا۔ اتنی دیر میں ایک خوبصورت لینڈ کروزر ہمارے پاس آ کر رُکی۔ اس کا ڈرائیور دیر تک ٹکر ٹکر ہمیں اور گاڑی کو دیکھتا رہا۔ آخر اس نے گاڑی کے متعلق پوچھ ہی لیا۔ اب اُسے بھی صورتحال بتانی پڑی۔ وہ گاڑی سے نیچے اُتر آیا اور بڑی نرم و لطیف آواز میں مہمان نوازی کی پیش کش کرتے ہوئے کہا کہ میں گورنر بغلان کا ڈرائیور ہوں۔ آپ ہمارے مہاجر مجاہد بھائی ہیں۔ آپکی مدد کرنا ہمارے دینی فرائض اور افغان روایات میں شامل ہے۔ والی بغلان کے ڈرائیور نے خود ہی مکینک کو معاوضے کی رقم ادا کی ہم نے اُسے روکنے کی بہت کوشش کی لیکن وہ بضد رہا۔

ہماری فوری ضرورت مخابرے پر اپنے مرکزی دفتر کابل بات کرنے کی تھی۔ لہٰذا اس کی پیش کش کو قبول کرتے ہوئے اس کی گاڑی میں سوار ہو کر بغلان کے والی کے دفتر میں چلے گئے۔ وہاں مخابرہ پر مصروف طالبان بڑی گرمجوشی سے ملے۔ ان کو اپنے یہاں آنے کی غرض بتلائی۔ انہوں نے خود بات کرنے کی بجائے فوراً مخابرہ کا ہیڈ فون راقم کے ہاتھ میں تھما دیا۔ راقم نے مطلوبہ فریکونسی سیٹ کی اور کابل مرکز کے امیر صاحب کو تمام صورتحال سے آگاہ کر دیا۔ اور آئندہ کا لائحہ عمل اپنی نوٹ بک پر تحریر کر لیا۔

والی بغلان کے مہمان:

بامیان مورچوں سے رابطہ کرنے پر امیر صاحب نے ہمیں پلخمری میں ہی رُک کر اپنے بامیان مورچوں سے گم شدہ ساتھیوں کی کھوج لگانے کا کہا تھا۔ مرکز سے رابطہ ہو جانے کے بعد والی بغلان کا ڈرائیور ہمیں سیدھا والی بغلان سے ملانے لے گیا۔

والی صاحب کو بھی ہم نے اپنی صورتحال سے آگاہ کیا۔ انہوں نے پہلے ہمیں اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلایا۔ پھر انہوں نے ہم سے پیش آنے والی مشکلات کے بارے میں دریافت کیا۔ راقم نے انہیں مخابرہ کی ایک عدد بیٹری کی ڈیمانڈ کی اور رہائش کے بندوبست کا بھی کہا۔ انہوں نے سرکاری ورکشاپ

کے ذمہ دار کے نام ہمیں رقعہ لکھ کر دے دیا اور مہمان خانے میں ٹھہرانے کے متعلق ڈرائیور کو تاکید کر دی۔ ڈرائیور ہمیں لے کر سرکاری مہمان خانے پر پہنچا اور مہمان خانے کے منتظم کو والی صاحب کا پیغام دیا۔ چنانچہ منتظم نے حسبِ خواہش ہماری رہائش کا انتظام کر دیا۔ یہ کام ہو جانے کے بعد ڈرائیور ہمیں اپنے ساتھ لے کر سرکاری ورکشاپ کے ذمہ دار کے پاس پہنچا اور ذمہ دار کے پاس چھوڑتے ہوئے الوداعی مصافحہ کیا اور رخصت ہو گیا۔ یہاں سے گاڑی کا چھوٹا موٹا کام کروا کر ہم نے سرکاری ہسپتال کا رُخ کیا۔

گولی کہاں گئی؟

سرکاری ہسپتال میں پہنچتے ہی ہم سیدھے سرجن کے پاس پہنچے اور اپنی غرض بیان کر دی۔ ڈاکٹر صاحب نے محمود بھائی کا کوٹ اور قمیض اوپر کروایا۔ اور کمر پر لگی گولی کے زخم کا بغور معائنہ شروع کر دیا۔ زخم کا معائنہ کرتے ہی تجربہ کار سرجن نے پہلی بات یہ کہی کہ زخم کے اندر گولی نہیں ہے۔ صرف زخم ہے جو انشاءاللہ جلد ہی ٹھیک ہو جائے گا۔ یہ بات سُن کر ہم بضد رہے کہ گولی زخم کے اندر ہی ہے لیکن ڈاکٹر صاحب نے بڑی شائستگی سے کہا کہ میں نے بغور معائنہ کیا ہے۔ اور زخم میں گولی نہیں ہے۔ اس لیے آپ تسلی رکھیں۔ اور مرہم وغیرہ لگوا لیں۔ ڈاکٹر صاحب مسکراتے ہوئے ہمیں تسلی دے رہے تھے۔ لہٰذا مجبوراً ہم نے اُن کی بات کو تسلیم کر لیا آخر وہ ڈاکٹر صاحب تھے اور ہم مریض تھے۔ لیکن اب سوال یہ پیدا ہوا کہ آخر گولی کہاں چلی گئی؟ جلد ہی ہمیں اس سوال کا جواب بھی ہسپتال سے نکلنے سے پہلے ہی مل گیا۔

جب معائنہ کے بعد محمود بھائی نے اپنی قمیض اور کوٹ کو نیچے کیا اور حسب عادت کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالا تو...... ہیں یہ کیا؟ لیجئے گولی صاحبہ تو جیب میں آرام فرما رہی ہیں۔ ان کے ہاتھ میں گولی کا سکہ دیکھ کر میری ہنسی چھوٹ گئی کہ ڈاکٹر صاحب سچے تھے گولی زخم میں نہیں بلکہ کوٹ میں ہے۔ دراصل یہ گولی گاڑی کے دروازے کو پھاڑ کر عمر بھائی کے گھٹنے کو زخمی کرتی ہوئی ڈرائیونگ سیٹ کو ٹکرائی اور سیٹ کو پھاڑتے ہوئے محمود بھائی کی کمر تک پہنچی تھی۔ اس وقت تک اسکی رفتار اور قوت ختم ہو چکی تھی۔ اس لیے کمر کو تو زخمی کر دیا لیکن جسم کے بجائے کوٹ میں سرائیت کر گئی اور پھر کوٹ میں راستہ بناتی بناتی اب جیب تک پہنچ چکی تھی کیونکہ اگر جیب میں پہلے آئی ہوتی تو حسب عادت ہاتھ ڈالنے پر ضرور ہاتھ میں آ جاتی لیکن اب کیونکہ کوٹ کو اوپر نیچے کیا گیا تھا اس لیے اس نے کوٹ کی جیب کو ہی اپنا مسکن بنانے کی کوشش کی تھی لیکن وہاں سے بھی اسے نکال دیا گیا۔

بغیر ارادہ قہقہے لگاتے ہم اسپتال سے نکلے اور پھر گاڑی سمیت مہمان خانہ میں ملے ہوئے اپنے کمرے میں واپس آ گئے۔ سامان وغیرہ کھول کر مخابرہ سیٹ کیا پھر نہا دھو کر لباس تبدیل کیا۔ یہ مہمان خانہ ایک ہوٹل تھا جو بہت خوبصورت اور نہر کے کنارے واقع تھا۔ ہوٹل کے سامنے چمن (باغیچہ) نہایت خوبصورت اور حسین منظر پیش کر رہا تھا۔

یہاں پر ہم دن رات اپنے بچھڑے ہوئے ساتھیوں کی مسلسل کھوج و تلاش میں مصروف رہتے اور ساتھ ساتھ استاد بھائی خالد کے ٹُو سے کابل مرکز میں رابطہ رہتا۔ آس پاس جہاں کہیں پنجابی لڑکوں کی خبر ملتی ہم فوراً وہاں پہنچ جاتے لیکن یہ سب دوڑ دھوپ بے سود ثابت ہو رہی تھی اور ہمیں کوئی کامیابی ہاتھ نہ لگی اور نہ ہی کسی ساتھی کے بارے میں اس علاقہ سے کوئی خبر ہی مل سکی۔

مزار شریف کی طرف:

آخر کار ایک روز ہمیں مزار شریف کی جانب سے اپنے گمشدہ ساتھیوں کی اطلاع ملی۔ ہم نے فوراً اُدھر جانے کی ٹھان لی۔ سرکاری مہمان خانہ (ہوٹل) میں ہمارے کمرے کے دروازے پر ایک فارسی بان باورچی نے حسب معمول دستک دے کر ہمیں ناشتہ دے دیا۔ راقم مخابرہ پر رابطوں میں مصروف تھا۔ دوسرے تین ساتھی مزار شریف جانے کی تیاری کر رہے تھے۔ اپنی تمام مصروفیات چھوڑ کر ہم ناشتہ کی طرف متوجہ ہوئے کیونکہ ہمارے خیال کے مطابق ناشتہ کا انتظار کرنا تو ٹھیک ہے لیکن ناشتہ کو انتظار کروانا ٹھیک بات نہیں۔ لہٰذا ہم ناشتہ کرنے لگے تو وہاں موجود ایک ساتھی (مقامی) ہمارے قریب ہی گھوم رہا تھا اور ہمارے مزار شریف کے پروگرام کے متعلق اُسے علم تھا۔ اس نے ہمیں آ کر بتلایا کہ میں پلخمری سے لے کر مزار شریف تک کے راستے سے واقف ہوں۔ اس لیے آپ مرکز کے ذمہ دار سے کہہ کر مجھے بطور رہبر اپنے ساتھ لے چلیں تاکہ آپ کو سہولت رہے۔

گو ہمارے لیے مزار شریف جانا مشکل نہ تھا۔ پھر بھی مقامی رہبر اور وہ بھی مجاہد ساتھی۔ ہم نے اس کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے مرکز کے امیر سے اُسے اپنے ساتھ بطور رہبر لے جانے کی اجازت مانگی تو امیر صاحب نے کمالِ شفقت سے اُس مجاہد ساتھی کو ہمارے ساتھ بطور رہبر جانے کی اجازت دے دی۔

ہم نے اپنی تیاری مکمل کی LMG، زڑکئی، کلاشنکوفیں، RPG7 اور راکٹوں و گولیوں کا ذخیرہ وغیرہ ہمارے پاس تھا۔ دستی کلاشنکوفیں اور کمر بند (پاؤچ) اپنے ساتھ رکھے جبکہ اضافی اسلحہ ڈبل ڈور کے ڈالہ (کھلے حصہ) میں رکھ کر اوپر سے ترپال ڈال دی۔ صبح آٹھ بجے پلخمری کے اس مرکز کو الوداع کہا۔ امیر مرکز کو اپنے کمرہ کی چابی دیتے ہوئے بتایا کہ شاید یہاں واپسی نہ ہو سکے۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ہم مزار شریف سے قندوز روانہ ہو جائیں۔ امیر صاحب نے الوداعی ملاقات کی اور سلام و دعا کے بعد مزار شریف کی جانب رختِ سفر باندھ لیا۔ الوداع ....الوداع پل خمری

پلخمری سے روانہ ہونے کے ڈیڑھ دو گھنٹوں کی مسافت طے کرنے کے بعد مشہور بادشاہ قطب الدین کا آبائی شہر جو کہ صوبہ سمنگان کا دارالخلافہ بھی ہے ''ایبک'' آیا۔ قطب الدین ایبک کا مقبرہ تو پاکستان کے صوبہ پنجاب کے دارالخلافہ لاہور کے مشہور بازار انارکلی کے آخر میں دائیں ہاتھ والی گلی جو کہ ہسپتال روڈ کی طرف نکلتی ہے میں واقع ہے۔ اپنے علاقے کی نسبت سے ہی ان کا نام معروف ہوا۔ قطب الدین ایبک کا آبائی علاقہ ''ایبک'' ہمارے سفر کے دوران سڑک کے بائیں طرف واقع تھا۔ ایک سرسری نظر اس شہر کے اطراف پر ڈال کر آگے بڑھے تو حضرت سلطان نامی شہر کے قریب سے گزر رہوا۔

آڑے ترچھے راستوں پر سے گزرتے ہوئے ہم درہ صیاد میں داخل ہو گئے۔ یہ دنیا کا خطرناک ترین درہ ہے۔ اس کے ایک طرف بالکل سیدھا پہاڑ ایستادہ ہے جبکہ دوسرا پہاڑ اس درہ کی چھوٹی سی سڑک پر جھکا ہوا ہے۔ یہی وہ تاریخی درہ ہے جس کو عبور کرتے ہوئے طالبان مجاہدین کے جذبہ جنون نے ایک نئی داستان رقم کی تھی۔

سامنے، ناکارہ جلے ہوئے اور اُلٹے پڑے ٹینک کو دیکھ کر راقم کو ماضی کی وہ داستان جس میں طالبان فدائیوں نے اس درہ صیاد کو کھولنے کی کوشش کی تھی یاد آ گئی تھی۔

درہ صیاد سے ٹھیک پانچ کلومیٹر سفر طے کرنے پر خلم شہر آ گیا۔ (خلم، تاشقرغان کا نیا نام ہے) موسم بہار کی رنگینی سے تازہ رنگ چُرا کر پہاڑوں اور ٹیکریوں نے گہرے سبز رنگ کا غازہ اپنے اوپر مَل رکھا تھا۔ انجیر یہاں کی مشہور سوغات ہے۔ یہاں پر سفید، سیاہ اور سبز انجیر بکثرت پیدا ہوتی ہے۔ 11.265 km رقبہ کا حامل یہ علاقہ 2012ء کی مردم شماری کے مطابق 3,68,800 افراد کی آبادی کو اپنے اندر سموئے ہوئے تھا۔

یہاں کے لوگ راسخ العقیدہ سُنّی مسلمان ہیں۔ یہاں کی زیادہ آبادی پختون ہے۔ ایثار و وفا کے پیکر یہاں کے باسیوں نے 1997ء میں طالبان کی پسپائی میں قرونِ اولیٰ کی یاد تازہ کرتے ہوئے زخمی، لٹے پٹے طالبان مجاہدین کی بھرپور مدد کی تھی۔ کمانڈر مجید خان کے اس ایثار و قربانی کو دادِ تحسین نہ دینا یقیناً احسان فراموشی ہوگی۔

خلم شہر سے آگے نکل کر دشت ''حیراتان'' آ جاتا ہے۔ اس بے آب و گیاہ صحرا میں بھی خلم کے غیور افغانوں نے ماضی میں پیاسے طالبان کی ہر ممکن مدد کی۔ آگے کی طرف سفر جاری رکھتے ہوئے دور بائیں جانب مزار شریف ایئر پورٹ کی جھلک نظر آنے لگی۔

مزار شریف سے پہلے ایک سڑک ''دشت'' (صحرا) سے ہوتی ہوئی حیراتان بندرگاہ تک جاتی ہے۔ اس سڑک کو شاہراہِ حیراتان کہتے ہیں۔ لیکن وہاں کی عوام میں یہ شاہراہ دوستی کے نام سے مشہور ہے۔ بندرگاہ کا پڑھ کر آپ حیران ہوئے ہوں گے کے افغانستان میں بندرگاہ؟ دراصل بندرگاہ دریائے آمو پر واقع ہے۔ گو یہ سمندر نہیں ہے لیکن یہاں پر کام و کاروبار کسی بندرگاہ سے کم بھی نہیں ہے۔ کیونکہ اس بندرگاہ پر دریا کے آر پار ایک بڑا پل تعمیر کیا گیا ہے۔ اور اس شاہراہ دوستی کے ذریعے افغانستان کو ازبکستان سے ملا دیا گیا ہے۔ اس دوستی پل کی تعمیر روس نے کی تھی۔ یہ پل وسطی ایشیائی سابقہ روسی ریاستوں میں تجارت کا بڑا ذریعہ ہے۔ ہم لوگ خلم، حیراتان اور دوستی شاہراہ کو کراس کر کے مزار شریف شہر میں داخل ہو گئے۔

مزار شریف وجہ تسمیہ:

اس شہر کا نام ایک مزار سے منسوب کر کے مزار شریف رکھا گیا ہے۔ یہ نسبت روافض کی ایجادوں میں سے ایک ایجاد ہے جس کی کوئی اصل نہیں ہے اور عوام کو دھوکہ دیا ہوا ہے۔ شیعوں نے اس مزار کو حضرت علیؓ کا مزار بتلا کر عوام کو بے وقوف بنا رکھا ہے۔ جیسے پاکستان میں بھی ایک مشہور دربار کے احاطہ میں موجود ایک چٹان پر پڑے نشانات کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھوڑے ''دُلدُل'' کے قدموں کے نشانات بتا کر سادہ لوح عوام کو بیوقوف بنایا ہوا ہے۔ رافضی مزار شریف کے اس مزار کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منسوب کرتے ہیں۔ تاہم تاریخی اعتبار سے اس بات کی نہ تو کوئی سند ہے اور نہ ہی آثار، اقوال صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے کسی بھی طرح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا افغانستان، پاکستان میں آنا ثابت نہیں۔ یہ مزار

بدعات اور شرکیہ رسومات کا گڑھ بنا ہوا تھا۔ اور اسی مزار کی مناسبت سے شہر کا نام مزار شریف رکھ دیا گیا۔

مزار شریف کے گورنر ہاؤس میں:

مزار شریف میں داخل ہوتے ہی سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منسوب کیے گئے مزار کو دیکھا۔ یہاں پر طالبان مجاہدین نے مکمل کنٹرول کر رکھا تھا۔ جس وقت ہم شہر میں داخل ہوئے تھے اس وقت نماز عصر کیلئے مساجد سے اذان کے کلمات سنائی دینے لگے تھے۔ ہم مختلف گلیوں سے ہوتے ہوئے ایک متروکہ سٹیل مل کے آہنی دروازے پر پہنچے۔ گاڑی کھڑی کر کے ہارن دیا تو دروازہ نما چھوٹی کھڑکی کھول کر ایک طالب پہریدار باہر آیا۔ سلام و دعا کے بعد اپنا مدعا بیان کیا تو وہ ہمیں سٹیل مل کے اندر لے گیا۔ مل سے متصل ایک بڑے گیٹ کو کھولا تو سامنے گورنر ہاؤس تھا۔ یہ ایک بڑی کوٹھی تھی۔ سوئمنگ پول، چمن (باغیچہ) اور درختوں نے اُسے نہایت خوبصورت بنا رکھا تھا۔

یہاں پر گورنر ملا اختر عثمانی اور ان کے نائب ملا انور (جو کہ ہمارے بڑے اچھے جاننے والے تھے) بڑے پرتپاک انداز میں ہم سے ملے۔ سلام و دعا کے بعد ہم نے وضو کیا اور نمازِ عصر ادا کی بعد میں ہم نے والئی مزار شریف ملا اختر عثمانی صاحب کو اپنے آنے کا مقصد بیان کیا۔ انہوں نے ہمیں ساتھیوں کی تلاش میں بھرپور تعاون کا یقین دلایا اور ہماری معاونت بھی کی۔

یہاں پر ہم طالبان مجاہدین کے دو چار مراکز میں گھومے لیکن وہاں پر ہمارا کوئی بھی ساتھی موجود نہ تھا۔ لہٰذا تھکے ہارے عشاء کی نماز سے ذرا پہلے واپس سٹیل مل آ گئے۔ اور پھر نماز عشاء ادا کر کے کھانا وغیرہ کھا کر گپ شپ لگا کر وہیں سو گئے۔

اگلی صبح نماز فجر کی ادائیگی کے بعد ناشتہ کیا۔ راقم نے سوئمنگ پول کے قریب انٹینا سیٹ کر کے مخابرہ پر قندوز رابطہ کیا اور وہاں کے ذمہ دار مفتی صغیر احمد صاحب کو تمام صورتحال سے آگاہ کیا۔ اور آئندہ پروگرام کے متعلق ہدایات چاہیں۔ مفتی صاحب نے ہمیں قندوز آنے کا کہہ دیا۔ ہم نے قندوز جانے کا پروگرام بنایا اور ساتھ ہی حیراتان اور نزدیکی علاقوں میں گمشدہ ساتھیوں کی چھان بین کرنے کا کام بھی اس سفر میں شامل کر لیا۔

ہم نے والئی مزار شریف کو اپنے حیراتان جانے کے ارادے سے آگاہ کیا۔ انہوں نے ہمیں ایک رقعہ لکھ دیا اور الوداعی ملاقات میں اپنی مخصوص مسکراہٹ کے ساتھ ایک پرچی ہاتھ میں تھماتے ہوئے کہا کہ حیراتان کی مقامی انتظامیہ آپ لوگوں سے بھرپور تعاون کرے گی اور یہ پرچی آپ کی گاڑی میں ڈیزل ڈلوانے میں معاون ثابت ہوگی۔ ہم نے گاڑی میں بیٹھ کر الوداعی مسکراہٹ نچھاور کرتے ہوئے اُن سے رخصت لی اور سفر شروع کر دیا۔

گورنر ہاؤس سے نکلتے ہی سفاک و جارح شیعہ کمانڈر عبدالعلی کی قبر دیکھنے کا بھی موقع ملا۔ اس کی قبر نشان عبرت بنی ہوئی تھی۔ ایرانی مالی معاونت اور انجینئرز کے ڈیزائن کردہ مقبرہ (جس کی آرائش و زیبائش کے لیے سنگ مرمر کی ٹائلیں بھی منگوائی گئی تھیں) جہاں کبھی تعظیمی سجدے کیے جاتے تھے۔ اب غیور افغان عوام وہاں بول و براز کرتے تھے۔ طالبان مجاہدین نے اس مقبرہ کو بارود سے اُڑا کر نشانِ عبرت بنا ڈالا تھا۔ ہم کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے دل میں اپنے ایمان کی سلامتی کی دعا کرتے ہوئے وہاں سے نکل کر حیراتان کی طرف گامزن ہو گئے۔

حیراتان میں:

مزار شریف سے چلے تو ایک خوبصورت سڑک پر سفر شروع ہوا۔ صحرا کے سینے پر مونگ دلتی ہوئی یہ بڑی سڑک حیراتان جاتی ہے۔ سڑک کے دائیں بائیں تاحد نگاہ صحرائی علاقہ ہے۔ جس میں کہیں کہیں تھور کے پودے اور صحرائی بوٹیاں نظر آتی ہیں۔ سڑک کی ایک جانب بجلی کے کھمبے لگے ہوئے ہیں تیز رفتاری کے ساتھ تقریباً پچاس منٹ تک اس چمکدار سڑک پر سفر کرنے کے بعد ہماری گاڑی حیراتان کے قصبہ نما شہر میں داخل ہوگئی۔ شہر میں بندرگاہ کا نظام، ریلوے لائن، ریل گاڑی، اور روئیر ہاؤس دیکھ کر حیرانگی ہوئی۔ کیا یہ افغانستان کا شہر ہے؟ ایسے بے آباد صحرا میں ایسا بارونق شہر بھی ہوسکتا ہے؟

ہمیں یہ تو معلوم تھا کہ حیراتان کا یہ سرحدی علاقہ سامانِ تجارت کے باعث بہت مشہور ہے۔ لیکن اس قدر سہولیات دیکھ کر حیرت زدہ ہو جانا ایک یقینی امر تھا۔ دریائے آمو پر بنا ہوا ایک بڑا اسٹیل انجینئرنگ کا شاہکار ہے۔ اس بڑے پل کے درمیان ریلوے لائن بچھی ہوئی ہے۔ اور دائیں بائیں ٹریفک کیلئے کارپٹڈ سڑکیں بنی ہوئی ہیں۔ یہاں سے اشیائے خورد و نوش اور ضروریات زندگی کا سامان کنٹینرز میں آتا اور جاتا ہے۔ سابقہ روسی ریاستوں سے تیل بذریعہ ٹرین لایا جاتا ہے۔ بعد ازاں یہاں سے آئل بردار ٹرکوں کے ذریعے تیل اور بار برداری والے ٹرکوں کے ذریعے اشیائے خورد و نوش............ کی نقل و حمل اندرونِ افغانستان ہوتی ہے۔

اس بارڈر سے ازبکستان وغیرہ سے بجلی کی ترسیل مزار شریف اور آس پاس کے علاقوں میں ہوتی ہے۔ دریائے آمو (جیحون) کے اس پار ازبکستان کا مشہور شہر ''ترمذ'' واقع ہے۔ جسے عظیم محدث اور احادیث کی معتبر کتاب ''ترمذی شریف'' کے مؤلف امام ترمذیؒ کا مولد ومسکن ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔

آخری چیک پوسٹ کے طالب اور ''الحمدللہ'':

راقم وہمراہیوں نے طالبان کی آخری چیک پوسٹ ومرکز میں ٹھہر کر تھوڑا دم لیا وہاں پُل پر دو کنٹینرز رکھ کر سڑک بند کی گئی تھی۔ یہاں سے دور دریا میں کھڑے تجارتی بحری جہاز بھی دیکھے۔ یہاں کے ویئر ہاؤسز میں جہازوں کے انجن اور سامان تجارت پڑا تھا۔ جس میں زیادہ تر شیشہ تھا۔

ہم جس جگہ پر بھی جاتے تو مقامی مجاہد اور لوگ ہمیں دیکھ کر حیرت کا اظہار تو نہ کرتے البتہ ہماری گاڑی کی حالت دیکھ کر ٹھنڈی آہ ضرور بھرتے۔ اور پشتو فارسی یا دری زبان میں کوئی نہ کوئی فقرہ ضرور کستے۔ چیک پوسٹ والے طالبان ساتھیوں نے ہمارے لیے قہوہ بنایا۔ یہاں پر چینی نایاب تھی لیکن وہ نجانے کہاں سے ہمارے لیے چینی لے آئے۔ قہوہ پیتے پیتے ان سے ان کے شب وروز کے بارے میں دریافت کیا تو بس ''الحمدللہ'' کہہ کر انہوں نے تھوڑا بہت بتایا۔ یہاں سے بھی ہمیں اپنے گمشدہ ساتھیوں کے متعلق معلوم نہ ہوسکا۔ لہٰذا قندوز جانے کا پروگرام بنایا۔ یہاں سے ایک مختصر راستہ قندوز جاتا تھا۔ تاہم ہمیں پلخمری کے مقامی رہبر کی وجہ سے پہلے پلخمری جانا پڑا۔ اپنے رہبر کو پلخمری چھوڑا اور احتیاطاً اپنی گاڑی سرکاری ورکشاپ لے جاکر چیک کرائی وہاں کے ذمہ دار ہمارے آشنا نکلے۔ سلام، خیر جوڑ تنکڑا کے بعد راقم اور ذمہ دار نے ذہن پر زور ڈالا تو یاد آیا کہ مذکورہ ذمہ دار قندھار معسکر کی تعمیر کے سلسلہ میں وہاں سرکاری ٹرک پر ریت اور مٹی ڈھوتے تھے۔ انہوں نے ہماری گاڑی کا تسلی بخش کام کروادیا۔ ڈرائیور محمود بھائی نے ......لوہے کا ایک مضبوط ٹوچین بھی بنوالیا۔

گاڑی کی مرمت ہوتے ہوتے شام ہوگئی۔ چنانچہ ہم رات گزارنے مہمان خانے پر چلے گئے۔ اگلی صبح ناشتہ کرنے کے بعد قندوز روانہ ہوئے۔

قندوز کی طرف:

پل خمری سے بغلان تک روڈ بالکل ٹھیک تھا۔ ہم تیز رفتاری سے سفر کرتے ہوئے جارہے تھے۔ صوبہ بغلان کے دارالحکومت بغلان میں ایک شوگر مل بھی ہے۔ جس میں گنے کی بجائے چقندر اور گرما/سردا وغیرہ (جسے افغانی خٹکئی کہتے ہیں) سے چینی کی پیداوار حاصل کی جاتی ہے۔ بغلان سے آگے نکلے تو راستہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار تھا۔ سڑک کی بائیں جانب دریا اور اس کے ساتھ ساتھ لہلہاتے کھیت قندوز تک ساتھ دیتے ہیں۔

رابطے میں ناکامی اور ٹائی راڈ کھل گیا:

گاڑی میں سوار ہم...... گاڑی کے ڈیک سسٹم پر جہادی نظمیں سنتے ہوئے خراماں خراماں سفر جاری رکھے ہوئے تھے۔ راستہ معلوم تھا اور منزل کی بے فکری کے ساتھ آگے بڑھتے جارہے تھے۔ قندوز کی طرف جاتے ہوئے جہاں جہاں آبادیوں کے قریب سے گزر ہوتا تو وہاں کے مکین حیرت بھری نگاہوں سے ہماری گولیوں سے چھلنی گاڑی کو دیکھتے ہی رہ جاتے۔ راستے میں ایک جگہ گاڑی پنکچر ہوگئی۔ سٹپنی نکال کر فٹ کی اور راستے میں ایک جگہ رُک کر ایک ہوٹل سے کھانا کھایا۔ نماز عصر بھی راستہ میں ہی ادا کی اور سفر جاری رکھتے ہوئے نماز مغرب کے وقت ہم لوگ قندوز ائیرپورٹ کے قریب سے گزر رہے تھے۔ روٹین کے مطابق رابطے کا وقت ہوگیا۔ (اپنے نظم کے تمام وائرلیس سیٹ رکھنے والے افراد کے رابطہ کا مستقل طے شدہ وقت) گاڑی روکی اور مخابرہ (وائرلیس سیٹ) نکال کر ٹون دینا شروع کردی لیکن کہیں سے جواب موصول نہ ہو پارہا تھا۔ نامعلوم وجوہات کی بناء پر شاید ہماری آواز ان تک نہیں جارہی تھی۔ خیر ہم اپنے قندوز دفتر ''تپہ چہل دختران'' پہنچ گئے۔ ہارن کی آواز سنتے ہی پہریدار طالب باہر آیا تو ہم اتر کر اُسے ملے پہریدار نے بڑا گیٹ کھولا تو محمود بھائی نے ڈرائیورنگ سیٹ سنبھالتے ہوئے گاڑی اندر کی جانب موڑنا چاہی تو...... یہ کیا؟ سٹیئرنگ آزاد گھوم رہا تھا محمود بھائی نے اتر کر گاڑی کے نیچے جھانک کر دیکھا تو ٹائی راڈ کھلا پڑا تھا اسی وجہ سے سٹیرنگ آزاد گھوم رہا تھا اور ٹائر اس کا ساتھ نہ دے پارہے تھے۔ ہم نے اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا۔ کہ یہ واقعہ اوطاق کے باہر ہوگیا ورنہ...... اگر چلتی گاڑی کا ٹائی راڈ کھل جاتا تو سیدھے دریا برد ہوجاتے۔ بہرحال نماز مغرب کے ساتھ سجدہ شکر بھی ادا کیا۔ کھانا کھایا۔ نماز عشاء کے بعد لمبی تان کر سو گئے کیونکہ سفر بھی تو بہت لمبا کیا تھا۔

فتوحات:

ہمیں قندوز پہنچے چار دن ہو چکے تھے۔ کابل سے ایک بڑی تشکیل بامیان کو دوبارہ حاصل کرنے کیلئے آ رہی تھی۔ اس تشکیل شدہ لشکر میں ہمارے 200 سے زائد پاکستانی مجاہد بھی شریک تھے۔ دو اڑھائی سو کے قریب افراد پر مشتمل ایک گروپ مولانا الیاس گھمن صاحب کی معیت میں ''ریش خور معسکر'' میں اعلیٰ تربیت حاصل کر رہا تھا۔ اس گروپ کا نام ''جیش محمد'' رکھا گیا۔ تربیت کے دوران ہی یہ گروپ بامیان لڑنے کے لیے آن پہنچا تھا۔ اس تشکیل میں مولانا عبدالجبار صاحب، مولانا الیاس گھمن صاحب، مخابرچی عبدالحفیظ اور خالد جتوئی بھی شامل تھے۔

دشمن کی ایجاد، عبدالحفیظ کی حیرانی:

اس بڑے لشکر نے ''کوتل حاجی گکھ'' کی جانب سے بامیان پر دھاوا بول دیا جبکہ دوسرا لشکر ''دوشی'' سے بامیان کی طرف بڑھ رہا تھا۔ دشمن دونوں لشکروں کے آگے آگے بھاگ رہا تھا۔ دوسرے دن تک طالبان مجاہدین نے رافضی دشمن کو یکالنگ، ملخاب اور پنجاب تک دھکیل دیا۔ اس جنگ کی لائیو کوریج یعنی آنکھوں دیکھا حال لمحہ بہ لمحہ ہمیں قندوز مرکز میں بذریعہ مخابرہ پہنچ رہا تھا۔ راقم اپنے مرکز میں آپریٹر کے فرائض سرانجام دے رہا تھا۔ ادھر محاذ سے بھائی عبدالحفیظ مخابرچی (وائرلیس آپریٹر) نے راقم کو خوش ہوتے ہوئے بڑی حیرانگی کے ساتھ بتایا کہ ''یہاں پر ہمیں دشمن کی ایجاد کردہ ایک عجیب سی چیز ملی ہے جس میں ہیلی کاپٹر کے 57mm والے میزائل کرنٹ دے کر فائر کیے جاتے ہیں۔'' میں نے عبدالحفیظ کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ ''بھلا! اس کا سٹینڈ شلکا مشین کا لگا ہوا ہے۔ اور اس کی بیرل ہائیڈرالک جیک کا پالش شدہ پائپ ہے اور اس کو کرنٹ لگانے والی تار سفید رنگ کی ہے۔''

راقم کی یہ باتیں سن کر بھائی عبدالحفیظ کی حیرت دوچند ہوگئی اور وہ بولا۔ حیات اللہ بھائی آپ کو کیسے معلوم ہے؟ لگتا ہے کہ کسی نے آپ کو پہلے ہی بتا دیا ہے'' میں نے انکار کرتے ہوئے اُسے بتایا کہ یہ ہماری ہی ایجاد ہے۔ اور ہم نے ہی اسے...... فلاں وقت میں بامیان ائیر پورٹ پر تیار کیا تھا۔ بامیان پر طالبان کا پھر سے قبضہ ہو چکا تھا اور اب طالبان کمانڈانوں اور جنگی ماہرین نے تالقان کو حاصل کرنے کیلئے منصوبہ بندی شروع کر دی۔

تالقان کیلئے مجاہدین کی تشکیلات:

مرکز میں دسویں روز جہاں مفتی صغیر احمد صاحب اور یہاں کے دیگر مقیم پرانے ساتھی کابل کی جانب رواں دواں تھے تو وہیں کابل سے کمانڈر سلطان بھائی کی تشکیل میں تازہ دم دستے قندوز بھی پہنچ رہے تھے۔ تازہ دم دستے کے آنے سے اوطاق میں پھر سے نئے سرے کے موضوع گپ شپ کیلئے مل گئے۔

پھر کابل وقندھار سے جنگی ماہرین کی ہدایات آنا شروع ہوگئیں۔ جنگی تیاریوں سے متعلق ان ہدایات کے باعث بڑے پیمانے پر نقل وحمل شروع ہوگئی۔ انہی دنوں طالبان کے ایک بڑے لشکر نے تالقان دوبارہ حاصل کرنے کیلئے پر تولنا شروع کر دیے اور طالبان مجاہدین نے دوضلعوں پر حملہ کر دیا۔ ضلع نہرین اور اشکمشک پر قبضہ کر لیا۔

پھر دس دن کی مسلسل جنگ کے بعد طالبان مجاہدین درہ بنگی کے عقب میں پہنچنے میں کامیاب ہوگئے۔

ہماری باری دومیلہ اور مائن:

ملا عبدالغنی برادر صاحب کی ترتیب کے مطابق اب تعارض کرنے کی ہماری باری تھی۔ لہٰذا کمانڈر سلطان بھائی کی معیت میں قندوز کے علاقہ ضلع خانہ آباد میں جمع ہو گئے اور پھر اگلی صبح ناشتہ کے فوراً بعد مورچوں کے قریب جانے کیلئے گاڑیوں پر سوار ہو گئے متعدد بار راستہ بھولے پھر صحیح راستہ مل جانے پر ہم مورچوں تک پہنچ گئے۔

اور اب مورچوں کے قریب والی ٹیکری پر دومیلہ چڑھانے کا کام تھا جس کیلئے مناسب راستہ تلاش کر رہے تھے۔ پروگرام کے مطابق دومیلہ کو مناسب وموزوں جگہ پر لے جا کر اس سے کام لینا تھا۔ اس ٹیکری پر جگہ جگہ بارودی سرنگیں (مائن) بچھی ہوئی تھیں۔ دشمن نے جابجا ایرانی ساختہ سرنگیں بارود کی دبا کر اپنے طور پر تسلی کر رکھی تھی کہ اس ٹیکری پر کوئی نہ آئے گا۔

کرتے کراتے ہم ساڑھے بارہ بجے تک مناسب راستہ تلاش کرنے میں کامیاب ہو گئے اور ایک 4x4 گاڑی اور دومیلہ کو ٹیکری پر چڑھا لیا۔ پھر جونہی دومیلہ کی سمت دشمن کی طرف کرنے کیلئے ڈرائیور نے ٹرک کو بیک کرنا چاہا تو زمین میں دبی ایرانی ساختہ اینٹی پرسنل مائن نے ٹرک کے ایک ٹائر

کے پرخچے اُڑا دیے۔اب مجبوراًاسی سمت سے دومیلہ کے فائر کرنا تھے۔

کمانڈر سلطان بھائی نے 4x4 گاڑی کے ڈرائیور بھائی غلام مرتضٰی (المعروف جی ایم) کو واپس اوطاق جانے کیلئے کہا وہ احتیاط سے گاڑی چلاتے ہوئے اوطاق کی جانب چل پڑے۔ راستہ میں جگہ جگہ بچھی ہوئی ایرانی مائنز کو مٹی نے بے نقاب کر چھوڑا تھا۔اس لیے جی ایم صاحب کو جیسے ہی کوئی مائن نظر آئی وہ اتر کر اس مائن کو محفوظ کر کے تھیلے میں ڈالتے جاتے۔اس طرح انہوں نے بہت سی مائنز اکٹھی کر لیں۔

سرراہ ملنے والی یہ بارودی سرنگیں ہمارے بڑے کام کی تھیں کیونکہ ہم کبھی کبھی اپنے مورچہ کے اردگرد مائنز دبا کر ایک حصار بنا لیتے تھے پھر جب مورچہ چھوڑنا ہوتا تو یہ مائنز نکال کر ساتھ لے جاتے اور مستقبل میں بھی یہ بارودی سرنگیں کام آتی رہتیں۔

پُرخطر راستہ اور زڑکئی بردار طالب:

دومیلہ کا رُخ درست نہ ہونے کی وجہ سے اس کی فائرنگ کا پروگرام منسوخ کر دیا۔اتنی دیر میں دشمن بھی خبردار ہو چکا تھا۔وہ صبح سے ہی ہمارا منتظر تھا۔اور شاید مخابروں پر پیغامات سن سن کر اکتا بھی گیا تھا کہ طالبان ابھی تک کیوں نہیں آئے۔

ہمارے سامنے دشمن کے مورچوں تک رسائی کیلئے محض ایک پگڈنڈی ہی محفوظ راستہ تھی۔دشمن نے اس پگڈنڈی پر اپنی شست (نشانہ) درست کر رکھی تھی۔اور ہماری پیش قدمی کا یہ واحد راستہ سخت خطرات میں گھرا ہوا تھا۔ابھی ہمارا دستہ اس راستے پر چل کر دشمن پر حملہ آور ہونے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ دشمن نے فائرنگ شروع کر دی۔اسی اثناء میں ایک لانبے قد کاٹھ کے مالک بہادر طالب نے زڑکئی سے دشمن پر فائر کرتے ہوئے پگڈنڈی پر دوڑنا شروع کر دیا۔جواں ہمت طالب کی اس دلیری پر دشمن حیران رہ گیا......بس پھر کیا تھا مسعودی دشمن نے جوانمرد طالب کی بہادری سے خوفزدہ ہو کر اپنے مورچے چھوڑ کر بھاگنا شروع کر دیا۔جوانمرد طالب کی جارحانہ پیش قدمی بارش کا پہلا قطرہ ثابت ہوئی۔اور اس کے پیچھے تمام مجاہد لپکتے ہوئے دشمن پر ٹوٹ پڑے اور انہیں سنبھلنے کا موقعہ نہ دیا اور دشمن سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ نکلا۔

دشمن کے مورچے میں کابلی پلاؤ:

راقم سمیت تمام ساتھی ویسے تو لڑنے مرنے کیلئے پرعزم تھے لیکن ایک بہادر طالب جو کہ غالباً قندھار کا سپوت تھا۔ہمت کر کے بازی لے گیا تھا جیسے ہی ہم لوگ دشمن کے مورچوں پر پہنچے تو وہاں ایک بڑی کڑاہی میں گرما گرم کابلی پلاؤ تیار پڑا تھا اور ساتھ ہی پینے کے صاف پانی کے ڈرم بھی رکھے ہوئے تھے ہمیں زوروں کی بھوک لگی ہوئی تھی چنانچہ تھوڑی ہی دیر میں ہم اس نعمت سے اپنی بھوک مٹانے لگ پڑے اور خدا کا شکر ادا کیا۔

طالبان کے جنگی طیارے کی تباہی:

قریباً نمازِ عصر تک ہم اپنی فتح کی خوشی میں سرشار باتوں میں مصروف تھے کہ طالبان کے جنگی جیٹ طیاروں نے دشمن کے مورچوں اور علاقوں پر بمباری شروع کر دی اس سے پہلے طالبان کا ایک جنگی ہیلی کاپٹر بھی دشمن پر فائرنگ کر کے جا چکا تھا۔

جس ٹیکری پر ہم لوگ بیٹھے تھے وہاں سے دشمن کا تقریباً پورا علاقہ نظر آ رہا تھا راقم دشمن کے علاقہ کی طرف منہ کیے بیٹھا نہ جانے کن سوچوں میں گم تھا کہ کمانڈر سلطان بھائی نے راقم کو کہنی مار کر متوجہ کرتے ہوئے کہا کہ ''وہ دیکھو طالبان پائلٹ نے طیارے سے باہر چھلانگ لگا دی۔'' پائلٹ نے اب اپنی چھتری (پیراشوٹ) کھول لی تھی۔اور طیارہ ایک پہاڑی کے پیچھے گر کر تباہ ہو گیا جس سے زبردست دھما کہ ہوا اور فضاء میں دھواں اور شعلے بلند ہو گئے۔

کیپٹن اللہ داد پائلٹ کو دشمن نے گرفتار کر لیا۔سلطان بھائی نے بتایا کہ شاید پائلٹ نے آخری لمحات تک طیارے کو بچانے کی کوشش کی اسی لیے جب اسے اپنی کوشش پوری کامیاب ہوتی نظر نہ آئی تو اُس نے کاک پٹ سے چھلانگ لگا دی فضاء سے زمین کا فاصلہ کم ہونے کے باوجود اس نے پیراشوٹ کے بیلنس کو بہت کوشش کر کے طالبان کے علاقہ کی جانب کیا لیکن غالباً تیز ہوا نے اس کی کوشش کو ناکام بنا دیا اور وہ شمالی اتحاد کے زیرِ قبضہ علاقہ میں گر پڑا۔اور یوں شمالی اتحاد والے اُسے گرفتار کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

ضربِ مومن کا نمائندہ اور طیارے کا ملبہ:

اگلی صبح اِسی درہ سے آگے دشمن کے علاقہ میں طالبان نے تگڑا تعارض کرتے ہوئے کامیابی کے ساتھ دشمن کو بھاگنے پر مجبور کر دیا۔تعارض کے

بعد راقم ضربِ مومن کے نمائندے محبوب الرحمٰن صاحب کو ساتھ لے کر تباہ شدہ طیارے کے ملبے کی کھوج میں نکل کھڑا ہوا ہمارے اندازے کے مطابق والے علاقہ سے طیارے کا ملبہ مل گیا۔ وہ سڑک کے قریب ایک پل کے نزدیک بکھرا پڑا تھا۔ محبوب الرحمٰن نے تباہ شدہ طیارے کی تصاویر بنائیں اور ہم نے اس تباہ حال طیارے کی گن اُٹھا کر اپنی گاڑی کے ڈالے میں بطور نشانی رکھ لی۔ واپس آئے تو کمانڈر سلطان بھائی کچھ ساتھیوں کو یہیں چھوڑ کر اور راقم سمیت کچھ ساتھیوں کو ہمراہ لے کر واپس اپنی جگہ خانہ آباد آ گئے۔

دشت تو دشت دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے:

خطِ اوّل پر کامیاب کاروائی کے بعد طالبان کی تمام تر توجہ تالقان پر مرکوز تھی اور اب تالقان پر ایک بڑا تعارض کرنا تھا۔ پروگرام کے مطابق کام شروع کر دیا گیا۔ گزشتہ روز سے دشمن نے دریائے بنگی کے پل کو توڑ کر طالبان کی پیش قدمی کو روکا ہوا تھا۔

وہاں پر ہمارے کچھ ساتھی ٹیکریوں پر موجود تھے۔ اور نیچے طالبان کا دستہ پل ٹوٹنے کی وجہ سے مجبوراً رکا ہوا تھا۔ خیر طالبان مجاہدین نے مزید دیر کیے بغیر دریا میں اترنا شروع کر دیا۔ یہاں بھی دشمن نے طالبان مجاہدین کی اس حیران کن پیش قدمی اور جرأت کو سراہتے ہوئے بھاگنے میں ہی عافیت سمجھی۔

دریا میں ویسے بھی پانی کم ہی تھا اور ڈبل ڈور گاڑی کا پورا بونٹ پانی کے اندر نہیں ڈوبتا تھا۔ طالبان کے بلڈوزر بھی مسلسل راستہ بنانے میں مصروف عمل تھے۔ اگلے دن تک دریا کے سیدھے کناروں کو ڈھلوان کی شکل دے کر بلڈوزروں کے ڈرائیور حضرات نے اپنی مہارت اور جانفشانی کا ثبوت دے ڈالا۔ ایسے معاملات سے نپٹنے کیلئے اب طالبان لشکر ہر لمحہ اپنے ساتھ بلڈوزر رکھتا تھا۔ اس کے علاوہ چھوٹے موٹے ندی نالوں کو عبور کرنے کیلئے طالبان کے پاس کنٹینر، کرین وغیرہ مستقل طور پر ساتھ ہوتے۔ جہاں کہیں ضرورت پڑتی کرینیں اور کنٹینروں کو اٹھا کر وہاں رکھ دیتیں اس مرتبہ اتنی زیادہ تیاری اسی لیے کی گئی تھی کہ طالبان کسی بھی طرح مسعودیوں کو چھوڑنا نہیں چاہتے تھے۔ اور ان کا قلع قمع کرنے کی ٹھان رکھی تھی۔ اور یہ تیاریاں طالبان کے کام بھی آئیں اور کامیابی نے ان کے قدم چومے۔

پنجو پنج:

افغانستان کی جنگوں کیلئے روانگی اکثر نماز فجر کے بعد ہوتی ہے۔ لیکن ہم جان بوجھ کر نماز عصر کے بعد ہی خانہ آباد سے درہ بنگی کی جانب روانہ ہو گئے۔ جب ہم سڑک پر پہنچے تو مخابرہ پر ''پنجو پنج'' سے ایک ڈائریکٹ کال ہمارے مخابرہ پر منتقل ہوئی۔ یہ کال ''آمر'' صاحب کی تھی۔ (افغانستان کے شمالی علاقوں میں احمد شاہ مسعود کو آمر صاحب کہہ کر پکارا جاتا تھا) وہ اپنے کمانڈانوں کو فارسی زبان میں جنگی چال کے متعلق بتا رہا تھا۔ اس نے بتایا کہ طالبان تمام لشکر فلاں راستہ سے ادھر آ رہا ہے اس لیے تم سرخ درہ پہنچو اور وہاں طالبان لشکر پر حملہ کر دو۔ اس خبر کو سنتے ہی ملا عبدالغنی برادر نے اپنے تمام لشکر کو سڑک کے ایک طرف کھڑا کر کے بڑے جنگی کمانڈانوں کو اکٹھا کیا۔ اور تمام باتیں سنائیں اور پھر ان کی روشنی میں مشاورت کر کے حملہ کرنے کا اگلا منصوبہ بنایا۔

منصوبے کے مطابق ملا عبدالغنی برادر صاحب نے ایک چھوٹا لشکر سیدھا جانے دیا اور مخابرہ پر پکڑی جانے والی گفتگو کی روشنی میں لشکر کے بقیہ حصے کو سرخ درہ کی طرف لے چلے۔ راقم بھی سرخ درہ والے لشکر میں تھا۔

احمد شاہ مسعود کی گفتگو ٹریس کرنے (پکڑنے) والا 55 پنجو پنج یا پچپن گروپ نامی یہ مجموعہ شعبہ استخبارات (انٹیلی جنس) کے امیر قاری احمد اللہ کی ذہنی اختراع تھی۔ پچپن کو فارسی میں پنجو پنج کہتے ہیں۔ اس گروپ میں چار ایسے افراد شامل تھے جن کو مخابروں کا استاد مانا جاتا تھا۔ ان کا کام صرف اور صرف دشمن کے مخابروں کی فریکونسی کو کنٹرول کر کے ان کی کالیں ٹریس کر کے لکھنا ہوتا تھا۔ یہ گھاگ اور چالاک ماہرین کی ٹولی پکڑے جانے والے پیغام کو جلد از جلد ڈی کوڈ کر کے مطلوبہ نتائج استخبارات کے محکمہ کو فوری بھیج دیتے۔ پھر یہ نتائج دشمن کے ساتھ جنگ میں معاون ثابت ہوتے۔

کمین ناکام و مورچہ بندی:

آج 55 گروپ نے احمد شاہ مسعود کے مخابرہ کی فریکونسی ٹریس کر کے ڈائریکٹ ہمارے مخابرہ جات پر منتقل کر دی تھی۔ اسی گفتگو کے تناظر میں طالبان کے بڑے لشکر نے سرخ درہ پر کمین لگا لی۔ لیکن صبح تک دشمن تو کیا چڑیا بھی نہ پھڑکی۔ پھر ہم نے یہ گمان کیا کہ ہوسکتا ہے کہ دشمن کے مخابرچیوں نے ہمارے لشکر کی نقل و حرکت کا معاملہ سُن اور سمجھ لیا ہو۔

لشکر واپس روانہ ہوا۔ یہاں سے قدرے قریب ایک بڑی پہاڑی ٹیکری مورچہ بندی کیلئے سودمند نظر آ رہی تھی طالبان کماندان نے ہم پاکستانی مجاہدین کو اس پہاڑی ٹیکری پر دو مورچے قائم کرنے کا حکم دیا۔ اس وقت ہمارا مختصر قافلہ دو گاڑیوں پر مشتمل تھا۔ ایک 4x4 ٹویوٹا گاڑی اور دوسرا دومیلہ کلا فیل گاڑی تھی۔

اجڑی خانہ بدوش بستی میں برف خانہ:

اب ہم پہاڑی ٹیکری پر مورچے بنانے کیلئے چڑھنا شروع ہو گئے۔ راستہ میں جھونپڑیوں پر مشتمل ایک اجڑی بستی آ گئی۔ ہم نے یہیں پر عارضی پڑاؤ ڈال دیا۔ اس بستی میں پالتو مرغیاں بے فکری سے ادھر اُدھر پھر رہی تھیں۔ خانہ بدوشوں کا ایک ٹریکٹر بھی یہاں اینٹوں کی فاؤنڈیشن پر کھڑا تھا۔

راقم اس بستی کے مکینوں پر بڑا حیران ہوا کہ یہ خانہ بدوش اس بے آب و گیاہ علاقے میں کیسے رہ رہے ہیں؟ اب ہم نے اس بستی کا ہر لحاظ سے جائزہ لینا شروع کر دیا۔ تھوڑی دور ہمیں ایک گڑھا نظر آیا اس کے قریب پہنچے تو حیرت گم ہو گئی ہم اس گڑھے کے دھانے کے گرد ہوتے ہوئے نیچے اترتے گئے تو وہاں ایک چھوٹا سا کھلا سوراخ نظر آیا جس کے آگے شاپر لگا ہوا تھا۔ جس کے اوپر سے تازہ اور یخ بستہ پانی بہہ رہا تھا۔

ہمارے ہاتھ بستی کے سروے کا مشغلہ آ چکا تھا۔ مزید کھوج لگایا تو حیران کن چیز یہ سامنے آئی کہ بستی کے مکین سردیوں کے موسم میں پہاڑ کی جڑ میں بنے ہوئے اس دھانے میں برف جمع کرتے رہتے تھے۔ دراصل یہ دھانہ ایک چوڑے اور گہرے کنویں کا تھا۔ جس میں بہت زیادہ مقدار میں برف اکٹھی ہو جاتی تھی۔ جونہی گرمیوں کا موسم شروع ہوتا تو یہ لوگ اس محفوظ برف کو نکال نکال کر بیچتے اور خود بھی استعمال کرتے تھے۔ سردیوں کے موسم کے ختم ہوتے ہی اس دھانے کو گندم کے بھوسے سے بند کر کے لمبے عرصے کیلئے اس برف کو محفوظ کر لیتے اور بقدر ضرورت نکالتے رہتے۔

راقم کو یہ دھانہ اور کنواں دیکھ کر قندوز میں گزرے ہوئے ماضی کے دن یاد آ گئے۔ اور ایک معمہ بھی حل ہو گیا کہ ہم مجاہد ساتھی گرمیوں میں جب آئسکریم کی دکان پر جا کر آئسکریم کھاتے تو وہاں دکانوں میں برف دیکھ کر حیران ہوتے تھے کہ یہاں برف خانہ تو ہے نہیں پھر نجانے یہ برف کہاں سے لاتے ہیں؟ اب یہ معمہ یہاں پر سمجھ میں آ گیا تھا کہ اس طرح یہ لوگ برف بنا کر اپنی روزی روٹی کماتے ہیں۔

کماندان عبداللہ ایرانی کے ٹینک:

ہم نے اس بستی میں اپنا دومیلہ کھڑا کر دیا۔ ہمارے آس پاس کی ٹیکریوں پر ٹینکوں کی صورت میں ایک مضبوط دفاع کھڑا تھا۔ کماندان عبداللہ ایرانی کے زیر کمان پورے شمالی علاقہ کے ٹینک تھے۔ اس کماندان نے سات ٹینک اردگرد کی ٹیکریوں پر کھڑے کر رکھے تھے۔ ہمیں اس مضبوط دفاع کی موجودگی میں برتری کا احساس بھی ہو رہا تھا۔ وقت نے بارہا ثابت کر دکھایا ہے کہ مومن مادی چیزوں پر بھروسہ کرنے کی بجائے اپنے رب پر بھروسہ کرتا ہے اور یہی بھروسہ اس کی کامیابی کا ضامن بنتا ہے۔ جبکہ مادی چیزوں پر بھروسہ کر کے وہ اپنا راستہ کھوٹا کرنے کی کوشش ہی کرتا ہے۔ بعد میں جب ہماری برتری کا باعث بننے والے ٹینک گدھے کے سینگوں کی طرح غائب ہوئے تو ہمیں آٹے دال کا بھاؤ معلوم ہوا۔

ہمارے کمانڈر سلطان بھائی 10 ساتھیوں کو لے کر اس بستی سے تھوڑا آگے اور قدرے نشیب میں مورچہ بند ہو گئے۔ ان کے گروپ میں ان کے ساتھ کمانڈر راشد چیتا بھی تھے۔ جبکہ راقم اسی بستی میں دیگر پندرہ ساتھیوں کے ہمراہ ٹھہر گیا۔ ویسے بھی اب یہ بستی ہمارا مین پڑاؤ بن چکی تھی۔ رات کا کھانا ہمارے پاس پہلے ہی موجود تھا۔ نمازِ عشاء کی ادائیگی کے بعد دسترخوان لگا کر سب ساتھیوں نے کھانا کھایا اور پھر پہرے کی ترتیب لگا کر پہریداروں کی موجودگی میں اپنے اپنے سلیپنگ بیگ کھول کر باقی مجاہدین درہ بنگی پر کھلے آسمان تلے سونے لگے۔

راقم دشمن کے محاصرے میں:

راقم دن بھر کی بھاگ دوڑ کی وجہ سے تھکا ہوا تھا اس لیے دعائیں وغیرہ پڑھ کر خود کو دم کیا اور ایک نظر پہریدار پر ڈال کر گھوڑے بیچ کر سونے کی تیاری کرنے لگا۔ میں نے اپنا سلیپنگ بیگ کھولا اور دومیلہ ٹرک کے پچھلے ٹائروں کے درمیان بچھا کر اس میں گھس کر نیند کی وادیوں میں کھو گیا۔

بعد میں اس وقت مجھے ہڑبڑا کر اٹھنا پڑا جب دومیلہ والے ٹرک کی موٹی لوہے کی چادر پر چوٹیں لگنے کی بھیانک آوازیں آنا شروع ہوئیں۔ یہ آوازیں اتنی تیز اور بھیانک تھیں جیسے کسی ٹین کو موٹے ڈنڈے سے پیٹا جا رہا ہو۔

میری چھٹی حس نے مجھے فوراً خبردار کیا۔ کہ ''بچو! آج تم دشمن کے محاصرے میں ہو'' میرا سینہ بند تو ویسے ہی بندھا ہوا تھا۔ اپنی گن لوڈ کر کے جب میں تیزی اور چستی سے اُٹھا تو نیند کا سارا نشہ ہرن ہو چکا تھا۔ ہر جانب شور و غوغا برپا تھا۔ سب ایک دوسرے کو جلدی سے بھاگ جانے کا کہہ رہے

تھے۔راقم نے جی ایم (غلام مرتضیٰ) کوگاڑی لے جانے اور دومیلہ والے ڈرائیور کو بھی ٹرک بھگانے کا کہا۔جی ایم کی چھوٹی گاڑی تو دشمن کا حصار توڑ کر نکلنے میں کامیاب ہوگئی جبکہ دومیلہ ہیوی ٹرک تھا۔اس لیے وہ دشمن کے محاصرہ میں آ گیا۔میں رات کو چاند کی مدہم روشنی میں دور سے دومیلہ کا گھیراؤ ہوتا محسوس کررہا تھا۔راقم نے طائرانہ نظر جب ٹینکوں والے خط پر ڈالی تو وہاں سے خط مکمل طور پر غائب تھا۔سوچا آج مارے گئے۔یہ تو ویلے سر (بروقت) ہی نکل گئے۔ہم دومورچوں والے مجاہدین مکمل محاصرہ میں آ چکے تھے۔دشمن کی گولیاں اب بہت قریب اور اوپر نیچے سے گزر رہی تھیں۔راقم نے مخابرہ پر سلطان بھائی سے رابطہ کیا تو انہوں نے کہا کہ ہم آ پکی طرف آنے لگے ہیں۔

لحہ بہ لحہ مخدوش ہوتی ہوئی صورت حال ہمارے ہاتھوں سے نکلتی محسوس ہورہی تھی۔راقم نے اپنے دوسرے ساتھیوں کو پہلے ہی نکل جانے کا کہہ دیا تھا۔اب مورچہ میں صرف راقم اور رمضان بھائی (جھنگ والے) باقی تھے۔ہم دونوں محتاط انداز سے دشمن پر جوابی فائر کررہے تھے۔رمضان بھائی راقم سے دور ایک جانب اپنی رائفل کا رُخ کر کے لیٹ کر سنگل فائر کررہے تھے۔اور اس پوزیشن میں بڑی ماہرانہ جنگ لڑ رہے تھے۔کہ اسی اثناء میں رمضان بھائی کی ران ہر ایک ضربہ (برسٹ) آ کر لگا اور وہ زخمی ہوگئے۔یہ منظر دیکھ کر راقم نے ہمت کی اور سوچا کہ اگر لیٹی حالت میں رمضان بھائی کو گولیاں لگ سکتی ہیں تو اب سیدھے کھڑے ہوکر لڑنے میں کوئی حرج نہیں۔اس لیے سیدھا کھڑا ہوکر فائرنگ کرنے لگا۔

دشمن کے طعنے اور گالیاں:

سامنے کھڑے دشمن کی گولیاں تو ہم تک پہلے ہی پہنچ رہی تھیں لیکن اب تو وہ ہم پنجابیوں کو گالیاں نکال کر تسلیم ہونے کا کہہ رہے تھے۔اور گالیاں بھی بے ضمیر شخصیت کی نسبت سے جسے ہم خود ملت فروش اور قابل نفرت سمجھتے تھے۔پاکستان کی سادہ لوح عوام نے بے ضمیر بھٹو یعنی بے نظیر بھٹو کو وزیراعظم بنایا جبکہ طعنے ہم نے گالیوں کی صورت میں افغانستان کے شمالی علاقہ جات کے مورچوں میں سُنے۔

جونہی وہ ہمیں گالیاں بکتے ہوئے تسلیم ہونے کا کہتے ہم دونوں جواب میں نعرے لگا کر فائر شروع کر دیتے۔چنانچہ دشمن دوبارہ اپنی ہیوی گنوں سے ہماری طرف آگ برسانا شروع کر دیتا۔

سلطان بھائی اور ساتھی:

راقم پہلی مرتبہ کسی محاصرہ میں گھرا تھا ورنہ اس سے پہلے اولین فرصت میں ہی بندوبست کر لیتا تھا۔لیکن آج ذمہ داریاں مختلف تھیں۔اس لیے اولین وقت میں نہیں نکلا جا سکتا تھا۔تھوڑی دیر گزری تو کمانڈر سلطان بھائی بھی اپنے ساتھیوں سمیت آن پہنچے۔جس سے ہماری قوت بڑھ گئی۔اس آنے والے گروپ کے پاس RPG7 راکٹ لانچر اور پیکا مشین گن بھی تھی اب ہمارے ساتھی دلجمعی سے لڑ رہے تھے۔

راقم کو سلطان بھائی نے ملا عبدالغنی برادر کے نائب ملا عبدالشکور عرف ناصر اخند سے رابطہ کرنے کا کہا۔راقم کا ان سے رابطہ ہوا تو ہم نے انہیں اپنی صورتحال سے آگاہ کیا۔انہوں نے تسلی دیتے ہوئے مزاحمت جاری رکھنے کا کہا ساتھ ہی انہوں نے ہمیں لوکیشن ٹریس کرانے کا کہا۔ہم نے ٹریسر راؤنڈ فائر کر کے انہیں اپنی لوکیشن سمجھا دی۔

متیٰ نصراللہ:

طالبان نے کمک کا وعدہ کر لیا تھا۔تاہم راقم اس جاری جنگ کے دوران وسوسوں اور واہموں میں مبتلا ہو گیا تھا کہ شاید وہ نہ آئیں کیونکہ جنگ عروج پر ہے اور یہاں قوت بچانا مقصود ہے۔اس لیے وہ کیسے پلٹ کر آئیں گے؟ پھر یہاں سے پسپا ہونے والی فوج کا یکدم پلٹ کر حملہ کرنا مشکل کام ہے۔راقم انہی وسوسوں میں گھرا اِکا دُکا فائر کررہا تھا۔

ہمارا اسلحہ ختم ہورہا تھا۔دشمن اب ہمیں ڈائریکٹ ہٹ نہیں کررہا تھا۔وہ ہمیں سونے کی چڑیا سمجھ کر تسلی سے گھیرا تنگ کر کے گرفتار کرنے کے چکر میں پڑ گیا تھا۔وہ بار بار ہمیں تسلیم ہونے کا کہہ رہے تھے اور ہم سے مذاکرات بھی خود ہی اونچی آواز میں کررہے تھے۔

تسلیم ہوجاؤ پنجابیان...... بے نظیر بچے......وغیرہ وغیرہ

اب ہم دشمن کے ہاتھوں اسیر ہونے سے بہتر شہادت کی دعائیں مانگ رہے تھے۔کیونکہ دشمن کی سفاکیت ہم متعدد اسیران کی زبانی سُن چکے تھے۔

کشمکش جاری ہی تھی کہ اللہ کی مدد آن پہنچی۔اور تازہ دم طالبان مجاہدین نے دشمن پر فائرنگ کر کے ان کی پوری توجہ اپنی طرف مرکوز کر لی۔پھر

مار مار کر شمالیوں کا بھرکس نکال دیا۔ یہ افتاد نازل ہونے پر شمالیوں نے دُم دبا کر بھاگنے میں ہی عافیت جانی۔ اور اس طرح یہ خطرناک معرکہ اپنے اختتام کو پہنچا۔ ہم دوبارہ اپنی اپنی پوزیشنوں پر چلے گئے اس وقت رات کے اڑھائی 2½ بج چکے تھے۔

صبح نماز فجر ادا کرنے کے بعد اونچی جگہ پر مناسب لوکیشن دیکھ کر قندوز اپنے مرکزی او طاق سے بذریعہ مخابرہ رابطہ کیا اور رات کی مکمل صورتحال بتائی اور مرکز سے اپنے گمشدہ ساتھیوں کے متعلق دریافت کیا تو وہاں سے دومیلہ ٹرک والے 5 ساتھیوں میں سے 4 ساتھیوں کی خیر خیریت کے ساتھ قندوز پہنچنے کی اطلاع ملی جبکہ پانچویں ساتھی بلوچی بھائی کی شہادت کی رپورٹ وصول ہوئی۔

دومیلہ ٹرک والے ساتھیوں پر کیا بیتی:

دومیلہ ٹرک والے ساتھیوں کے ساتھ یہ معاملہ پیش آیا کہ جونہی بھاری بھرکم دومیلہ ٹیکری سے نیچے اترا تو وہاں پر پہلے سے موجود مسعودیوں نے کمین لگا رکھی تھی۔ دومیلہ کے نیچے اترتے ہی انہوں نے فائر کر کے اسے روکنے کی کوشش کی لیکن ساتھیوں نے دومیلہ کی بریک لگاتے ہی اتر کر دوڑ لگا دی۔ اندھیرا ہونے کی وجہ سے 4 ساتھی فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے جبکہ پانچواں بلوچی بھائی تھا جس کے پاس RR82 لانچر ہوتا تھا۔ وہ دومیلہ سے اترتے ہی لانچر لے کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ ساتھیوں نے اُسے RR82 چھوڑنے کا کہا لیکن وہ اسے ساتھ لیجانے پر ہی بضد رہے کہ بھاگتے ہوئے زیادہ وزن کی وجہ سے توازن برقرار نہ رکھ سکے اور ایک کھائی میں گر گئے جہاں وہ زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے شہید ہو گئے۔ اِن کی لاش کو مجبوراً وہاں ہی چھوڑنا پڑا اور دوسرے 4 ساتھی قندوز کی جانب چلے گئے۔

اگلے روز راقم اور ہمراہیوں نے بلوچی بھائی کی لاش ڈھونڈ کر سرزمین خراسان کے چاردرہ (قندوز) شہداء کے قبرستان میں دفن کر دی۔

کارگل پہاڑی پر ہمارا مورچہ:

کمانڈر سلطان بھائی نے یہاں پر کمانڈر راشد چیتا کو امیر بنا کر راقم کو اپنے ساتھ لیا اور ہم نیچے آ گئے۔ نیچے مفتوحہ علاقہ میں اب طالبان کی گہما گہمی تھی اور دشمن پر حملہ کرنے کے پروگرام ترتیب دیے جا رہے تھے۔ طالبان کا ابتدائی منصوبہ حاصل شدہ مفتوحہ علاقے کا مضبوط دفاع کرنا تھا۔ اور اس دفاع کیلئے موزوں محل وقوع کی حامل پہاڑیوں اور ٹیکریوں کو چُن کر وہاں مورچہ بندی کرنا تھی۔

ملا عبدالغنی برادر صاحب نے باہم مشاورت کے بعد سب سے اونچی پہاڑی کمانڈر سلطان کو دی اور اس پہاڑی پر اشارہ کر کے ادھر پڑاؤ کرنے کیلئے روانہ ہونے کا کہا۔ یہ ہمارے نظم کیلئے بڑے اعزاز کی بات تھی اور ویسے بھی مہاجر ساتھی پوری دلجمعی سے کام کرنے میں مشہور و معروف تھے۔

راقم جب سلطان بھائی کے ساتھ ابتدائی جائزہ لینے کے لیے پہاڑی پر چڑھا تو چوٹی پر پہنچتے ہی اس پہاڑی کا نام کارگل پہاڑی رکھ دیا۔ جو مجاہدین میں اسی نام سے مشہور ہو گئی۔ جائزہ کے بعد یہاں پر 25 نفر پر مشتمل قافلہ آ گیا۔ ان دنوں پاکستان اور بھارت کے مابین کارگل کا معرکہ چل رہا تھا۔ (چونکہ یہ پہاڑی بھی اونچی تھی) اسی مناسبت سے اس کا نام کارگل پہاڑی رکھ دیا تھا۔ یہاں سے دور تک ہمارے پاؤں کے نیچے دشمن کا علاقہ تھا۔ تالقان کا چپہ چپہ ہماری زد میں تھا۔ ملا برادر کا چناؤ واقعی زبردست تھا۔ ہمارے شمال میں سڑک کی جانب ملا عبدالرؤف کے زیر کمان طالبان نے ایک مضبوط خط قائم کر رکھا تھا۔

نیازی کمین میں:

ہمارے اس خاص اہمیت کے حامل مورچے پر دشمن نے متعدد بار تعارض کیا۔ مجاہدین نے ہر بار مزاحمت کی۔ اور مورچے نہ چھوڑے اور دشمن کو ناکام ہی لوٹنا پڑا۔ پہلے تعارض کے بعد ہم یہاں سے دشمن کے علاقے میں کمین بھی لگانے جاتے تھے۔ وہاں پر ساری ساری رات ہم دشمن کے منتظر رہتے لیکن وہ نہ آتا۔

کسی رات اگر کسی وجہ سے کمین لگانے میں دیر ہو جاتی تو ہم سے پہلے دشمن ہمارے راستہ میں وہاں کمین لگا چکا ہوتا۔ اس خدشہ کا ثبوت ہمیں جلد مل گیا۔ ایک رات جب ہم کمین لگانے گئے تو وہاں پر دشمن کا ایک گولہ پڑا ہوا تھا۔ ہم نے احتیاطاً اس کو نہ اُٹھایا تاکہ دشمن کا شک یقین میں بدل جائے وہاں پر جابجا بوٹوں کے نشانات تھے۔ جو کہ دونوں فریقین ہی پہنتے تھے۔ پھر بھی ہمارے کمانڈر نے تسلی کے طور پر اپنے تمام RPG7 راکٹوں کے گولوں کی گنتی کی جو کہ پورے تھے۔ اس لیے ہمارے خدشہ کو تقویت ملی۔ اس کے بعد ہم راستہ تبدیل کر کے کمین لگاتے۔

ایک رات پھر دشمن نے ہماری کمین والی جگہ پر مائنز نصب کر دیں ہم نے وہ تمام ایرانی ساختہ مائنز نکال کر اپنے کام کیلئے محفوظ کر لیں۔

انہی ایام میں ہمارے شمال میں نیچے کے میدانی علاقہ میں روزانہ دشمن کی چھیڑ چھاڑ رہتی۔ دشمن روزانہ طالبان پر تعارض کرتا اور پھر پسپا ہو جاتا کبھی طالبان بھی آگے نکل کر چھیڑ چھاڑ کر دیتے۔ ہم اوپر پہاڑی سے یہ نظارہ دیکھ کر بہت لطف اندوز ہوتے۔ آخر کار طالبان نے روز روز کے اس ڈرامہ سے تنگ آ کر ایک جنگی چال آزمائی کہ جب دشمن خط پر حملہ کرے تو خط والے جان بوجھ کر پسپا ہو جائیں گے اور تقریباً 150 ماہر نشانچی مجاہدین جھاڑیوں وغیرہ میں چھپ جائیں گے۔ جونہی دشمن آگے بڑھے گا تو ماہر نشانچی چن چن کر دشمن کو ماریں گے۔

سب کچھ منصوبہ کے مطابق ہوتا گیا اور دشمن جھانسہ میں آ گیا۔ اور اپنا خوب نقصان کروا کر بھاگا اور آئندہ اس نے کم از کم اس رات والی حماقت دوبارہ کرنے کی جرأت نہیں کی۔

اب دشمن نے نیچے سے نظریں ہٹا کر ہمارے مورچہ پر پھر سے جمائیں اور یہ اس کا حق بھی تھا کہ وہ ایسا کرے اس لیے ہم نے اپنے مورچوں کے نیچے ایسی جگہوں کا انتخاب کیا جہاں سے دشمن جنگجو اوٹ لے کر ہم پر فائز کرنے کی سوچ سکتا تھا۔ ہم نے تمام ایسی جگہوں اور اوٹوں کے اردگرد مائنز لگا دیں۔

کمین تو ہماری مسلسل جاری تھی ہمارے اس گروپ میں میانوالی کے ایک نیازی بھائی بھی تھے جن کو اُن کے ابا جی نے پولیس میں بھرتی کروا دیا تھا اور یہ نیک سیرت وطبیعت کے مالک تھے۔ نیازی بھائی کا پولیس میں دِل نہ لگا اور نوکری چھوڑ کر طالبان کی صفوں کو پسند کیا۔ ان کا کہنا تھا کہ پولیس کی نوکری میں تو مردار اور حرام موت ہی مرنا تھا جبکہ یہاں شہادت کا مقصد عظیم پورا ہوتا دکھائی دیتا ہے۔ نیازی بھائی اپنے قد کاٹھ کے مطابق زڑکئی اٹھاتے تھے اور اکثر ہمارے ساتھ کمین لگانے جاتے تھے۔

حسب معمول ایک رات ہم سب کمین لگانے گئے تو اچانک دشمن کی پہلے سے لگی کمین میں گھر گئے۔ اور دشمن کی طرف سے آنے والے پہلے ضربہ (برسٹ) سے نیازی بھائی شہید ہو گئے۔ پھر دوبدو لڑائی شروع ہو گئی۔ دشمن زیادہ دیر ٹھہر نہ سکا اور بھاگ گیا۔ لیکن بھاگنے سے پہلے دشمن نے نیازی بھائی کی لاش نیچے شہر کی جانب ایک کھائی میں لڑھکا دی۔

دشمن کا حملہ اور لاشوں کا تبادلہ:

تین دن بعد ایک رات دشمن نے ہمارے مورچے پر ایک بڑا حملہ کر دیا۔ دشمن اتنا قریب آ چکا تھا کہ اس کے پھینکے گئے دستی گرنیڈ ہمارے مورچے پر گرنے شروع ہو گئے۔ ایک گرنیڈ کے پارچے استاد عبدالجبار کے سینہ پر لگے۔ (جو بعد ازاں ہسپتال میں شہید ہو گئے) دوبدو لڑی جانے والی اس جنگ میں ہمارے 7 ساتھی شہید ہو گئے اور متعدد ساتھی زخمی بھی ہوئے لیکن ہم نے اپنے مورچے نہ چھوڑے کیونکہ ملا برادر صاحب کی تاکید تھی کہ بچو! اِن مورچوں کی اہمیت اپنے ذہن میں رکھنا۔ اگر یہ مورچے چلے گئے تو سمجھو نیچے ملا عبدالرؤف کو بغیر لڑے ہی خط چھوڑنا پڑے گا۔ مجاہدین ملا برادر صاحب کی اس تاکید کا پہرہ دیتے ہوئے اپنا خون دے کر مورچوں کا دفاع کرتے رہے۔

اب یہاں سے دشمن کو سخت مزاحمت کی وجہ سے مجبوراً پسپا ہونا پڑا۔ ساتھیوں نے صبح جب میدانِ جنگ کا ایک چکر لگایا تو وہاں پر 12 مسعودی شمالی فوجیوں کی لاشیں پڑی تھیں۔ ان لاشوں کا معائنہ کیا سب سے قریبی لاش کو ٹٹولا تو اس مردار نے اپنی جیکٹ کو رومال سے باندھ رکھا تھا۔ اس کی جیکٹ کی تلاشی لی تو اس میں خالی اور بھرے ہوئے میگزین بھرے پڑے تھے۔ تمام لاشوں کی تلاشی کے بعد شمالی فوجیوں کی لاشیں اُٹھا کر مورچوں پر لے آئے۔ ایک مسعودی فوجی کی جیب سے کالی پالش اور برش بھی نکلا۔

مورچے کی اہمیت کی وجہ سے مسعودی کمانڈر نے اپنی فوج سے چُن چُن کر جوان اس مورچے پر بھیجے تھے۔ اور مسعودی فوجی کی جیب سے نکلنے والی کالی پالش اور برش ہمارے لیے معمہ بن گئی۔ معمہ ایک دن حل ہو گیا۔ راقم فارسی پشتو کو اچھی طرح سمجھ لیتا تھا۔ مخابروں پر مسعودیوں کی آپس کی لڑائیاں، گلے شکوے سنتا رہتا تھا۔ اس سے اخذ کردہ نتائج کے مطابق راقم کو اندازہ ہوا کہ مسعودی عام لوگوں کو بھی زبردستی بندوق تھما دیتے اور لسانی و علاقائی بغض وتعصب کی چنگاریاں بھر کر طالبان سے لڑا دیتے تھے۔ برش پالش بردار مردار بھی غالبًا کوئی جوتیاں گانٹھنے والا ہو گا جس کو زبردستی مسعودیوں نے جنگ کا ایندھن بنا ڈالا۔

اگلے دن بارہ بجے کے بعد مقامی بوڑھے لوگ اپنے فوجیوں کی لاشیں لینے آ دھمکے ہم نے جواباً اپنے ساتھی کی لاش مانگ لی۔ اور ان کے فوجیوں کی لاشیں واپس کرنے کی حامی بھر لی۔ وہ ہمارے شہید ساتھی نیازی بھائی کی لاش لے کر آ گئے تو ہم نے ان کے مردار فوجی دے دیئے۔

پھر نیازی بھائی کو ان کے آبائی شہر سے ہزاروں کوس دور چاردرہ کی نہر کے قریبی ٹیلے پر واقعہ مجاہدین مہاجرین کے شہداء کے درمیان دفنا دیا

گیا۔

گرنئی توپ120mm:

ہم اپنے مورچوں پر بالکل فارغ تھے کسی قسم کی مصروفیت نہ تھی۔راقم نے کمانڈر سلطان بھائی کو مصروفیت اور مشغلہ بنانے کیلئے ایک تجویز دی جو سلطان بھائی کو پسند آئی اور انہوں نے میری تجویز سے اتفاق کرتے ہوئے نیچے کمانڈر ملا عبدالشکور المعروف ناصر صاحب کو کہہ کر گرنئی توپ یعنی 120mm مارٹر گن اور وافر مقدار میں اس کے گولے منگوا لیے۔اس مارٹر گن کو ہم نے اپنے مورچے سے تھوڑا پیچھے ڈھلوان پر نصب کر دیا۔ پہلا گولہ مار کر رینج سیٹ کر لی اب ہمارے سامنے تالقان شہر کا مرکزی پُل ہماری زد میں تھا۔

زندہ باد روسی مارٹر گولے۔افغانستان میں یہ گولے وافر مقدار میں با آسانی دستیاب ہو جاتے ہیں۔اس لیے ہم نے مارٹر گن کے نزدیک گولوں کو ایک لائن میں ترتیب سے رکھ چھوڑا۔فائرنگ کی رینج کا انحصار گولوں کی پیمائش پر ہوتا ہے۔اس لیے ترتیب کو ملحوظ رکھا گیا۔کہ زیادہ رینج کے حامل گولے کس لائن میں رکھے ہیں اور کم یا مناسب رینج کے گولے کس کس لائن میں رکھے ہیں۔تمام گولوں کو لائن میں ترتیب سے رکھ کر مارٹر گن کے ٹرائیگر سے ایک لمبی رسی باندھ دی۔ پھر جب دل چاہا گولہ ڈال کر رسی کو ہلکی سی جنبش دے کر گولہ فائر کر دیا۔خصوصاً نماز عصر کے بعد تو دو چار فائر جلدی جلدی مختلف فاصلوں پر ضرور فائر کرتے تھے۔

گرنئی 120mm کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ یہ توپ سیدھا نشانہ لینے کی بجائے پہاڑی کے اوپر سے بیضوی شکل میں گزر کر پہاڑی کے پیچھے چھپے دشمن پر نشانہ لگا دیتی ہے۔یعنی اس کا فائر فضا میں بلندی کی طرف بیضوی راستہ اختیار کرتا ہوا ٹارگٹ کو ہٹ کرتا ہے۔اس لیے بیرل کی ذرا سی اونچ نیچ سے فائرنگ کے فاصلہ میں فرق آ جاتا ہے۔

تالقان شہر پر تعارض:

11 جون 1999ء کو صبح سویرے مخابرہ پر کوڈ میں ملا ناصر صاحب نے عصر کے فوری بعد فیصلہ کن تعارض کا پروگرام بتایا۔انہوں نے ہمیں تلقین کرتے ہوئے ہماری ڈیوٹی لگائی کہ دوران جنگ ہم مسلسل مارٹر گن 120mm سے او۔پی کی ہدایت کے مطابق مارٹر باری کرتے رہیں۔

پروگرام کے مطابق ملا عبدالرؤف نے تالقان شہر کی جانب جنگ کرتے ہوئے بڑھنا شروع کر دیا۔ہم نے بھی طے شدہ اشاروں کے ساتھ اپنی گرنئی 120mm سے دشمن پر فائرنگ شروع کر دی۔ ہماری زد میں آنے والا دریائے تالقان کا پُل دشمن کی نقل و حمل میں معاون ثابت ہو رہا تھا۔ ہماری گولہ باری نے او پی (O.P) کی مرضی سے فائر کر کے ایک طوفان برپا کر رکھا تھا۔لیکن حکمت عملی کے پیش نظر O.P نے پُل کو ہٹ نہ کروایا۔ بلکہ کبھی چار، پانچ میٹر ادھر اور کبھی چار پانچ میٹر اُدھر اور کبھی پُل سے آگے اور کبھی پل سے پیچھے فائر ہٹ کروائے تھے اور ہم بھی اپنے O.P کی ہدایات کے مطابق گرنئی کی گراری کو گھما گھما کر مطلوبہ رینج کے گولے جو ترتیب سے رکھے ہوئے تھے ڈال ڈال کر فائر کرتے جا رہے تھے۔اس طرح دشمن کی نقل و حمل رک گئی اور وہ بوکھلاہٹ کا شکار ہو گیا کہ طالبان کے پاس کتنی مارٹر گنیں ہیں جو اتنی تیزی سے کام کر رہی ہیں اور ہمیں دائیں بائیں سر بھی اُٹھانے نہیں دے رہیں جبکہ ہمارے پاس صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی مدد اور ایک مارٹر گن ہی تھی جس سے ہم نے دشمن کے دانت کھٹے کر رکھے تھے۔دشمن کی تمام گاڑیاں پل کے دوسری جانب پھنسی کھڑی تھیں۔

نیچے ملا عبدالرؤف کی سرکردگی میں طالبان کا لشکر نماز عشاء کے وقت تک تالقان شہر میں داخل ہو چکا تھا۔طالبان نے تالقان شہر میں پہنچتے ہی بے تحاشہ مبارکبادی فائرنگ کی۔

ICOM،CANWORD کے مخابرہ جات پر مختلف زبانوں میں مبارکباد کے پیغامات آنے جانے لگے۔ہم نے بھی اپنے مورچہ میں تالقان کی فتح کی خوشی منائی۔

آج تقریباً ایک ماہ بعد تسلی اور آرام سے سونے کا پروگرام بنایا۔نماز عشاء پڑھ کر قندوز کے مرکزی مطبخ سے آئے ہوئے کھانے سے فراغت پا کر پہرہ کی ترتیب لگائی اور سکھ کا سانس لیتے ہوئے بے فکرے ہو کر سو گئے۔

تالقان:

اب اس مورچہ پر زیادہ توجہ کی ضرورت نہ رہی تھی۔اس لیے کمانڈر سلطان بھائی نے مورچہ کا ذمہ دار عابد بھائی ساہیوالی کو مقرر کیا اور راقم کو

ہمراہ لے کر تالقان شہر میں آ گئے۔ شہر میں داخل ہوتے ہی حالات کا جائزہ لینے کیلئے شہر میں گھومے پھرے۔ مخابرہ پر طالبان کمانداں نے ہمیں مرکز کیلئے مناسب جگہ کے چناؤ کا اختیار دے دیا۔ ہم اس مقصد کو لے کر آگے بڑھے۔ اور مقامی لوگوں سے احمد شاہ مسعود کے کسی کمانڈر کی چھوڑی ہوئی رہائش گاہوں کے بارے میں دریافت کرنے لگے۔ لوگوں نے ہماری راہنمائی کی اور پھرتے پھراتے ہمیں ایک دو منزلہ مکان مل گیا جس کے قریب ہی شہر کا مرکزی پارک تھا۔ یہ مکان تالقان مین بازار کے سامنے والی گلی میں واقع تھا۔

راقم نے کمانڈر سلطان بھائی کی ہدایت پر قندوز مرکز میں کارگل پہاڑی کی وساطت سے مخابرہ پر ساتھیوں کی ڈیمانڈ کر دی۔ ڈیمانڈ پہنچتے ہی مرکز سے مجاہد ساتھیوں سے بھری ہوئی دو گاڑیاں روانہ ہوئیں اتنی دیر میں ہم تالقان شہر کے اس نئے مرکز کیلئے ضروری اشیاء کی خریداری کرنے نکل پڑے۔

عوام کل سے ختم ہوئی جنگ کے دباؤ اور خوف و ہراس سے بالکل انجان تھے۔ تمام مارکیٹیں آج صبح ہی صبح کھل چکی تھیں ایسے لگتا تھا جیسے جنگ روز کا معمول ہو۔

عصر کی نماز کے بعد قندوز سے آنے والے ساتھی نئے اوطاق بلمقابل مین بازار پہنچ چکے تھے۔ تمام ساتھیوں نے مل کر اس اعلیٰ معیار کی تعمیر شدہ دو منزلہ عمارت میں اپنی اپنی مرضی کی سیٹنگ کی۔ اس عمارت میں بجلی کا نظام پارک میں لگی پن بجلی کی ڈائنمو سے منسلک تھا۔ یہی ڈائنمو تالقان شہر کی تمام مساجد کو رات بھر بجلی فراہم کرتی تھی۔

تنگی فرخار اور احمد شاہ مسعود کا عالیشان مہمان خانہ:

نئے اوطاق کا کام کاج ختم کرنے کے بعد ابھی کمر بھی سیدھی نہ کی تھی کہ ملا عبدالشکور ناصر صاحب کا پیغام آ گیا کہ ''فوری طور پر دو گاڑیاں برائے تشکیل تنگی فرخار روانہ کر دیں تا کہ وہاں خط قائم کیا جا سکے'' تالقان شہر میں اس وقت دو تشکیلات کام کر رہی تھیں۔

پہلی تشکیل ملا ذاکر کی قیادت میں دشت ارچی اور تاجکستان کے بارڈر پر مصروف جہاد تھی۔ جبکہ دوسری تشکیل کا تذکرہ حاضر خدمت ہے۔ راقم دوسری تشکیل میں شامل تھا۔ اپنے تالقان شہر کے نئے اوطاق (مرکز) سے نکلنے والی اس پہلی تشکیل کی گاڑی کا روٹ پنجشیر کو تاجکستان سے ملانے والے روڈ کا دوراہا تھا۔ تاہم تنگی فرخار روڈ پر ہمیں رات ہو گئی۔ وہاں ایک خالی مکان میں ہم نے پڑاؤ کیا۔ رات کو یہاں پہرہ کی ترتیب لگائی یہ علاقہ اعتباری لحاظ سے غیر موزوں تھا۔ اس لیئے فکر مند ہونا فطری امر تھا۔ ابھی ہم اس کشمکش میں تھے کہ سونے کی کیا ترتیب کریں کہ پہریدار نے ایک جھٹکا دے ڈالا اُس نے ہمیں بتایا کہ سامنے کھیتوں میں نقل و حرکت محسوس ہو رہی ہے۔ بس پھر کیا تھا سب نے چوکنا و محتاط ہو کر ساری رات جاگ کر گزاری۔ صبح جب نماز کے بعد مکان کی چھت پر چڑھ کر دیکھا تو وہاں دشمن کا نام و نشان نہ تھا البتہ لہلہاتی ہوئی دھان کی فصلیں ہمارا منہ چڑا رہی تھیں۔ جس پر ہم سب ملکر خوب ہنسے۔ پھر اپنے ساتھ لائی ہوئی خوراک سے ناشتہ کیا اور آگے دوراہے کی جانب نکل کھڑے ہوئے۔ اب اس روڈ پر اپنے مرکز کیلئے کسی مناسب جگہ کا انتخاب کرنا تھا۔ راستہ میں دوران سفر روڈ کے قریب ایک بہت بڑی حویلی نظر آئی۔

یہاں اتر کر نزدیکی رہائش پذیر لوگوں سے حویلی کے مالک کا پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ ''یہ آمر صاحب کا مہمان خانہ ہے۔'' پھر ہم نے جا کر حویلی کا دروازہ کھولا تو سامنے خوبصورت چمن (باغیچہ) تھا۔ اور اس کے اردگرد بڑی مہارت سے خوبصورت ہال تعمیر کیے گئے تھے۔ یہ آمر صاحب کا اس علاقہ میں مرکزی مہمان خانہ تھا۔ جہاں اس کے مہمان آتے جاتے رہتے تھے اس حویلی میں ایک طرف بڑا مطبخ بھی بنا ہوا تھا۔ ہمہ قسم کے پھل بھی یہاں پر وافر مقدار میں دستیاب تھے۔ آڑو کے ان گنت درختوں نے اس بڑی حویلی کو چار چاند لگا رکھے تھے۔ جو بڑے قرینے سے قطار در قطار ایستادہ تھے اور یہ لدے پھندے درخت ہمیں دعوت طعام دے رہے تھے۔ ہم نے کہاں ان کو مایوس کرنا تھا۔ لہٰذا ہم نے پھر زیادتی کی حد تک آڑوؤں سے لطف اُٹھایا اور خوب مزے لے لے کر کھانے لگے۔

اس مہمان خانہ کے بیچوں بیچ صاف و شفاف پانی کا ایک نالہ بھی گزرتا تھا جو اس بڑی حویلی کی ضروریات کو پورا کرتا ہوا سڑک کے پار والی زمینوں کو سیراب کرتا تھا۔ حویلی میں تعمیر شدہ اس نالہ کے ابتدائی حصہ میں ایک بڑا جنگلہ بھی لگا ہوا تھا تا کہ باہر کی طرف سے کوئی خطرناک چیز حویلی میں نہ آ جائے اسی حویلی کے اندر ایک بڑا ڈائننگ ہال بھی بنا ہوا تھا۔ جس میں ایک خوبصورت بیضوی ڈیزائن کا ٹیبل کرسیوں سے سجا ہوا تھا۔ حویلی کا جائزہ لیتے ہوئے یہاں ایک طرف چھوٹا سا پولٹری فارم بھی ملا۔ جس میں اڑھائی سو کے قریب دیسی مرغیاں تھیں۔ ہم نے ان کو پکا پکا اور اُبال اُبال کر کھایا اور پیا۔

ڈرائیور غلام مرتضٰی (جی ایم) بھائی نے سب کے سامنے ایک سوال رکھ دیا کہ یہ مرغیاں انڈے کہاں دیتی ہیں؟ اس سوال کا جواب تلاش

کرنے کیلئے سب نکل کھڑے ہوئے۔کسی قسم کی مصروفیت نہ ہونے کی وجہ سے انڈوں کی ٹوہ لگانے لگے۔حویلی کی بیرونی دیوار سے متصل ایک مارکیٹ بھی تھی۔ہم نے اس مارکیٹ کو اس وجہ سے نہ چھیڑا کہ یہ مقامی افراد کی دکانیں نہ ہوں۔دکانوں کے شٹروں کو تالے پڑے ہوئے تھے۔

انڈے ڈھونڈتے ڈھونڈتے دکانوں کی پچھلی کھڑکی کھولی تو اندر گندم کا بھوسہ بچھا ہوا نظر آیا۔بھوسہ دیکھ کر اندازہ لگایا کہ یہ مارکیٹ اور دکانیں خالی پڑی ہیں۔اور کسی کام کی نہیں ہیں لہٰذا اس بچھے ہوئے بھوسے پر مرغیاں انڈے دیتی ہوں گی۔

انڈے تلاش کرنے کی غرض سے ایک دکان میں کھڑکی کے راستے داخل ہو کر بھوسے میں ہاتھ مارنے لگے لیکن یہ کیا......؟ ایک ساتھی کا ہاتھ لوہے کے ایک ڈبے سے ٹکرایا۔جلدی جلدی لوہے کے اس ڈبے پر بھوسہ ہٹایا تو وہاں HF وائرلیس سیٹ ڈیمپ کیا گیا تھا۔بس پھر کیا تھا انڈوں کی تلاش چھوڑ کر اب یہاں خزانے کی تلاش شروع ہوگئی۔

مارکیٹ کی مکمل تلاشی لینے پر یہاں سے 8 عدد HF وائرلیس سیٹ اور لمبے چوڑے مہنگے وائرلیس انٹینے اور بجلی کے کنورٹر ہاتھ لگے۔یہ سارا خزانہ طالبان ساتھیوں میں بانٹ دیا گیا۔پھر مقامی افراد سے دکانوں کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ یہ مارکیٹ احمد شاہ مسعود کی مخابرہ ورکشاپس ہیں۔

اس بڑی حویلی سے آگے احمد شاہ مسعود کے ایک کمانداں کی بڑی حویلی تھی۔جس میں اس کمانداں نے انگوروں کا باغ بھی لگا رکھا تھا۔سڑک سے متصل راستہ اس حویلی تک جاتا تھا۔حویلی کے اندر سڑک کے آگے گول باغیچہ تھا۔اور ایک طرف خوبصورت سوئمنگ پول بھی بنا ہوا تھا۔یہ حویلی پھر ملا عبدالشکور صاحب کا نیا مرکز ٹھہری۔

ملا عمر مجاہد پر بارود سے بھرے ٹرک کا حملہ:

جن دنوں ہم تنگی فرخار کی تشکیل میں مصروفِ جہاد تھے۔اور حویلی کو اوطاق بنایا ہی تھا تو تحریک طالبان کے بانی ملا محمد عمر مجاہد حفظ اللہ تعالیٰ پر بارود سے بھرے ٹرک کے حملہ کی خبر بذریعہ مخابرہ سننے کو ملی۔

طالبان تحریک کے بانی ملا محمد عمر مجاہد حفظ اللہ تعالیٰ کا وجود فاسقین و فاجرین کو سخت ناپسند تھا۔وہ اپنی ظالمانہ روش کی راہ میں حائل اس چٹان کو بارود سے ختم کرنا چاہتے تھے۔

اس سلسلہ میں متعدد بار سازشیں بھی کی گئیں۔

طالبان تحریک کی اٹھان کے ابتدائی دنوں کی بات ہے کہ ملا عمر مجاہد نے جب افغانستان سے سفاکیت کے گند کو صاف کرنا شروع کیا تو قندھار کے گردونواح کے جنگی کمانڈروں کو اپنے اپنے پیٹ کی فکر ستانے لگی اور وہ چالبازیاں کرنے لگ پڑے اور اس مردِ جری ملا محمد عمر مجاہد کے درپے آزار ہو گئے۔طالبان مجاہدین نے ان فاسقین سے بارہا وضاحت کیلئے رابطے بھی کیے لیکن یہ سب کچھ بے سود رہا۔پھر طالبان مجاہدین نے نادر شاہ نامی کمانڈر سے آغا چوک پر قائم ایک چیک پوسٹ کو معمولی مزاحمت کے بعد چھڑا لیا۔

تب حزب اسلامی گلبدین حکمت یار کا جنگی کمانڈر سرکاتب، عطا محمد اور استاذ محمد عبدالحلیم امارت اسلامی کے نفاذ کی راہ میں روڑے اٹکانے لگے اور طرح طرح کی ریشہ دوانیوں میں مصروف ہو گئے۔طالبان کے ہمدرد ملا نقیب اور سرکاتب کے فوجیوں کے درمیان روزانہ جھڑپیں ہوتی رہتیں تھیں۔متعدد بار سرکاتب کو جرگے بھیج کر طالبان کی صف میں شامل ہونے کی دعوت دی گئی لیکن وہ نہ مانا۔

اسی سرکاتب کے...... بارے میں ملا محمد عمر مجاہد کے متعلق طالبان کو خبر پہنچی کہ وہ ملا عمر کو فلاں سڑک پر شہید کرنا چاہتا ہے۔اس سازش کی خبر ملتے ہی ملا عمر صاحب نے راستہ بدل کر دوسرے راستہ سے سفر کیا۔اس طرح کی کئی سازشیں یہ فاسق و فاجر جنگی سردار بنتے رہے۔

عالمی استعماری ایجنڈے کے حامل شمالی اتحاد نے CIA و غیر ملکی ایجنسیوں کے ساتھ مل کر قندھار میں ملا صاحب کو راستہ سے ہٹانے کیلئے ایک خطرناک وار کر دیا۔

24 اگست 1999ء کو جب راقم تنگی فرخار کی تشکیل میں تھا تو......شمالی اتحاد نے عالمی استعماری ایجنڈے پر عمل کرتے ہوئے طاقتور بارود سے بھرا ٹرک ملا عمر صاحب کے رہائشی علاقے میں کھڑا کر کے اس کو ریموٹ کنٹرول سے اڑا دیا۔ملا عمر اخند کے چچا سمیت قریبی رشتہ دار بھی اس دھماکہ میں جام شہادت نوش کر گئے۔اس کے علاوہ قریب الرشید ٹرسٹ کا دفتر تھا۔جس میں رہائش پذیر 19 افراد بھی شہید ہو گئے۔

جب راقم کو قندھار سے 24 اگست 1999ء کو مخابر چی نے اس واقعہ کی خبر دی تو دل میں درد کی ایک لہر سی اُٹھی اور دعا مانگی کہ اللہ تعالیٰ ان شہداء کے درجات بلند فرمائے۔ اور دو شہید بھائیوں کے بھائی، پرورش کرنے والے عزیز چچا اور ہیرے جیسے تین بیٹوں کو اللہ کی راہ میں کھونے والے اس عظیم المرتبت مجاہد کو صبر جمیل کرنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

طالبان کا مائن نکالنے کا طریقہ اور فتح تنگی فرخار:

ہم اپنے مرکز سے باہر سڑک کے قریب گاڑی کھڑی کر کے دروازے کھلے چھوڑ کر ننگے پاؤں گاڑی سے باہر لٹکائے بی بی سی سن رہے تھے۔ اسی دوران کمانڈر سلطان بھائی نے ملا عبدالشکور کے مخابر چی نجیب اللہ کی فریکونسی ملائی اور علیک سلیک کے بعد ملا جی کا حال دریافت کیا تو وہ کہنے لگا کہ ملا صاحب تو فجر کی نماز پڑھتے ہی مائن نکالنے کیلئے تنگی فرکار کی طرف چلے گئے ہیں۔

سلطان بھائی نے مخابر چی کو خدا حافظ کہتے ہی جی ایم صاحب کو گاڑی سٹارٹ کرنے کا کہا پھر راقم کو مخاطب کر کے کہنے لگے کہ طالبان ماہرین آج مائینز نکال رہے ہیں۔ آؤ دیکھتے ہیں کہ ان کا مائنز نکالنے کا کیا طریقہ ہے؟ مشاہدہ کے ساتھ ساتھ تفریح بھی ہو جائے گی۔ جی ایم صاحب نے گاڑی مائنز ایریا کی طرف چلانی شروع کر دی۔

جب ہم وہاں پہنچے تو دیکھا کہ طالبان مجاہدین لمبے لمبے بانس ہاتھوں میں لے کر زمین کو ٹھونک بجا رہے تھے۔ پھر مخصوص آواز اور تجربہ کی بنیاد پر مائن ٹریس ہو جانے پر مائن کو رسی ڈال کر باہر کھینچ نکالتے۔ طالبان ماہرین سے آگے ایک محافظ دستہ بھی تھا جس کی قیادت ایک مقامی دلیر گوجر کمانڈر حکیمی کر رہا تھا۔ طالبان تسلی سے مائنز کلیئر کر رہے تھے۔

کہ اچانک دشمن نے سامنے سے فائر کر دیا۔ حکیمی صاحب کے ساتھی مجاہدین نے بھی جوابی فائر شروع کر دیے اب مائنز ایریا ختم ہونے کو تھا۔ تین چار ٹریس شدہ مائنز نکالنے کیلئے طالبان انجینئرز نے گولیوں کی بوچھاڑ میں کام کیا۔ اور الحمد للہ زمین بارودی سرنگوں سے پاک ہو گئی۔

اب یہاں ہماری صورتحال کچھ عجیب تھی۔ ہم لوگ تو تماشہ دیکھنے آئے تھے کہ خود تماشہ بن گئے۔ کلاشن کوفیں تو ہمارے پاس تھیں۔ لیکن پاؤں میں جوتے عام پہنے ہوئے تھے جو بھاگنے دوڑنے میں معاون نہ تھے۔ زمین سخت پتھریلی اور ناہموار تھی۔ خیر اسی حالت میں ہم فوراً گاڑی سے نیچے اترے اور پوزیشن لیتے ہوئے فائرنگ شروع کر دی۔

تیز رفتاری سے جی ایم گاڑی لے کر مرکز کی جانب کمک اور ہمارا بقیہ جنگی سامان لینے چلا گیا۔ جی ایم کے واپس آنے تک دشمن ہماری سخت مزاحمت کو برداشت نہ کر سکا اور اپنے خط اول کے ابتدائی مورچے چھوڑ کر تنگی فرخار میں جا چھپا۔

تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ بعد یہاں طالبان کے بڑے مرکزی کمانداں ملا فضل اور ملا داد اللہ بھی اپنے لاؤ لشکر سمیت پہنچ گئے۔ انہوں نے کہا کہ ہمارا اس جگہ پر دشمن سے چھیڑ چھاڑ کا پروگرام نہ تھا۔ لیکن اب دشمن نے یہاں پر ہی پہل کر دی ہے تو اب کسی صورت بھی ان کا تعاقب نہ چھوڑا جائے۔ اور ان کو خوب رگڑا لگایا جائے۔ تاکہ ان کے پاؤں نہ جم سکیں۔

یہاں پر طالبان مجاہدین نے تگڑا حملہ شروع کر دیا۔ اسی دوران شمالی اتحاد والوں کا ایک عبدالباقی نامی کمانڈر طالبان سے مل گیا اور اپنی ہمدردیاں طالبان مجاہدین کے حق میں کرتے ہوئے اس کمانڈر نے اپنے ساتھیوں کو لے کر شمالی اتحاد والوں پر پہاڑوں سے حملہ کرنا شروع کر دیا۔ یوں دشمن پر سڑک اور پہاڑوں پر سے قہر برسنا شروع ہو گیا۔ دشمن کو سخت ناکامی کا سامنا کرنا پڑا اور بوکھلاہٹ میں راہِ فرار ڈھونڈنے لگا۔ دشمن نے منظّم پسپائی اختیار کرتے ہوئے طالبان مجاہدین کی پیش قدمی روکنے کیلئے ایک چال چلی۔

دشمن نے پہلے سے ہی اپنی شکست کی صورت میں حالات کو قابو میں رکھنے کیلئے درہ تنگی فرخار کے اندر پرائما کارڈ (بارودی رسی) کے ذریعے منسلک کر کے میزائل اور مارٹر گولے فاصلہ در فاصلہ دبا رکھے تھے۔ پرائما کارڈ ایک ایسی تار ہوتی ہے جو دبے ہوئے تمام منسلک میزائلوں اور گولوں کو ایک ساتھ بلاسٹ کرنے میں مدد دیتی ہے۔ دشمن کا پروگرام تھا کہ اگر طالبان مجاہدین اُن کا تعاقب کرتے ہوئے درہ تنگی فرخار سے گزرنے لگیں گے تو ان کے پورے لشکر کو ہدف بنا کر بارود بلاسٹ کر کے انہیں ناقابل تلافی جانی نقصان پہنچائیں گے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ ان کی پیش قدمی بھی رُک جائے گی۔

اس سے پہلے دشمن نے طیارے کا ایک طاقتور بم راستہ میں دبا رکھا تھا۔ طالبان مجاہدین نے جب ان کا تعاقب شروع کیا تو انہوں نے جلد بازی سے اس طاقتور بم کو بلاسٹ کر دیا جس سے سڑک کا ایک ٹکڑا اڑ کر دریا میں جا گرا اور راستہ میں ایک بڑا گڑھا بن گیا۔ طالبان مجاہدین نے سڑک کے اس ٹوٹے

ہوئے حصہ کو چھوڑ کر پہاڑ کے اوپر چڑھ کر آگے پیدل بڑھنا شروع کر دیا اور دشمن کا تعاقب جاری رکھا۔

اس طرح پیدل پیش قدمی جاری رکھنے کی وجہ سے مجاہدین درہ تنگی فرخار کے پرائما کارڈ سے منسلک بارودی مواد سے بھی محفوظ ہو گئے۔اور آگے پنج شیر اور تاجکستان کو ملانے والی سڑک تک پہنچ گئے۔وہاں پر کھلے میدانوں میں بہت سے کنٹینرز پڑے ہوئے تھے۔ان کنٹینرز میں طیاروں کے بم وافر مقدار میں بھرے پڑے تھے۔مسعودی فوجیوں کو یہ امداد شاید تاجکستان سے ملی ہوئی تھی۔

یہاں خط بنانا مناسب نہ تھا کیونکہ یہ قدرے میدانی علاقہ تھا۔دشمن کے سامنے اور نشیب میں ہونے کی وجہ سے یہاں خط نہ بنایا گیا اس لیے واپس پیچھے آکر درہ تنگی فرخار پر خط بنالیا اب پنجشیر تا جکستان روڈ ہماری نگاہوں کے سامنے تھا اور مکمل طور پر ہماری زد میں تھا۔

تازہ کمک:

درہ تنگی فرخار پر باقاعدہ خط بنانے کے بعد ہمارا اور دشمن کے توپ خانہ کا مقابلہ جاری رہا۔دشمن کا او پی کسی مناسب جگہ پر بیٹھ کر اپنے توپ خانہ کی بڑی ماہرانہ انداز میں رہنمائی کر رہا تھا۔راقم اور ناصر سواتی بھائی سڑک کے کنارے ایک دیوار سے ٹیک لگائے سستا رہے تھے۔بم ہمارے ارد گرد قرب وجوار میں گر رہے تھے۔دونوں توپ خانے ایک دوسرے پر ٹارگٹ باندھے ہوئے بڑی سرعت سے فائرنگ میں مشغول تھے۔

اتنی دیر میں ہم سے تھوڑی دور ملا عبدالشکور تازہ کمک لے کر پہنچ گئے۔آنے والے افراد ابھی ٹرکوں سے اتر رہے تھے کہ حالات کے پیش نظر افرادی قوت کو محفوظ رکھنے کیلئے ملا صاحب نے پشتو میں نوارد لشکر کو پہاڑی پر چڑھنے کا حکم دیا۔نووارد لشکر نے لا پرواہی کرتے ہوئے قدرے سنی ان سنی کر دی کہ عین انہی لمحات میں توپ کا ایک گولہ نووارد لشکر کے پیچھے قدرے فاصلہ پر آ کر گرا بس پھر کیا تھا۔تمام افراد بڑی تیزی سے پہاڑی پر چڑھنے لگے اور آگے بڑھتے جا رہے تھے کہ ایک اور گولہ اسی پوزیشن میں آ کر گرا لیکن اس وقت تک لشکر کافی اوپر چڑھ چکا تھا۔اور تیزی کے ساتھ چوٹی پر پہنچنے کی تگ ودو میں تھا کہ تیسرا گولہ گرنے تک پورا کا پورا لشکر بحفاظت پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ چکا تھا۔

دشمن کا او پی اپنی مہارت کے باوجود مکمل طور پر ناکام اور نامراد رہا۔اور ملا عبدالشکور اخند بفضلہٖ تعالیٰ خیر وعافیت سے تازہ دم کمک پہنچانے میں کامیاب وکامران رہے۔درہ تنگی فرخار کے خط پر امارتِ اسلامیہ کی سرحدوں کے محافظ اپنی اپنی ذمہ داریاں نبھانے میں مشغول ہو گئے۔

اگر یہی سفر ملا صاحب کے کہنے پر ہوتا تو پندرہ منٹ لگنے تھے۔تازہ کمک کے اوپر تک پہنچنے میں لیکن اس صورتحال میں لشکر نے صرف تین منٹ میں چوٹی پر پہنچ کر ایک ریکارڈ قائم کر دیا۔

اکرام اور سائیں الطاف کی شہادت:

دشمن کا توپخانہ بدستور آگ برسا رہا تھا۔اور اس کا او۔پی دوربین کے ذریعے پہلے سے دیکھے بھالے مقامات کو نشانہ بنوا رہا تھا۔ہمارے نظم کی ایک جیپ جس پر بی ایم میزائل کے 12 لانچر نصب کر رکھے تھے سڑک کے کنارے کھڑی دشمن پر مسلسل بی ایم میزائل برسا رہی تھی۔دشمن کے او۔پی نے ہماری جیپ کی لوکیشن اپنے توپخانے کو بتلائی۔دشمن نے اپنے توپخانہ سے جیپ کی طرف بی۔ایم میزائل برسانا شروع کر دیے۔اور میزائل ہماری جیپ کے ارد گرد گرنے شروع ہو گئے۔اور آہستہ آہستہ جیپ کے نزدیک ہوتے جا رہے تھے۔موقع کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے جیپ کا ڈرائیور جیپ کی لوکیشن تبدیل کرنے کیلئے تیزی کے ساتھ ڈرائیونگ سیٹ کیطرف لپکا اور گاڑی کو سٹارٹ کرنے لگا۔لیکن گاڑی سٹارٹ نہ ہوئی۔نزدیک کھڑے ہوئے ساتھی دھکا لگانے کیلئے جیپ کی جانب لپکے تاکہ دھکا لگا کر سٹارٹ کر لیں یا ادھر اُدھر دھکیل کر جگہ تبدیل کر دیں۔ساتھی جونہی جیپ کی طرف لپکے اور دھکا لگانے کیلئے ابھی گاڑی پر ہاتھ رکھے ہی تھے کہ دشمن کی طرف سے آنے والا میزائل ان کے پاؤں کے قریب آ کر ہٹ ہو گیا۔ہم دور بیٹھے یہ منظر دیکھ رہے تھے کہ یکدم ہمارے ساتھیوں کے پرخچے اُڑ گئے۔

اس طرح ہمارے بہت ہی پیارے ساتھی اکرام بھائی،اور سائیں الطاف(جو کہ درہ کیان میں اسماعیلیوں کے پاس اسیر بھی رہے تھے)اور ایک نامعلوم پاکستانی ساتھی جامِ شہادت نوش فرما گئے۔

راقم اور ناصر سواتی دوڑ کر وہاں پہنچے اور شہید ہونے والے ساتھیوں کے لوتھڑے جمع کر کے پیچھے بھیج دیے۔آج یہ شہداء چاردرہ کے قبرستان میں محو استراحت ہیں۔

خواجہ غار خط:

اسی محاذ پر ضرب مومن کا......محبوب الرحمان اپنے ڈرائیور سمیت پہنچ گیا۔ وہ تصاویر بنانے کیلئے ادھر آئے تھے۔ انہوں نے دشمن کی جانب سے توڑے گئے سڑک کے ٹکڑے کی تصاویر بنانے کا ارادہ کیا۔ گاڑی ہمارے پاس کھڑی کر کے اکیلے ہی آگے چلے گئے۔ جنگ اپنے عروج پر تھی۔ لیکن وہ باہمت صحافی جو اپنے قلم سے حق لکھ کر عوام الناس کو حقیقت سے آشنا کرتا تھا۔ اس بات کی پرواہ کیے بغیر کہ جان کو خطرہ ہے۔ محاذوں کی تازہ خبریں اور تصاویر شائع کرنے کا دلدادہ تھا۔ محبوب الرحمان ٹوٹے ہوئے روڈ کی طرف اکیلا ہی چلا گیا اور اس کا ڈرائیور اور گاڑی ہمارے پاس ہی کھڑے تھے۔

فارسی بان ڈرائیور نے جنگ کے یہ حالات دیکھے تو یہ کہتے ہوئے یہاں سے گاڑی چھوڑ کر بھاگ نکلا کہ فوٹو گرافی صحافی کی ڈرائیوری کرنے میں تو نری موت ہے۔ اس سے بہتر ہے کہ میں کہیں اور ڈرائیوری کر لوں۔

جب محبوب الرحمان تصاویر بنا کر واپس آیا تو ہم نے اس کے ڈرائیور کا قصہ اس کے گوش گزار کر دیا۔ جسے سُن کر اس نے زوردار قہقہہ لگایا اور ہم سب ہنسنے لگے۔ اس ڈرائیور کے بعد محبوب الرحمان خود ہی ڈرائیونگ کرتے اور اپنے فرائض سرانجام دیتے رہے۔

ہماری جگہ نئی کمک نے آکر سنبھال لی اور ہم اُسی دن تالقان شہر میں واپس آ گئے۔ یہاں اس خط پر تقریباً دو سال تک دشمن کے ساتھ آنکھ مچولی ہوتی رہی۔ پھر ملا فضل نے حاجی عبدالجبار صاحب سے مجاہدین کی ڈیمانڈ کی۔ حاجی صاحب نے 150 کے قریب پاکستانی مجاہدین کو ملا فضل کی طرف روانہ کر دیا۔ پاکستانی مجاہدین کا یہ دستہ کابل سے قندوز ہوتا ہوا تالقان آ پہنچا۔ ملا صاحب نے اس دستہ کو تاجکستان بارڈر کے قریب ضلع ''خواجہ غار'' میں ایک خط پر متعین کر دیا۔ اس تشکیل کے ذمہ داران میں استاد سیف الرحمٰن سیفی، مولوی عبید اللہ (بلتستان پاکستان والے) بھی تھے۔ ہم باقاعدہ ملا برادر کے ساتھ اٹیچ تھے۔ جبکہ یہ دستہ ملا فضل کی زیر کمان تھا۔ اب ہم ایک دوسرے کو ملتے جلتے تھے اور پھر آپس میں ساتھیوں کے تبادلے بھی کر لیتے تھے۔

طیارہ ہائی جیکنگ:

دسمبر کے یخ بستہ موسم میں راقم اپنے اوطاق میں تھا کہ 24 دسمبر کی رات کو ہمارے مرکز میں ہلچل مچ گئی میں گہری نیند سویا ہوا تھا۔ کہ پہریدار نے شور مچا کر آسمان سر پر اُٹھا رکھا تھا جس سے میں بیدار ہو گیا۔ اُٹھ کر دیکھا تو مرکز میں موجود تمام لوگ ایک دوسرے کو مبارکبادیں دے رہے تھے۔ میں نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے پوچھا کیا معاملہ ہے؟ ایک ساتھی دوڑتا ہوا میرے پاس آیا اور خوشی سے جھوم کر بتانے لگا کہ حیات اللہ بھائی ''قندھار ائیر پورٹ پر مجاہدین نے انڈین ائیر لائن کا طیارہ ہائی جیک کر کے اتار رکھا ہے۔''

ہائی جیکر مجاہدین نے بھارت سے مولانا مسعود اظہر، سجاد افغانی شہید کی لاش، نصر اللہ منصور لنگڑیال، شیخ عمر صاحب اور مشتاق زرگر کی ڈیمانڈ کی تھی۔ انڈین گورنمنٹ کو اس دھچکہ کی توقع بھی نہ تھی کہ مجاہدین ان کا طیارہ بھی ہائی جیک کر سکتے ہیں اور مطالبات کو ایک فریق کے طور پر سامنے آ کر رکھ سکتے ہیں۔ انڈین حکومت کو اس غیر متوقع دھچکہ سے بڑی حیرت و تعجب ہوا۔ اب جہاز میں یرغمالیوں کی رہائی اور انڈین حکومت کے پاس اسیر مجاہدین کی رہائی پر مسلسل مذاکرات ہو رہے تھے۔

ہم لوگ اُس رات اپنے اوطاق میں اپنے اپنے تجزیئے اور تبصرے کر رہے تھے کہ امید واثق ہے کہ ہندو بنیا مجاہدین کو رہا کر دے گا۔ کوئی اندازہ لگا رہا تھا کہ ہندو بنیا طبلِ جنگ بجا دے گا۔ خیر کوئی کچھ اور کوئی کچھ تبصرہ کر رہا تھا۔ اب خوشی کی وجہ سے نیند اُڑ چکی تھی۔ اور ساری رات تبصروں، خبروں اور تجزیوں میں گزر گئی۔

اگلے دن تفصیلات جاننے کی کوشش کی تو معلوم ہوا کہ طیارے کو ہائی جیکروں نے کابل ائیر پورٹ پر اتارنا چاہا تھا۔ لیکن کابل انتظامیہ نے موسم کی خرابی کا بہانہ بنا کر کابل نہ اُترنے دیا۔ وزارت دفاع نے قندھار رابطہ کر کے مشورہ مانگا اور طیارہ اس دوران کابل ائیر پورٹ کے گرد چکر کاٹتا رہا۔ پھر جلد ہی وزارت دفاع نے طیارہ کو قندھار ائیر پورٹ لینڈ کرانے کا گرین سگنل دے دیا۔

دراصل طالبان انتظامیہ اس طیارے کو کابل ائیر پورٹ پر اس لیے نہیں اترنے دے رہے تھے کہ یہ ائیر پورٹ اندرون شہر واقع ہے۔ جبکہ قندھار ائیر پورٹ شہر سے 15 کلومیٹر دور باہر کی طرف ہے۔ اور دوسری بڑی وجہ یہ تھی کہ طالبان اپنے ہردلعزیز اسیر مجاہدین اور ہائی جیکرز کو فوری پروٹیکشن (تحفظ) دینا چاہتے تھے۔ لیکن دنیاوی نکتہ نگاہ سے اپنی ضابطہ کی کاروائیاں بھی جاری رکھے ہوئے تھے۔

اقوام کفر (اقوام متحدہ) نے اس واقعہ کے خلاف بہت واویلا مچایا۔ اقوام متحدہ اس مسئلہ کو نپٹانے کیلئے آگے بڑھی۔ افغانستان حکومت نے انڈیا

کی مسلح کاروائی کے خدشہ کے پیشِ نظر احتیاطاً مکمل دفاعی انتظامات بھی کر ڈالے۔ قندھار ائیرپورٹ کے قرب وجوار اور طیارے کے آس پاس اپنی اینٹی ائیر کرافٹ گنیں، دو میلے، بکتر بند گاڑیاں اور ٹینک تک لگا دیے تھے۔

آخر کار ہائی جیکرز اور انڈین سفارتکاروں کے مابین مذاکرات کے نتیجے میں 31-12-1999 کو مولانا مسعود اظہر، مشتاق زرگر اور شیخ عمر کو انڈین حکومت نے ہاتھ جوڑتے ہوئے رہا کر دیا۔ اور مجاہدین نے بھی اپنا وعدہ پورا کرتے ہوئے طیارے کو چھوڑ دیا۔

تاجک، ازبک مجاہدین کا مسئلہ:

جن دنوں انڈیا کا طیارہ ہائی جیک ہوا اُن دنوں راقم تالقان شہر کے اوطاق میں تھا اور جنگ کے انہی ایام میں ازبکستان اور تاجکستان حکومت کا دردِسر بننے والے ازبک تاجک مجاہدین کا ایشو گھمبیر صورتحال سے دوچار تھا۔ دلیر اور بے باک ازبکوں اور تاجکوں کی افغانستان آمد کا یہ ابتدائی دور تھا۔

سابقہ روسی ریاستوں میں طاغوتی نظام کے خلاف ازبک علماء کرام نے دیندار لوگوں کی مدد سے گوریلا وار شروع کر دی تھی۔ روسی سامراج کیمونسٹ کے نظریات نے نام نہاد مسلمانوں میں سرائیت ہو کر اپنی جگہ بنالی تھی۔ کبھی اس ملک کے شہر سمرقند، بخارا، فرغانہ اور ترمذ سے دینی علوم کے سر چشمے پھوٹتے تھے۔ لیکن اب روسی کیمونسٹ کی نشانیوں نے اس سرزمین کو دین اسلام کے سچے پیروکاروں پر تنگ وتاریک کر دیا تھا اور نام نہاد مسلمان روسی کیمونسٹ نظام کا حصہ بنتے ہوئے اپنے ہی جگر گوشوں سے نبرد آزما ہونے لگے تھے۔

Russia ریاست کے اندر تقریباً نو، دس مشہور اسلامی ممالک ہیں۔ ازبکستان، تاجکستان، ترکمانستان، قازقستان، کرغیزستان، داغستان، تاتارستان، چیچنیا اور آذربائیجان۔

اولین پانچ ریاستوں کے باسی 90 فیصد مسلمان ہیں اور ان ریاستوں کے مجموعہ کو روس دور سے پہلے ترکستان یا ''ماوراءالنہر'' کہا جاتا تھا۔ رقبہ کے لحاظ سے ملک قازقستان اور دینی خدمات کے لحاظ سے ازبکستان ممتاز ملک ہیں۔

ازبکستان کے علماء مشائخ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ کیونکہ اس مردم خیز ملک نے امام الحدیث امام بخاریؒ، امام ترمذیؒ، امام زمخشریؒ، صاحب ہدایہ، اور صاحب اصول الشاشی، ابواولیس سمرقندیؒ، بہاؤالدین نقشبندیؒ، خواجہ اصرار ولیؒ، جیسے مشائخ اور البیرونی، الخوارزمی، جیسے ریاضی وفلسفہ کے ماہر دانشور اور ظہیر الدین بابر وامیر تیمور جیسے نڈر اور دلیر سپہ سالار پیدا کیے۔

ازبکستان کی ایک ولایت بخارا ہے۔ جس میں ایک ایسا قبرستان واقع ہے جس میں دفن ہونے والے کے لیے شرط رکھی گئی ہے کہ فوت ہونے والا صاحب شیخ الحدیث ہو اور چار ہزار احادیث مبارکہ کا حافظ ہو اور اس قبرستان میں 400 علماء کرام مدفون ہیں۔

اِن ممالک کے باسیوں خصوصاً ازبکستان کے رہنے والوں نے تین مرتبہ ہجرت کی۔ پہلی ہجرت ظہیر الدین بابر کے ساتھ 1000-950ھ کے اوائل میں کی۔ ان کی اولاد آج کل افغانستان اور ہندوستان کے مختلف شہروں میں آباد ہے۔

دوسری بڑی ہجرت اس وقت کی جب روس غاصبانہ طور پر ان ریاستوں پر مسلط ہوا۔ یہ 1925ء-1917ء عیسوی کی بات ہے اس ہجرت کی وجہ ولادی میر ایلچ لینن تھا۔ اور لینن ہی اس کا محرک اور اس کو فروغ دینے والا تھا۔

لیکن اتنی بڑی طاقت کے خلاف مجاہدین نے زبردست مزاحمت کی اُس وقت کے مایہ ناز کمانڈروں میں امین بیک، عالم خان، شیر مت بیک، عمر بیک وغیرہ کا نام شامل ہے اس ہجرت میں اکثر لوگ افغانستان اور سعودی عرب وغیرہ میں چلے گئے۔

روس نے ان علاقہ جات پر 1990ء تک مظالم ڈھائے۔ پورے ملک سے قرآن کریم کے نسخے ختم کر دیئے گئے علماء ومشائخ وحفاظ کا قتل عام کیا گیا۔ مساجد، خانقاہوں اور دینی مدارس کو منہدم کر دیا گیا۔

بچ جانے والوں مدارس اور مساجد کو میوزیم، شورومز اور ہسپتالوں میں تبدیل کر دیا گیا۔ اسکولوں اور کالجوں میں پورے زور وشور سے کیمونزم کو فروغ دیا جانے لگا۔ ان اداروں میں مارکس ازم اور انگلس کی تصاویر آویزاں کر کے وہاں ان کی تعلیمات کے مطابق تعلیم دی جانے لگی۔ یہاں علماء مشائخ، مساجد، عبادت گاہوں اور دینی مدارس کے خلاف طلباء کی ذہن سازی کی جانے لگی۔

ان علاقوں میں مساجد تو درکنار گھروں میں بھی نماز ادا نہ کی جاسکتی تھی۔ اسکولوں کالجوں کے اساتذہ چھوٹے بچوں سے ان کے ماں باپ کے متعلق دریافت کرتے کہ کیا وہ گھر میں نماز، عبادت وغیرہ ادا کرتے ہیں۔ اگر جواب ہاں میں ہوتا تو پھر اس گھر کے باسیوں پر زندگی کا گھیرا تنگ کر دیا

جا تا تھا۔اورنوبت یہاں تک آ گئی کہ والدین اور بڑے اپنے بچوں سے چھپ کرنمازیں پڑھتے تھے۔اگرکسی گھر سے قرآن کریم کا نسخہ یا عربی زبان میں کوئی تحریر مل جاتی تو اس گھرانہ کو سخت اذیتوں سے دوچار کیا جا تا۔ 70 سال تک یہاں کے مسلمان باسیوں کو حج وعمرہ کی سعادت نصیب نہ ہوسکی۔ بیرون ممالک سے بھی کسی قسم کی تبلیغی جماعتوں کوادھر آنے کی اجازت نہ تھی۔

یہاں کی آب و ہوا موسم اور زرخیزی کی کشش سرخ تھوتھنی والے برفانی ریچھ (روس) کو بہت اچھی لگی اور اپنی سفید یخ بستہ ٹھنڈی برف سے نکل کر روسی ملحد بکثرت ان علاقوں میں آن وارد ہوئے۔ پورے روس کی اجناس کی ضروریات کو پورا کرنے کا دارومدار بھی انہی ریاستوں کے کندھوں پر تھا۔روسی یہاں سے اعلیٰ قسم کی اجناس خود لے جاتے اور مقامی لوگوں کے لیے گھٹیا اجناس ہی رہنے دیتے۔

یہاں پر روس نے اشتراکی نظریات کا بہت پرچار کیا۔لیکن دلوں کے اندر پھر بھی ایمان راسخ رہا۔والدین نے ہمیشہ اپنے بچوں کو روسیوں سے دوستی نہ کرنے کی تلقین کی اور اچھے برے کی تمیز سکھاتے رہے۔روسی حکام کے بے بہا مظالم اور سخت گیر پالیسیوں کے باوجود یہاں کے علماء نے شدید مشکلات میں بھی قرآن وحدیث کی تعلیم جاری رکھی۔اُس زمانہ میں دینی کتب ولٹریچر پڑھنے اور پڑھانے کی صورت میں فریقین کو مجرم گردان کرسزا کا موجب بنادیا جاتا تھا۔

روس کے دور میں قانون تھا کہ صرف پاگل آدمی کو قانون سے استثناء حاصل ہے لہٰذا بعض علماء کرام نے اس قانون کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے اپنے آپ کو پاگل ثابت کر کے حکومت سے پاگل ہونے کا سٹرٹیفکیٹ حاصل کیا اوراس کی آڑ میں دعوت وتبلیغ کا کام کیا اور کافی کامیابی سمیٹی۔

اُسی دور میں ایک ایسا مردآہن بھی گزرا جس نے مسجد تعمیر کی اور اکیلا ہی مسجد میں روسی درندوں کی آنکھوں کے سامنے نماز ادا کیا کرتا تھا۔اُسی مردآہن نے جب پہلی مرتبہ کھلے عام نماز ادا کی تو پولیس نے اس پر تشدد کیا۔اوراس کے پورے جسم کو زخموں سے بھر دیا۔لیکن وہ مردآہن ادائیگی نماز سے نہ رُکا تو مجبوراً پولیس نے اُسے جیل بھیج دیا وہاں پر دوسال اس پر تشدد کیا جاتا رہا اور آخر کار وہ مردِ آہن حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیروی کرتے ہوئے کامیاب ہوگیا اوراُسے حکومت نے اس کے حال پر چھوڑ کر رہا کر دیا۔پھر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وہ پیروکار سرعام مسجد میں نماز ادا کرتا۔

اس دور میں علماء کرام نے عجیب انداز میں تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا اپنے گھروں کے پچھواڑے میں تین کمرے بنا کران میں سے ایک میں بھینسیں دوسرے میں بکریاں اور تیسرے میں چارہ وغیرہ رکھ لیتے اوراسی کمرہ میں طالب علم بھی رہتے دن بھر وہ گائیں بھینسیں سنبھالتے اور راتوں میں تعلیم حاصل کرتے رہتے۔بعض علماء درزیوں کا کام کرتے اور شاگردوں کو قرآن حفظ کراتے رہتے۔بعض علماء جوتیاں گانٹھتے اور ساتھ ساتھ تعلیم اسلام کی روشنی پھیلاتے رہتے۔اورکسی کو شک وشبہ نہ پڑنے دیتے اگر کبھی مخبری ہوجاتی تو طالب علم اوراستادشطرنج یا تاش کھیلنے لگ پڑتے۔

80 کی دہائی میں جب روس نے افغانستان پرحملہ کیا اوراس کا افغانستان کے بعد پاکستان پر قبضہ کرنے کا پروگرام تھا۔اسی منصوبہ کے تحت روس نے افغانستان پر پوری قوت سے حملہ کر دیا لیکن وقت کی اس سپر پاور کو عربی، پاکستانی، افغانی اور دیگر مجاہدین اسلام نے پاش پاش کر دیا۔اور خودسری کے زعم میں مبتلا سرزمین پاکستان تک اپنے قبضہ کے خواب دیکھنے والی جدید ٹیکنالوجی سے ہم آہنگ سپر پاور کے تمام خوابوں کو چکنا چور کرنے کے ساتھ ساتھ اس کا شیرازہ بکھیر کر رکھ دیا۔اور یہ سپر پاور اپنا وجود بھی قائم نہ رکھ سکی۔اور زیرتسلط ریاستوں کو چھوڑ کر دم دبا کر بھاگ نکلی۔اس طرح یکم ستمبر کو ازبکستان کی آزادی کا اعلان ہوا۔

روس کی خام خیالی تھی کہ اس نے 70 برس تک مسلم عوام کو کیمونزم کے تحت محکوم رکھا ہے اس لیے ان ممالک کو ان کے اثرات سے نکلنے کے لیے 70 برس ہی درکار ہوں گے۔

ایک جانب یہ بھی حقیقت تھی کہ بہت سے مسلمان ''کلمہ توحید'' تک بھلا چکے تھے۔اوراپنے مسلمان ہونے کا ثبوت کلمہ طیبہ نہ آنے کی صورت میں اسلام علیکم کو کلمہ کا قائم مقام پیش کر کے کرتے تھے۔لیکن لوگوں کے جسموں میں اپنے اسلاف اوراکابر کا خون دوڑ رہا تھا۔آزادی مل جانے کے بعد سب کی توجہ دینی تعلیم کے حصول پر ہوگئی۔مساجد آباد ہونے لگیں اور کثرت سے مدارس تعمیر ہونے لگے۔

علماء کرام حضرات کی محنت شاقہ سے ازبکستان میں ''دین متین'' کو سیکھنے سکھلانے کی بہار آ گئی۔جیسے پیاسا آدمی ٹھنڈا پانی مل جانے پرخوب سیراب ہوکر اپنی پیاس بجھاتا ہے۔اسی طرح لوگوں میں تعلیم حاصل کرنے کی پیاس جاگی اور عملاً وہ علماء کرام کے چشموں سے سیراب بھی ہوئے۔

ماضی میں والدین اپنے بچوں کو تربیت کے دوران زبانی طور پر بتاتے تھے کہ فلاں کام اچھے ہیں۔اور فلاں کام برے ہیں۔لیکن اب انہیں

باقاعدہ قرآن وحدیث میں سے اِن کے ثبوت ملتے۔آزادی کے چند سالوں بعد ہی ہزاروں کی تعداد میں طالب علم جمع ہو گئے۔سعودی عرب نے 80 ملین قرآن کریم کے نسخے تحفتاً عوام کوارسال کیے۔اب تقریباً ہر گھر میں قرآن مجید کا نسخہ پہنچ گیا۔لوگ قرآن کریم کے نسخہ کو دیکھتے، چومتے اور آبدیدہ ہو جاتے وہ مسلمان جن کے سینوں کو ظلم وستم کے دور میں علماء کرام نے کبھی درزی تو کبھی پاگل یا مجنوں بن کر قرآن کے نور سے منور کیا تھا اور قرآن کریم کو ان کے سینوں میں محفوظ کر دیا تھا۔آج جب قرآن کریم کو کتابی شکل میں دیکھتے تو آنسوؤں کی جھڑیاں لگ جاتیں کہ خدا کا شکر ہے کہ ہم نے قرآنِ کریم کو اپنی زندگی میں دیکھ لیا وہ قرآن کریم کو دیکھ کر پڑھ تو نہ سکتے تھے لیکن ہاتھوں سے چھو کر اور سطروں پر انگلیاں رکھ رکھ کر اپنی محبت کا اظہار کرتے۔اور اپنے سینوں کے باطنی قرآن سے لگاتے۔

آزادی کے تین سال بعد تک ہزاروں بچے قرآن کریم کے حافظ بن گئے۔اللہ تعالیٰ کی شان کہ ایک شہر ''اندجان'' میں ایک چار سالہ بچہ بھی قرآن کا حافظ بن گیا۔سبحان اللہ!

6,7 سال کی عمر کے سینکڑوں بچے قرآن مجید کو حفظ کرنے میں کامیاب ہوئے۔

ایک پاکستانی شیخ آزادی کے تین سال بعد بخارا، سمرقند کی زیارت کیلئے گئے تھے وہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک مسجد کے دروازے پر ایک بینر لگا دیکھا کہ فلاں تاریخ کو اس مسجد میں مقابلہ حسن قرأت ہوگا۔وہاں کے علماء نے پاکستانی شیخ کو بھی اس تقریب میں شرکت کی دعوت دی۔

شیخ نے سمجھا کہ ان کو آزاد ہوئے ابھی تین سال ہی ہوئے ہیں اس لیے مقابلہ میں چند امیدوار ہی آئیں گے لیکن جب شیخ مقررہ تاریخ پر وہاں پہنچے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ تقریب میں لوگوں کا جم غفیر آیا ہوا ہے۔اور مقابلہ حسن قرأت میں سات سو قراُ حضرات مختلف شہروں اور دیہاتوں سے تشریف لائے ہیں اور ان امیدواروں کی عمریں 6 سے 25 سال تک تھیں۔

اسی طرح تبلیغی مشن پر بھی یہاں کے لوگ رغبت سے آنے جانے لگے۔جو لوگ ان علاقوں سے ہجرت کر گئے تھے ان میں سے اکثریت واپس آنے لگی۔ان لوگوں نے آتے ہی دین واسلام کی نشر واشاعت کے سلسلہ میں مدارس ومساجد قائم کرنے شروع کر دیئے۔اور لوگ اپنے آپ کو سنتوں سے سجانا شروع ہو گئے۔

آزادی کے بعد مغربی تہذیب کا شکار بھی ایک طبقہ نکلا اور لوگوں کو اپنے سحر سے متاثر کرنے لگا۔اسلامی ماحول کی فضاء کو جب یہ طبقہ آلودہ کرنے لگا تو 1995ء میں چند نوجوان علماء نے افغانستان کی تحریک طالبان سے متاثر ہو کر اپنی حکومت سے ملک میں شرعی نفاذ کا مطالبہ کر دیا اور ملک سے مغرب کا اثر ورسوخ اور مغربی تہذیب کے خاتمہ کا بھی مطالبہ کر دیا۔

حکومت نے ان کے مطالبات کو تسلیم کر لیا لیکن عملاً شریعت کا نفاذ نہ کیا بلکہ عوام الناس کا رجحان دیکھ کر پریشان ہو گئے کیونکہ یہ سب کچھ ان کی سوچ کے بالکل برعکس نکلا کہ 70 سالوں میں نہیں بلکہ صرف 7 سالوں میں ہی عوام دین اسلام پر عمل پیرا ہو کر شریعت اسلامی کے نفاذ کا مطالبہ بھی کرنے لگ پڑی۔

حکومت نے پینترا بدلا اور نفاذ اسلام کے حامی عناصر کو گرفتار کرنا شروع کر دیا۔دینی تعلیمات پر پابندی لگا دی۔ایک شہر میں ایک یا دو مساجد اور ایک مدرسہ ہو۔داڑھی رکھنے پر پابندی (40 سال سے اوپر کے افراد حکومت کی اجازت سے داڑھی رکھ سکیں گے) حج وعمرہ کیلئے چند مخصوص لوگوں کو اجازت ہوگی۔باجماعت نماز کی ادائیگی کے علاوہ مساجد میں 4 سے 5 افراد اکٹھے بیٹھ کر دین کی بات نہیں کر سکتے۔

ان بے جا اور خلاف شرع پابندیوں کی وجوہات کی بناء پر نوجوان ودین دار طبقہ نے اپنا دین اور ایمان بچانے کیلئے اپنے عزیز واقارب اور خاندان سمیت ملک سے ہجرت شروع کر دی۔

جمعہ خان نمنگانی اور طاہر یلدوف کی قیادت میں مٹھی بھر نوجوان ازبکوں نے کمیونسٹ ذہنیت رکھنے والی حکومت کو چھٹی کا دودھ یاد دلا دیا۔ازبک حکومت نے مجاہدین پر سخت جنگی دباؤ ڈالا جس کی وجہ سے ازبک مجاہدین کو تاجکستان ہجرت کرنا پڑی۔تاجکستان حکومت سے یہ مٹھی بھر مجاہدین گوریلا وار لڑتے رہے۔

راقم کے سنگر یار ازمرے تاجکی کے بقول ان دنوں تاجکستان میں عبداللہ نوری کا طوطی بول رہا تھا۔تاجک حکومت عبداللہ نوری سے سخت ہراساں تھی۔اور ہم تاجکی، ازبکی بھائی تاجکستان کے گھنے جنگلوں میں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے۔خاندانوں کے خاندان ان گھنے جنگلات میں اپنے شب و روز گزار رہے تھے حکومت نے گوشت کی ملکی ضروریات پورا کرنے کیلئے ان جنگلات میں لاکھوں مویشی چھوڑ رکھے تھے۔یہی مویشی ہمارے لیے خوراک

کا ذخیرہ تھے۔اور ضرورت پڑنے پر ہم انہیں فروخت بھی کر دیتے تھے۔

گوریلا وار کے دوران تاجک حکومت اور عبداللہ نوری کے مذاکرات چلتے رہے۔تاجک، ازبک مجاہدین کا اتحاد حکومت کیلئے سخت اذیت کا سبب بن چکا تھا۔عیار تاجک حکومت نے عبداللہ نوری سے تنگ آ کر ایک چال چلی اور عبداللہ نوری صاحب آہستہ آہستہ تاجک حکومت کے شیشے میں اترتے چلے گئے حکومت نے ان کو ایک طاقت تسلیم کر کے باقاعدہ حکومت سازی میں شمولیت کا جھانسہ دیا اور وہ بخوشی اس جھانسہ میں آ گیا۔

کرسی اور اقتدار کے چوگے نے عبداللہ نوری کو جہاد سے دور کر دیا اور عبداللہ نوری سے حکومت نے ہتھیار ڈلوا دیئے اس کی مصلحت اندیشی کے ساتھ اس کے ہمراہ سینکڑوں مجاہدین بھی چلے گئے۔تاہم دوراندیش اور مصلحتوں کو ٹھوکر پر رکھنے والے ازبک تاجک مجاہدین کی کثیر تعداد نے عبداللہ نوری کا ساتھ نہ دیا۔

مجاہدین نے تاجک گورنمنٹ کے خلاف اپنی کاروائیوں کو جاری رکھا۔مفاد پرست عبداللہ نوری اور اس کے قلیل ساتھی اب حکومت تاجکستان کی ضرورت نہ رہے تھے اس لیے عبداللہ نوری تاجکستان سے بھاگ کر ایران چلا گیا۔تاجکستان حکومت نے مجاہدین پر سخت دباؤ ڈالا اور مجاہدین کو مجبوراً ہجرت کرنا پڑی۔

مجاہدین نے ہجرت کے سلسلہ میں تاجک حکومت اور افغانستان میں طالبان سے مذاکرات شروع کر دیئے۔تاجک حکومت سے سرحد پار کرانے کیلئے مذاکرات چل رہے تھے اور طالبان حکومت سے جگہ مانگی جا رہی تھی۔کہ ہم اسلامی شرعی ریاست میں رہنا چاہتے ہیں۔لہٰذا طالبان حکومت نے فراخدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے تاجک ازبک مسلمان مجاہدین کو خوش آمدید کہنے کا عندیہ دے دیا اور تاجک حکومت نے تمام مجاہدین کو افغانستان سرحد کے پار پہنچانے کا اقرار کر لیا۔دونوں فریقین سے مجاہدین کا باقاعدہ معاہدہ طے پا گیا۔

سینکڑوں خاندانوں میں سے پہلی کھیپ 6 ہیلی کاپٹروں پر دریائے آمو کے اس پار (افغانستان) اتری تو تاجک ازبک مجاہدین نے تاجک حکومت کے 2 ہیلی کاپٹروں کو عملہ سمیت بطور ضمانت ادھر ہی روک لیا اور تاجک حکومت کو اپنا معاہدہ ''کہ تمام مجاہدین کو سرحد پار کرانی ہے'' یاد دلایا کیونکہ تاجک حکومت جمعہ خان نمنگانی کو گرفتار کرنا چاہتی تھی اور ازبک تاجک مجاہدین ان کی چال کو سمجھ گئے تھے۔اس لیے باقی 4 ہیلی کاپٹر باقی خاندانوں کو سرحد پار کراتے رہے۔جب بھی آنے والی کھیپ میں ذمہ داران سے جمعہ خان نمنگانی کے بارے میں پوچھا جاتا تو ایجنسیاں خبر دیتیں کہ وہ خود ہی جنگل میں رُکے ہوئے ہیں اور آخر میں آئیں گے۔شام تک ہجرت کرنے والے افراد آتے رہے۔ایجنسیاں اسی خوش فہمی میں مبتلا رہیں کہ جمعہ خان نمنگانی آخر میں چند ساتھیوں سمیت رہ جائے گا تو اُسے گرفتار کر لیں گے لیکن جب قافلہ کا آخری مجاہد بھی ہیلی کاپٹر پر چڑھ گیا تو تاجک افسران حرکت میں آ گئے کہ یہ کیا ماجرا ہے؟ جمعہ خان نمنگانی کہاں چلا گیا؟ لیکن اب بہت دیر ہو چکی تھی اور لومڑی کی طرح چالاک تاجک ایجنسیاں مجاہدین سے مات کھا گئیں کیونکہ جمعہ خان نمنگانی تو تین دن پہلے ہی امارتِ اسلامیہ افغانستان میں مہاجر بھائی بن کر آ چکے تھے۔مجاہدین نے تو اپنے تمام ساتھیوں کو سرحد پار کرانے کیلئے ایک چال چلی تھی۔جس پر تاجک حکومت ہاتھ ہی ملتی رہ گئی۔اور تمام تاجک ازبک خاندانوں سمیت ہجرت کر گئے۔اس طرح ان خاندانوں کی یہ تیسری بڑی ہجرت تھی۔

اس پرچم کے سائے تلے ہم ایک ہیں:

ازبک تاجک مجاہدین کے سرزمین افغانستان پہنچنے پر ملا داد اللہ اور ملا فضل اللہ اخوند، ملا عبدالغنی برادر نے ان کا پرتپاک استقبال کیا۔امیر المومنین کی ہدایات کے مطابق تمام مہاجرین کی آبادکاری مختلف شہروں میں کر دی گئی۔

2001ء میں امیر المؤمنین نے تمام غیر ملکی مجاہدین بنگالی، عربی، ازبکی، تاجکی اور افریقی مجاہدین کے سرکردہ رہنماؤں کا اجلاس بلایا۔قندھار میں ہونے والے اس طویل اجلاس میں باہم مشاورت سے تمام غیر ملکی مجاہدین کا امیر جمعہ خان نمنگانی اور نائب امیر عبدالہادی عربی کو مقرر کر دیا گیا۔اس طرح اب مہاجر مجاہدین ساتھیوں کے باضابطہ مسائل و جملہ امور کی ذمہ داری امیر جمعہ خان نمنگانی پر عائد ہو گئی۔

1969ء کو فرغانہ ویلی ازبکستان میں پیدا ہونے والے اس عظیم مجاہد نے کمانڈر عمر فاروق اور کمانڈر سلطان پاکستانی پر بھرپور اعتماد کیا۔اس عظیم مجاہد نے ان کمانڈروں کی صلاحیتوں کو بھانپتے ہوئے عملاً ازبک تاجک مجاہدین اور تمام عرب مجاہدین کو ان کے زیر کمان کر دیا۔شمال میں کمانڈر سلطان نے ازبک تاجک و عرب مجاہدین کی کمان احسن طریقہ سے نبھائی۔قبلہ فاروق بھائی نے بگرام، کابل وغیرہ کے مورچوں پر ان بہادر شہسواروں پر

کمان کے فرائض سرانجام دیئے اوران کی صلاحیتوں سے جہاد کو فائدہ دلوایا۔

کمانڈر جمعہ خان نمنگانی سابقہ روسی فوجی ہونے کی وجہ سے عسکری مہارت سے لیس خود خط اوّل پر جا کر کمانداروں کو قیمتی مشوروں سے نوازتے ،مورچوں پر موجود مجاہدین سے بہت محبت کرتے اوران میں گھل مل جایا کرتے تھے۔ایک مرتبہ''دشت ارچی'' میں واقع ہمارے اوطاق میں بھی تشریف لائے۔راقم اور سلطان بھائی اُن سے فارسی زبان میں بات چیت کرنے لگے یکدم انہوں نے دریائے آمو کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ'' آپ لوگ ازبکی زبان سیکھ لو کیونکہ یہاں سے فتح یاب ہو کر آپ لوگوں نے ازبکستان میرے ساتھ چلنا ہے۔''

نہ تھکنے والے اس عظیم مجاہد کے ساتھ راقم کی یہ ملاقات یادگار رہی۔اس کے بعد بھی ملنا جلنا رہا۔کمانڈر جمعہ خان نمنگانی نے طالبان کا ہر لمحہ ساتھ دے کر اپنے محسنین کے سر فخر سے بلند کر دیئے۔

ملا محمد ربانیؒ:

راقم تالقان شہر کے اوطاق میں اپنے فرائض سرانجام دے رہا تھا اور ازبک تاجک مجاہدین کی امارتِ اسلامیہ افغانستان میں آبادکاری ہو چکی تھی۔کہ ایک روز افغان ریڈیو''صدائے شریعت'' پر ریاست الوزراء کے رئیس الحاج ملا محمد ربانی کے انتقال پر ملال کی خبر سنی۔

مرحوم وزیر اعظم ملا محمد ربانی الحاج ملا امیر محمد کے بیٹے تھے۔آپ نے 1958ء کو قندھار کے ایک نیک اور مذہبی گھرانے میں آنکھ کھولی۔آپ کے والد گرامی صوبہ قندھار کے ایک نامور عالم دین، فاضل اور مفتی تھے یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنی تمام اولاد کی تربیت خاص طور پر ملا محمد ربانی کی تربیت میں عملی تربیت کا خاص اہتمام فرمایا۔

چونکہ ملا محمد ربانی کو اللہ تعالیٰ نے ذہانت اور عملی استعداد سے نوازا تھا اس لیے آپ کے والد محترم نے آپ کو دینی علوم کے حصول کیلئے مدرسے میں داخل کرا دیا۔مرحوم ملا محمد ربانی نے زیادہ تر دینی تعلیم امارتِ اسلامیہ کے مفتی اعظم، شیخ الحدیث والتفسیر عبدالعالی دیوبندی کے زیر تربیت حاصل کی۔ افغانستان میں دینی علوم کیلئے سرکاری اور رسمی رجسٹرڈ مدارس میں داخل نہیں کیا جاتا بلکہ ملک کے نامور علماء کی زیر نگرانی ان کی اپنی مساجد میں طلبہ کی خاص تعداد کو مروجہ دینی وشرعی علوم سے روشناس کرایا جاتا ہے۔

ان مروجہ علوم میں صرف،نحو، ریاضی،ادب،فلسفہ،منطق،فقہ،اصول فقہ،علم التفسیر،اور علم الحدیث وغیرہ شامل ہیں۔

یہ تعلیمی سلسلہ افغانستان کو تقریباً 202 ھ سے پوری دنیا اور خاص طور پر خراسان کے نامور اور عظیم علماء مثلاً ابوداوٗد السجستانی، شیخ الاسلام محمد بن محمد بن بکر الخلمی اور امام ابواللیث السمرقندیؒ سے ورثہ میں ملا ہے۔اگرچہ یہ تعلیمی سلسلہ حکومت اور حکومتی عہدیداروں کی طرف سے نظر انداز کیا گیا لیکن الحمدللہ عوام کی معاونت سے یہ سلسلہ افغانستان میں دینی علوم کی ترویج اور تاریخ افغانستان میں جہاد کی قیادت اور جہاد کو زندہ رکھنے میں اہم اور بنیادی کردار ادا کر رہا ہے۔مثلاً 377ھ میں سلطان محمود غزنویؒ نے انہی علماء کی رہنمائی میں ہندوستان کو فتح کیا 559ھ میں جب سلطان شہاب الدین غوری افغانستان میں بیٹھ کر آدھی خشک دنیا پر حاکم تھا تو یہی علماء حکومت وقت میں اعلیٰ عہدوں پر فائز تھے۔اسی طرح جب موجودہ افغانستان کے موسس احمد شاہ ابدالی نے 1160ھ میں مسلمانان ہند کی مدد کیلئے فوج ہندوستان روانہ کی تو اس وقت بھی علماء اس عمل میں پیش پیش تھے۔افغانستان پر انگریز، روس اور امریکہ کے حملوں کے وقت بھی مجاہدین کی رہنمائی انہی باعمل علماء کرام نے ہی کی۔

ملا محمد ربانی اور جہاد وقتال:

مرحوم ملا محمد ربانی ابھی دینی علوم سے فارغ التحصیل بھی نہ ہوئے تھے کہ 1979ء میں کمیونسٹوں نے فوجی طاقت استعمال کرتے ہوئے حکومت کو اپنے ہاتھ میں لے لیا اور پورے ملک کی عوام نے جہادی مزاحمت شروع کر دی اسی دوران ملا محمد ربانیؒ نے بھی اپنے اساتذہ وعلمائے کرام کی زیر قیادت علم جہاد بلند کیا۔آپ نے اپنے اساتذہ سے علم، جہاد اور قربانی کی تعلیم وتربیت حاصل کی تھی اس لیے دینِ اسلام اور وطن کے دفاع کیلئے میدانِ کارزار کا رُخ کیا۔اُس وقت آپ کی عمر 21 برس تھی۔لیکن آپ اپنے ہم عمر ساتھیوں میں دلیر، شجاع، مدبر اور فدا کار مجاہد کی حیثیت سے مشہور تھے۔آپ نے اپنی جہادی زندگی کا آغاز قندھار کے چند نامور مجاہدین کے ہمراہ افغانستان کے جنوب مغرب میں مؤسس جہاد افغانستان ملا موسیٰ کلیم شہید کے گروپ سے کیا۔

اس کے بعد آپ نے صوبہ قندھار کے ضلع ارغستان میں مجاہدین کو روسیوں کے خلاف منظم کر کے ضلع ارغستان کی چغنی نامی پہاڑی میں

جہادی مرکز کی بنیاد رکھی۔ اور اسی مرکز سے صوبہ بھر میں کاروائیوں کا آغاز کیا۔ضلع ارغستان کے چغنی ،تورتاک، شابیگ اور سنگر نامی علاقوں میں روسیوں کے خلاف سخت کاروائیوں میں خود حصہ لیا۔ اگرچہ چغنی کے مسئول کمانڈر عبدالرزاق تھے۔لیکن جنگ کے دوران مجاہدین کی رہنمائی مرحوم ملامحمد ربانیؒ کرتے رہے۔تمام جہادی عملیات میں شرکت کی وجہ سے ملامحمد ربانی کو اس گروپ کا معاون مقرر کر دیا گیا جس کے بعد وہ حاجی معاون کے نام سے مجاہدین میں مشہور ہوئے۔

جہادی زندگی میں ملامحمد ربانی کی عسکری وانتظامی خدمات:

روسی یلغار کے دوران قندھار اور گردونواح اور ملک کے جنوبی علاقوں میں شدید مزاحمت کی وجہ سے یہ علاقے مجاہدین کے مضبوط مورچے بن گئے۔اور مرحوم ملامحمد ربانیؒ نے ان مورچوں میں باقی مجاہدین کی طرح جہادی وعسکری لحاظ سے خوب جنگیں لڑیں۔اسی عسکری وجنگی مہارت کی وجہ سے ملا محمد ربانیؒ مرحوم نے مجاہدین کے جنوبی زون کے ماہر کمانڈر کی حیثیت سے روسیوں کے ساتھ مختلف محاذوں پر دلیری سے مقابلہ کیا۔جس سے دشمن کو سخت جانی اور مالی نقصان برداشت کرنا پڑا۔ان مورچوں میں آپ تین مرتبہ زخمی بھی ہوئے۔

اِن فاتحانہ کاروائیوں سے ملامحمد ربانی مرحوم کا شمار ملک کے نامور جہادی کمانڈروں میں ہونے لگا۔ اور اس وقت کی جہادی تنظیموں کے راہنماؤں کی نظر میں آپ ایک قابلِ توجہ شخصیت بن کر ابھرے۔ یہ وہ دور تھا جب 8 جہادی تنظیموں کے سربراہوں نے پاکستان میں افغانستان کیلئے ایک عبوری حکومت کے قیام کا اعلان کیا تھا۔ اس عبوری حکومت کے سربراہوں کے مابین یہ طے پایا تھا کہ مشہور جہادی کمانڈروں کو بھی حکومت میں اچھے عہدوں پر نامزد کیا جائے گا۔صدر، وزیر اعظم اور کابینہ پر مشتمل اس حکومت میں ملا مرحوم کو حج اور اوقاف کا معاون وزیر مقرر کیا گیا۔ اگرچہ تنظیمی طور پر آپ کا تعلق مرحوم مولوی محمد یونس خالص کی تنظیم حزب اسلامی سے تھا۔لیکن جہادی وعسکری لحاظ سے تمام جہادی تنظیموں کے سربراہوں کی نظر میں آپ کو خاص مقام حاصل تھا۔اس ذمہ داری کے ساتھ ساتھ مولانا مرحوم افغانستان کے اندر اپنے متعلقہ مجاہدین کی نگہداشت اور دشمن کے خلاف عملیات کرانے کے مسئول بھی تھے۔اور بطور نائب وفاقی وزیر آپ نے بنفس نفیس کئی جنگوں میں شرکت فرمائی۔

جن دنوں صوبہ زابل کا مرکزی شہر قلات مجاہدین کے محاصرے میں تھا اور شہر کے شمال میں تسخر کا مضبوط ترین مرکز مجاہدین نے ابھی ابھی حکومت سے قبضہ میں لیا تھا جو کہ سٹریٹیجک لحاظ سے ایک اہم بلند چوٹی پر واقع تھا۔اور ملامحمد شہید گروپ کے شیر صفت مجاہدین نے ملا ولی محمد اور شہید عزیز خان کی سربراہی میں فتح کیا تھا۔فتوحات کے اوائل کے اُن دنوں میں بھی آپ ان میں شرکت کرنے سے پیچھے نہ رہے تھے۔

طالبان اسلامی تحریک کی تاسیس میں ملامحمد ربانیؒ کا کردار:

1989ء میں روسی انخلاء کے بعد جب 26 اپریل 1992 کٹھ پتلی افغان حکومت کا سقوط ہوا تو ملا مرحوم نے تنظیموں کے آپس کے اختلافات ختم کرنے کیلئے افغانستان کے ایک ہمدرد اور مصلح شخص کی حیثیت سے دوڑ دھوپ شروع کر دی۔ افغانستان کا جنوب مغرب جو کہ روس کے خلاف ایک مضبوط ترین میدان جنگ کی حیثیت رکھتا تھا۔ بدقسمتی سے روسی انخلاء اور نجیب اللہ کی کیمونسٹ حکومت کے خاتمے کے بعد جہادی تنظیموں اور اُن کے مسلح کارکنوں کے باہمی اختلافات کی وجہ سے میدانِ جنگ کی صورت اختیار کر گیا۔ یہ اختلافات صرف جنوب تک ہی محدود نہ رہے تھے بلکہ ملک کے مرکز سے شروع ہو کر جنوب، شمال، مشرق، مغرب تک پھیلنے لگے تھے اور 14 سالہ مقدس جہاد اور 15 لاکھ شہداء کا مبارک خون باہمی اختلافات کی بھینٹ چڑھ کر جنگی صورتحال اختیار کرتا جا رہا تھا اگرچہ یہ دل سوز حالات وواقعات کسی بھی بااحساس مسلمان کیلئے قابلِ برداشت نہ تھے۔لیکن ان حالات کی اصلاح ودرستگی کی صلاحیت کوئی بھی اپنے اندر نہ پاتا تھا۔لیکن اللہ تعالیٰ کے کچھ ایسے نفوس قدسیہ موجود تھے۔جن کو اپنے جہاد فی سبیل اللہ اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمانِ عالی شان اِن اللّٰہ لا یضیع اجر المحسنین پر کامل یقین تھا۔ایسے ہی نفوسِ قدسیہ نے جن میں ملامحمد ربانی مرحومؒ بھی شامل تھے۔ اصلاحِ احوال کیلئے اپنی کمریں کس لیں اور مظلوم وغمزدہ مسلم امہ کے راحت وآرام کیلئے اپنے راحت وآرام کو قربان کر کے مفسدین اور منافقین کو راہِ راست پر لانے کیلئے ان کی سرکوبی شروع کر دی۔ ابھی ان نفوس قدسیہ کے جسموں پر روس کے خلاف ہونے والے جہاد کے زخم تازہ ہی تھے اور ابھی تھکاوٹ دور نہ ہوئی تھی کہ ایک اور صبر آزما مرحلہ اُن کے سامنے آ گیا۔ ملامحمد ربانی مرحوم اسلامی تحریک طالبان کے عظیم رہنماؤں میں سے ہیں۔ آپ صلح وصفائی کیلئے ہر وقت پیش پیش رہتے۔تحریک اسلامی کے اوائل میں جب کسی علاقہ کی Clearance (تصفیہ) کا مسئلہ درپیش آتا تو آپ صلح وصفائی کی کوششوں میں لگ جاتے کہ کسی طرح وہ علاقہ صلح کے راستہ سے طالبان کے زیر کنٹرول آ جائے۔

10-10-1995 کو جب طالبان کابل کے قریب پہنچ گئے تو ملا ربانی مرحومؒ نے مخالفین کے سربراہ احمد شاہ مسعود کو بات چیت کی دعوت دی اور اس دعوت کی بنیاد پر آپ کابل سے میدان شہر چلے گئے۔ وہاں جا کر آپ نے پہلی بات یہی کی کہ "اسلامی نظام حکومت کیلئے اس ملک کے عوام نے 15 لاکھ جانوں کا نذرانہ پیش کیا ہے اور اس مقدس خون کے احترام میں بغیر کسی قید و شرط کے اس ملک میں اسلامی شرعی نظام حکومت قائم ہونا چاہیے۔

طالبان کی اسلامی وملی تحریک نے اس بات کا مصمم ارادہ کیا ہوا ہے کہ اس مقدس آرزو کو عملی جامہ پہنایا جائے لہٰذا آپ (احمد شاہ مسعود) بھی اس معاملہ میں طالبان کے ساتھ مکمل تعاون کریں تاکہ مضبوط بنیادوں پر اسلامی نظام حکومت قائم کیا جاسکے۔"

اس پر احمد شاہ مسعود نے بلا تامل تعاون کی یقین دہانی کراتے ہوئے اپنا پستول نکال کر کہا کہ میں سب سے پہلے اس کی حمایت میں اپنا اسلحہ اتار کر رکھتا ہوں۔

لیکن افسوس احمد شاہ مسعود نے اپنے کئے ہوئے وعدوں کی پاسداری نہ کی اور منافقت کرتے ہوئے شمالی علاقہ جات میں اقتدار کے حصول میں کوششیں تیز کر دیں اور افغان سرزمین پر ایک اور خون کی نہروں کی بساط بچھانے کا باعث بن گیا۔

شمالی علاقہ جات کے علاوہ باقی تقریباً پورے افغانستان میں ملا محمد ربانی مرحومؒ کی صلح آمیز کوششیں رنگ لائیں اور پورا علاقہ اسلامی شرعی ریاست کے زیر تسلط بخوشی آ گیا۔

اسلامی تحریک طالبان میں ذمہ داریاں:

جب 13 نومبر 1994ء میں قندھار طالبان کے قبضہ میں آیا تو ملا محمد ربانی مرحومؒ کو طالبان کی عالی شوریٰ کا مسئول بنایا گیا۔ جب 4-5 اپریل 1996ء کی تاریخ کو ملک کے 100 علماء کرام نے تحریک طالبان کے امیر کو امیر المومنین کے لقب سے نوازا اور امارتِ اسلامیہ کی بنیاد رکھی۔ تو اس وقت بھی ملا ربانی مرحومؒ امیر المومنین کے شانہ بشانہ احسن طریقہ سے صداقت اور اخلاص کے ساتھ اصلاحی اور ملی امور سرانجام دیتے رہے۔

09-05-1995 کو جب طالبان کی فتوحات جنوب مغرب میں ہلمند، ہرات، ارزگان اور فراہ تک پہنچیں تو ان تمام فتوحات میں ملا ربانی مرحومؒ نے فاتحانہ اور نہایت عمدہ کردار ادا کیا۔ اسی طرح 11-09-1996 کو جب ملک کے مشرقی حصے کے صوبے ننگرہار، کنڑ اور لغمان طالبان کے زیر تسلط آئے تو ان تمام صوبوں کی ذمہ داری بھی ملا ربانی مرحومؒ کے سپرد کی گئی۔

28-09-1996 کو جب ملک کا دارالحکومت کابل مکمل طور پر امارتِ اسلامیہ نے فتح کر لیا تو امیر المومنین کی جانب سے ملک کے انتظامی امور چلانے کیلئے ایک چھ رکنی کمیٹی بنائی گئی۔ تو اس کمیٹی کی ذمہ داری بھی ملا محمد ربانی مرحومؒ کے کندھوں پر ڈال دی گئی۔

جب یہ عبوری شوریٰ حکومت کی شکل اختیار کر گئی اور افغانستان ریاست الوزراء کی حیثیت اختیار کر گیا تو اس وقت ملا ربانی مرحوم کو ریاست الوزراء کے رئیس کی ذمہ داری سونپ دی گئی۔

ملا محمد ربانی مرحومؒ عقیدہ اہلسنت والجماعت اور سلف صالحین کے مقدس راستہ کے پیروکار تھے۔ ملا ربانی مرحومؒ بدعات وخرافات کے سخت مخالف تھے اور لوگوں کو سنتِ رسول ﷺ پر عمل پیرا ہونے کی دعوت وتبلیغ کرتے رہتے۔

ملا محمد ربانی مرحومؒ کا اخلاق حسنہ کے ساتھ ساتھ زہد وتقویٰ اور دینداری کا اعلیٰ نمونہ تھے۔ قیام الیل اور نماز چاشت آپ کے خاص معمولات میں شامل تھیں۔

ایثار وقربانی:

صوبہ قندھار میں مجاہدین کی فعالیت اور کاروائیوں کو ختم کرنے کے لیے روسیوں کا ایک بہت بڑا فوجی دستہ روس کی طرف سے بھیجا گیا۔ ملا محمد ربانی مرحوم نے اپنے دیگر ساتھیوں سمیت روسیوں کے ساتھ دوبدو مقابلہ کیا اور یہ جنگی مقابلہ تقریباً ایک ماہ تک جاری رہا۔ ملا محمد ربانی مرحوم نے کمال صبر وہمت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایثار وقربانی کے کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ دونوں فریقین کا بہت نقصان ہوا۔ اور ملا محمد ربانی مرحوم خود بھی اس معرکہ میں شدید زخمی ہو گئے۔

ملا عبدالقیوم نامی ایک مجاہد ساتھی جس نے اس جنگ میں شرکت کی تھی وہ بتاتے تھے کہ ملا ربانی مرحوم اور 3 ساتھی دوران جنگ شدید زخمی ہو گئے۔ جب باقی ساتھی زخمیوں کو اُٹھانے کیلئے آئے تو حاجی معاون (ملا ربانی مرحوم) نے فرمایا کہ میں ٹھیک ہوں۔ وہ 3 ساتھی زیادہ زخمی ہیں پہلے ان کی

مدد کرو۔ مجاہدین نے جب ان 3 ساتھیوں کو اٹھالیا اور پھر واپس حاجی معاون صاحب کو اٹھانے آئے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ آپ اتنے شدید زخمی تھے کہ اُٹھنے اور حرکت کرنے کے قابل نہ تھے۔ لیکن پھر بھی ملا ربانی مرحوم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ایثار و قربانی کی سنت پوری کرتے ہوئے دوسرے زخمی مجاہدین کو ترجیح دی۔ جو آپ سے نسبتاً کم زخمی تھے۔

اسلامی دنیا کے مسائل سے تعلق:

ملا محمد ربانی مرحوم اپنے گردوپیش کے حالات کے بارے میں باخبر و چوکنا رہنے کے ساتھ ساتھ، اسلامی دنیا کے مسائل پر بھی بھرپور توجہ رکھتے تھے۔ اور ان کی اہمیت وخصوصیت کو اجاگر کرنے کیلئے اقدامات کرتے رہتے تھے۔ امارتِ اسلامیہ افغانستان کے دور میں چیچنیا، فلسطین اور کشمیر وغیرہ کے مسائل پر منفرد قسم کے بیانات جاری کرکے پوری اسلامی دنیا کو باخبر کرنے کے ساتھ ساتھ ان مسائل کو حل کرنے کی کوششوں کے بارے میں بھی نت نئے بیانات جاری کرتے رہتے تھے۔

طرز زندگی:

اگرچہ ملا ربانی مرحوم تمام عمر اعلیٰ اداری اور فوجی مناصب پر فائز رہے اور تمام تر قائدانہ صلاحیت سے بھرپور شخصیت کے مالک تھے لیکن اس کے باوجود آپ کی طبیعت اور مزاج میں ذرہ برابر بھی غرور وتکبر کی جھلک نہ تھی۔ آپ کا اٹھنا، بیٹھنا، چلنا پھرنا، ایک عام اور سادہ شخص کی طرح تھا۔ اور باقی احباب کے مقابلے میں اپنے لیے کسی خاص امتیاز کے کبھی بھی قائل نہ رہے تھے۔ دفتری اوقات میں کوئی بھی عام آدمی آپ کے ساتھ آرام سے مل سکتا تھا۔ آپ بڑی توجہ اور ہمدردی وغمگساری کے ساتھ پوری توجہ سے آنے والے کی بات سنتے۔ دفتر کے دروازے پر چپڑاسی کو صرف آنے والوں کی بے ترتیبی روکنے کیلئے کھڑا کرتے تاکہ ہر آنے والا اپنی باری آنے پر آپ سے ملاقات کرکے اپنی بات بیان کرسکے۔

عبوری حکومت میں معاون وزیر کے عہدہ سے لے کر امارتِ اسلامیہ میں وزیر اعظم تک کے عہدہ کے دوران آپ کا کوئی ذاتی محافظ یا باڈی گارڈ نہ تھا۔ آپ کے ساتھ سفر حضر میں رہنے والے اکثر آپ کے مجاہد ساتھی یا درسی شاگرد ہی ہوتے تھے۔ دوستوں کے ساتھ نہایت بے تکلف رویہ رکھتے اور کبھی بھی ان کے ساتھ امتیازی سلوک نہ رکھتے۔

جن دنوں آپ وزیر اعظم تھے تو اپنی رہائش گاہ واقع وزیر اکبر خان سے لے کر دفتر ایوان صدارت تک اپنے 2، 3 دوستوں سمیت چہل قدمی کرتے ہوئے جاتے۔ اپنے احباب کے ساتھ تمام جہادی امور اور کھیلوں میں حصہ لیتے اور کابل کے علاقائی کھیل ''بغ'' کو بہت پسند کرتے تھے۔

آپ کو اپنے عہدہ کے لحاظ سے روپیہ پیسہ استعمال کرنے کا وسیع اختیار حاصل تھا لیکن اس اختیار کے باوجود آپ نے ایک عام فرد کی حیثیت سے زندگی گزاری۔ زندگی کے آخری مرحلے تک اپنے آبائی گھر میں ہی گزر بسر کی۔ اور بیت المال کی رقم سے اپنے لیے گھر نہ تعمیر کروایا۔ جب 14 نومبر 1999ء میں اقوام متحدہ کی سیکیورٹی کونسل نے افغانستان پر یکطرفہ ظالمانہ اقتصادی پابندی عائد کرتے ہوئے امارت اسلامیہ کے مسئولین کے تمام بینک اثاثے منجمد کرنے کا حکم دیا تو امارتِ اسلامیہ کے باقی مسئولین کی طرح ملا ربانی مرحوم کا بھی باوجود اپنے بڑے عہدے کے ایسے لوگوں میں شمار تھا جن کا کوئی بینک اکاؤنٹ ہی نہ تھا۔

عوام کے دلوں میں ملا مرحوم کی محبت:

ملا محمد ربانی مرحوم اپنے حسنِ اخلاق کی وجہ سے عوام کے دلوں میں ایک خاص عمدہ مقام رکھتے تھے۔ اپنے تو اپنے غیر بھی آپ کے مزاج اور طبیعت کی تعریف کرتے نہ تھکتے تھے۔ افغانستان کی مختلف اقوام اور قبیلے ملا محمد ربانی مرحوم کو ایک ہمدرد اور سمجھدار بزرگ کی حیثیت سے جانتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ ان کی نماز جنازہ میں لاکھوں افراد نے غمگین وسوگوار چہروں اور اشک بار آنکھوں کے ساتھ شرکت کی۔

ملا محمد ربانی مرحوم ایک ایسے جہادی، سیاسی، عملی اور ملی شخص تھے جن کے جہادی کارنامے اور دینی وعوامی خدمات کا احاطہ کرنا ان چند سطور میں ناممکن ہے۔ آپ کے حسن کے پھول تو بہت زیادہ ہیں لیکن راقم کی جھولی بہت چھوٹی ہے کہ ان پھولوں کو سمیٹ سکے۔

آپکی وفات:

بالآخر جہاد وقتال کے دستے کا نہ تھکنے والا عظیم راہی، زہد وتقوی، جانثاری اور اخلاق وشرافت کا نمونہ رضائے الٰہی سے کینسر جیسے موذی مرض میں علالت کے باعث راولپنڈی کے ایک ہسپتال میں یکم محرم الحرام 1422 ہجری بمطابق 12 اپریل 2001ء کو جان، جانِ آفرین کے سپرد کر گیا۔ اور ہمیشہ کیلئے اس فانی دنیا سے کوچ کر گیا۔

انا لِللّٰهِ وَانَّا اِلیه راجعون.

تالقان شہر کے اوطاق میں راقم نے ملا محمد ربانی مرحوم کی وفات کی خبر افغانستان ریڈیو 'صدائے شریعت'' پر سنی تھی۔ ان دنوں جنگی کشمکش اپنے عروج پر تھی اور ہر ایک کو اپنی اپنی صلاحتیں منوانے کیلئے وافر مواقع دستیاب تھے۔

قاری احمد اللہ صاحب:

انہی دنوں جب جنگی کشمکش اپنے عروج پر تھی تو قاری احمد اللہ صاحب بھی تالقان شہر میں دادشجاعت وصول کرنے آپہنچے۔ قاری احمد اللہ اپنے محکمے کے مروجہ اصولوں کے تحت دشمن کو زک پہنچانے میں مصروف رہتے۔ تنگی فرخار کے مورچوں پر دشمن کا زیادہ دباؤ تھا۔ بندوقوں، گولیوں، توپوں کی گھن گرج میں جنگ جاری تھی۔ اور شعبہ استخبارات بھی اپنے داؤ پیچ کھیلنے میں مصروف تھا۔ اس جنگ میں شعبہ استخبارات نے خفیہ طور پر جوڑ توڑ کر کے ایک کامیابی حاصل کی۔

قاری احمد اللہ صاحب نے دشمن کے ایک کمانڈر کو پیغام رسانوں کے ذریعے شعبہ استخبارات کی مدد سے اپنے ارفع مقاصد بتلا کر حقانیت کی راہ پر گامزن کر لیا۔ وہ کمانڈر دشمن کے علاقہ سے باقاعدہ طور پر اپنے ساتھیوں کے ہمراہ قاری احمد اللہ صاحب کی طرف نہیں آسکتا تھا۔ لہٰذا قاری احمد اللہ اور ہمدرد کمانڈر نے خفیہ پیغام رسانی کے ذریعے دشمن کو زک پہنچانے کا منصوبہ تشکیل دیا۔

اس منصوبہ کے تحت طالبان کے ہمدرد کمانڈر نے مسعودیوں کو اُکسا کر تنگی فرخار پر قائم طالبان کے خط پر حملہ کرنے کا پروگرام ترتیب دیا۔ اور طالبان کا ہمدرد کمانڈر اولین صف میں خود اور اپنے ساتھیوں کے ہمراہ طالبان کے مقابلہ پر آ گیا۔ ہمدرد کمانڈر طالبان کے خط سے دور اپنے ہمراہیوں کے ساتھ آ گیا۔ پھر شعبہ استخبارات کے پیغام رسانوں نے اپنا کام شروع کر دیا۔ خفیہ شعبہ کے اہلکار خود مورچوں پر جا جا کر طالبان مجاہدین کو اس ہمدرد گروپ کے بارے میں بتلا کر انہیں راستہ مہیا کرنے کا کہتے رہے۔ یہ ہمدرد گروپ رات عشاء کے وقت ہمارے مورچوں سے گزر گیا اور پورے گروپ کو طالبان مجاہدین بحفاظت واکرام اپنے ساتھ ٹرکوں میں سوار کر کے تالقان لے گئے۔ وہاں پہنچ کر کمانڈر اور اس کے ساتھیوں نے خود ہی رضا کارانہ طور پر اپنے اپنے ہتھیار طالبان ذمہ داران کے سپرد کر دیئے۔ اور اپنے آپ کو باضابطہ طور پر طالبان مجاہدین کے تابع کر دیا۔ اور اپنا ارادہ بھی ظاہر کر دیا کہ راہِ حق میں ہماری جہاں پر آپ چاہیں کلمہ حق کی سربلندی کیلئے تشکیل کر دیں ہم دل وجان سے اعلائے کلمۃ اللہ کیلئے حاضر ہیں۔

ادھر دشمن نے بھی رات گیارہ بجے اپنے پروگرام کے تحت ہمدرد کمانڈر والے گروپ کو کور دے کر تنگی فرخار خط سے گزارنے کیلئے بھاری توپ خانہ سے فائرنگ شروع کر دی اُن کا پروگرام یہ بنا تھا کہ رات گیارہ بجے ہمارا توپ خانہ تمہیں راستہ دلوانے کیلئے خط پر قائم طالبان کے مورچوں پر گولہ باری کرے گا اور اس گولہ باری کی آڑ میں تم پیش قدمی کرتے ہوئے طالبان مورچوں پر قابض ہو کر طالبان پر حملہ کر دینا۔

لیکن یہاں تو کھیل ہی بگڑ چکا تھا۔ دشمن کی توپیں گھنٹہ بھر گولہ باری کرتی رہیں لیکن بے سود دشمن کے اوپی کے مطابق آگے طالبان کے مورچوں سے کوئی بھی حملہ آور نہ ہوا تو پیچھے سے کور فائر بند ہو گیا۔

بعد میں جب دشمن پر حقیقت آشکار ہوئی ہوگی تو اس پر کیا بیتی ہوگی پہلے تو وہ حیران ہوئے ہوں گے کہ آخر ہمارا ہراول دستہ کہاں غائب ہو گیا؟ اس کو زمین کھا گئی کہ آسمان نگل گیا؟

لیکن ''اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت'' قاری احمد اللہ صاحب نے اپنی فراست اور دانشمندی سے دشمن کو ایک ایسا گھاؤ لگایا کہ جس کا مداوا ممکن نہ تھا۔ قاری احمد اللہ صاحب نے دشمن کے ہراول دستہ کو اسلحہ اور افرادی قوت سمیت راہی حق وصداقت بنا ڈالا اور اس دستہ کے زنگ آلود دلوں کو صیقل کر کے نورِ ہدایت سے منور کرا دیا۔

نمکاؤ کا محاذ:

تالقان کی فتح کے بعد تالقان شہر سے ملا برادر کی تشکیل میں سب سے پہلے ہماری منزل نمکاؤ تھی۔اس علاقہ میں جا بجا نمک کی کانیں تھیں۔ اس علاقہ میں پانی وافر مقدار میں تھا لیکن انتہائی کھاری اور نمکین۔ پہاڑ سے بہتے ہوئے دریا کی جانب دیکھیں تو نیچے ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے دودھ کی نہریں بہہ رہی ہوں۔ یہ پورا علاقہ اپنے اندر نمکیات کی بہتات سمیٹے ہوئے تھے۔ یہاں پر بہنے والے تمام چشمے نمکین ہیں۔حتیٰ کہ پانی کے باہر قریب پڑے پتھر بھی سفید نمک سے اٹے ہوئے ہوتے ہیں۔

طے شدہ پروگرام کے مطابق ہم نے رات کو نمکاؤ پہنچ کر فرخار شہر سے پہلے واقع ایک پہاڑی پر تعارض کرنا تھا۔اس پہاڑی پر واقع ایک مورچہ اور اس کی اہمیت ہمیں یہاں تک کھینچ لائی تھی۔ یہ پہاڑی مورچہ طالبان مجاہدین کے بہت سے مقاصد کو پورا کرنے کیلئے نہایت موزوں تھا۔اس مورچہ پر قبضہ کرنے کی چند وجوہات بھی تھیں سب سے پہلے تو یہ کہ فرخار شہر میں واقع جیل سے مجاہد ساتھیوں کو رہا کرانا تھا۔جس میں خاص طور پر بن یامین، ڈاکٹر حامد اصغر شیخ، امان اللہ ندیم، محمد طیب، قاری امین اللہ صاحب جیسے 110 مجاہد ساتھی جو فرخار کے ایک گاؤں لڑدہ میں بنی جیل میں اسیر تھے ان کو رہا کروانا تھا۔(اس کی اطلاع گوجر ہمدردوں کے ذریعے پہلے سے ہی اسیر مجاہدین کو ہو چکی تھی)

دوسری بڑی وجہ یہ تھی کہ اس مورچہ پر قبضہ کر لینے سے دشمن کی کمک کا راستہ بند کیا جا سکتا تھا۔ اور اس مورچہ پر قبضہ ہو جانے کا مطلب فرخار شہر پر قبضہ ہو جانے کے مترادف تھا۔

اور تیسری اہم وجہ یہ تھی کہ اسی مورچہ پر قبضہ کے ساتھ ساتھ پنجشیر کا محاصرہ بھی جڑا ہوا تھا۔

پہاڑ کی جڑ سے 500 کے قریب مجاہدین مورچہ کی جانب کچنی نامی رہبر و گائیڈ کے پیچھے چل پڑے۔ یہ ایک بل کھاتا پہاڑ تھا۔اس پہاڑ کا محل وقوع ہمیں کافی فائدہ دے رہا تھا۔ہم قدرتی طور پر دشمن کی نظروں سے اوجھل تھے۔عصر کے وقت یہ سفر شروع ہوا۔ پہاڑی راستہ نہایت دشوار اور پر پیچ تھا۔ہم قدم بقدم دھیرے دھیرے رواں دواں تھے۔تمام ساتھی ایک قطار میں چلنے پر مجبور تھے۔ پہاڑ پر چڑھتے ہوئے بڑی دشواری پیش آ رہی تھی۔مجاہد ساتھی اپنا سامان بھی ہاتھوں پر اٹھائے ہوئے تھے۔جبکہ یہاں تو خالی ہاتھ چڑھنا بھی جوئے شیر لانے کے مترادف تھا۔کیونکہ مجاہدین کے ایک طرف گہری کھائی اور دوسری طرف مخروطی ڈھلوان پر مشتمل پہاڑ تھا۔اس مخروطی ڈھلوان پر صرف پاؤں رکھنے کیلئے تھوڑی تھوڑی منڈیر نما جگہ بنی ہوئی تھی۔جس پر صرف ایک پاؤں ہی رکھا جا سکتا تھا۔اور ایک وقت میں ایک آدمی ہی گزر سکتا تھا۔اس لیے تمام مجاہدین ہاتھوں میں اسلحہ تھامے گلے میں سامان لٹکائے قطار در قطار چڑھے جا رہے تھے۔ ہمارا قافلہ کافی سست روی کا شکار تھا۔اور بڑی احتیاط کے ساتھ چاک و چوبند ہو کر چیونٹی کے رینگنے کے مترادف اوپر چڑھا جا رہا تھا۔اس طرح کے دشوار گزار راستے سے ہمارا پہلی مرتبہ واسطہ پڑا تھا۔ پوری احتیاط کے باوجود دو ساتھی پاؤں پھسلنے کی وجہ سے توازن برقرار نہ رکھ سکے اور کھائی کی طرف لڑھک گئے۔لیکن خوش قسمتی سے کسی جھاڑی میں اٹک کر گہری کھائی میں جانے سے بچ گئے دوسرے ساتھیوں نے اپنی چادروں کو گرہیں لگا کر آپس میں جوڑ کر ان تک پھینکا اور جھاڑیوں میں پھنسے ہوئے دونوں ساتھیوں کو اوپر کھینچ لیا۔

سفر مسلسل جاری تھا اس قافلہ کے آخر میں اسلحہ سے لدے پھندے گھوڑے کمال مہارت سے سفر کر رہے تھے کہ اچانک ایک گھوڑے کا پاؤں بارودی سرنگ پر آ گیا اور ایک زوردار دھماکہ کی آواز کے ساتھ ہی گھوڑا بلند ہوتے شعلوں میں کھائی میں گر کر گم ہو گیا۔

ساتھی افسوس کے ساتھ ساتھ شکر بھی ادا کر رہے تھے کہ اس مائن پر کسی مجاہد ساتھی کا پاؤں نہیں آیا کیونکہ یہیں سے تو سینکڑوں ساتھی گزرے تھے۔آگے قدرے میدان آ گیا۔وہاں پہنچ کر ہم نے نماز مغرب ادا کی۔نماز مغرب کے بعد شاید دشمن ہم کو دیکھ چکا تھا۔

ہمارے ہدف ''بڑے مورچے'' کے نیچے دشمن کے اور بھی چھوٹے مورچے تھے۔اور شاید ان ہی مورچوں میں بیٹھے دشمن کی نظر ہم پر پڑی تھی۔ ہمیں اس بات کا اندازہ اس وقت ہوا جب ان چھوٹے مورچوں سے ہم پر فائر ہوا دشمن کے زیکویک کے فائر ہمارے اردگرد پہاڑی مٹی کو اڑا رہے تھے۔ ہم نے بھی پوزیشنیں لیں اور جنگ شروع کر دی۔تھوڑی دیر بعد دشمن نے اپنے مورچے چھوڑ کر بھاگنا شروع کر دیا۔ہم نے بھی ان کا تعاقب کرنا شروع کر دیا۔دشمن آگے لگ کر بھاگ نکلا اور یہاں ہم نے دشمن کے 6 مورچوں پر قبضہ کر لیا۔

ہماری تشکیل کے علاوہ دوسری تشکیلی جماعت اسی محاذ پر کمانڈر باقی کی قیادت میں چل رہی تھی۔ جو مقامی طالبان پر مشتمل تھی۔اس تشکیل کا ہدف بھی بڑا مورچہ تھا لیکن اس جماعت کا راستہ ہم سے الگ تھا وہ مورچے کی شمالی جانب کے پہاڑ سے اس پہاڑی کی طرف گامزن تھے۔

ہمارے 6 مورچوں پر قبضہ کرنے کے وقت تک وہ بڑے مورچہ پر حملہ آور ہو چکے تھے۔ کمانڈر عبدالباقی سابقہ مسعودی تھا۔ اور اس کے ساتھی بڑی بے جگری سے لڑ رہے تھے۔ ہم ذرا نیچے سے یہ منظر دیکھ رہے تھے اور بڑے مورچے کی طرف بہت سست روی سے بڑھ رہے تھے اور ہماری پیش قدمی کا کمانڈر عبدالباقی کو زیادہ فائدہ نہ مل رہا تھا۔ کیونکہ ہماری طرف سے بڑے مورچے کی طرف جانے والا راستہ بہت کٹھن اور دشوار گزار تھا۔

اُدھر نمکاؤ میں دور بیٹھے طالبان کمانداں ملا داداللہ اور عبدالغنی برادر وائرلیس پر ہدایات دے رہے تھے اور ساتھیوں کی ہمت بھی بندھا رہے تھے۔ رات 1½ کے قریب کمانڈر عبدالباقی کے ساتھی بڑے مورچے میں بڑی بے جگری سے لڑتے ہوئے گھس گئے اور فتح حاصل کر لی۔ دشمن اپنے مردار ساتھیوں کو چھوڑ کر یہاں سے پیچھے ہٹ گیا۔

پھر مخابروں پر قاسم فہیم (احمد شاہ مسعود کا نائب) کمانڈر کی آواز گونجنے لگی۔ قاسم فہیم خود اس محاذ پر مورچے کے قریب آ چکا تھا۔ قاسم فہیم فارسی زبان میں چلا چلا کر اپنے ساتھیوں کو کہہ رہا تھا کہ مورچوں پر دوبارہ حملہ کرو آگے بڑھو! ساتھ ساتھ دھونس بھی دیتا تھا کہ اگر تم پیچھے بھاگے تو میں خود تمہیں مار دوں گا۔ پھر شمالیوں نے پورا زور لگا کر اپنے چھوڑے ہوئے مورچوں پر دوبارہ قبضہ حاصل کرنے کی کوششیں شروع کر دیں۔

مورچہ کے اندر موجود طالبان کسی صورت مورچہ چھوڑنے کو تیار نہ ہوئے۔ پھر شمالیوں نے زبردست راکٹ، بھاری شیلنگ، میزائلوں سے حملے شروع کر دیئے۔ جس سے مورچوں میں موجود طالبان شہادت پا گئے اور دشمن نے مورچہ پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔

اُدھر ملا عبدالغنی برادر نے اس جنگ کو سمیٹنے کا حکم جاری کر دیا۔ کمانڈر عبدالباقی اور اس کے ساتھی طالبان شہداء کے لاشے ساتھ لیجانے پر مصر رہے۔ وہ اس امر پر بضد تھے انہوں نے 5 منٹ تک مزید شدید جنگ جاری رکھی اور کمانڈر عبدالباقی کی قیادت میں اپنے شہداء کے لاشے مورچہ سے اُٹھا کر پسپائی اختیار کر لی۔

اب ہماری تشکیلی جماعت بھی واپسی کیلئے دوسرا راستہ اختیار کر کے نیچے آنا چاہتی تھی۔ دوسرا راستہ مختصر مگر پر خطر نکلا۔ رات کی تاریکی میں اس راستہ پر دوران پسپائی 2 ساتھی نیچے گر کر لاپتا ہو گئے۔ گولیاں سروں کے اوپر سے دائیں بائیں سے گزر رہی تھیں اور ہم لٹے پٹے آخر کار واپس نمکاؤ پہنچ گئے۔ صبح سویرے فجر کا وقت ہو چکا تھا۔ نماز ادا کرنے کے بعد راقم کو کمانڈر سلطان نے اپنے ساتھ لیا اور دوپہر تک ہم تالقان پہنچ گئے۔

خواجہ غار خط پر غیر یقینی فتح:

تالقان پہنچ کر راقم نے دوپہر کا کھانا کھانے سے پہلے نہانے کا پروگرام بنایا۔ تین چار دن سے مٹی میں رندھے ہوئے تھے۔ نمک والے پانی نے پیٹ نرم کر دیا تھا۔ کھانے میں چربی کے استعمال نے اور بھی زیادہ خرابی پیدا کر دی تھی۔ محاذ پر مشکل سے وقت گزر رہا تھا اور نہایت تکلیف کے باوجود ساتھ نبھانے کی لگن نے وہاں رہنے پر مجبور کر رکھا تھا۔ کمزوری اور نقاہت غالب تھی۔ نہانے میں بہت مزہ آیا۔ میں نہا کر باہر نکلا اور ابھی اپنے بالوں کو خشک کر ہی رہا تھا کہ کمانڈر سلطان نے مجھے کہا کہ مخابرہ پر ابھی خبر چلی ہے کہ دشتِ ارچی پر دشمن نے حملہ کر دیا ہے اور کچھ مورچے بھی دشمن کے ہاتھ میں چلے گئے ہیں۔ کمانڈر سیف الرحمٰن سیفی پھر بھی وہاں ڈٹے ہوئے ہیں۔ ہمیں ہر صورت ان کی مدد کو پہنچنا ہے۔

راقم نے کمانڈر صاحب کو اپنی ناساز طبیعت سے آگاہ کیا تو کمانڈر صاحب نے ٹھہر جانے کا کہہ دیا۔ لیکن پھر کچھ سوچ کر میں ساتھ ہی چل دیا۔ خواجہ غار کے خط پر ڈاکٹر امیر اسلام نے مجھے فلیجل (Flygel) کی دو بوتلیں لگائیں۔ وہاں کمانڈر سیفی مذاق کرتا رہا کہ آپ جنگ کا سُن کر ریک (سہم) گئے ہیں۔ چند گھنٹوں کے بعد طبیعت سنبھلنا شروع ہو گئی۔

ملا فضل کے کمانداں نے ہمیں تاکید کرتے ہوئے بتایا کہ ہم لوگ یہاں زیادہ جنگ نہیں کر پائیں گے کیونکہ دشمن نے ساتھ والے مورچے بھی پکڑ رکھے ہیں۔ اور ہم شاید دشمن کا پہلا وار بھی نہ سہہ سکیں اور شاید یہاں سے ہمیں نکلنا بھی پڑ جائے۔ اس لیے آپ اپنا سامان سمیٹ کر رکھیں۔ یہ تاکید سن کر راقم جنگی صورتحال کے تناظر میں سوچنے لگا کہ اگر جنگ کا پانسہ پلٹ گیا تو ہم لوگ ٹرک، گاڑی وغیرہ تو نہ لے جا سکیں گے۔ اور پیدل ہی بھاگنا پڑے گا۔ لہٰذا بہتر ہے کہ راستہ کا پیش گی طور پر خیالی چناؤ کر لیا جائے۔ اس علاقہ کی صورتحال کچھ اس طرح تھی کہ ہماری بائیں جانب دشمن کے مورچے تھے اور وہاں دشمن کے لوڈ ر ٹینک کھڑے ہوئے تھے۔ اور دائیں طرف ہمارے قریبی مورچوں میں بنگالی مہاجر بھائی تھے۔

ہم اپنا مکمل سامان ٹرک میں لوڈ کر چکے تھے۔ صرف ایک 82mm مارٹر باہر رکھ لی تھی تاکہ تھوڑی بہت مزاحمت کی جا سکے۔ اور اگر یہ ادھر رہ بھی گئی تو اتنا مسئلہ نہ تھا۔

مغرب کے بعد ہم اپنے اوطاق سے اپنے موروچوں کی جانب چلے 15 منٹ پیدل چلنے کے بعد ہم وہاں پہنچ گئے۔ل ہم یہاں دشمن کی جانب سے لڑائی کا انتظار کرتے رہے۔دشمن نے عشاء تک ہمیں بالکل نہ چھیڑا۔لیکن عشاء کے بعد اس نے حملہ کر دیا۔فائرنگ شروع ہوگئی۔ہمارے مورچے بستی میں تھے۔اس اجڑی بستی کے ویران گھروں میں ہمیں اوٹ ملی ہوئی تھی۔ہم مکانون کی چھتوں پر چڑھ کر دشمن پر فائر کرنے لگے۔اتنی دیر میں ہمارے قریب ایک طرف طالبان مجاہدین کا ایک چھوٹا مجموعی (گروپ) آ گیا۔یہ ایک قسم کا ریزرو دستہ تھا۔ان کے کمانڈر کا خیال تھا کہ جب یہ کمک مانگیں تو ہم چلے جائیں اور ہمیں فی الحال ان کی ترتیب و پروگرام میں مداخلت نہ کرنی چاہیے۔

دشمن اب ہمارے سامنے قریبی قبرستان تک آ چکا تھا۔اور اُسے بھی مناسب اوٹ مل چکی تھی۔سامنے دشمن پر ہماری گولی کام نہ کر رہی تھی۔کہ اچانک راقم کو 82mm مارٹر گن یاد آ گئی اور اس طرح پہلے سے فٹ کی گئی مارٹر گن ہمارے کام آ گئی طالبان نے اس میں گولے ڈال ڈال کر دشمنوں کے سروں پر برسانے شروع کر دیے۔دشمن نزدیک ہونے کے باوجود ہم پر بی ایم مارتا جو ہمارے اوپر سے گزر کر دور جا گرتے۔جو کام دشمن کی گولی سے ممکن تھا اس کام کو دشمن بی ایم میزائل سے کر کے اس کی مٹی پلید کر رہا تھا اور مکمل ناکام ہو رہا تھا۔

آخر کار خدا کے فضل و کرم سے ہم دشمن کو پسپا کرنے میں کامیاب ہو گئے۔جبکہ ہم تو ذہنی طور پر خود کو کمزور سمجھ رہے تھے لیکن نصرت الٰہی سے دشمن مرعوب ہو کر پسپا ہو گیا رات ایک بجے کے قریب دشمن نے دوبارہ حملہ کرنے کی کوشش کی لیکن اس بار بھی مشیت ایزدی نے اسے ناکام کر دیا اور ہم نے دشمن کا یہ وار بھی سہہ لیا اور دشمن کو آگے نہ بڑھنے دیا۔دشمن کے اِن حملوں میں ہمارے صرف ایک ساتھی کو گولی نے زخمی کیا جو بازو کو چھوتے ہوئے نکل گئی۔اس محاذ پر نصرت الٰہی کو بڑے قریب سے دیکھنے کا موقع ملا کہ فتح مادی وسائل سے ممکن نہیں اور نہ ہی افراد کی برتری سے ملتی ہے بلکہ فتح صرف اور صرف نصرت الٰہی سے ملتی ہے۔کیونکہ دشمن ہر طرح سے ہم پر حاوی تھا۔اور ہم تو پسپائی کے راستوں کا خیالی انتخاب کرنے لگے تھے۔جبکہ قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔صرف توکل علی اللہ کرتے ہوئے ہم نے تھوڑی ہمت کر کے ثابت قدمی کا سہارا لیا ہی تھا۔کہ نصرت الٰہی نے فتح کو ہمارے قدموں میں ڈال دیا۔اور بی ایم میزائلوں اور گولیوں کی بوچھاڑ ہمارا کچھ نہ بگاڑ سکی۔

دشمن نے تیسری بار حملہ کرنا چاہا لیکن ناکام رہا۔اور جونہی واپس پلٹنے لگا۔تو ملا داد اللہ نے دشمن پر بائیں سمت سے حملہ کر دیا۔اور ملا داد اللہ اور اس کے ساتھیوں نے اپنے کھوئے ہوئے خواجہ غار خط کے مورچے واپس لے لیے۔اس کام کے ختم ہونے تک صبح صادق کے آثار نظر آنے لگے۔

میں نماز فجر کی تیاری کرتے ہوئے سوچنے لگا کہ کل تک ہم خیالی راستے بنا رہے تھے۔لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے دل و جان کے ساتھ ثابت قدمی سے رات بھر لڑ کر ہم جنگ جیت گئے۔

مسافر......مسافر:

دشتِ ارچی بازار سے ہم لوگ دو پہر کو ہی دو وقت کا کھانا اکٹھا خرید کر لاتے تھے۔آج راقم، کمانڈر سلطان، ڈرائیور موسیٰ اور سیفی بھائی بازار جا رہے تھے کہ دوران سفر میں نے رات کی جنگ کے دوران کی گئی آڈیو ریکارڈنگ چپکے سے ٹیپ ریکارڈر چلا دی ہم چاروں بڑے انہماک سے اس کو سن رہے تھے اور ساتھ ساتھ تبصرہ بھی کر رہے تھے۔یکدم مسافر......مسافر پکارا جانے لگا (مسافر سیفی بھائی کا وائرلیس کوڈ تھا۔) سیفی بھائی نجانے کن سوچوں میں گم تھے کہ مسافر......مسافر کی بازگشت سنتے ہی جھٹ سے اپنا مخابرہ پکڑ کر آورم......آورم (سن رہا ہوں......سن رہا ہوں) کہنے لگ پڑے۔ہم سب یکدم کھلکھلا کر ہنس پڑے۔سیفی بھائی شرمندہ ہو کر جھینپ سے گئے اور ہمارے ہنسنے سے سمجھ گئے کہ یہ تو رات کی ریکارڈ شدہ کال تھی جس کو وہ صحیح سمجھ بیٹھے تھے۔

آریانہ ائیر لائن کا طیارہ اغواء:

15 اکتوبر 2000ء کو آریانہ ائیر لائن کا طیارہ اغواء ہوا۔امارتِ اسلامیہ افغانستان کا یہ طیارہ کابل سے جلال آباد کیلئے روانہ ہوا تھا کہ راستہ میں طیارے کو ہائی جیک کر لیا گیا۔ہائی جیکروں نے طیارے کے پائلٹ کو مجبور کر کے طیارے کو ازبکستان ائیر پورٹ پر اتروایا۔اس کے بعد طیارے کو ازبکستان سے ماسکو ائیر پورٹ لے جایا گیا۔پھر روس سے اس طیارہ کو لندن کے ہیتھرو ائیر پورٹ پر اتارا گیا۔

ہائی جیکروں نے وہاں سے امارتِ اسلامیہ افغانستان سے مطالبہ کیا کہ وہ زیر حراست اسماعیل تورن ہراتی کو رہا کرے۔وہاں پر بڑی دلچسپ صورتحال بنی رہی۔اور یرغمال بنے ہوئے طالبان طیارہ کے پائلٹ نے انوکھی تاریخ رقم کی۔ پائلٹ نے ہائی جیکروں کو چکمہ دیا اور کاک پٹ سے

چھلانگ لگادی۔اور ہیتھروائیرپورٹ انتظامیہ تک پہنچنے میں کامیاب ہوگیا۔اغواء کارایک دوسرے کا منہ تکتے رہ گئے۔

ہیتھروائیرپورٹ سے ہائی جیکروں نے اسماعیل تورن ہراتی کی ڈیمانڈ کی تھی۔یہ ڈیمانڈ جب افغانستان میں امیرالمومنین ملامحمدعمرمجاہد حفظ اللہ تعالیٰ تک پہنچی تو انہوں نے کمال فراست کا مظاہرہ کرتے ہوئے مطالبہ پورا کرنے سے انکار کر دیا۔رہی مذاکرات کی بات تو ان کے بارے میں ملاعمر مجاہد حفظ اللہ نے اسے ہائی جیکروں اور اقوام متحدہ کا آپسی معاملہ قرار دیا کہ اس بارے میں اقوام متحدہ نے ہماری حکومت ہی تسلیم نہ کی تو ہمیں بھی اس سے کوئی سروکار نہیں۔ہائی جیکر جانیں اور اقوام متحدہ۔

وزیرخارجہ ملاعبدالوکیل کو اس موقعہ پر ایک صحافی نے بڑا چبھتا ہوا سوال کیا کہ جب انڈین ائیرلائن کا طیارہ اغواء ہوا تھا اور اُسے قندھار ائیرپورٹ پر اتارا گیا تھا اس وقت تو آپ لوگ بڑے متحرک اور سرگرم تھے۔انہوں نے جواب دیا اس وقت ہم نے اپنے فرائض اور ذمہ داریاں بڑی مستعدی سے نبھائیں تھیں کیونکہ طیارہ ہمارے ملک میں اترا تھا۔باقی رہے مذاکرات تو وہ انڈیا،اقوام متحدہ اور ہائی جیکروں کے مابین ہوئے تھے۔

ہائی جیکروں نے ہیتھروائیرپورٹ سے جب دوسری مرتبہ اسماعیل تورن کی حوالگی کا مطالبہ کیا تو ملاعمر صاحب نے باکمال جواب دیتے حکم جاری کر دیا کہ اگر تیسری مرتبہ اسماعیل تورن کا مطالبہ ہوا تو اسے قندھار شہر کے شہداء چوک کے ٹریفک سنگل کے ساتھ پھانسی پر لٹکا دینا۔

مواصلاتی میڈیا سے جب یہ خبر ہائی جیکروں کو پہنچی تو انہوں نے تیسری بار مطالبہ کرنے کی ہمت نہ کی اور ہتھیار ڈالتے ہوئے لندن میں سیاسی پناہ طلب کر لی۔

اس طرح اس ڈرامہ کا ڈراپ سین بڑے باکمال انداز میں ہوگیا۔

عام طور پر جب کسی طیارہ کو ہائی جیک کر لیا جائے تو اس طیارہ کو ناکارہ کر کے انڈرگراؤنڈ کر دیا جاتا ہے اور اس طیارہ کو دوبارہ پرواز کے قابل نہیں سمجھا جاتا۔تقریباً تمام ممالک کا دستور یہی ہے۔لیکن امارتِ اسلامیہ افغانستان کو جب موسم حج میں پروازیں بڑھانے کی ضرورت پیش آئی تو برطانیہ کے ساتھ سفارتی ذرائع استعمال کرتے ہوئے اپنے ملکیتی طیارے کی مانگ کی اور اُسے واپس افغانستان منگوالیا۔اور دوبارہ فضاؤں میں محو پرواز کر دیا۔

سیاہ بز کا محاذ اور ''میلان'' اینٹی ٹینک میزائل:

''اس پرچم کے سائے تلے ہم ایک ہیں۔'' اس عنوان کے تحت راقم نے ازبک تاجک مہاجر مجاہدین کے اتحاد کا تذکرہ گزشتہ صفحات میں کیا تھا۔اسی مہاجر مجاہدین کو امیرالمومنین ملامحمدعمرمجاہد حفظ اللہ تعالیٰ کے حکم پر 2001ء میں تالقان سے دشتِ ارچی اور ازبکستان کے بارڈر تک کا ایک خط دے دیا گیا تھا۔اسی محاذ پر ازبک، بنگالی، عربی، مصری، تاجک، پنجابی، برمی، سوڈانی، یمنی، صومالوی مجاہدین ایک دوسرے کے ساتھ مل کر دشمن کے خلاف نبردآزما تھے۔راقم کو ان کے ساتھ صف آراء ہونے میں بہت تسکین ملی۔اس محاذ پر رہتے ہوئے راقم کو تمام ممالک کے مجاہد ساتھیوں کو قریب سے مشاہدہ کرنے کا موقع بھی ملا۔

اس خط کے ذمہ دار کمانڈر سلطان بھائی تھے وہ ایک اچھے منتظم ہونے کی وجہ سے تمام معاملات بخوبی چلا رہے تھے۔خواجہ غار، دشتِ ارچی، اور سیاہ بز کے محاذ پر یہ مجموعہ ڈٹا ہوا تھا۔کمانڈر جمعہ خان نمنگانی بھی اکثر ادھر چکر لگاتے رہتے تھے۔

اسی محاذ پر ایک میزائل نے بڑا کام دیا۔یہ میزائل میڈ اِن فرانس تھا۔اور انتہائی جدید ٹیکنالوجی سے لیس تھا۔اس میزائل کا نام میلان تھا۔دشمن نے اس میزائل کو ہمارے ٹینکوں پر بہت آزمایا اور ہمارا بہت سا نقصان کرنے میں کامیاب ہوا۔

پھر عرب مجاہدین نے بھی بلیک مارکیٹ سے اسے خرید کر طالبان کے حوالے کیا۔عرب مجاہدین کے مالی ایثار سے خریدے گئے۔اس ''میلان میزائل'' سے طالبان نے صحیح کام لیا۔

یہ میزائل ایک کلومیٹر تک 100 فیصد نشانہ کی پن پوائنٹ کارکردگی کا حامل میزائل ہے۔اس میزائل کو جدیدترین لانچر میں فٹ کر کے طالبان نے دشمن کے ٹینکوں کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا۔

اس میزائل کو چلانے کا طریقہ نہایت آسان اور عام فہم ہے۔اس کے لانچر پر لگی دوربین سے ہدف دیکھیں اور فائر کر دیں فائر اپنے ہدف پر جا لگے گا۔ہدف کی جانب بڑھتے ہوئے اس میزائل کو ہلکی پھلکی موومنٹ بھی دی جاسکتی ہے۔

عرب مجاہدین جب اس میزائل کو چلاتے تو ہم دور کھڑے یہ نظارہ دیکھتے رہتے تھے۔ایک مرتبہ دشمن کے مورچوں سے یہی میزائل فائر ہوا۔

جب میزائل سیدھا ہمارے مورچوں کے اوپر سے گزرا تو ایک ساتھی کے کانوں کے قریب دوڑسی پھرتی محسوس ہوئی۔اتنی دیر میں میزائل سامنے ہدف کو ہٹ کر چکا تھا۔ پھر ہم نے وہ ڈور نما تار کھینچنی شروع کر دی۔ یہ نہایت مضبوط تار تھی بعد میں تحقیق پر معلوم ہوا کہ یہ تار میزائل کے ساتھ ہی نکلتی ہے جو لانچر پر لگی دوربین سے ہدف پر پہنچنے تک میزائل کے ساتھ ہی رہتی ہے۔اور میزائل کی مومنٹ کو کنٹرول کرنے کے کام آتی ہے۔ یہ ایک دوہری باریک تار ہوتی ہے جو میزائل کو فائر ہونے سے ہدف کو ہٹ کرنے تک کرنٹ بہم پہنچا کر رکھتی ہے۔اور میزائل کو ہلکی پھلکی مومنٹ دینے کیلئے سینسر سے منسلک رہتی ہے۔

انہی دنوں بامیان میں بدھا کے مجسموں کی توڑ پھوڑ کا اہم اسلامی فریضہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت کو زندہ کرتے ہوئے جاری تھا۔

دنیا کی دولت کو ٹھوکر مارنے والے بت شکن طالبان:

دنیا کی تاریخ میں فرزندانِ توحید نے واحد و یکتا معبود حقیقی کی یکتائی کو سر بلند کرنے کیلئے ہر زمانہ اور دَور میں دنیا سے جھوٹے معبودوں اور بتوں کو پاش پاش کر کے ان کی اصلیت کو ظاہر کیا کہ یہ جھوٹے معبود جب خود کو نہیں بچا سکتے تو کسی اور کا بھلا کیا کریں گے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام بتوں کو توڑ کر دنیا کے سب سے پہلے بت شکن کہلائے اور خدائے واحد کے کلمہ کی سر بلندی کیلئے کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کی تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنالیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سامری جادوگر کے بنائے ہوئے بچھڑے کو جلا کر اس کی راکھ کو ہوا اور سمندر میں بکھیر کر اس بات سے روشناس کرایا کہ معبود برحق صرف اور صرف خدائے واحد یکتا ہی ہے۔اُس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔تم لوگ اپنے معبود بچھڑے کی حالت دیکھو کہ کس طرح اس کو بکھیر دیا گیا ہے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنا کلیم بنالیا اور رہتی دنیا تک حضرت ابراہیم وموسیٰ علیہ السلام کا ذکر خیر جاری فرمادیا۔

انبیاء کی سنت کو زندہ کرتے ہوئے توحید و وحدانیت کے قائل غزنی کے رہنے والے سلطان محمود غزنوی نے سومنات (ہندوستان کا بڑا مندر) میں بتوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے۔اور جواہرات و زیوارت کو پاؤں کی ٹھوکر مارتے ہوئے بت پرستی شرک اور کفریہ عبادات کی نفی کر کے ثابت کر دیا کہ تمام عبادتیں صرف اور صرف معبود واحد کا ہی حق ہیں۔اس کے علاوہ کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ اس کی عبادت کی جائے۔

آج کے مادیت پرستی کے پرفتن دور میں انبیاء واکابرین کی روش اختیار کرتے ہوئے امارتِ اسلامیہ افغانستان کے جلیل القدر امیر المومنین نے 28 فروری 2001ء میں اعلائے کلمۃ اللہ کرتے ہوئے فرمان جاری فرمایا کہ بامیان اور ملک میں موجود تمام بتوں کو گراء اور توڑ ڈالو۔

شریعت اسلامی کے حق وصداقت کے اس لشکر کے مجاہدین نے اس اعلان پر عمل کرتے ہوئے اقدامات شروع کیے۔تو پوری دنیا کے کافروں نے شور مچانا شروع کر دیا۔اور اپنے معبودوں کے بے جان پتھروں کو بچانے کیلئے مال و دولت کے انبار لگا دینے کی پیش کش کی۔ بدھا مذہب کے لوگوں نے اپنے بے بس خداؤں کی مدد کرنے کیلئے طالبان مجاہدین کو لمبی لمبی رقمیں اور افغانستان کی تعمیر نو پر دل کھول کر خرچ کرنے کی پیش کش کی اور ان بتوں کو نہ توڑنے کے عوض تمام دنیاوی مطالبات تسلیم کرنے کو تیار ہو گئے۔

لیکن

امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد حفظ اللہ تعالیٰ نے تمام پیش کشوں کو معبودِ برحق کی یکتائی کی خاطر اپنے جوتے کی نوک پر رکھ کر ٹھوکر مارتے ہوئے تاریخی کلمات ادا فرمائے۔

''میں اپنے آپ کو بت شکن کہلوانا پسند کرتا ہوں نہ کہ بت فروش'':

کیونکہ بت شکن ابراہیم علیہ السلام تھے اور بت فروش آزر تھا۔

بت شکن موسیٰ علیہ السلام تھے اور بتوں کا پجاری سامری جادوگر تھا۔اور بت شکن سلطان محمود غزنوی تھے اور بتوں کو خدا جاننے والا ہندو بنیا تھا۔ یہاں پر بھی بت شکن وتوحید پرست ملا محمد عمر مجاہد حفظ اللہ تعالیٰ تھے اور بتوں کو حاجت روا اور خدا ماننے والے بدھ مت تھے۔

لہٰذا امیر المومنین کے فرمان کے بعد مکمل تیاریاں کر کے 12 مارچ 2001ء کو وزیر دفاع ملا عبید اللہ اخند، ملا شہزادہ اخوند اور ملا عبد المنان حنفی

کی قیادت میں بارود کے ماہر استاد لعل محمد کمانڈر نے 1250 من بارود (افغانی من 7 کلوگرام کا ہوتا ہے) 200 اینٹی ٹینک مائنز اوراس کے علاوہ جیٹ طیاروں کے 42 بم لگا کر بامیان میں قائم 17 سوسال قدیم بتوں کو فضاء میں اُڑا کر رکھ دیا۔ان کے ٹوٹنے سے نہ آسمان رویا اور نہ ہی زمین پر کوئی طوفان بپا ہوا۔البتہ دنیا ان قدیم بتوں سے پاک ہوگئی اور حق وصداقت کے علمبر داروں نے پوری دنیا پر واضح کر دیا کہ خدائے بزرگ و برتر صرف اور صرف وہی وحدہٗ لاشریک اللہ تبارک وتعالیٰ ہی ہے۔

بتوں کو گرانے کے بعد 100 گائیوں کی قربانی دے کر کفارہ ادا کیا گیا اور ان گائیوں کا گوشت غربا و مساکین میں بانٹ دیا گیا۔اس کفارہ کا سبب یہ تھا کہ اسلامی حکومت کے قیام کے بعد بتوں کو توڑنے میں جو دیر ہوئی اللہ تعالیٰ اس کی معافی عطاء فرمائے۔(آمین)

امیر المومنین نے بتوں کو پاش پاش کرنے کے بعد کمالِ فراست سے انٹرنیشنل اخباری نمائندوں کو بامیان کا دورہ کرنے کی اجازت دے کر ان کو یہ باور کرایا کہ تمہارے خدا تو خود اپنی حفاظت نہیں کر سکتے وہ تمہاری کیا خاک مدد کریں گے۔

راقم کی علالت اور وطن واپسی:

مہاجر اتحاد مجاہدین کے محاذ پر راقم دشتِ ارچی کے مقام پر اپنے فرائض سرانجام دے رہا تھا۔کہ اسی دوران مولانا عبدالجبار صاحب تشریف لائے اور ساتھیوں سے ملاقات وغیرہ کر کے ان کی خیریت اور حالات دریافت کیے۔راقم کو ان دنوں آنکھوں میں مسئلہ پیدا ہوگیا تھا اور دونوں آنکھوں پر جالا سا نمایاں ہونے لگا تھا۔مولانا عبدالجبار کو جب راقم کی آنکھ بارے معلوم ہوا تو انہوں نے شفقت آمیز رویے سے راقم کو کہا کہ آپ کو گھر سے ائے ہوئے بہت دن ہوگئے ہیں اس لیے آپ گھر والوں سے مل آؤ اور اپنی آنکھ کا آپریشن بھی کسی اچھے ہسپتال سے کرالینا۔لیکن آپ نے واپس قندوز ہی پہنچنا ہے۔

مولانا عبدالجبار صاحب نے راقم کو نیک دعاؤں کے ساتھ رخصت دے دی۔اور ساتھ ہی ایک رقعہ بھی تحریر کر کے عنایت کر دیا جس میں ایک ہمدرد ڈاکٹر کو علاج کے سلسلہ میں تعاون کرنے کا لکھا تھا۔

میں قندوز سے کابل آیا تو کابل میں پہلے سے ہی ایک ہیلی کاپٹر زخمیوں کو پاکستان پہنچانے کیلئے تیار کھڑا تھا۔مجھے بھی اس ہیلی کاپٹر میں جگہ مل گئی۔اسی ہیلی کاپٹر میں لغمان خط کیلئے اسلحہ بھی لاد دیا گیا تھا۔ہیلی کاپٹر نے اڑان بھری لغمان خط کے پیچھے جونہی اس نے لینڈنگ کی تو دشمن کے ایک مارٹر گولے نے قریب گر کر اسے سلامی دے ڈالی۔طیارہ محفوظ و مامون رہا۔

اڑے یار کیا کر رہے ہو:

جیسے ہی ہیلی کاپٹر اپنے ہیلی پیڈ پر اترا۔تو وہاں طالبان مجاہدین پہلے سے ہی اسلحہ اتارنے کیلئے تیار کھڑے تھے۔انہوں نے جلدی جلدی میزائل، بی ایم اور گولیاں اور مارٹر گولوں کی پیٹیاں نیچے پھینکنا شروع کر دیں۔

اسی ہیلی کاپٹر میں زخمیوں کے ساتھ کراچی کے 3 ڈاکٹر صاحبان بھی سوار تھے۔وہ یہ منظر دیکھ کر گھبرا گئے اور طالبان کو ٹھیٹھ اردو میں کہنے لگا ''اڑے یار کیا کر رہے ہو؟ اتنی زور زور سے ایمونیشن پھینک رہے ہو کہیں پھٹ ہی نہ جائیں ذرا احتیاط سے کام لو......طالب بات تو سمجھ چکا تھا لیکن اردو میں جواب دینے سے قاصر تھا۔پھر پشتو میں ہی ان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

یہ بارود کی پیٹیاں دن میں بیسیوں مرتبہ ایسے ہی گرتے پڑتے ہم تک پہنچتی ہیں۔اور جس دن سے روس افغانستان آیا ہے اسی دن سے یہ پیٹیاں یہاں دھکے کھاتی پھر رہی ہیں۔اور اب تک نہیں پھٹیں۔جب ان کو چلایا جائے تب ہی پھٹیں گی۔اس لیے آپ پریشان نہ ہوں۔راقم اس کی یہ بات سن کر اپنی ہنسی پر قابو نہ رکھ سکا اور ہنستے ہوئے ہی ڈاکٹر صاحب کو اردو میں بات سمجھا دی۔ڈاکٹر صاحب بھی میرے ساتھ مسکرانے لگے۔لغمان خط پر اسلحہ وایمونیشن اتارنے کے بعد ہیلی کاپٹر کو پائلٹ نے کمال مہارت سے دوبارہ پیچھے کی جانب اُٹھایا اور محو پرواز ہوگیا۔ہیلی کاپٹر میں ایک طالب بطور گن مین بھی تھا۔وہ ہیلی کاپٹر کے دروازے پر براجمان نیچے کے مناظر دیکھ رہا تھا۔

راقم نے اُسے کندھے سے ہلا کر بلند آواز میں کہا پیچھے ہٹو تمہارا تو یہ روز کا کام ہے۔ہمیں دروازے پر بیٹھنے دو۔وہ مسکرا کر پیچھے بیٹھ گیا۔پھر راقم اور ساتھ ایک ڈاکٹر صاحب دروازہ پر بیٹھ گئے۔ہیلی کاپٹر نچلی پرواز میں تھا جونہی سروبی جھیل کے اوپر سے گزرا تو مسحور کن منظر سے ذہن میں سرشاری سی بھر گئی۔اس سے آگے جلال آباد سے گزر ہوا تو زیتون کے درختوں کے جھنڈ بڑے خوبصورت دکھائی دے رہے تھے۔پھر مزید آگے طورخم بارڈر پر ہیلی کاپٹر

اپنے ہیلی پیڈ پر اترا تو پہلے سے تیار ڈالہ قریب آ کر کھڑا ہو گیا جس میں زخمیوں کو منتقل کر دیا گیا۔ زخمیوں کے ساتھ راقم بھی لنڈی کوتل آیا۔ پھر یہاں سے ہائی ایس کرایہ پر بک کرا کے ہم لوگ پشاور شہر آ گئے۔ زخمیوں کو پشاور کے مقامی ہسپتال میں بھیج دیا گیا جبکہ راقم اپنی آنکھ کے آپریشن کیلئے لاہور چلا آیا۔ لاہور میں ایک آنکھ کا آپریشن کامیاب ہوا اور دوسری آنکھ کے بارے میں ڈاکٹروں نے ہدایت کی کہ اس کا آپریشن کچھ عرصہ کے بعد کیا جائے گا۔

آپریشن کے بعد راقم ماں باپ کی آغوش میں اپنے گھر چلا گیا۔ چند دن گھر میں گذارنے کے بعد راقم نے والدین سے میدان جنگ کیلئے پھر اجازت چاہی اور فراخدل ماں باپ نے اپنی آنکھوں میں آنسوؤں کے موتی سجائے نیک خواہشات کے ساتھ راقم کو رخصت کر دیا۔ راقم واپس کابل روانہ ہو گیا۔

بگرام خط پر تشکیل:

راقم واپس کابل پہنچ چکا تھا اور کابل سے ایک ISUZU ٹرک پر لگے دومیلہ نے قندوز جانا تھا۔ قندوز میں ازبکوں کو دومیلہ کی اشد ضرورت تھی۔ راقم کو کمانڈر حاجی عبدالجبار صاحب نے قندوز سے گھر جانے کی اجازت یہ کہہ کر دی تھی کہ واپس سیدھا قندوز ہی آنا ہے۔ لہٰذا میں بھی اس دومیلہ کے کیبن میں سوار ہو گیا۔ جسے شاہد برقی بھائی چلا رہے تھے۔ ازبک مجاہدین نے کثیر مالی ایثار کر کے کلافیل ٹرکوں کی بجائے ISUZU ٹرک خرید کر ان پر دومیلے نصب کرا لیے تھے جو کہ بہت سریع الحرکت اور مضبوط بنے ہوئے تھے۔ کلافیل ٹرکوں کو تو دھکہ ہی لگاتے رہتے تھے۔ لیکن یہ ISUZU دومیلے تیز رفتاری میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔

دارالامان سے نکلتے ہی تیز رفتار ٹرک کابل کے کمپنی علاقہ میں پہنچا ہی تھا کہ میرے مخابرے نے ٹون دینی شروع کر دی۔ میں نے مخابرہ ریسیو کیا تو دوسری طرف بات کرنے والے استاد امیر فاروق صاحب تھے۔ انہوں نے مجھے کابل واپس آنے کا کہا۔ ٹرک کو واپس دارالامان کابل کی طرف موڑ لیا گیا۔ میں کابل اتر گیا اور شاہد برقی بھائی کے ساتھ ایک اور مجاہد ساتھی کو سوار کر کے قندوز روانہ کر دیا۔

راقم کی تشکیل اب قندوز کی بجائے بگرام خط پر کر دی گئی۔ یہ خط ایک مرکزی مقام تھا۔ یہاں پر مخابروں پر بہت کام کرنا پڑتا تھا۔

ان بوجھی عربی کی خوشی:

راقم بگرام کے مسلم پوائنٹ پر اپنی زندگی قیمتی بنا رہا تھا۔ اس پوائنٹ پر راقم کو مکمل طور پر مخابروں کی ہر قسم کی مرمت و دیکھ بھال کرنا پڑتی تھی۔ یہیں سے مخابروں کی مرمت و ترسیل ہوتی تھی۔ سینئر مخابرچی استاد خالد کے۔ ٹو مقبوضہ کشمیر میں مخابروں کے متعلق امور سنبھالے ہوئے تھے۔ اس لیے مسلم پوائنٹ پر کام زیادہ ہو گیا تھا۔

اس پوائنٹ پر کچھ عرب مجاہدین بھی تھے اور چند دنوں سے یہاں کا ماحول بڑا پراسرار سا محسوس ہو رہا تھا۔ ایک دن راقم نے ایک عرب مجاہد کو کریدنے کی کوشش کی تو اس نے الحمدللہ کہہ کر اوپر انگلی کا اشارہ کر کے چہکتے ہوئے کہا۔ یا اخی یہ خوشخبریوں کے دن ہیں۔ میں سمجھا کہ شاید آئندہ طالبان کا اندر کھاتے پر بڑے پیمانے پر دشمن سے تعارض کرنے کا پروگرام بنا ہو گا۔ جو اس بھائی کو معلوم ہے۔ اور شاید اسی وجہ سے یہ بہت خوش دکھائی دے رہا ہے۔

احمد شاہ مسعود کا قتل:

اس پراسرار ماحول کا طلسم اس وقت ٹوٹا جب مخابروں پر یہ خبر گردش کرنے لگی کہ احمد شاہ مسعود منحوس کو قتل کر دیا گیا ہے۔ اور اس کا قتل عرب مجاہدین کے دو فدا کاروں نے صحافیوں کے روپ میں اس کا انٹرویو لینے کی غرض سے کیا۔ ان صحافیوں کی بازگشت چند دن پہلے 7 ستمبر 2001 میں تاجکستان بارڈر پر افغان علاقہ کی انجیر جیل میں سنائی دی تھی۔ جب دو عرب فدائیان صحافیوں کے روپ میں افغانستان پہنچے تھے۔ انہوں نے مذکورہ جیل میں قیدیان سے انٹرویوز بھی کیے تھے۔ اور وہیں پر فرخار سے منتقل کیے گئے مجاہد اسیران سے بھی ان صحافیوں کی گفتگو ہوئی تھی۔

قیدیوں کے ساتھ کی گئی ان صحافیوں کی گفتگو کے بارے میں ایک مجاہد اسیر اسلام اپنی کتاب میں یوں رقم طراز ہیں۔

’’آج کے دن صبح 11 بجے امریکہ کے کسی صحافتی ادارے کے عرب نژاد نوجوان صحافی جیل میں آئے اور وہ دوپہر تک ہم اسیران سے انٹرویو اور گپ شپ کرتے رہے۔ ان صحافیوں کے چہرے بڑے پرنور دکھائی دیتے تھے اور وہ بہت جلد ہمارے ساتھ گھل مل گئے۔ اس دوران ترجمانی کے

فرائض ہمارے پاکستانی نژاد برطانوی ساتھی انور خان ادا کر رہے تھے۔ دوپہر کے وقت جب قیدی کھانا کھانے لگے تو ہم نے ان صحافیوں کو کھانا کھانے کی دعوت دی جو انہوں نے بخوشی قبول کر لی اور دونوں صحافی بلاتردد ہمارے ساتھ کھانا کھانے میں مشغول ہو گئے اور ہمارے ساتھ روکھی سوکھی کھا کر بہت خوش ہوئے۔ کھانے سے فراغت حاصل کرنے کے بعد دونوں صحافیوں نے وضو کر کے بڑے خشوع وخضوع کے ساتھ نماز ظہر با جماعت ادا کی۔ نماز کے بعد دونوں صحافی مختلف قیدیوں سے پھر گفتگو میں مصروف ہو گئے۔ ان صحافیوں کی گفتگو سے ایسا لگتا تھا جیسے یہ لوگ صرف وقت گزاری کیلئے آئے ہیں۔ اور انہیں قیدیوں کے انٹرویو کی ضرورت نہیں ہے۔

صرف اللہ کے آگے ہاتھ پھیلاؤ:

دونوں صحافی قیدیوں کو وقتاً فوقتاً نصیحتیں کرتے رہے۔ عصر کا وقت ہوتے ہی عصر کی نماز با جماعت ادا کی۔ جب یہ صحافی واپس جانے لگے تو کچھ اسیران نے ترجمان انور خان کی وساطت سے انہیں گزارش کرتے ہوئے کہا کہ جب آپ کابل جائیں تو ریڈ کراس والوں کو ہمارا یہ پیغام دے دینا کہ سردیاں شروع ہونے والی ہیں اور ہمارے پاس گرم کپڑے دستیاب نہیں ہیں۔ لہٰذا ہمارے لیے گرم کپڑے اور کمبل وغیرہ روانہ کیے جائیں۔

ان قیدیوں کی باتیں سُن کر صحافیوں میں سے ایک نے قیدیوں کو سرزنش کرتے ہوئے قرآن پاک کی یہ آیت پڑھ کر سنائی۔

”یا ایھا الذین اٰمنو لا تتخذو ا الیھود و النصٰرٰی اولیاء بعضھم اولیاء بعض و من یتولھم منکم فانه منھم “

جب اللہ رب العزت یہ فرمارہے ہیں کہ

”یہود و نصاریٰ سے کسی چیز کی توقع نہ رکھو تو پھر عیسائیوں کی تنظیم ریڈ کراس کے آگے ہاتھ پھیلانا کیسا ہے؟“

اس کے بعد انہوں نے پوچھا کہ آپ لوگوں کے پاس قرآن مجید ہے؟ جب قیدیوں نے ہاں میں جواب دیا تو وہ بولا ”آپ لوگ فقط قرآن و حدیث سے رہنمائی لیں اور صرف اور صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کے آگے ہاتھ پھیلائیں کیونکہ وہی بہتر مدد کرنے والا اور سننے والا ہے۔

یہ نصیحتیں کرنے کے بعد جب وہ دونوں صحافی چلے گئے تو اسیران جیل کو تبصروں اور تجزیوں کیلئے ایک نیا عنوان دے گئے۔

جیل پتراِ......کیا وہ صحافی ہی تھے؟

جانے والے صحافی اپنے پیچھے قیدیوں کو حیرت میں ڈال کر خوشگوار یادیں اور دلچسپ بحث چھوڑ گئے۔ صحافیوں کے جاتے ہی قیدیوں میں کھسر پھسر شروع ہو گئی۔ ہر قیدی دوسرے قیدی سے رازداری کے ساتھ یہی کہتا ہوا نظر آیا کہ یہ صحافی نہیں ہو سکتے۔ جیل میں اسیر قیدی روز نت نئی باتیں ایک دوسرے کو سناتے رہتے ہیں اور بے پاؤں کی ہانک دیتے ہیں۔ جس کو جیل کی زبان میں ”پترا“ کہا جاتا ہے۔ اور اس طرح صحافیوں کی آمد بھی قیدیوں کے روزنامہ ”پترا“ کی شہہ سرخی بن کر ابھری اور سب قیدی اپنی اپنی سمجھ کے مطابق نتائج اخذ کر کے سرگوشیوں میں ایک دوسرے سے تبصرہ کرتے ہوئے فلسفہ جھاڑنے لگے۔ کوئی کہتا ہوا نظر آیا کہ صحافی ایسے نہیں ہوتے۔ کوئی اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہتا کہ ان صحافیوں کی داڑھیاں بھی تازہ شیو کی ہوئی لگتی تھیں۔ (یعنی یہاں آنے سے پہلے ان کی سنت کے مطابق داڑھیاں تھیں)۔

الغرض جتنے منہ اتنی باتیں۔ مجموعی طور پر تمام قیدی ان صحافیوں سے مل کر بہت خوش ہوئے تھے اور اکثر قیدیوں کے دلوں سے ان کیلئے دعائیں نکل رہی تھیں۔ جہاں اکثریت ان عرب صحافیوں کی تعریفیں کر رہی تھیں وہیں چند سادہ لوح قیدی ان کو امریکن CIA کا ایجنٹ بناتے ہوئے یہ کہہ رہے تھے کہ یہ لوگ قیدیوں کی جاسوسی کرنے اور ان کے خیالات جاننے کیلئے آئے تھے لیکن جلد ہی صرف چند دنوں کے اندر پتہ چل گیا کہ ان صحافیوں کے بارے میں اکثریت کا گمان حقیقت ثابت ہوا کہ عرب صحافی کسی عظیم مقصد کیلئے ہی آئے ہیں۔

ترجمان انور خان سے انوکھی تفتیش اور بم:

صحافیوں کے ترجمان قیدی انور خان سے پوچھا گیا کہ قتل کیسے ہوا؟ اس کے بارے میں انور خان نے آپ بیتی سناتے ہوئے بتایا کہ مسعودی فوجیوں نے مجھے ضلع خار کی اس جیل (حیز جیل) سے دو گھنٹے کی مسافت پر لے جا کر دس پندرہ فٹ گہرے مگر خشک کنویں میں ڈال دیا اور اگلے دن یہ لوگ مجھے کنویں سے نکال کر چاہِ آب کے کسی علاقہ میں ایک بہت بڑی حویلی میں لے گئے۔ اسی حویلی میں ایرانی، روسی اور فرانسیسی ماہرین کی تحقیقاتی ٹیم کے

علاوہ بڑی تعداد میں شمالی اتحاد کے بہت سے آفیسر و فوجی موجود تھے۔ میں یہ سب کچھ دیکھ کر حیران ہو رہا تھا کہ یہ لوگ مجھے یہاں کیوں لے کر آئے ہیں۔ ان لوگوں نے مجھے حویلی کے گراس پلاٹ میں ایک کرسی پر بٹھا دیا۔ مجھے کرسی پر بٹھا کر چند غیر ملکی میرا انٹرویو کرنے لگے۔اتنی دیر میں ایک کیمرہ مین فلم بندی کرتے ہوئے میری طرف بڑھا اور اپنا کیمرہ میرے قریب لے آیا۔۔ جونہی کیمرہ مین میرے قریب آیا تو اردگرد کھڑے افراد میں سے کسی نے اچانک چلا کر کہا کہ ''بم'' اس آدمی کے منہ سے لفظ بم کا نکلنا تھا کہ میرے آس پاس کھڑے ہوئے لوگ تیزی سے بھاگتے ہوئے کچھ دور جا کر زمین پر لیٹ گئے جبکہ میرے سامنے کرسیوں پر بیٹھے ہوئے غیر ملکی افراد سکون سے اپنی جگہ پر بیٹھ کر ٹکٹکی باندھے میری طرف دیکھ رہے تھے۔اور میں ہونکوں کی طرح آنکھیں جھپکاتا ہوا دائیں بائیں کے ماحول کو دیکھ کر حیرت زدہ ہو رہا تھا کہ آخر یہ لوگ میرے ساتھ کیا کرنا چاہتے ہیں؟ میرے ساتھ انہوں نے یہ کیا ڈرامہ رچایا ہوا ہے اور ان کا مقصد کیا ہے؟

مجھے کچھ سمجھ نہ آرہی تھی کہ تھوڑی دیر بعد شمالی اتحاد کے فوجی مجھے چاہِ آب شہر میں لے آئے اور مجھے ایک کمرے میں بند کر دیا۔چاہِ آب شہر سے گزرتے ہوئے میں نے دیکھا کہ جابجا احمد شاہ مسعود کی تصویریں آویزاں تھیں اور اکثر عمارتوں پر سیاہ جھنڈے لہرا رہے تھے۔ان حالات اور راستے میں آتے لوگوں کی کھسر پھسر سن کر مجھے اندازہ ہونے لگا تھا کہ احمد شاہ مسعود کو مار دیا گیا ہے۔لیکن وہ کیسے مارا گیا اور کن لوگوں نے اسے قتل کیا ہوگا۔ یہ بات میرے لیے ایک معمہ بنی ہوئی تھی۔مغرب کی نماز پڑھ کر میں اسی ادھیڑ بن میں تھا کہ شمالی اتحاد کا ایک فوجی میرے پاس رات کا کھانا لے کر آ گیا۔

میں نے آنے والے فوجی کا بغور معائنہ کیا تو وہ مجھے کچھ عجیب سی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ میں نے تھوڑی دیر اس کے ساتھ رسمی سی گفتگو کی اور پھر باتوں باتوں میں شہر کے حالات پر تبصرہ نما گفتگو کرتے ہوئے احتیاطاً اُس سے احمد شاہ مسعود کے بارے میں سوال کر دیا کہ شہر میں لوگوں نے جابجا احمد شاہ مسعود کی تصویریں کیوں آویزاں کر رکھی ہیں۔

میرے سوال کرنے پر پہلے تو اس شخص نے ناک اور بھنویں سکیڑیں اور کچھ غضب ناک سا ہوا لیکن جلد ہی شاید وہ جان گیا تھا کہ میں واقعی لاعلم ہوں کیونکہ اگر مجھے علم ہوتا تو میں یہ سوال ہی کیوں کرتا۔

متذکرہ فوجی تھوڑا سا مانوس ہوتے ہوئے مجھ سے مخاطب ہوا اور کہنے لگا۔

انور خان میں سمجھ رہا تھا کہ شاید آپ کو معلوم ہے لیکن اب مجھے یقین ہو رہا ہے کہ تم کچھ بھی نہیں جانتے۔ میں نے پھر سوال کیا کہ میں کس بارے میں نہیں جانتا تو اس نے کہا کہ احمد شاہ مسعود کے بارے میں۔ میں نے اُسے کہا کہ واللہ میں کچھ بھی نہیں جانتا۔

پھر وہ مجھ سے گویا ہوا اور تھوڑی سی ہمدردی کرتے ہوئے بتانے لگا کہ یہ بات آپ کو بتانی تو نہیں چاہیے لیکن میں آپ کو اس شرط پر یہ بات بتا رہا ہوں کہ آپ کسی اور کے سامنے ان باتوں کا اور میرا بالکل تذکرہ نہیں کریں گے۔ میں نے اس سے وعدہ کیا کہ کچھ بھی ہو جائے میں تمہارا نام نہ آنے دوں گا۔اور اس راز کو راز ہی رکھوں گا۔

پھر اُس فوجی نے احمد شاہ مسعود کے قتل کی تفصیلات مجھے بتانا شروع کر دیں۔

انور خان!

''آمر صاحب 9 ستمبر 2001ء کو والسوالی (ضلع) خواجہ بہاؤالدین کی ایک چھاؤنی میں خودکش (فدائی) حملہ کے نتیجے میں ہلاک ہو گئے ہیں۔جس دن یہ سانحہ (کام) ہوا اس دن میں بھی والسوالی خواجہ بہاؤالدین چھاؤنی میں ڈیوٹی پر تھا۔ میں نے دیکھا کہ دو صحافی جو عرب نژاد معلوم ہوتے تھے چھاؤنی میں داخل ہوئے اور چھاؤنی کے ذمہ دار کمانڈر سے ملے۔ جسے انہوں نے بتایا کہ آج آمر صاحب سے انٹرویو لینے کا وقت ہمارے ساتھ طے ہوا تھا۔اس لیے آپ آمر صاحب کو ہماری آمد کی اطلاع کر دیں۔

چھاؤنی کمانڈر نے جا کر آمر صاحب کو صحافیوں کے بارے میں بتایا تو آمر صاحب نے صرف ایک صحافی کو اپنے پاس اندر آنے کی اجازت دی۔اس صحافی کی آمر صاحب کے پاس جانے سے پہلے تین مقامات پر انتہائی باریک بینی سے جامہ تلاشی بھی لی گئی۔ جبکہ دوسرا صحافی باہر ہی کھڑا رہا۔آمر صاحب کے پاس جانے والے صحافی کے اندر جانے کے تقریباً آدھ گھنٹہ بعد ایک زوردار دھماکہ ہو گیا اور عین دھماکے کے وقت باہر کھڑا صحافی تیزی کے ساتھ قریب ہی کھڑے دو میلے (ڈبل بیرل اینٹی ایئر کرافٹ) پر سوار ہوا اور اس نے جنگی حالات کے پیش نظر تیار پوزیشن میں کھڑے دو میلے کا فائر کھول کر اردگرد تباہی مچا دی۔ دو میلے والے صحافی نے دو میلے کے فائر ہماری درجنوں گاڑیاں تباہ کر دیں۔اور ہمارے بیسیوں فوجی بھی مار ڈالے۔

جب یہ صحافی ہمارے لوگوں کے للکارنے اور دفاعی فائرنگ کے باوجود ہمارے قابو میں نہ آیا تو دو میلے کے عقب سے ہمارے ایک سپاہی نے

دو میلے والے صحافی پر RPG7 راکٹ داغ دیا۔ اس سے اس کا کام (شہید) ہوگیا۔ جبکہ اندر آمر صاحب حملہ میں شدید زخمی ہوگئے اور خودکش (فداکار) بھی موقع پر ہی دم توڑ گیا۔ آمر صاحب کے علاوہ اس حملہ میں آمر صاحب کا ایک سیکرٹری بھی شدید زخمی ہوگیا تھا۔ چنانچہ دونوں زخمیوں کو فوراً ہیلی کاپٹر میں ڈال کر تاجکستان کے شہر کلاب کے ملٹری ہسپتال لے جایا گیا۔ ایمرجنسی میں جب ہسپتال پہنچے تو ڈاکٹروں نے معائنہ کرتے ہی بتایا کہ آمر صاحب احمد شاہ مسعود کو مرے ہوئے ایک گھنٹہ ہو چکا ہے (یعنی وہ فدائی حملہ میں موقع پر ہی مارا جا چکا تھا۔) جبکہ آمر صاحب کا سیکرٹری زندہ بچ گیا۔

شمالی اتحاد کے فوجی سے جب یہ ساری داستان میں نے سُنی تو یہ معمہ بھی حل ہوگیا کہ تفتیش کار میرے ساتھ فلم بندی، تفتیش اور بم کا ڈرامہ کیوں رچا رہے تھے۔

ان کی دانست میں تھا کہ یہ فداکار صحافی وقوعہ کے دو دن پہلے جیز جیل میں گئے تھے اور ان کی ترجمانی کے فرائض میں نے نبھائے تھے اس لیے شاید میرے علم میں ہوگا کہ وہ کون لوگ تھے۔

افغانستان کے اکثریتی علاقہ پر طالبان مجاہدین کا قبضہ تھا۔ لیکن یہ بدقسمت شخص امارتِ اسلامیہ کی راہ میں زندگی بھر رکاوٹ بنا رہا۔ اس نے طالبان مجاہدین کو سخت حالات سے دوچار کیے رکھا تھا اور گوریلا وار کا بہت ماہر کمانڈر تھا۔ لیکن آخر کار امارتِ اسلامیہ اور عرب مجاہدین کی باہمی مشاورت سے اسے ختم کرنے کا منصوبہ بنایا گیا اور وہ اپنے اس منصوبہ میں سو فیصد کامیاب و کامران ہوئے۔

اس واقعہ سے پورے افغانستان اور ہمدردیانِ اسلام کے چہرے خوشی سے تمتما رہے تھے اور امارتِ اسلامیہ افغانستان کے سو فیصد علاقہ پر شریعت اسلامی کا پھریرا لہرانے کا خواب مکمل ہونے جا رہا تھا۔ اس عظیم واقعہ کے بعد عرب مجاہد سے کی گئی گفتگو جس میں وہ اوپر انگلی اٹھا کر چہکتا ہوا الحمدللہ کہہ رہا تھا۔ راقم کو یاد آ گئی اور راقم ان بوجھی عربی کو مکمل طور پر سمجھ چکا تھا۔ کہ آخر یہ عرب ساتھی کس بات پر خوشی مناتے ہوئے کہہ رہا تھا کہ خوشخبریوں کے دن آنیوالے ہیں اور اس کی بات سو فیصد سچی تھی۔

دلوں کو ٹھنڈا کرنے والی ایک اور خوشخبری:

احمد شاہ مسعود کے قتل پر جہاں پوری امت مسلمہ خوشی مناتے ہوئے سجدہ شکر ادا کر رہی تھی وہیں پوری دنیا کا میڈیا ٹی وی چینل، ریڈیو اور پرنٹ میڈیا اس واقعہ کو ایک تحریک کی شکل بنا کر پیش کرنے میں مصروف تھا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ایک اور خوشخبری سننے کو ملی جس سے میڈیا پراپیگنڈہ اپنی موت آپ ہی مر گیا۔ اور احمد شاہ مسعود کے قتل کو بھول کر ایک اور ہی تباہی پر نوحہ کناں ہوتا چلا گیا۔

''راقم کو اُس عرب مجاہد کا اوپر انگلی اُٹھا کر اشارہ کرنا اور الحمدللہ کہتے ہوئے چہکنا اور یہ کہنا کہ خوشخبریوں کے دن آنے والے ہیں۔'' آج بھی یاد ہے۔ اس عرب مجاہد کی چہکار کی دوسری خوشخبری احمد شاہ مسعود کے قتل کے تین دن بعد 11 ستمبر 2001 کو سنی جس میں پتا چلا کہ نیویارک سٹی میں قائم ٹِون ٹاورز ورلڈ ٹریڈ سنٹر پر فدائیان اسلام نے کامیاب حملہ کر کے انہیں ہست سے نابود بنا ڈالا۔

خط پر موجود تمام مجاہدین بہت خوش و خرم دکھائی دے رہے تھے اور عرب مجاہدین تو پھولے نہ سما رہے تھے۔ تمام مجاہدین ان فدائیان کی دلیری، پلاننگ اور مہارت پر حیران اور ششدر ہو کر انہیں خراج تحسین دے رہے تھے۔ اس واقعہ کو مجاہدین اپنی تاریخی کامیابی سے تعبیر کر رہے تھے۔ کہ یہ کاروائی دشمن کے گھر میں گھس کر اس کے سینے پر مونگ دلنے کے مترادف تھی اور جدید ٹیکنالوجی سے لیس مادیت پرستوں کے ذہن سے یہ خیال کھرچنے کیلئے صیقل کا کام دے رہی تھی کہ ان کی ناقابل تسخیر فضاؤں میں چڑیا بھی پر نہیں مار سکتی اور ان کے ٹریڈ سنٹر کے ٹاورز بم پروف، طوفان اور زلزلوں سے تباہ نہیں ہو سکتے۔ لیکن قدرت الٰہی کو للکارنے والے اس کاروائی پر صرف انگشت بدنداں ہی ہو سکتے تھے۔

بارہا دیکھا گیا ہے کہ عرب مجاہدین عمدہ منصوبہ ساز ہونے کا ثبوت دیتے رہتے ہیں۔ ان کا غور و فکر اور سوچ بچار ہمیشہ کفارِ عالم کو زک پہنچانے میں لگی رہتی ہے جہاں کہیں بیٹھتے عمدہ قسم کے دلائل سے بھرپور تبصرے کرتے۔

عرب مجاہدین ہمیشہ امریکی معیشت پر کاری ضرب لگانے کا ارادہ کرتے اور عوام و خواص سے اس موضوع پر بحث و مباحثہ کرتے رہتے تھے ان کے نقطہ نظر سے امریکی سفید ہاتھی کو معاشی جھٹکے لگانا انتہائی ضروری ہیں۔ راقم کے خیال کے مطابق ورلڈ ٹریڈ سنٹر پر یہ فدائی حملہ اُن کی اسی سوچ کی عکاسی کرتا ہے۔

ڈالرز کو کسی اور کرنسی میں بدل لو:

کبھی کابل میں شیخ اسامہ بن لادن کا مقبول عام مقولہ سنا تھا کہ ''ڈالرز کو کسی اور کرنسی میں تبدیل کر لو'' ڈالرز کی مالیت بہت جلد کم ہونے والی ہے۔ہم مجاہد اس فرمان پر تبصرے کرتے رہتے لیکن جب نائن الیون کا حملہ ہوا اور اخبارات میں اس کے نتیجہ میں ہونے والے نقصانات کے کوائف پڑھے تو آنکھیں کھل گئیں۔

ان نقصانات کا تذکرہ بہت سی کتابوں میں مفصل لکھا جا چکا ہے۔اس لیے اجمالی تذکرے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

1973ء میں جب یہ دونوں ٹاورز مکمل ہوئے تو ان کی عمارت کے متعلق یہ دعویٰ کیا گیا تھا کہ یہ دونوں عمارتیں ہر قسم کے طوفانوں، آسمانی آفات اور زمینی زلزلوں اور بارود و بم وغیرہ سے مکمل طور پر محفوظ ہیں۔ان ٹاورز میں 28 ممالک کی چار سو کمپنیوں نے اپنے دفاتر قائم کر رکھے تھے اور ان ٹاورز میں پانچ ہزار نوسو بیالیس سیاحتی کاؤنٹرز تھے۔اس کے علاوہ سٹورز، جیولری شاپس، کمپیوٹر آفس، ریستوران، ہوٹلز، شراب خانے، ٹیلی کمیونیکیشن کے اسٹالز بھی تھے۔اور ہر شعبہ کے اعداد و شمار ہزاروں میں ہیں۔دنیا بھر کے بڑے بڑے اداروں کے ہیڈ آفسز یا کاروبار انہی ٹوِن ٹاورز سے جڑے ہوئے تھے۔ان بڑے بڑے اداروں کے چیدہ چیدہ نام درج ذیل ہیں۔

مارگن اسٹینلے ڈین وٹر، دی نیویارک مرکنٹائل ایکسچینج، کینٹر فیز جیرالڈ، کیفی برو یئے اینڈ وڈز، فیڈ وشری ٹرسٹ کمپنی، بنک آف یوکوہاما، فیوجی بینک اینڈ ٹرسٹ، مین برادرز ہولڈنگز، بینک آف امریکہ، سمتھ بارنی، یو ایس جنرل اکاؤنٹنگ آفس وغیرہ وغیرہ۔

ان جڑواں ٹاورز میں روزانہ پانچ سے ساڑھے آٹھ ارب ڈالرز کا بزنس ہوتا تھا۔ایک رف مگر محتاط اندازہ کے مطابق 11 ستمبر میں منہدم ہونے والے ان ٹاورز سے امریکہ کو 82 ارب ڈالر اور پوری دنیا کی معیشت کو مجموعی طور پر ڈیڑھ کھرب ڈالر کے قریب نقصان پہنچا۔یورپی وانگریزی اسٹاک ایکسچینز کریش ہو گئیں۔نیویارک اسٹاک ایکسچینج تو 70 سال پیچھے چلی گئی۔ماہرین معیشت کے مطابق یہ ٹریڈ سنٹر امریکہ کی نبض تھی جس پر کاری وار ہوا۔

کروسیڈ وار:

راقم نے اس حملہ کی خبریں مسلم پوائنٹ پر سنی تھیں۔اور ان حملوں کے بعد ممکنہ ردعمل یقینی تھا۔مجاہدین میں ہمہ قسم تبصرے و تجزیئے جاری و ساری رہتے۔مجاہدین سے استعماری طاقت کی تباہی کی خوشی چھپائے نہ چھپ رہی تھی۔اور ادھر امریکہ کی اسلام دشمنی بھی کسی سے ڈھکی چھپی نہ تھی۔

امریکہ کے صدر بش نے قابل اعتبار ثبوت کے بغیر اس کاروائی کا سارا ملبہ شیخ اسامہ بن لادن پر ڈالتے ہوئے اُسے ان حملوں کا ذمہ دار ٹھہرا دیا۔اور امارتِ اسلامیہ افغانستان چونکہ اسامہ بن لادن کو پناہ دیئے ہوئے تھی لہٰذا اس کا امریکی غیظ و غضب کا شکار ٹھہرنا واضح تھا۔رفتہ رفتہ نام نہاد اسلامی ممالک بھی امریکی رعب و دبدبہ سے مرعوب ہو کر حمیت اسلامی و خودداری و عزیمت کو چھوڑ کر امریکی چاپلوسی میں کسی سے پیچھے نہ رہے اور امریکن ہوا کے رُخ پر ڈھل گئے یوں امارتِ اسلامیہ افغانستان تن تنہا رہ گئی۔

افغان عوام و طالبان میں ممکنہ امریکی حملہ کی بازگشت سنائی دی جانے لگی۔ابتداء امریکی مطالبات آنے شروع ہو گئے سب سے پہلے اسامہ بن لادن کی حوالگی کا مطالبہ سامنے آیا۔پھر ہر روز نت نئے مطالبات چلّے کے دائرے کی طرح پھیلتے ہوئے آنے لگے۔یعنی وسیع البنیاد جمہوری حکومت کے قیام کا مطالبہ، انسانی حقوق، حقوقِ نسواں وغیرہ کے ساتھ ساتھ افغانستان میں امریکی فوجیوں کو بلا روک ٹوک چھان بین اور کھوج کرید کرنے کیلئے ممکن رسائی جیسے مطالبات کا دائرہ پھیلتا ہی چلا گیا۔

تاہم امریکی حکام کے ساتھ مختلف چینلوں کے ذریعے بات چیت جاری رکھی گئی۔لیکن امریکہ و اقوام کفر بدستور صرف اور صرف امارت اسلامیہ کا خاتمہ کرنے اور افغانستان میں اپنے پنجے گاڑنے کے ایجنڈے پر کام شروع کر چکی تھیں۔

رسمی مذاکرات کا باب ان کے شیڈول سے خارج ہو چکا تھا۔اور اب صرف اور صرف عالم کفر کا مقصد اس نوزائیدہ اسلامی فلاحی مملکت پر حملہ کر کے اسے تباہ و برباد کرنا تھا۔صدر بش نے اپنے حیثانہ خیالات کا اظہار صلیبی جنگ کا تذکرہ کر کے واضح کر دیا اب طالبان مجاہدین کا بھی جنگ کے سوا کوئی چارہ نہ رہا تھا۔

امریکی مطالبہ ''وسیع البنیاد جمہوری حکومت کا قیام'' کسی شوشہ سے کم نہ تھا۔طالبان کی اسلامی حکومت سے افغان عوام بلا شبہ مطمئن تھی۔اس کے علاوہ انسانی حقوق، عورتوں کے حقوق کا جو مطالبہ کیا گیا تھا کیا وہ یوآن ریڈلی کی لکھی گئی سرگزشت سے متصادم نہیں ہے؟

قرآن کریم اور احادیث نبوی ﷺ سے اخذ شدہ اسلامی قانون سے بہتر قانون دنیا میں ہو بھی نہیں سکتا۔

امیر المؤمنین حفظ اللہ تعالیٰ کا خطاب:

امریکیوں کی طرف سے نت نئے مطالبات روز روز بڑھتے چلے گئے اور وہ اس نوزائیدہ اسلامی فلاحی مملکت کے کھلے عام درپئے آزار ہونے لگے تو امیر المؤمنین نے تنبیہ و تلقین کرتے ہوئے پرمغز خطاب فرمایا۔ جس کا لب لباب اور مفہوم اس طرح ہے۔

امابعد السلام علی من اتبع الھدیٰ!

امریکہ اور اسکے چند مزدور افغانیو! تمہاری طالبان مجاہدین کے بارے میں بڑی گھٹیا سوچ ہے۔ طالبان کی حکومت ظاہر شاہ کی حکومت کی طرح نہیں ہے جس کا بادشاہ خود روم بھاگ گیا تھا اور اس کی فوج نے اپنے آپ کو دوسری حکومت کے حوالے کر دیا یہ طالبان کی اسلامی و شرعی حکومت ہے جو منظّم جہادی گروپوں پر مشتمل ہے۔ اگر ہم سے تمام سرکاری ادارے اور شہر چلے جائیں اور امریکہ اور ان کے دوست ان پر قبضہ بھی کر لیں تو یہ گروپ پہاڑوں اور جنگلوں میں چلے جائیں گے۔ پھر تم لوگوں کا کیا حشر ہوگا۔ یقیناً تمہارا حشر بھی روس کی طرح کا ہوگا۔ روس دور میں مجاہد روسی فوجوں کا پیچھا کر رہے تھے۔ اب امریکیوں کا پیچھا کریں گے اور جہاں ان کو پائیں گے وہاں ان کو قتل کریں گے۔

اے امریکیو! اور ان کے غلامو! اپنے آپ کو دھوکہ میں مت ڈالو تمہارے اعمال کا نتیجہ بہت سخت ہوگا تم جس جگہ بھی مجاہدین کے ہاتھ لگ گئے تمہیں قتل کر دیا جائے گا۔ اور یاد رکھو تمہیں افغانستان سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ انشاء اللہ یہ بیس سالہ تجربہ ہے یاد رکھو! یہاں قابض ہونے کے خواب دیکھنے والے کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ اور ان کا حال بھی روسی افواج جیسا ہی ہوگا۔ اے افغانیو! بہت لمبے عرصہ بعد یہاں امن آیا ہے۔ اور ایک اسلامی نظام قائم ہوا ہے۔ اور افغانیوں کو خوشی اور سکون نصیب ہوا ہے۔ اس امن کو بدامنی میں تبدیل نہ کرو۔ اس اسلامی نظام کو کفریہ نظام میں نہ بدلو!

اے افغانی امریکیو!

تم کو شرم نہیں آتی کہ تم کافروں کا ساتھ دے رہے ہو تم اتنے بے شرم ہو گئے ہو۔ ہمارے لیے روس و امریکہ میں کیا فرق ہے؟ روس کمیونسٹ کافر تھا۔ وہ افغانستان میں داخل ہوا اور اب امریکہ بھی کافر ہے اور وہ بھی افغانستان میں داخل ہونا چاہتا ہے۔ مخلوق میں تمہارا کردار کیسا ہوگا۔ تمہاری حکومت کیسی ہوگی؟ کیا تم افغانستان کی عوام کو نہیں جانتے اور جو لوگ پہلے گزر گئے ان کا کردار کیا تھا۔

انسان میں تھوڑی سی تو شرم ہونی چاہیے بیس سال سے یہ مخلوق آگ میں جل رہی ہے اور تم اس کوشش میں ہو کہ یہ لوگ اسی طرح آگ میں جلتے رہیں اور امن و سکون ہو جانے کے بعد از سر نو آگ میں جلنے لگ جائیں۔ اب پچانوے فیصد اس زمین پر امن و سکون آیا ہے۔ اور قتل و غارت، پھاٹک شاہی، اور ہر قدم پر پائی جانے والی بادشاہت کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ جس کی وجہ سے لوگ آرام کی زندگی گزار رہے ہیں۔ تم لوگوں کو صرف یہ تکلیف ہے کہ تم کو کرسی نہیں ملی اور تمہارے منہ سے حرام کا لقمہ چھین لیا گیا ہے۔ جو پہلے تمہارے مونہوں میں تھا۔ کیا یہ مسلمان تم کو نہیں جانتے کہ تم جھوٹ اور چاپلوسی سے کام لے رہے ہو۔ یہ غیرت مند مسلمان تمہارا جھوٹ سن رہے ہیں۔ اگر ان کے ہاتھ تمہاری گردنوں تک پہنچ گئے تو تم اپنا حال دیکھو! اور یہ لوگ مسلمان ہیں یہ کسی صورت کفار کی غلامی قبول نہیں کریں گے۔

اے امریکیو! اس بات کو خوب سمجھ لو کہ تم پر جو حملے ہو رہے ہیں۔ وہ تمہارے کرتوتوں کا صلہ ہیں۔ یہ دہشت گرد کون ہیں۔ اور یہ کیا چاہتے ہیں۔ تم نے کبھی کوئی ایسا آدمی دیکھا ہے جو بغیر کسی غرض کے اپنے آپ کو آگ میں دھکیل دے۔ تمہیں ان آگ میں جلنے والوں کی غرض کا پتہ لگانا چاہیے۔ تم صرف جھوٹ اور فریب سے کام لے رہے ہو۔

بس دہشت گرد، دہشت گرد کی رَٹ لگا رکھی ہے۔ یہ سب تمہارے برے اعمال کا نتیجہ ہے۔ جو تم نے لوگوں کو نقصان پہنچایا ہے۔ یہ دہشت گرد پاگل نہیں ہیں۔ ایک پاگل ہوگا یا دو پاگل ہوں گے۔ سب مسلمان تو پاگل نہیں ہو سکتے۔ پوری دنیا تمہارے جھوٹ سے واقف ہے۔ ہمیں کوئی پریشانی نہیں۔ اگر تم اپنے وسائل پر غرور کر رہے ہو تو تمہارا اسلحہ اور تمہاری طاقت ہم سے زیادہ صحیح مگر میری بھی ایک بات سن لو۔ اسلحہ انسان کو مار سکتا ہے مگر تمہیں موت سے نہیں بچا سکتا۔ (یہ الفاظ امیر المؤمنین نے تین مرتبہ دہرائے) اگر اسلحہ انسان کو موت سے بچا سکتا تو تمہارے پاس تو بہت اسلحہ ہے۔ 11 ستمبر کو تمہارے ساتھ کیا ہوا؟ اور یہ جان لو اگر تم نے اپنا رویہ تبدیل نہ کیا تو یہ آگ تمہارے خاتمے تک جلتی رہے گی۔

اے امریکیو! مسلمانوں کا پیچھا چھوڑ دو اور عرب ممالک سے نکل جاؤ ان کی حکومتیں ان کے حوالے کر دو اور مسلمانوں کے معاملات میں دخل

اندازی مت کرو۔ اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو تم لوگ اللہ کی قسم زندگی بھر پریشان رہو گے۔ پریشان رہو گے، پریشان رہو گے۔

اے افغانیو! تمہارے لیے ضروری ہے کہ امریکہ کا مقصد پورا نہ ہونے دو۔ اپنے دین اور وطن کی طرف دیکھو۔ اگر تمہیں اسلامی قانون کی کوئی پرواہ نہیں ہے تو اسلام بھی کسی کی پرواہ نہیں کرتا۔ ایسے میں تمہارا قتل ہمارے لیے جائز ہوگا اور تم مردار کہلاؤ گے۔ اگر چند دن کرسی پر بیٹھ بھی جاؤ گے تو کیا فائدہ ہوگا اور اس کے بعد تمہارا کیا انجام ہوگا؟ ابھی بھی موقع ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ! امریکہ کے جھوٹے وعدوں اور فریب سے دھوکہ مت کھاؤ۔ اختیار اور کرسی دینے والی ذات اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات ہے۔ اس ذات کی قسم جس کی قدرت میں تمام اقتدار اور اختیار ہے۔ اگر پوری دنیا جمع ہو جائے تو تم سے ایک ذرہ بھی نہیں چھین سکتی۔ امریکہ تم لوگوں کا دوست نہیں ہے۔ یہ پورے عالم اسلام کا کھلا دشمن ہے۔ یہ افغانستان کا بھی دشمن ہے اور افغانیوں کا بھی دشمن ہے۔ یہ بے غیرت قوم ہے اور غیرت سے بالکل خالی ہے۔ اے امریکیو! تم آجاؤ میں بھی دیکھتا ہوں تم کس طرح آتے ہو اور جب تم آجاؤ گے تو تم اپنا انجام بھی دیکھو گے

انشاءاللہ

نام نہاد دہشت گردی یا مکافاتِ عمل:

سابق امریکی صدر نکسن نے اپنی کتاب ''وکٹری وِد آؤٹ وار'' میں لکھا ہے کہ 1999ء تک امریکی پوری دنیا کے حکمران ہوں گے۔ اسی منصوبہ کے تحت عملدرآمد کرتے ہوئے امریکی حکمران بدلتے رہے لیکن ان کی پالیسی میں کبھی کوئی فرق نہ آیا۔ انہوں نے اپنے خواب کو شرمندۂ تعبیر کرنے کیلئے اپنے فوجیوں کی ذہن سازی اسی منصوبہ کے تحت کی اِن کے مذہبی پیشواؤں نے بھی اسی تناظر میں اپنے پیروکاروں کو خطرناک جنگوں سے آگاہ کیا اور پوری دنیا پر حکمرانی کرنے کے خواب کو اپنا نصب العین بنایا۔

اپنے اس خواب کو پورا کرنے کیلئے انہوں نے ہلاکو خان اور چنگیز خان جیسے ظالم و جابر حکمرانوں کو بھی ظلم و بربریت میں مات دی۔ جنگ وجدل کا ایسا بازار گرم کیا کہ روئے زمین پر لہو کے دریا بہا دیئے۔ امریکیوں کے ظلم وتشدد اور بربریت کا۔

سب سے زیادہ شکار امت مسلمہ ہوئی کیونکہ روئے زمین پر اگر ان ظالم و جابر و بدخصلت حکمرانوں کو کوئی آنکھیں دکھا سکتا ہے۔ تو صرف اور صرف امت مسلمہ۔ امریکیوں نے اپنے غاصبانہ عزائم کو پورا کرنے کیلئے دہشت وظلم و جبر کی ایسی داستانیں رقم کیں جن سے آج کی سادہ لوح امت مسلمہ ناآشناء ہے۔ نام نہاد مہذب امریکیوں نے تہذیب کے چیتھڑے ادھیڑ کر رکھ دیے۔

امریکیوں کے مظالم کی داستانیں اتنی طویل اور دلدوز ہیں کہ ان کو احاطہ تحریر میں لانے کیلئے بہت سی ضخیم کتب تصنیف کی جا سکتی ہیں۔ امریکیوں کے تمام مظالم امت مسلمہ سے شروع ہو کر امتِ مسلمہ پر ہی ختم ہو جاتے ہیں۔ جہاں پر امریکی خود نہ پہنچ سکے وہاں دولت کے انبار لگا کر ضمیر فروش حکمرانوں سے اس ظالمانہ کھیل پر عملدرآمد کرایا۔

امریکی وہی قاتل ہیں۔

جنہوں نے برسوں تک مظلوم امت مسلمہ کی لاکھوں ماؤں کی جھولیوں سے ان کے بچوں کو چھین کر ان کا مثلہ کیا اور انہیں بھوک، غربت اور مرض کے جال میں جکڑ کر رکھ دیا۔

امریکی ظلم وستم کا بازار، فلپائن، شام، سوڈان، صومالیہ، تیمور، کشمیر، برما، چیچنیا، وغیرہ میں عرصہ دراز سے جاری ہے۔

مسلم امہ کی نسل کشی کرتے ہوئے سوڈان میں قحط اور افلاس کا دور دورہ کرانے میں امریکیوں نے اپنی کثیر دولت خرچ کی۔ اور لاکھوں بچوں کو کفالت کے بہانے لے گئے اور اسلام دشمنی کا زہر ان معصوم ذہنوں میں بھر دیا۔

مسلم امہ کی معیشت اور اقتصادی برتری کو ختم کر کے انہیں فاقوں پر مجبور کر دیا۔ پوری دنیا میں جہاں کہیں بھی اسلام مخالف سازشیں ہوئیں وہاں پر صرف اور صرف امریکی ہی سازشی نکلے اور سازش کی ڈوریاں ان کے ہاتھوں میں ہی ہوتی تھیں۔

گستاخانِ رسول ﷺ کو سیاسی پناہیں انہی نے دیں۔ دینِ متین کو کمزور کرنے والے نام نہاد سکالروں کا پیٹ کا جہنم بھی ان کی دولت نے ہی بھرا۔

انہی کی معاشی برتری مسلمانوں پرظلم کے پہاڑتوڑنے کے کام آئی۔امریکیوں نے ہی مسلم امہ کے مقدس مقامات پرگھیراؤاور قبضہ کرنے کی سازشیں تیارکیں۔اورسب کچھ اپنی دولت کے بل بوتے پروہ کرتے رہے۔پوری دنیا کی معیشت کواپنے گھر کی لونڈی بناڈالا اوراس دولت سے بےضمیر اور بےغیرت قِسم کےحکمرانوں سے ایسا گھناؤنا رقص کروایا کہ جس سے انسانیت شرما جائے اور تہذیب بےمعنی و بےمقصد ہوجائے۔

انسانی جان کی کوئی قدرو قیمت نہ ہواورعورت کا جسم بازار میں بکنے والی مٹی سے بھی سستا ہوجائے۔غیرت وحمیت نام کی چیز ناپید ہوجائے دینی سالمیت اورثابت قدمی پارہ پارہ ہوجائے۔

اسی امریکہ نے اپنی دولت کے نشہ میں ایسے ایسے انسانیت کے قاتل جدید ٹیکنالوجی سے لیس ہتھیار تیارکروائے جن کی آگ برسا کراس نے امت مسلمہ کی نسل کوتباہ وبربادکردینے کی سازش کی۔اورنسل انسانی کوبھی لامتناہی مسائل سے دوچارکر کے رکھ دیا۔

جدیدیت کے نام پرامریکہ نے ابلاغ عامہ کا سہارا لےکراپنی اور بےبہادولت کا منہ کھول کرایسے ایسے صحافیوں اور قلمکاروں کو پیدا کیا جن کی نوکِ قلم نے امریکہ بہادرکونہایت مہذب اورانسانیت سے محبت رکھنے والا،انتہائی منصف اورعدل وانصاف کا بےتاج بادشاہ بناڈالا۔اورتصویر کا صرف ایک رُخ بنانے والےمصورکا کام بھی اسی میڈیا سےلیا گیا جس نے آج تک حقیقت پرمبنی کوئی تصویر نہ دکھائی۔

جس نے آج تک نہ دکھایا کہ مسلم امہ کے اسلام پسند مجاہدین پرکیا گزری،مسلم اکثریتی علاقوں میں قدرتی دولت سے مالا مال علاقوں پر صلیبیوں نےکس طرح غاصبانہ قبضہ کیا۔

مسجداقصیٰ کاگھیراؤ کیوں کیا گیا۔

بابری مسجدکوشہید کیوں کیا گیا۔

سلمان رشدی جیسے گستاخ رسول کو پناہ کس نے اور کیوں دی۔

آغاخانی اسماعیلیوں کوبامِ عروج کس نے دیا۔

مرزائیت کواپنی آغوش میں کس نے پال پوس کر پرورش کی۔

بیت اللہ کی حرمت کو پامال کس نے کیا۔

جس سرزمین حرم پرجبرائیل علیہ السلام وحی لےکرآیا کرتے تھےاوراسلام کےلشکر نکلتے تھےاس سرزمین کو پامال کس نے کیا۔

اس کے پانی اورخشکی پرقبضہ کس نے کیا

بےبس اورلاچارعوام پرٹام ہاک اورڈیزی کٹر بم کس نے گرائے،دن رات صلیبیوں کے دستِ ستم سے ہی ان پریورینیم کی بارش برسائی گئی۔

کیا میڈیا نے آج تک ان حقائق پر سےکبھی پردہ اُٹھایا کہ امریکیوں وصلیبیوں نے کس طرح اپنی دولت کے بل بوتے پر یہ اوراس طرح کے ہزاروں مظالم ڈھائے۔اگران حقائق پر سے غیرجانبدار ہوکر پردہ اٹھایا جائے اور پوری دنیا کومنصف بنادیا جائے توفیصلہ خودبخود سامنے آجائے گا کہ ورلڈ ٹریڈسنٹر پرہونے والے حملے دہشت گردی تھے یاصلیبیوں کیلئے مکافاتِ عمل تھے۔

یہ تمام ظلم وستم صلیبیوں نے مسلمانوں سے غاصبانہ طور پرچھینی گئی دولت کے بل بوتے پرکیا۔

اورتنگ آمد،بجنگ آمد کے مصداق

ظلم وبربریت میں پسے ہوئے طبقہ نے اس کی معیشت پرکاری ضرب لگانے کامنصوبہ بنایا اورصلیبیوں کوچھٹی کا دودھ یاددلا دیا۔

تمام امت مسلمہ چپ سادھے روتی اورسسکتی رہی اورآسمان کی طرف منہ کر کے کسی غیبی امداد کی منتظرتھی کہ کوئی مسیحا آئےلیکن پھراہل ایمان کے جوش نے انگڑائی لی اوران ابابیلوں نے وقت کے فیل کوایسا دھچکہ لگایا کہ وہ سونڈ کٹا فیل روئے زمین پرہرکسی کوچنگھاڑتا،روتا،سسکتااورنوحہ کناں ہوتا ہی نظرآیا۔

آج صلیبیوں کی مائیں ان کے لاشے دیکھ دیکھ کرروتی رہیں اوردلدوزآہ وزاری کے ساتھ اپنے مرداربچوں کوکوستی رہیں کہ کل تم نے ماؤں کی گوداجاڑی تھی آج تمہاری مائیں بھی اپنی اپنی گوداجڑنے پرنوحہ کناں ہیں۔

امیر المؤمنین حفظ اللہ تعالیٰ کا امریکی حملے سے پہلے دوسرا روشن خطاب:

امیر المومنین حفظ اللہ تعالیٰ نے امریکی حملے سے پہلے دوسری مرتبہ ایک پر مغز اور منطقی خطاب فرمایا جس میں امت مسلمہ کو روشنی اور حق کا راستہ دکھاتے ہوئے امریکیوں کی جارحیت کے آگے ڈٹ جانے کے فلسفہ اور حکمت کو اپنانے کی تلقین کی گئی۔

امیر المؤمنین نے فرمایا!

محترم مسلمانو! افغانستان کے غیور لوگو!

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ!

تاریخ میں تیسری مرتبہ ہمارے اوپر بیرونی جارحیت مسلط ہو رہی ہے۔ آپ لوگ آگاہ ہو جاؤ کہ روس نے بھی ہم پر حملہ کیا تھا۔ کیا یہ اس کی ماں کا حق تھا؟ اس سے پہلے انگریز نے افغانستان پر قابض ہونے کی کوشش کی تھی کیا یہ اس کی ماں کا حق تھا۔

اس وقت اسامہ کہاں تھا؟

اب ہمارے اوپر تیسری بار قبضہ حاصل کرنے کی کوشش کی جانے لگی ہے۔ یہ اسامہ کی وجہ سے نہیں بلکہ ان کی اسلام سے ضد اور دشمنی ہے۔ یہ لوگ نہیں چاہتے کہ کسی ملک پر مکمل اسلامی قانون نافذ ہو اور مسلمان اپنے دینی احکامات کے مطابق زندگی گزاریں۔

امریکہ میں جو واقعہ رونما ہوا ہے اس کے بارے میں ہر شخص جانتا ہے کہ وہ ایک منظّم پلان کا حصہ ہے ایک مہاجر کے پاس وسائل بھی نہ ہو وہ یہ کام کس طرح کر سکتا ہے۔ امریکہ خود جانتا ہے کہ یہ کام کس کا ہے مگر وہ اسے ہاتھ نہیں لگاتا۔ اُسے ایک مکمل اسلامی حکومت پر حملہ کرنے کا بہانہ چاہیے تھا۔ ایک ایسی حکومت کے خلاف جس نے پورے دین اسلام کو نافذ کیا ہوا ہے۔ اور جو کفر کیلئے سب سے بڑا خطرہ بنی ہوئی ہے۔

اے مسلمانو!

آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ اس بحران سے نکلنے کا واحد راستہ صرف یہ ہے کہ اپنے رب عظیم پر توکل اور صبر واستقامت سے کام لیا جائے۔ اور بڑی کامیابی کا یہی ذریعہ ہے۔ امریکہ جو ہم پر کروز میزائل پھینکتا ہے۔ ہم بے غیرتی کا مظاہرہ کرنے سے اس کے میزائلوں سے بچ نہیں سکتے۔ ہر مسلمان نے خود سوچنا ہے کہ وہ اسلام کیلئے کیا کر رہا ہے۔ ان حالات سے خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ مرنا ہے یا جینا ہے۔ ان میں سے ایک کام ضرور ہو گا۔

زندگی یا موت کو ہم فراموش نہیں کر سکتے۔ اگر کوئی ایمان کی حالت میں مرتا ہے تو اس سے بڑی بادشاہی اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ موت تو ضرور آئے گی۔ آج نہیں تو کل۔ اب فیصلہ ہمیں خود کرنا ہے کہ کونسی موت بہتر ہے۔ ایمان اور عزت والی یا کفر اور بے غیرتی والی۔ اپنے ذہنوں سے تمام شکوک و شبہات کو نکال دو اور اپنے رب پر توکل کرو۔ اور صبر سے کام لو۔ مسلمانوں کا اللہ تعالیٰ پر توکل ہی سب سے بڑا سہارا ہے۔

" وانتم اعلون ان کنتم مؤمنین " (القرآن)

صرف یہ اسلام نہیں کہ تم نے کہا کہ میں مسلمان ہوں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر امتحان ڈالتا ہے دیکھتا ہے کہ کافر اگر مسلمانوں پر حملہ کریں تو تمہارا کیا کردار ہوگا۔

آپ کا ایمان آپ کو کیا کہتا ہے؟ آرام سے بیٹھ کر نظارہ کرو یا کفار کے ساتھ مل جاؤ یا مجاہدین سے مل جاؤ۔ ایسے حالات پیدا فرما کر اللہ تعالیٰ خبیث اور طیب کو علیحدہ علیحدہ کرنا چاہتے ہیں۔

"لعمیز اللّٰہ من الطیب" (القرآن)

اللہ تبارک وتعالیٰ کے اختیار میں ہے کہ نہ امریکہ رہے اور نہ اس کے کروز رہیں۔ روس نے لاکھوں انسانوں کا خون بہایا۔ اور انگریزوں نے بھی قتل عام کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان بڑے بڑے قاتلوں کو ختم کر دیا۔

اے مسلمانو! اگر تم نے قربانی نہ دی اور اپنے دین پر غیرت نہ کھائی تو تمہارا حشر بھی ان قوموں کی طرح ہوگا جن کو اللہ تعالیٰ نے سب کچھ ہوتے ہوئے ذلیل کر دیا۔ اور ان کا ایمان اور عزت ان سے چھین لی گئی۔ آج وہ قومیں غلامی کی زندگی گزار رہی ہیں۔ آج کسی مسلمان ملک کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ اپنے لیے اور اپنی حفاظت کیلئے وسائل جمع کر لے۔ یہ صرف امریکہ اور اس کے اتحادیوں کا حق ہے۔

اے غیرت مند مسلمانو!

جب روس افغانستان میں آیا تھا تو ہم سب نے مل کر اس کے ساتھ جہاد کیا۔ اپنے جسموں پر زخم کھائے ہزاروں بچے یتیم ہوئے اور لاکھوں عورتیں بیوہ ہوئیں۔ یہ سب کچھ ہم نے اسلام کیلئے برداشت کیا۔ اب کیا ہو گیا ہے کہ امریکہ اور برطانیہ کافر نہیں، کیا ہم پر جو حملہ آور ہیں وہ مسلمان ہیں؟

اے مسلمان بھائیو!

دھوکہ مت کھاؤ امریکہ بھی کافر ہے۔ اور جو اس کے ساتھ ہیں وہ بھی کافر ہیں۔ اپنا ایمان اور اپنی غیرت کو مدنظر رکھو اور موت سے مت ڈرو۔ کیونکہ موت تو ایک دن آنی ہی ہے۔ چاہیے کہ ایمان والی موت نصیب ہو اگر ایمان والی موت نہ ملے تو ایسی موت پر افسوس ہے۔ تمام دنیا کے مسلمانوں کو ہمارا یہ پیغام ہے کہ وہ افغانستان کے مسلمانوں کی مدد کریں اور ہر قسم کی قربانی کیلئے تیار رہیں اور ہمارے ساتھ کھڑے ہو جائیں۔ آج اگر یہ آگ یہاں لگی ہے تو کل تمہارے گھر میں بھی لگ سکتی ہے۔ اس آگ کو آگے بڑھ کر اسی جگہ پر ختم کر دو۔ اور یاد رکھو اب ان کی ہلاکت کا وقت قریب آ گیا ہے۔ انشاء اللہ ہمت سے کام لینا ہے اور اسلام پر غیرت دکھانی ہے۔

افغانستان کے لوگوں نے بھی تو جہاد ہی کے ساتھ روس اور اس سے پہلے انگریز کو افغانستان سے نکالا تھا۔ اس لیے اب ہر مسلمان قربانی کیلئے تیار ہو جائے۔ انشاء اللہ فتح ہماری ہی ہوگی۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے۔

وا نتم الا علون ان کنتم مؤمنین

ترجمہ: اور تم ہی غالب رہو گے اگر تم مؤمن ہو (القرآن)

اے افغانیو!

میں ذرا بھی ان لوگوں سے نہ ڈرتا ہوں اور نہ ہی مجھے ان کا کوئی خوف ہے۔ ہمارا اقتدار بھی خطرے میں ہے اور زندگی بھی۔ میں سب کچھ قربان کر دوں گا مگر اسلام کے خلاف ان لوگوں سے کوئی معاہدہ نہیں کروں گا مجھے اور آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ اگر میں ان بے دین لوگوں سے معاہدہ کر لوں تو میری حکومت، عزت اور دنیاوی مال و دولت سب کچھ برقرار رہے گا جس طرح دوسرے مسلم ممالک کے حکمرانوں کا ہے۔

لیکن!

میں ایسا ہرگز نہیں کر سکتا۔ میں دین اسلام کیلئے سب کچھ چھوڑنے کیلئے تیار ہوں۔ اس دین اسلام کیلئے آپ لوگ بھی قربانی کیلئے تیار ہو جائیں۔ انشاء اللہ میں اپنی زندگی میں مسلمانوں کیلئے ایسی چیز نہیں چھوڑوں گا جو ان کیلئے شرمندگی کا باعث ہو۔ میں اسلام کے جھنڈے کو نیچے نہیں ہونے دوں گا۔ اگر تم لوگوں نے فرعون کی بات مان لی تو سمجھ لو کہ تم نے مسلمانوں کا جنازہ نکال دیا۔ قرآن مجید آپ کے سامنے موجود ہے۔ اس کو دیکھو کہ کیا درس دیتا ہے۔ میں بھی وہی بات کرتا ہوں جو قرآن کہتا ہے۔ میں کسی کو دھوکہ نہیں دے رہا۔

مسلمانو!

دنیا کی فکر مت کرو اور غفلت چھوڑ دو۔ بیدار ہو جاؤ جھوٹی خبروں پر کان مت دھرو، اپنے ایمان اور اسلام پر ثابت قدم رہو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسلام کی زندگی اور ایمان کی موت عطاء فرمائے (آمین، ثم آمین)

والسلام علی من التبع الهدیٰ

عالم کفر سے دفاعی جنگ کی بنیادی وجہ

امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد حفظ اللہ تعالیٰ کے بیانات سے یہ واضح ہو چکا تھا کہ امریکہ اب کسی بھی وقت امارت اسلامیہ افغانستان پر حملہ آور ہو سکتا ہے۔اور عرب مجاہدین کو بھی امریکی حملوں کی قوی توقع تھی۔ کیونکہ افغانستان کی فضاؤں میں امریکی حملوں سے 20، 25 دن پہلے ڈرون طیارے ریکی کرنے کے لیے گشت کرنے لگے تھے۔ مہاجر مجاہدین اور طالبان مجاہدین نے جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں۔ انہی دنوں میں راقم کی تشکیل مسلم پوائنٹ سے کابل شہر میں واقع مرکز وزیر اکبر خان میں ہوگئی۔

امارتِ اسلامیہ افغانستان کے پاس دفاعی جنگ کے علاوہ کوئی چارہ نہ رہا تھا کیونکہ امیر المؤمنین حفظ اللہ تعالیٰ نے امریکی مطالبات کو تسلیم کرنے سے صاف طور پر انکار کر دیا تھا۔خاص طور پر امریکہ نے جو سب سے بڑا مطالبہ ''شیخ اسامہؒ'' کی حوالگی کا کیا تھا۔اس کے جواب میں امیر المؤمنین حفظ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

'میں مسلمانوں کے لیے اپنی زندگی میں ایسی کوئی چیز نہیں چھوڑوں گا جو مسلمانوں کے لیے شرمندگی کا باعث ہو'

یہ سوال ہر لحاظ سے درست اور حق بجانب بھی ہے کہ امریکہ کا مطالبہ کیوں پورا کیا جائے؟ اور مطالبہ بھی ایسا جس کا کوئی ثبوت بھی امریکہ کے پاس نہ ہے۔

جبکہ امریکہ اور اس کے اتحادی ہر گستاخ رسول ﷺ، ہر شاتم رسول ﷺ، توہینِ قرآن کے مرتکب افراد گستاخانِ صحابہؓ، مرزائیت کے پیشواؤں، انبیاء کے توہین آمیز خاکے تیار کرنے والے کارٹونسٹس، آغا خانیوں، اسماعیلی فرقہ کے روحِ رواں، غدارِ وطن اور وطن فروشوں کو شخصی آزادی اور انسانی حقوق کے نام پر سیاسی پناہ دیئے ہوئے ہیں۔اور بڑی ہٹ دھرمی سے ان کے جان و مال کی حفاظت کرتے ہوئے تمام امت مسلمہ کے دلوں پر خنجر چلا رہے ہیں۔اور کسی بھی مسلم ملک کے مطالبہ پر اس کے مطلوبہ افراد کو کبھی حوالے نہ کیا۔

اور آج بغیر کسی ثبوت کے اور سنی سنائی باتوں پر شیخ اسامہؒ کی حوالگی کا مطالبہ کرتے ہوئے اسے شرم آنی چاہیے۔

حقوق انسانیت کے علمبردار کا تمغہ سجانے والا امریکہ اپنے کرتوتوں کو فراموش کر کے ایک ناجائز مطالبہ امتِ مسلمہ سے کرتا دکھائی دے رہا ہے۔ جسے کوئی بھی مؤمن کبھی بھی پورا نہ کرے گا۔انشاءاللہ

جنگ کی تیاری اور سام سیون میزائل کی تربیت

امریکی حملوں کی توقع کے پیش نظر مجاہدین اسلام نے حق و صداقت کے چراغ کو رہتی دنیا تک روشن و تابندہ رکھنے کے لیے جہاد کا راستہ اختیار کیا۔ کیونکہ جہاد میں ہی حیاتِ اسلام پنہاں ہے۔اور باطل جتنا بھی مضبوط اور توانا ہو اسے صرف جہاد کے راستہ پر چل کر ہی کچلا جا سکتا ہے۔اور تمام مصلحتوں اور فوائد کو بالائے طاق رکھ کر ثابت قدمی اور صبر کا دامن تھام کر فتح و کامرانی حاصل کی جا سکتی ہے۔ ورنہ باطل کا رچایا ہوا سانگ سب کچھ نگل کر ڈکار مار جاتا ہے۔

اس مرتبہ مجاہدین کی ٹکر دنیا کی جدید ترین ٹیکنالوجی سے لیس افرادی قوت سے مالا مال 52 ممالک کی افواج کے ساتھ تھی اور مقابلہ میں مجاہدین بے سروسامان، قلت افراد اور کم وسائل سے دوچار تھے۔لیکن ان کے پاس توکل علی اللہ کی دولت سے مالا مال سینے اور اعلائے کلمۃ اللہ کے یقینی جذبوں کا اٹدتا ہوا سیلاب تھا۔ جو ان کے جسموں میں موجزن تھا۔اسی ولولہ اور جذبہ جہاد سے سرشار ہو کر انہوں نے اللہ تعالیٰ کا مبارک نام لیتے ہوئے جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں۔

سام سیون (SAM 7) میزائل افغانستان میں وافر مقدار میں موجود تھے۔اور اس روسی ساختہ میزائل کو چلانے کے لیے زیادہ سے زیادہ تربیت یافتہ افراد کی ضرورت پیش آئی۔اس سلسلہ میں پہلا تربیتی کورس کابل میں واقع اوطاق (وزیر اکبر خان محلّہ) میں شروع ہوگیا۔

روسی ساختہ میزائل SAM 7 اپنی کارکردگی کی بناء پر گوریلا وار میں انتہائی مقبول و معروف ہے۔ یہ لکڑی کے '5'x1'x1 فٹ والے ڈبے میں محفوظ کیا ہوتا ہے۔'5 فٹ لمبے اور "8 انچ قطر کے حامل اس میزائل کے نوک والے حصہ پر "2"x4 کی کیمرہ نما ڈبیا لگی ہوتی ہے۔ جونہی فضا میں کوئی جہاز نظر آئے تو اس کے لانچر پر لگا ہوا ایک بٹن دبا دیا جاتا ہے اور میزائل کے اوپر لگے کیمرہ سے جہاز کو دیکھنا شروع کر دیا جاتا ہے۔ جہاز نظر آجانے کے تھوڑی دیر بعد کیمرہ میں لگا ہوا سبز رنگ کا بلب Blink کرنا شروع کر دیتا ہے۔بس پھر اس میزائل کو فائر کر دیں۔ یہ خود بخود اپنے ٹارگٹ کو ہٹ کر دے

گا۔

اس کی احتیاطوں میں سے ایک احتیاط یہ بھی ہے کہ اگر دن کے وقت اسے چلانا ہے تو اس میزائل کے اگلے حصہ پر یعنی اس کی آنکھ (کیمرہ) پر سورج کی شعاعیں نہ پڑیں ورنہ یہ میزائل جہاز کو چھوڑ کر شعاعوں کے پیچھے چلا جائے گا۔

کابل میں ڈرون طیارے کو گرانے کے لیے تجرباتی طور پر ایک سام سیون میزائل ڈرون طیارہ پر مارا گیا۔لیکن فائر کرنے والے کی تربیت نہ ہونے کی وجہ سے میزائل چوک گیا۔فائر کرنے والے نے اس وقت میزائل فائر کیا جس وقت ڈرون سورج کی شعاعوں والے علاقہ میں محو پرواز تھا۔ جبکہ

شمالی علاقہ مزارشریف میں تربیت یافتہ ایک طالب نے ایک ڈرون طیارہ گرالیا تھا۔جس کو بعد میں تمام کنکشن کاٹ کر خالی ڈرموں کے اوپر رکھ کر دیدارِ عالم کے لیے مختص کر دیا تھا۔

''امریکی جارحیت کا آغاز''

راقم کابل میں واقع اوطاق وزیر اکبر خان میں اپنے فرائض سرانجام دے رہا تھا۔وہاں پر ہم نے خندق بھی کھود رکھی تھی۔

2001-10-07 رات 9 بجے یا 1/2 9 بجے ہم چند ساتھی بیٹھے گپ شپ میں مصروف تھے کہ یکدم دھماکے شروع ہوگئے۔پہلے دھماکہ کے ساتھ ہی بجلی بند ہوگئی۔ان دھماکوں کے بعد ہم بھاگتے ہوئے باہر نکلے۔اوپر راڈار والی ٹیکری پر نگاہ پڑی تو وہاں دھوئیں کے بادل اُٹھ رہے تھے۔اس لوکیشن پر طاقتور کروز میزائل ہٹ ہو چکا تھا۔

ہم نے فوراً گاڑی نکالی اور راڈار والی ٹیکری کی جانب چل دیئے۔امریکی جارحیت کا آغاز ہو چکا تھا اور امریکہ واتحادیوں نے نوخیز امارتِ اسلامیہ افغانستان پر دھاوا بول دیا تھا۔اس جارحیت میں امریکہ اکیلا نہ تھا بلکہ اس کے ساتھ جرمنی،فرانس، برطانیہ، آسٹریلیا،کینیڈا،سپین اور اٹلی جیسے صلیبی ممالک کے علاوہ یونان، بیلجئیم، آسٹریا، البانیہ، ڈنمارک، بلغاریہ، آئرلینڈ،فن لینڈ، ناروے، نیوزی لینڈ، پولینڈ، پرتگال، سنگاپور، رومانیہ،سویڈن، یوکرائن، کروشیا، چیک ری پبلک، اسٹونیا،آئس لینڈ،ہنگری،لٹویا،لکسمبرگ،نیدرلینڈ،سلواکیہ،سلووینیا اور مقدونیہ جیسے بے نام ونشان ممالک بھی اس کارِ ابلیس میں اس کے ساتھ شانہ بشانہ حملہ آور ہوئے تھے اور بعد میں ترکی، اردن، آذربائیجان اور متحدہ عرب امارات جیسے مسلم آبادی والے ممالک بھی صلیبی لشکر کا حصہ بنے اور ہمسایہ ملک پاکستان نے بھی ہمسائیگی کے حقوق ادا کرتے ہوئے صلیبی افواج کی رسد، کمک پہنچانے اور ہوائی اڈے دینے جیسے اہم فرائض نبھا کر صلیبی غلامی کا طوق اپنی گردن میں بڑے فخر سے سجایا۔جبکہ اس کے برعکس امارت اسلامیہ افغانستان کے شیر دل مجاہدین اور ان کے مہمان عرب ودیگر مجاہدین کا ساتھ دینے والا اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ کوئی نہ تھا۔کسمپرستی اور کم مائیگی کے باوجود حق وصداقت کے علمبرداروں نے جوانمردی سے دوماہ تک تاریخ کی بدترین بمباریوں کا مقابلہ کیا۔اور دشمن کو اپنی سرزمین پر قدم جمانے کا موقع نہ دیا۔

صلیبی وامریکی جارحیت کے ابتدائی حملوں کے بعد ہم گاڑی لے کر ریڈار والی ٹیکری پر پہنچ گئے۔وہاں سے زخمیوں کو باہر نکالا اور چار شہداء کے لاشے بھی باہر لائے۔زخمیوں کو فوراً چار صد بستر ہسپتال پہنچایا تو وہاں پر پہلے ہی شور وغل مچا ہوا تھا۔دھماکوں کی دھمک سے ہسپتال کی کھڑکیوں کے شیشے کرچی کرچی ہو چکے تھے۔وہاں پر موجود مریض ہراساں نظر آرہے تھے۔خیر ہسپتال کے عملہ نے زخمیوں کو جلد ہی طبی امداد دینا شروع کر دی۔شعبہ حادثات کے وارڈ میں راڈار کے ناظم نے بتایا کہ ''کروز میزائل ہمارے ریڈار میں آچکے تھے۔جب ہم نے غزنی کے قریب ان میزائلوں کو دیکھا تو ہم یہاں سے نکلنے لگے اسی دوران ایک میزائل ہم پر ہٹ ہوگیا''

ہم ابھی مرکز میں پہنچے ہی تھے کہ بجلی دوبارہ آگئی۔پھر اوطاق کے ٹیلی فون پر کالز کا تانتا بندھ گیا۔پاکستان بھر سے ہمارے نظم سے منسلک ذمہ داران وہمدرد لوگ ٹیلی فون پر ہماری خیر وعافیت دریافت کرنے کے ساتھ ساتھ امریکی جارحیت کے خلاف بے لاگ بول رہے تھے۔

پندرہ دن سے مسلسل صلیبی حملے جاری تھے۔ایک دن راقم نے اپنے چچا سے فون پر رابطہ کیا تو انہوں نے سلام دعا کے فوراً بعد پوچھا کہ آپ لوگ کہاں رہ رہے ہو۔میں نے عرض کی کابل میں، وہ بولے یہاں پر تو میڈیا امریکی حملوں کی خبریں بتا رہا ہے کہ امریکہ نے افغانستان کی اینٹ سے اینٹ بجا رکھی ہے۔پھر راقم نے انہیں اپنی خیریت سے آگاہ کرتے ہوئے نیک خواہشات کے ساتھ اجازت چاہی۔

کابل کے بڑے مواصلاتی ٹاور کی تباہی

راقم نے کابل میں ''شہرنو'' کے علاقہ میں ایک چھوٹا سا مکان کرایہ پر لے رکھا تھا۔ دن بھر وزیر اکبر خان اوطاق میں رہتا اور شام کے بعد شہرنو والے مکان میں آکر مخابرہ جاتی سرگرمیاں جاری رکھتا۔

اس مکان میں ہم دو ساتھیوں کی تشکیل مخابرہ پر تھی۔ میرے ہمراہ برسوں سے شناسا گل خان تھا۔ اس سے میری شناسائی میری جہادی زندگی کے ابتدائی ایام میں ہی ہوگئی تھی۔ ہم دونوں کا بستر مخابرہ کے قریب ہی لگا ہوتا تھا۔ میں ان دنوں اتنا زیادہ مصروف تھا کہ تھوڑی دیر کے لیے بھی خط پر نہ جا سکتا تھا۔ دن رات جنگی رابطوں کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ جب تھکاوٹ سے چور ہوکر بستر پر گر جاتا تو پھر کسی مخابرہ کی ٹون سے بیدار ہوکر پیغام رسانی کا کام شروع کر دیتا۔

ایک دن کام کر کے کافی تھکاوٹ محسوس ہو رہی تھی اور کافی دیر بیٹھ بیٹھ کر طبیعت بوجھل سی ہوگئی تو سوچا کہ مکان کی چھت پر جا کر چہل قدمی کر لی جائے۔ یہ سوچ کر مکان کی چھت پر چلا گیا۔ چھت پر حاجی عبدالجبار صاحب سیٹلائیٹ پر کسی سے گفتگو کرنے میں مصروف تھے۔ میں ٹہلتے ٹہلتے ان کے قریب کھڑا ہو گیا۔ ہم دونوں کا رُخ سامنے اس پہاڑی کی طرف تھا جس پر افغان ٹیلی ویژن کا بڑا ٹاور لگا ہوا تھا۔ دور سے امریکی جیٹ طیارے آ آ کر جگہ جگہ بمباری کر رہے تھے۔ غالباً تپہ نادر خان اور چہار آسیاب کے علاقہ جات ان کی اندھی بمباری سے متاثر ہو رہے تھے۔

تھوڑی ہی دیر بعد ایک اور جیٹ طیارہ آیا۔ اس طیارہ نے ایک لمبا سا غوطہ لگایا اور یکے بعد دیگرے دو میزائل داغ دیئے۔ دیکھتے ہی دیکھتے ایک میزائل ٹی وی ٹاور کی جڑ میں لگا۔ جس سے ٹاور تڑ چھے رُخ گر گیا۔ جبکہ دوسرا میزائل ٹاور سے ملحقہ کمرہ (جس میں ٹاور کا مکمل نظام موجود تھا) کے دروازے سے تھوڑا اقریب لگا۔ ہماری آنکھوں کے سامنے کمرہ کی چھت گولے کے پریشر سے اڑ کر ہوا میں بکھر گئی۔ پھر مکمل کمرہ دیواروں سمیت منہدم ہو گیا۔

پہلے میزائل حملہ سے ٹاور گرنے کی وجہ سے کابل آنے جانے والی تمام مخابراتی کالز بند ہوگئی تھیں۔ راقم اس گرے ہوئے ٹاور کو بڑی حسرت بھری نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ اس ٹاور کے ساتھ راقم کی یادیں وابستہ تھیں۔ اس ٹاور پر راقم نے اپنے ساتھیوں سمیت مل کر I.COM کمپنی کا وائرلیس ریپٹر لگایا تھا۔ اس ریپٹر کو نصب کرنے سے پہلے ساتھیوں کو رابطہ کرنے میں دشواری پیش آتی تھی۔ جبکہ اسے نصب کرنے کے بعد درہ سالنگ سے پنج شیر تک اور دوسری جانب لوگر تک رابطہ آسان ہو گیا تھا۔

یہ ریپٹر تمام مجاہدین کو پاکٹ مخابرہ پر بھی چلتے پھرتے حالات سے آگاہی کا باعث تھا۔

ہم شہرنو کے اس مکان سے فوراً تباہ حال ٹاور کی جانب نہیں جا سکتے تھے لہٰذا اگلے دن صبح ناشتہ کرنے کے بعد ہم ٹاور کے پاس چلے گئے۔ ہمارے ساتھ ضرب مومن کا نمائندہ ڈاکٹر ذاکر بھی تھا۔ اس نے وہاں جا کر امریکن طیاروں کی بمباری سے متاثرہ ٹاور کی تصاویر بنائیں اور پھر رپورٹیں تیار کر کے کراچی روانہ کر دیں۔

ریش خور معسکر کی مسجد اور کلام پاک کے نسخوں کی شہادت

افغان ٹیلی ویژن ٹاور کے ملبہ سے راقم نے اپنا ریپٹر سسٹم تلاش کرنا شروع کر دیا۔ جلد ہی ہمیں ریپٹر مل گیا۔ اس کے بعد ہم نے تباہ شدہ عمارت کی تصاویر لیں اور پھر ریش خور پر امریکی بمباری سے پھیلی تباہی و بربادی کے کوائف وغیرہ لینے پہنچ گئے۔

ریش خور معسکر کی مسجد پر امریکی جیٹ طیاروں نے جی کھول کر بمباری کی تھی۔ مسجد میں موجود قرآن مجید کے نسخے اور دینی کتب کے ذخائر بھی اس بمباری میں شہید ہو چکے تھے۔ مقدس اوراق سمیٹ کر ہم توبہ واستغفار کرتے ہوئے واپس اپنے اوطاق پہنچ گئے۔ اور ریپٹر کو درست کرنے لگے۔ جلد ہی ریپٹر نے کام کرنا شروع کر دیا، لیکن اونچی جگہ نہ ہونے کی وجہ سے اس کی کارکردگی میں فرق آ گیا تھا۔ تاہم حسب ضرورت محاذوں پر رابطہ ہونا شروع ہو گیا۔

صلیبی جنگ کی بمباری کے ابتدائی ایام میں طالبان مجاہدین کا جانی نقصان نہیں ہو رہا تھا۔ کیونکہ طالبان معروف مراکز کو چھوڑ کر غیر معروف جگہوں پر منتقل ہو چکے تھے۔

امریکی اب نیچے اتر کر کاروائیاں کرنے کے لیے پر تول رہے تھے۔ کیونکہ مسلسل بمباری کے باوجود بھی انہیں کامیابی نظر نہیں آ رہی تھی۔ تقریباً

ایک ماہ کی مسلسل بمباری کی کسی بھی طرح مزاحمت نہ ہونے پر امریکی وصلیبی گیدڑ سرزمین افغانستان کو خربوزوں کا کھیت سمجھتے ہوئے نیچے اتر کر زمینی کاروائیاں کرنے کا سوچنے لگے۔

ادھر طالبان مجاہدین امریکی بمباری کے پیش نظر اپنے تمام پرانے مراکز معطل کر کے نئی جگہوں پر جنگی تیاریوں میں مصروف ہو گئے۔ انہوں نے بڑی سمجھداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے صلیبیوں کی فضائی برتری کو شروع شروع میں کوئی نقصان نہ پہنچایا اور صلیبیوں کو دل کھول کر بمباری کرنے کا موقع دیا۔ تاکہ وہ بمباری کر کے اپنی طفل تسلی کر لیں اور پھر کسی بھی طرح زمینی حملہ کی تیاری کر کے دوبدو جنگ کریں۔ اپنی اس سمجھداری اور حکمت عملی کا فائدہ طالبان مجاہدین کو جلد ہی ملنا شروع ہو گیا اور صلیبی افواج میدان میں اترنے لگیں۔ ادھر سے طالبان مجاہدین بھی ان گیدڑوں کی درگت بنانے کے لیے چوکس و تیار کھڑے تھے۔

اور جب دوبدو رَن پڑا

صلیبی وامریکی افواج اپنی فضائی برتری اور تسلی بخش کارپٹڈ بمباری کر کے بڑے اتراتے ہوئے اس خوش فہمی میں مبتلا ہو گئے کہ انہوں نے صرف ایک ماہ میں تحریک طالبان کی کمر توڑ کر رکھ دی ہے۔ اور وہ غیر منظّم ہو کر انتشار کا شکار ہو گئے ہیں اور اپنی جان بچانے کی فکر میں پناہ گاہوں کی تلاش میں ہیں۔

لیکن یہ کیا؟

طالبان مجاہدین نے ان کی خوش فہمی کو جلد ہی بدگمانی پر محمول کر دیا۔ جب 2001-11-04 کو صلیبی وامریکی افواج کو زمین پر اتر کر حملہ کرنے کی بہت بھاری جانی و مالی قیمت چکانی پڑی۔

امریکیوں نے صوبہ غزنی کے ضلع نارو میں جنگی کاروائی کرنے کے لیے اترنے کا پروگرام ترتیب دیا۔ اور منصوبہ کے تحت 6 ہیلی کاپٹروں میں اپنے کمانڈوز سوار کر کے روانہ کر دیئے۔ طیاروں کا یہ دستہ اپنے کمانڈوز کو لے کر ضلع نارو میں اتر گیا۔ تمام کمانڈوز نے منظّم انداز میں سرکشی و تکبر کے ساتھ اکڑتے ہوئے سرزمین افغانستان پر اپنی فتح و کامرانی کے جھنڈے گاڑنے کا عزم لے کر آگے بڑھنا شروع کر دیا۔ لیکن ان گیدڑوں کو کیا خبر تھی کہ اس کھیت کا مالک ربّ کائنات ہے اور اس نے اپنے غلاموں کو ان گیدڑوں کی خوفناک بمباری کی دست بُرد سے محفوظ رکھا ہوا ہے۔ لہٰذا ربّ کائنات کے چنے ہوئے نفوسِ قدسیان نے ان کمانڈوز کو آڑے ہاتھوں لیا اور ان کی درگت بنا ڈالی۔

طالبان مجاہدین سے ان گیدڑوں کی جنگ چھڑ چکی تھی اور حق وصداقت کے علمبرداروں اور صیہونی، دجالی امریکی واتحادیوں کا سرزمینِ افغانستان پر دوبدو رَن پڑ چکا تھا۔

ربّ کائنات کے جاں فروشوں نے اس رَن میں صلیبیوں کے چھ ہیلی کاپٹر تباہ و برباد کر کے رکھ دیئے اور انہیں اس جنگ کے پہلے مالی خسارے کا تحفہ دیتے ہوئے 50 کمانڈوز کو قتل کر کے ان کے جانی نقصان کا ابتدائی ٹیکہ بھی لگا دیا۔ اور جلد ہی اس طرح اتراتے ہوئے اس جنگی دستے کے بوجھ سے زمین کو ہلکا کر دیا۔

اس کاروائی کے علاوہ انہی دنوں طالبان مجاہدین نے قندھار میں بھی دشمن کے 4 ہیلی کاپٹر مار گرائے اور ساتھ ساتھ 30 صلیبی فوجیوں کو بھی جہنم واصل کر دیا۔

B-52 کی بمباری کے دوران اسلحہ کی ترسیل

طالبان مجاہدین کو بگرام ایئر پورٹ سے کابل کی طرف طوطہ خان محاذ پر اسلحہ کی شدید قلت کا سامنا تھا۔ اور جنگی حالات بڑی مخدوش صورتحال اختیار کر چکے تھے۔ امریکی فضائیہ اس قدر چوکس و چوکنا تھی کہ خط کی جانب کمک یا اسلحہ کی ترسیل کے لیے جانے والی گاڑیاں بالکل غیر محفوظ تھیں۔ جونہی کوئی گاڑی دن یا رات میں متعلقہ روڈ پر سے گزرنے کی کوشش کرتی تو فضا میں موجود جیٹ طیارے اس پر میزائل داغ دیتے۔

ایسے حالات میں ایک طالب مجاہد نے طوطہ خان محاذ پر اسلحہ پہنچانے کے لیے ٹرک کا رُخ اس سڑک پر کر دیا اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا نام لیتے ہوئے ٹرک کو تیز رفتاری کے ساتھ بھگاتے ہوئے طوطہ خان محاذ کی طرف محوسفر ہو گیا۔ جوانمرد طالب کا یہ ٹرک جونہی سڑک پر نمودار ہوا تو امریکی فضائیہ کے B-52 طیارے حرکت میں آ گئے اور میزائل داغنے شروع کر دیئے۔

پہلا میزائل سڑک پر آ کر ہٹ ہوا تو وہ میزائل ٹرک سے چند میٹر پیچھے سڑک پر گرا تھا اور ٹرک تیز رفتاری کے ساتھ آگے گزر چکا تھا۔ یکے بعد دیگرے پانچ چھ میزائل آ کر گرے لیکن نصرت الٰہی سے طالب اور اسلحہ بھرا ٹرک محفوظ و مامون رہے اور B-52 طیاروں کی بمباری کے باوجود یہ جانباز طالب طوطہ خان محاذ پر اسلحہ کی ترسیل میں کامیاب ہو گیا۔

اس طالب جانباز کا شوقِ شہادت رُک نہ پایا اور اس نے اسلحہ اتارتے ہی واپسی کا سفر بے خوف و خطر پھر سے شروع کر دیا اور اسی تیز رفتاری و سرعت سے فراٹے بھرتا ہوا یہ ٹرک سڑک پر رواں دواں تھا کہ راستہ میں تین مجاہدین نے اسے ہاتھ سے رُکنے کا اشارہ کیا۔ ٹرک ڈرائیور طالب مجاہد نے ان ساتھیوں کے اشارہ پر بڑی تیزی کے ساتھ ٹرک کو سڑک پر روکا اور زوردار کرخت سی آواز کے ساتھ ٹرک رُکتے رُکتے تھوڑا فاصلہ طے کر کے رُک گیا۔ نیچے کھڑے تینوں طالبان دوڑ کر ٹرک کی طرف لپکے اور جونہی سوار ہونے کے لیے اس ٹرک کے کیبن میں داخل ہونے لگے تو ساقط کھڑے اس ٹرک پر B-52 طیارے کا ایک میزائل آ کر ہٹ ہو گیا۔

اور لیلائے شہادت کے متوالے یہ چاروں مجاہد ساتھی شہادت کی خلعت فاخرہ پہن کر سرخرو ہو گئے۔

کابل

امریکی جارحیت اور شدید بمباری کی وجہ سے طالبان مجاہدین کو کابل میں واقع تمام پرانے مراکز جلد از جلد خالی کر کے نئے مراکز قائم کرنا پڑے۔ مہاجر مجاہدین کو دارالامان کے قریب روسی باقیات یعنی پرانی روسی دور کی عمارات میں رہنے کو جگہ ملی۔ ان عمارات میں ازبک، تاجک، پنجابی، بنگالی، مجاہدین رہ رہے تھے۔

ایک رات امریکیوں نے ان عمارات کو نشانہ بناتے ہوئے کروز میزائل داغ دیئے۔ جس سے دو عمارتیں پل بھر میں ملبے کا ڈھیر بن کر کھنڈر بنی دکھائی دینے لگیں۔ اور ان عمارتوں میں سوئے ہوئے نو وارد 50 کے قریب مجاہدین شہید ہوئے۔ جن میں حرکت المجاہدین پاکستان کے 35 کے قریب مجاہد بھی شہادت پا گئے۔ صبح جب ملبہ میں سے ان شہداء کے لاشے نکالے گئے تو بڑے دلخراش مناظر آنکھوں کے سامنے آئے۔ پھر ان مقدس اجساد کے کٹے پھٹے اعضاء کو سپردِ خاک کر دیا گیا۔

شمالی علاقہ جات کے دفاع کے لیے بڑی تشکیل

شمالی علاقہ جات میں امریکیوں نے اپنے ڈالروں اور سابقہ جنگجوؤں اور وار لارڈز کو بغاوت کے لیے اکسانا شروع کر دیا اور شیعہ کمانداروں کو اقتدار کے خواب دکھانا شروع کر دیئے۔ اس تمام صورتحال سے شعبہ استخبارات نے وزارت دفاع کو بروقت رپورٹیں دینا شروع کر دیں۔ ان رپورٹوں کی روشنی میں طالبان ذمہ داران نے ایک بڑی تشکیل شمالی علاقہ جات کے دفاع کے لیے بنانا شروع کر دی۔

300 کے قریب مہاجر مجاہدین کو اس بڑی تشکیل کے لیے چُنا گیا۔ اس تشکیل کے امیر استاد اکرم بنگالی تھے۔ اور کمانڈر جمعہ خان غنگانی اس لشکر کے سرپرست تھے اور پاکستانی مجاہدین میں کمانڈر نعمان نمایاں تھے۔

کابل سے اس تشکیل کو جمعہ خان غنگانی کی سرپرستی میں مزار شریف کے لیے روانہ کر دیا گیا۔ کابل سے 2 دن کا طویل سفر طے کر کے یہ تشکیل مزار شریف پہنچ چکی تھی۔ مخابرہ کی رپورٹوں کے مطابق عبدالرشید دوستم نے ہزارہ جات شیعات سے مل کر درہ صوف پر حملہ کر دیا تھا۔ اور وہ علاقہ پر قابض بھی ہو چکا تھا۔

مزار شریف پہنچے ہوئے اس لشکر کو حالات کے پیشِ نظر مزار شریف سے واپس درہ صوف کے دفاع کے لیے روانہ ہونا پڑا اور......

درہ صوف کی طرف گامزن یہ قافلہ تاشغرغان (خلم) کے صحرا میں رات ایک بجے کے قریب بھی محو سفر ہی تھا کہ اس قافلہ کو بے آب و گیاہ صحرا میں صلیبی B-52 طیارے نے گھیر لیا اور کھلے آسمان تلے اس جانباز لشکر پر میزائل داغنا شروع کر دیئے۔ جس کے نتیجہ میں اس صحرا کی ریت کو کمانڈر جمعہ خان غنگانی، کمانڈر اکرم بنگالی سمیت 120 مجاہدین شہداء کے لہو نے سیراب کر دیا اور کثیر تعداد میں مجاہدین زخمی بھی ہو گئے۔

اس لشکر کے بچ جانے والے ساتھیوں نے شہداء کی لاشیں اٹھائیں اور زخمیوں کو سہارا دیتے ہوئے کمانڈر نعمان کی سربراہی میں اپنا سفر جاری رکھا۔

کمانڈر جمعہ خان غزنگانی کا جسد خاکی کابل لایا گیا اور یہاں سے اس پاک بدن کو لوگر شہر میں منتقل کر کے سپرد خاک کر دیا گیا۔
اللہ تبارک وتعالیٰ ان عظیم شہداء کی قربانیاں قبول فرما کر علم جہاد کو قیامت تک سرفرازی عطا فرمائے۔(آمین)
اسی تشکیل میں شامل ایک گاڑی کوتل حاجی گکھ کے مقام پر خراب ہوگئی تھی۔جس کی خرابی کی اطلاع ہمیں بذریعہ مخابرہ کابل میں ہی ہو چکی تھی۔اس گاڑی کے خراب شدہ پرزہ جات کے بارے میں ہمیں ساتھیوں نے بتلایا تو ہم نے وہ پرزے فوری طور پر خرید لئے۔
ساتھیوں کو اطلاع کرتے ہوئے کہہ دیا کہ دو آدمی پرزے وصول کرنے کے لیے روانہ کر دو۔
اُدھر مزار شریف والی تشکیل پر ہونے والے سانحہ کے لیے ''امور شہداء'' کے ذمہ دار خالد جتوئی صاحب کو بھی ان کے کچھ معاملات دیکھنے جانا تھا۔انہوں نے ان شہداء کی قبروں پر شناختی کتبے لگانے تھے اور کتبے لگانے کے لیے ایک گروپ ادھر جانے کے لیے تیار تھا۔
راقم نے بھائی خالد جتوئی کو ادھر جانے سے منع کیا۔کیونکہ مخابرہ پر میں تمام حالات سے باخبر تھا۔اس لئے میں نے کہا کہ آپ نہ جائیں،کہیں ایسا نہ ہو کہ کتبے لگاتے لگاتے آپ کا ہی کتبہ نہ لگانا پڑ جائے۔لیکن وہ نہ مانے اور روانہ ہو گئے۔
خراب ہو جانے والی گاڑی کے پرزے لے جانے والے ساتھیوں کی خوش قسمتی کہ وہ بھی خالد جتوئی کی گاڑی میں ان کے ہمسفر بن گئے ورنہ بعد میں ان کو بسوں میں دھکے کھانے پڑنے تھے۔ان لوگوں نے راستہ میں خراب شدہ گاڑی کو ٹھیک کیا۔پھر دونوں گاڑیاں خالد جتوئی کی معیت میں پل خمری کی جانب رواں دواں ہو گئیں۔
سانحہ والی جگہ پر ابھی پہنچ نہ پائے تھے کہ دونوں گاڑیوں کو پل خمری سے ہی قندوز جانا پڑ گیا تھا کیونکہ اس علاقہ میں دوستم اور مسعودیوں کی دَم توڑتی ہوئی باقیات کو امریکی امداد نے آکسیجن مہیا کر دی تھی۔
کرائے کے ان ٹٹوؤں کو صلیبی ممالک کی افواج اپنے ہیلی کاپٹروں میں سوار کر کے پہاڑوں پر اتار دیتی تھی۔اور مقامی شیعہ اور مسعودی ہرکارے ان کرائے کے ٹٹوؤں کو گھوڑے فراہم کر دیتے تھے۔جب یہ کرائے کے فوجی گھوڑوں پر سوار پہاڑوں سے نیچے اترتے تو ان کی گردنیں امریکی و صلیبی غلامی کے سریا سے اکڑی ہوئی دکھائی دیتی تھیں اور یہ بڑے متکبرانہ انداز میں علاقہ کے اندر بغاوت پھیلانے میں مشغول ہو جاتے تھے۔اور جلد ہی امریکہ کی طرف سے لانچ کی گئی بغاوت پھیلانے میں کامیاب ہو گئے۔عینی شاہدین کے بقول کرائے کے فوجیوں کے گھوڑوں کی خوراک بھی امریکی فوجی ہیلی کاپٹروں کے ذریعے پھینک دیتے تھے۔
جونہی یہ دونوں گاڑیاں پل خمری میں داخل ہونے لگیں تو مزار شریف کی طرف سے طالبان مجاہدین پسپا ہو کر قندوز کی جانب آرہے تھے اس لیے یہ دونوں گاڑیاں بھی ان کے ساتھ قندوز پہنچ گئیں۔کمانڈر نعمان بھی اپنے بچے کھچے قافلہ کو لے کر دشت سے پسپا ہوتے ہوئے چاردرہ سے ہوتا ہوا قندوز پہنچ چکا تھا۔مزار شریف میں بغاوت کامیاب ہو چکی تھی اور مجاہدین وہاں سے پسپا ہو کر قندوز میں جمع ہو رہے تھے۔اور 9 نومبر 2001 کو کابل میں مخابرہ پر اطلاع ملی کہ شمالی اتحاد والوں نے مزار شریف پر مکمل قبضہ کر لیا ہے۔

کمانڈر عبدالحق ایک ضمیر فروش اور اس کا عبرتناک انجام

دوسرے علاقوں میں طالبان مجاہدین جارحیت کا ڈٹ کر مقابلہ کر رہے تھے اور شدید بمباری سے بھی ان کے حوصلے پست نہ ہوئے تھے۔لیکن جاسوسی اور بغاوت جیسی مشکلات پریشان کئے ہوئے تھیں۔امریکی وصلیبیوں کے افغانستان آجانے پر ضمیر فروشوں کی تو جیسے چاندی ہی ہوگئی تھی اور انہوں نے اپنی اپنی خدمات امریکہ وصلیبیوں کے لیے حاضر کر دیں۔انہیں ضمیر فروشوں میں ایک نام کمانڈر عبدالحق کا بھی آتا ہے۔
کمانڈر عبدالحق سابق افغان جہاد دور کے کمانڈر اور سابق گورنر ننگرہار حاجی عبدالقدیر کا بھائی تھا۔اس نے امریکیوں سے بہت زیادہ رقم بٹوری اور افغانستان میں بغاوت پھیلانے کی ذمہ داری اٹھالی۔وہ افغانستان پر اپنی کٹھ پتلی حکومت کے خواب دیکھنے لگا تھا۔اس نے اپنے کام کو بڑی احتیاط سے شروع کیا اور پاکستان میں پشاور شہر میں اپنا ہیڈ آفس بنالیا اور یہاں سے ہدایات جاری کرنے لگا۔وہ دن رات افغانستان کے اندر رابطوں میں مشغول رہتا اور اس نے ننگرہار،لوگر،کنٹر اور قندھار کے کچھ عمائدین کو پشاور ہی بلا لیا تھا اور وہ ان عمائدین کے ذریعے طالبان کمانڈروں سے رابطے کر رہا تھا۔
کمانڈر عبدالحق امریکی ڈالروں کے انبار لگائے بیٹھا تھا اور ان کے ذریعے طالبان کمانڈروں کو خرید کر بغاوت کروانا چاہتا تھا۔کمانڈر عبدالحق پر امریکی وصلیبیوں نے دل کھول کر دولت لٹائی اور اس نے امریکہ کو یقین دہانی کرائی کہ وہ ایک ہفتے کے اندر اندر بغاوت کرانے میں کامیاب ہو جائے

گا۔

اس بے ضمیر کمانڈر نے دو سال قبل بھی طالبان حکومت میں بغاوت کرانے کی کوششیں کی تھیں، لیکن اپنی بیوی، بیٹے اور ایک محافظ کے پراسرار قتل پر منصوبہ ادھورا چھوڑ کر دبئی فرار ہوگیا تھا۔

لیکن اس مرتبہ امریکی وصلیبی حکمران اس ضمیر فروش کو افغانستان کے تخت حکومت پر اپنا ایک مہرہ بنا کر بٹھانا چاہتے تھے۔ کمانڈر عبدالحق امریکہ کو دی گئی یقین دہانی پر عمل درآمد کرنے کے لیے افغانستان میں داخل ہوا اور ننگرہار میں اپنے حامی لوگوں سے رابطوں میں مصروف ہوگیا اور دو دن تک ان کے گھروں میں چھپا رہا۔

عبدالحق اور اس کے حامی یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ ہم بہت سے علاقائی لوگوں کو ڈالرز دے کر خرید چکے ہیں۔ اس لیے مزاحمت کے بغیر ہی ہمیں محفوظ راستہ مل جائے گا۔ تیسرے دن وہ جونہی کابل جانے کے لیے روانہ ہوا تو اس کے ساتھ بہت بڑا حفاظتی حصار بھی تھا جو کہ امریکی وصلیبی طاقتوں نے فراہم کیا ہوا تھا اور کمانڈر عبدالحق کا سٹیلائیٹ کے ذریعے صلیبیوں سے رابطہ بھی تھا اور وہ اس کے اشارہ ابرو پر جیٹ طیارے روانہ کر سکتے تھے۔

کمانڈر عبدالحق کا قافلہ کابل جانے کے لیے روانہ ہوا تو راستے میں طالبان مجاہدین نے دو راستوں پر مسلح مجاہدین کو بٹھا رکھا تھا۔ شعبہ استخبارات سے طالبان مجاہدین کو اس کے قافلہ کی خبریں موصول ہو رہی تھیں اس لئے وہ دونوں مقامات پر چوکس و چوکنا بیٹھے تھے کہ جس راستہ سے بھی وہ گزرے تو بچ کر نہ جا سکے۔

عبدالحق کا قافلہ جب اس مقام پر پہنچا جہاں مسلح طالبان بیٹھے تھے تو انہیں شک گزرا کہ طالبان مجاہدین نے ان کا راستہ روک رکھا ہے۔ اس لئے انہوں نے راستہ تبدیل کر لیا اور کابل کی طرف بھاگنے کی کوشش کی۔

لیکن دوسرے راستہ پر بھی طالبان مجاہدین اس قافلہ کے منتظر بیٹھے تھے اور وہ کمانڈر عبدالحق کو زندہ گرفتار کرنے کا خطرہ مول نہیں لینا چاہتے تھے۔ اس لئے انہوں نے طیاروں کی بمباری سے بچنے کے پیشِ نظر ضمیر فروش کمانڈر عبدالحق کو اس کے دیگر 34 ساتھیوں سمیت موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اور افغانستان کے تختِ حکومت پر حکمرانی کرنے کے خواب کو چکنا چور کر دیا۔

طالبان مجاہدین نے کمانڈر عبدالحق کی لاش کو عبرت کا نشان بنا کر جلال آباد چوک پر لٹکا دیا۔

امریکی وصلیبی افواج اپنے پالتو کو گن شپ ہیلی کاپٹروں کی شدید بمباری کے باوجود بھی نہ بچا پائے۔

طالبان مجاہدین نے 50 ملین ڈالر، سیٹلائیٹ فون اور دیگر ساز وسامان بھی اپنے قبضہ میں کر لیا۔

راقم نے 26 اکتوبر 2001ء کو مخابرہ پر اس پوری کاروائی کی گفتگو کو ٹریس کر کے فوراً وزارت دفاع کو اطلاع کر دی۔ ان کے علم میں یہ واقعہ ابھی نہ آیا تھا۔ بعد میں ان کے ذمہ داران نے اس خبر کی تصدیق کی اور خبر سچی اور مصدقہ ہونے پر وزارتِ دفاع نے ہمیں مستعدی سے کام کرنے پر شاباش دی۔

ایک اور ضمیر فروش کٹھ پتلی حکمران

حکومت پاکستان اور خفیہ ایجنسیوں کے جہاں طالبان سے قریبی روابط تھے وہیں طالبان دشمن اتحادیوں سے بھی ان کے خفیہ روابط تھے۔ نائن الیون کے واقعہ کے بعد اور پہلے انہوں نے ایسے کئی کمانڈروں کی مدد کی تھی جو طالبان مجاہدین کے خلاف کام کرتے تھے۔ ان کو سیاسی طور پر اپنے آپ کو منظم رکھنے میں آزادی حاصل تھی۔ جن میں خاص طور پر کمانڈر عبدالحق، حامد کرزئی، ملا ملنگ، گل آغا شیرزئی وغیرہ تو براہِ راست امریکہ سے بھی منسلک تھے اور پاکستانی خفیہ ایجنسیوں نے بھی انہیں معاونت دے رکھی تھی۔

کمانڈر عبدالحق کی عبرتناک ہلاکت کے بعد امریکی وصلیبی افواج نے فوراً حامد کرزئی کو اپنا نیا مہرہ بنا کر افغانستان کے ایوانِ حکومت کا سربراہ مقرر کر دیا اور اس کے آبائی علاقہ میں اپنے فضائی لاؤ لشکر کے ہمراہ لا اتارا تو طالبان مجاہدین نے اس لشکر پر دھاوا بول دیا اور یہ ٹڈی دل لشکر اپنا پورا ساز وسامان چھوڑ کر حامد کرزئی کو لے کر فضاؤں میں فرار ہوگیا اور حامد کرزئی بال بال بچ گیا۔

طالبان مجاہدین کی اس کاروائی میں طالبان مجاہدین کو پہلی مرتبہ بڑی تعداد میں امریکی اسلحہ ہاتھ لگا تھا۔

راقم کو اس پورے واقعہ کی اطلاع ابو محمد نے قندھار سے بذریعہ مخابرہ دی تھی۔

”دشتِ ارچی اور تالاب“

مزار شریف سے پسپائی اور دشتِ تاشغرغان (خلم) کے سانحہ کے بعد طالبان مجاہدین قندوز جمع ہوئے تھے اور دشتِ ارچی کے صحرائی علاقہ میں اپنا خط قائم کیے ہوئے تھے۔

دشمن پر اس خط کا بڑا رعب و دبدبہ تھا۔ راقم نے کابل سے بذریعہ مخابرہ دشتِ ارچی میں مامور مخابرچی بھائی عابد چھوٹو سے رابطہ کر کے تازہ صورتحال سے آگاہی دریافت کی تو وہ کھِل کھلا کر ہنس پڑا اور چہکتے ہوئے بتانے لگا کہ!

ہمارے اس خط سے تھوڑے فاصلے پر دریائے آمو ہے، جہاں سے ہم لوگ خچروں اور گدھوں پر ضرورت کے لیے پانی لے کر آتے تھے۔ لیکن ایک رات ہمارے اس خط پر امریکی طیاروں نے کروز میزائلوں کی بارش کردی اور رات بھر دھماکے ہوتے رہے۔ صبح کا اجالا ہوا تو ہمارے قریب ایک بڑا سا تالاب بنا پڑا تھا۔ جو پانی سے لبریز تھا۔ اب ہمیں پانی لینے کے لیے دریا پر نہیں جانا پڑتا بلکہ امریکیوں نے ہماری سہولت کے لیے دریا کو ہی ہمارے قریب کردیا ہے۔

”کمانڈر سلطان تہہِ خاک“

دشتِ ارچی کے خط پر کمانڈر سلطان بھائی بطور کمانڈر اپنے فرائض سرانجام دے رہے تھے ایک روز دشتِ ارچی کے بازار سے واپس آرہے تھے کہ جیٹ طیاروں کی بمباری کے نرغے میں آگئے۔ گاڑی ایک ریتلے ٹیلے کے بالکل نزدیک تھی کہ ایک میزائل ٹیلے کے اندر گھس کر پھٹ گیا اور پل بھر میں ریتلی مٹی فضا میں اڑی اور دھپ سے گاڑی پر آگری اور گاڑی منوں مٹی تلے دَب گئی۔ پھر سلطان بھائی اور گاڑی میں موجود ساتھیوں نے گاڑی کے شیشے توڑ کر مٹی پرے ہٹائی اور یوں اس عارضی قبر سے نکلنے میں کامیاب ہوگئے۔

تالقان خواجہ غار سے پسپائی

دشتِ ارچی خط تالقان اور خواجہ غار کے علاقوں سے منسلک دو دریاؤں کے سنگم دریائے کوکچہ اور دریائے آمو کے کنارے واقع تھا۔ ایک دن اس صحرائی علاقہ کے خط پر امریکی طیاروں نے معمول سے بہت زیادہ بمباری کی۔ جس کی وجہ سے ملا فضل اخند اور ملا داد اللہ نے فیصلہ کیا کہ آج رات یہ خط چھوڑنا اہم ہوگیا ہے۔ ورنہ بے جا نقصان ہوتا رہے گا۔ لہٰذا 10 نومبر 2001ء کو دشتِ ارچی خط سے پسپائی اختیار کر لی اور پروگرام کے مطابق قافلہ مورچے چھوڑ کر قندوز کی جانب چل پڑا۔ پروگرام یہ طے ہوا کہ خط پر جو جہاں ہے وہیں سے قندوز کی جانب چل پڑے۔ صحرائی راستہ ہونے کی وجہ سے متعدد بار قافلہ کے کمانڈر راستہ بھولے۔

راقم اس صحرا کے چپہ چپہ سے واقف تھا اس لیے بذریعہ مخابرہ ملا فضل اور ملا داد اللہ اخند کے مخابرچیوں کو سمجھا بجھا کر راستہ پر چلاتا رہا اور ان کی راستہ بھر رہنمائی بذریعہ مخابرہ کرتا رہا۔ راقم اور گل خان نے کابل کے شہرنو کے علاقہ میں وہ رات مخابرہ پر رہبری کرتے ہوئے گزاری۔

دراصل طیاروں کی بمباری کے خطرات کے پیش نظر راستہ میں مشکلات پیش آرہی تھیں۔ یہ ایک صحرائی راستہ تھا اور گاڑیوں کی روشنیاں بھی بجھادی گئی تھیں۔ راقم چونکہ اس علاقہ میں رہ چکا تھا اور علاقہ سے واقفیت کی بناء پر وائرلیس سسٹم پر اپنی خدمات پیش کئے ہوئے تھا۔ جس سے قافلہ کو رہبری کی سہولت مہیا ہورہی تھی۔

جیسے جیسے مورچوں پر اطلاع ہوتی گئی وہاں سے مجاہدین قافلہ سے ملتے گئے اور جن کو بروقت اطلاع نہ ہوسکی وہ قدرے پیچھے رہ گئے اور ٹکڑیوں کی شکل میں پیچھے سے دوڑ دوڑ کر قافلہ سے ملنے لگے۔ ان ٹکڑیوں کو راستہ میں مسلح افراد کا سامنا بھی کرنا پڑا۔ اندھیرے میں نکلنے والے اگلے ساتھی اپنے پیچھے آنے والے ساتھیوں کو دشمن کا جتھہ خیال کرتے رہے کہ شاید یہ دشمن کے ہرکارے ہیں۔

صورتحال واضح نہ ہونے کے سبب بعض جگہوں پر تصادم بھی ہوگیا۔ اور بعض جگہوں پر دشمن کے ہمدرد لٹیرے بھی آکھڑے ہوئے۔ ان سے راستہ میں مڈبھیڑ بھی ہوتی رہی۔ خط پر رہ جانے والے مجاہدین کا ایک دستہ شمالی اتحاد کے کمانڈر عمر نامی شخص کے ہتھے چڑھ گیا اور 25 مجاہدین کو اس نے گرفتار کرلیا۔ جن میں ہمارا ایک قریبی سنگریار بھی تھا۔ اسی طرح دشتِ ارچی خط سے قندوز کی طرف جاتے ہوئے ایک طالبان دستہ قندوز کے ضلع ”امام

صاحب'' میں بھی دشمن کے ہتھے چڑھ گیا اور دس مجاہدین جن میں بھائی عمر، فاروق، انتخاب عباسی، فیصل عباسی، ابرار احمد، محمد شعیب، قاری محمد عبداللہ، محمد عرفان، قاری عبدالباسط، عامر حمید اور محمد ناصر گرفتار ہو گئے۔

اس پسپائی کے دوران مجاہدین کو بہت صعوبتیں برداشت کرنا پڑیں۔ جن لوگوں کے پاس مخابرہ کی سہولت تھی وہ تو قندوز آسانی سے پہنچ گئے لیکن باقی ماندہ مجاہدین بھوک و افلاس میں صحرا کی ریت چھانتے ہوئے سات دن کے مسلسل سفر کے بعد قندوز پہنچنے میں کامیاب ہوئے۔ بعض مجاہدین کو دشمن نے بڑی بے دردی سے شہید بھی کر دیا۔ دشتِ ارچی کو پار کرنے والے مجاہدین جونہی پکی سڑک پر پہنچتے تو وہاں پر پہلے سے موجود طالبان مجاہدین تھکے ماندے ساتھیوں کو گاڑیوں میں بٹھا بٹھا کر ڈیڑھ گھنٹہ کی مسافت طے کرنے کے بعد قندوز پہنچاتے رہے۔

طالبان مجاہدین امریکی بمباری اور پسپائی اور دشتِ ارچی کی صحرانوردی کرنے کے باوجود پرعزم اور تازہ دم تھے اور اپنے دشمن امریکہ و اتحادیوں کے لیے قہر کا جذبہ لئے ہوئے پھرتے دکھائی دیتے تھے۔

''بگرام کے مورچوں سے پسپائی''

12-11-2001 کو امارت اسلامیہ افغانستان اور خونِ جگر دے کر جہان عالم پر نمایاں کی گئی نشاۃ ثانیہ کو سقوطِ کابل کی شکل میں تاراج کیا جا رہا تھا۔ اور ایک بار پھر امت مسلمہ کو مزید آزمائشوں کے امتحان کا وقت آ گیا تھا۔ کابل میں حالات بہت مخدوش صورتحال اختیار کر چکے تھے۔ شدید امریکی بمباری کی وجہ سے مورچوں پر کوئی رسد نہ پہنچ پا رہی تھی۔ اور طلب بدستور بڑھتی جا رہی تھی۔ حتیٰ کہ زخمیوں کو بھی واپس پہنچانے کا انتظام نہ ہو پا رہا تھا۔ جیسے ہی کوئی گاڑی روڈ پر نکلتی اوپر فضاء میں اڑتے ہوئے B-52 طیارے فوراً بم برسانا شروع کر دیتے۔

طالبان مجاہدین کو مورچوں پر گولی تو دور کی بات روٹی بھی دستیاب نہ ہو رہی تھی۔ دوسری طرف امریکی افواج شمالیوں کی راہ ہموار کرنے میں لگے ہوئے تھے اور قرہ باغ اور بگرام کے مورچوں پر امریکی سخت بمباری کر کے شمالیوں کے لیے راستہ بناتے جا رہے تھے۔ بالآخر 11-11-2001 کو امریکہ نے قرہ باغ اور بگرام کے مورچوں پر بدترین بمباری کر کے شمالیوں کو آگے بڑھنے کا گرین سگنل دے دیا۔ پیچھے ہم بھی حالات کے پیشِ نظر مرکز میں مخابروں پر بیٹھے جان چکے تھے کہ اتنی شدید بمباری کسی نئے آنے والے طوفان، آزمائش اور ابتلاء کا پیش خیمہ ہے۔

بگرام خط پر مہاجرین کے مورچوں کے قریب طالبان کمانڈر سیف الرحمٰن منصور مورچے قائم کئے ہوئے تھا۔ اس کے مجاہد ساتھی قرہ باغ سے دن گیارہ بجے ہی نکلنا شروع ہو چکے تھے۔ اس نقل و حرکت کو بھانپتے ہوئے حاجی عبدالجبار صاحب نے راقم کو ہمارے کمانڈر بگرام سے رابطہ کر کے ان سے طالبان کے ساتھ ہونے والی میٹنگ کا احوال لینے کا کہا۔ لیکن وہاں رابطہ نہ ہو سکا تو حاجی عبدالجبار صاحب نے سفیر بھائی کو فوراً وزارتِ دفاع روانہ کر دیا تاکہ جنگی صورتحال میں پلاننگ کا معلوم ہو سکے۔ سفیر بھائی کو وزارتِ دفاع والوں نے کہا کہ ہم نے تو کل ہی مورچے چھوڑ دینے کا کہہ دیا تھا۔ سفیر بھائی فوراً الٹے قدموں واپس آئے اور حاجی عبدالجبار صاحب کو تمام حالات سے آگاہ کر دیا۔

پھر ہمیں بھی کمانڈر سیف الرحمٰن منصور کے ساتھیوں کی نقل و حرکت کی سمجھ آ گئی کہ وہ کیوں نکل رہے تھے۔ حاجی عبدالجبار صاحب کے حکم کے مطابق راقم نے بھی مورچے چھوڑ دینے کا حکم آگے قرہ باغ اور بگرام خط پر پاس کر دیا۔ وہاں سے ایک سینئر ساتھی عبیداللہ نے اپنی بے سروسامانی کا بتایا کہ ہمارے پاس گاڑی بھی نہیں ہے اور اسلحہ کی بھی کمی ہے۔ جبکہ دشمن کمانڈر سیف الرحمٰن منصور کے چھوڑے ہوئے مورچوں کے پیچھے تک پہنچ چکا ہے۔

راقم نے حاجی صاحب کا پیغام دوبارہ پاس کیا کہ جیسے بھی ممکن ہو نکلیں۔ انہوں نے کہا کہ اتنی بڑی تعداد میں نکلنے کا مطلب سیدھا جیٹ طیاروں کو بمباری کی دعوت دینے کے مترادف ہے۔

پھر راقم نے انہیں ایک قدرے محفوظ راستہ بتایا کہ دریائے غور بند کے کنارے کنارے پیدل چلتے ہوئے سیدھا سروبی ڈیم پہنچنے کی کوشش کریں۔ اور وہاں سے جلال آباد کی منزل لیں۔

ساتھیوں نے میری رائے پر عمل کرتے ہوئے منصوبہ بندی اس طرح کی کہ ایک گروپ تجویز کردہ روٹ پر چل نکلا اور دوسرے گروپ نے پرائیویٹ ٹرکوں پر سفر کرتے ہوئے بذریعہ سڑک جلال آباد کی طرف پسپائی اختیار کرنا شروع کر دی۔ جبکہ ایک گروپ دشمن کو مصروف رکھنے کے لیے مورچوں پر ہی ڈٹ گیا۔ اس گروپ میں زیادہ تر عرب مجاہدین تھے جو مورچے سنبھال کر دشمن کے آگے ڈٹ گئے۔ انہوں نے مردانہ وار امریکی بمباری اور دشمن کے تعارض کا مقابلہ کیا اور آخر کار خلعت شہادت پا گئے۔

گل خان آپ کہاں ہو؟

راقم اپنے جہادی زندگی کے ابتدائی ایام کے ساتھی گل خان کے ساتھ مل کر رابطوں میں مصروف تھا۔گل خان کو جب معلوم ہوا کہ طالبان کابل چھوڑ رہے ہیں تو وہ بڑی معصومیت سے مجھے کہنے لگا! حیات اللہ بھائی میں اپنے ابا جی کو ساری صورتحال بتا کر واپس آتا ہوں۔ میں نے کہا ٹھیک ہے چلے جاؤ۔

اس نے اپنی بائیسکل نکالی تو میں نے اسے احتیاطاً کلاشنکوف ساتھ لے جانے کا بھی کہہ دیا۔گل خان کا گھر کابل کے ہی کسی محلّہ میں تھا۔اس کے جانے کے بعد راقم کو آج تک گل خان کا پتہ نہ چل سکا اور نہ ہی کسی قسم کا کوئی رابطہ ہی ممکن ہو سکا۔

خدا جانے وہ کس حال میں اور کہاں ہے اور اس پر کیا گزری۔اللہ تعالیٰ اسے اپنی حفاظت میں رکھے(آمین ثم آمین)

سقوطِ نشاۃِ ثانیہ

جہاں عالم میں ابھرنے والی امتِ مسلمہ کی امارت اسلامیہ افغانستان کا سقوط 12-11-2001 کو ہوا۔اور امت مسلمہ کے لیےنشانِ منزل بن کر نئی آزمائشوں کے دن آ گئے۔منافقین اور مؤمنین کی ایک بار پھر تمیز شروع ہو گئی۔

بگرام خط اور قراہ باغ خط سے مجاہدین کی پسپائی کے بعد 12-11-2001 کی شام کو حاجی عبدالجبار صاحب نے راقم کو مخابرہ پر مرکز سے سامان سمیٹنے کا اور تھوڑی دیر تک خود بھی پہنچنے کا کہا تو راقم نے کابل شہر کے در و دیوار کو بغور دیکھتے ہوئے سامان سمیٹنا شروع کر دیا اور جلد ہی 4 عدد ہینڈ سیٹ، ٹیبل سیٹ، سپلائیاں، سولر اور کلاشنکوفیں سمیٹ لیں اور ریپٹر کو وہیں لگا رہنے دیا تاکہ مجاہدین مخدوش حالات میں بھی اس سے مستفید ہوتے رہیں۔اس بوسٹر نے ہمیں بہت فائدہ دیا اور کابل کے آس پاس کے علاقوں میں ہمارا رابطہ بدستور قائم رہا۔

سفیر بھائی بھی وزیر اکبر خان محلّہ والے مرکز کو تالا لگا کر پہنچ چکے تھے۔اس مرکز میں لاجسٹک سپورٹ کا بہت سا قیمتی سامان ذخیرہ کیا ہوا تھا۔لیکن ہم اسے کہیں بھی نہ لے جا سکتے تھے۔

جب راقم حاجی عبدالجبار صاحب کے ہمراہ کابل عیدگاہ کو کراس کر رہا تھا تو صوفی محمد صاحب نفاذ شریعت کے لوگ بھی کابل شہر سے نکل رہے تھے۔ان میں زیادہ تر بوڑھے افراد تھے جو توانا جذبے لئے پیدل ہی اپنی اپنی پرانی روسی ساختہ تھری نٹ تھری رائفل کندھوں پر رکھے بیرل کے ساتھ زادِ راہ باندھے محوسفر تھے۔

ابتلاء اور آزمائشوں کی ایسی گھڑی میں مسلمانوں کو حوصلہ بلند رکھنا چاہئے۔قرآن میں ارشاد ہے:۔

ترجمہ:۔ نہ کم ہمتی کا مظاہرہ کرو نہ ہی رنج و غم میں مبتلا ہو، اگر تم ایمان پر قائم رہے تو (بالآخر) تم ہی غالب رہو گے‘‘

عارضی شکست سے مسلمانوں کو دل برداشتہ نہ ہونے کی تلقین فرمائی گئی ہے۔غزوۂ اُحد کے بعد جب مسلمان حزن و ملال اور غم کی کیفیت کا شکار تھے تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے انہیں اس طرح حوصلہ دیا گیا۔فرمانِ الٰہی ہے کہ:۔

ترجمہ:۔ ’’اگر تمہیں ایک زخم لگا ہے تو تمہارے دشمنوں کو بھی تو ایسا ہی زخم لگا تھا۔اور ان دنوں کو ہم لوگوں کے درمیان ادلتے بدلتے رہتے ہیں۔تاکہ اللہ ظاہر کر دے کہ کون واقعی صاحب ایمان ہیں اور تم میں سے کچھ کو شہادت کے مقام پر بھی فائز کر دے گا۔اور یقیناً اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا اور یہ اس لئے ہے تاکہ اللہ اہل ایمان کو (منافقوں سے) بالکل پاک کر دے اور بالآخر کافروں کو نیست و نابود کر دے‘‘ (آل عمران)

سقوط کابل کے بعد مسلمانوں کا دل گرفتہ ہونا فطری امر تھا۔پورے عالم اسلام پر رنج و الم کی کیفیت طاری تھی۔مگر مسلمان شب ظلمات میں بھی تو سحر کا امکان دیکھتے ہیں۔

مسلمانوں کا خون رائیگاں نہیں جائے گا۔ان کی قربانیاں ضرور رنگ لائیں گی۔انشاءاللہ

بقول اقبال

اگر افغانیوں پر کوہِ غم ٹوٹا تو کیا غم ہے
کہ خون صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا

طالبان کی پسپائی کا سن کر وہ جرائم پیشہ افراد جنہیں طالبان نے اپنے دور حکومت میں نتھ ڈالی ہوئی تھی ۔ وہی جرائم پیشہ افراد کابل میں ظلم کا بازار پھر سے گرم کرنے میں مشغول ہو گئے اور ایک بار پھر کابل شہر میں جنگل کا قانون نافذ ہو گیا اور جرائم پیشہ افراد نے ہاتھوں میں بندوقیں اٹھا کر لوٹ مار، قتل و غارت، زور زبردستی، زنا و ظلم و ستم شروع کر دیا۔

ان درندہ صفت ظالموں کے خوف سے نہتے لوگوں نے بھی کابل سے کوچ کرنا شروع کر دیا۔ اور چھوٹے چھوٹے بہت سے قافلوں نے کابل سے خوست جانے والی سڑک کو پر ہجوم بنا دیا تھا۔ پوری سڑک پر انسانی کھوپڑیوں کا ازدحام تھا۔

کابل کے عوام امریکی بمباری کا زخم تقریباً 35 دنوں تک برداشت کرتے رہے۔ لیکن کابل کو چھوڑنے کو تیار نہ ہوئے تھے جبکہ ان ظالموں اور سفاک لٹیروں کے خوف سے وہ بھی اپنی عزت و ناموس بچانے کے لیے اپنے وطن کو خیر آباد کہنے پر مجبور ہو چکے تھے۔

13-2001 نومبر کو شمالی اتحاد کے سفاک فوجیوں نے کابل میں داخل ہوتے ہی ہزاروں بے گناہ شہریوں کو گولیوں سے بھون کر اپنی فتح کا جشن منایا۔ طالبان تو شہر چھوڑ کر جا چکے تھے۔ مگر جس شہری پر بھی انہیں طالبان کا حمایتی ہونے کا شبہ پڑتا، اسے گولیوں کی بوچھاڑ کا تحفہ دیتے ہوئے شہید کر دیتے۔

ملحد فوجیوں نے شہریوں کے ساتھ ساتھ اسلامی شعائر کی جی بھر کر توہین کی۔ شہریوں کی داڑھیاں تک نوچیں گئیں۔ اہل کابل نے یہ دن بھی دیکھا کہ ان کے ہم مذہب انہیں سنت رسول ﷺ زندہ کرنے کے جرم میں بھی قتل کر دیں گے۔ اس قدر دہشت طاری ہوئی کہ لوگوں نے جانیں بچانے کی خاطر داڑھیاں منڈوانا شروع کر دیں۔

جنرل فہیم کی سپاہ کابل شہر میں داخل ہوئی تو انہوں نے احمد شاہ مسعود کی تصویریں اٹھا رکھی تھیں اور وہ پاکستان مردہ باد کے نعرے لگا رہے تھے۔ میڈیا نے یہ مناظر بار بار پوری دنیا کو بھی دکھائے۔

فاتحین کی پہلی دستک کے ساتھ ہی لوٹ مار کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ ایکسچینج کے 80 دفاتر میں 14 لاکھ ڈالر، کروڑوں پاکستانی روپے اور اربوں افغانی لوٹ لئے گئے۔ دفتروں کے قالین، کمپیوٹر اور دیگر ساز و سامان بھی لوٹ لیا گیا۔

پاکستانی سفارتخانہ خصوصی طور پر شمالی اتحاد کے فوجیوں کے نشانہ پر تھا۔ بے لگام گروہ کے خوف سے لوگوں کی داڑھیاں تیز دھار استروں کی زد میں تھیں اور کابل شہر کے در و دیوار اچانک بھارتی اداکاراؤں کی تصویروں سے سج گئے۔

فاتح لشکری بھوکے بھیڑیوں کی طرح کابل کی گلیوں میں دندناتے پھر رہے تھے۔ مشکوک فرد نظر آنے پر ''پاکستانی'' یا ''طالبان'' کا نعرہ لگا کر اس کا سینہ چھلنی کر دیتے۔

سڑک پر لمبی لمبی قطاریں لگی ہوئی تھیں۔ راقم بھی اپنے ساتھیوں اور حاجی عبدالجبار صاحب سمیت خوست کی جانب رواں دواں تھا۔ یہ سب لوگ امریکی اور شمالی اتحاد اور سفاک لٹیروں کے خوف سے اپنی جان اور مال و متاع بچانے کی خاطر ہجرت کر رہے تھے۔ لوگر تک چھوٹے چھوٹے سینکڑوں قافلے آکر ملتے رہے۔ مجاہدین کی بھی بہت بڑی تعداد ان قافلوں میں محو سفر تھی۔ پورا قافلہ سست روی سے چلا جا رہا تھا۔ رات ایک بجے تک ہم خوست پہنچ گئے۔ ہمارے ساتھ قافلہ میں زخمی ساتھی بھی موجود تھے۔ ہم اولین فرصت میں ان زخمیوں کو کرائے کی گاڑیوں میں پاکستان روانہ کرتے رہے۔ تاکہ یہاں سے جلد از جلد انخلاء ممکن ہو سکے۔

کابل خط سے ہمارے ساتھی پرائیویٹ گاڑیوں ٹرکوں میں سفر کرتے کرتے تین دن بعد تک خوست پہنچ گئے۔

''حاجی قدیر گروپ کی غداری''

بگرام، لغمان اور کپیسا وغیرہ خطوط پر موجود مجاہدین میں اکثریت عرب مجاہدین کی تھی اور ان میں پاکستانی مجاہدین بھی شامل تھے۔ ان تمام مجاہدین نے راستہ میں تورا بورا جیسی جنگوں کا سامنا کرنے کے بعد (تورا بورا کا تذکرہ آگے آئے گا) جلال آباد اور کنڑ کی طرف پسپائی اختیار کی۔ اکثر عرب مجاہدین کا یہ گمان تھا کہ پاکستان میں بھی ان کو پناہ نہ مل سکے گی۔ اس لئے افغانستان میں ہی رہ کر دفاع کیا جائے۔ عرب مجاہدین جس میں 120 پاکستانی مجاہدین بھی تھے، جلال آباد کی طرف منتقل ہونے لگے۔ جلال آباد پر حاجی قدیر گروپ قابض ہو چکا تھا۔ انہوں نے آنے والے عرب و پاکستانی مجاہدین کو بارڈر پار کرانے کا جھانسہ دیا اور کہا کہ اپنا اسلحہ ہمیں دے دو، ہم تمہیں بارڈر پار کرا دیں گے۔

حزب اسلامی کے حاجی قدیر گروپ نے ان مجاہدین کے لشکر کو جھانسہ سے گرفتار کرلیا اور حکومتِ پاکستان سے سودا بازی شروع کر دی۔ حکومتِ پاکستان نے عربوں کو ڈالروں کے عوض فروخت کر دیا اور 120 پاکستانی مجاہدین کو ہری پور اور پشاور کی جیلوں میں بند رکھا اور بعدازاں رہا کر دیا گیا۔

یاد رہے کہ ان گرفتار شدگان مجاہدین میں سے 200 کے قریب عرب مجاہدین نے اس وقت بغاوت شروع کر دی جب حاجی قدیر (آئی ایس آئی کے تنخواہ دار کمانڈر) نے ان مجاہدین کو آئی ایس آئی کے حوالے کرنا چاہا تو جونہی بسوں میں سوار اس قافلہ نے طورخم بارڈر پار کیا تو نڈر عرب مجاہدین نے بغاوت کر دی اور فوجیوں سے اسلحہ چھین کر جنگ کر کے فرار ہونے میں کامیاب ہوگئے۔ ان میں سے اکثر عربوں نے کرم ایجنسی کی راہ لی۔ وہاں موجود شیعوں نے ان کے ساتھ دھوکہ کیا اور 2،2،4،4 عربوں کو محفوظ راہداری کے بہانے دھوکہ دہی کے ساتھ فوج کے ہاتھوں بیچ ڈالا۔ پرویز مشرف نے اپنی کتاب میں بڑے فخریہ انداز میں 700,600 عرب مجاہدین کو فروخت کرنے کا بتایا ہے۔ ان میں یہ عرب مجاہدین بھی شامل تھے۔

''عربوں کی جرائتمندی''

کابل سے سفاک لٹیروں کے خوف سے جان بچا کر آنے والے لوگوں کا قافلہ صوبہ خوست میں داخل ہونے لگا تو قافلہ کو پھر سفاک لٹیروں کا سامنا کرنا پڑ گیا۔ کیونکہ صوبہ خوست کی سرحد پار کرتے ہی ہمیں اندازہ ہو گیا تھا کہ خوست کے ڈاکوؤں اور لٹیروں کے بھی تیور بدل گئے ہیں۔ اور وہ اکیلی گاڑی دیکھ کر اس پر حملہ آور ہو جاتے اور لوٹ مار کر لیتے۔ قافلے رُک رُک کر اور مناسب وقت دیکھ کر چل رہے تھے۔ ان قافلوں میں مجاہدین بھی سفر کر رہے تھے۔ عرب مجاہدین کو جب حالات کی سنگینی کی خبر ملی تو وہ قافلہ کو روک کر سب سے آگے ہو لئے اور لڑنے مرنے پر تل آئے۔

عرب مجاہدین جیسے ہی ڈاکوؤں کی کمین کی طرف بڑھے تو ڈاکو پہلے ہی دُم دبا کر بھاگ چکے تھے۔ خوست کے علاقہ میں ڈاکو جگہ جگہ رکاوٹیں کھڑی کر کے کمین لگا لیتے تھے۔ لیکن عربوں کی جرائتمندی کو دیکھتے ہوئے وہ اپنی اپنی کمین گاہیں چھوڑ کر فرار ہو گئے۔

امیر المؤمنین حفظ اللہ تعالیٰ کا تمام مجاہدین کو مخابراتی خطاب

امیر المؤمنین حفظ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مخابراتی خطاب کا اعلان ہوا اور سقوط کابل کے تیسرے دن ہم لوگ خوست میں موجود تھے اور مقررہ وقت سہ پہر تین بجے اپنے اپنے مخابرہ کو آن کر کے امیر المؤمنین حفظ اللہ تعالیٰ کا خطاب سننے کے لیے بے چین تھے۔

خطاب اپنے وقت مقررہ پر شروع ہوا تو امیر المؤمنین حفظ اللہ تعالیٰ نے اللہ تبارک وتعالیٰ کی حمد وثناء اور سرور کائنات ﷺ پر درود پاک پڑھنے کے بعد قرآن کریم کی چند آیات تلاوت فرمانے کے بعد تمام مجاہدین اسلام کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے ثابت قدمی اور صبر کا مظاہرہ کرنے کی نصیحت فرماتے ہوئے فرمایا کہ اے مؤمنین کی جماعت منظّم پسپائی اختیار کرتے ہوئے پہاڑوں کا رُخ کرلو اور اس صلیبی دشمن کا منظّم گوریلا وار مقابلہ کرو اور ہر حال میں جنگ کی تیاری کرتے رہو۔ اللہ تبارک وتعالیٰ انشاء اللہ نصرت عطا فرماتے ہوئے فتح عطا فرمائیں گے۔

اس خطاب میں بہت سی جنگی ہدایات کی گئی تھیں۔ جن کا مفہوم درج بالا سطور میں تحریر کر دیا گیا ہے۔

امیر المؤمنین حفظ اللہ تعالیٰ کے خطاب نے مجاہدین کا جذبہ اور ولولہ بڑھا دیا۔ اور تمام مجاہدین دین کی سربلندی کے لیے گوریلا وار کی تیاریاں کرتے ہوئے پہاڑوں کی طرف روانہ ہو گئے۔

''گورنر خوست کی شہادت اور ہمیں پناہ کی پیشکش''

جس دن امیر المؤمنین حفظ اللہ تعالیٰ نے مجاہدین سے مخابراتی خطاب فرمایا اسی دن سفیر بھائی بھی ہمارے پاس خوست میں پہنچ چکے تھے۔ اسی رات باچا خان نامی گروپ کے ہرکاروں نے صوبہ خوست کے گورنر کو بے دردی سے شہید کر ڈالا۔ اب خوست پر مکمل طور پر باچا خان گروپ کا قبضہ ہو چکا تھا۔ کیمونسٹ لوگوں نے بھی پر پرزے نکالنا شروع کر دیئے تھے۔

کیمونسٹوں نے جعلی ہمدردی جتلاتے ہوئے ہمیں پناہ کی پیشکش کر دی۔ ہم ان کی چال کو سمجھ چکے تھے کہ یہ ہمیں گرفتار کرنے کی کوشش میں ہیں اور بعدازاں امریکیوں کے حوالے کر کے ڈالر بٹورنا چاہتے ہیں۔ اس لئے قافلہ میں موجود تقریباً 600 افراد اس امر پر قطعی تیار نہ تھے۔

''مولانا عبدالجبار صاحب کی جنگی بصیرت''

حاجی عبدالجبار صاحب نے جنگی چال کے طور پر کیمونسٹوں کی پیشکش پر رضامندی ظاہر کر کے اپنے ساتھیوں کو خوست کے شمال میں ٹیکری پر بنے ہوئے ایک قلعہ پر چلے جانے کی تیاری کا حکم دے دیا۔ اور آنکھوں سے اشارہ بھی کر دیا۔ اس لئے سب نے آنکھوں ہی آنکھوں میں ایک دوسرے کو تیار رہنے کو کہہ دیا۔ اور حاجی صاحب کے حکم کی تعمیل کرنے لگے۔

ہم نے حاجی عبدالجبار صاحب کی گاڑی کو وہیں کھڑا رہنے دیا، جہاں وہ کیمونسٹوں سے گفتگو کر رہے تھے اور حاجی عبدالجبار صاحب کو خفیہ طور پر ایک سنگل کیبن گاڑی میں سوار کر کے یہاں سے روانہ کر دیا۔

جب خوست کے کیمونسٹوں نے قافلہ کے تیور بدلتے ہوئے دیکھے تو انہوں نے اپنا ایک سراچہ (گاڑی) سڑک کے درمیان میں لا کر کھڑا کر کے روڈ بلاک کر دیا۔ اور ساتھ ہی گنوں کو بلٹ لگا لئے۔ ان کی گنیں کاک ہوتے ہی مجاہدین نے بھی بلٹ لگا لئے۔ جب یکدم سینکڑوں گنیں اکٹھی کاک ہوئیں اور فضاء میں یکبارگی ایک جیسی آواز ابھری تو خوستی خوف کے مارے ٹھٹھر گئے۔ لیکن گاڑی کو سڑک پر سے نہ ہٹایا۔

ہمارے اس قافلہ میں ایک مرسڈیز ہیوی ٹرک بھی تھا جس پر اسلحہ لدا ہوا تھا۔ شدر وخیل نامی اس ٹرک کے ڈرائیور نے ایکسیلیٹر پر زور دے کر جب سراچہ کو ٹکر مار کر ٹرک سے دھکیل دیا تو باچا خان گروپ کے لوگ بھی ڈر کے مارے سڑک سے ایک طرف ہو لئے اور قافلہ پھر رواں دواں ہو گیا۔

اب ہماری منزل ہمارے سابقہ معسکرات تھے۔ جو امریکی کروز میزائل حملوں کے دوران چھوڑ دیئے گئے تھے۔ ہمارے قافلے میں موجود 3,2 گاڑیاں پرانی اور خستہ حالی کا شکار ہونے کی وجہ سے چڑھائی نہ چڑھ پا رہی تھیں۔ ساتھی مل کر دھکا لگاتے ہوئے ان گاڑیوں کو بھی اوپر تک لے گئے۔

ہمارے ساتھ ایک قافلہ میں ازبکوں کے خاندان اور جمعہ خان غنگالی شہید کی بیوگان بھی محو سفر تھیں۔ ازبکوں کی تین گاڑیاں صرف شعبہ نشر و اشاعت کے سامان سے بھری ہوئی تھیں۔ اس لئے اب اس قیمتی سامان کو سب سے پہلے کسی محفوظ مقام پر پہنچانا طے ہو گیا تھا۔ اس سارے سامان اور ضرب مومن والوں کا ایک سراچہ خوست میں ایک پرانے ہمدرد کو بطور امانت دے دیا۔

راقم قافلہ کی جس گاڑی میں سوار تھا وہ قافلہ کی ابتدائی گاڑی تھی۔ ہمارے مخابراتی رابطہ کا ٹائم ہو چکا تھا۔ اس لئے گاڑی کو سڑک کے ایک طرف کھڑا کر کے راقم نے گاڑی سے انٹینا نکال کر زمین پر بچھا دیا اور اپنے مخابراتی پوائنٹوں پر کال دینی شروع کر دی۔ سب مطلوبہ پوائنٹ آن لائن تھے۔ مظفر آباد (کشمیر) سے خالد کے ٹو بھائی ہمارے ساتھ رابطہ کرنے کے لیے بڑے مضطرب تھے۔ کیونکہ وہاں مجاہدین ٹی وی سکرین پر بمباری وغیری کی لائیو کوریج دیکھ کر امارت اسلامیہ کے معاملہ میں بہت رنجیدہ و دلگیر تھے۔ اور خود تازہ ترین خیریت و صورتحال جاننے کے خواہشمند تھے۔ خالد بھائی نے جب پوچھا کہ کوئی نئی تازہ............سناؤ تو میں نے کہا کہ............ایک منٹ ٹھہریں۔

''نئی اور تازہ''

میرے سامنے کا منظر کچھ اس طرح تھا کہ جس مقام پر ہم نے گاڑی سڑک کے ایک طرف کھڑی کی تھی وہاں سے سڑک پر اترائی کا سفر شروع ہو گیا تھا اور قافلہ کی ایک پرانی گاڑی جسے دھکا لگا کر اوپر تک لایا گیا تھا جب وہ گاڑی اترائی پر پہنچی تو تھکے ماندے ڈرائیور سے بے قابو ہو گئی تھی۔ عین اسی لمحے خالد کے ٹو بھائی نے نئی تازی پوچھ لی............اترائی کے ایک طرف گہری کھائی تھی اور دوسری طرف بہت بڑا پہاڑ تھا۔ میں بے قابو ہوتی ہوئی گاڑی کو دیکھنے لگا اور بھائی خالد کے ٹو کو نئی تازہ سنانے کے لیے کہا کہ ایک منٹ............

پرانی گاڑی کے بریک فیل ہو چکے تھے اور ڈرائیور نے سمجھداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے تیز لڑھکتی ہوئی گاڑی کا رُخ پہاڑ کی طرف کر دیا اور یوں گاڑی دو تین کلٹیاں کھاتی ہوئی پہاڑ سے ٹکرا کر رُک گئی۔

اگر ڈرائیور ایسا نہ کرتا تو گاڑی گہری کھائی میں گر کر اپنے سواروں سمیت بے نام و نشان ہو جاتی۔ اس حادثہ میں ساتھیوں کو معمولی چوٹیں آئیں اور ان کی جان بچ گئی۔

پھر راقم نے فوراً یہ نئی اور تازہ خالد کے ٹو بھائی کو سنائی۔ جسے انہوں نے مدتوں یاد رکھا۔ جب کبھی تذکرہ ہوتا تو وہ بتاتے کہ حیات اللہ بھائی نے مجھے اس طرح نئی اور تازہ سنائی تھی۔

سڑک کی اترائی اترنے کے بعد ہم نے یہاں کے ایک مقامی ہمدرد کے پاس اپنی دو گاڑیاں بطور امانت رکھوا دیں اور اپنی تیسری گاڑی کی مرمت بھی اسی کے ذمہ لگا دی۔ یہاں پر تین گاڑیوں کی کمی سے ساتھیوں کی تعداد زیادہ ہوگئی تھی اس لئے مقامی بستی سے ایک ٹرک کرایہ پر لے کر ساتھیوں کو اس میں سوار کیا۔

ٹرک ڈرائیور نے ہماری مجبوری کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ہم سے دس ہزار روپے کرایہ وصول کیا ہم نے اسے قبول کر کے اپنا سامان اور ساتھی اس ٹرک میں سوار کر دیئے۔

''ڈاکوؤں کا ناکہ اور خیر جوڑ تکڑا''

منصوبہ بندی کے مطابق ہم نے بارڈر کو ''میر علی'' کے مقام سے کراس کرنا تھا۔ حالانکہ ایک مختصر مگر نامناسب راستہ بذریعہ اڈہ غلام خان ''میران شاہ'' بھی جاتا تھا۔

دوران سفر ہم نمازیں ادا کرتے رہے۔ اندھیرا پھیل چکا تھا۔ اسی اندھیرے میں ہمیں اپنا سفر جاری رکھنا تھا۔ ایک لمبا گول موڑ مڑتے ہی ہماری گاڑی سے دور سامنے کی طرف 4 آدمی مسلح پوزیشن میں کھڑے دکھائی دیئے۔ ہم لوگ چونک گئے اور تیاری کر لی۔ گاڑی بدستور یکساں رفتار سے چل رہی تھی۔ ہماری گاڑی کو دیکھ کر مسلح افراد نے ہماری طرف بڑھنا شروع کر دیا۔ لیکن جیسے ہی قدرے فاصلہ پر آتی ہوئی دوسری، تیسری، چوتی..........گاڑیوں کا لمبا قافلہ دیکھا تو کپڑے جھاڑتے ہوئے اپنا سامنہ بنا کر دور دور سے ہی سلام دعا کرنا شروع کر دی۔

راقم کے خیال کے مطابق وہ ڈکیت تھے کیونکہ ہماری گاڑی کے سامنے ان کی نقل وحرکت اسی طرح کی تھی جیسے کہ وہ ہمیں ہراساں کر کے روکنا چاہتے ہیں۔ لیکن قافلہ کی زیادہ گاڑیاں دیکھ کر وہ دبک کر بیٹھ گئے۔ اگر اکیلی گاڑی ہوتی تو وہ ضرور لوٹ لیتے۔

خبردار! شور نہ کرنا لیکن............

جونہی ہم ''میر علی'' بارڈر کے قریب پہنچے تو ہم نے پروگرام کے مطابق گاڑیوں کی روشنیاں تقریباً بند کر دیں اور پورے قافلے کو شور شرابہ کرنے سے منع کر دیا۔ اس لئے پورا قافلہ خاموش ہوگیا۔ ہم پورے محتاط ہو کر عام شہریوں کی طرح بارڈر کراس کرنا چاہ رہے تھے تاکہ کسی قسم کی کوئی قانونی پیچیدگی پیش نہ آئے۔

پورا قافلہ بڑے منظم طریقے سے خاموشی کے ساتھ چلا جا رہا تھا کہ اچانک پیچھے سے خوفناک دھماکوں کی آوازیں آنا شروع ہوگئیں۔ پورے قافلے میں سراسیمگی سی پھیل گئی۔ پیچھے مخابرہ پر رابطہ کرنے سے معلوم ہوا کہ بنگالی مہاجر مجاہدین بھائیوں کی گاڑی میں آگ بھڑک اٹھی ہے اور اس گاڑی میں رکھا ہوا اسلحہ پھٹ رہا ہے۔

پورا بارڈر ان دھماکوں کی آواز سے گونج اٹھا۔ جس چیز سے ہم بچنا چاہ رہے تھے وہی چیز رونما ہو کر رہی۔

سنگل سڑک پر یہ قافلہ گاڑی کے حادثہ کی وجہ سے آگے والے آگے اور پیچھے والے پیچھے رک گئے تھے۔ گاڑی کی آگ بجھنے پر قافلہ آگے گزرا۔

قافلہ ایک بستی میں پروگرام کے مطابق روک کر وہاں اسلحہ اور گاڑیوں کو بستی والوں کے حوالے کیا۔

قریباً 2:30 بجے کے قریب سخت اندھیرے میں (چاند کی آخری تاریخوں میں) ہم بارڈر کی جانب چل دیئے۔ قافلہ در قافلہ مل جانے والے مجاہدین کی تعداد تقریباً 1500 کے قریب پہنچ چکی تھی اور پورا قافلہ قطار در قطار چل رہا تھا۔ کیونکہ اگر کوئی بھی دائیں بائیں ہوا تو وہ اندھیرے کی وجہ سے قافلہ سے بچھڑ بھی سکتا تھا۔ پورا قافلہ ایک رہبر کی معیت میں بارڈر کی جانب انتہائی خاموشی سے گامزن تھا۔ سامنے بارڈر پر ہمیں خدشہ تھا کہ یہ امریکی پٹھو کہیں ہمارے ساتھ کوئی پرابلم نہ کر دیں۔ اچانک قافلہ کے درمیان میں سے سستی ہوئی جس سے قافلہ دو حصوں میں تقسیم ہوگیا۔ قافلے کا اگلا حصہ رہبر کی معیت میں تیزی سے چل رہا تھا۔ جب رہبر نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو گنتی کے چند افراد اس کے پیچھے تھے۔ پھر اس رہبر نے ان چند افراد کو وہیں انتظار کرنے کا کہا اور خود پیچھے رہ جانے والے قافلہ کے افراد کو آوازیں دینے لگا۔ ساتھیوں نے سمجھا کہ شاید ملیشیا والے آ گئے ہیں۔ اس لئے وہ ایک طرف ہو لئے۔ اگر کوئی نکلنے کی تیاری کرتا تو دوسرا دانشور بھائی کہہ دیتا، ٹھہر جاؤ ملیشیا والے ہیں۔ یا رہبر ان کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ اس لئے دبکے بیٹھے رہو۔ پکڑے گئے تو جیلوں میں خجل خرابی ہوگی۔

آخر تنگ آ کر رہبر نے قریب آ کر خدا کے واسطے دیئے اور کہا جلدی جلدی نکلو کہیں روشنی نہ ہو جائے۔ میں تمہارا رہبر ہوں۔ جلدی کرو ہمیں منہ اندھیرے ہی میر علی پہنچنا ہے بس............

بادل نخواستہ سب نکل آئے۔ اور اکٹھے ہو کر چلنے لگے۔ جب چیک پوسٹ کراس کرنے لگے تو صبح کی سپیدی کے آثار نمودار ہونے لگے۔

راستہ میں موجود ملیشیا کے اہلکار ہمیں دور سے حیرانگی کے عالم میں پھٹی پھٹی حیرت زدہ نگاہوں سے دیکھے جا رہے تھے۔ وہ اتنی بڑی تعداد میں افراد کو منظّم انداز میں جاتا ہوا دیکھ کر سہم گئے کہ یہ خدائی فوج کہاں سے نکل آئی ہے؟ خیر ہم بخیریت عیدک مدرسہ میں پہنچ گئے۔ وہاں نماز فجر با جماعت ادا کی۔ وہاں کے منتظمین نے ہماری بڑی آؤ بھگت کی۔ انہوں نے بستیوں میں نقارہ بجایا کہ طالبان آ گئے ہیں۔ ان کے لیے ایثار کریں۔ لوگوں نے جوق در جوق جو کچھ بن پڑا ہمارے لئے تیار کر دیا۔ یہاں ایک بہت بڑا دستر خوان لگتا تھا۔

پھر ہم نے ملا صاب کو بتایا کہ اب ادھر موجود مجاہدین کو ان کے آبائی علاقوں میں بھجوانا ہے۔ پھر انہوں نے اعلان کر کے چندہ اکٹھا کیا اور پھر سارا دن جو گاڑی میران شاہ سے آتی اس میں گنجائش کے مطابق مجاہدین کو بٹھا کر اور کرایہ دے کر روانہ کر دیتے۔

عیدک مدرسہ اور CNN

ملیشیا نے ہمیں مخابرہ پوائنٹ کے لیے ایک جگہ دی تھی۔ ہم باقاعدہ مخابرہ پر ورک کر رہے تھے۔ یہاں سے قندوز، قندھار تک ہمارا رابطہ ہو رہا تھا۔ مظفر آباد (کشمیر) بھی اس مخابرہ کی رینج میں آ رہا تھا۔ جبکہ جلال آباد والا پوائنٹ مکمل خاموش جا رہا تھا۔ جس سے ہم نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ وہ افغانستان سے انخلاء کر چکے ہیں۔

ایک دن راقم میر علی بازار سے وائرلیس سیٹ کے لیے بیٹری سیل خریدنے گیا تو وہاں دوکاندار نے مجھ سے گپ شپ لگانا شروع کر دی۔ اس نے حیرت سے پوچھا آپ عیدک مدرسہ میں رہ رہے ہیں؟ راقم نے کہا کہ جی ہاں۔ پھر وہ دوکاندار بولا کہ عیدک مدرسہ کے بارے میں تو CNN پر بہت پراپیگنڈہ کیا جا رہا ہے کہ افغانستان سے طالبان انخلاء کر کے عیدک مدرسہ میں ڈیرے ڈالے ہوئے ہیں۔ پھر اس نے اپنے خدشہ کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ کہیں ظالم امریکہ مدرسہ پر بمباری ہی نہ کر دے۔

میں نے دوکاندار کے تبصرے کو ذہن میں رکھا۔ پھر ہم نے باہمی مشاورت سے اپنا سیٹ اپ احتیاطاً تبدیل کر لیا اور مخابرہ سسٹم کو مقامی مولوی شمس اللہ صاحب کی بیٹھک میں رکھ دیا اور افرادی قوت کو میران شاہ میں ادھر ادھر بکھیر دیا۔

''افغانستان سے پسپا ہونے والے ایک اور قافلہ کی روداد''

افغانستان سے پسپائی کے دوران راقم جس قافلے میں تھا چونکہ وہ منظّم انداز میں رخت سفر باندھے ہوئے تھا اس لیے کم مشکلات سے دوچار ہوا۔ ورنہ کئی قافلوں کی روداد جو کہ بعد میں معلوم ہوئی سن کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ تقریباً 12 سال کے طویل عرصہ کے بعد راقم کی ایک ایسے مجاہد بھائی سے ملاقات ہوئی جو پسپائی کے دنوں میں پاکستان کی حدود میں دلخراش واقعات کے ساتھ داخل ہوا تھا۔

اس مجاہد ساتھی کا نام عثمان تھا اور امریکہ وصلیبیوں اور ان کے اتحادیوں نے جب 2001ء میں امارت اسلامیہ کو ختم کرنے کے لیے جارحیت کی ٹھان لی تو اس مردِ مجاہد نے بھی امریکی جارحیت سے پہلے دنیا کی واحد امارتِ اسلامیہ کی حفاظت کے لیے اپنی جان قربان کرنے کی ٹھان لی اور پاکستان سے امارتِ اسلامیہ افغانستان کوچ کر گیا۔

عثمان بھائی اپنی روداد سناتے ہوئے بتاتے ہیں کہ جب امریکی وصلیبیوں نے امارتِ اسلامیہ کو ختم کرنے کے لیے چڑھائی کا ارادہ کیا تو ان دنوں حالات کے پیشِ نظر میں روزانہ کی بنیاد پر مجاہد ساتھیوں سے ملتا رہا اور پھر امریکی بربریت کے خلاف اپنے 18 ساتھیوں کے ہمراہ امارتِ اسلامیہ روانہ ہو گیا۔ تاکہ پوری دنیا میں خلافت راشدہ کے نظام کی واحد مثال بنے ہوئے ملک کے دفاع کے لیے اپنا تن من اور دھن قربان کر سکیں۔

ایک دن کے سفر کے بعد ہم دارالامان کابل پہنچ گئے۔ پرانے ساتھی ہونے کی وجہ سے جلد ہی طالبان منتظمین سے رابطہ ہو گیا اور ان سے تشکیلات کی درخواست کر دی۔ انہوں نے ہماری تشکیل ایک چھاپہ مار دستے کے ساتھ کر دی۔ ان دنوں امریکی بمباری اپنے عروج پر تھی اور طالبان کو یہ خدشہ تھا کہ بمباری کے بعد امریکی چھاتہ بردار چھاپہ مار دستوں کو نیچے زمینی کاروائی کے لیے اتاریں گے۔ اس لئے طالبان مجاہدین نے پہلے ہی ایک

بڑے چھاپہ مار دستے کو تیاری کی حالت میں مستعد رکھا۔
اس دستہ کی کوشش تھی کہ جونہی امریکی پیراٹروپز (چھاتہ بردار فورس) زمین پر اترے تو انہیں مکمل طور پر قتل کر کے جہنم واصل کر دیا جائے۔اس خدشہ کو قندھار میں اترنے والے امریکی پیراٹروپز (امریکن کمانڈوز) کے دستے سے تقویت ملی۔جنھوں نے قندھار میں اترنے کے بعد ملا محمد عمر مجاہد حفظ اللہ تعالیٰ اور شیخ اسامہ بن لادن شہیدؒ کو گرفتار کرنے کی کاروائی کرنا تھی۔ یہ دونوں جہادی امام تو امریکیوں کے ہاتھ نہ آسکے البتہ 4 امریکی سپر نیئر (کمانڈوز) طالبان مجاہدین کی گولیوں کا نشانہ بن کر جہنم میں اپنے مقام تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔قندھار کی اس چھاپہ مار کاروائی کی کوشش کے بعد ہمارا چھاپہ مار دستہ اور بھی مستعد و چوکس رہنے لگا۔
28 اکتوبر 2001ء کی رات دارالامان کے علاقہ میں امریکی کروز میزائل آ گئے۔جس کی وجہ سے وہاں پر ٹھہرے ہوئے پاکستان کے مہاجر مجاہدین جن کی تعداد 50 تھی۔سب کے سب شہید ہو گئے۔میزائلوں کے پھٹنے سے عمارت بری طرح تباہ ہو گئی تھی۔ان شہداء میں 35 مجاہدین کا تعلق حرکۃ المجاہدین سے تھا۔شہداء میں سے چند کے نام جو عثمان بھائی کو یاد رہ گئے تھے۔کمانڈر فاروق، کمانڈر شمشیر، کمانڈر خبیب، کمانڈر طلحہ، کمانڈر عبداللطیف اور کمانڈر عمر حیات عرف نظامی تھے۔عمارت کے ملبہ سے بعد میں 44 افراد کی کٹی پھٹی نعشیں ملیں جبکہ بقیہ 6 افراد کے اجساد نہ مل سکے۔
پھر چھاپہ مار ٹیم سے ہماری تشکیل بگرام کے محاذ پر ہو گئی۔اور ہم بگرام کے مسلم پوائنٹ پر پہنچ گئے۔مسلم پوائنٹ وہ خط ہے جسے طالبان منتظمین نے تمام عرب، ازبک، تاجک، بنگالی اور پاکستانی مجاہدین کے سپرد کر رکھا تھا۔
بھائی عثمان نے بتلایا کہ میں نے مشاہدہ کیا کہ امریکی جارحیت کے ابتدائی 20 دنوں میں عوام کا بہت زیادہ نقصان ہوا۔جبکہ طالبان کا نقصان نسبتاً کم ہوا۔لیکن 20 دن بعد اسلحہ کے محفوظ ذخیرہ پر عین ہدف پر بم لگنا شروع ہو گئے۔جس سے طالبان مجاہدین کے جانی و مالی نقصان میں شدت آنا شروع ہو گئی۔بگرام محاذ پر موجود ایک پرانے بزرگ مجاہد کے بقول "یہ ISI کی جانب سے مہیا کی جانے والی معلومات کی بدولت ممکن ہو سکا ہے"
مسلم پوائنٹ پر ہی عثمان بھائی بتلاتے ہیں کہ ایک اور سانحہ پیش آیا کہ اس پوائنٹ پر ہمارے پاس خط کا ایک 14.5mm دومیلہ والا ٹرک خراب کھڑا تھا۔اُس دن فضا میں 4 امریکی طیارے چکر لگا رہے تھے۔پھر ایک بڑے سے چکر کے بعد ان طیاروں کا رُخ مسلم پوائنٹ کی جانب ہو گیا اور قریب پہنچ کر طیاروں نے بمباری شروع کر دی۔دومیلہ والے ٹرک پر دو ساتھیوں کی بطور آپریٹر ڈیوٹی تھی جن کے نام افضل اور سہیل تھے۔چنانچہ انہوں نے بھی طیاروں پر جوابی فائرنگ شروع کر دی۔اسی لمحے خراب دومیلہ کی پوزیشن بدلنے کے لیے 6 ساتھیوں نے دوڑ لگائی۔ابھی وہ دومیلہ سے دور ہی تھے کہ ایک امریکی بم دومیلہ کو ہٹ ہو گیا۔جس کے نتیجہ میں دومیلہ پر موجود اسلحہ کے ذخیرہ نے پھٹنا شروع کر دیا۔اور دومیلہ پر موجود ایک ساتھی بھی ان کی زد میں آ کر شہید ہو گیا۔جبکہ دوسرے ساتھی کو زخمی حالت میں اتار کر محفوظ مقام پر منتقل کر دیا۔
انہی دنوں ننگ دین و وطن شمالی اتحاد کے فوجی صلیبی طیاروں کی بمباری کے زیر سایہ بگرام کی جانب بڑھنے لگے۔امریکی فضائی بمباری کے تسلسل اور زمین پر آمنے سامنے نہ آ کر لڑنے نے طالبان ذمہ داروں کو اس بات کا اصولی فیصلہ کرنے پر آمادہ کر دیا کہ وہ یہاں سے نکل کر گوریلا وار لڑ کر امریکیوں کو زمین پر آنے کے لیے مجبور کر دیں۔اسی لئے طالبان مجاہدین دور دراز علاقوں سے اپنی قوت سمیٹ سمیٹ کر منتشر ہو رہے تھے۔
عثمان بھائی نے بتلایا کہ ایک دن ہمارے قریب ہی مورچہ زن سیف الرحمٰن منصور اپنے ساتھیوں سمیت دن بارہ بجے کے قریب منتشر ہو گئے اور اس خط پر فقط ہم ہی باقی رہ گئے تھے۔ہم نے اپنے مخابرہ سے کابل مرکز رابطہ کر کے تمام صورتحال سے انہیں آگاہ کیا تو وزارتِ دفاع نے تازہ ترین معلومات کے تبادلہ کے بعد ہمیں بھی بگرام کے مورچے خالی کر کے نکلنے کا کہہ دیا۔اس وقت پسپائی اختیار کرنے پر ہمیں شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔کیونکہ دشمن بڑی تیزی سے ہمارے اوپر حملہ آور ہو رہا تھا۔ہمارے گروپ نے بگرام خط سے پسپائی کا سفر جاری رکھا اور دن رات سفر کرتے ہوئے موسمی سختیوں اور بھوک و پیاس کی صعوبتیں اٹھاتے لگ بھگ 4 روز کے سفر کے بعد ابھی سروبی کے آثار نظر ہی آئے تھے کہ ایک مجاہد (ہمراہی) حالتِ نزع تک پہنچ گیا۔ساتھی اپنا حال چھوڑ کر اس ساتھی کی طرف متوجہ ہوئے تا کہ اس کے بقیہ سفر کا کوئی خاطر خواہ انتظام کیا جا سکے۔لیکن اس جری مرد نے اشارے سے ضد کی کہ مجھے یہیں چھوڑ دو۔غالباً میرا وقت پورا ہو چکا ہے۔ہم نے اسے تسلی دیتے ہوئے بہت سمجھایا لیکن وہ بضد رہا۔
آخر کار امریکی فضائی بمباری اور شمالی اتحاد کے خونخواروں کی زمینی پیش قدمی سے افرادی قوت کو محفوظ رکھنے کے لیے ہم نے اس مجاہد ساتھی کی بات کو قبول کرتے ہوئے اس کے پاس پانی کی بوتل اور روٹی کے چند ٹکڑے رکھ کر اسے سمجھایا کہ طبیعت سنبھل جائے تو نیچے بستی کی طرف سفر کر لینا۔ہم

نے دلوں پر پتھر رکھتے ہوئے پرنم پلکوں کے ساتھ اس مجاہد کو اللہ کے سپرد کر کے آگے کا سفر شروع کر دیا۔

سروبی سے پہلے تک ہم مختلف گروپوں کی صورت میں قریباً 350 مجاہد اکٹھے ہو چکے تھے۔ یہاں پر اکثر ساتھیوں نے باہم مشورہ کر کے فیصلہ کیا کہ ہم بذریعہ سڑک جلال آباد سے طورخم کے راستے پاکستان جائیں گے۔ لیکن ہم 30 ساتھی اس منصوبے سے متفق نہ ہو سکے اور گرفتاری کے خدشہ کے پیشِ نظر پہاڑوں میں ہی سفر کرتے ہوئے اپنی منزل کی طرف جانے کا فیصلہ کیا۔

ہم تو اپنی تدبیر کر رہے تھے لیکن اللہ تعالیٰ کی تدبیر کچھ اور ہی تھی۔ تھوڑا سفر کرنے کے بعد پہاڑوں میں ظہر کی نماز کی تیاری کرنے ہی والے تھے کہ ایک باریش افغانی سے ٹکراؤ ہو گیا۔ انہوں نے ہمیں پوچھا ''کیا تم طالبان ہو؟'' ہم نے ہاں میں جواب دیا تو اس نے دریافت کیا کہ کہاں کا ارادہ ہے؟ ہم نے اسے پاکستان جانے کا بتلایا۔ اس افغانی نے پرنم آنکھوں کے ساتھ ہمیں مہمان نوازی کی پیش کش کی اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ آپ لوگوں کے اگلے سفر میں دشمن نے پہاڑوں کے درمیان جگہ جگہ کمین لگا رکھی ہے۔ اس لئے آپ میرے ساتھ بستی میں چلیں۔ ہماری بستی کے ڈرائیور حضرات رات کو واپس آئیں گے ان سے آپ لوگوں کے لیے محفوظ راستہ کا تعین اور مشورہ کر کے آپ کو بحفاظت منزل تک پہنچانے کی کوئی سبیل نکالی جائے۔

اس مہمان نواز افغانی کے ساتھ اس کی بستی میں جا کر ہم لوگوں نے وہ دن اور رات ان کی مہمان داری میں گزارا اور رات کو کئی روز کے بعد نرم بستروں میں راحت بھری نیند لی۔ انہوں نے بہترین اور لذیذ کھانوں سے ہماری خدمت کی۔ اگلی سویر مقامی ہمدرد رہبر کی مدد سے ہم نے دریائے کابل کشتی کے ذریعے عبور کیا۔

عثمان بھائی بتاتے ہیں کہ اس تمام تگ ودو سے پہلے ایک اور واقعہ بھی ہمارے ساتھ پیش آیا تھا۔ وہ یہ کہ افغان ہمدرد مہمان نواز سے پہلے سروبی میں ایک بندہ نے جو خود کو عزت اللہ کے نام سے ظاہر کرتا رہا اور ہم سے یہ کہتا رہا کہ وہ ہمیں بارڈر کراس کرا دے گا لیکن آپ لوگوں کا اسلحہ آپ کو مشکلات میں ڈال سکتا ہے۔ اس لئے آپ لوگ اپنا اسلحہ یہاں کسی کے پاس جمع کرا دو۔ یا امانتاً میں اسلحہ رکھ کر آپ لوگوں کا امین بن جاتا ہوں۔ تاکہ آپ مزید مشکلات میں گھرے بغیر اپنی منزل تک پہنچ جاؤ۔ چنانچہ ہم نے اسلحہ اکٹھا کر کے اس کے حوالے کر دیا۔ یہ شاید ہماری سادگی تھی یا حالات کا دباؤ کہ ہم نے اس شخص پر اعتبار کر لیا اور وہ شخص اسلحہ جمع کرنے کے بعد واپس آنے کا کہہ کر گیا اور واپس نہ آیا اور غائب ہو گیا اور ہماری مشکلات دوچند کر گیا۔

بہر کیف دریا عبور کرنے کے بعد سروبی سے کرایہ کی ایک ہائی ایس ویگن میں 15 افراد بیٹھ گئے اور بقیہ دوسری گاڑی میں سوار ہو گئے۔ ہمارے والی گاڑی کی فرنٹ سیٹ پر دو افغانی بیٹھے ہوئے تھے۔ سروبی سے بحفاظت ہم جلال آباد پہنچ گئے۔ یہاں پر آن کر پتہ لگا کہ طالبان جلال آباد بھی چھوڑ چکے ہیں۔ بات تو بڑی تشویش کی تھی۔ گاڑی کے ڈرائیور نے جلال آباد اڈے میں جا کر گاڑی روک دی۔ گاڑی کی فرنٹ سیٹ پر بیٹھے دونوں افغانی نیچے اتر گئے تو ڈرائیور نے ہمیں بھی نیچے اترنے کا کہا۔ لیکن ہم نے انکار کر دیا کہ تم نے تو ہم سے طورخم بارڈر پر پہنچانے کا معاوضہ لیا تھا۔ اس نے کہا کہ نہیں میں نے صرف جلال آباد تک کا ہی طے کیا تھا۔ ابھی ہماری ڈرائیور کے ساتھ تو تکار جاری ہی تھی کہ دو افراد جو کہ افغانی تھے آ کر فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئے اور ڈرائیور سے طورخم کی طرف چلنے کا کہا۔ فرنٹ سیٹ پر بیٹھنے والے دونوں افغانیوں کی پراسرار شخصیت ہمیں سمجھ نہ آ سکی۔

ہم نے ڈرائیور کی تکرار سے اندیشوں میں گھرے ہوئے تھے کہ ان دو افراد نے رہی سہی کسر بھی پوری کر دی اور ہم طرح طرح کے وسوسوں میں گھر گئے۔ دوسری چیز جس نے ہمیں حیرت میں ڈالا وہ یہ تھی کہ جب ہم مہمان نواز لوگوں کی بستی سے نکل رہے تھے تو وہاں کے بزرگوں نے ہماری پگڑیوں کو پکول (ایک افغانی طرز کی ٹوپی) سے بدل کر ہمارا حلیہ تبدیل کر دیا تھا۔ ان چند باتوں نے ہمیں مزید ذہنی الجھن میں ڈال رکھا تھا۔ اس پکول کے پہننے کا ہمیں جگہ جگہ فائدہ بھی ہوا۔

گاڑی والے نے گاڑی کو اڈے سے نکال کر طورخم کا رُخ کیا۔ راستے میں پہلا پھاٹک آیا تو وہاں پر موجود ایک پہریدار نے گاڑی رکوائی اور ڈرائیور سے منزل کا پوچھا تو ڈرائیور نے طورخم منزل بتلائی۔ اسی دوران اس پھاٹکی نے گاڑی کا دروازہ کھول کر تلاشی لینا چاہی اور گاڑی کے مسافروں سے پوچھا از تو کجا آمدی؟

ہم نے کہا کہ سروبی سے آ رہے ہیں۔ ہماری خستہ حالی کی وجہ سے اس نے اپنے ساتھیوں کو کہا مہمان است۔ مراد یہ ہمارے قیدی ہیں۔

ایک مجاہد ساتھی نے گاڑی کا دروازہ زور سے بند کر دیا اور فوراً ہی ڈرائیور نے بھی گاڑی دوڑا دی۔ ہمارے لبوں کی حرکت نے اسے روکے رکھا تھا۔ دراصل تمام ساتھی مسنون دعاؤں میں مصروف تھے۔ اور لبوں کو حرکت دے کر اپنے رب سے مدد کی درخواست کر رہے تھے۔ ہماری تدبیر 5 روزہ

پیدل سفر اور کاوشیں کام نہ آسکیں۔ فقط نصرف خداوندی سے ہی ہم ان مشکلات سے نکل سکے اور دشمن بھی ناکام ہو گیا۔

کچھ سفر مزید طے کرنے کے بعد ایک اور پھاٹک والوں نے روکا تو ڈرائیور نے غصہ کے ساتھ مخاطب ہو کر کہا ''ابھی تو تلاشی دے کر آرہے ہیں اب پھر کس چیز کی تلاشی کے لیے رُکیں'' اور گاڑی دوڑا دی۔ پھاٹک والے دیکھتے ہی رہ گئے اور گاڑی کا پیچھا کرنے کی ان کو ہمت نہ ہوئی۔

مسلسل 4 گھنٹے تک ہم سفر کرتے رہے۔ آخر ایک جگہ رُک کر صورتحال کا جائزہ لیا اور پھر گاڑیاں ایک کچے راستے پر اتار دیں اور مشورہ سے طے ہوا کہ بارڈر کراسنگ والا مرحلہ سمگلنگ والے روٹ سے رات کی تاریکی میں طے کیا جائے تاکہ مزید کسی الجھن سے دوچار نہ ہونا پڑے۔

طورخم بارڈر پر پہنچ کر فرنٹ سیٹ پر براجمان دونوں افغانیوں کی پراسراریت کا بھی بھید کھُل گیا کہ یہ کون ہیں اور ان کے گاڑی میں بیٹھتے ہی ڈرائیور نے ہمارے ساتھ تو تکار ختم کر کے طورخم جانے کی حامی فوراً ہی کیوں بھر لی تھی۔

دراصل سقوط کے بعد ننگرہار کے علاقہ جلال آباد اور سروبی وغیرہ کے اڈوں پر طالبان نے رہنمائی کے لیے اپنے آدمی بٹھا رکھے تھے جو پاکستان کی طرف جانے والے مہاجر مجاہدین کا انتظار کرتے اور پھر انہیں بحفاظت بارڈر تک پہنچا دیتے۔

ہم تو ایک رہبر کے ساتھ رات کی تاریکی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے سمگلنگ والے روٹ سے بارڈر کراس کر گئے۔ لیکن جن ساتھیوں نے بذریعہ روڈ سفر کرنے کے لیے ہم سے علیحدہ ہو کر سفر کیا تھا ان کے بارے میں معلوم ہوا کہ ان میں سے اکثر گرفتار ہو کر بگرام، پل چرخی جیل اور گوانتانا موبے (کیوبا) کے زندانوں میں پہنچ گئے۔

''ہجرت کے ایام میں رمضان المبارک کی آمد''

بہت سے مجاہدین طرح طرح کی تکالیف اور صعوبتیں اٹھاتے ہوئے کسمپرسی کی حالت میں بارڈر کراس کر کے میر علی، عیدک اور میران شاہ کے طول و عرض میں پھیل گئے اور اکثریت کو ان کے آبائی اوطان کی طرف رخصت کر دیا گیا تھا۔ اور کچھ کو علاقہ میں ہی منتشر کر دیا تھا۔

اب یہاں عیدک میں ہمارے 7,6 آدمیوں کی تشکیل (جماعت) ہی کام کر رہی تھی۔ جن کا کام رابطے کرنا۔ ازبک، تاجک، عرب مجاہدین کے خاندانوں کو افغانستان سے مقامی لوگوں کے ہمراہ مل کر بحفاظت میر علی تک لانا شامل تھا۔ ہمارے یہ مجاہدین خوست، گردیز اور شاہی کوٹ جا جا کر ازبک و دیگر مہاجر خاندانوں کو یہاں لاتے اور ان خاندانوں کو ''وانا'' جنوبی وزیرستان میں لا لا کر آباد کرتے رہے۔ گردیز میں ترکستانی اور ازبک بچوں کا ایک بڑا مدرسہ چل رہا تھا۔ اب وہاں سے ان 300 بچوں کو لے کر آنا تھا۔ لابنگ اور ڈیل وغیرہ کر کے ان بچوں کو ہماری تشکیل بحفاظت میر علی لائی اور مولوی شمس اللہ صاحب کے گھر ان تمام بچوں کو پہنچا دیا۔

معصوم، شرارتی اور تیز طرار بچے جب گاڑیوں سے اترے تو قابو میں نہ آرہے تھے۔ اور اٹھکیلیاں کرتے ہوئے ادھر ادھر دوڑنے بھاگنے لگے۔ انہوں نے مولوی شمس اللہ صاحب کو بہت تنگ کیا۔ لیکن مولوی صاحب کے کیا کہنے، انہوں نے بڑی شفقت اور پیار محبت سے ان بچوں کی پرورش کی اور ان کو ناز و نعم سے پالا۔ ان کی خوب دیکھ بھال کی۔ ان چھوٹے شرارتی بچوں نے تمام قسم کی پریشانیوں اور الجھنوں کو ذہن سے اتار کر رکھ دیا۔ مولوی شمس اللہ صاحب ان بچوں کی دلفریب شرارتوں سے محظوظ ہوتے اور انہیں کبھی نہ ڈانٹتے۔ راتوں کو جاگ جاگ کر ان کا خیال رکھتے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ مولوی شمس اللہ صاحب کو اجر عظیم سے نوازے (آمین)

انہی ایام میں رمضان المبارک کا بابرکت مہینہ بھی آ گیا اور تسبیحات، ذکر و اذکار، نوافل و تلاوت کے روح پرور اعمال کی ترتیب بھی روزمرہ کے کاموں میں شامل ہو گئی اور رحمت و انوار سمیٹنے کی کوششیں تیز کرتے ہوئے دیگر امور کو بھی جاری رکھا۔ سحر و افطار کی تیاریوں سے بے نیاز اپنے اپنے کام میں مگن رہے۔

اکثر سحر کے اوقات میں مخابراتی رابطے شروع ہوتے تو افطار تک دیگر بابرکت معمولات کے ساتھ ساتھ جاری رہتے۔

قندوز میں محصور مجاہدین سے مخابراتی رابطے

راقم مولوی شمس اللہ صاحب کی بیٹھک میں مخابراتی رابطے کرتا تو شرارتی معصوم بچوں کے شور اور رونے چلانے کی آوازوں سے بھی لطف اندوز ہوتا رہتا اور کبھی روتے ہوئے بچے کو پیار پچکار کرتا تو وہ اور زیادہ رونے لگتا۔ رونے کی وجہ پوچھتا تو کہتا کہ ابوحمزہ نے میرا منہ چڑایا ہے۔ کوئی کہتا

فلاں نے مجھے پانی نہیں پینے دیا۔ الغرض راقم ان معصوم فرشتوں کی شرارتوں بھری اداؤں سے محظوظ ہوتا رہتا اوران بچوں کے تیار ہوکر باہر چلے جانے کے بعد تسلی سے اپنے مخابراتی رابطے شروع کر دیتا۔ سحری کے وقت اکثر قندوز والے ساتھی بھی آن لائن ہوتے اوران سے اس وقت رابطہ آسانی سے ہو جاتا تھا۔ ایک دن قندوز سے کمانڈر سلطان بھائی نے ہمارے ساتھ رابطہ کر کے کہا کہ آج کل آپ میر علی میں ہوتو ڈیرہ سے میرے والد صاحب کو بلوا کر میرا مخابراتی رابطہ ہی کرا دیں۔ راقم نے سلطان بھائی سے ان کے والد صاحب کا فون نمبر لے کرانہیں اپنے پاس بلوالیا۔

کمانڈر سلطان بھائی کے والد محترم سابقہ فوجی تھے۔ اور سارا سسٹم سمجھتے تھے۔ اس لئے انہوں نے کہا کہ میں تو اپنے بیٹے سے بات کرلوں گا لیکن گھر والوں کو کیسے بتاؤں گا کہ میں بیٹے سے بات کر کے آیا ہوں۔ میں ان کی ساری بات سمجھ گیا اوراپنے پاس موجود خالی کیسٹوں کے ذخیرہ میں سے ایک کیسٹ اٹھائی اوراسے سسٹم کے ساتھ ریکارڈنگ کے لیے منسلک کر کے خود باہر چلا گیا۔

سلطان بھائی کے والد صاحب تنہائی میں بیٹھ کر باتیں کرتے رہے اور باپ بیٹے کی آپس میں ہونے والی گفتگو کی ریکارڈنگ کو ساتھ لے کر خوشی خوشی گھر چلے گئے۔

''مسعودیوں کے ہاتھوں گرفتار ساتھیوں سے رابطہ اوران کی رہائی''

ایک دن میں اپنے مخابراتی سسٹم کے ساتھ چھیڑ چھاڑ میں مصروف تھا کہ ایک انوکھی صورتحال کا سامنا کرنا پڑا۔ ایک نامعلوم اورانجانی سی آواز سے مجھے کال آئی۔ میں نے آواز کوغور سے سنالیکن وہ میرے رابطے میں پہلے کبھی نہ آئی تھی۔ میں نے چاک وچوبند ہوکر وہ کال اٹینڈ کرلی۔

دوسری جانب کمانڈر سلطان بھائی کے (گرائیں) ہم وطن سلیمان بھائی بول رہے تھے۔ میں بڑا حیران ہوا کہ سلیمان بھائی! اورفوراً پوچھا کہ آپ کہاں سے بول رہے ہو؟

انہوں نے انکشاف کیا کہ میں کمانڈر عمر نامی مسعودی کے ہاں سے بول رہا ہوں اور ہم یہاں پر 25 ساتھی گرفتار ہیں۔ انہوں نے ہمیں دشتِ ارچی سے گرفتار کیا ہے۔ اوراب میں خواجہ غار سے بات کرر ہا ہوں۔ مجھے آپ کے مخابرہ کی فریکوینسی یاد تھی اوراس کمانڈر نے اپنے ساتھیوں سے چھپا کر ہمیں یہاں رکھا ہوا ہے۔ تا کہ وہ ہمارے بدلے رقم حاصل کر سکے۔ سلیمان بھائی نے کہا کہ ہم میں سے 22 پاکستانی اور 3 ازبک ہیں۔ راقم نے اسے کمانڈر عمر مسعودی سے بات کرانے کا کہا تو کمانڈر آ گیا۔ اس سے ان اسیران کے بارے میں پوچھا تو اس نے فی نفر 6000 ڈالر مانگے۔ ہم سب کمانڈر کے جواب پرخوش ہوئے کہ چلو رہائی کی کوئی سبیل تو بنی۔ پھر کمانڈر عمر مسعودی سے تمام ساتھیوں کے ساتھ فرداً فرداً بات کروانے کا کہا تو اس نے تمام ساتھیوں سے بات بھی کرادی۔ راقم نے ریکارڈنگ سسٹم کے ذریعے تمام ساتھیوں کی آواز میں ان کا نام مع ایڈریس، فون نمبرز ریکارڈ کر لئے۔

پھر ان کے گھروں میں اطلاع دی اورصورتحال بتاتے ہوئے تاکید کی کہ کسی سے کوئی بات نہیں کرنی اور نہ ہی کسی قسم کی کوشش کرنی ہے۔ ورنہ نقصان کا احتمال ہے۔ چند ساتھیوں کے گھر والوں نے تاکید کے برعکس انفرادی کوششیں شروع کر دیں۔ چندہ بھی جمع کیا گیا لیکن اس سے مسائل نے جنم لینا شروع کر دیا۔

پھر بڑے ذمہ داران نے چندہ جمع کرنے کے سلسلہ کوختم کر کے خود وارثین کو سمجھا بجھا کر خاموش بٹھا دیا۔ اور کوششیں تیز کر دیں۔

سب سے پہلے اس ڈیل کے لیے مناسب بندے وساتھی کا چناؤ تھا جو یہ کام آسانی سے کر سکے۔ اس کام کے لیے ناصر سواتی بھائی کو ماہر سمجھا گیا جو ایسے کاموں کے تجربہ کار سمجھے جاتے تھے۔ اورانہوں نے یہ کام کر کے بھی دکھا دیا۔

بھائی ناصر سواتی کے سسرال تالقان میں تھے۔ اس لئے بھائی ناصر سواتی کو زیادہ مشکلات کا سامنا نہ کرنا پڑا۔ انہوں نے کمانڈر عمر مسعودی سے مک مکا شروع کیا۔ دس لاکھ فی نفر سے سودا شروع ہوا اور ایک لاکھ پاکستانی روپے میں فی نفر کی آزادی کا سودا طے ہو گیا۔ بھائی ناصر سواتی خود 2,2 ساتھیوں کو تخار سے کابل اور کابل سے جلال آباد ہوتے ہوئے پشاور آتے۔ اس طرح ان کو تمام ساتھیوں کو آزاد کرانے میں چھ ماہ کا عرصہ لگا۔

2001ء میں ہونے والی امریکی جارحیت کا بیسواں دن جاری تھا اور قندوز میں محصور مجاہدین کا مستقبل واضح نہ ہو پا رہا تھا۔ اس لئے مخابرہ پر میر علی سے ہدایات کے مطابق مخابرچی خالد جتوئی بھائی کو پاکستانی مجاہدین کے نام وایڈریس ریکارڈ کرانے کا کہا گیا۔

بھائی خالد جتوئی نے مسلسل 2 دن تک 2500 کے قریب پاکستانی مجاہدین کے نام مع ایڈریس وفون نمبرز پڑھ پڑھ کرریکارڈ کروائے۔ خالد بھائی جب تھک جاتے تو دس منٹ کا وقفہ کرنے کے بعد پھر ریکارڈنگ شروع کرادیتے۔ تین کیسٹوں میں ریکارڈ اس مواد کو پھر متعلقہ شعبہ کے حوالے کر دیا

گیا۔انہوں نے دن رات محنت کر کے دو ماہ میں یہ ایڈریس نوٹ کیے۔ پھرانہوں نے ان پتہ جات پر جاجا کر وارثین کو تسلی دی۔

محصور مجاہدین کا دفاع اور تاجک مجاہدین............

مفلوک الحال طالبان نے قندوز میں محصور کثیر مجاہدین کی بقاء اور دفاع کے لیے خانہ آباد، علی آباد اور چار درہ کی پہاڑیوں پر مضبوط خط قائم کر رکھا تھا۔ بھائی خالد جتوئی نے مجھے تمام صورتحال سے آگاہ کرتے ہوئے بتایا کہ کمانڈر سلطان بھائی خانہ آباد والے خط پر صورتحال کا جائزہ لینے کے لیے جارہے تھے کہ راستہ میں دشمن سے مڈبھیڑ ہوگئی۔ یہ جنگ بڑے قریب سے لڑی گئی۔

دونوں فریقین غلط فہمی کی بناء پر ایک دوسرے کے قریب آ گئے تھے۔ بعد میں معلوم پڑا کہ دوسرا فریق طالبان نہیں بلکہ مسعودی ہے اور انہیں بھی ہمارے طالبان ہونے کا یقین ہوگیا۔اس طرح دوبدو جنگ چھڑ گئی۔ کمانڈر سلطان بھائی کے ساتھ کمک زیادہ تھی اور جنگی میدان بھی ان کے لئے سازگار تھا۔اس لئے دشمن کو کافی جانی و مالی نقصان اٹھانا پڑا اور وہ بھاگ گیا۔

عینی شاہدین کے مطابق یہ ایک بڑی کارروائی تھی۔لیکن موجودہ حالات میں اس کارروائی کی زیادہ اہمیت نہ تھی۔ کیونکہ قندوز سے طالبان مجاہدین انخلاء چاہ رہے تھے۔تاہم اس جھڑپ سے مجاہدین کے حوصلوں کو تقویت ملی۔حوصلے بلند ہوئے۔ مستقبل میں امریکی بمباری کا خدشہ تھا جس کی وجہ سے مشکلات آنی تھیں۔ کیونکہ طالبان فضائی برتری سے قاصر تھے۔اور امریکہ کا زیادہ انحصار بمباری پر ہی تھا۔

ایک دن اس مستحکم خط کو امریکی بمبار طیاروں نے ملیامیٹ کر ہی ڈالا۔شمالی اتحاد کا اوپی طالبان سامنے دور پہاڑوں پر مورچہ زن تھا اور واضح اور صحیح اہداف کو نشانہ بنوا رہا تھا۔اس کے علاوہ امریکی طیاروں کو ڈرون اور سٹیلائیٹ بھی بمباری میں مدد دے رہے تھے۔

شدید بمباری اور دیگر حالات کے پیشِ نظر پاکستانی مجاہدین کو پروگرام کے مطابق پیچھے واپس قندوز بلوالیا گیا اور ان کی جگہ تاجک مجاہدین نے لے لی۔

بھائی خالد جتوئی نے اس تبدیلی کی وجہ بتلاتے ہوئے کہا کہ بڑے کمانڈانوں کے مشورہ سے تاجک مجاہدین نے ایک جنگی چال چلی ہے۔ انہوں نے طالبان کمانڈروں کو بتایا کہ آپ مورچے ہمیں دے کر واپس قندوز کی طرف چلے جائیں۔ پھر ہم احمد شاہ مسعود کے کمانڈروں سے مذاکرات کر کے آہستہ آہستہ تسلیم ہو جائیں گے۔ہم ایک ہی قوم و نسل سے ہیں۔اس لئے جلد ہی سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔

تاجک مجاہدین کی جب درہ بنگی کے مورچوں پر تشکیل ہوگئی تو انہوں نے مسعودیوں سے مذاکرات کرنے کا کہا۔ وہ مسعودی کمانڈروں کو یہ باور کرانے میں کامیاب ہوگئے کہ یہ ہمارا آپسی معاملہ ہے۔اور اسے ہم خود ہی مذاکرات سے حل کر لیتے ہیں۔ مسعودی جھانسہ میں آگئے اور مذاکرات کرنے میں کامیاب ہونے کے بعد شمالی اتحاد والے تاجک مجاہدین کو اپنے ٹرکوں میں سوار کر کے تالقان لے گئے۔ بقول بھائی خالد جتوئی یہ معاملہ احسن طریقہ سے سازگار انجام کے ساتھ ختم ہوگیا۔

''مزار شریف سے پسپائی اور رضیہ سلطانہ سکول''

ہم لوگ جن دنوں کابل میں تھے اور ابھی پسپائی اختیار کر کے میر علی بارڈر نہیں پہنچے تھے۔ راقم اپنے مخابرہ کے فرائض سرانجام دے رہا تھا۔ 9 نومبر 2001ء کو مزار شریف میں نفاذ شریعت محمدی کے لوگ پسپائی کے لیے تیار نہ تھے۔ انہوں نے رضیہ سلطانہ سکول کو اپنا مستقر بنا رکھا تھا۔ پھر اس سکول میں مجاہدین اسلام پر شمالی اتحاد، ہزارہ جات نے ظلم کی وہ داستانیں رقم کیں کہ الامان والحفیظ سکول کی دومنزلہ عمارت پر انہوں نے تابڑتوڑ حملہ کر دیا۔ شمالی اتحاد والوں اور شیعوں نے لوکیشن بتا بتا کر امریکی طیاروں سے اس عمارت پر بم گروائے۔ پھر دوبدو زمینی جنگ بھی ہوئی۔لیکن مجاہدین کی مزاحمت سے تنگ آ کر انہوں نے ایک بار پھر امریکی طیاروں کی مدد چاہی۔امریکی طیاروں نے اس چھوٹی سی عمارت کے بخیے ادھیڑ کر رکھ دیئے۔

راقم بذریعہ مخابرہ اس جنگ میں ہونے والی تمام گفتگو سن رہا تھا۔ شمالی اتحاد والوں نے مُلا (مذاکراتی کمیٹیاں) بھیج بھیج کر محصورین کو تسلیم ہونے کا کہا۔ محصورین مان بھی گئے تھے۔لیکن جب باہر نکل کر محصورین گرفتاریاں دینے لگے تو شمالی و شیعہ فوجیوں نے دغابازی کرتے ہوئے فائر کھول دیا۔

بالآخر اس سکول میں 600 کے قریب محصورین شہادت پا گئے اور 300 محصورین کو قیدی بنا لیا گیا جبکہ مستند اعداد و شمار کے مطابق 900

مجاہدین لاپتہ کر دیئے گئے۔قوی امکان ہے کہ ان لاپتہ افراد کو شمالیوں نے دشتِ لیلیٰ میں زندہ درگور کر دیا ہوگا۔ہم بھی کابل سے پسپائی کے بعد میر علی بارڈر کراس کر کے عیدک آ چکے تھے۔انہی دنوں شمالی اتحاد سے قندوز کے محصورین کے کماندان ملا فضل اخند کے مذاکرات بھی جاری تھے۔ارباب ہاشم ان مذاکرات میں مرکزی رابطہ کار تھے۔یوں یہ سلسلہ بڑھتا ہوا سیٹلائیٹ فون پر عبدالرشید دوستم سے ڈائریکٹ ہوگیا۔عبدالرشید دوستم نے ملا فضل اخند کو محفوظ راہداری کی آفر کر دی۔

ملا فضل اخند نے اس پیشکش کو شوریٰ کے سامنے رکھ دیا۔طویل بحث و مباحثہ و مشاورت کے بعد علماء کرام کے فیصلہ کی روشنی میں ہتھیار پھینک کر محفوظ راستہ کی آفر کو قبول کر لینے کا طے ہوگیا۔اس موقع پر ملا فضل اخند نے ملا برادر، ملا داداللہ کو چند مرکزی کمانداروں کے ہمراہ بلخ کے ایک کمانڈر کی گاڑی میں سوار کر کے کسی خفیہ محفوظ مقام کی طرف روانہ کر دیا اور خود شوریٰ کے فیصلے کے مطابق محفوظ راستہ اختیار کرتے ہوئے پسپائی اختیار کر لی اور مزار شریف روانہ ہو گئے۔

''قلعہ جنگی''

ملا فضل اخند اور شوریٰ کو یہ اندیشہ لاحق تھا کہ شمالی اتحاد والے پاکستانی عرب و دیگر غیر ملکی مجاہدین کو خصوصی طور پر گرفتار کر کے ان کو امریکی و صلیبی افواج کے ہاتھوں بیچ کر لمبی رقمیں وصول کرنا چاہتے ہیں۔شمالی اتحاد والوں کو ویسے تو تمام مجاہدین اسلام سے خار (دشمنی) تھی۔لیکن مہاجر مجاہدین بالخصوص ان کو ایک آنکھ نہ بھاتے تھے۔اس نفرت، تعصب اور جارحیت کا اظہار بار ہا شمالیوں کی جانب سے ہوا جس کا ریکارڈ میڈیا پر کثرت سے موجود ہے۔

اس لئے ملا فضل اخند کا سب سے اہم کام غیر ملکی مہاجرین کو مقامی طالبان کی آڑ میں محفوظ راہداری کے ذریعے نکالنا تھا۔طالبان نے بازار سے پگڑیاں خرید خرید کر عرب، افریقی، امریکی و دیگر غیر ملکی مجاہدین کو پہنا کر حلیہ تبدیل کر کے قندوز سے نکالنے کی کوششیں کیں۔

بھائی خالد جتوئی مخابرچی قریباً لمحہ بہ لمحہ صورتحال سے مجھے آگاہ کرتے رہے۔انہوں نے مہاجرین کے اس قافلہ کی روانگی کا بھی بتلایا۔ 24 نومبر 9 رمضان المبارک کو اس قافلہ کے ساتھ تاریخی غداری کی گئی اور مزار شریف سے باہر ہی 3 کلومیٹر دور واقع قلعہ جنگی میں اس قافلہ کو بھیج دیا گیا۔ جبکہ طے شدہ معاہدے کے مطابق اس قافلہ کو دشتِ حیراتان سے ہوتے ہوئے ضلع بلخ پہنچنا تھا۔لیکن اس قافلہ پر اعتماد کی چھاپ لگا کر شمالیوں نے پہلے سے ہی نیت کھوٹی کر رکھی تھی۔

تمام مجاہدین کو قلعہ جنگی اتار کر ان کی باری باری تلاشی شروع کر دی گئی۔شمالی اتحاد اور شیعوں کے دو معروف کمانڈر اس عمل کی نگرانی کر رہے تھے۔تلاشی کے نام پر انسانیت کی تذلیل کی جا رہی تھی اور مجاہدین کی عزتِ نفس مجروح کرتے ہوئے ناروا سلوک کیا جا رہا تھا۔اسی دوران ایک عرب مجاہد کی جیب میں پاکٹ سائز قرآن مجید تھا۔ایک شیعہ نے تلاشی کے دوران قرآن مجید کو نکال کر زمین پر پٹخ دیا۔جس سے عرب مجاہد جذباتی ہوگیا اور قرآن کی توہین کا بدلہ لینے کی ٹھان لی۔اس بہادر اور نڈر عرب مجاہد نے اپنی قمیض میں چھپائے ہوئے ہینڈ گرنیڈ کی پن نکال کر دو کمانڈروں کے درمیان جا کر اسے پھٹا دیا۔اس طرح شیعہ ہزارہ کمانڈر اسد اللہ اور کمانڈر نادر علی موقع پر ہی مردار ہو گئے۔عرب مجاہد ناموسِ قرآن پر جان فدا کر کے حیات جاوداں پا گیا۔ شاید افغانستان میں صلیبی جنگ کے خلاف یہ پہلا فدائی حملہ تھا۔

اب قلعہ جنگی کا ماحول سنگین صورتحال اختیار کر چکا تھا۔ ہزارہ گان شیعہ غصہ میں بپھرے ہوئے تھے کیونکہ ان کے نزدیک قرآنِ مجید کی اہمیت............؟

ازبک فوجی جلد ہی بپھرے ہوئے شیعوں کے آگے کھڑے ہو گئے کیونکہ تمام اسیران ان کے لیے چلتے پھرتے بینک تھے جن کو وہ امریکی ڈالروں کے حصول کے لیے سنبھالے ہوئے تھے۔انہیں اپنے چھوٹے چھوٹے دو کمانڈروں کے مردار ہو جانے کا کوئی غم نہ تھا۔ بلکہ وہ تو ان مجاہدین کو سونے کی چڑیا سمجھ رہے تھے۔

لیکن یہاں پر باہمت مجاہدین نے بے سروسامانی کی پرواہ کیے بغیر مزاحمت کر دی جس سے جنگ چھڑ گئی۔مجاہدین نے قلعہ جنگی میں شجاعت و جوانمردی کی تاریخی داستانیں رقم کیں۔ یہاں پر امت مسلمہ کے ان جوانوں نے جنون و وفا کی ایسی داستانیں رقم کیں جن پر امت مسلمہ کو ہمیشہ ناز رہے گا۔حتیٰ کہ دشمنوں نے بھی اس معرکہ میں جوانمردی دکھانے والے مجاہدین کی دلیری کو سراہا۔

قلعہ جنگی میں بے سروسامان ''مجاہدین کی دلیرانہ بغاوت'' کو دبانے کے لیے بے تحاشہ طاقت استعمال کی گئی۔اس ظلم و بربریت پر متعدد ڈاکو

منٹریز اور کتابیں تحریر کی گئیں جواب بھی ریکارڈ میں موجود ہیں اور باآسانی دستیاب ہو سکتی ہیں۔

''قندوز سے انخلاء''

جب 600 غیر ملکی مہاجر مجاہدین کو محفوظ راہداری کے ذریعے طالبان کی آڑ میں قندوز سے نکالنے کی کوشش کی گئی تو 9 رمضان المبارک کو مکمل اور محفوظ راہداری کے نام پر ایک اور ڈرامہ کھیلا گیا۔ جس سے تمام قافلہ اور منتظمین آخر وقت تک بے خبر رہے۔ عصر کے وقت سے تھوڑا پہلے مجاہدین کا انخلاء شروع ہو گیا۔ طے شدہ روٹ مزار شریف شہر میں داخل ہوئے بغیر چار درہ، دشتِ یرکنگ اور دشتِ حیراتان سے ہو کر قندھار تک پہنچنے کا تھا۔

اس انخلاء کی لمحہ بہ لمحہ روداد راقم کو بذریعہ مخابرہ پہنچ رہی تھیں۔ قافلہ راستہ میں نمازیں ادا کرتا ہوا اپنے سفر پر گامزن چلا جا رہا تھا۔ پھر یہ قافلہ دشتِ یرکنگ پہنچ کر رُک گیا۔ یہیں پر دشمن کا بھید بھی کھل گیا کہ دشمن نے کتنی چالاکی اور ہوشیاری سے مجاہدین کے ساتھ دھوکہ کیا ہے۔

پورا قافلہ دشتِ یرکنگ میں کھلے آسمان تلے پڑا تھا اور ساری رات امریکی طیارے اور گن شپ ہیلی کاپٹر اس قافلہ پر بمباری کرتے رہے۔

26 نومبر 2001ء بروز سوموار بمطابق 11 رمضان المبارک دشتِ یرکنگ میں بچے کھچے ساتھیوں سے فرداً فرداً اسلحہ وغیرہ لے کر ان کو ٹرکوں میں ٹھونس ٹھونس کر لے جایا جانے لگا۔ اسی دوران بھائی خالد جتوئی کی بھی باری آ گئی۔ انہوں نے مخابرہ وہاں پر موجود سینئر ساتھی بھائی عبدالعلیم صدیقی صاحب کے حوالہ کرتے ہوئے راقم سے الوداعی سلام وفی امان اللہ کہا اور پھر لوٹ کر نہ آیا............

مخابراتی رابطہ عارضی طور پر کٹ چکا تھا۔ ساڑھے دس بجے پھر بھائی عبدالعلیم صدیقی صاحب سے دوبارہ رابطہ ہوا۔ ہم ساتھ ساتھ اس تمام صورتحال کو ریکارڈ بھی کر رہے تھے۔ بھائی عبدالعلیم صدیقی صاحب نے رندھی ہوئی آواز میں بتلایا کہ تمام ساتھی جا چکے ہیں اور ہم یہاں دشت میں بیٹھے اپنی قسمت کے فیصلہ کے منتظر ہیں............ یکدم خاموشی............ پھر چند ثانیے بعد دوبارہ بات شروع ہوئی............ سامنے ایک لینڈ کروزر آ رہی ہے............ پہنچ گئی ہے............

ہم ان کی باتیں سن کر اپنے آپ کو بے بس سمجھتے ہوئے بہت پریشان اداس اور مغموم ہو گئے تھے۔ اب تو صدیقی بھائی کی باتیں بھی سمجھ نہ آ رہی تھیں............ بس اتنا یاد ہے............ جب انہوں نے دلگیر آواز میں اللہ حافظ کہا۔

بعد میں ان کی ریکارڈ شدہ کیسٹ سنی تھی۔ وہ کہہ رہے تھے ہمارے متعلق ابھی فائنل ہونا ہے کہ ہمیں کہاں لے کر جانا ہے؟............ ہم سے کوئی غلطی کوتاہی ہو گئی ہو تو معاف کرنا............ باقی دَم رہا تو ملاقات ہو گی............ اللہ حافظ............

پھر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس فریکوینسی سے خاموشی............

اس طرح یہ آخر 9 ساتھی جن میں کمانڈر سلطان، کمانڈر نعمان، کمانڈر راشد کشمیری عرف چیتا، عبدالعلیم صدیقی اور دیگر برادرانِ اکرام دشمن کے ہاتھوں باقاعدہ گرفتار ہو گئے۔

پھر ان اسیرانِ اسلام کو ٹرکوں میں چڑھایا گیا۔ ٹرکوں سے کنٹینروں میں بھیڑ بکریوں سے بھی بدتر طریقہ سے ٹھونسا گیا۔ پھر اس قافلہ سے دشتِ لیلیٰ کے ان قصوں نے جنم لیا جس پر انسانیت نے بھی ماتم کیا۔ اس ظلم کی مکمل روداد محمد ناصر خان کی آپ بیتی ''آتش وخوں سے دریچۂ زنداں تک (سابقہ نام طالبان پر کیا بیتی) میں پڑھ کر مکمل صورتحال سے آگاہی حاصل کی جا سکتی ہے۔ اور اس موضوع پر میڈیا پر بھی بہت کچھ لکھا اور دکھایا جا چکا ہے۔

''کمانڈر سلطان''

پرعزم اور راسخ العقیدہ سلطان بھائی سے راقم کی پہلی ملاقات درہ سالنگ پر ہوئی تھی۔ موصوف دینی لحاظ سے زرخیز زمین ڈیرہ اسماعیل خان کے رہائشی تھے۔ آپ نے کم عمری میں ہی اپنی خداداد جنگی وانفرادی صلاحیتوں کے بل بوتے پر جہادی زندگی میں نمایاں مقام حاصل کیا تھا۔

دنیا بھر میں ازبک، عرب مجاہدین اپنی جہادی محنت کی وجہ سے مشہور ہیں۔ راقم نے بارہا مشاہدہ کیا کہ ازبک و عرب مجاہدین سلطان بھائی کی کارکردگی سے بہت مطمئین ہوئے تھے۔ ازبک کمانڈر جمعہ خان غنگانی جیسے بلند پایہ کمانڈر بھی اس کو جنگی محاذوں پر بطور کمانڈر دیکھ کر خوش ہوا کرتے تھے۔

سلطان بھائی نے عملی طور پر تاجک، بنگالی، عرب، ازبک اور پاکستانی مجاہدین کی کمان کی۔ طالبان میرٹ سسٹم سخت ہونے کی بناء پر جملہ

اوصاف کی وجہ سے ہی محاذوں اور مورچوں پر جنگی کمان ملتی ہے۔ ان کی خوش قسمتی کہ وہ طالبان مرکزی کمانڈانوں کے دل میں جگہ پا گئے۔

راقم کا 1996ء کی پہلی ملاقات سے لے کر تا دمِ شہادت موصوف کمانڈر کے ساتھ ہی زیادہ وقت گزرا۔ راقم کے ساتھ کمانڈر سلطان بھائی کی خصوصی شفقت تھی۔ وہ دوبدو جنگوں میں متعدد بار زخمی بھی ہوئے۔ بیک وقت اتنی زیادہ ذمہ داریوں کا مطلب ایک مجاہد ہی جان سکتا ہے۔ اور اتنی مصروفیت ایک تنخواہ دار شخص بھی ادا نہیں کر سکتا اور اتنی ذمہ داریوں کو نبھانا کسی تنخواہ دار کے لیے ممکن بھی نہیں۔ لیکن یہ باہمت نوجوان خوش اسلوبی سے تمام ذمہ داریوں پر پورا اترتا رہا۔ اس کی ہمت صرف رضائے الٰہی کے حصول کی وجہ سے ہی تھی ورنہ یہ ہمت مال و دولت سے حاصل نہیں ہوتی۔

ان کی ساری زندگی دشمن کے محاصروں میں، کمین میں پھنسے ہوئے۔ کمین لگانے میں، دفاع کے مورچوں پر، دشمن پر چڑھائی کرنے اور انتظامات کے سلسلہ میں دن رات سفر کرنے میں گزری۔ ان کے اس اعلیٰ کردار کی بدولت ان کے گاؤں سے کثیر نوجوانوں نے میدانِ جہاد کا رُخ کیا۔

باشرع سلطان بھائی نے اپنی زندگی ہمیشہ سنت کے مطابق گزارنے کی سعی کرنے میں گزاری۔ کمانڈر سلطان بھائی تقریر و وعظ بھی عمدہ کر لیتے تھے۔ اور سامع ان کی تقریر و عمل سے متاثر ہو کر ان کا معتقد ہو جاتا تھا۔ نرم خو طبیعت کے مالک ہونے کی وجہ سے ایک ذمہ دار شخصیت ہونے کے ساتھ ساتھ ہمارے قریبی دوست بھی تھے۔ گھر میں ان کا زیادہ دل نہ لگتا تھا اور جلد ہی چھٹی گزار کر واپس محاذ پر تشریف لے آتے تھے۔ ان کی جہادی زندگی کا زیادہ عرصہ شمالی افغانستان کے محاذوں پر ہی گزرا۔ وہ وہاں کی ثقافت، رہن سہن، رسم و رواج اور دشمن سے خوب اچھی طرح واقف تھے۔

اپنی شہادت کے آخری ایام میں وہ قندوز میں مجاہدین کے ہمراہی تھے۔ اگر وہ چاہتے تو بآسانی قندوز سے نکل سکتے تھے۔ لیکن ان میں احساس ذمہ داری بدرجہ اتم موجود تھی۔ اس لئے وہ قافلہ کے آخر میں نکلے۔

راقم کے ساتھ کمانڈر سلطان بھائی کی آخری گفتگو دشتِ ریگنگ سے بذریعہ مخابرہ ہوئی تھی۔ اس گفتگو میں موصوف کمانڈر سلطان بھائی سے راقم نے کہا کہ

شاید ہماری ملاقات اس دنیا میں اب نہ ہو سکے اور اللہ تعالیٰ آپ کو شہادت کی خلعت سے نواز دیں۔ اور اب شاید ہماری ملاقات اگلے جہان میں ہی ہو تو ہماری شفاعت بھی کر دینا۔ شاید اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے فضل و کرم سے نواز دے۔ انہوں نے اپنی فطری مسکراہٹ بکھیرتے ہوئے کہا بس............اتنی سی بات............

جہاد سے جڑے رہنا اور کسی حال میں بھی اسے ترک نہ کر دینا۔ انشاء اللہ تسلی رکھو ابھی دنیا میں بھی ملیں گے۔

عرصہ دراز تک دشمن کے ساتھ آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دادِ شجاعت دینے والا یہ عظیم کمانڈر شمالی اتحاد کی بدعہدی کا شکار ہوا۔

راقم کے ساتھ آخری مخابراتی رابطہ کے بعد ان اسیران کو لوہے کی قبروں (کنٹینروں) میں بند کر دیا گیا۔ پھر وہ ان ہزاروں مجاہدین کے ہمراہ دشتِ لیلیٰ میں کھودی گئی اجتماعی قبروں کی نذر ہو کر شہادت کے عظیم رتبہ سے سرفراز ہو گیا۔

انا للہ و انا الیہ راجعون.

کسی شاعر نے شاید کمانڈر سلطان بھائی شہیدؒ کے پیغام کو اپنے لفظوں میں اس طرح دوام بخشا ہے۔

وضو ہم اپنے لہو سے کر کے خدا کے ہاں سرخرو ہیں ٹھہرے
ہم عہد اپنا نبھا چلے ہیں۔ تم عہد اپنا بھلا نہ دینا

”قندھار سے پسپائی“

میر علی بارڈر پار کر کے ہم قدرے منظم ہو چکے تھے اور امیر المؤمنین حفظ اللہ تعالیٰ کے فرمان پر عمل کرتے ہوئے ابتدائی کام شروع کر چکے تھے۔ ریکی، جملہ امور اور ماحول کی معلومات حاصل کرنے کے لیے قندھار کی جانب سفیر بھائی کو روانہ کیا کیونکہ قندھار ابھی تک طالبان مجاہدین کے زیر کنٹرول تھا۔ سفیر بھائی نے واپس آ کر بتلایا کہ طالبان کا قندھار میں کوئی محاذ بنانے کا ارادہ نہیں ہے۔ اور وہ قندھار سے انخلاء کا اصولی فیصلہ کر چکے ہیں۔ اور اس شہر کو پرانے منتظم ملا نقیب اللہ کو واپس دینے لگے ہیں۔ اس لئے وہاں فی الحال مجاہدین روانہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

افغانستان میں فوری طور پر دوبارہ جنگ کرنے کے لیے ابھی حالات سازگار نہ تھے۔ اس لئے ہم نے ادھر میران شاہ میں ہی ابتدائی کاموں پر توجہ دینی شروع کر دی۔ واپس آنے والے مجاہدین سے رابطہ اور مقامی افغان مجاہدین سے بھی روابط جاری و ساری رکھے اور آئندہ لائحہ عمل ”گوریلا وار“

میں معاون طریقہ کار پر تیاری شروع کر دی اور 07 دسمبر 2001ء کو قندھار سے مجاہدین نے انخلاء شروع کر دیا۔ مجاہدین امیر المؤمنین کے فرمان پر عمل کرتے ہوئے پہاڑوں پر چلے گئے۔

قندھار سے مجاہدین کے انخلاء کے بعد راقم مخابرہ سسٹم پر اپنے فرائض نبھار ہا تھا کہ طالبان مجاہدین کے عظیم المرتبت منتظم جو طالبان مجاہدین کو پھر سے میدانِ کارزار میں فاتحانہ انداز لئے داخل ہونے کے لیے تیار کرنے کی انتھک کوششوں میں مصروف تھے شہادت پا گئے۔ قندھار سے انخلاء ہونے کی خبروں کے ساتھ ساتھ راقم کو انتہائی اندوہناک خبر مولوی احمد اللہ چیف انٹیلی جینس کی شہادت کی ملی۔

مولوی احمد اللہ چیف انٹیلی جینس کی شہادت

جب اکتوبر 2001ء میں صلیبی جارحین نے امریکہ کی قیادت میں افغانستان پر حملہ کیا جس کے نتیجہ میں مجاہدین شہروں سے نکل کر پہاڑوں میں روپوش ہو گئے۔ تو قاری احمد اللہ شہیدؒ نے بلا تاخیر امریکہ، صلیبیوں اور ان کے حواریوں کے خلاف مسلح جہاد شروع کر دیا۔ انہوں نے بعض سیکیورٹی مصالح کی بناء پر صوبہ پکتیکا کو اپنا مسکن بنایا۔ صوبہ پکتیکا دشمن کے انٹیلی جینس اداروں کے تعاقب کے پیشِ نظر انتہائی مناسب تھا۔ کیونکہ قاری احمد اللہ صاحب کا نام دشمن کے انتہائی مطلوب افراد میں سرفہرست تھا۔ دشمن کا خیال تھا کہ قاری صاحب کو گرفتار کر کے ہم مجاہدین کے بارے میں تفصیلی معلومات حاصل کر لیں گے۔ کیونکہ وہ اس سے قبل امارت اسلامیہ کے دور میں انتہائی اہم عہدوں پر فائز رہے تھے۔ امریکی وصلیبیوں کی یلغار کے بعد یہی کوشش رہی تھی کہ مجاہد رہنماؤں اور مرکزی شخصیات کو گرفتار یا شہید کیا جائے تا کہ یہ لوگ دوبارہ مجاہدین کو منظّم نہ کر سکیں۔ لیکن دشمن کے سخت دباؤ اور جاسوسی کے باوجود قاری احمد اللہ شہیدؒ جیسے اکابرین کی موجودگی میں طالبان مجاہدین اپنی صفوں کو منظّم رکھنے میں کامیاب رہے۔

"لیحق الحق ویبگل الباطل ولو کرہ المجرمونO" (الانفال ۸)

ترجمہ:۔

تا کہ حق کا حق ہونا اور باطل کا باطل ہونا ثابت کر دے، گو یہ مجرم لوگ ناپسند ہی کریں۔

تعلیم و تعلم اور جہاد و حکومت میں سالوں کی محنت کے بعد راہِ جہاد کا یہ انتھک مجاہد شوال 1422ھ بمطابق نومبر 2001ء میں شہادت کے عظیم رتبہ پر فائز ہو گیا۔

"من المؤمنین رجال صدقوا ماعاھدواللّٰہ علیہ فمنھم مّن قضٰی نحبہ ومنھم من ینتظر وما بدّلوا تبدیلاO" (الاحزاب ۲۳)

ترجمہ:۔

مؤمنین میں سے کچھ ایسے مرد بھی ہیں جنہوں نے اللہ سے کیا ہوا وعدہ سچا کر دیا۔ ان میں کچھ ایسے ہیں جنہوں نے اپنی نذر پوری کر دی اور ان میں سے کچھ ابھی تک انتظار کر رہے ہیں اور اپنے عہد میں انہوں نے کوئی تبدیلی نہیں کی۔

قاری احمد اللہ شہیدؒ امریکیوں کو انتہائی مطلوب تھے۔ اس سے قبل بھی پکتیکا اور خوست میں ان کو شہید کرنے کے لیے ان پر دو مرتبہ بمباری ہو چکی تھی۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے ان کو محفوظ رکھا۔ تیسری مرتبہ صوبہ پکتیکا کے ضلع "نکی" میں ان پر بمباری ہوئی جس میں وہ نومبر 2001ء میں اپنے 6 ساتھیوں سمیت شہید ہو گئے۔ جن میں غازی ابوطلحہ بھی شامل تھے۔

پکتیکا میں ان کا قیام مولوی طٰہٰ کے گھر میں تھا۔ جو امارت اسلامیہ کے دور حکومت میں پکتیکا کے گورنر بھی رہے تھے۔ اس بمباری میں مولوی طٰہٰ کے گھر کے 12 افراد بھی شہید ہوئے تھے۔ قاری احمد اللہ شہیدؒ کی شہادت کا واقع بیان کرتے ہوئے مولوی طٰہٰ بتاتے ہیں کہ!

قاری احمد اللہ شہیدؒ نے امارتِ اسلامیہ افغانستان کے سقوط کے بعد پھر سے مجاہدین کو منظّم کرنے اور امریکہ کے خلاف محاذوں کی تشکیل کے لیے دن رات محنت شروع کر دی۔ انہوں نے پکتیکا، پکتیا، اور خوست کے تین صوبوں میں قبائلی سرداروں، علاقائی راہنماؤں، جہادی کمانڈروں، علماء اور عوام سے مسلسل ملاقاتیں شروع کر دیں۔ ان کی کوشش تھی کہ ایک بار پھر مجاہدین کو منظّم کر کے امریکہ کے خلاف جہاد کا آغاز کیا جائے۔ پکتیکا ضلع نکی میں

ہمارا گھر تھا۔

انہوں نے مجھے کچھ ضروری جہادی امور کی انجام دہی اور کچھ ضروری پیغامات پہنچانے کے لیے صوبہ زابل میں ایک سابق جہادی کمانڈر کے پاس بھیج دیا۔ زابل پہنچ کر معلوم ہوا کہ کمانڈر موصوف پکتیکا آ گئے ہیں۔ میں وہیں پکتیکا پہنچا اور قاری صاحب کا پیغام ان کو پہنچایا۔ کمانڈر موصوف کے تعلقات کافی وسیع تھے۔ انہوں نے اپنی معلومات کی روشنی میں بتایا کہ ''قاری صاحب سے کہنا کہ امریکی آپ کی تلاش میں مارے مارے پھر رہے ہیں۔ کچھ دنوں کے لیے اپنی جہادی سرگرمیوں کو معطل کر کے گوشہ نشین ہو جائیں''۔

میں وہاں متعلقہ امور سرانجام دینے کے بعد واپس قاری صاحب کی جانب آیا تاکہ انہیں تفصیلات سے آگاہ کر دوں۔ راستہ میں ملا سیف الرحمٰن منصور سے بھی ملاقات ہوگئی۔ انہوں نے اطمینان دلایا کہ ''ہم نے تیاری کر لی ہے البتہ قاری احمد اللہ صاحب نے بھی الحمدللہ بہت کام کیا ہے۔ انشاء اللہ ہم اللہ کی مدد و نصرت سے عنقریب دوبارہ امریکی غاصبوں کے خلاف جہاد کا آغاز کر دیں گے''۔

میں پکتیکا شہر کی جانب روانہ ہوا۔ راستے میں اپنے کچھ رشتہ داروں سے ملاقات کا بھی ارادہ کیا تھا۔ لیکن وہاں جا کر پتہ چلا کہ سب ''نکی'' چلے گئے ہیں۔ جہاں امریکی طیاروں نے بمباری کی ہے۔ مجھے قطعاً یہ خیال نہ آیا تھا کہ یہ بمباری میرے گھر پر ہی ہوئی ہوگی یا قاری احمد اللہ صاحب اس بمباری میں شہید ہو چکے ہوں گے۔ میں وہاں سے اپنے گاؤں پہنچا۔ گاؤں کی سڑک پر دوکانوں کے پاس اپنی گاڑی سے اترا تو گاؤں والے روتے چلاتے میرے پاس پہنچے۔ انہوں نے بتلایا کہ تمہارے گھر پر بمباری ہوگئی ہے۔ جس میں تمہارے دو بھائیوں مولوی جانان اور مولوی اسماعیل سمیت گھر کے 12 افراد شہید ہو گئے ہیں۔ میں نے فوراً مہمانوں کا پوچھا تو انہوں نے بتلایا کہ وہ بھی سب کے سب شہید ہو گئے ہیں۔

اس وحشیانہ بمباری میں قاری احمد اللہ صاحب اور ان کے 6 ساتھی اور میرے گھر والے 12 افراد بھی شہید ہو گئے۔ صرف میرے شہید ہونے والے بھائیوں مولوی جانان کا ایک بیٹا اور بھائی مولوی اسماعیل کی ایک بچی اتفاقیہ طور پر قدرت الٰہی سے زندہ بچ گئے تھے۔ وہ اس طرح کی بمباری میں ایک بم گرنے سے دونوں مٹی تلے زندہ دب گئے تھے۔ جبکہ دوسرے بم کے گرنے سے مٹی ادھر اُدھر ہٹ گئی اور دونوں زندہ سلامت باہر آ گئے۔

گاؤں والوں نے سب میتوں کی تدفین کر دی تھی۔ سہ پہر کو لوگوں کی بھیڑ کچھ کم ہوئی تو میں نے پوچھا کہ قاری احمد اللہ شہیدؒ کی قبر کونسی ہے۔ لوگوں کی نشاندہی پر میں نے دو ساتھیوں کی مدد سے قبر کی کھدائی شروع کر دی تاکہ قاری احمد اللہ شہیدؒ کا جسد خاکی ان کے آبائی علاقے غزنی کے ضلع خوگیانو منتقل کیا جا سکے۔ قبر کشائی کر کے میں نے تابوت کا ڈھکن اٹھایا تو دیکھا کہ قاری صاحب کا چہرہ پسینہ سے شرابور تھا۔ ان کی مونچھوں میں بھی پسینہ تھا۔ ان کے پیٹ پر زخم آئے تھے اور دونوں پاؤں بھی کٹ چکے تھے۔ ان کے جسد خاکی سے عجیب طرح کی خوشبو آ رہی تھی۔ تابوت باہر نکال کر میں نے گاڑی کا انتظام کیا اور چند ساتھیوں سے کہا کہ آپ لوگ گاڑی کے ساتھ جائیں۔ میں کسی اور راستہ سے آ جاؤں گا۔

اتنی دیر میں قندوز کے مولوی یٰسین صاحب بھی آ گئے۔ انہوں نے بتایا کہ ارگون کا راستہ مخالفین نے بند کر رکھا ہے۔ ہر گاڑی روک کر لوگوں سے آپ کے بارے میں پوچھا جا رہا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ آپ نہ جائیں ہم خود ساتھ چلے جائیں گے۔ میں نے کہا ٹھیک ہے آپ چلے جائیں میں کسی اور راستہ سے آ جاؤں گا۔

میں ''کلالگو'' تک پہنچا تو ساتھی بھی قاری صاحب کی نعش کو لے کر وہاں پہنچ گئے۔ اتنے میں قاری احمد اللہ شہیدؒ کے بھائی اور چند رشتے دار بھی آ گئے۔ میں نے ان سے کہا کہ اس حادثہ کی اطلاع کسی کو نہ دیں اور خاموشی سے قاری صاحب کی تدفین کر دیں۔ میں وہاں سے واپس اپنے گاؤں کی طرف لوٹ آیا۔ وہاں ایک گھر میں بیٹھا تھا کہ اچانک امریکی ہیلی کاپٹروں کی آوازیں آنے لگیں۔ یہ دو ہیلی کاپٹر تھے جنہوں نے میرے تباہ حال گھر کے نزدیک لینڈنگ کی۔ امریکی اہلکار وہاں ملبہ دیکھتے رہے۔ پھر شہداء کی قبروں کو دیکھتے رہے۔ وہاں انہیں قاری صاحب کی میت نہ ملی۔ پھر وہ واپس لوٹ گئے۔

''قاری احمد اللہ شہیدؒ کی اخلاقی خصوصیات''

قاری احمد اللہ شہیدؒ اپنے ساتھیوں میں انتہائی با اخلاق، باکردار، صابر اور حلیم الطبع مشہور تھے۔ تکبر، غرور اور انانیت کی کوئی علامت ان میں نہ تھی۔ ہر ایک کے ساتھ عمدہ اخلاق سے نرمی کا برتاؤ کرتے۔ لوگ ان کے اخلاق حسنہ سے بہت متاثر ہوتے۔ بچپن سے ہی ان کی طبیعت ایسی بن چکی تھی کہ تقویٰ اور اخلاق ان کی فطرت بن چکے تھے۔

تخار سے تعلق رکھنے والے مولوی عطاء الرحمٰن جو پشاور میں قاری صاحبؒ کے ابتدائی اساتذہ میں سے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ قاری صاحبؒ

بچپن سے ہی انتہائی امانتدار اور وفادار تھے۔ بچپن میں جب وہ بہت چھوٹے تھے اور مدرسے کے لیے گھروں سے وظیفہ جمع کیا کرتے تھے۔ اس وقت بھی اگر کوئی ان کو روپیہ، اٹھنی، یا چونی دے دیتا تو قاری صاحبؒ اسے ہرگز خرچ نہ کرتے بلکہ لا کر مدرسہ میں جمع کرا دیتے یا کسی اور طالب علم کو دے دیتے تھے۔ میں نے ایک مرتبہ ان سے کہا کہ یہ پیسے تو لوگ انفرادی طور پر آپ کو دے دیتے ہیں۔ تم دوسروں کو کیوں دے دیتے ہو؟ ان کا کہنا تھا کہ مجھے میری ماں نے نصیحت کی ہے کہ کبھی دوسروں کا حق اور مال نہ کھانا۔

مولوی عطاء الرحمٰن نے مزید کہا کہ جب قاری صاحبؒ وزیر داخلہ اور انٹیلی جینس سربراہ کی حیثیت سے ملک کے انتہائی بڑے عہدوں پر فائز تھے۔ تب بھی وہ میری خیر خبر کے لیے میرے پاس آیا کرتے تھے۔ کافی عرصہ تک وہ میرے پاس آتے رہے۔ یہ ان کی وفاداری اور اساتذہ سے محبت کی بڑی دلیل ہے۔

مولوی محمد امیر جنہوں نے قاری صاحب کے ساتھ ایک ادارے میں کام کیا تھا ان کا کہنا تھا کہ بامیان کی فتح کے بعد جب ہم اس علاقے میں تھے تو میں نے دیکھا کہ وہاں کے لوگوں میں قاری صاحب کا احترام بہت زیادہ تھا۔ لوگ انتہائی عقیدت سے آ کر قاری صاحب کو ملتے اور ان کے ہاتھوں کو بوسہ دیتے۔ انہوں نے قاری صاحب سے درخواست کی کہ اب ہمارے علاقے کے گورنر آپ خود نہیں بنتے تو ایسے شخص کو گورنر بنوائیں جو آپ کو پسند ہو۔

مولوی محمد امیر مزید کہتے ہیں کہ قاری صاحبؒ سے میرا تعلق مدرسہ انوار المدارس میں ہی قائم ہو گیا تھا۔ میں کافی عرصہ سے ان کو جانتا ہوں۔ بلا شبہ وہ انتہائی نڈر مجاہد، باتقویٰ طالب علم اور امانت دار و وفادار ساتھی تھے۔ ان کی شہادت ہمارے لئے بہت بڑا نقصان ہے۔ وہ غزنی کے ضلع خوگیانو کے باشندے تھے اور انتہائی ملنسار، تجربہ کار اور ہوشیار آدمی تھے۔ وہ متاثر کن افکار اور گہری سوچ کے مالک تھے۔

معروف جہادی رہنما استاد محمد یاسر، قاری صاحبؒ کے متعلق فرمایا کرتے تھے۔ ''اگر کوئی چاہتا ہے کہ وہ صحابہ کرامؓ کی زندگی کا مشاہدہ کرے تو وہ قاری احمد اللہ کے ساتھ ایک لمحے کے لیے رہ کر ان کی روزمرہ زندگی کا قریب سے مشاہدہ کر لے۔

قاری صاحبؒ اپنی مسئولیت کے دنوں میں زیادہ عرصہ بامیان میں رہے۔ بامیان کے اکثر علاقوں میں مجاہدین کے خلاف لڑائی چل رہی تھی۔ مخالفین نے یہاں کی عوام میں مجاہدین کے خلاف بہت زیادہ پراپیگنڈہ کیا ہوا تھا۔ اسی لئے یہ لوگ امارت کے خلاف شدید مزاحمت کر رہے تھے۔ مگر قاری صاحبؒ کے حسن اخلاق اور حسن سلوک سے متاثر ہو کر بہت سے لوگوں نے امارت اسلامیہ کی مخالفت ترک کر دی اور مجاہدین کی صفوں میں شامل ہو گئے۔ ان میں حزب وحدت اکبری گروپ کے سربراہ محمد اکبری بھی شامل تھے۔ جو اپنے ساتھیوں، اسلحہ اور دیگر جنگی سامان سمیت امارت اسلامیہ سے آ ملے اور امارت اسلامیہ کے آخری دور تک قاری صاحب کے زیر قیادت دشمن سے برسرِ پیکار رہے۔

امارت اسلامیہ کی حکومت کے عرصہ میں جب محمد اکبری نے امارت اسلامیہ کے سامنے ہتھیار ڈالے تو میں اپنے کچھ صحافی دوستوں کے ساتھ کابل کے P.C ہوٹل میں پہنچا۔ جہاں اکبری صاحب اپنے ساتھیوں سمیت رہائش پذیر تھے۔ پریس کانفرنس کے دوران اپنی باری آنے پر امارت اسلامیہ کے سامنے ہتھیار ڈالنے کے اسباب کے بارے میں پوچھا تو ان کا کہنا تھا

''قاری احمد اللہ جیسے متورع اور مجاہد صفت لوگوں کے اخلاق اور اہل علاقہ سے ان کے حسن سلوک سے متاثر ہو کر میں نے ارادہ کیا کہ امارت اسلامیہ کے ساتھ مل جاؤں اور ان کے شانہ بشانہ مخالفین کا مقابلہ کروں''

قاری صاحب نے امارت اسلامیہ کی صفوں میں جو کردار ادا کیا وہ کسی عسکری طاقت کے زور پر نہیں محض اپنے اچھے اخلاق کے بل بوتے پر ادا کیا۔ انہوں نے امارت اسلامیہ کے بہت سے مخالفین کو محض اپنے اخلاق سے امارت اسلامیہ کی صفوں میں لا کھڑا کیا۔ اس بارے میں مولوی عبدالسلام مسلم کہتے ہیں۔

''مجھے یاد ہے کہ ان دنوں بامیان کے گورنر مولوی محمد اسلام محمدی نے رئیس الوزراء ملا محمد ربانی سے ملاقات کے دوران قاری احمد اللہ کے حسن اخلاق کی بہت زیادہ تعریف کی تھی اور ملا ربانی سے کہا تھا۔

''قاری احمد اللہ کو مزید کچھ عرصہ بامیان میں ہی رکھا جائے۔ مجھے امید ہے کہ تھوڑے عرصہ میں مخالفین ان کے حسن سلوک اور اچھے اخلاق سے متاثر ہو کر دل سے امارت کا ساتھ دینے لگیں گے۔''

قاری صاحب انتہائی متوکل انسان تھے۔ ان کے توکل اور جذبہ فرض شناسی کے متعلق مولوی عبدالسلام مزید کہتے ہیں کہ:۔

قاری صاحب کے مزاج میں توکل بہت زیادہ تھا۔ بامیان میں رہائش کے دوران ہم ان کے ٹھکانے پر ان سے ملاقات کرنے گئے تو انتہائی سنگین حالات کے باوجود قاری صاحب صرف اپنے ایک ساتھی کے ساتھ اپنے ٹھکانے پر موجود تھے۔ اسی طرح جب وہ تخار میں سیکیورٹی سربراہ تھے تو اس کے باوجود کہ وہاں بھی فضا مجاہدین کے خلاف انتہائی سخت تھی، تب بھی وہ لوگوں سے عام میل جول رکھتے۔ جمعہ کی خطابت کے علاوہ بھی عوام سے بیانات اور مواعظ کا سلسلہ جاری رکھتے۔ مسجد میں کھلے عام ملاقاتیں کرتے اور ان کے مسائل سنتے اور فرمایا کرتے تھے۔

''اگرچہ ان خطرناک حالات میں عوام سے میل جول بڑھانا خطرے سے خالی نہیں۔ مگر یہ ضروری بھی ہے۔ ان لوگوں میں امارت اسلامیہ کے خلاف سخت پراپیگنڈہ کیا گیا ہے۔ ان کے ذہنوں میں سوالات بھی ہیں۔ جن کے جوابات دینا اور حل کرنا لازمی ہے''۔

غزنی کے ضلع ناوہ کے باشندے حاجی عبدالباری جنہوں نے کافی عرصہ قاری احمداللہ صاحبؒ کے ساتھ گزارا، وہ کہتے ہیں۔

''قاری صاحب باوجود اس کے کہ وزارت داخلہ کے بڑے منصب پر فائز تھے۔ اور بڑی بڑی رقمیں حاصل کرنا ان کی دسترس میں تھا۔ لیکن انہوں نے کبھی دولت کے لالچ کو اپنے دل میں جگہ نہ دی۔ ایک مرتبہ ہم جب پروان کے ضلع سیاہ گرد کے محاذ پر خط اوّل پر تھے۔ قاری صاحب ان دنوں مرکزی وزیر داخلہ ہونے کے ساتھ ساتھ اس محاذ کے سربراہ بھی تھے۔ انہیں امارت اسلامیہ کی مرکزی قیادت کی جانب سے ایک خط موصول ہوا۔ جس میں قاری صاحب کو وزارت داخلہ سے تبدیل کر کے انٹیلی جینس سربراہ منتخب کرنے کی اطلاع دی گئی تھی۔ خط ملتے ہی قاری صاحب نے محاذ کی ذمہ داری کسی اور کو دی اور مجھ سے کہا ''چلو کابل چلتے ہیں'' انہوں نے اپنی گاڑی وہیں ساتھیوں کے پاس ہی رہنے دی اور عوامی ٹرانسپورٹ میں پروان روانہ ہوئے۔ پروان پہنچ کر اپنی جیبیں ٹٹولیں تو پیسے ندارد۔ میرے پاس بھی بس اتنی ہی رقم تھی کہ گاڑی کا کرایہ ہی ادا کیا جاسکے۔ گاڑی کا کرایہ ادا کرنے کے بعد میں نے ان سے کہا کہ اب کابل کیسے پہنچیں گے؟

پھر انہوں نے پروان میں اپنے ساتھیوں سے قرض لے کر کابل تک پبلک ٹرانسپورٹ میں سفر کیا۔ گاڑی میں بیٹھنے کے بعد انہوں نے مجھ سے کہا کہ اپنا اسلحہ چھپا کر رکھو۔ تاکہ گاڑی والوں کو پتہ نہ چلے کہ ہم سرکاری عہدیدار ہیں اور وہ احساناً کرایہ لینے سے انکار کردیں۔

حاجی عبدالباری مزید کہتے ہیں:۔

قاری احمداللہ شہیدؒ نیمروز کے سیکیورٹی امور کے سربراہ رہے۔ انہی دنوں وہ دشمن کی قید میں بھی چلے گئے تھے۔ رہا ہونے کے کافی عرصہ بعد نیمروز ہی میں وہ شخص مجاہدین کے ہاتھوں قید ہوگیا جس نے ایام اسارت میں قاری صاحب پر بے انتہا تشدد کیا تھا۔ قاری صاحب بتاتے ہیں کہ ''یہ شخص مجھے، مولوی عبدالجبار، ملا عبدالرحیم فرید اور مولوی عبدالباری سب کو ایک ہی زنجیر میں باندھ کر تشدد کیا کرتا تھا۔''

قاری احمداللہ صاحب اسے مخاطب کر کے کہتے ''ظالم! تم نے مجھے عمر بھر کے لیے زخمی کر چھوڑا ہے'' اس ظالم نے ایک مرتبہ قاری صاحب کے سینے پر ایسی زور سے لات ماری تھی کہ قاری صاحب کے سینہ زخمی ہوگیا اور شہادت تک سینے میں درد کی لہر اٹھتی تھی۔ قاری صاحب نے اس ظالم شخص سے کہا کہ تم نے مجھ پر بے انتہا ظلم کیا تھا۔ مگر میں تجھے کوئی سزا نہ دوں گا۔ سزا دینے والی ذات اللہ کی ہے۔ انہوں نے دیگر مجاہدین سے بھی کہا کہ اسے کچھ نہ کہیں۔ ساتھ ہی تحریر بھی لکھ کر دی کہ اگر کوئی کچھ کہے تو یہ تحریر دکھا دینا۔ اسے کہتے ہیں احسان، تبرع اور دشمن کے ساتھ حسن سلوک۔

قاری احمداللہ شہیدؒ ہمدردی، لطافت اور مہربانی کا مجسم نمونہ تھے۔ ان کے چہرے پر ہمیشہ ایک مسکراہٹ سی کھلی رہتی تھی اور ہر کوئی ان کے اچھے اخلاق کا ممنون ہوجاتا تھا۔

یہی وہ مفہوم ہے جسے شاعر نے یوں بیان کیا ہے

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

مولوی احمداللہ شہیدؒ کی محنتیں انشاءاللہ رنگ لائیں گی۔ اور

* اب امیرالمؤمنین حفظ اللہ تعالیٰ اور اس کی جانباز حق وصداقت پر مر مٹنے والی سپاہ سودوزیاں کی حدوں کو پار کر کے عالم کفر کے ساتھ نئی شان سے نبرد آزما ہونے والی ہے۔
* دلوں پر حکمرانی کرنے والے امیرالمؤمنین حفظ اللہ تعالیٰ سے قندھار اداس ہے۔
* اس ہمدرد وغمگسار مرد جری کے نکلتے ہی کوچہ وبازار انسانی درندوں سے بھر گئے۔

* اب یہاں امریکی اتحادی ومقامی میر جعفر وصادق وحامد کرزئی جیسے ضمیر فروش جگہ جگہ مٹی کے بھاؤ دستیاب ہوں گے۔
* اب طالبان کے حق میں حق و باطل کا سازگار، کامیابیوں بھرا جنگی میدان سجنے کو ہے۔
* زمینی جنگ (گوریلا وار) میں طالبانِ حق کو نصرتِ خداوندی سے فتح ملنی ہے۔
* آخر میں ''فاتح طالبان'' نے غیر اسلامی حکومت اور 52 ممالک کی جدید ٹیکنالوجی کو خاک آلود کر کے، کیچوؤں کو دھوپ میں ڈال کر گوریلا وار کے نمک سے ان کی جان کنی کے عالم کا نظارہ کرنا ہے۔

شہداء کے خون کا حساب چکتا کر کے یہاں سرزمینِ خراسان پر پھر سے خلافت راشدہ کا دلآویز پھریرا لہرانا ہے۔ (انشاءاللہ)

انقلابات آتے رہے اور صدیاں گزر گئیں۔ مگر نہ افغان مسلمان بدلے اور نہ ہی سرزمین خراسان افغانستان بدلی دنیا کے فاتحین سرزمین خراسان (افغانستان) کو فتح کرنے کے خواب شرمندہ تعبیر کرنے اپنے اپنے لاؤلشکر سمیت دنیا بھر سے آتے رہے۔ مگر خاکِ افغان نے انہیں کھاد بنا کر ایسا دفن کیا کہ ان کے پسماندگان اپنے سورماؤں کا تذکرہ تک اپنی قومی تواریخ میں کرنا عار سمجھتے رہے۔

تاریخ اپنے آپ کو دہرانے لگی ہے۔ پھر سے لاؤلشکر سمیت آئی ہوئی تمام سپر پاورز کو خدائے ربّ ذوالجلال نے ایک جگہ جمع کر کے ان کو ملیا میٹ اور ذلیل ورسوا کرنے کا ارادہ فرمالیا ہے۔ تمام مجاہدینِ اسلام اپنے دلوں کو ٹھنڈا کرنے کے لئے پر تول رہے ہیں۔

بقول علامہ اقبال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

شامِ غم لیکن خبر دیتی ہے صبحِ عید کی
ظلمتِ شب میں نظر آئی کرن امید کی

آغازِ ملاحم

اللہ تبارک وتعالیٰ کی بے نیاز ذات فساد فی الارض کی مرتکب باطل قوتوں کو تدبیر الٰہی سے پوری دنیا سے سمیٹ کر ان کی شامتِ اعمال کے لیے سرزمینِ افغانستان میں گھسیٹ کر لے آئی۔ مادیت پرستی کے دلدادہ اپنی شان وشوکت اور فخر وغرور کو نمایاں کرتے ہوئے حق پرستوں کے پاس خود ہی چل کر آ گئے اور باطل پرستوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے باطل کے پجاری بھی ان کے ساتھ مل کر آ گئے۔ تمام باطل اقوام اور ان کے نمک خوار جمع ہو کر حق وصداقت کے علمبرداروں کو ملیا میٹ کرنے کی خواہش لے کر انہیں تر نوالہ سمجھ کر ٹوٹ پڑے اور کئی مصلحت پسند اقوام ان مٹھی بھر حق وصداقت کے علمبرداروں کو اقوام باطل کے جتھوں سے ڈرانے لگیں۔ لیکن یہ فرزندانِ اسلام دین حنیف کے پیروکار نہ دبے، نہ جھکے، نہ بکے، نہ ڈرے بلکہ ان کے ایمان اور بھی بڑھ گئے۔

وَلَمَّا رَاَ الْمُؤمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ ۙ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۚ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا ○ ؕ

ترجمہ:۔

''اور جب مومنوں نے (کافروں) کے لشکر کو دیکھا تو کہنے لگے یہ وہی ہے جس کا خدا اور اس کے پیغمبر نے ہم سے وعدہ کیا تھا اور خدا اور اس کے پیغمبر نے سچ کہا تھا اور اس سے ان کا ایمان اور اطاعت اور زیادہ ہوگئی۔''

2001ء میں قندھار سے طالبان کے انخلاء تک صلیبی بمباریوں کے نتیجہ میں 16 سے 19 ہزار تک طالبان مجاہدین اور معصوم شہری شہید ہو چکے تھے۔ اس طرح سقوطِ خلافت کے 80 سال بعد قائم ہونے والی دنیا کی پہلی اسلامی حکومت اور عزیمت واستقامت کا ایک باب اختتام پذیر ہوا۔

اس کے ساتھ ہی جرأت وشجاعت اور مزاحمت و جہاد کے ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔ وہی افغانستان، وہی دین اسلام کے پروانے اور وہی باطل پرست طاقتیں اپنے نئے اور جدیدیت سے لبریز آتشیں اسلحہ پر ناز کرنے والے پہاڑوں سے بلند عزائم کے مالک فاتح طالبان کے سامنے آ گئے۔

شہروں کو خالی کر دینے کے باوجود مجاہدین ایک دن کے لیے بھی نہ تو خود چین سے بیٹھے اور نہ ہی صلیبیوں، اتحادیوں اور ان کے حواریوں کو سکھ کا سانس لینے دیا۔

2001ء کے اواخر میں ہی تورا بورا معرکہ ہوا۔ جس میں صبر و وفا اور جرأت و استقامت کے پیکروں نے صلیبیوں کو ناکوں چنے چبوائے۔
تورا بورا معرکہ میں 80 سے 100 کے لگ بھگ امریکی کمانڈوز جہنم واصل ہوئے۔ اس کے علاوہ بھی امریکیوں پر اکا دکا حملے شروع ہو چکے تھے۔ اس طرح اس سال یعنی 2001ء میں 5 عدد صلیبی ہیلی کاپٹر تباہ ہوئے۔ 4 جاسوسی طیارے ملیامیٹ ہو گئے۔ کمین (گھات) لگا کر حملہ کرنے کی مجاہدین کی 4 کارروائیوں میں 6 عدد ٹینک و بکتر بند تباہ ہوئیں اور 180 صلیبی فوجیوں کی ہلاکتیں بھی 2001ء میں ہی ہوئیں۔

مجاہدین کی گوریلا وار

سقوطِ امارت اسلامیہ افغانستان کے بعد طالبان مجاہدین اپنے مراکز و خطوط چھوڑ کر پسپائی اختیار کر کے پہاڑوں اور آبائی اوطان کی طرف رُخ کر گئے۔ اُن کی یہ پسپائی کسی شکست کی وجہ سے نہ تھی بلکہ یہ نامساعد حالات کے سدِ باب کے لیے اور جدید ٹیکنالوجی کو نصرتِ الٰہی سے ٹکرانے کے لیے تھی۔ تاکہ دنیا اور مادیت پرست لوگ نصرتِ الٰہی کے مظاہرہ کو کھلی آنکھوں سے دیکھ سکیں کہ کوئی طاقت اور جدیدیت و ٹیکنالوجی کبھی بھی اور کہیں بھی قدرت الٰہی کو ہرا نہیں سکتی۔

مجاہدین کی پسپائی کے بعد ہجرت کرنے والے افراد کو افغانستان کے اس پار قبائل نے بہت پیار دیا۔ اب ہم ایک تشکیل کے تحت یہاں سے کسی دوسری جگہ پر منتقل ہونے والے تھے۔ میر علی سے ہم لوگ انفرادی طور پر نکل کر وقتاً فوقتاً وہاں پہنچنا شروع ہو گئے۔ مفتی صغیر احمد صاحب کابل سے طالبان کی پسپائی کے وقت قندھار میں تھے اور وہ مجاہدین کے لیے تین گاڑیاں خرید کر کابل پہنچانا چاہ رہے تھے۔ مفتی صاحب نے سپین بولاک سے گاڑیاں خرید کر راقم سے مخابرہ پر رابطہ کیا اور کابل واپس پہنچنے کا پوچھا۔ میں نے کابل نہ آنے کا مختصر پیغام دے کر قندھار ہی میں انتظار کرنے کا کہا۔ دو دن بعد جب کابل سے طالبان کی مکمل پسپائی ہوگئی تو مفتی صاحب قصہ سمجھ گئے کہ انہیں کابل جانے سے کیوں روکا گیا تھا۔ جب قندھار سے طالبان نے پسپائی اختیار کی تو مفتی صاحب بھی واپس پاکستان چلے آئے۔

اب تمام ساتھیوں نے یہاں سے افغانستان میں دشمنانِ اسلام کو نقصان پہنچانے کی منصوبہ بندی شروع کردی۔ سامنے تگڑا دشمن تھا اور ہم نے مختلف پہلوؤں سے اس کے ساتھ نبرد آزما ہونے کے لیے غور و خوض شروع کر دیا کہ کوئی ایسا لائحہ عمل ترتیب دیا جائے جس سے ٹیکنالوجی سے لیس صلیبی لشکر کو زک پہنچائی جا سکے۔ اور نتائج بھی عمدہ حاصل ہوں۔

ہمارے پروگرام کا سب سے پہلا مرحلہ طالبان قیادت اور مجاہدین سے دوبارہ رابطہ کرنا تھا۔ ہم سب پرانے ساتھی تھے اور افغان جہاد میں افغانیوں اور عرب مجاہدین کے ساتھ کافی عرصہ گزار چکے تھے۔ یہ مرحلہ احسن طریقہ سے جلد ہی طے ہوگیا اور ہمارا رابطہ طالبان کمانڈروں سے باقاعدہ طور پر جڑ گیا۔

مقامی افغان اور مہاجر طالبان افغانستان میں کارروائیوں کا آغاز کر چکے تھے اور 2001ء کے اواخر میں صلیبی افواج کو پہلا چرکہ غزنی اور تورا بورا جیسی کارروائیوں میں لگا چکے تھے۔ لیکن فی الحال ہم جنگ کے نتائج اپنے حق میں بہترین نہ سمجھ پا رہے تھے۔ کیونکہ سامنے آرمڈ گاڑیاں اور ہمارے پاس پرانا روسی ساختہ اسلحہ کلاشن کوف، راکٹ، پی کا اور مارٹر گولے ہی تھے جو آرمڈ گاڑیوں کو زیادہ نقصان نہ پہنچا سکتے تھے۔ جبکہ دوسری طرف کسی بھی جنگی معرکہ کے شروع ہونے کے تھوڑی دیر بعد صلیبی افواج فضائی برتری کا مظاہرہ کرتے ہوئے مجاہدین کے لیے دقت و مشکلات کھڑی کر دیتی تھیں۔

مجاہدین نے اس فضائی برتری کا حل تلاش کرنے کے لیے سوچ بچار شروع کردی اور پھر صلیبی افواج ششدر و حیران رہ گئیں کہ حق و صداقت کے علمبردار مجاہدین نے نصرتِ الٰہی سے اس جدید ٹیکنالوجی کو کس طرح خاک آلود کر کے ناکارہ و ناکام کیا اور مادیت کو قدرت نے کیسے کیسے مجاہدین کے ہاتھوں ہرا کر نصرتِ الٰہی کے مظاہر کو عیاں کیا۔

اس سلسلہ میں مجاہدین نے بہت سی نئی ایجادات کر کے جدید ٹیکنالوجی اور الیکٹرانک و سیٹلائیٹ سہولتوں سے مزین سپر پاور کو چور چور کر دکھایا اور دشمن پر کاری ضربیں لگانا شروع کر دیں۔

شاہی کوٹ مرکز پر صلیبیوں کا زمینی و فضائی حملہ

2001ء میں جس وقت امارت اسلامیہ افغانستان پر امریکہ و صلیبی افواج نے جارحیت کی تو ہم لوگ کابل کے خط بگرام پر مورچہ زن تھے۔

اور ہمارے خط کے مغرب کی سمت میں قراہ باغ وغیرہ کے دفاعی خط پر ملا سیف الرحمٰن منصور صاحب اپنے ساتھیوں سمیت دفاعی جنگ لڑ رہے تھے۔ طالبان ذمہ داران کی ہدایات پر عمل کرتے ہوئے ملا سیف الرحمٰن منصور نے قراہ باغ خط سے پسپائی اختیار کرنا شروع کر دی اور اپنے ساتھیوں سمیت لوگر چلے گئے۔

اس دوران ملا سیف الرحمٰن منصور صاحب نے امارت اسلامیہ کے مسئولین کو مشورہ دیا کہ شمالی اتحاد و صلیبی افواج کی پیش قدمی روکنے کے لیے لوگر یا تیرہ کی پہاڑیوں پر دفاعی خط قائم کیا جائے لیکن امریکیوں کی شدید بمباری اور مصلحت کے پیش نظر آمنے سامنے جنگ کی بجائے گوریلا جنگ لڑنے کا فیصلہ ہوا۔ پھر ملا سیف الرحمٰن منصور صاحب اپنے ساتھیوں سمیت زرمت چلے گئے۔ اسی دوران ملا سیف الرحمٰن صاحب امیر المؤمنین سے تو نہ مِل پائے لیکن وائرلیس پیغام کے ذریعے ان کو ہدایات مل گئیں اور یہ پیغام تھا کہ مجاہدین پہاڑوں کا رُخ کر لیں اور جہادی مرکز بنانے اور گوریلا وار کی کاروائیاں شروع کرنے کی تیاریاں کریں۔

امارت اسلامیہ کے دور سے ہی ملا سیف الرحمٰن منصور صاحب کا مہاجر مجاہدین کے ساتھ خصوصی تعلق اور محبت کا رشتہ قائم تھا اور وہ ہمیشہ اپنے ساتھیوں کو بھی مہاجرین کا خصوصی خیال رکھنے کی تلقین کرتے رہتے تھے۔ وہ اپنے ساتھیوں سے کہا کرتے تھے کہ!

"ہمیں تو شاید مقامی ہونے کی وجہ سے یہ خیال آجائے کہ ہمارا علاقہ یا ہماری حکومت ہے لیکن یہ لوگ خالص اللہ کے دین کے لیے اپنے وطن اور گھر بار چھوڑ کر ہمارے دست و بازو بننے یہاں آئے ہیں۔

سقوطِ کابل کے بعد مہاجر مجاہدین کی اکثریت پکتیا کی طرف منتقل ہوگئی تھی۔ ان میں اگرچہ نوجوان اور بزرگ افراد بھی تھے لیکن زیادہ تعداد لاوارث بچوں اور خواتین کی تھی۔ جن کے سرپرست یا تو شہید ہو چکے تھے یا پھر شمال کی طرف قندوز کے علاقہ میں محاصرہ میں گھرے ہوئے تھے۔

ان مہاجرین میں سے قابل ذکر قاری محمد طاہر یلدوشیف، ابوخباب المصری، عبدالرحمٰن کینیڈین، شیخ ابوعلی، ابوالليث الليبی، سیف العادل، ابو مصعب السوری، زید الخیر، ابومحمد اور عبدالہادی تھے۔ اس کے علاوہ بہت سے عرب، چیچنی، ازبکی اور ترکستانی مجاہدین اور ان کے خاندان تھے۔

ملا سیف الرحمٰن منصور نے جنوبی وزیرستان کے اپنے ایک ساتھی کمانڈر نیک محمد شہیدؒ کے ساتھ مل کر مہاجرین اور ان کے خاندانوں کے افغانستان سے محفوظ انخلاء اور ان کے آبائی اوطان کو واپسی کے انتظامات کرنا شروع کر دیئے۔ اور ہزاروں کی تعداد میں مہاجر خاندانوں کو زرمت، پکتیا اور پکتیکا میں مقامی لوگوں کے ہاں ٹھہرانے کا انتظام کرنے لگے۔ اسی دوران کمانڈر نیک محمد شہید نے وزیرستان میں ان خاندانوں کے لیے جگہوں کا بندوبست کیا۔ مجاہدین کے پاس موجود گاڑیاں اور دیگر سامان بیچ کر یہ رقم بطور زادِ راہ ان خاندانوں کو دے دی گئی۔ پھر ایک خفیہ اور منظّم پروگرام کے ذریعے کراچی کے ساحل تک پہنچایا اور پھر یہاں سے سمندری اور فضائی راستوں کے ذریعے ان کے ممالک کی طرف روانہ کر دیا گیا۔ اس طرح عرب مجاہدین کے کئی گھرانے باعزت اور محفوظ طریقہ سے اپنے اپنے گھروں تک پہنچ گئے۔ مجاہدین کو محفوظ مقامات پر منتقل کرنے کے ساتھ ساتھ ملا سیف الرحمٰن منصور اور ان کے ساتھیوں نے امریکہ کے خلاف مزاحمت کو منظّم کرنے پر بھی بھر پور توجہ دی۔ چنانچہ انہوں نے ضلع زرمت کے جنوبی علاقے شاہی کوٹ کے پہاڑوں میں مرکز بنایا۔ جہاں کبھی روس کے زمانہ میں بھی مضبوط مرکز تھا۔ گردیز اور دیگر علاقوں سے ہلکا اور بھاری اسلحہ یہاں منتقل کیا گیا اور شاہی کوٹ کے درے کے چاروں طرف مضبوط مورچے بنا کر اس کا دفاع مضبوط کیا۔

مجاہدین نے دسمبر 2001ء سے لے کر مارچ 2002ء تک شدید سردی اور انتہائی سخت حالات کے باوجود اس مرکز کو مضبوط بنانے کا کام جاری رکھا۔ یہ وہ وقت تھا جب غاصب صلیبی افواج فضائی اور زمینی ذرائع سے ہر جگہ مجاہدین کی تلاش میں ماری ماری پھر رہی تھی۔ اور تمام مجاہدین و افغان قوم سخت عدم اطمینان اور بے چینی کا شکار تھی۔

ملا سیف الرحمٰن منصور نے ان سخت آزمائشی حالات میں صرف اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی ذات پر توکل کیا اور نامساعد حالات، اسلحے اور ساتھیوں کی کمی اور پوری دنیا سے تنہائی ان کے عزائم کو متزلزل نہ کر سکیں۔ اور نہ ہی جہاد کے عقل پرست مخالفین کے اس واویلے پر کوئی توجہ دی کہ ملا سیف الرحمٰن کی امریکہ کے خلاف مزاحمت صرف پاگل پن، بغاوت اور دیوانے کی بڑ ہے۔ ملا سیف الرحمٰن منصور نے اپنے دوستوں اور مخالفین پر حجت تمام کرنے کے لیے انہیں ضلع زرمت کے مرکز کے قریب ایک کچی مسجد میں اکٹھا کیا۔ پہلے انہوں نے سب کے خیالات سُنے۔ ہر کسی کی رائے مختلف تھی پھر ملا منصور صاحب نے تمام حاضرین کو مخاطب کر کے واضح الفاظ میں کہا!

''اگر چہ میں پورا عالم نہیں ہوں۔ لیکن مجھے الحمد للہ اتنا علم ضرور ہے کہ امریکی کافر حملہ آور ہیں اور ان کو نکالنے کے لیے جہاد فرض عین ہے۔ ہمارے شرعی امیر عالی قدر امیر المؤمنین نے بھی مجھے یہ ہدایت کی ہے کہ ''امریکیوں کے خلاف جنگ ہر حال میں جاری رکھیں''۔

میں آپ لوگوں سے کوئی لمبی چوڑی بات نہیں کرتا، بس اتنا کہتا ہوں کہ جو کوئی چاہتا ہے کہ ہمارے ساتھ مل کر جہاد کرے تو اسے بیعت بالشھادۃ کرنا پڑے گی۔ ہمارے سامنے جہاد کے علاوہ کوئی راستہ نہیں ہے''۔

اتمام حجت کے بعد ملا سیف الرحمٰن منصور نے شاہی کوٹ مرکز پر بھرپور توجہ دی اور معرکہ شاہی کوٹ میں تاریخ رقم کر ڈالی۔

شاہی کوٹ کا معرکہ اور خودساختہ B.M ٹیکنیک

ملا سیف الرحمٰن منصور کی قیادت میں مجاہدین نے منصوبہ بنایا کہ شاہی کوٹ کے اس اہم سٹریٹیجک علاقے میں ایک مضبوط مرکز کے قیام کے بعد موسم گرما کے آتے ہی میدانی علاقوں میں امریکی وصلیبیوں کے خلاف ایک نتیجہ خیز گوریلا وار شروع کر دی جائے۔ اس مرکز (شاہی کوٹ) میں بھاری تعداد میں مجاہد ساتھی تھے۔ ان میں اکثریت طاہر جان یلدوشیف کے ازبک ساتھیوں کی تھی۔

3 مارچ 2002ء کو امریکیوں نے بھاری تعداد میں مجاہدین کی اس مرکز پر موجودگی کی اطلاعات پا کر شاہی کوٹ مرکز پر حملہ کر دیا۔ مجاہدین نے بھی زبردست مزاحمت شروع کر دی۔ امریکی کمانڈوز کے ساتھ ساتھ مجاہدین کی بھی گوریلا وار نوعیت کی یہ پہلی باقاعدہ لڑائی تھی۔ جو تقریباً 2 ہفتے تک جاری رہی۔ اس لڑائی میں امریکیوں کے علاوہ ڈنمارک، آسٹریلیا، کینیڈا، فرانس، جرمنی اور ناروے کی سپیشل فورسز نے بھی حصہ لیا تھا۔

اس لڑائی میں مجاہدین نے زبردست حکمت عملی سے کام لیا۔ مجاہدین نے امریکی فوج کو یہاں کے دشوار گزار پہاڑی راستوں میں پھنسایا اور پھر ان کی خوب درگت بنا کر جہنم واصل کیا۔ مجاہدین امریکی ہیلی کاپٹروں کو پہلے اپنے فوجی اتارنے دیتے اور امریکی کمانڈوز کے ہیلی کاپٹروں سے باہر نکلنے تک کوئی حرکت نہ کرتے۔ جونہی امریکی کمانڈوز نیچے اتر جاتے تو اپنی اینٹی ائیر کرافٹ گنوں سے فائرنگ کر کے حراساں کرتے اور ان کو بھاگنے پر مجبور کر دیتے۔ بعد میں امریکی کمانڈوز کو کمین لگا لگا کر قتل کر دیتے۔

امریکی فوج کی طرف سے اس آپریشن کا نام ''اینا کونڈا'' رکھا گیا تھا۔ امریکی اپنی فوج کی درگت بنتے دیکھ کر فضائی حملے کرنے لگے اور اس لڑائی کے تیسرے دن تک امریکی فضائیہ نے 10,000 سے زائد بم برسائے۔ کیمیائی اور زہریلے مواد کے بموں سے مجاہدین نالاں تھے۔ اور انہیں اس فضائی حملے کا کوئی توڑ نظر نہیں آ رہا تھا کہ نصرت الٰہی سے ایک بات ان کے ذہن میں سما گئی۔ اور بالآخر نصرت الٰہی سے ازبک منصوبہ سازوں نے اس کا حل تلاش کر لیا اور ایک ایسی تکنیک ایجاد کر ڈالی جس سے جدید ٹیکنالوجی کو منہ کے بل گرنا پڑا اور وہ اس نئی افتاد کے اترنے پر سہم گئے اور اپنے فوجیوں اور کمانڈوز کا دفاع نہ کر سکے۔

ازبک منصوبہ سازوں نے BM (بیلسٹک میزائل) کو اس قابل بنایا کہ وہ ہیلی کاپٹروں کے فلائی زون تک پہنچنے سے پہلے نہ پھٹے اور فلائی زون تک یا اس کے قریب پہنچ کر پھٹ جائے۔ ان ماہرین نے بی ایم میزائل کو زمین سے زمین پر مار کرنے کی بجائے زمین سے فضا میں ہیلی کاپٹروں کے فلائی زون تک پہنچنے کے قابل بنا ڈالا۔ وہ اس طرح کہ انہوں نے BM کے اوپری حصہ یعنی سرگلولا کو کھول کر اس کے TNT بارود میں برقی پٹاخی (ڈیٹونیٹر) کو سلامتی فیتہ (آگ دینے والی تار) سے منسلک کر کے لگا دیا اور سلامتی فیتہ کی لمبائی اتنی رکھ دی کہ جب میزائل فائر ہونے کے بعد مطلوبہ بلندی پر پہنچے تو فیتہ کی آگ بھی اس کی رفتار کی مناسبت سے اس وقت تک برقی پٹاخی کو آگ دکھاوے اور بارود کا زبردست دھماکہ ہو جائے۔

اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے ازبک ماہرین نے BM میزائلوں کو آسمان کی طرف رُخ کر کے پتھروں میں پھنسا کر کھڑا کر دیا (بالکل اسی طرح جس طرح شادیوں میں آتش بازی کرنے کے لیے شرلیوں کو چھوڑا جاتا ہے) پھر جیسے ہی فضا میں کسی ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی دیتی تو مجاہدین چوکنا ہو جاتے اور ہیلی کاپٹر بلاخوف وخطر جب ان کی رینج میں آتا تو مجاہدین اس سادہ سی تکنیک کو (شرلی چھوڑنے والی) استعمال کرتے ہوئے میزائل کو زمین سے زمین کی بجائے آسمان کی طرف داغ دیتے۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے ہیلی کاپٹر کے قریب پہنچ کر میزائل زوردار دھماکہ کر دیتا۔ جس سے پائلٹ اسے اپنی خوش قسمتی سمجھ لیتا کہ شکر ہے ہیلی کاپٹر نشانہ بننے سے محفوظ رہا۔ اس سے پہلے کہ دوسرا نشانہ اپنے ہدف پر آ کر لگے یہاں سے نکل جانا چاہیے۔ اس طرح وہ دوبارہ اس طرف حملہ کرنے کی نہ سوچتا۔

ازبک ماہرین کی یہ سادہ سی تکنیک مجاہدین کے لیے بہت بڑی کامیابیوں کی نوید لے کر آئی اور تین دن سے جاری شدید فضائی بمباری سے

امریکی باز آ گئے اور ہیلی کاپٹروں کے بجائے B-52 سے بمباری کا پروگرام بنالیا۔

لیکن سادہ لوح مجاہدین نے B-52 کو بھگانے کے لیے بھی اسی تکنیک میں تھوڑی سی ترمیم یہ کی کہ میزائل کی رینج بڑھا دی اور ساتھ ہی سلامتی فیتہ کو بھی اسی مناسبت سے لمبا کر کے لگا دیا۔ BM اس ترمیم کے بعد B-52 کے فلائی زون تک تو نہ پہنچ سکا البتہ B-52 کو ہراساں کر کے بھگانے کے خوب کام آیا۔ کیونکہ یہ میزائل B-52 کے فلائی زون کے قریب پہنچ کر پھٹ جاتا تھا۔ جس کی وجہ سے صیہونی افواج کے بزدل پائلٹ حواس باختہ ہو جاتے۔ اس طرح مجاہدین پر سے فضائی حملوں کا خطرہ ٹل گیا۔ پھر مجاہدین نے جارح افواج کی سرکوبی شروع کر دی۔

قاری طاہر جان یلدوشیف نے منصوبہ کے مطابق امریکی حملہ کی صورت میں خط پر موجود مجاہدین کو بھاری توپخانہ (ثقیلہ) کے ذریعے کور دینا تھا۔ قاری طاہر جان یلدوشیف نے بھاری توپ خانہ کا بھرپور استعمال کرتے ہوئے مجاہدین کو کور دینا شروع کر دیا۔ خط پر موجود مجاہدین کا ماہر اوپی درست مقامات کی نشاندہی کر کے نشانے لگوا رہا تھا۔ اس زمینی جنگ میں مجاہدین نے صلیبیوں کو چھٹی کا دودھ یاد دلا دیا تھا۔

لڑائی دو ہفتے جاری رکھنے کے بعد امریکی جنرل ''ٹومی فرینکس'' نے لڑائی ختم کرنے کا اعلان کیا اور اس لڑائی میں اپنے نقصانات کے اعداد و شمار بتائے کہ ہمارے 2 ہیلی کاپٹر اور 8 فوجی مردار اور 82 زخمی ہوئے ہیں۔

لیکن یہ تمام اعداد و شمار جھوٹ اور غلط بیانی پر محمول ہیں۔ جبکہ حقائق اس کے بالکل برعکس ہیں اور ان حقائق پر سے پردہ اٹھانے کے لیے چند رپورٹیں صلیبی فوجیوں کی زبانی ہی منظر عام پر آئی ہیں۔ جن میں چند باوثوق رپورٹیں درج ذیل ہیں۔

ایک امریکی فوجی (سارجنٹ) براؤن نے شاہی کوٹ کے معرکے کے پہلے دن کی لڑائی کے بارے میں لکھا ہے کہ!

''لڑائی کے پہلے دن جنگ کی ابتداء کے چند لمحوں بعد فوجیوں سے بھرا ایک ہیلی کاپٹر مار گرایا گیا۔ جس میں سے اکثر فوجی ہلاک اور باقی زخمی ہوئے۔ میں طبی امداد کی ٹیم میں تھا۔ ہماری پوری کوشش تھی کہ اپنے زخمی فوجیوں کو محفوظ مقام تک پہنچا دیں۔ ہم زخمیوں کی طرف چل پڑے۔ ان تک پہنچنے میں ابھی تقریباً 20 میٹر کا فاصلہ تھا کہ ہمارے اوپر میزائلوں اور چھوٹے اسلحہ کی فائرنگ شروع ہوگئی۔ طبی امداد کی ٹیم کے 4 فوجی اہلکار بھی ہلاک ہو گئے۔ اس دن 14 گھنٹے لڑائی جاری رہی۔ دشمن ہمارے اتنا قریب تھا کہ ہمارے جہاز جو 500 کلو وزنی بموں سے لیس فضا میں پرواز کر رہے تھے، کو اجازت نہ دی گئی کہ بمباری کریں کیونکہ خود ہمیں بھی نقصان پہنچنے کا اندیشہ تھا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ ہمارے 18 امریکی فوجی ہلاک ہوئے''۔

(کتاب: افغانستان کے بعد افغان کے باب چہارم سے اقتباس)

''رینڈ کارپوریشن'' جو کہ ایک امریکی دانش گاہ ہے اور رپورٹیں اور تجزیے و تبصرے بیان کرتی ہے۔ رینڈ کارپوریشن شاہی کوٹ معرکے کے حقائق کو اس معرکہ میں شریک ایک امریکی زخمی فوجی کی زبانی بیان کرتی ہے کہ

''سارا میڈیا لوگوں کے سامنے جھوٹ بولتا ہے۔ افغانستان میں ہمیں فتح تو درکنار، اپنی جان بچا کر محفوظ مقام تک پہنچنا ہی مشکل ہوتا ہے۔ وہ اپنے معالج کو ایک واقعات بتاتے ہوئے کہتا ہے کہ میڈیا لوگوں کو فتح اور قابو پا لینے کی خوشخبری سناتا ہے اور ہم فوجی وہاں پر کسی اور شکست اور کرب کو دیکھ چکے ہوتے ہیں۔ اس زخمی فوجی نے بتایا کہ 2002ء کا ایک واقعہ ہے۔ جسے آپریشن ''ایناکونڈا'' (Anaconda) کہا جاتا ہے۔ جس میں شاہی کوٹ کے مقام پر طالبان کمانڈر سیف الرحمٰن منصور کے مرکز پر حملہ کیا گیا تھا۔ ہم سب کو فتح اور مکمل طور پر تباہ کر دینے کے غرور کے ساتھ وہاں لے جایا گیا تھا۔ ہم سمجھ رہے تھے کہ ہماری برتری اس قدر ہے کہ یہ سب طالبان گاجر مولی کی طرح کاٹے جائیں گے۔ صرف ایک ہزار طالبان ہیں اور ہمیں فضائی برتری پہلے سے ہی حاصل ہے۔ ہم ان طالبان کا بھرکس نکال کر یہاں ان کا قبرستان بنا دیں گے۔ لیکن ہمارے اس آپریشن ''ایناکونڈا'' میں ہمارے 16 ہیلی کاپٹر مار گرائے گئے۔ جن میں اپاچی اور چینوک ہیلی کاپٹر شامل تھے۔ مرنے والوں کی تعداد کا اندازہ نہیں۔ البتہ ہمارے 22 سپیشل فورسز کے جوان طالبان نے زندہ گرفتار کر لئے تھے۔ اور مطالبہ کیا تھا کہ گوانتانامو بے کے تمام قیدیوں کو چھوڑ دیا جائے۔

دنیا کو امریکی میڈیا بتاتا رہا کہ ہم نے طالبان کا مرکز تباہ و برباد کر دیا ہے۔ جبکہ ہم میں سے 400 فوجیوں کو واپس بگرام بلا لیا گیا اور ہمیں کہا گیا کہ ہم 22 مغویوں کو بازیاب کرنے کے لیے واپس آ رہے ہیں۔ مطالبہ نہ مانا گیا اور یہ 22 مغوی بھی قتل کر دیئے گئے''۔

یہ وہ حقیقی اطلاعات ہیں جو امریکی و دجالی میڈیا کے ذریعے ہی لوگوں تک پہنچ پائی ہیں۔ شاہی کوٹ معرکہ ایک ایسا معرکہ تھا جس پر کئی ناول اور افسانے بھی لکھے جا چکے ہیں۔

البتہ کمزور ہونے اور قلت افراد کے باوجود طالبان مجاہدین نے اس معرکہ شاہی کوٹ 2002ء میں صلیبی واتحادیوں کو بہت بڑا جانی و مالی

نقصان دے کر نصرتِ الٰہی کی مدد سے شکست دے کر بھگا دیا۔

راقم کا ایک مجاہد ساتھی ازمرے تاجکی بھی اس معرکہ حق و باطل میں شریک تھا۔ اس نے مجھے تفصیلات سے آگاہ کرتے ہوئے بتلایا کہ ہم نے معرکہ شاہی کوٹ میں امریکیوں کے بڑے بڑے ہیلی کاپٹروں کو مار گرایا تھا۔ اور لاتعداد امریکیوں کو جہنم واصل کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے کئی ماہر کمانڈوز کو زندہ گرفتار بھی کر لیا تھا جن کو بعد میں قرآنی آیت مبارکہ!

"فاذا لقيتم الذين كفرو فضرب الرقاب".

ترجمہ:

"جب تم کافروں سے بھڑ جاؤ تو ان کی گردنیں اڑا دو"۔ (سورہ محمد ۴)

کے مصداق ذبح کر کے ان کی گردنوں کو ان کے دھڑوں سے الگ کر دیا۔

اس معرکہ حق و باطل میں جب ملا سیف الرحمٰن منصور صاحب شہادت کی خلعت فاخرہ پہننے میں کامیاب ہو گئے تو آپ کے بعد "ملا عبدالبصیر ہمت" جو کہ "ملا ہمت" کے نام نامی سے مشہور تھے کو امیر مقرر کر دیا گیا۔ اس طرح 2002ء میں طالبان مجاہدین کی گوریلا وار کی یہ سب سے بڑی اور پہلی فتح نصرتِ الٰہی سے ان کا مقدر بنی۔

ملا سیف الرحمٰن منصور کی شہادت

ملا سیف الرحمٰن ایک سچے مجاہد کی طرح شروع سے ہی شہادت کے طالب تھے۔ آپ مخابرہ پر "ثابت" کے نام سے تمام مجاہدین کو جنگ میں ہدایات دیا کرتے تھے۔ کئی بار شدید بمباری کی زد میں آئے لیکن بچ گئے۔ یہاں تک کہ شاہی کوٹ پر جنگ کے ساتویں روز 2002-03-10 کو اللہ تعالیٰ نے آپ کی شہادت کی دعا قبول فرمالی۔

ملا سیف الرحمٰن منصور صاحب کے چھوٹے بھائی عبدالرحمٰن منصور جو کہ شاہی کوٹ کی جنگ میں خود شریک تھے کہتے ہیں کہ

"ہمیں جواد صاحب کی شہادت کی اطلاع تھی اور ان کی لاش تلاش کرنے کے لیے ہم نکل پڑے۔ یہ عصر کا وقت تھا اور ہم شاہی کوٹ کے جنوبی حصے میں واقع "مارزکؤ" نامی گاؤں میں ایک نالے کے کنارے کنارے چلے جا رہے تھے کہ ہم نے ایک بہت ہی میٹھی خوشبو محسوس کی۔ اس میٹھی خوشبو کے تعاقب میں میں اور دیگر مجاہد ساتھی چل پڑے۔ تقریباً 20 میٹر کے فاصلہ پر ہمیں چند لاشیں دکھائی دیں۔ جن کے اردگرد بمباری کے واضح نشانات موجود تھے۔ میں نے اردگرد درختوں میں لٹکے ہوئے کمانداں ملا سیف الرحمٰن منصور کی خاکی رنگ کی ملتانی پگڑی کے ٹکڑے پہچان لئے۔ ایک لاش سے بہت ہی پیاری خوشبو آ رہی تھی۔ اس کا سر جسد پر نہیں تھا۔ میں نے ان کے الٹے ہاتھ اور پیٹ پر لگے زخم کے نشانات سے پہچان لیا کہ یہ تو بھائی کمانداں سیف الرحمٰن منصور صاحب کا جسد خاکی ہے۔ ان کے ساتھ 4 اور لاشیں بھی پڑی تھیں۔ جن میں ایک لاش فضل محمد کی تھی جو ضلع زرمت کا مجاہد ساتھی تھا۔ اور تین مہاجر مجاہدین کی نعشیں تھیں۔ اس گھڑی ہم نے ان لاشوں کی تدفین کا بندوبست کیا اور ملا سیف الرحمٰن منصور صاحب کی لاش کو ہم لوگ زرمت لے گئے۔ اور چند رازدار علماء کی موجودگی میں ان کو سپرد خاک کر دیا۔

مجاہدین کے حوصلے بلند رکھنے کے لیے ملا سیف الرحمٰن منصور صاحب کی شہادت کو اتنا مخفی رکھا گیا کہ خود امریکیوں کو بھی چند سال تک ان کی شہادت کی خبر نہ ہو سکی۔ اور چند سالوں بعد امریکیوں نے طیاروں کے ذریعے ملا سیف الرحمٰن صاحب کی تصاویر گرائیں اور ان کے سر پر انعام مقرر کیا۔ جو کہ امریکیوں کی خفیہ ایجنسیوں کے ضعف کا منہ بولتا ثبوت تھا۔

"جہاد افغانستان کا ایک تابندہ ستارہ"

ملا سیف الرحمٰن منصور جہاد افغانستان کا ایک تابندہ و جاوید ایسا ستارہ ہے جو قیامت تک آنے والے مجاہدین کے لیے مشعل راہ ہے۔ اس چمکتے دمکتے ستارہ کے حالات زندگی اس بات کی عکاسی کرتے ہیں کہ وہ ایک فطری اور پیدائشی مجاہد تھے۔

ملا سیف الرحمٰن منصور نے اپنی شہادت سے تقریباً 42 سال قبل صوبہ پکتیا ضلع زرمت کے علاقے سہاکو کے ایک گاؤں ہیبت خیل میں شہید

مولوی نصر اللہ منصور کے گھر میں آنکھ کھولی۔ آپ کا گھرانہ دینی و علمی تھا۔ آپ کے والد مولوی نصر اللہ منصور (فضل الرحمٰن منصور) کے نام سے مشہور ہوئے۔ آپ کے والد اپنے علاقہ اور ملکی سطح کے دینی عالم و سیاسی رہنما تھے۔ آپ کے والد غزنی کے نور المدارس فاروقیہ سے فارغ التحصیل تھے۔ اور علماء کی خدام الفرقان نامی دینی تنظیم کے اہم ذمہ داروں میں سے تھے۔ مولوی نصر اللہ منصور افغانستان کی سیاسی و دعوتی سرگرمیوں میں حصہ لینے کے ساتھ ساتھ درس و تدریس کا فریضہ بھی سرانجام دیتے تھے۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے اپنے گاؤں ہیبت خیل میں تدریسی حجرہ کھول رکھا تھا۔

سیف الرحمٰن منصور، مولوی نصر اللہ منصور کے دوسرے بیٹے تھے۔ انہوں نے اپنے عالم اور مجاہد والد کے سائے میں پرورش پائی۔ اس طرح بچپن ہی سے ان کی تربیت ایک علمی اور جہادی ماحول میں ہوئی۔

ملا سیف الرحمٰن منصور نے اپنے تعلیمی سلسلے کا آغاز اپنے آبائی علاقے ہیبت خیل میں اپنے والد صاحب کے مدرسہ سے کیا۔ جب داور خان کے دور میں سیاسی علماء کے لیے حالات بہت تنگ ہو گئے تو حالات کی سختی کی وجہ سے مولوی نصر اللہ منصور شہید اپنے اہل و عیال سمیت اپنا آبائی علاقہ چھوڑ کر غزنی کی طرف نقل مکانی کر گئے۔ اور وہاں رہ کر امامت و تدریس اور اصلاحی و سیاسی سرگرمیاں شروع کر دیں۔

ملا سیف الرحمٰن منصور نے اپنا تعلیمی سلسلہ یہاں بھی جاری رکھا۔ لیکن جب یہاں بھی حالات سازگار نہ رہے تو آپ کے والد مولوی نصر اللہ منصور شہید نے اپنے اہل و عیال کو واپس آبائی گاؤں ہیبت خیل بھیج دیا اور خود ڈیورنڈ لائن کے اس پار میران شاہ شمالی وزیرستان تشریف لے آئے۔

کچھ عرصہ بعد جب افغانستان پر کمیونسٹوں کا غاصبانہ قبضہ ہو گیا اور ہجرت کا سلسلہ شروع ہو گیا تو سیف الرحمٰن منصور بھی اپنے باقی گھر والوں کے ہمراہ ہجرت کر کے پہلے شمالی وزیرستان اور پھر پشاور چلے گئے۔ ملا سیف الرحمٰن منصور نے کچھ عرصہ خیبر پختونخواہ کے ضلع ڈیرہ اسماعیل کے علاقے کلاچی اور پھر گوجرانوالہ میں جامعہ عربیہ میں تعلیم حاصل کی۔ پھر کافی عرصہ پشاور میں مدرسہ جامعہ نور المدارس فاروقیہ میں زیر تعلیم رہے۔

یہاں انہوں نے جماعت نہم تک تعلیم حاصل کی۔ پھر جہادی مصروفیات کی بناء پر تعلیمی سلسلہ جاری نہ رکھ پائے۔ عمومی تعلیم کے علاوہ انہوں نے اسلامی دعوت و سیاست کے موضوع پر کچھ مخصوص کورسز بھی کئے تھے۔ مولوی نصر اللہ منصور شہید سالانہ چھٹیوں میں طلباء کے لیے ان کورسز کا اہتمام کیا کرتے تھے۔

ملا سیف الرحمٰن منصور نے عسکری تربیت میں بھی مکمل مہارت حاصل کی اور بھاری ہتھیاروں میں بھی خاص مہارت حاصل کر رکھی تھی۔

''بیعت طریقت''

ملا سیف الرحمٰن منصور نے نفس امارہ اور شیطان سے دفاع کا بھی اہتمام کر رکھا تھا۔ آپ اپنے والد کی طرح سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ سلسلہ کے مشہور صوفی اور سالک تھے۔

ملا سیف الرحمٰن منصور نے پہلے ارغندی خلیفہ صاحب کی بیعت کی۔ پھر زرمت میں خلیفہ صاحب دین محمد اور وردگ میں خلیفہ احمد ضیاء صاحب سے مستقل نسبت قائم کی۔

ملا سیف الرحمٰن منصور تصوف کی راہ میں ایک متقی مسافر تھے۔ جہادی مصروفیات کے دوران اپنے ساتھیوں کے لیے غیر معمولی معمولات مقرر کرتے تھے۔ ملا سیف الرحمٰن منصور صاحب نے اپنی زندگی کے آخری ایام تک تصوف کے کئی مراحل طے کر لئے تھے۔ آپ کے مجاہد ساتھی دوران جہاد آپ کی کرامات کے قصے سنایا کرتے تھے۔ ان میں سب سے بڑی کرامت آپ کی شہادت کے موقع پر ہوئی کہ آپ کی نعش مبارک سے ایسی خوشبو نکلی جس کے تعاقب سے آپ کے بھائی نے آپ کو پہچان لیا تھا۔

جہادی سرگرمیاں

آپ کے ایک دوست آپ کے بارے میں بتاتے ہیں۔

''جب ملا سیف الرحمٰن صاحب 21 سال کے تھے اور ''کلاچی'' میں پڑھ رہے تھے۔ جب بھی کوئی دعا ہوتی تو وہ بہت زیادہ رویا کرتے تھے۔ ایک دن میں نے ملا سیف الرحمٰن منصور صاحب سے پوچھ ہی لیا کہ آپ اتنا زیادہ کیوں روتے ہیں۔ تو آپ فرمانے لگے کہ ہم تو مدرسہ میں آرام سے بیٹھے ہیں اور آج کے دن نجانے کتنے مجاہدین افغانستان کے پہاڑوں پر شہادت پا گئے ہوں گے۔ میں تو ہر وقت اللہ تعالیٰ سے اپنی شہادت کی دعا کرتا ہوں''۔

اس فطری جہادی جذبہ کی وجہ سے ملا سیف الرحمٰن منصور صاحب نے اپنی تمام صلاحیتیں اور پوری جوانی جہاد میں کھپادی۔ 16 سال کی عمر میں پہلی مرتبہ آپ نے روس اور اس کی غلام کیمونسٹ فوج کے خلاف جہادی کاروائی میں شرکت کی اور زخمی بھی ہوئے۔ اور اسی طرح صوبہ خوست میں بھی مصروف جہاد رہے۔ روسیوں سے جنگ میں صوبہ پکتیا کے ضلع زرمت میں متعدد کاروائیوں میں حصہ لیا۔ اسی دوران وہ گردیز کی دفاعی پوسٹوں پر ایک حملہ میں زخمی بھی ہوئے۔

جب عبدالرشید دوستم کی کیمونسٹ گلم جم ملیشیاء نے ضلع زرمت پر حملہ کیا تو اس وقت ملا سیف الرحمٰن منصور صاحب ایک جہادی گروپ کے مسئول تھے۔ جب کیمونزم کے خلاف جہاد افغانستان کامیاب ہوا تو ملا سیف الرحمٰن منصور گردیز میں اپنے گھر میں مقیم ہوگئے۔

جب مولوی نصر اللہ منصور دشمن کے ایک بزدلانہ حملہ میں شہید ہوگئے تو ملا سیف الرحمٰن منصور پر مجاہد ساتھیوں کی دیکھ بھال اور گروپ کی مسئولیت کے علاوہ گھریلو ذمہ داریوں کا بوجھ بھی پڑ گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ پکتیا کے علاقے گردیز کی پندرھویں راہداری کی ذمہ داری بھی تھی اور مولوی منصور شہید کے مجاہد ساتھیوں میں بھی یہ بڑے سمجھے جاتے تھے۔ ان کی ذمہ داریوں میں علاقے کے امن وامان کی صورتحال کو صحیح رکھنا اور مجاہد ساتھیوں کی عسکری وانتظامی تربیت کرنا تھا۔ آپ علاقے کے چوروں اور ڈکیتوں کے سامنے ڈٹ گئے اور انہی کے ساتھ ایک جھڑپ میں آپ کے ہاتھ کی تین انگلیاں کام آگئیں۔

جب عام فساد کے خلاف طالبان اور دینی علماء نے تحریک شروع کی تو ملا سیف الرحمٰن منصور اور ان کے ساتھیوں نے ایک روز قندھار بھیجا اور اس کے فوراً بعد ان کی حمایت کا اعلان کردیا۔ اور آپ کے دوستوں کا ایک گروپ کارواں کی شکل میں طالبان کے ساتھ شمولیت کے لیے قندھار کی طرف روانہ ہوا۔ یہ لوگ خرنی اور شلگر سے ہوتے ہوئے ''مقر'' تک ہی پہنچے تھے کہ طالبان بھی اس علاقہ میں پہنچ گئے اور یہاں یہ لوگ آپس میں ملے اور اکٹھے ہوکر غزنی کی طرف پیش قدمی شروع کردی۔

جب غزنی پر حملہ ہونے والا تھا تو ملا سیف الرحمٰن منصور نے پکتیا کی طرف سے خود چند ٹینکوں اور مسلح ساتھیوں سمیت کاروائی میں حصہ لیا۔ یہ کاروائی ملا سیف الرحمٰن منصور کی طرف سے اسلامی امارت کے تحت پہلی کاروائی تھی۔

غزنی فتح ہونے کے بعد امارت اسلامی نے ٹینک اور توپ خانے کی مسئولیت ملا سیف الرحمٰن منصور اور ان کے ساتھیوں کے سپرد کردی۔ کیونکہ ملا صاحب اور آپ کے ساتھی اس شعبہ کے تربیت یافتہ افراد تھے۔

اس کے بعد آپ نے غزنی میں موجود ٹینکوں کو سنبھال لیا اور اسی طرح قندھار سے بھی کچھ ٹینک غزنی لے آئے۔ پھر ملا سیف الرحمٰن منصور نے میدان شہر، لوگر اور چہار آسیاب میں امارت اسلامی کے فاتحانہ معرکوں میں شرکت کی۔ یہاں سے فراغت کے بعد کابل کی فتح سے قبل پکتیا کے علاقے ارگون میں ''پری'' نامی بدمعاش کے خلاف کاروائی کی۔ اس کے بعد امارت اسلامی کے ذمہ داروں کے ایک کارواں کے ساتھ ایک گروپ کی مسئول کے طور پر پکتیا سے ایک سفر کی ابتداء کی جس میں ذازائی، شپینہ شگہ، ازرہ، اور حصارک کے علاقے تصفیہ کئے گئے (شریعت کا نفاذ کیا گیا) اور بعد میں جلال آباد کا کنٹرول بھی سنبھال لیا۔ اس کے بعد کابل فتح ہوگیا اور احمد شاہ مسعود کو پنجشیر کے علاقے دلان سنگ تک پسپا کردیا گیا۔

فتح کابل کے بعد ملا سیف الرحمٰن نے قرغہ چھاؤنی کے فرقہ نمبر (یونٹ) 8 کے معاون اور ٹینک یونٹ کے مسئول کے طور پر اپنے کام کا آغاز کیا۔ افغانستان پر صلیبی حملے تک ملا موصوف ان ذمہ داریوں کو سرانجام دیتے رہے۔ اسی دوران کابل کے شمالی جنگی محاذوں پر بھی جنگ میں شرکت کی اور کافی عرصہ شکردرہ کے خط اوّل کے مسئول بھی رہے۔

شمال میں امارت اسلامی کی تمام پیش قدمیوں میں ملا سیف الرحمٰن منصور صاحب بھی جام شہادت نوش کر گئے۔ جب 1998ء میں امارت اسلامی کے مجاہدین نے سالنگ کا ٹنل (سرنگ) عبور کیا تو ملا سیف الرحمٰن منصور اور ان کے دوست بھی اس عظیم کارواں میں شریک تھے۔ ان عملیات کے دوران ملا سیف الرحمٰن منصور پل خمری کے نزدیک ''نزبک رباتک'' کے علاقے میں پیٹ میں گولی لگنے سے شدید زخمی ہوئے۔ جس کے بعد ان کو علاج کے لیے فوری طور پر ہیلی کاپٹر میں کابل منتقل کیا گیا۔

صحت مند ہونے کے بعد جلد ہی آپ محاذوں پر لوٹ آئے اور کابل کے علاقے شکردرہ میں مسئولیت کے دوران مارٹر گولہ کے چند ٹکڑے لگنے سے آپ کے داہنے ہاتھ کی کلائی کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ جس سے آپ کا ایک ہاتھ مکمل طور پر ناکارہ ہوگیا۔ جبکہ دوسرے ہاتھ کی تین انگلیاں پہلے ہی کام آچکی

تھیں اور صرف دو انگلیاں ٹھیک تھیں۔

کئی بار مسلسل زخموں کی وجہ سے آپ کے دونوں ہاتھوں کی حالت بہت خراب ہوگئی تھی۔ بعد میں شمال پر حملے کے دوران جب ملا صاحب اپنے ساتھیوں سمیت دشمن کے محاصرہ میں آ گئے تو نکلنے کا صرف ایک ہی راستہ تھا۔جس پر ملا صاحب نے غور بند کی طرف پیش قدمی کی۔اس حملہ میں آپ کا سر بھی زخمی ہوگیا۔لیکن اس مرتبہ زخم کی شدت نسبتاً کم تھی۔

شہید ملا سیف الرحمٰن منصور کا تقویٰ، دیانت و حق گوئی

ملا صاحب موصوف کو اللہ تعالیٰ نے بچپن سے تقویٰ،خوش اخلاقی اور دیانتداری جیسی بہترین صفات سے نوازا تھا۔آپ کے اخلاق حسنہ کو اگر تفصیلاً تحریر کیا جائے تو مضمون بہت طوالت اختیار کر جائے گا۔اس لئے چند ایک واقعات پر ہی اکتفاء کیا جاتا ہے۔

آپ کے ایک دوست قاری اکمل کہتے ہیں!

’’جب ملا منصور صاحب 13 سال کے تھے اور گوجرانوالہ کے مدرسہ عربیہ میں زیر تعلیم تھے۔سخت سردیوں کی راتیں تھیں۔رات کو جب میری آنکھ کھلی تو ملا صاحب اپنے بستر پر موجود نہ تھے۔ مجھے فکر لاحق ہوئی تو میں ان کی تلاش میں باہر نکلا۔ ہر جگہ دیکھا لیکن وہ نہ ملے۔ میں مدرسہ کی چھت پر گیا تو وہاں دیکھا کہ ملا صاحب وہاں کھڑے سخت سردی میں تہجد کی نماز پڑھ رہے تھے۔ میں پیچھے کھڑا ہوگیا۔سلام پھیرنے کے بعد انہوں نے رو رو کر دعا مانگنا شروع کر دی۔ میں سردی سے عاجز ہو کر نیچے چلا آیا۔ پھر صبح فجر کے بعد ان سے پوچھا کہ آپ کہاں تھے تو وہ بولے،بس دل بھر آیا تھا۔اور میں بھڑاس نکالنے گیا تھا۔‘‘

آپ کے بارے میں مشہور ہے کہ آپ نے زخمی حالت میں بھی تہجد کی نماز کبھی نہ چھوڑی۔آپ باقاعدگی سے نماز تہجد ادا کرنے والے متقی مؤمن تھے۔

ملا سیف الرحمٰن منصور صاحب خود متقی ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے دوسرے ساتھیوں کو بھی تقویٰ کی تلقین کرتے رہتے تھے۔اور فرمایا کرتے تھے۔

’’بس ایک بار اپنے نفس کو پاؤں تلے روند ڈالو پھر تمہیں کبھی کوئی مشکل پیش نہ آئے گی‘‘۔

مفتی فیض محمد صاحب کہتے ہیں کہ ملا سیف الرحمٰن منصور صاحب بچپن میں اپنے والد کے ہمراہ کہیں دعوت پر گئے۔میزبان نے کھانا پیش کیا تو آپ نے کھانا نہ کھایا۔میزبان سمجھتا رہا کہ شاید آپ روزہ سے ہوں گے۔ جب گھر واپس آ گئے تو آپ نے کھانا کھایا اور اپنے والد محترم سے عرض کرنے لگے کہ آپ لوگوں نے ان کا کھانا کیوں کھایا۔ ماضی میں وہ لوگ حرام کاموں میں ملوث تھے۔آپ کے والد محترم نے آپ کو سمجھایا کہ وہ لوگ اب تائب ہو چکے ہیں اور مجاہدین کے بڑے ہمدرد ہیں۔

’’بیت المال کے بارے میں احتیاط‘‘

تحریک کے دوران جب ملا موصوف دوسری بار زخمی ہوئے تو ان کے ہاتھ کی ہڈی بالکل ناکارہ ہوگئی تھی۔ایک بار ملا سیف الرحمٰن منصور صاحب امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد حفظ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنے کے لیے قندھار گئے۔امیر المؤمنین نے آپ سے کہا کہ آپ کو ہاتھ کے علاج کے لیے بیرون ملک بھیج دیتے ہیں۔اس پر سیف الرحمٰن منصور صاحب نے جواب دیا کہ میں (مشہور) سرجن موسیٰ وردگ سے مشورہ کرتا ہوں۔اگر بیرونِ ملک علاج کرانے سے میرا ہاتھ اس قابل ہو جائے کہ میں اسلحہ چلا سکوں تو ٹھیک ہے، ورنہ فضول بیت المال کا پیسہ کیوں ضائع کیا جائے۔

ڈاکٹر موسیٰ نے آپ کو بتایا کہ بیرونِ ملک جا کر علاج کرانے سے آپ کا ہاتھ بس تھوڑا سا ہل جل سکے گا۔لیکن اسلحہ کے استعمال کے قابل نہ ہو گا۔اس وجہ سے ملا منصور صاحب نے علاج کے لیے بیرونِ ملک جانے سے انکار کر دیا کہ خواہ مخواہ بیت المال کا روپیہ برباد نہ کیا جائے۔

ایک دوست قاری حبیب صاحب ملا سیف الرحمٰن منصور صاحب کی سرکاری مال کے استعمال میں انتہائی پرہیزگاری کو بیان کرتے ہیں کہ:

’’تحریک میں فرائض سرانجام دینے کے دوران آپ کے بھائی کی شادی آ گئی جس میں ملا سیف الرحمٰن منصور صاحب نے شرکت نہ فرمائی۔ میں نے شرکت نہ کرنے کی وجہ دریافت کی تو پہلے تو وہ ٹالتے رہے۔لیکن میرے بے حد اصرار پر انہوں نے بتایا کہ اگر میں شادی پر چلا جاتا تو ادھر اپنی

گاڑی پر ہی جاتا اور گاڑی وہاں مہمانوں کو لانے اور لے جانے میں استعمال ہوتی اور میں نہیں چاہتا کہ بیت المال کی یہ گاڑی ذاتی کاموں میں استعمال کی جائے۔

''شریعت کی پابندی''

امارت کے دوران ضلع زرمت کے ایک مولوی صاحب جو کہ ملا سیف الرحمٰن منصور صاحب کے بہت پرانے اور قریبی دوست تھے۔اس دوست کے ساتھ اس علاقہ کے دو اور مالدار شخص بھی تھے۔جنہوں نے ملا صاحب کی بہت مالی مدد بھی کی تھی۔ان سب پر رشوت کا ایک کیس سچا ثابت ہو گیا۔

ملا سیف الرحمٰن منصور صاحب نے ان سب کو کابل قرغہ چھاؤنی میں اپنی قرارگاہ پر بلایا اور وہاں سے ان سب کو اپنی گاڑی میں ڈال کر فوجی عدالت لے گئے۔ جہاں ان لوگوں کو قید کی سزا ہوئی۔اس کام سے ملا سیف الرحمٰن منصور صاحب نے یہ ثابت کر دکھایا کہ قانون الٰہی اور شریعت کی پاسداری کے مقابلہ میں ان کے سامنے رشتہ داری، دوستی اور تعلقات کی کوئی اہمیت نہیں۔

''جہاد کے ساتھ دلی لگاؤ''

قاری حبیب کہتے ہیں کہ کمیونزم کے خلاف جہاد کے دوران ان کی شادی کے دن آ گئے۔اسی دوران ملا صاحب مجاہدین کے مرکز میں جہادی تربیت حاصل کرنے میں مصروف تھے۔آپ کے والد صاحب نے کئی بار اطلاع بھیجی کہ ان دنوں آپ گھر آ جائیں۔لیکن جہاد کے ساتھ آپ کو والہانہ محبت تھی جس کی وجہ سے آپ گھر نہ گئے۔ بالآخر آپ کے والد صاحب ایک دن خود ہی گاڑی میں تشریف لائے اور آپ کو ہاتھ سے پکڑ کر گھر لے گئے۔ دوران سفر بھی آپ اپنے والد صاحب سے یہی اصرار کرتے رہے کہ مجھے جہادی تربیت حاصل کرنی چاہئے۔

''شوق شہادت''

مولوی ذاکر اللہ ذاکری کہتے ہیں کیمیونزم کے خلاف جہاد کے دوران گردیز کی دفاعی پوسٹوں پر حملے سے پہلے ملا سیف الرحمٰن صاحب نے شوقِ شہادت کی وجہ سے اپنی ٹھوڑی خود ہی باندھ لی تھی۔لیکن اس حملے میں ملا سیف الرحمٰن صاحب شہید نہ ہوئے بلکہ صرف زخمی ہوئے۔

''اولاد''

ملا سیف الرحمٰن شہیدؒ نے اپنے پیچھے چار بیٹے چھوڑے۔ جو اب بھی دینی تعلیم کے حصول میں مصروف ہیں۔ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ ان پر ملا سیف الرحمٰن منصور صاحب کی برکات ہمیشہ رہیں اور یہ سب اپنے شہید والد کی طرح دین اور جہاد کے ستون بنیں۔(آمین یا ربّ العالمین)

آسماں تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے
سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

ظالمو! کس قوم کو تم نے للکارا ہے

18 جولائی 2002ء ضلع جبل السراج صوبہ پروان میں ایک معرکہ بہت مشہور ہوا۔جس میں صلیبی وصیہونی افواج کے لشکر کو صرف دو عرب مجاہدین نے ڈٹ کر مقابلہ کرتے ہوئے شکست وریخت سے دوچار کر دیا تھا۔ یہ دونوں عرب مجاہد اس علاقہ میں روپوش تھے اور اپنے تئیں اس انتظار میں رہے کہ جونہی امریکی، صلیبیوں اور ان کے منافق ایجنٹوں کی نقل وحمل شروع ہو تو ان پر کاری وار کیا جائے۔اس سلسلہ میں انہوں نے سب سے پہلے مناسب جگہ کا تعین کر کے وافر مقدار میں اسلحہ چھپا دیا تا کہ دشمن کا زیادہ سے زیادہ نقصان کیا جا سکے۔

جونہی ان دو عرب شہزادوں نے اپنی کاروائی کے لیے ماحول سازگار دیکھا تو دن کے وقت ایک صلیبی کانوائے پر گھات لگا کر حملہ کر دیا۔عملی طور پر یہ ایک فدائی حملہ تھا جس میں فدائیان کو ہر صورت دشمن کا نقصان کرتے رہنے کے لیے ڈٹے رہنا تھا۔

مقامی لوگوں کے مطابق دونوں عرب مجاہد بہادری وشجاعت کا پیکر بنے۔ بنیان مرصوص کی مانند ڈٹ گئے۔دشمن ان کے حملوں کی تاب نہ لا سکا

اور دوبدو جنگ سے نالاں ہو کر فضائی کمک کا سہارا لینے لگا۔ صلیبی ہیلی کاپٹروں نے بے تحاشہ شیلنگ کر کے دین اسلام کے ان پروانوں کو شہید کر دیا۔ اس معرکہ حق و باطل میں 17 کے قریب امریکی مردار اور متعدد زخمی ہوئے۔ قدرت الٰہی نے اپنے مظاہر دکھلاتے ہوئے سورۃ انفال میں کیئے گئے۔

''دس گنا تعداد پر غلبہ'' کے وعدہ کو پورا کر دکھایا۔ اس طرح ان نڈر، ثابت قدم اور جری عرب شہزادوں نے صلیبیوں اور اس کے فاسق و فاجر اتحادیوں کو بیانگ دہل یہ سبق یاد کرایا۔

ظالمو! کس قوم کو تم نے للکارا ہے
تم کو معلوم نہیں حق کے پرستار ہیں ہم

اللہ ہی بہتر تدبیر کرنے والا ہے

پورے افغانستان میں طالبان مجاہدین جا بجا اپنی اپنی گوریلا کاروائیوں میں مشغول تھے لیکن دشمن کی جدید ٹیکنالوجی اور الیکٹرانک سسٹم کی برتری کی وجہ سے اس کا اتنا زیادہ نقصان نہ کر پا رہے تھے۔ دشمن کو جدید ترین مواصلاتی سیاروں، ڈرون، اپاچی، چنیوک اور B-52 جیسی متعدد ٹیکنالوجیز کی برتری حاصل تھی۔ جبکہ مقابلہ میں طالبان مجاہدین کے پاس پرانا روسی ساختہ اسلحہ تھا جو ان کے مقابلہ میں کچھ نہ ہونے کے مترادف تھا۔

طالبان مجاہدین پر کائنات کے مالک ربِّ رحیم کی رحمت و نصرت کا سایہ ہے۔ لہٰذا اسی مدد و نصرت سے طالبان مجاہدین کے دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ کوئی الیکٹرانک ٹیکنالوجی تیار کر کے دشمن پر آزمائی جائے۔ باقی اللہ تعالیٰ ہمارا حامی و ناصر ہے۔

طالبان مجاہدین نے اس آیتِ مبارکہ!

''واعدّوالهم ما استطعتم مّن قوّةٍ ومن رّباط الخيل ترهبون به عدوالله وعدوّكم......'' (الانفال ٦٠)

''اور جہاں تک ہو سکے (فوج کی جمعیت کے) زور سے اور گھوڑوں کے تیار رکھنے سے ان کے (مقابلے کے) لئے مستعد رہو کہ اس سے خدا کے دشمنوں اور تمہارے دشمنوں پر ہیبت بیٹھی رہے......''

اس آیت مبارکہ پر تدبر و فکر کرتے ہوئے الیکٹرانک ٹیکنالوجی تیار کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ پھر نصرت خداوندی سے ایک ایسی چیز کی ایجاد کرنے میں کامیابی حاصل کر لی جس نے آگے چل کر صیہونی و صلیبی اتحادی لشکروں کی ٹیکنالوجی کو بے آبرو کر کے رکھ دیا۔ مجاہدین اسلام نے ایک ریموٹ کنٹرول ڈیوائس بنا ڈالی۔ شروع شروع میں مجاہدین نے جو ڈیوائس تیار کی تھی اس کا مخابراتی نام W-K-S رکھا۔ اس کو تیار کرنے والے مجاہدین نے شاید اس کا نام اپنے ناموں کے مخفف سے بنایا تھا۔ یہ ریموٹ کنٹرول ڈیوائس کی ابتداء تھی۔ پھر جیسے جیسے وقت گزرتا گیا اور اس الیکٹرک ڈیوائس کے نتائج سامنے آنے لگے تو اس کی کارکردگی کو تجربات کے پیش نظر مزید بڑھاتے چلے گئے۔ اور مرحلہ وار قدیم و جدید ترین امتزاج کی حامل اس ڈیوائس نے مسلسل صلیبی افواج کو ناکو چنے چبوا دیئے۔

امریکیوں نے مجاہدین کی اس ڈیوائس کو IED کے نام سے موسوم کیا۔ مجاہدین اپنی اس WKS کے نام سے معروف ڈیوائس کو زیادہ سے زیادہ 700 روپے خرچ کر کے تیار کر لیتے تھے۔ اور اس کے ساتھ بارود وغیرہ منسلک کر کے اس ایجاد پر تقریباً 1500 روپے خرچہ آتا تھا۔

میدانِ جنگ میں مجاہدین کی گوریلا وار میں WKS نے اور بارودی سرنگوں نے امریکیوں و صلیبیوں کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔

WKS کا تیار کرنا انتہائی سادہ اور سستا تھا۔ صلیبی لشکر کو عاجز کرنے میں ان کے ساز و سامان کو تباہ کرنے میں اور لشکر کو ملیا میٹ کرنے میں WKS ڈیوائس کا بہت بڑا کردار ہے۔ جدید ٹیکنالوجی کی حامل گھمنڈی افواج یہ سوچنے پر مجبور ہو گئیں کہ وہ اس ریموٹ کنٹرول ڈیوائس کے سامنے کیا کریں۔ وہ اس کے آگے اپنے آپ کو غیر محفوظ اور بے بس محسوس کرتے تھے۔ امریکیوں نے اس ڈیوائس کو ناکام بنانے کے لیے بہت بھاری بجٹ وقف کئے اور کئی منصوبے بھی بنائے۔ لیکن سب دھرے کے دھرے رہ گئے۔ (جن کی تفاصیل آگے آئیں گی)

WKS بارودی سرنگوں سے ہونے والی تباہی کے حجم اور اس کی تاثیر کی دلیل کے طور پر یہ بات قابل ذکر ہے کہ اگر آپ بی۔ بی۔ سی اور سی۔ این۔ این کی پٹی آنکھوں سے اتار کر دیکھیں تو آپ کو پتا چلے گا کہ اللہ کی مدد سے ریموٹ کنٹرول WKS سے جڑی مائن (بارودی سرنگ) سے ایک

صلیبی وامریکی گاڑی کے پرخچے کیسے اڑتے ہیں۔اور یہ ڈیوائس کس طرح اس گاڑی کو سوکھے بھوسے کی طرح ہوا میں اڑا کر رکھ دیتی ہے۔اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کی حفاظت کے لیے جس طرح ابرہہ کے لشکر اور اس کے ہاتھیوں کو ننھے پرندوں کے پنجوں سے پھینکی گئی کنکریوں کے ذریعے کھائے ہوئے بھوسے کی طرح کر دیا تھا بالکل اسی طرح ربِ رحیم نے اپنے دین متین کی حفاظت فرماتے ہوئے دین متین کے پروانوں کو یہ چھوٹی سی کنکر (WKS) عطا فرما دی اور اس سے صلیبیوں واتحادیوں کے ہاتھیوں (ہموی، بکتر بند، ٹینک وغیرہ) کو بھوسے کی طرح ہوا میں بکھیر دیا۔

WKS کی زد میں آنے والی گاڑی، ٹینک یا فوجی لشکر کو یہ ڈیوائس اس طرح ہوا میں اڑا کر رکھ دیتی تھی جس طرح سوکھا ہوا بھوسہ ہوا میں اڑتا ہے (سبحان اللہ)

اب آپ صرف ایک امریکی فوجی گاڑی ہموی کو ہی لے لیں اور باقی چیزوں کا حساب اسی ایک مثال سے سمجھ لیں کہ اس ایک گاڑی میں کم از کم 5 فوجی ضرور ہوتے ہیں۔

WKS کی زد میں آنے کے بعد یہ گاڑی ہوا میں ایسے اچھلتی ہے کہ ان 5 فوجیوں میں سے کبھی کسی کے ناپاک جسم کے کچھ چیتھڑے مل جاتے ہیں یا کبھی کسی فوجی کی ٹانگ وغیرہ کا کوئی حصہ یا کوئی دھڑ سے الگ بازو ہی امریکی تابوتوں کی زینت بن پاتا ہے۔

ایک فوجی کے پاس ایک 16 ایم رائفل، ایک امریکی پسٹل، ایک ہیلمٹ، ایک اندھیرے میں دیکھنے والا چشمہ، ایک جی۔پی۔ایس ضرور ہوتا ہے۔اس کے علاوہ چھوٹے چھوٹے کئی لوازمات بھی ایک امریکی فوجی کے پاس ہر وقت لازمی ہوتے ہیں۔اور فوجیوں کے ایک گروپ کے پاس ایک دوربین (BINOCULAR) ایک اندھیرے میں دیکھنے والی دوربین، ایک رینج فائنڈر (RANG FINDER) ایک سیٹلائیٹ فون اور قیمتی کھانے پینے کی اشیاء ہوتی ہیں۔

صلیبی وامریکی عموماً ہموی (HUMVEE) گاڑی استعمال کرتے ہیں۔جس کے اوپر ایک ہیوی مشین گن (HMG) بھی نصب ہوتی ہے۔صرف ہموی گاڑی کی لاگت -65,000 امریکی ڈالر ہے۔جبکہ جنگ کے دوران اس گاڑی پر ہیوی مشین گن اور دیگر ساز وسامان بھی نصب کیا جاتا ہے۔

اس ہموی گاڑی کی مارکیٹ میں قیمت فروخت 3 لاکھ امریکی ڈالر ہے۔ایم 16 رائفل کی قیمت 5 لاکھ روپے (ایک محتاط قیمت) ایک عسکری دوربین کی عام قیمت 1/2 1 لاکھ روپے، رینج فائنڈر 1/2، 2 لاکھ روپے ہے۔جو ہیلمٹ امریکی فوجی استعمال کرتے ہیں وہ بھی کوئی عام ہیلمٹ نہیں ہوتا بلکہ اس ہیلمٹ میں سر کو محفوظ رکھنے کے ساتھ ساتھ ہر فوجی کا رابطہ بھی بگرام ایئر بیس اور پینٹا گون کے ساتھ بذریعہ سیٹلائیٹ ہوتا ہے۔اور ساتھ ہی اس ہیلمٹ کے اندر ویڈیو فون بھی نصب کیا گیا ہے۔جس میں وہ سیٹلائیٹ کی مدد سے مختلف جگہوں کو براہِ راست دیکھ سکتا ہے۔

اس طرح صرف ایک ہموی گاڑی کو تباہ کرنے سے ایک محتاط اندازے کے مطابق تین کروڑ بارہ لاکھ پچھتر ہزار پاکستانی روپے کا نقصان ہوا۔

اور 5 یا زیادہ فوجی جو اپنی انمول جان سے ہاتھ دھو بیٹھے وہ اس نقصان سے کہیں بڑا نقصان الگ ہے۔

اور پھر زخمیوں پر جو خرچہ بعد میں آئے گا وہ الگ۔اور اس طرح کی کاروائی کے بعد بگرام یا قندھار ایئر بیس سے طیارے اڑ کر آتے ہیں اور لاکھوں ڈالر مالیت کے بموں کی شدید بمباری کرتے ہیں۔اس کا خرچ الگ ہے۔پھر ان مردار فوجیوں کی لاشیں ان کے ممالک تک پہنچانا اور دیگر چھوٹی موٹی چیزوں کا نقصان تخمینہ سے باہر ہے۔

جبکہ مقابلہ میں WKS بارود سمیت صرف =/1500 روپے میں تیار ہو جاتی ہے اور یہ بھارت بھی ذکر کرتا چلوں کہ ایسی کاروائیوں میں طالبان مجاہدین کا جانی نقصان الحمد للہ نہ ہونے کے برابر ہے۔کیونکہ زیادہ سے زیادہ تین اور کم سے کم ایک ساتھی دور کسی محفوظ جگہ پر چھپ کر وائرلیس کا بٹن دباتا ہے اور ساتھ ساتھ ویڈیو کیمرہ سے اس تمام کاروائی کی فلم بندی کرتا ہے اور اس کاروائی کو سرانجام دے کر اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر کپڑے جھاڑتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوتا ہے اور پھر کسی دوسری کاروائی کے لیے نیا WKS اور مبلغ -/1500 روپے۔

فرمایا ربِّ کریم نے!

"الم تر کیف فعل ربک باصحب الفیل،

الم یجعل کیدھم فی تضلیل،

وأرسل عليهم طيراً ابابيل،

ترميهم بحجارة مّن سجّيل،

فجعلهم كعصف مّأكول O ''

ترجمہ:۔

''کیاتم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے پروردگار نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا۔کیاان کا داؤ غلط نہیں کیا؟اوران پر جھنڈ کے جھنڈ پرندے بھیجے جوان پر کھنگر کی پتھریاں پھینکتے تھے۔توان کوایسا کر دیا جیسے کھایا ہوا بھُس۔''

نصرتِ خداوندی کے مظاہر نظر آنے لگے اور طالبان مجاہدین نے جانی نقصان کے بغیر گوریلا کاروائیوں میں صلیبی واتحادی افواج کو بھاری جانی ومالی نقصان پہنچانا شروع کردیا۔پھرمجاہدین کے حوصلے مزید بلندیوں کوچھونے لگےاورWKS ہراوطاق میں وافر مقدار میں نظر آنے لگی۔

شایدWKS کوزیادہ مقدار میں تیار رکھنا مقصود تھا۔اس کے عملی ثبوت کا مشاہدہ یوں ہورہا تھا کہ پورے افغانستان میں جگہ جگہ صلیبی کانوائس پراسی نوعیت کے دھماکے ہورہے تھے۔مجاہدین اس آسان اورسستی ٹیکنالوجی کواس کے فوائد کے تناظر میں بہت زیادہ استعمال کرنا شروع ہوگئے اور پھر امریکی کانوائے اپنی گاڑیوں پر قافلہ کی شکل میں روانہ ہوتے اور پھر یہ کانوائے الیکٹرانک میڈیا اور پرنٹ میڈیا کی شہ سرخیوں میں چھپ کرواپس آتے ہوئے دکھائی دینے لگے۔

2001ءکی نسبت 2002ءمیں مجاہدین نے صلیبیوں پر زیادہ حملے کئے۔اورمجاہدین نے 2002ءمیں 14 ریموٹ کنٹرول WKS حملے کئے۔

5 حملے مراکز اور چیک پوسٹوں پر بھی کئے۔

2002ءمیں 20 ہیلی کاپٹر تباہ کئے۔

18 جاسوس طیارے مارگرائے۔مجاہدین نے کئی میزائل حملے بھی کئے اور کمین لگا کر 12 حملے کیے اورصلیبیوں کے 8 ٹینک تباہ کیے۔اس کے علاوہ سینکڑوں صلیبی فوجی مارے گئے۔جبکہ سینکڑوں صلیبی فوجی زخمی بھی ہوئے۔

راقم کی افغانستان تشکیل

راقم سقوطِ امارت کے بعد میرعلی بارڈر کراس کرکے عیدک میں اپنے فرائض سرانجام دینے کے بعد دوسری جگہ منتقل ہوگیا تھا اور راقم کے چند ساتھیوں کی 2003ءمیں قندھار کے علاقے ضلع شاہ ولی کوٹ میں تشکیل ہوگئی۔وہاں ان کی غاصب امریکیوں کے ساتھ جھڑپیں بھی ہوئیں۔اس تشکیل میں راقم کے دوقریبی ساتھی بھی چلے گئے تھے اورشہادت پا گئے تھے وہ دونوں کمانڈر سلطان شہید کے گاؤں ''غازی آباد ڈیرہ اسماعیل خان'' کے رہائشی تھے۔

2003ءمیں طالبان مجاہدین نے کاروائیوں میں کئی گنا اضافہ کرتے ہوئے صلیبی ومرتد افواج پرزبردست حملے اور کاروائیاں کیں،جن میں سینکڑوں کی تعداد میں اتحادی وافغانی مرتد فوجی مردار ہوئے۔

2003ءکی اہم پیش رفت یہ تھی کہ مجاہدین نے ریموٹ کنٹرول WKS،کمین یا گھات،میزائل حملے،مراکز اور چوکیوں پر حملوں کے ساتھ ساتھ صلیبی لشکروں اوران کے حواریوں پر فدائی حملوں کا آغاز بھی کردیا اور 4,3 فدائی حملے بھی کئے جن میں بھاری تعداد میں اتحادی وکٹھ پتلی فوجی مارے گئے۔اس طرح 2003ءمیں صلیبوں پر ہونے والے حملوں کی ترتیب کچھ اس طرح ہے۔

WKS ریموٹ کنٹرول حملے کئے	77
فدائی حملے کئے	02
صلیبی مراکز پر حملے کئے	04
طیارے وہیلی کاپٹر تباہ ہوئے	19

کمین یا گھات حملے کئے	21
ٹینک تباہ کئے	16

اس کے علاوہ سینکڑوں صلیبی فوجی مارے گئے اور سینکڑوں صلیبی فوجی زخمی بھی ہوئے۔افغانستان میں WKS کی کامیابی کے بعد عراقی مجاہدین نے بھی اس کا استعمال شروع کر دیا اور WKS افغانستان سے عراق جانا شروع ہو گئی۔

پھر 2004ء کے موسم بہار میں راقم کی بھی امارت اسلامیہ افغانستان میں تشکیل ہو گئی۔ان دنوں کوئٹہ میں میری ملاقات ملا برادر سے منسلک ایک کمانڈر ''ناصر اخند'' سے ہوئی۔جو میرے پرانے جاننے والے تھے۔سقوطِ افغانستان کے وقت یہ قندوز سے گرفتار ہو گئے تھے اور پھر شبر غان جیل سے شمالیوں نے صلیبیوں کے ہاتھوں ڈالروں کے عوض ان کو بیچ ڈالا تھا۔پھر صلیبی ان کو بدنام زمانہ کیوبا کے زندان ''گوانتا ناموبے'' لے گئے تھے۔قید و بند کی سخت صعوبتیں بھی ان کے عزم و ہمت کو متزلزل نہ کر سکیں اور کیوبا سے رہا ہو کر آپ ابھی تازہ تازہ ہی اپنے وطن واپس لوٹے تھے۔پھر وہاں سے اہل و عیال سمیت ہجرت کر کے پاکستان آ گئے تھے۔انہی دنوں راقم کو ان سے دوبارہ ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔

ماضی میں ہم اکٹھے ہی شمالی علاقہ جات میں دشمن کے خلاف نبرد آزما رہے تھے۔ان کا اصل نام ''ملا عبدالشکور'' تھا۔ناصر اخند نے مفتی صغیر احمد صاحب سے اپنے آبائی علاقہ خاکریز میں صف بندی کرنے کے لیے مجاہد مانگے۔

اس طرح 2004ء میں مفتی صاحب نے راقم، ابوجندل، اور منصور بھائی کی تشکیل ملا ناصر اخند کے ساتھ کر دی اور ہم ناصر اخند کے اوطاق (مرکز) منتقل ہو گئے۔

اگلے دن ملا صاحب نے ایک مقامی افغانی رہبر (گائیڈ) قدرت اللہ کو ہمیں سرحد پار لے جانے کا کہا۔اور خود انہوں نے 5 دن بعد ہمارے پیچھے ضلع خاکریز کی بستی چنار پہنچنے کا بتایا۔ہم اپنے گائیڈ و مجاہد قدرت اللہ بھائی کے ہمراہ چمن بارڈر کی جانب روانہ ہو لئے۔چمن بارڈر ہم نے بآسانی کراس کر لیا۔روانہ ہونے سے پہلے چند احتیاطی تدابیر آپس میں طے کر لی تھیں۔تاکہ ہم پر کسی کو شک نہ ہو سکے۔

آگے افغانستان کی حدود میں سپین بولدک کی چیک پوسٹ آ گئی جسے پار کرنا چمن بارڈر کراس کرنے کی نسبت قدرے مشکل تھا۔جونہی ہم پیدل چیک پوسٹ کراس کرنے لگے تو افغان اہلکاروں نے روٹین کے مطابق ہمیں روک لیا اور سرسری تلاشی کے بعد ہمیں افغانی رہائشی سمجھتے ہوئے آسانی سے جانے دیا۔کیونکہ ہم نے اپنا حلیہ اور لب و لہجہ افغانیوں جیسا کر رکھا تھا۔

بولاک اڈہ سے ہم نے گاڑی کرایہ پر لی اور قندھار کی طرف عازمِ سفر ہو گئے۔قریباً ڈیڑھ گھنٹہ بعد جب مجھے دور سے قندھار شہر کے آثار نظر آئے تو میں قندھار کی ''یاد'' میں کھو گیا۔راقم کو قندھار میں گزرے ہوئے ماضی کے دن یاد آ گئے۔جہاں راقم کی قیمتی یادیں جڑی ہوئی تھیں۔اسی شہر میں راقم کو امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد حفظ اللہ تعالیٰ کی زیارت کرنے کی سعادت حاصل ہوئی تھی۔ماضی میں یہاں سکون تھا۔کیف تھا اور جانی پہچانی مسرت تھی۔یہ شہر حقیقی معنوں میں امارت اسلامیہ کا دارالحکومت بھی تھا۔یہاں سے ہی ملا عمر مجاہد حفظ اللہ تعالیٰ اپنی حکومت کو فرمان جاری کیا کرتے تھے۔جس سے عوام کو فلاح و بہبود نصیب ہوتی تھی۔

مگر اب اس شہر کی شاہراہوں پر امریکی آرمڈ گاڑیاں، کانوائے کی صورت میں رواں دواں تھیں۔اور جگہ جگہ ٹیپ ریکارڈر، سی ڈی پلیئرز پر انڈین و افغانی گلوکاروں کی شیطانی آوازیں گونج رہی تھیں۔میں ماضی کے جھروکوں سے خوبصورت دنوں کے دلکش مناظر دیکھ رہا تھا کہ صلیبی ہیلی کاپٹروں کی گھن گرج نے مجھے چونکا دیا۔سامنے دور فضا میں ہیلی کاپٹر پرواز کر رہے تھے۔نیچے امریکی صلیبی اور ان کے مقامی غدار اتحادی سائرن بجاتی گاڑیوں میں حرکت کر رہے تھے۔غالباً اس آبادی مین کسی جگہ سے مجاہدین کو گرفتار کرنے کے لیے چھاپہ مارا گیا تھا۔

قدرت اللہ بھائی اپنی مادری زبان میں نجانے کیا کچھ کہتے جا رہے تھے۔پھر مجھے مخاطب کرتے ہوئے بولے۔دیکھو حیات اللہ بھائی ہمارے وطن پر یہ کیا ظلم ہو رہا ہے؟ راقم نے انہیں کندھے پر تھپکی مار کر تسلی دی.........اور کہا کہ ہم ظلم کا بدلہ لینے کے لیے ہی تو یہاں آئے ہیں۔انشاء اللہ خیر ہو گی۔ہم ان ظالم اور غاصب لشکروں کو اس پاک سرزمین میں ہی انشاء اللہ نابود کر دیں گے۔اور ہماری خوش قسمتی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پوری دنیا کے کفار کو ہمارے ہاتھوں ہی ذلیل و رسوا کرنا چاہتا ہے اور شاید اسی لئے تمام کفریہ طاقتیں اپنا سب کچھ لے کر ہمارے پاس خود ہی چل کر آ گئی ہیں۔ہمیں ان کی سرکوبی کے لیے ان کے علاقوں میں نہیں جانا پڑا۔قدرت اللہ بھائی انشاء اللہ ان ظالموں کے لیے یہ سرزمین خراسان ایک قبرستان ہی ثابت ہو گی۔

اتنی دیر میں گاڑی ایک ہوٹل کے قریب آ کر رُک گئی۔ہم نے ڈرائیور کو کرایہ دیا۔پھر راقم، ابوجندل اور منصوری بھائی تو چائے پینے لگے اور

قدرت اللہ بھائی قندھار سے آگے کے لیے گاڑی اور بااعتماد ڈرائیور کا بندوبست کرنے کے لیے آگے چلے گئے۔ ہم ہر حال میں جلد از جلد چنار پہنچنا چاہتے تھے اور اس کے لیے کسی بااعتماد ٹیکسی ڈرائیور کی تلاش تھی۔ قدرت اللہ بھائی جلد ہی واپس لوٹ آئے اور مسرت سے چھکتے ہوئے بتانے لگے کہ خوش قسمتی سے اعتماد والا ٹیکسی ڈرائیور مل گیا ہے۔ ہم فوری طور پر ہوٹل والوں کو چائے کا بل ادا کر کے باہر کھڑی گاڑی میں سوار ہو گئے۔

ہماری منزل صوبہ قندھار ضلع خاکریز کی بستی ''چنار'' تھی۔ ''ملا ناصر اخند'' اسی بستی کے رہائشی تھے۔ قندھار سے بذریعہ سڑک اور سیدھا راستہ زیادہ نہیں تھا۔ لیکن ہمارے رہبر کی کوشش تھی کہ کہیں پر بھی مقامی اور غیر ملکی افواج سے ہمارا آمنا سامنا نہ ہو۔ اور گرفتار ہو جانے کا خدشہ نہ رہے۔ کیونکہ قدرت اللہ بھائی کے ساتھ ہم لوگ غیر ملکی تھے اور مقامی لوگوں کے ساتھ شکل وشباہت بھی ملتی تھی۔ سڑکوں پر عملاً امریکیوں کا راج تھا۔ جگہ جگہ روڈ پر چیک پوسٹیں وجود میں آ چکی تھیں۔ جہاں سے سرچنگ کروا کر ہی گزرا جا سکتا تھا۔ اس لئے ڈرائیور نے قدرت اللہ بھائی کے کہنے پر غیر مصروف مگر محفوظ راستوں کا چناؤ کیا۔ ہم بستیوں سے گزرتے جا رہے تھے۔ اور مین روڈ سے ہٹ کر گاڑی خشک دریائی راستوں سے گزر رہی تھی۔ ایک جگہ گاڑی روک کر ہم میٹھے تربوزوں سے بھی لطف اندوز ہوئے اور باجماعت نماز عصر بھی ادا کی۔

بستیوں اور کچے دریائی راستوں سے گزر کر ہم باہر ہی سے متعدد چیک پوسٹیں کراس کر چکے تھے۔ لیکن قندھار، ارزگان روڈ پر بنی ہوئی ایک بڑی چیک پوسٹ کو صرف روڈ پر سے ہی کراس کیا جا سکتا تھا۔ اور یہ مرکزی چیک پوسٹ ہی ہماری منزل کی راہ میں رکاوٹ رہ گئی تھی۔ اسے کراس کرنے کے لیے کوئی ذیلی راستہ نہ تھا۔ جونہی ہماری گاڑی چیک پوسٹ کے پاس پہنچی تو اہلکاروں نے بیریئر ہٹانے سے صاف انکار کر دیا اور کہا کہ آگے جانا منع ہے۔ اس چیک پوسٹ کے بالمقابل سڑک پر ایک ہوٹل بھی تھا۔ قدرت اللہ بھائی نے چیک پوسٹ اہلکاروں کی منت سماجت کی کہ جانے دیں ہمیں جلدی ہے لیکن اہلکاروں نے بیریئر نہ ہٹایا اور موقف اختیار کیا کہ رات کو اندھیرا پھیلنے والا ہے اور آگے طالبان دہشت گردوں کا علاقہ ہے۔ اس لئے ہم آپ لوگوں کو آگے نہیں جانے دیں گے۔ ڈرائیور اور بھائی قدرت اللہ نے مایوس ہو کر گاڑی ہوٹل کی طرف موڑ لی۔

یہاں گاری سے اتر کر بھائی قدرت اللہ دوبارہ چیک پوسٹ کے اہلکاروں کے پاس گئے اور ان کو ایک فرضی من گھڑت شادی میں شرکت کرنے کی کہانی سنا کر بیریئر ہٹانے پر رضامند کر لیا۔

نماز مغرب کا وقت تھا اور اندھیرا چارسو پھیلنے لگا۔ ہم نے فوراً یہاں سے نکلنے کا پروگرام بنایا اور آگے چل پڑے۔

چیک پوسٹ کراس کر کے نماز مغرب ادا کی اور سفر جاری رکھا۔ سامنے سڑک کی اطراف میں دشت شروع ہو چکا تھا۔ اور دور ہمیں سڑک کے کنارے پر بکثرت سفید لائیٹیں ایک جھرمٹ میں دکھائی دیں۔ ہمارا ڈرائیور سہم گیا اور قدرت اللہ سے پوچھنے لگا کہ صحرا میں اتنی زیادہ لائٹیں کہاں سے آ گئی ہیں۔ یہ ضرور کوئی نئی امریکی چیک پوسٹ یا فوجی کیمپ ہے۔ قدرت اللہ بھائی نے اسے تسلی دی کہ آپ گاڑی چلاؤ جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ وہ بمشکل آگے چلنے کو راضی ہوا۔ جوں جوں ہم آگے بڑھتے جا رہے تھے توں توں ہمارے ذہنوں میں بھی آمدہ حالات کے تانے بانے جڑتے چلے جا رہے تھے۔

قدرت اللہ بھائی کو اپنے سے زیادہ ہماری فکر لاحق تھی۔ ہم بھی فطری طور پر فکر مند تھے۔ آئے تو ہم یہاں لڑنے ہی تھے لیکن اس وقت غیر مسلح تھے۔ اگر مسلح ہوتے تو پھر فکر کی بات نہ ہوتی کیونکہ اگر ہم نہیں تو کوئی بھی نہیں۔

خیر جب ہم لائیٹنگ ایریا کے قریب آئے تو وہ لائٹنگ کا جھرمٹ ایک ہوٹل نکلا۔ بالکل پاکستان کے جی ٹی روڈ پر گاڑیوں والے ہوٹلوں کی طرز پر۔ ہم بہت ہنسے، ڈرائیور بھی کھسیانی ہنسی ہنستے ہوئے اپنی شرمندگی اور وہم کو چھپانے کی کوشش میں مصروف تھا۔ ہوٹل دیکھ کر کھانا کھانے کا بھی پروگرام بن گیا۔

''ہوٹل کا مالک یا خدائی رہبر''

ہوٹل بالکل ویران تھا۔ کیونکہ اس وقت سڑک پر ٹریفک نہ ہونے کے برابر تھی۔ ہوٹل کا عملہ شاید ہمارا ہی منتظر تھا۔ ہوٹل کا کھانا پر تکلف تھا۔ یہاں ہوٹل کا مالک قدرت اللہ بھائی کو پہچان گیا۔ وہ پہلے ہمارے اردگرد چکر لگاتا رہا اور ہمارے اوپر نظریں جمائے دیکھے ہی جا رہا تھا۔ ہم لوگ اس کے اس انداز سے ٹھٹک سے گئے تھے کیونکہ یہاں پر غداروں کی بھی بہتات تھی اس لئے جلدی سے کسی پر اعتبار نہ کیا جا سکتا تھا۔ ہوٹل کا مالک ہمارے پاس بیٹھنے کو بے تاب دکھائی دیتا تھا۔ اس لئے وہ بیٹھ گیا اور قدرت اللہ بھائی سے کھسر پھسر کرنے لگا۔ راقم نے دونوں کی گفتگو سننے کے لیے ادھر کان لگا دیئے تاکہ بے اعتباری کے اس ماحول میں جانچ سکوں کہ اس کے ذہن میں کیا ہے۔ قدرت اللہ بھائی نے ہمارے چہروں پر پریشانی کو بھانپتے ہوئے اشارہ

سے ہمیں تسلی دی اور اس سے بات چیت کرنے لگا۔

یہ ہوٹل کا مالک تو افغان مجاہدین کا ہمدرد نکلا۔ اس نے قدرت اللہ بھائی کو حیرت انگیز انکشافات کر کے احتیاط برتنے کا کہا۔

اس ہوٹل کے مالک کے بقول ''لوگوں کے خیال میں ملا ناصر کیو باسے رہا ہو کر اس علاقے میں نئے سرے سے محاذ جوڑنے میں مصروف ہے اور اسی سلسلہ میں ملا ناصر کوئٹہ گیا ہوا ہے اور وہاں سے کچھ مجاہدین کو اس نے بستی چنار روانہ کر دیا ہے اور خود وہ بعد میں چنار بستی پہنچیں گے۔

راقم کے یہ خبر سُن کر رونگٹے کھڑے ہو گئے کہ یہ باتیں تو بالکل سچی اور حقیقت پر مبنی ہیں۔ اور ہوٹل کے مالک نے بتایا کہ اس بات کا تذکرہ آج صبح ہی میرے ہوٹل پر ہو رہا تھا۔ اس لئے آپ لوگ احتیاط سے کام لیں۔ اور آگے جانے سے پہلے خوب اچھی طرح سوچ لیں کہ کیا کرنا ہے۔

قدرت اللہ بھائی نے پریشانی کے عالم میں اس سے مشورہ مانگا اور ساتھ ہی بتا دیا کہ اس ماحول میں ہمارا چنار جانا مناسب نہیں۔ ہمدرد ہوٹل مالک نے خود ہی ہمیں پناہ کی پیشکش کر دی۔ ہم مہاجر ساتھی بہت حیران ہوئے کہ بندہ بہت لفٹ کرا رہا ہے۔ وہ ہمارے ساتھ ہی سراچہ ضلع شاہ ولی کوٹ کی جانب جانے والی سڑک پر گاڑی کو مڑوا دیا۔ اس کی راہنمائی میں 20 منٹ کی مسافت کے بعد سڑک کے قریب ایک بڑے گھر کے قریب گاڑی رک گئی۔

''نیا ٹھکانہ اور کنویں کی کھدائی''

اس بڑے گھر پر ہماری ملاقات ایک عمر رسیدہ بزرگ سے ہوئی جو افغانی تھے۔ ہوٹل کے مالک نے اپنی زبان میں ان کو تمام صورتحال سے آگاہ کیا۔ بزرگ ہمیں سہمے ہوئے رویہ کے ساتھ فوری اپنے حجرے میں لے گئے۔ ان کا سہا ہوا رویہ اور تشویش اپنی جگہ درست تھی کیونکہ یہاں پر صورتحال ایسی بن چکی تھی کہ صلیبی فوجی اور مرتد افغان اہلکار مجاہدین کی تلاش کے لیے سرچنگ آپریشن کرتے رہتے تھے۔ انہوں نے ڈالروں کے عوض جاسوس خرید رکھے تھے۔ جو انہیں علاقہ کی پل پل کی خبریں جدید مواصلاتی نظام کے ذریعے دیتے رہتے تھے۔ یوں ظلم و بربریت کے ان قصوں نے جنم لیا جو ان افغانیوں پر بیتے۔ خاندانوں کے خاندان پناہ دینے کے اسی جرم میں اٹھا لئے جاتے تھے۔

پھر گھرانہ زمیندار پیشہ تھا۔ ان کے گھر کے آس پاس کی زمین انہی کی ملکیت تھی۔ یہ گھرانہ زمین کا سینہ چیر کر اناج اگاتا تھا۔

بزرگ افغانی نے ہماری مہمان نوازی میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ اس غیور و غم رسیدہ افغان بزرگ کے 6 کڑیل جوان بیٹے تھے جو کام کاج میں لگے رہتے تھے۔ احتیاطی تدبیر کے تحت ہم نے تین دن حجرے میں ہی گزارے ایک ہی جگہ بند رہ کر ہم تنگ آ گئے تھے۔ افغانی بزرگ کے سب سے چھوٹے بیٹے سے میں نے پوچھا کہ بھائی جان آپ لوگ سارا دن کیا کام کرتے رہتے ہو؟ وہ بتانے لگا کہ آج کل ہم اپنی زمینوں کے لیے کنویں کی کھدائی کا کام کر رہے ہیں۔

راقم نے اسے ساتھ جانے کی فرمائش کر دی کہ ہم لوگ بھی آپ کے ساتھ چلے جایا کریں تا کہ آپ کا کچھ ہاتھ بٹا سکیں اور آپ لوگوں کے گھر مہمان وغیرہ آتے رہتے ہیں جن کی وجہ سے آپ کو ہمیں چھپانا بھی پڑتا ہے۔ اس لئے ہم صبح کو آپ لوگوں کے ساتھ زمینوں پر چلے جایا کریں گے اور شام کو آپ لوگوں کے ساتھ ہی واپس آ جایا کریں گے۔ اس طرح ہماری بھی بوریت ختم ہو جائے گی۔ وہ تھوڑے سے پس و پیش کے بعد راضی ہو گیا۔

اب ہم تینوں ساتھی منہ اندھیرے اس کے ساتھ زمینوں پر نکل جاتے۔ اس علاقہ کی زمین زرخیز تھی اور ان کی زمین میں انجیر اور بادام کے باغات بھی تھے۔ ہم گھنٹوں ان درختوں تلے بیٹھ کر پاکستان، افغانستان اور عالم کفر کی جارحیت پر تبصرے کرتے رہتے۔ اور ریڈیو بھی خوب سنتے۔

فضا میں امریکی ہیلی کاپٹر بکثرت پرواز کرتے رہتے تھے۔ ہم زمینوں پر تو چلے جاتے لیکن وہ ہمیں کام کاج نہ کرنے دیتا تھا۔ ہم نے اسے بہت سمجھایا کہ ہم بھی زمیندار ہی ہیں اور کھیتی باڑی ہی کرتے ہیں۔ لیکن وہ بطور مہمان ہمارا اکرام کرتا تھا۔ پھر ہمارے بار بار کے اصرار کرنے پر وہ مان گیا۔

اب ہم نے اسے کہہ کر کنواں کھودنے والے مزدوروں کی چھٹی کروا دی اور خود مزدوروں کی جگہ کام میں مصروف ہو گئے۔ بفضل تعالیٰ دس دن کی محنت سے ہم نے کنویں کی مکمل کھدائی کر دی۔

رات کو مقامی میزبانوں سے ملا ناصر کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے ہم سے وعدہ کیا کہ صبح سویرے ہی ہم ان کو علاقہ کی طرف پیغام بر بھجوا دیں گے اور اس سے واپسی پر تازہ ترین معلومات مل جائیں گی۔ وعدہ کے مطابق اگلے روز شام ڈھلے پیغام رساں ہمارے لئے ملا ناصر کا پیام لے آیا۔ اب

کل ہمارا یہاں سے کوچ تھا۔ ملا ناصر ایک گائیڈ کو ہمارے لئے بھیج رہے تھے۔ اگلے روز گائیڈ بھی آ گیا اور نماز مغرب کے بعد ہم نے میز بانوں سے اجازت چاہی۔ پرنم آنکھوں سے انہوں نے ہمیں الوداع کہا۔

اب ہماری منزل چنار بستی تھی۔ جہاں ملا ناصر صاحب سے ہمارا ملن ہونا تھا۔ گائیڈ نے سفر شروع کرتے ہی ہمیں کہہ دیا تھا کہ راستہ میں چیک پوسٹیں یا دشمن کی لگائی ہوئی کمین کا خطرہ بھی ہے۔ اس لئے اگر کہیں ٹکراؤ ہو گیا تو آپ نے خود کو کنواں کھودنے والے مزدور ظاہر کرنا ہے۔

چنار بستی، ملا ناصر سے ملاقات

ہم خطروں سے گھرے راستہ پر پیدل ہی منزل کی طرف رواں دواں تھے۔ راستہ میں دور سے ہمیں اپنے ہمدرد کا ہوٹل بھی نظر آیا۔ دوران سفر ایک چیک پوسٹ دکھائی دی تو ہم نے دور سے ہی راستہ کی سمت بدل کر اس چیک پوسٹ کو کراس کیا اور کچی پکی پگڈنڈیوں پر تین گھنٹوں کی پیدل مسافت طے کر کے چنار بستی تک پہنچ گئے۔

ہم جونہی ایک سڑک کراس کرنے لگے تو سائرن بجاتی ہوئی گاڑی دکھائی دی۔ ہم فوراً واپس مڑ کر اوٹ میں چھپ گئے۔ گاڑی جب ہمارے قریب سے گزر کر ایک ٹیکری کے پیچھے چلی گئی تو ہم نے سڑک کراس کر لی۔

ملا ناصر اور طالبان مجاہدین ہمارے منتظر تھے۔ جب ہماری علیک سلیک شروع ہوئی تو مذکورہ گاڑی بالکل ہمارے قریب پہنچ کر رُک گئی۔ ہم لوگ اوٹ میں تھے اور انہیں دیکھ سکتے تھے۔ لیکن ان کی نظر غالباً ہم پر نہ پڑتی تھی۔ طالبان نے فوراً پوزیشنیں سنبھال لیں۔ پھر ملا ناصر نے انہیں منع کر دیا اور کہنے لگے کہ اس سے ہمارا سب اچھا ہے یعنی یہ ہمارے ساتھ تعاون کرتا ہے۔ ہم اسے کچھ نہ کہیں گے۔ جب تک یہ ہمارے ساتھ تعاون کرتا رہے گا ہم بھی اسے کچھ نہ کہیں گے۔ اور یہ میرا بہنوئی بھی ہے۔ لیکن اس سے میرا یہ رشتہ صرف اس وقت تک ہی ہے جب تک یہ امارت اسلامیہ کے لیے معاون و مددگار رہے۔ اگر حق سے انحراف کرے گا تو اس کا انجام بھی بھیانک کر دیں گے۔

پولیس کی گاڑی تھوڑی دیر بعد خود ہی آگے چل دی۔ رات 2 بجے تک ہمارا ادھر ہی ڈیرہ رہا۔ راقم نے سفر کی تمام کارگزاری ملا ناصر صاحب کو سنائی تو وہ کنواں کھودنے والے معاملہ پر کافی خفا ہونے لگے۔ تو میں نے خود ہی تمام وضاحت کر دی کہ یہ سب کچھ ہماری فرمائش پر ہی ہوا تھا۔

پھر راقم نے ملا صاحب کا دھیان اپنے پاؤں میں پہنی ہوئی ہوائی چپل کی طرف مبذول کروایا اور دکھایا کہ راقم کی ایڑیاں بند جوتا نہ پہننے کی وجہ سے پھٹ گئی ہیں۔ ملا صاحب نے فوراً بوٹوں سے بھرا ہوا ایک بڑا تھیلہ منگوایا اور پھر تمام ساتھیوں نے اپنے اپنے ماپ کے بوٹ پاؤں میں گُس لئے۔ سرحد سے پار ہم خود ہی بوٹ، کیپس اور گھڑیاں اور اس طرح کی دیگر اشیاء جن سے مجاہدین کی شناخت کی جا سکتی تھی اپنے ساتھ نہ لائے تھے۔ یہاں سے ہمیں اسلحہ بھی مل گیا اور میں نے اپنے حصہ کی AK47 کلاشن کوف اور ایک روسی خنجر اٹھا لیا۔

''پہاڑی مسکن اور چرواہا''

ہم تمام ساتھی یہاں سے رات 2 بجے پہاڑوں کی جانب کوچ کر گئے۔ اس رات طویل مشاورتی اجلاس ہوا تھا۔ اس جتھ نے ضلع خاکریز پر بڑا حملہ کرنے کا پروگرام بنایا۔ لیکن اس میں ناکافی اسلحہ کی رکاوٹ آڑے آ گئی۔ اب ہم نے عارضی طور پر پہاڑوں پر ہی رہنا تھا۔ اور نیچے ملا ناصر صاحب نے اسلحہ جمع کرنے کی مہم چلانی تھی۔ اور مطلوبہ مقدار میں اسلحہ جمع ہو جانے کے بعد ایک اور گروپ نے ہمارے پاس آنا تھا۔ پھر ہم سب نے مل کر حملہ کرنا تھا۔

اب ہمارے شب و روز پہاڑوں پر گزرنے شروع ہو گئے۔ ملا ناصر صاحب کے خاندان والے ہمیں دور دور پہاڑوں پر کھانا پہنچاتے رہتے تھے۔

ہماری کوشش یہ ہوتی تھی کہ ہم اپنا پڑاؤ کہیں پانی کے قریب ہی رکھیں تا کہ نماز اور کھانے پینے میں آسانی رہے۔

یہاں پر ہمیں بہت سی مشکلات اور مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ کبھی امریکی ہیلی کاپٹر، کبھی ڈرون اور کبھی مقامی جاسوس نیٹ ورک ہمیں پریشان کئے رکھتا۔ اور اگر کسی گڈریے (چرواہا) نے ہمیں اتفاقاً دیکھ لیا تو ہمیں پھر کسی لمبے سفر پر نکلنا پڑتا۔ حقیقی طور پر ہم گڈریوں سے بہت چالو تھے۔ ایک دن ایک گڈریا چلتے چلتے ہماری کمین گاہ تک آ گیا۔ ہم دلی طور پر اس سے بہت چالو ہوئے لیکن ظاہری طور پر ہم اس سے گپ شپ کرتے رہے۔ وہ ہمارے ساتھ بہت زیادہ ہمدردی جتلا رہا تھا۔ جس کی وجہ سے ہمارا سارا جتھہ شک میں پڑ گیا۔ لیکن اس کو کچھ کہنا بھی مناسب نہ تھا۔ اس لئے اس کے جاتے ہی ہمیں پھر یہاں سے کوچ کرنا پڑا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ ایسا نہ ہو لیکن حالات کا تقاضا تھا اس دن ہمیں تین اونچے پہاڑ چڑھنے پڑے۔ عصر کے وقت سے جاری

اس سفر کا اختتام عشاء کے قریب ہوا۔

راستہ میں نمازیں ادا کیں اور سفر کے اختتام پر ایک کنواں بھی مل گیا۔ یہ ہمارے پڑاؤ کے لیے مناسب جگہ بن گئی۔ رات ایک بجے ملا ناصر صاحب کے گھر سے کھانا آیا۔ جی بھر کر کھانا کھایا۔ یہاں پر ہمیں بارہواں دن تھا۔ اسی عرصہ میں ہمارے گروپ کے ساتھ دو اور چھوٹے چھوٹے طالبان جتھے آ ملے۔ اس طرح یہاں ہم 50 مجاہد ساتھی مقیم ہو گئے۔

ملا ناصر صاحب نے اسلحہ وغیرہ جمع کرنے کی مہم کامیابی سے مکمل کر لی اور ملا ناصر صاحب کے علاقہ میں جب طالبان سٹینڈ ہو گئے تو انہوں نے چنار بستی کے قریب 2 بڑی چیک پوسٹوں کو تسلیم ہونے کے لیے پیام بھیجا۔ ان میں سے ایک چیک پوسٹ کے کماندان نے پس وپیش ہونے کے بعد مشروط پیشکش کی کہ پچھلی مرکزی چیک پوسٹ (جو کہ ہوٹل کے قریب تھی جس کا سابقہ اوراق پر تذکرہ گزر چکا ہے۔ جو بیریئر نہیں ہٹا رہے تھے) خالی کروائیں تو ہم خود بخود چلے جائیں گے۔ دراصل ان دونوں چیک پوسٹوں کے کماندانوں کی آپس میں بہت لگتی تھی۔

پھر کمانڈر ملا ناصر صاحب نے پہلی چیک پوسٹ پر پیغام رساں بھیجا۔ وہاں کا کماندان مان گیا۔ پیغام رساں نے کماندان کے راضی ہو جانے کا سگنل ملا ناصر صاحب کو دے دیا کہ جب مرضی چیک پوسٹ پر فرضی حملہ کر دیں یہ بظاہر مزاحمت کریں گے پھر بھاگ جائیں گے۔

ملا ناصر نے اپنے پیغام رساں بندے کو پھر پیغام بھیجا کہ تم ادھر ہی رہو اور یہ دھیان رکھنا کہ وہ چیک پوسٹ سے اسلحہ وغیرہ غائب نہ کر دیں بلکہ بھاگتے ہوئے ایک گولی بھی ساتھ نہ لے جا سکیں۔

پیغام رساں نے ملا ناصر صاحب کی ہدایات کے مطابق ان پر کڑی نظر رکھی۔ افغانستان کے حالات کا بھی یہی تقاضا تھا کہ ان کا اعتبار نہ کیا جائے۔ پروگرام کے مطابق جب حملہ ہوا تو افغان اہلکاروں نے ہوائی فائرنگ کی اور اپنا سارا اسلحہ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ پھر طالبان نے چیک پوسٹ پر حملہ کر کے وہاں قبضہ کر لیا۔ اور وہاں پڑے ہوئے فالتو سامان کو آگ لگا دی۔

اس طرح کی کارروائیوں سے ابتدائی دور میں ہی افغانستان کے اکثر علاقوں میں چھوٹی موٹی رکاوٹیں ختم ہو گئیں۔ طالبان کی فتح کی رکاوٹ میں ایسے عناصر (گوریلا وار) کے نقطہ نظر سے ان رکاوٹوں کے ختم ہونے سے اتحادی افواج کے روٹ غیر محفوظ ہو گئے۔ امریکی اتحادی افواج کی فضائی نگرانی کے لیے ہیلی کاپٹر و طیارے اڑنے لگے۔ جس سے ان کے اخراجات اور زیادہ بڑھ گئے۔ اتحادی افواج اپنے بیس کیمپوں تک محدود ہو گئیں۔ صلیبیوں کے نقطہ نظر کے مطابق ان کی نقل وحمل پر خطرات میں اضافہ ہو گیا ہے۔ انہیں یہ خطرات گھیرے رکھے ہوئے تھے کہ نامعلوم وہ کہاں کمین میں پھنس جائیں۔

مشاورتی اجلاس اور صلیبی ہیلی کاپٹر

ادھر شب وروز امریکی افواج کے ہولناک قصے اور پاکستان کے یوٹرن پر بات چیت جاری تھی اور ادھر ملا ناصر اخند نے ایک پوائنٹ پر ملنے کا کہا تا کہ کچھ مشورہ کیا جا سکے۔ عصر کے بعد ہم نے مخابراتی رابطہ کیا اور مطلوبہ لوکیشن کی طرف چل پڑے۔ اب ہم مطلوبہ لوکیشن پر پہنچ چکے تھے اور مخابراتی رابطوں کا سلسلہ ایک تسلسل سے جاری تھا۔ تاہم مطلوبہ پن پوائنٹ مخابرچیوں کی سمجھ میں نہ آ رہا تھا۔ یعنی ہماری ملن گاہ نہ مل رہی تھی۔

مغرب کے قریب ترین وقت تھا۔ مخابروں پر واضح گفتگو کر کے نہیں سمجھایا جا سکتا تھا کیونکہ بات کوڈ میں کرنا ضروری تھی اور کوڈ ایک دوسرے کو واضح طور پر سمجھ نہ آ رہے تھے۔ ہم دونوں قافلے ایک دوسرے کے قریب ہونے کے باوجود نہ مل پا رہے تھے۔ چند ٹیکریوں نے ہمیں ایک دوسرے سے اوجھل کر رکھا تھا۔ مخابرچی پشتو زبان میں ایک دوسرے کو بتانے کی کوشش کر رہے تھے۔ راقم ایک طرف کھڑا یہ تماشا دیکھ رہا تھا کہ دور سے ہیلی کاپٹر جیسی آوازیں آنا شروع ہو گئیں اور ہیلی کاپٹر کے آنے پر مخابروں کو بند کرنا ضروری ہوتا ہے۔ ورنہ ٹریس ہو جاتے ہیں۔ جیسے ہی ہیلی کاپٹر قریب پہنچا تو تمام ساتھیوں نے خود کو کیموفلاج کرنا شروع کر دیا اور زمین پر لیٹ گئے۔ لیکن ملا ناصر صاحب کے کزن کا گدھا جس پر ہمارا سامان لدا ہوا تھا وہ ہمارے لئے بدستور خطرہ بنا ہوا تھا۔ گدھے صاحب خراماں خراماں گھاس پر منہ مار رہے تھے۔ اس کی جانے بلا کہ ہیلی کاپٹر ہمارے لئے ہی آئے ہیں۔

ہیلی کاپٹر پرواز کرتے ہوئے آئے اور ہمارے مخابروں کی رینج پر سے اچانک مڑ کر فضا میں چکر کاٹنے لگے۔ راقم کو پورا یقین ہو چلا تھا کہ اب ہیلی کاپٹروں سے پیراٹروپس نکل کر ہم پر حملہ آور ہو جائیں گے۔ اس لئے میں اوندھا لیٹنے کی بجائے سیدھا ہو کر لیٹ گیا اور اپنی کلاشن کو برسٹ لگا کر اوپر کی طرف منہ کر کے رکھ لیا۔ میرے سمیت تمام مجاہدین قرآنی آیات کا ورد کرنے لگے۔ ہمارے امیر نے ہدایت کر دی تھی کہ کسی نے فائر کرنے میں پہل

نہیں کرنی۔

راقم بچشم خود امریکی پیراٹروپس کو گلے میں بیلٹ بندھے ہوئے ہیلی کاپٹر سے باہر کی طرف گن ہاتھ میں تھامے دیکھ رہا تھا۔ جو زمین پر نظریں گاڑے دیکھے ہی جا رہے تھے۔ لیکن بفضلِ تعالیٰ ان کی نظر ہمارے اوپر نہ پڑی اور ہیلی کاپٹر ہمارے اوپر نیم دائرہ میں چکر کاٹتے ہوئے واپس قندھار ایئر بیس کی طرف لوٹ گئے۔ جب ان کی آوازیں آنا بند ہوگئیں تو عارضی طور پر بند کئے گئے مخابرے پھر سے آن کئے اور مخابرچیوں نے دوبارہ مغز ماری شروع کر دی۔

ہیلی کاپٹر کی آوازیں دوبارہ آنی شروع ہوگئیں۔ راقم نے موسیٰ مخابرچی سے مخابرہ لے کر اسے بند کر دیا اور آہستہ آہستہ ہیلی کاپٹروں کی آوازیں بھی آنا بند ہوگئیں۔ ہمیں مخابراتی رابطوں کی لوکیشن سے امریکی ٹریس کر رہے تھے۔ اب ہم تمام مجاہدین مخابروں کے بغیر ہی ایک دوسرے کو ڈھونڈنے میں لگ گئے۔ تھوڑی دیر تک دونوں قافلے آپس میں مل گئے۔

سلام مسنون اور قرآن کریم کی تلاوت کے بعد اجلاس میں مشاورت شروع ہوگئی۔ آخر میں ملا ناصر صاحب نے فیصلہ کیا کہ ہم خاکریز پر حملہ کرنے کے لیے مطلوبہ اسلحہ جمع نہیں کر سکے۔ اس لئے اب ہمیں منتشر ہو جانا چاہیئے۔ پھر اختتامی دعا کے بعد اگلی صبح تمام افراد گلے ملے اور اپنی اپنی منزل کی جانب چل دیئے۔

اسلحہ کی عدم دستیابی سے گوریلا جنگ کے شعبوں میں جیسے کمین لگانا، دشمن کے قافلوں پر ریڈ کرنا، دشمن کے کیمپوں اور چیک پوسٹوں پر حملہ کرنا وغیرہ میں مشکل پڑ گئی۔

تاہم گوریلا وار میں ایک شعبہ ایسا بھی ہے جس کے لیے زیادہ اسلحہ اور وسائل کی ضرورت نہیں ہوتی۔ کم وسائل اور کم افرادی قوت سے بھی اس شعبہ کو فعال کیا جا سکتا ہے اور یہ شعبہ دشمن کو ہولناک انجام سے دوچار کرنے میں اہم کردار کا حامل بھی ہے۔

''W.K.S ریموٹ کنٹرول دھماکے''

راقم و دیگر ساتھیوں کو اس شعبہ میں کام کرنے کا موقع دستیاب ہو گیا اور وہ شعبہ تھا ریموٹ کنٹرول کاروائیاں۔ جس میں دو یا تین ساتھی مل کر آسانی سے کام کر سکتے ہیں۔ اب میرے ساتھی ابوجندل اور منصوری کا یہاں سے پاکستان جانا ہی مناسب تھا۔ ان کو راقم نے چنار بستی سے ملحق علاقہ سے گلے ملتے ہوئے مفتی صغیر صاحب کے لیے سلام و دعا دے کر رخصت کر دیا۔

جن دنوں چیک پوسٹوں کی کاروائی ہوئی تھی انہی دنوں کوئٹہ سے ملا برادر صاحب کے ایک ہونہار ساتھی راقم کو مل گئے۔ احمد نامی اس مجاہد کو ملا برادر صاحب نے ریموٹ کنٹرول میں مشاق بنانے کے لیے میرے پاس بھیجا تھا۔

راقم نے احمد بھائی کو کمین کی مکمل تھیوری سمجھا دی۔ اب پریکٹیکل سمجھانے کا مرحلہ باقی رہ گیا تھا۔ ریموٹ کا مکمل سامان میرے پاس افغانستان پہنچ چکا تھا۔ اب بارود کے حصول کا مرحلہ تھا کہ اس کو حاصل کر کے ساتھ منسلک کرنے کے بعد اس کو پھٹانا تھا۔

''بارود کی سپلائی''

ملا ناصر صاحب کو احقر نے بارود کی ڈیمانڈ کر دی۔ انہوں نے مجھے ایک مقام کی نشاندہی کی کہ وہاں سے جا کر بارود اٹھا لو۔ اب راقم، موسیٰ بھائی اور احمد بھائی چنار بستی سے شام ڈھلے مطلوبہ منزل کی جانب چل پڑے۔ رات ایک بجے کے قریب ہم مطلوبہ بستی کے مطلوبہ مقام پر پہنچ گئے اور مکان کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ اندر سے فوری ایک ادھیڑ عمر افغانی نکلا۔ کلاشن کوفیں دیکھتے ہی اس نے دروازہ کھول دیا۔ ہم اس کا یہ اشارہ سمجھ گئے اور گھر میں داخل ہو گئے۔ بستی میں بھونکنے والے کتے بھی خاموش ہو گئے۔ اندر داخل ہوتے ہی ہم نے آنے کا مقصد بیان کر دیا۔ انہوں نے ہمیں پہچان کر گھر کے ایک حصہ میں بنی ہوئی بیٹھک میں سونے کے لیے پہنچا دیا۔ صبح نماز فجر سے پہلے اس عمر رسیدہ شخص نے ہمارے وضو کا اہتمام کیا اور خود آبادی میں موجود مسجد میں نماز فجر کی ادائیگی کے لیے چلا گیا۔ ہم نے مہمان خانہ میں ہی نماز فجر ادا کی۔ نماز کے بعد وہ واپس لوٹا تو بتانے لگا کہ کتوں کے بھونکنے کی وجہ سے بستی کے لوگ پوچھ رہے تھے کہ رات کوئی مہمان آیا تھا۔ میں نے انکار کر دیا کہ میری طرف تو رات کوئی بھی نہیں آیا۔

پھر اس نے دو مائنز (بارودی سرنگیں) نکال کر ہمارے حوالہ کیں۔ ایک چائنہ میڈ تھی جس کو ہم اپنی فیلڈ میں اس کے حجم اور بلندی کی وجہ سے دو

منزلہ مائن کے لقب سے پکارتے ہیں۔دوسری مائن عراقی ساختہ تھی۔اور یہ بھی ایک ہیوی مائن تھی۔

ابھی ہم اس گھر میں ہی تھے کہ فضاء میں ہیلی کا پٹروں کی پروازیں شروع ہوگئیں۔ہم نے میزبان سے باہر کا جائزہ لینے کے لیے کہا۔اس نے حالات کا جائزہ لے کر ہمیں آگاہ کیا کہ ابھی ابھی یہاں سے ایک بڑا امریکی قافلہ قندھار سے ارزگان کی طرف گیا ہے اور فضاء میں نظر آنے والے ہیلی کا پٹر اسی قافلہ کی فضائی چوکیداری کر رہے تھے۔

ہم تینوں ساتھیوں نے کن اکھیوں سے آپس میں اشارہ کیا کہ یہ قافلہ ہمارے لئے بہترین ٹارگٹ ہوسکتا ہے۔اور ہم نے سمجھ لیا کہ یہ کانوائے قندھار کو واپس اسی روڈ پر سے گزرے گا۔اس لئے اپنا تجربہ اسی کانوائے پر ہی کرلیا جائے۔

ڈبل مائن اور کمین

بستی سے اب ہم نکل کر اپنے ہدف پر پہنچنا چاہ رہے تھے لیکن بستی سے بحفاظت نکلنے کے لیے رات کا وقت مناسب تھا۔ہم اندھیرا پھیلنے کا انتظار کرنے لگے۔اندھیرا پھیلنے سے تھوڑی دیر پہلے ہم نے کھانا کھایا۔اور میزبان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے بستی سے باہر نکلنے کے لیے سفر شروع کردیا۔
اسی رات ملا ناصر صاحب سے بھی ایک مقام پر ملاقات طے تھی۔

میں نے ساتھیوں سے مل کر قندھار، ارزگان روڈ پر مائن دبانے کے لیے مناسب مقام کا تعین کیا۔

اسی اثناء میں ایک ہیلی کا پٹر فضاء میں چکر کاٹتا ہوا سنائی دیا۔ہم بہت خوش ہوئے کہ کانوائے صبح ضرور آئے گا اور یہ ہیلی کا پٹر راستہ کی کلیرنس کے لیے پیشگی ریکی کے لیے آیا ہے۔

اس وقت رات کے 11 بج چکے تھے۔ہم نے مائن دبانے کی جگہ تلاش کر لی تھی۔جگہ کے چناؤ میں سرفہرست اصول یہ ہے کہ راستہ ایسا ہونا چاہئے جہاں ہر حال میں کانوائے کی گاڑیوں کا گزر ہو اور گاڑی کسی بھی طرح مائن سے بچ کر نہ گزر سکے۔

ہم دائیں بائیں دیکھتے ہوئے اس مطلوبہ جگہ پر پہنچے تو پہلے سے وہاں پر چھوٹا سا تازہ کھلا ہوا ایک کھڈا نظر آیا۔راقم نے موسٰی کی چادر اپنے اوپر لپیٹ کر بیٹری سے کھڈے پر روشنی ڈال کر جائزہ لیا تو یہ ایک تازہ کھدا ہوا کھڈا تھا۔ہم چونکہ یہاں غیر مقامی تھے اور ہمارا پروگرام بھی اچانک ہی بنا تھا۔اور یہ کھڈا بھی یقینی طور پر کسی طالب مجاہد کی ہی کاروائی لگتی تھی۔خیر ہم نے اب موقع ضائع نہیں کرنا تھا۔ہم نے کمانڈو گینتی نکال کر کھدائی شروع کردی اور موسٰی بھائی کو پہرہ پر کھڑا کردیا۔

اب یہاں ٹریننگ سنٹر کی طرح مائن دبائی جارہی تھی اور میں ساتھ ساتھ ترتیب کے ساتھ احمد بھائی کو پریکٹیکل بھی کروا رہا تھا۔

جلد ہی ہم دونوں نے کام مکمل کیا اور اس جگہ پر نشانی لگا کر ملا ناصر صاحب کو ملنے چلے گئے۔وہاں رات گپ شپ میں گزاری۔ناصر صاحب صبح سویرے چنار بستی چلے گئے اور ہم تینوں اپنی لگائی ہوئی مائن کے سامنے دور پہاڑ پر بیٹھ گئے۔تین دن اور تین رات ہم مسلسل نیچے سڑک پر نظریں جمائے اپنے ٹارگٹ کے انتظار میں رہے۔وہ بڑا قافلہ تو درکنار ابھی تک دشمن کی کوئی ایک گاڑی بھی اس نشان تک نہ آئی تھی۔

’’عثمان حافظ آبادی‘‘

ہمارے ساتھ والے ضلع شاہ ولی کوٹ میں بھی ایک ساتھی مائن کاروائیوں کے لیے پہنچ چکا تھا۔عثمان نامی اس مجاہد کو اس ضلع کے نامور کمانڈر حاجی لالہ کوئٹہ سے لے کر آئے تھے۔عثمان بھائی نے رات کو مائن دبائی اور اگلے ہی روز عصر کے بعد ایک امریکی کانوائے اس مائن کی زد میں آگیا اور اس مائن نے ایک امریکی ٹینک کے پرخچے اڑا کر رکھ دیئے تھے اور اس میں موجود گولہ و بارود نے اور بھی تباہی پھیلا دی تھی۔جس سے اس ٹینک کے آگے اور پیچھے والی وہیکلز کو بھی جزوی طور پر نقصان پہنچا۔

اصل میں عثمان بھائی نے تقریباً 100 میٹر کے فاصلہ پر دو مائن اکٹھے دبا دیئے تھے۔امریکی کانوائے سے پہلے جب پہلی مائن کے اوپر سے طیارہ پرواز کرتا ہوا گزرا تو اس نے مائن کو ڈی کوڈ کر دیا تھا۔اور مائن پھٹ گئی تھی جس سے کانوائے محفوظ رہا اور کانوائے پھٹ جانے والی مائن سے تھوڑا پہلے رُک گیا۔ماہر مجاہد عثمان بھائی کانوائے پر نظریں جمائے دور پہاڑوں میں بیٹھے رہے۔

کانوائے نے جب دھماکہ والی جگہ کا معائنہ کیا تو وہ اپنی تسلی کر کے پھر آگے بڑھنے لگے۔کانوائے جیسے ہی 100 میٹر دور دوسری مائن کی زد

میں آیا تو اللہ اکبر کے نعرہ کے ساتھ بھائی عثمان مجاہد نے مائن پر لگے WKS ریموٹ کا بٹن دبا کر کانوائے کو شکار کر ڈالا اور کھلبلی مچادی۔خوش قسمتی سے فضا میں پرواز کرنے والا طیارہ صرف ایک مائن کو ہی ڈی کوڈ کر سکا تھا۔لیکن دوسری مائن کو ڈی کوڈ نہ کر سکا۔کیونکہ اتنی دیر میں وہ فضا میں کافی دور جاچکا تھا۔اس زبردست کاروائی میں امریکیوں کا کافی جانی ومالی نقصان ہوا۔جبکہ طالبان مجاہدین کی طرف سے اس کاروائی پر صرف -/1500 مبلغ خرچ آیا تھا۔

اس خوشخبری کو سننے کے بعد ہم بھی دعائیں کر رہے تھے کہ ہمارا بھی شکار آجائے تاکہ مائن پر لگا خرچ حلال ہوجائے۔لیکن امریکی اس کاروائی سے ڈرے ہوئے تھے اور اس ضلع میں بھی موومنٹ میں کافی حد تک کمی کردی تھی۔ہم نے بیس دن تک اس جگہ پر انتظار کیا لیکن کوئی کانوائے نہ آیا۔

مجھے ملا ناصر صاحب کا پیغام ملا۔میں ناصر صاحب کے پاس چلا گیا اور احمد بھائی کے پاس ایک مقامی مجاہد کو چھوڑ دیا۔یہاں سے راقم کی وطن واپسی ہوگئی۔

جبکہ مجاہدین کی اس ایجاد WKS ریموٹ کنٹرول نے جدید ٹیکنالوجی سے لیس امریکی وصلیبی افواج کو ہواؤں میں بکھیر کر رکھ دیا۔تقریباً دو سال تک WKS نامی ڈیوائس ابتدائی حالت میں استعمال ہوتی رہی۔پھر امریکیوں نے بہت تحقیق اور سرمایہ خرچ کر کے اس ڈیوائس کا حل نکالا۔ امریکہ کثیر مال خرچ کر کے ایسے طیارے لے آیا جو WKS کے وائرلیس کی مکمل فریکوینسی جو 136.000mhz سے لے کر 174.000mhz تک ہوتی ہے۔اسے یہ طیارے ڈی کوڈ کر کے بلاسٹ کر دیتے تھے۔یہ طیارہ بہت طاقتور VHF ریز (Rase) چھوڑتا ہے اور اپنی تیز رفتاری کے باعث افغانستان کے سارے علاقہ پر چکر لگاتا اور ڈیڑھ گھنٹے تک محو پرواز رہنے کی وجہ سے پورے ملک میں دبائے گئے WKS بموں میں سے خود بخود 10 فیصد بلاسٹ ہوجاتے۔

جیٹ طیاروں کی اس حرکت سے مجاہدین تھوڑی سی ٹینشن میں آگئے کہ جان جوکھوں میں ڈال کر اور ریکی کر کے سخت سڑک کو چیر کر WKS مائن دبائے لیکن نتیجہ ہاتھ نہ لگتا۔

راقم کے ہاتھوں دبایا ہوا ایک ریموٹ بھی امریکی جیٹ طیارے کی ریز کی نذر ہوگیا اور ہماری ساری محنت اکارت گئی۔اسی طرح پورے افغانستان میں دوسرے مجاہدین بھی بہت پریشان ہوگئے۔اور اللہ تعالیٰ سے سبیل اور مدد کی دعائیں ہونے لگیں۔

اور پھر دعائیں قبول ہوئیں۔اللہ تعالیٰ کی خاص مدد اور فضل سے WKS تیار کرنے والے مجاہدین نے شاید سوچ بچار کے بعد تھوڑی سی تبدیلی کر کے جیٹ طیاروں کی ریز کا بھی حل نکال لیا اور پھر 2004ء کے وسط میں ہر اوطاق میں WKS وافر مقدار میں نظر آنے لگے اور ان کا باقاعدہ استعمال بھی زوروں سے شروع ہوگیا۔امریکہ ونیٹو کے خلاف مجاہدین نے نئے جذبہ اور ولولہ سے WKS کو زمین میں دبا دبا کر تباہی پھیلائی۔

2004ء میں امریکیوں کو سخت مار پڑی۔اس شدید نقصان کی وجہ سے امریکہ بہادر دُم دبا کر ہلمند اور قندھار سے بھاگ نکلا اور صوبہ غزنی جا کر دَم لیا۔ہلمند میں برطانوی اور قندھار کینیڈین آرمی کے سپرد ہوا۔

2004ء کے آغاز ہی سے مجاہدین نے صلیبیوں کے خلاف کمین، ریموٹ کنٹرول بارودی سرنگوں، بوبی ٹریپ وغیرہ جیسی کاروائیوں کے علاوہ فدائی حملوں کے ایک بھرپور منصوبے کا آغاز کیا۔اس سال کل حملوں کی تعداد یہ رہی۔

WKS کے ذریعے حملے	123
فدائی حملے	06
امریکی مراکز پر حملے	12
ہیلی کاپٹر وطیارے تباہ ہوئے	02
ڈرون طیارے تباہ ہوئے	03
BM حملے	17
کمین یا گھات لگا کر حملے	10
ٹینک وبکتر بند گاڑیاں تباہ ہوئیں	23
صلیبی فوجی مردار ہوئے	103
صلیبی فوجی زخمی ہوئے	192

یہ اعداد وشمار وہ ہیں جو آن دی ریکارڈ ہیں۔اصل نتائج اس سے کہیں زیادہ ہیں۔

2005ء صلیبیوں کی بندر بانٹ

اکتوبر 2001ء سے آخر 2004ء تک امریکی وصیہونی افواج اپنے مقاصد میں کوئی کامیابی حاصل نہ کرسکیں تو دلدل میں پھنسے ان ہاتھیوں نے چنگھاڑتے ہوئے اپنے تمام اتحادیوں کو اس دلدل میں پھانسنے کے لیے بندر بانٹ شروع کردی۔

طالبان مجاہدین تین سال کی محنت شاقہ کر کے کافی مستحکم ہو چکے تھے۔اور امریکی واتحادیوں کو WKS ڈیوائس استعمال کر کے ڈھول چاٹنے پر مجبور کر رکھا تھا۔2005ء میں عالم کفر کی بڑی طاقتوں نے تنگ آکر اور مجبور ہو کر اپنا بار دوسری کفریہ طاقتوں پر لاد کر آپس میں بوجھ تقسیم کرلیا۔کوئی بھی اتحادی یہ نہ چاہتا تھا کہ صرف اسی کی فوج بارودی سرنگوں اور طالبان مجاہدین کی گوریلا وار کی دلدل میں پھنسے اور اپنے منہ سے خود موت مانگے۔اس لئے ایک بندر بانٹ شروع کردی گئی۔سب سے پہلے غرور وتکبر کے نشہ میں بدست ہاتھی امریکی و برطانوی تھے۔لیکن جب کہسارِ افغان نے ان بدمست ہاتھیوں کی درگت بنانا شروع کی تو آہستہ آہستہ تمام عالم کفر کے ممالک جو اقوام متحدہ کے جھنڈے تلے اکٹھے تھے وہ کوؤں کی طرح شور مچاتے ہوئے پورے افغانستان کا کنٹرول سنبھالنے کے لیے آگئے۔

نیٹو فوج کے زیر اثر مختلف عسکری طاقتوں کو مختلف علاقوں میں تقسیم کر کے وہاں ان کو کنٹرول دے دیا گیا۔اس اتحاد کو ''ایساف'' (ISAF, Coalition) کا نام دیا گیا۔جن میں درج ذیل اسلام دشمن ممالک کی افواج شامل تھیں۔1-البانیہ، 2- آرمینا، 3- آسٹریا، 4- آذربائیجان، 5- بحرین، 6- بیلجیئم، 7-بوسنیا ہرزگوینیا، 8-بلغاریہ، 9- کروشیا، 10-ڈنمارک، 11-ایلسلواڈور، 12-ایسٹونیا، 13-فن لینڈ، 14- گریس، 15- ہنگری، 16- آئس لینڈ، 17- آئر لینڈ، 18-جارڈن، 19-ریپبلک آف کوریا، 20- کٹویہ، 21- لیتھونیا، 22- لیگزمبرگ، 23-ملائیشیا، 24- منگولیا، 25- مونٹینیگرو، 26- نیدر لینڈ، 27-نیوزی لینڈ، 28- ناروے، 29-پرتگال، 30- سنگاپور، 31- سلواکیہ، 32- سلوینیا، 33- سپین، 34-سوئٹزرلینڈ، 35- سویڈن، 36-ری پبلک آف میکدونیہ، 37- ٹونگا، 38-یوکرائن، 39-متحدہ عرب امارات، 40- متحدہ امریکہ، 41-یونائٹڈ کنگڈم برطانیہ، 42- جرمنی، 43- اٹلی، 44- فرانس، 45- کینیڈا، 46- آسٹریلیا، 47- جارجیا، 48- پولینڈ، 49- رومانیہ، 50- ترکی، 51- افغانستان کی کٹھ پتلی افغان ملی اُردو۔اور 52- جمہوریہ چیک ری پبلک کی افواج ان کو نیٹو (ایساف) کی سرکردگی میں کہسار افغان پر کانٹوں کی فصل کاشت کرنے کے لیے بکھیر دیا۔تاکہ وہ اپنی افواج لگا کر جنگی سرگرمیوں میں حصہ لیں۔

''قندھار اور کینیڈین کرگس''

ایساف کے زیر کنٹرول افواج میں کینیڈا کے کرگسوں کو قندھار کا علاقہ دے دیا گیا۔کینیڈین آرمی اس زعم اور فخر وغرور میں مبتلا تھی کہ ان کے پاس اعلیٰ قسم کی ٹیکنالوجی ہے۔جو WKS ڈیوائس کو جام کرنے میں کارگر ثابت ہوسکتی تھی اور اس مہنگی ترین ٹیکنالوجی کو وہ کئی دوسرے ممالک میں کامیابی سے استعمال کروا چکے تھے۔ان کی یہ جدید ٹیکنالوجی ان کو دوسروں سے ممتاز کئے ہوئے تھی۔

راقم ان دنوں قندھار کے علاقہ میں ہی اپنی جہادی سرگرمیوں میں مصروف تھا۔قندھار میں کینیڈین آرمی نے اب اپنے قافلہ یا کانوائے میں مذکورہ بالا ٹیکنالوجی سے لیس دو ہیوی گاڑیوں کا اضافہ کردیا تھا۔ہر نقل وحرکت وہ اس ٹیکنالوجی سے لیس گاڑیوں کی راہنمائی میں کرتے تھے۔یہ گاڑیاں جدید ترین جیمرز سے لیس تھیں۔جو مخابرہ کی فریکوینسی جام کردیتی تھیں اور WKS ان کے کانوائے کے گزرنے پر غیر فعال ہو جاتی تھی۔اسی طرح کی صورتحال کا سامنا افغانستان کے طول وعرض میں مجاہدین کو کرنا پڑ رہا تھا۔

اس پریشانی کا حل نکالنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعائیں کیں اور بفضلِ تعالیٰ اس پریشانی کا عارضی حل نکل آیا اور WKS کو مخابرہ سے منسلک کرنے کی بجائے کارڈلیس فون سیٹ کے ساتھ منسلک کر کے اور بارود کے ملاپ سے طالبان مجاہدین نے ایک بڑی کامیابی حاصل کرلی۔کارڈ لیس فون سیٹ استعمال کرنے کی وجہ سے WKS کی مالیت میں فرق آ گیا اور اب مبلغ -/1500 کی جگہ مبلغ -/4500 نے لے لی۔

اس ترمیم نے کینیڈا کے جدید ترین اور دنیا کے مہنگے ترین جیمرز سسٹم کو ناکام بنا ڈالا اور ان کی جیمرز والی گاڑیوں کو ہی سب سے پہلے اس ترمیم

شدہ ڈیوائس WKS کا شکار ہونا پڑا۔ اوراس جدید ترین ٹیکنالوجی کو مبلغ -/4500 نے زمین میں دفن کر کے رکھ دیا۔

مجاہدین کو اس عارضی حل سے قدرے اطمینان نصیب ہوا۔ لیکن مستقل حل کے لیے اللہ تعالیٰ کی خاص مدد و نصرت کے ساتھ راقم نے WKS ریموٹ کنٹرول کو تمام فریکوینسیوں سے آزاد کر کے ''خانچہ'' میں تبدیل کر دیا۔ جس کی تفصیل راقم کی کتاب ''مقدس جنگ'' میں لکھی جا چکی ہے۔

''خانچہ'' دب کر کام کرنے والی (پُش ہو کر چلنے والی Push) چیز کو کہتے ہیں۔ اس کا عمل بھی کیونکہ دینے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اس لئے راقم نے اسے خانچہ کا نام دیا جو انگریزی لفظ U کی شکل میں ایک چار انچ چوڑی اور ایک انچ موٹی اور دو فٹ لمبی لکڑی کے ٹکڑے پر لوہے کی پتری کا بنا کر لگایا جاتا تھا اور کانوائے کو ہٹ کر کے زبردست کاروائی کرتا تھا۔

راقم کی اس ایجاد نے جدید اور مہنگی ترین ٹیکنالوجی کی اللہ کے فضل سے اینٹ سے اینٹ بجا کر رکھ دی۔ اور اتحادی افواج کو ان کی بلوں میں رہنے پر مجبور کر دیا۔

تمام کفریہ طاقتوں کی نقل و حمل رُک کر رہ گئی۔ اتحادیوں میں اکثر جھگڑا رہنے لگا کہ ہمیں ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کے لیے چینوک ہیلی کاپٹر دیئے جائیں۔ ہم زمینی سفر نہیں کریں گے۔ تمام فضائیہ پر امریکیوں کا زور تھا اس لئے وہ اپنی فضائیہ کو کسی کے استعمال میں نہیں لانا چاہتے تھے۔ اور دوسرے اتحادیوں کو ڈرون اور سیٹلائیٹ وغیرہ کی امداد کا ''لالی پاپ'' دے کر رکھتے تھے۔ لیکن بعض اتحادیوں نے ضد کی کہ ہمیں تو چینوک ہیلی کاپٹر ہی ملنے چاہئیں۔ لیکن امریکیوں نے ان کا مطالبہ پورا نہ کیا۔ اس لئے اکثر اتحادی قندھار ایئر بیس میں ہی رُک گئے اور زمینی راستہ پر چلنے کی ہمت نہ کی۔

اگر کوئی قافلہ بذریعہ سڑک روانہ بھی ہوتا تو سڑک پر چلنے کی بجائے کچے راستوں پر محو سفر رہتا۔ اور یہی صورتحال قندھار سمیت کئی علاقوں میں ہوگئی اور امریکی و صیہونی افواج ایک بار پھر سر جوڑ کر سوچنے پر مجبور ہوگئیں کہ اس WKS کا کیا حل نکالا جائے۔ ہر طرف امریکی و اتحادی افواج کا موضوع گفتگو WKS اور خانچہ بن گیا۔

راقم نے اپنی اس ایجاد کا پہلا تجربہ اپنے ساتھی ازمرے تاجکی کے ہمراہ قندھار کے ضلع خاکریز میں کیا۔ یہاں ہم نے مائن دبا کر صرف ریموٹ کو استعمال کیا۔ جس نے ایک امریکی فوجی ٹرک کو اس میں بیٹھے ہوئے تمام افراد سمیت ہوا میں اڑا کر رکھ دیا۔ یہ ٹرک اور امریکی فوجی فریکوینسی ٹونز کوٹریس کرنے کی غرض سے سڑک پر رواں دواں تھا۔ (اس واقعہ کا تفصیلی تذکرہ راقم کی کتاب مقدس جنگ میں ملاحظہ کر لیا جائے) پھر اسی طرز اور نوع کی کاروائیاں پورے زور و شور سے افغانستان بھر میں ہونا شروع ہوگئیں۔

2005ء میں طالبان مجاہدین کی فتوحات میں کئی گنا اضافہ ہوگیا اور نئی ریموٹ کنٹرول ڈیوائس WKS تیار کر کے اتحادیوں و صلیبیوں کو باہر نکل کر حملہ کرنے سے روک دیا۔ یہ طالبان مجاہدین کی فتح کے آثار کی شروعات تھی۔ اتحادی افواج کی نقل و حمل بھاری اخراجات کی متمنی ہوگئی اور مجاہدین کا رعب و دبدبہ ان کفریہ طاقتوں پر بڑھتا ہی چلا گیا۔ اب مجاہدین ان کے بیس کیمپس اور چوکیوں کو نشانہ بنانا شروع کر چکے تھے۔

سال 2005ء میں طالبان مجاہدین نے جو کامیابیاں حاصل کیں اور جو کاروائیاں کیں ان کے مصدقہ کوائف درج ذیل ہیں۔ جن کی تصدیق کی جاسکتی ہے۔ ان گنت کاروائیوں کا ریکارڈ دستیاب نہ ہوسکا۔

ریموٹ کنٹرول اور بارودی سرنگ کے دھماکے کئے گئے۔	783
فدائی حملے کئے گئے۔	27
روڈ پر واقع مراکز و چیک پوسٹوں پر حملے کئے گئے۔	58
اینٹی ایئر کرافٹ کاروائیوں کے نتیجے میں ہیلی کاپٹر و طیارے تباہ کئے گئے۔	36
میزائل و مارٹر حملے کئے گئے۔	115
کامیاب گھات یا کمین حملے	215
سپلائی لائن پر امریکی امدادی کنٹینرز تباہ کئے۔	117
آئل ٹینکر و ٹرک تباہ	234
مجموعی طور پر چھوٹی گاڑیاں تباہ ہوئیں	164

جبکہ سینکڑوں صلیبی و افغان مرتد فوجی ہلاک و زخمی ہوئے۔

2006ء صلیبیوں کی تباہی کا نیا باب

طالبان مجاہدین پورے افغانستان میں امریکی، صلیبی اور صیہونی اتحادی افواج پر اپنی دھاک بٹھا چکے تھے۔ اقوام کفر گزشتہ سال کو مزاحمت کا بامِ عروج گردان رہی تھیں۔ لیکن وہ تو حق کے علمبرداروں کی شروعات تھیں۔ 2006ء صلیبیوں و اتحادیوں کی مشکلات، پریشانیوں اور تباہیوں کا ایک نیا باب ثابت ہوا۔ 2006ء میں مجاہدین اسلام نے جدیدیت و مادیت پرستی کو نیم مردہ اور بے آسرا کر چھوڑا تھا۔ اور اپنی کارروائیوں میں کئی گنا اضافہ کر کے جدیدیت کو بوکھلاہٹ و بدحواسی کا شکار کر ڈالا تھا۔

اپنے وطن، ماں باپ اور بیوی بچوں سے دور کفریہ طاقتوں کے سورمے دبک کر بیٹھے ذہنی توازن بحال رکھنے کی ناکام کوششوں میں مصروف تھے۔ اور کسی بھی طرح موت کے پنجے سے نکل کر راہِ فرار اختیار کرنا چاہتے تھے۔ اور کہیں کہیں دبے لفظوں میں شکست کا اعتراف بھی کر بیٹھتے تھے۔ لیکن وہ یہ بھول گئے کہ افغانستان وہ سرزمین ہے کہ جہاں پر دشمن آتا اپنی مرضی سے ہے لیکن واپسی کا نہ تو کوئی ٹائم فریم ہے اور نہ ہی کوئی روڈ میپ تیار کیا جا سکا ہے۔

جدیدیت سے لیس ٹیکنالوجی کی حامل کفریہ طاقتیں کوئی ایسی تکنیک ایجاد نہ کر سکیں جو ان کو اس دلدل سے باہر نکال سکے۔ 2006ء میں پورے افغانستان میں نیٹو افواج کو سر اٹھانے کی بھی مہلت نہ مل سکی۔

طالبان مجاہدین کی جانب سے حملوں میں شدت آ گئی۔ مجاہدین روز بروز تجربہ کار ہوتے جا رہے تھے۔ جبکہ نیٹو افواج بدستور ان کے زیرِ عتاب تھیں۔

مجاہدین کے فدائی (استشہادی) حملوں میں کئی گنا اضافہ ہو گیا اور دین اسلام کی سربلندی کے لیے ہزاروں مجاہدین پروانہ وار شمع اسلام کو روشن کرنے کے لیے فدائی حملے کرنے کو تیار ہو گئے اور راتوں کو تہجد میں ربّ کائنات کے حضور اپنی اپنی قبولیت اور جلد باری آ جانے کی دعائیں کرتے رہتے۔

شیخ عثمان فدائی

جس دھج سے کوئی مقتل کو گیا وہ شان نرالی ہوتی ہے
یہ جان تو آنی جانی ہے اس جان کی تو کوئی بات نہیں

یہ بھائی راولپنڈی کے رہائشی تھے اور ایک جہادی تنظیم سے وابستہ تھے۔ بھائی شیخ عثمان فدائی سے راقم کی ملاقات ہوئی۔ یہ کسی ذریعہ سے طالبان کمانڈر حاجی لالہ کے پاس آئے تھے۔ ان کے ساتھ کوئٹہ سے ایک اور پُرجوش اور صاحب عمل مجاہد عبدالرحمٰن بھائی بھی آئے تھے۔ عبدالرحمان بھائی کو 2002ء میں سقوط قندوز میں شمالی اتحادیوں نے گرفتار کر لیا تھا۔ اور آپ امام صاحب جیل میں قید کاٹ کر تازہ تازہ ہی پاکستان آئے تھے۔ لیکن اسارت نے ان کے جذبہ جہاد کو کم کرنے کی بجائے اور زیادہ ابھارا اور وہ پھر میدانِ کارزار میں دادِ شجاعت دینے چلے آئے۔ یہ دونوں ساتھی راقم کے ساتھ ضلع خاکریز جیل پر حملہ کی کاروائی اور شاہ ولی کوٹ کے علاقہ گنبد میں ہونے والی کاروائی میں بھی ہمرکاب رہے تھے۔ اس کاروائی میں کینیڈین آرمی کے 18 فوجی مردار ہوئے تھے۔ ان کاروائیوں کی تفصیل راقم اپنی کتاب ''مقدس جنگ'' میں تحریر کر چکا ہے۔

شیخ عثمان بھائی اب فدائی حملہ کرنے کی ضد کر رہے تھے۔ راقم نے انہیں کام کی نوعیت کے بارے میں بتلایا کہ آپ میرے ساتھ رہیں تاکہ ہم زیادہ سے زیادہ کمین یا ریموٹ کاروائیاں کر سکیں۔ لیکن شیخ صاحب نہ مانے۔ بس جلد از جلد استشہادی حملہ کرنا چاہ رہے تھے۔ پھر انہیں گرین سگنل بھی مل گیا۔

صوبہ ہلمند کے مرکزی شہر لشکر گاہ میں برطانوی آرمی پر جیکٹ باندھے انہوں نے فدائی حملہ کی ٹھان لی۔ عثمان بھائی لشکر گاہ شہر میں ایک جگہ کھڑے ہو کر اچھے شکار کی تلاش میں منتظر تھے کہ برطانوی کانوائے آ گیا۔ بس پھر شیخ عثمان بھائی نے آن واحد میں لپک کر اس کانوائے پر فدائی حملہ کر دیا اور اپنے مقصد عظیم (شہادت) کو حاصل کرنے میں کامیاب و کامران ٹھہرے۔

اس فدائی حملہ میں 9 برطانوی فوجی اور 3 ملی فوجیوں کے غدار کمانڈر مردار ہوئے۔

''مجاہدین کے نت نئے تجربات''

2006ء میں ہی مجاہدین نے ہلمند میں نت نئے تجربات شروع کر دیئے۔ کیونکہ طالبان مجاہدین اپنی کامیابیوں اور پے در پے فتوحات کے باوجود امریکی ہیلی کاپٹروں کی شیلنگ سے کسی حد تک نالاں تھے۔ ہوتا کچھ یوں تھا کہ محنت شاقہ اور ہفتوں کی عرق ریزی کے بعد مجاہدین کسی حملے کا پروگرام بناتے لیکن جیسے ہی حملہ شروع کرتے تو 5 سے 10 منٹ کے اندر اندر امریکی ہیلی کاپٹر اپنے نزدیکی مرکز سے پہنچ جاتے۔ ہیلی کاپٹروں کی آمد اور شیلنگ کے بعد مجاہدین اپنے آپ کو ناکافی محسوس کرتے۔ ان کے پاس ہیلی کاپٹروں کے آجانے کے بعد آڑ لے لینے یا زمین پر ساکت لیٹ جانے کے سوا کوئی چارہ نہ ہوتا اور مجاہدین کی یہی بے بسی اتحادیوں کے تھوڑے سے حوصلے بڑھا دیتی تھی۔

اس پریشانی کو دور کرنے کے لیے مجاہدین نے اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں کرنا شروع کر دیں اور مدد و نصرت مانگنے لگے۔ مجاہدین نے نت نئے تجربات کرنے شروع کر دیئے اور آخر کار نصرت الٰہی سے مجاہدین اسلام اس قابل ہو گئے کہ دورانِ جنگ فضائی حملہ ہو جانے کی صورت میں کامیاب دفاع کر سکیں۔

پہلے پہل مجاہدین پہاڑی دروں میں بلندی پر چھپ کر ہیلی کاپٹروں کو نشانہ بنایا کرتے تھے یا پھر ایئر پورٹس اور ایئر بیس پر کھڑے طیاروں کو نشانہ بناتے تھے لیکن اس نئے تجربے کی بدولت وہ میدانِ کارزار میں فضائی کمک فراہم کرنے والے ہیلی کاپٹروں کو بھی فضا میں ہی نشانہ بنانے کے قابل ہو گئے۔

مجاہدین نے ایک تجربہ کیا جس میں ایک B.M کو کھول کر اس کا طاقتور بارود RPG-7 میں استعمال کیا۔ جس سے RPG-7 کی کارکردگی میں نمایاں فرق نظر آیا۔

عام طور پر RPG-7 کو فائر کیا جائے تو اس کی رینج تقریباً 700 میٹر ہوتی ہے۔ RPG-7 کو جب کسی ہیلی کاپٹر کے تعاقب میں نشانہ لگا کر چھوڑا جاتا تو ہیلی کاپٹر کے پروں کے پریشر کی وجہ سے RPG-7 ہدف کو ہٹ نہ کر سکتا تھا۔ اس مشکل کو حل کرنے کے لیے جب B.M کے طاقتور بارود کو RPG-7 میں ڈال کر فائر کیا تو RPG-7 کی رینج 700 سے بڑھ کر 1300 میٹر تک جا پہنچی۔ یہی وہ طاقت اور رفتار تھی جو ہیلی کاپٹر کے پروں کے پریشر کو چیرتے ہوئے ہیلی کاپٹر کو نشانہ بنا سکتی تھی۔ مجاہدین نے اس طاقت اور رفتار کو اپنے قابو میں کیا اور ایک B.M سے 7 عدد RPG-7 راکٹ تیار کر لیے تھے۔ روسی ساختہ B.M نے نئی ایجاد کے لیے خام مال کا کام دیا اور نئی ایجاد نے نصرت الٰہی سے امریکی و اتحادیوں کے فضائی نگرانی و حفاظت کے عمل کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دیں۔

اس کے بعد مجاہدین جب کہیں حملہ کرتے اور حملہ کے بعد جیسے ہی فضا میں ہیلی کاپٹر نمودار ہوتے تو ان کو زمین پر ہی کھڑے کھڑے چیل کوؤں کی طرح نشانہ بنا ڈالتے۔ اس طرح جلد ہی کئی ہیلی کاپٹر صلیبیوں کے منہ پر طمانچہ بن کر لگے۔ مجاہدین اپنے اس تجربہ کو بہتر سے بہتر کرنے کی کوشش میں لگ گئے۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے یہ عمل پورے افغانستان میں پھیل گیا۔ مجاہدین نے RPG-7 راکٹ کو تیار کرنے کے طریقے اور استعمال کے بارے میں ایک چھوٹا پاکٹ سائز باتصاویر کتابچہ تحریر کر کے مجاہدین میں تقسیم کر دیا۔ جو جلد ہی پورے افغانستان کے تمام مجاہدین میں مقبول عام ہو گیا۔ اور آج تک کامیاب مجرب اور مستعمل ہے۔

2006ء میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے جہاں طالبان مجاہدین کی مدد و نصرت کر کے کامیابیاں دلائی تھیں۔ وہیں پر دسمبر 2006ء میں طالبان مجاہدین کے ہر دلعزیز کمانڈر اختر عثمانی کو بھی شہادت کا عظیم رتبہ عطا فرما کے کامیاب و کامران فرمایا۔

دسمبر 2006ء میں ہلمند برامچہ میں ماتھے پہ سجدہ گزاری کا نورانی تمغہ سجائے مولوی اختر عثمانی شہید ہو گئے۔ امریکی ڈرون سے فائر کردہ راکٹ نے انہیں عظیم رتبہ شہادت پر فائز کر دیا۔ اور کئی گمنام شہداء کے ساتھ علاقائی قبرستان میں دفن ہوئے۔

آپ نے اکوڑہ خٹک جامعہ حقانیہ سے دینی تعلیم مکمل کی۔ جونہی آپ واپس اپنے مادر وطن لوٹے تو طالبان تحریک سپین بولدک پر قبضہ کر چکی تھی۔ اور مولوی اختر عثمانی صاحب نے اس میں شمولیت کا فیصلہ کر لیا۔

”شہید عثمانی کا تحریک طالبان میں عسکری کردار“

آپ کا پہلا عہدہ قندھار شہر کے نائب چیف پولیس کا تھا۔ پھر آپ کو قندھار کا کور کمانڈر بنا دیا گی۔ اور تقریباً چار سال تک اس عہدہ پر فائز رہے۔ جب طالبان فوج کابل میں برہان الدین ربانی کا تختہ الٹنے کی کوشش میں تھے تو اس وقت آپ چار آسیاب خط اول کے مورچوں پر تھے۔ اسماعیل تورن نے جب ہلمند پر حملہ کیا تو آپ قندھار سے نکل کر سینکڑوں طالبان کے ہمراہ اس کے سامنے صف آراء ہوگئے۔ جس سے اس کی پیش قدمی رُک گئی۔

ملک کے شمال میں بھی آپ کا جہادی کردار نمایاں رہا۔ کئی مہینوں تک صوبہ بلخ کے انتظامی امور چلائے۔ راقم کو بھی مزار شریف میں آپ سے ملاقات کی سعادت حاصل ہوئی۔ جس کا تذکرہ پہلے گزر چکا ہے۔ درہ صوف اور سنگچارک کے محاذوں پر بھی دشمن سے نبرد آزمائی کرتے رہے۔ اور آپ نے خاص الخاص مجاہدین کی شمالی علاقہ جات میں اس وقت ماہرانہ کمانڈ و قیادت فرمائی جس وقت مزار شریف میں ایرانی سفارت کار قتل ہوئے اور ایران کی حکومت نے جنگ کی گیدڑ بھبھکیاں لگاتے ہوئے ذوالفقار نامی جنگی مشق کے ذریعے طالبان کے ساتھ ڈرامہ رچایا تھا۔

مولوی اختر عثمانی شہیدؒ بھی طالبان مجاہدین کے ایک دستہ کی راہنمائی کرتے ہوئے طالبان کے لشکر کا حصہ تھے۔ جو ایرانی سرحد کے قریب ایرانی رافضیوں کو بھیانک نقصان سے دوچار کرنے کے لیے پہنچ گیا تھا۔ جس سے مرعوب ہو کر ایرانی رافضی مذاکرات کی میز سجانے لگے۔

امریکی جارحیت کے خلاف عسکری کردار

امریکی جارحیت کے بعد شہید اختر عثمانیؒ نے اپنی ذمہ داریاں بڑی متانت اور صداقت سے نبھائیں۔ امریکی حملے کے بعد موصوف کا کام مجاہدین کو دوبارہ یکجا اور متحد کرنا تھا۔ اس راستہ میں آپ کو بے شمار مصائب اور مشکلات کا بھی سامنا کرنا پڑا۔ لیکن آپ نے ہمت نہ ہاری اور اپنے مشن کی تکمیل کے لیے جدوجہد کرتے رہے۔

امریکیوں کے خلاف جہاد کو از سر نو منظم کرنے کے لیے امیر المؤمنین کے حکم پر جس مجلس شوریٰ کو تشکیل دیا گیا اس میں آپ بھی شامل تھے۔ اور عین اسی وقت مولوی اختر عثمانی شہیدؒ صوبہ ہلمند میں مجاہدین کے بالعموم کاموں کی نگرانی بھی کرتے رہے۔ وہ اس دوران اپنی ذمہ داریوں کو نہایت خلوص اور محنت کے ساتھ سرانجام دیتے رہے۔

امارت اسلامیہ افغانستان کی تعمیر و ترقی کے لیے آپ نے چین کا بھی دورہ کیا اور امارت اسلامیہ افغانستان کے مالیات کے وزیر بھی رہے۔

آپ نے مجاہدین کو یکجا اور منظم کرنے کے لیے امریکی جارحیت کے خالف بڑی محنت و تگ و دو سے دن رات کام کیا۔

ولادت وشہادت

شہید مولوی اختر عثمانیؒ 1965ء کو افغانستان کے صوبہ ہلمند میں واقع جوشالی میں مولوی نور محمد کے ہاں پیدا ہوئے۔

اللہ تعالیٰ کے راستے میں چلتے ہوئے آپ 28 ذوالقعدہ 1427 ہجری بمطابق 18 دسمبر 2006ء کو ہلمند کے ”برامچہ“ علاقے میں امریکی راکٹ حملے میں شہادت فرما گئے۔

2006ء WKS فوبیا

2006ء میں نصرتِ الٰہی سے نئی خوبیوں اور نئے انداز لئے WKS ریموٹ کنٹرول ڈیوائس ایک طلسماتی نتائج کی حامل ڈیوائس کے طور پر طالبان مجاہدین کے ہاتھ آگئی تھی۔ جس سے تمام صلیبی واتحادی افواج خوف زدہ ہو چکی تھیں۔ پورے افغانستان میں طالبان مجاہدین نے WKS دھماکوں کی بھرمار کر رکھی تھی۔

اس طرح کی بارودی WKS کاروائیوں میں غیر معمولی اضافہ نے 2006ء میں ایک بار پھر صلیبیوں واتحادیوں کو اس کے سدِ باب کے لیے سوچنے پر مجبور کر دیا۔ پھر نیٹو افواج اور پینٹاگون نے سر جوڑ کر ان WKS بارودی کاروائیوں کے سدِ باب (COUNTER IEDS) کے لیے ایک شعبہ قائم کر کے ایک فنڈ جاری کیا جو 2006ء میں 3.3 ملین امریکی ڈالر تھا۔

صلیبیوں واتحادیوں پر WKS فوبیا اس شدت سے اثر انداز ہوا کہ انہوں نے اس کے سدِ باب کے لیے ایک شعبہ قائم کر کے اتنا بڑا فنڈ

جاری کر دیا۔ جو کئی چھوٹے ممالک کے سالانہ بجٹ کے برابر تھا۔ اس فنڈ سے اتحادی افواج کو ہموی گاڑی سے بھی مہنگی اور جدید ٹیکنالوجی سے لیس گاڑیاں فراہم کی گئیں۔

جنہیں ایم ریپ (MRAP) (مائن ریزیسٹنٹ ایمبشن پروٹیکٹڈ آرمورڈ وہیکل) کہتے ہیں۔ یہ گاڑی ہموی گاڑی سے بہت مختلف ہے۔ اور تین مختلف اقسام میں دستیاب ہے۔ اتحادی افواج کے بقول یہ گاڑیاں زیر زمین بارودی سرنگوں، راکٹ، پروپیلڈ گرنیڈ اور دیگر دھماکہ خیز مواد کے حملوں سے بچاؤ کے لیے افغانستان میں منگوائی گئی ہیں۔ اس گاڑی کے آگے ایک چھکڑا سا بھی لگا ہوا ہے جو چھ ٹائروں پر مشتمل ہے اور مکمل ہائیڈرالک سسٹم کے ذریعے زمین یا سڑک پر گاڑی سے قدرے 10 فٹ آگے ہائیڈرالک سسٹم کے ذریعے بچھ کر چلتا ہے۔ جس میں سینسر وغیرہ لگے ہوتے ہیں اور الارمنگ سسٹم کے ذریعے زمین میں دبے بارود وغیرہ کو محسوس کر کے آواز اور سگنل دیتا ہے۔

رننگ پوزیشن میں یہ گاڑی ایسے دکھائی دیتی ہے جیسے بہت بڑی کرین یا بلڈوزر برف باری کے علاقہ میں برف ہٹانے کا کام کر رہا ہو۔

ایک گاڑی کی قیمت 5 سے 10 لاکھ امریکی ڈالر ہے۔ اور اس کی لمبائی 20 سے 26 فٹ تک ہے۔ جبکہ اس کی اونچائی 10 سے 13 فٹ تک ہے اور اس جناتی سائز کی گاڑی کا وزن 20 سے 37 ٹن تک ہے۔ ایک گاڑی 6 سے 12 افراد کی نقل وحمل اور بارودی سرنگوں کی صفائی کے کام آتی ہے۔ بارودی سرنگ کی نشاندہی ہو جانے کے بعد گاڑی کی چھت پر سے ہائیڈرالک سسٹم کے تحت ایک پنجہ نما کرین کی طرح کام کرتے ہوئے مشکوک جگہ کی کھدائی کرتا ہے۔

مذکورہ بالا گفتگو وحقائق تو شیطانی قوتوں نے بیان کیے ہیں۔ لیکن اس جدید ٹیکنالوجی کا حشر بھی WKS نے وہی کیا جو دوسری ہموی گاڑیوں کا کیا تھا۔ طالبان مجاہدین نے WKS کی آلٹریشن کر کے اس جدید گاڑی کو بھی نشانہ بنا ڈالا۔

پہلے پہل تو یہ ایم ریپ گاڑیاں بارود تلاش کرتی پھرتی تھیں۔ لیکن تھوڑے دنوں بعد مجاہدین ان گاڑیوں کو نشانہ بنانے کے لیے تلاش کرتے پھرتے تھے۔ پوری دنیا میں سگنل جام کر کے بارود کو تلاش کر لینے والی مشہور ومعروف گاڑی WKS ڈیوائس مبلغ -/1500 روپے کے آگے بے بس تھی۔ WKS ریموٹ اس گاڑی کے پرخچے اڑاتے ہوئے بالکل انصاف کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے اس لمبی گاڑی کو برابر، برابر دو حصوں میں تقسیم کر دیتا تھا۔

2006ء میں ایم ریپ گاڑیوں کی طالبان مجاہدین نے خوب درگت بنائی اور COUNTERIEDS شعبہ کی بھاری فنڈ سمیت دھجیاں بکھیر کر رکھ دیں۔

2006ء میں نیٹو افواج کے جانی ومالی نقصانات کی تفصیلات جو طالبان ذرائع سے اکٹھی کی گئیں وہ حسب ذیل ہیں۔

اس سال میں WKS ریموٹ کنٹرول کے 1967 دھماکے کیے گئے۔ درجن کے لگ بھگ فدائیان اسلام نے فدائی حملے کیے۔ مجاہدین نے نیٹو افواج کے مراکز اور چیک پوسٹوں پر 27 کامیاب حملے کیے اور امریکی فضائیہ کو 2006ء میں 21 ہیلی کاپٹروں وطیاروں سے بھی ہاتھ دھونا پڑے۔ جو کہ جدید RPG-7 راکٹ کی نذر ہوئے۔ جہاں کہیں مناسب سمجھا گیا وہاں دور سے راکٹ ومیزائل کے 15 حملے کر کے دشمن کو نقصان پہنچایا گیا۔ 33 جگہوں پر کمین یا گھات لگا کر بھی اسی سال دشمن افواج کو چونکا کر رکھ دیا۔ نیٹو افواج کو نفسیاتی وجانی مالی نقصان سے دوچار کرتے ہوئے طالبان مجاہدین نے ان کے 12 ٹینک وبکتر بند بھی تباہ کر کے رکھ دیئے۔ اور ساتھ ہی 29 آئل ٹینکر وٹرک بھی طالبان کا نشانہ بنے۔ چھوٹی 94 کے قریب گاڑیاں صفحہ ہستی سے مٹ گئیں۔

صلیبی واتحادی افواج کے 2006ء میں 137 سورما طالبان مجاہدین کے ہاتھوں جہنم واصل ہوئے اور ان کے تابوت ان کے آبائی اوطان میں بھاری اخراجات کے ساتھ پہنچائے گئے۔ جبکہ افغان مرتد فوجیوں کی ہلاکت کی تعداد 2006ء میں 300 مرتد فوجی تھی۔ 2006ء کی تمام کاروائیوں میں نیٹو افواج کے 2162 مغرور فوجی شدید زخمی ہو کر ذہنی وجسمانی معذور ہوئے۔ اور افغان مرتد فوج کے 1371 ضمیر فروش شدید زخمی ہوئے۔

2007ء کے نشیب وفراز

دنیا ومافیھا سے بے خبر جری وبہادر طالبان مجاہدین نفع ونقصان کی جمع تفریق کو بالائے طاق رکھے، اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے سر، دھڑ کی بازی لگائے امریکی واتحادی افواج کے سامنے ڈٹے کھڑے تھے۔ ان کی نظر صرف اور صرف اپنے نصب العین ''فتح یا شہادت'' پر جمی ہوئی تھی۔ شب وروز، ماہ و

سال گزرتے ہوئے 2007ء آ گیا۔ اللہ کے شیروں نے سر پر کفن باندھے اپنا نہ رُکنے والا سفر جاری رکھا اور حق وصداقت کا علم بلند کرتے ہوئے دجالی قوتوں کی بیخ کنی جاری رکھی۔ اور اس عظیم مقصد میں اپنی جانوں کے نذرانے نچھاور کر دیئے۔

2007ء میں طالبان مجاہدین کی فتوحات کا سلسلہ گزشتہ سال کی طرح جاری وساری رہا اور اس سلسلہ کو جاری رکھنے میں پاک دامن وعفت مآب افغان ماؤں انے اپنے جگر گوشوں کی فقید المثال قربانیاں دیں۔ جن کے گرم لہو نے جہاد کے چراغ کی لو کو گرمائے رکھا اور موسموں کی پرواہ کئے بغیر اسلام کی عزت وناموس کے یہ پروانے دیوانہ وار دین متین پر اپنی اپنی متاع حیات لٹانے لگے۔

کسی نے فدائی حملہ کیا تو کسی نے دشمن کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اسے مرعوب کر دیا۔ کوئی WKS ریموٹ کاروائی کرتا دکھائی دیا تو دوسرا کسی کانوائے کی گھات لگا کر درگت بناتا ہوا نظر آیا۔ الغرض 2007ء بھی طالبان مجاہدین کا دشمن کو بھگانے اور جھنجھوڑنے میں گزرا۔

اس سال فتوحات کے ساتھ ساتھ طالبان مجاہدین کے نامور اور مایہ ناز کمانڈر بھی خلعت شہادت پہننے میں کامیاب وکامران ٹھہرے۔ ان مایہ ناز کمانڈروں میں تحریک طالبان کے بانی وموسس حضرات میں سے ایک نام مولانا عبدالحنان جہادوال شہید کا بھی ہے۔

مولانا عبدالحنان جہادوال شہید

قندھار ضلع خاکریز کے ایک دیندار گھرانے میں پیدا ہونے والا وہ نوجوان جسے والدین نے علم دین کے لیے وقف کر دیا تھا۔ مگر پندرہ سال کی عمر میں اس نے اپنی کتابیں سمیٹ کر، والدین سے چھپ کر میدانِ کارزار کا رُخ کر لیا۔

شروع میں کم عمری کے باعث مجاہدین نے انہیں جہادی صفوں میں شامل ہونے سے روک لیا۔ لیکن ان کی کم عمری ان کے جہادی جذبے میں حائل نہ ہوسکی۔ انہوں نے روسی افواج کے خلاف مسلح جہادی کاروائیاں شروع کر دی۔ روس کی شکست کے بعد بھی ان کا جذبۂ جہاد ٹھنڈا نہ ہوا اور انہوں نے کیمیونسٹوں کا تعاقب شروع کر دیا۔ جہادی اڑان نے انہیں نئی راہیں دکھلائیں۔ افغانستان کی سرحد پار کر کے ''ماوراء النہر'' تاجکستان میں کیمیونزم کے خلاف جہاد کا آغاز کر دیا۔ دو سال تک وہاں مصروف عمل ہونے کے بعد افغانستان میں جاری کمانڈروں کے فساد کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ ماوراء لنہر، عرب دنیا، براعظم افریقہ اور دنیا کے دیگر ممالک سے تعلق رکھنے والے مہاجر مجاہدین کے ساتھ وقت گزارا۔ اور جب امریکیوں نے اس ملک پر یلغار کر دی تو انہوں نے ایک نئے حوصلہ سے جہاد کا آغاز کر دیا۔ زابل، قندھار، ہلمند کے میدانی علاقوں و پہاڑی نشیب وفراز میں کئی بار دشمن سے مقابلہ کیا۔ آخر کار ہلمند، گریشک میں تہجد کے وقت امریکی طیاروں کی بم باری سے شہید ہو گئے۔

مولوی عبدالحنانؒ کی روح بھی ہمارے دوسرے مجاہدین کی طرح کئی عشروں پر محیط جہادی سفر سے تھکان کا شکار نہ ہوئی۔ اس راہ میں سو سو بار جسم طویل سفروں، تکالیف اور پریشانیوں سے تھک کر چور ہوا مگر ان کے ہمت وحوصلے میں کمی نہ آئی۔ ان کی بے قرار روح کو سکون اس وقت ملا جب ان کے جسم کے پرخچے اڑ گئے۔ جی ہاں عظیم روحین ایسی ہی ہوتی ہیں کہ ان کا جسم ان کی بے قراری کا بوجھ اٹھانے سے قاصر ہو جاتا ہے۔

اذ کانت　　النفوس　　کبارا

تعب　　فی　　مرادھا　　الاجسام

پیدائش اور زندگی کے ابتدائی مراحل

عبدالحنان جہادوال 1964ء کو افغانستان قندھار کے مرکز کے جنوب میں 50 کلومیٹر دور واقع ضلع خاکریز کے علاقے ''لام'' میں پیدا ہوئے۔ والد محترم کا نام محمد ابراہیم تھا۔ پشتونوں کے قبیلے ''توخی'' سے تعلق تھا۔ ان کا خاندان علاقے میں دیندار اور نیک کردار مشہور تھا۔ عبدالحنان ابھی بچے ہی تھے کہ والد محترم نے انہیں دینی تعلیم کے لیے ایک مقامی مدرسے داخل کروایا۔ آپ نے 15 برس تک اپنی دینی تعلیم جاری رکھی ان کی ذہنی استعداد اچھی تھی اس لئے انہوں نے کم عرصے میں علم کا ایک بڑا حصہ حاصل کر لیا۔

عملی جہاد کا آغاز

انہوں نے جب لڑکپن سے جوانی کی دہلیز پر قدم رکھا تو اس وقت افغانستان میں کیمیونزم اور سوویت یونین کے خلاف جہاد کا آغاہو چکا تھا۔ اور ہلمند، قندھار، زابل وغیرہ میں یہ داد شجاعت دیتے رہے۔ ارغنداب میں ملا شیرین اخند کے زیر سایہ جہادی زندگی کا آغاز کیا۔

آپ ارغنداب میں دوران جہاد دو مرتبہ شدید زخمی بھی ہوئے اور ماوراء النہر میں دوران جہاد اسیر بھی رہے۔ وہاں ان پر روسیوں نے شدید ظلم ڈھائے لیکن آپ استقامت سے ڈٹے رہے۔ تاجکستان میں تیسری مرتبہ زخمی بھی ہوئے۔ اس کے علاوہ انہوں نے وہاں مجاہدین کی تربیت کے لیے معسکر بھی بنایا اور دو سال بعد افغانستان واپس لوٹے۔

امارت اسلامیہ میں خدمت

قندھار واپس آنے کے بعد شہید جہادوال صاحب نے قندھار ضلع امان کے علاقے خوشاب میں مسلمان بچوں کی دینی تعلیم و تربیت کے لیے ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی۔ بعد ازاں وہ یہاں سے اپنے آبائی علاقے خاکریز "لام" منتقل ہو گئے۔ اس وقت ملک کے اکثر حصوں میں امارت اسلامیہ کو حکومت چلانے کے لیے با استعداد لوگوں کی ضرورت تھی۔ اس لئے مولوی عبدالحنان جہادوال کو امیر المؤمنین نے امارت اسلامیہ کی خدمت کے لیے متعین کر دیا اور یہ تعیناتی ہرات میں کی گئی۔ ہرات میں ان کی قرارگاہ تو مرکزی کیمپ باغ اسلامی کے علاقہ میں تھی۔ لیکن آپ زیادہ تر ہرات قول اُردو (چھاؤنی) کے قریب ایک عمارت میں رہتے تھے۔

اس وقت ان کی زیر قیادت بہت سے مہاجر مجاہدین اپنا اپنا فریضہ سرانجام دے رہے تھے۔ جن میں کچھ معروف نام بھی شامل ہیں۔ جیسے ابو مصعب زرقاویؒ اور ابو محمد وغیرہ۔

امریکی جارحیت کے خلاف جہاد

امریکی جارحیت کے بعد جب مجاہدین مختلف شہروں سے نکل گئے۔ مولوی عبدالحنان جہادوال بھی اپنے تمام وسائل جن میں اسلحہ اور دیگر اسباب شامل تھے کے ساتھ قندھار لوٹے اور اس علاقے میں امریکہ کے خلاف جہادی تنظیم سازی کا آغاز کر دیا۔ اس سے قبل انہوں نے کچھ اسلحہ مخلص لوگوں میں تقسیم کیا تھا تاکہ امریکیوں کے خلاف جہاد کو جاری رکھیں۔ قندھار لوٹنے کے بعد انہوں نے چند بڑے کمانڈروں اور با احساس لوگوں سے ملاقات کی۔ اس مقصد کے لیے ملک کے دیگر علاقوں کے دورے بھی کئے تاکہ جہادی تحریک کے لیے افراد اور وسائل جمع کریں۔

کچھ عرصہ گزارنے کے بعد زابل کے علاقے "دائچو پان" گئے۔ وہاں دوسرے مجاہدین کے تعاون سے ایک خفیہ جہادی مرکز تشکیل دیا۔ اس وقت موصوف امریکہ کو مطلوب بھی تھے۔ دو مرتبہ ان کے گھر پر امریکیوں نے چھاپہ مارا۔ مگر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے محفوظ رہے۔ آپ اس کے بعد قندھار رہے اور پھر زابل چلے گئے۔

آپ نے امریکی جارحیت کے تیسرے سال قندھار کے ضلع خاکریز "خنجکتو" کے پہاڑی علاقے میں جہادی مرکز کی بنیاد رکھی۔ دور دراز میں واقع اس مرکز کو بہت مشکلات سے مجاہدین چلاتے تھے۔ اسی مرکز سے خاکریز، دامان، شاولی کوٹ، گریشک، سنگین، ژڑی اور میوند میں بھی جہادی کاروائیوں کی تشکیل ہوتی۔ راقم ان سے غائبانہ تعارف رکھتا ہے۔ کیونکہ ضلع خاکریز میں جیل پر کاروائی کر کے ان کے 11 ساتھیوں کو رہا کروایا تھا۔ جس کی تفصیل راقم کی کتاب "مقدس جنگ" میں موجود ہے۔

اس جہادی مرکز پر 2 مرتبہ امریکی اٹیک بھی ہوئے۔ لیکن امریکہ کو یہاں منہ کی کھانی پڑی۔ اب امریکی آپ سے سخت نالاں تھا۔ آخر کار 15-02-2007 کو آپ کے خفیہ ٹھکانے پر امریکیوں نے کروز میزائل داغ دیا، جس سے آپ شہادت عظمیٰ سے سرفراز ہو گئے۔

آپ کے ساتھی ملا مشرف الدین تقی کہتے ہیں کہ "مولوی صاحب ہر طرح کے حالات میں مجاہدین کا حوصلہ بلند رکھنے کی کوشش کرتے تھے۔ ایک مرتبہ عراق سے ابو مصعب زرقاویؒ (جو مولوی صاحب کے شاگرد تھے) کا فون آیا تو انہوں نے مولوی صاحب کو پیشکش کی کہ میرے پاس کافی رقم ہے۔ اگر آپ کو ضرورت ہو تو بھجوا سکتا ہوں لیکن آپ نے ان کو شکریہ کہہ دیا۔ حالانکہ ادھر مجاہدین کو مالی وسائل کی سخت ضرورت تھی۔ اس لئے میں نے آپ سے کہا کہ آپ کو ان سے رقم لے لینی چاہئے تھی تو وہ کہنے لگے "عراق کے مجاہدین اس وقت مزاحمت میں مصروف ہیں۔ افغانستان کے جہاد سے ان کے بھی حوصلے بلند ہیں۔ ہم جس حالت میں بھی ہیں مگر انہیں ہم سے حوصلہ ملتا ہے۔ ان کا مورال ہم ہی سے بلند رہتا ہے۔ ہم اگر ان سے تعاون کی امید رکھیں تو ہو سکتا ہے کہ وہ سوچیں کہ یہاں مجاہدین اتنے کمزور ہیں کہ دوسری صف سے تعاون مانگ رہے ہیں۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ ہم انہیں ایسا کمزور تاثر نہ دیں۔

مولوی عبدالحنان جہادوال صاحب کی زندگی کے اور بھی کئی قابل ذکر پہلو ہیں۔ یہاں تمام افکار کا ذکر شاید تحریر کی طوالت کا باعث بنے، اس لئے

اس دعا کے ساتھ تحریر کا دامن سمیٹتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی برکات اور استعلاء موجود مجاہدین کو عطا فرمائے تا کہ ان کی طرح با استقامت اور بہادر مجاہدین پیدا ہوں۔

محمد عمر ایک عظیم فدائی

بھائی عثمان حافظ آبادی کوئٹہ سے ایک فدائی محمد عمر کو اپنے ساتھ لے کر آئے اور مولوی امین اللہ امین سے ملوایا۔ محمد عمر ایک ہونہار نوجوان مسلمان تھا جو کراچی کا رہنے والا تھا اور کراچی یونیورسٹی سے فارغ التحصیل تھا۔ یہ نوجوان امتِ مسلمہ کے درد میں اپنی جان گھول رہا تھا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ کس طرح امریکی غاصبوں کو سرزمین خراسان سے ناکام و نامراد بھجوائے۔

محمد عمر اپنے جذبات اور روح کو تسکین دینے کے لیے افغانستان کی سرزمین پر آیا تھا۔ اور بڑی شدت کے ساتھ استشہادی (فدائی) حملہ کرنے کا متمنی تھا۔ بھائی عثمان حافظ آبادی نے محمد عمر سے پوچھا کہ آپ کو استشہادی حملہ کے لیے کس نے تیار کیا ہے؟

بھائی محمد عمر فدائی مجاہد نے بڑی با کمال بات سناتے ہوئے تمام اہل مجلس کو رو ہانسا کر دیا۔ انہوں نے بتایا کہ!

''میرا ذہن جہاد کی جانب مائل تھا کہ ایک رات میرے خواب میں نبی کریم ﷺ تشریف لائے۔ آپ ﷺ کے ساتھ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بھی جلوہ افراز تھے۔ نبی کریم ﷺ کے قریب کھڑے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے مجھے گاڑی کی چابی دی اور فدائی حملے کر کے امت مسلمہ کی مدد کرنے کا کہا''۔

باشعور ہونے کے ناطے میں افغانستان پر صلیبیوں کے غاصبانہ قبضے سے سخت نالاں تھا اور یہ اشارہ گویا میری روح کے لیے اطمینان اور راہِ ہدایت کا موجب بنا۔ اس لئے میں یہاں آیا ہوں۔

بھائی محمد عمر فدائی کو قندھار کے علاقہ پنجوائی بھجوا دیا گیا۔ جہاں مولوی امین اللہ امین نے اس فدا کار کی خوب خدمت و تربیت کی۔ وہاں پر محمد عمر فدائی نے استشہادی حملہ سے متعلق جملہ امور، احتیاطیں، تربیت اور بریفنگ حاصل کی۔ پھر قندھار شہر میں مسلسل پندرہ دن تک گاڑی ڈرائیور کر کے حالات کا جائزہ لیتے رہے۔ ان کی اس خاص تیاری کا مقصد اپنے فدائی حملے سے دشمن کو زیادہ سے زیادہ نقصان پہنچانا تھا۔

ایک دن بھائی محمد عمر فدائی مکمل ریکی و پلاننگ کے بعد اپنے ایک اور فدائی کو ساتھ لے کر اپنے ہدف کی طرف بڑھنے لگے۔ بھائی محمد عمر اپنی گاڑی میں فدائی حملہ کرنے کے لیے تیار تھے اور دوسرا فدائی ساتھی اپنی موٹر سائیکل چلاتا ہوا ہدف کی جانب بڑھ رہا تھا۔ الوداعی، جذباتی ملاقاتوں کے بعد یہ دونوں فدائی کینیڈین قافلہ پر حملے کرنے کے لیے چل پڑے۔

پروگرام کے مطابق موٹر سائیکل والے فدائی بھائی نے کینیڈین آرمی کے کانوائے پر استشہادی حملہ کرتے ہوئے اپنی موٹر سائیکل کانوائے میں گھسا دی اور فدائی حملہ کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

جبکہ محمد عمر بھائی والی گاڑی کو مشکوک جانتے ہوئے کینیڈین آرمی نے اس پر فائرنگ شروع کر دی۔ عمر بھائی کمال مہارت سے مطلوبہ نتائج نہ ملنے کی صورت میں پروگرام ملتوی کر کے گاڑی کامیابی سے واپس نکال لائے۔

ٹھیک تیسرے دن ایک کانوائے پر قندھار اور پنجوائی روڈ کے درمیان محمد عمر بھائی کی عقابی نظر پڑی اور وہ اس کانوائے پر رضائے الٰہی اور حکم صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو پورا کرنے کے لیے مردانہ وار حملہ آور ہوئے اور یوں کراچی کا ایک انجینئر رضائے الٰہی کے لیے دین متین کے راستہ پر چلتے ہوئے اجنبی علاقہ میں اپنے وطن، گھر بار، ماں باپ کی آغوش سے سینکڑوں میل دور اپنی جان کا نذرانہ اللہ کے حضور نچھاور کر گیا۔

اس کانوائے پر فدائی حملہ کے نتیجہ میں 12 کینیڈین مردار اور متعدد زخمی ہوئے۔ پھر راقم کو اس حملہ کی اطلاع نور اللہ بھائی کے حجرے میں ہوئی۔ راقم کو عثمان حافظ آبادی بھائی نے محمد عمر کے روح پرور قصہ کی بابت پہلے ہی بتا رکھا تھا۔ راقم نے بھائی نور اللہ کو بھی اس عظیم فدائی کا روح افروز قصہ سنایا جس سے تمام سننے والوں کے جوش و جذبہ میں تقویت آئی اور فضاء نعرہ تکبیر کے فلک شگاف نعرہ سے گونج اٹھی۔

اے غازیو! بڑھے چلو شہادتوں کی راہ میں

2007ء کے معرکہ حق و باطل میں فدائیان اسلام اپنی جانوں کے نذرانے پیش کرتے رہے اور دشمن کے غرور و تکبر کو خاک آلود کرتے چلے

گئے۔ 2007ء کا سال طالبان مجاہدین کو اکابرین کی حکمت عملیوں کی بدولت مستحکم سے مستحکم کرتا چلا گیا اور سرزمین خراسان پر امارت اسلامیہ کی آبیاری کرنے والے اکابرین اسی دھن میں لگے اپنے اپنے وعدے پورے کرتے چلے گئے۔

14 مئی 2007ء کو امارت اسلامیہ افغانستان کے معماروں میں سے ایک مرد جری ملا داداللہ دین اسلام کی حفاظت اور ''اے غازیو بڑھے چلو شہادتوں کی راہ میں'' کا عالمگیر پیغام امت مسلمہ کو دیتے ہوئے نئے ولولوں اور جذبوں کو بیدار کرتے ہوئے شہادت کے منصب عظیم پر فائز ہو گئے۔

ملا داداللہ شہید ایک شاہین صفت جانباز مجاہد

حاجی عبداللہ کے صاحبزادے ملا داداللہ شہید 1967ء میں صوبہ ارزگان کے ضلع دھراور میں ایک دیندار گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے علاقے میں حاصل کی۔

جہادی زندگی

شہید کے ساتھیوں کے مطابق انہوں نے 1983ء میں قندھار میں مصروف جہادی کمانڈر مولوی اختر محمد آغا کی سربراہی میں روسی افواج کے خلاف جہاد میں حصہ لیا اور پہلی بار قندھار کے ضلع ارغنداب کے شاہین گاؤں میں روسی افواج کے خلاف ایک گھمسان کی لڑائی میں شریک ہوئے۔ اگرچہ اس وقت ان کی عمر بھی کم تھی مگر شجاعت اور مہارت کی بنیاد پر وہ اپنے ساتھیوں میں نمایاں تھے۔

ارغنداب میں روسی افواج کو شکست دینے کے بعد وہ صوبہ ہلمند گئے۔ جہاں پر انہوں نے مشہور کمانڈر ملا نسیم اخند کے ساتھ مل کر روسی افواج کے خلاف جہادی کاروائیوں کو دوام بخشا۔ ایک سال گزرنے کے بعد واپس قندھار آئے اور مولوی اختر محمد آغا کی سربراہی میں اپنی اسلامی وشرعی اور جہادی ذمہ داریوں کو اس وقت تک پوری شجاعت اور مہارت کے ساتھ احسن طریقے سے نبھاتے رہے۔ جب تک روسی افواج اور ان کے کیمیونسٹ حامی مکمل شکست کھا کر افغانستان سے نکلنے پر مجبور نہ ہوئے۔ کابل فتح ہونے کے بعد جب اقتدار کی باگ ڈور مجاہدین نے سنبھالی اور کئی ایک جہادی رہنماؤں کے درمیان حصول اقتدار کے لیے خانہ جنگی شروع ہوئی تو آپ نے اسلحہ پھینک کر اپنی ادھوری تعلیم کے لیے پاکستان کے صوبہ بلوچستان کے دارالحکومت کوئٹہ میں مولوی محمد شفیع کے مدرسہ میں داخلہ لے لیا اور بعد ازاں مولوی عبدالعلی دیوبندیؒ کے مدرسے میں بھی پڑھتے رہے۔

1994ء میں جب طالبان تحریک کا آغاز ہو تو آپ نے 20 ساتھیوں سمیت ملا محمد عمر مجاہد حفظہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کی آپ کی تشکیل قندھار کے ضلع پنجوائی ہوگئی۔ آپ نے سپین بدلدک، قندھار شہر اور ایئرپورٹ کو فتح کرنے کی لڑائیوں میں بھرپور حصہ لیا۔ قندھار کو فتح کرنے کے بعد موصوف کو سربراہ کی جانب سے صوبہ ارزگان بھیجا گیا۔ جہاں آپ نے لوگوں کو اسلامی تحریک کی حمایت کرنے کی دعوت دی۔ ارزگان کی حمایت کے بعد قیادت نے آپ کو صوبہ ہلمند کے لیے تعینات کیا۔ جہاں آپ نے سنگین کو فتح کرنے کے بعد صوبہ فراہ میں جہادی خدمات سرانجام دیں۔ پھر صوبہ زابل، غزنی اور میدان وردگ کی فتوحات کے بعد صوبہ لوگر اور چہار آسیاب کی کاروائیوں میں بھرپور حصہ لیا۔ اسی طرح پکتیا اور خوست میں اسلام کے جھنڈے گاڑنے میں بھی آپ نے کلیدی کردار ادا کیا۔

ملا داداللہ چہار آسیاب میں گھمسان کی لڑائیوں کے بعد امیر المؤمنین کی ہدایت پر صوبہ فراہ میں تعینات ہوئے اور وہاں دشمن کے خلاف مزاحمت جاری رکھی۔ اس وقت دشمن نے چہار آسیاب پر شدید حملہ کیا۔ اس پیش قدمی کے دوران بارودی سرنگ پھٹنے سے آپ کا ایک پاؤں جسم سے الگ ہو گیا۔

جب اسلامی امارت کے مجاہدین نے کابل کی جانب پیش قدمی کرتے ہوئے دریشمین چوٹی سے حملہ کیا تو شہید ملا بور جان کے ساتھ آپ نے بھی نہایت اہم کردار ادا کیا اور سخت لڑائی کے بعد دارالحکومت کابل کو جنگجو کمانڈروں اور شرپسند لٹیروں سے آزاد کر کے اسلامی نظام کا عادلانہ جھنڈا لہرادیا۔ آپ فتح کابل کے موقع پر خواجہ رواش کے قریب اپنا دایاں ہاتھ زخمی کروا بیٹھے لیکن اس کے باوجود آپ نے دشمن کا پیچھا کرتے ہوئے کابل کے شمالی علاقوں شکردرہ، پل مٹک اور کاپیسا کی جانب پیش قدمی جاری رکھی۔ تمام جنگوں میں آپ جنرل کمانڈر بھی نہیں تھے۔ مگر آپ نے ایک فعال اور بہادر مجاہد کی حیثیت سے نہایت اہم کردار ادا کیا۔

جب 1997ء میں صوبہ بادغیس کی جانب سے امارت اسلامیہ کے مجاہدین فاریاب اور دیگر شمالی صوبوں میں داخل ہوئے تو ملا داداللہ شہید بھی اپنے ہزاروں ساتھیوں اور امارت کے رہنماؤں سمیت درہ سالنگ کے راستے شمالی صوبوں میں داخل ہوئے۔ جب صوبہ بغلان کے ضلع پلخمری تک پیش قدمی کی تو جنرل مالک نے تاریخی بے وفائی اور غداری کرتے ہوئے ہزاروں مجاہدین کو شہید کر دیا۔ ملا داداللہ بھی اپنے ساتھیوں سمیت پلخمری میں محاصرہ میں آ گئے۔ ملا داداللہ، ملا امیر خان متقی بشمول امارت اسلامیہ کے دوسرے رہنماؤں کی حکمت و بصیرت سے محاصرہ توڑنے میں کامیاب و کامران ہوئے۔

امارت اسلامیہ کے کمانڈروں نے ان حالات میں نہ صرف مجاہدین کا حوصلہ بلند رکھا بلکہ مقامی لوگوں سے بھی تعلقات استوار کر کے ان کا اعتماد حاصل کر لیا۔ اس کے بعد مقامی لوگوں اور کمانڈروں کے تعاون سے صوبہ قندوز پر حملہ کر دیا اور پھر قبضہ کر لیا۔ یہ شہر سقوط امارت اسلامیہ تک مجاہدین کا مضبوط مرکز رہا۔

نائن الیون کے بعد

گیارہ ستمبر واقعہ کے بعد جب امریکہ نے حماقت کرتے ہوئے افغانستان پر حملہ کر دیا تو ملا شہید داداللہ نے شمالی صوبوں میں امریکہ اور اس کے حامیوں شمالی اتحاد والوں کے خلاف شدید مزاحمت کی۔ جب امریکہ کے شدید فضائی حملے اور شمالی اتحاد کے زمینی حملے بڑھ گئے تو مجاہدین شمالی صوبوں سے عقب نشینی کرتے ہوئے کابل روانہ ہوئے تو ملا داداللہ مقامی کمانڈر کے ہاں چلے گئے۔ وہاں سے پھر بحفاظت قندھار پہنچ گئے۔

جب عالی قدر امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد حفظہ اللہ تعالیٰ نے امریکیوں سے لڑنے کے لیے نظم ترتیب دیا تو آپ بھی اس شوریٰ کے رکن تھے۔ آپ نے ''مقدس جہاد'' کے فریضہ کو نئے خطوط پر استوار کیا اور نیا انداز اپناتے ہوئے کاروائیاں تیز کر دیں۔ اسی دوران BBC (بی بی سی) کے نامہ نگار رحیم اللہ یوسف زئی نے آپ سے ایک اہم انٹرویو کیا جس میں آپ نے تازہ کاروائیوں کی تفصیلات بتائیں۔

رحیم اللہ یوسف زئی کے اس سوال ''امریکہ بڑی قوت کے ساتھ افغانستان آیا ہے۔ شاید آپ اس کو شکست دینے اور نکالنے میں کامیابی نہ حاصل کر سکیں'' کے جواب میں آپ نے کہا!

''روس بھی افغانستان سے نہیں جانا چاہتا تھا۔ مگر جب اس کا گھیرا تنگ ہوا تو وہ مجبور ہو کر فرار ہوا۔ امریکہ بھی اسی طرح ہماری سرزمین سے فرار ہوگا۔ انشاءاللہ''۔

اس انٹرویو نے کابل کے ایوانوں میں کھلبلی مچادی اور نام نہاد صدر حامد کرزئی کے دماغ کو چوٹ لگی۔ اس لئے وہ کہنے لگا کہ ہم اس انٹرویو کی شدید مذمت کرتے ہیں۔ اور صحافیوں سے بھی کہا کہ وہ عسکریت پسندوں کا انٹرویو لینے سے گریز کریں۔ اس انٹرویو کے بہت اچھے اثرات مرتب ہوئے اور پورے افغانستان میں مجاہدین کو نیا حوصلہ ملا۔

شخصیت

امارت اسلامیہ کے ابتدائی ایام سے لے کر سقوط اور سقوط کے بعد سے تادم آخر تابناک کردار رکھنے والے ملا داداللہ کے ساتھ ''الجزیرۃ'' کے ایک رپورٹر آپ کے ساتھ ہلمند میں چند روز رہے۔ وہ کہتے ہیں!

''داداللہ نڈر و بے خوف آدمی ہیں۔ وہ بے خوف وخطر معذور ہونے کے باوجود سینکڑوں میل تک پیدل ہی گھومتے ہیں۔ حالانکہ وہ امریکہ کے مطلوب ترین افراد میں سے ہیں۔ میں نے ایک دن آپ سے سوال کر ہی ڈالا۔

''آپ کو ڈر نہیں لگتا کہ آپ کے اوپر دشمن کے جاسوس طیارے اور سیارے ہیں؟'' تو آپ نے جواب دیا!

جاسوس طیارے اور سیارے ہیں لیکن ان کے اوپر بھی ایک وجود ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ جو ہمارا محافظ، قادر اور مددگار ربّ ہے۔ ہم اس کی رضا کے لیے جہاد کرتے ہیں اور اسی کی راہ میں جامِ شہادت نوش کرنے کے متمنی ہیں۔''

ملا داداللہ کی شہادت کا واقعہ

ملا داداللہ شہید نے پوری زندگی جہاد میں گزاری۔ اور اپنی بھرپور جوانی میں قدم رکھتے ہی جہاد کے راہی بنے۔ آپ 40 سال کی عمر میں 14 مئی 2007ء کو صوبہ ہلمند ضلع گرمسیر کے درویشان گاؤں میں قابض امریکیوں کے چھاپے میں جام شہادت نوش فرما گئے۔

بلاشبہ آپ افغانستان کی جہادی صفوں میں صف اوّل کے کمانڈر تھے۔ آپ کی شہادت کے بارے میں ملا محمد نعیم بتاتے ہیں کہ!

سانحہ شہادت سے دو دن پہلے ہم اکٹھے ہوئے۔ میں ضلع باغران سے گرمسیر آیا تو آپ بھی یہاں موجود تھے۔ اس دن دشمن کے طیارے بہت زیادہ پروازیں کر رہے تھے۔ کیونکہ ملا داداللہ سیٹلائیٹ فون استعمال کرتے تھے اور دشمن سیٹلائیٹ فون کا پیچھا کرتا تھا۔ اس سانحہ سے ایک دن پہلے بھی انہوں نے چھاپا مارا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھا۔ ہم نے مغرب کی نماز ادا کی اور پھر کھانا کھانے کے بعد درویشان گاؤں چلے گئے۔ جہاں ایک خالی گھر میں قیام کیا۔ ہمارے ساتھیوں میں ملا داداللہ اخند، اجمل، حافظ حمداللہ، دین محمد، میروائس اور اس کا ایک ساتھی ملا داد محمد تھا۔ ساتھیوں میں ڈیوٹی تقسیم کر کے ہم سو گئے۔ اچانک شور سے آنکھ کھلی تو کان میں آواز پڑی کہ امریکی فوجیوں نے چھاپہ مارا ہے۔ طیارے نیچی پرواز کر رہے ہیں۔ میں نے ملا داداللہ اخند کو جگایا۔ آپ نے اپنا مصنوعی پاؤں رکھ لیا اور اسلحہ اٹھا کر مکان سے باہر نکلے۔ چونکہ میں مکان سے واقف تھا اور مجھے معلوم تھا کہ مکان کے دو دروازے ہیں ایک عام دروازہ اور ایک پیچھے ندی کی جانب تھا۔ میں نے ان سے کہا کہ میرے پیچھے آنا۔ اس وقت جب ہم باہر نکلے تو طیارے بہت نیچی پرواز کر رہے تھے اور فوجیوں کو بھی اتار دیا تھا۔

پہلے میں مکان سے باہر نکلا۔ ساتھی بھی ادھر ادھر نکل رہے تھے۔ اس وقت مجھے معلوم نہ ہو سکا کہ ملا داداللہ کس طرف نکلے ہیں۔ میں مکان سے باہر پیچھے کی جانب گیا تو طیارے نے مکان پر بم گرا دیا۔ جس سے مکان کی دیوار گر گئی۔ جب میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو امریکی فوجی سامنے سے آ رہے تھے۔ میں نے ان پر فائر کھول دیا۔ انہوں نے بھی فائرنگ کر دی۔ میں دیوار کے پیچھے ہٹ گیا اور ندی کی طرف چھلانگ لگا دی۔ یہاں پر مجھے تسلی نہ ہوئی کیونکہ ساتھیوں کے پھنس جانے کا اندیشہ تھا۔ واپس مکان پر آیا اور آواز دی کہ اجمل اس طرف آؤ۔ اجمل اس طرف آؤ۔ لیکن مجھے معلوم ہوا کہ ملا داداللہ، میروائس اور دین محمد مکان سے نکل کر کسی دوسری طرف گئے ہیں۔ میں مکان سے باہر نکلا اور امریکیوں سے دو بدو جنگ ہو گئی۔

اسی دوران طیارے کی فائرنگ سے میرا پاؤں زخمی ہو گیا اور میں گر گیا۔ دوبارہ کھڑا ہوا تو دوبارہ فائرنگ سے میرا ہاتھ، پیٹ اور کندھا زخمی ہوا۔ اس وقت میرے ہاتھ نے کام کرنا چھوڑ دیا اور میں گر کر بے ہوش ہو گیا۔ پھر ہوش آیا تو سمجھا کہ جنگ جاری ہے۔ اس لئے میں نے اپنے آپ کو ندی میں گرا لیا اور میں پھر بے ہوش ہو گیا۔ جب ہوش آیا تو فجر کیا ذانیں ہو رہی تھیں۔ اور ہمارے ساتھی ہمیں تلاش کر رہے تھے۔ میں نے کراہتے ہوئے ساتھیوں کو آواز دی تو وہ مجھے ڈھونڈ کر علاج کے لیے لے گئے۔

بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ ملا داداللہ شہید ہو گئے ہیں۔ دیگر ساتھیوں کی تدفین ان کے آبائی علاقوں میں کر دی گئی اور ملا داداللہ کی تدفین ان کی وصیت کے مطابق وہاں ہی کرنی تھی ابھی تیاری ہی کی جا رہی تھی کہ وہاں امریکیوں نے بمباری کر کے چھاپہ مارا اور ملا داداللہ کی نعش مبارک اپنے ساتھ لے گئے۔ کیونکہ ماضی میں متعدد بار امریکہ ملا داداللہ صاحب کو گرفتار اور شہید کرنے کے دعوے کر چکا تھا اور ہر بار ملا داداللہ فرما دیتے تھے کہ یہ ہر لنگڑے معذور بندے کو گرفتار یا شہید کر کے میرا نام لے لیتے ہیں۔ ایسے معذور تو افغانستان میں لاکھوں ہیں۔ لیکن اس بار امریکی آپ کی نعش مبارک اس لئے ساتھ لے گئے تا کہ DNA ٹیسٹ کر کے آپ کی شہادت کی مکمل تصدیق کر جائے۔ بعد ازاں نعش واپس ملنے پر آپ کو قندھار میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے
حیات بھی حیات ہے موت بھی حیات ہے

2007ء طالبان کا استحکام اور باوفا امانتدار عوام

ماضی میں مجاہدین بڑی شاہراہوں سے گزرنے کی بجائے چور راستوں سے اپنی نقل و حمل جاری رکھتے تھے۔ لیکن 2007ء کے وسط سے عملاً قندھار سے بلا روک ٹوک بے خوف و خطر چنار بستی میں عملیات کے لیے باآسانی آنے اور جانے لگے۔

چنار بستی سے طالبان مجاہدین کا ایک جتھہ کہیں دعوت کے لیے گیا ہوا تھا۔ اس جتھہ کے کمانڈر حلیمی صاحب تھے جو کہ ایک نامور مجاہد تھے۔ وہ

بستی سے دور ایک محفوظ مقام پر دعوت کھانے میں مصروف تھے کہ اچانک سامنے سے ایک 4x4 گاڑی مسلح افراد سے بھری ہوئی ان کی جانب بڑھ رہی تھی۔ مسلح افراد بلاخوف وخطر گاڑی میں سوار طالبان کی طرف بڑھتے چلے آ رہے تھے۔ گاڑی تھوڑے فاصلہ پر رُکی اور چند مقامی افراد نکل کر طالبان کی طرف بڑھے۔

طالبان کے پاس پہنچ کر انہوں نے سلام دعا کی اور پھر آرام سے بیٹھ کر حلیمی صاحب کو کہنے لگے کہ یہ گاڑی اور اس میں موجود تمام اسلحہ طالبان نے سقوط افغانستان کے موقع پر قندھار چھوڑنے سے قبل ہمارے پاس بطور امانت رکھوایا تھا۔ اب ہم یہ ساز وسامان آپ کو واپس کرنا چاہتے ہیں۔ تاکہ ہم امانت میں خیانت کے مرتکب نہ ہو جائیں۔

اس طرح انہوں نے ایک سفید 4x4 گاڑی، کلاشن کوفیں، RPG-7 کے گولے، لانچر اور مخابرے سیٹ حلیمی صاحب کے حوالے کر دیئے۔ تمام طالبان مجاہدین ان مقامی افراد کی راست گوئی اور امانتداری پر انہیں رشک بھری اور تحسین آمیز نگاہوں سے دیکھنے لگے۔ اور اہل علاقہ کی تعریف و توصیف میں مشغول ہو گئے۔

یاد رہے کہ!

طالبان مجاہدین کے پاس سقوطِ امارت اسلامیہ کے وقت ٹی 55,54 اور ٹی 62 طرز کے تقریباً 500 ٹینک تھے۔

لائٹ وہیکل میں E-T گاڑیاں 76 عدد

مختلف چھوٹی بڑی توپیں 5973 عدد

بڑے چھوٹے میزائل جن میں بی ایم لانچر بھی شامل ہیں 355 عدد

سکڈ میزائل اور گائیڈڈ میزائل تقریباً 30 عدد

ایس پی جی نائن اور آر آر 82 لانچر کافی تعداد میں موجود تھے۔

اینٹی ایئر کرافٹ گنوں میں دومیلہ (14.5mm) زکویک وغیرہ بھی کثیر تعداد میں تھیں۔

زمین سے ہوا میں مار کرنے والے سام سیون اور ایس اے 13 میزائلوں کی بڑی تعداد موجود تھی۔

طالبان کے پاس تقریباً 40 جنگی طیارے تھے۔ اور دو درجن سے زائد ہیلی کاپٹر بھی تھے۔ اس کے علاوہ ہلکا اسلحہ تو عام اور کثیر تعداد میں تھا۔

اس مختصر اور روسی ساختہ اسلحہ سے لیس طالبان سرفروش وقت کی سپر پاور سے ٹکرا گئے اور رعب و دبدبہ میں نہ آئے اور امریکی جارحیت کا منہ توڑ کر رکھ دیا اور سقوط افغانستان کے بعد 2007ء میں طالبان قدرے مستحکم ہو چکے تھے۔ اس سال طالبان کا اثر ورسوخ بڑھ رہا تھا۔ کینیڈین آرمی علاقہ سے بھاگ چکی تھی۔ (جس کی تفصیل راقم کی کتاب مقدس جنگ میں موجود ہے) کینیڈین آرمی کا جدید ٹیکنالوجی سے لیس جام سسٹم بری طرح فیل ہو چکا تھا اور ادھر نیٹو اور پینٹاگون نے WKS کے خلاف بنائے جانے والے پروگرام COUNTER IEDS کے فنڈ میں 1.8 ملین ڈالر کا مزید اضافہ 2007ء میں کیا۔ لیکن ناکام ونامراد............

اس سال 2007ء میں طالبان اس قدر مستحکم ہو چکے تھے کہ میدانی علاقے ہوں یا پہاڑی درے حتیٰ کہ دشت وصحرا میں بھی عملاً طالبان جتھوں کا ہی راج تھا۔ طالبان مبلغین قریہ بہ قریہ لوگوں کو حق کی جانب دعوت دے رہے تھے۔ لوگ جوق در جوق حتی المقدور طالبان کی مدد پر کمر بستہ ہو گئے۔ اسلحہ گولہ بارود، خوراک کی عوامی مدد سے طالبان نے دھڑا دھڑ حملوں میں اضافہ کر دیا۔

افغانستان میں محض نصرت الٰہی کے سہارے ہی مجاہدین اسلام اپنے دشمن صلیبی کفار کو عبرتناک شکست سے دوچار کر رہے تھے۔ 2007ء میں صلیبی کفار کے جانی ومالی نقصانات کی تفصیل اور مجاہدین کی تمام کاروائیوں کی تفصیلا درج ذیل ہیں۔

سال 2007ء میں WKS ریموٹ کنٹرول دھماکے کئے گئے	1802
فدائی حملے دو درجن سے زائد	
صلیبی مراکز وچیک پوسٹوں پر حملے کئے گئے	33
ہیلی کاپٹر وطیارے تباہ کئے گئے	13

میزائل وراکٹ حملے کیے گئے	09
گھات لگا کر کمین حملے کیے گئے	35
صلیبی ٹینک وبکتر بند گاڑیاں تباہ ہوئیں	25
صلیبی فوجی جہنم واصل ہوئے	117
صلیبی فوجی شدید زخمی ہوئے	2299
افغان مرتد فوجی زخمی ہوئے	942

صلیبی و کفار افواج کے نقصانات کی تفصیلات اور طالبان مجاہدین کے تمام حملوں اور کاروائیوں کی روداد ہماری یعنی امارت اسلامیہ کی آفیشل ویب سائیٹ www.theunjustmedia.com اور www.shahamat.urdu.com پر ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

نصرالٰہی سے 2007ء میں مجاہدین کا قبضہ جن جن علاقوں پر مستحکم ہو چکا تھا ان علاقوں میں طالبان مجاہدین نے شرعی نظام نافذ کر کے چوروں، ڈاکوؤں اور لٹیروں وغیرہ کو شرعی سزائیں دینا شروع کر دیں۔ جس سے ان علاقوں میں امن وامان قائم ہو گیا اور ایک بار پھر امارت اسلامیہ افغانستان کی یاد تازہ کر دی گئی۔

2008ء نئی جنگی حکمت عملیوں اور فتوحات کا سال

2008ء کے آغاز سے پہلے تک افغانستان کے اکثریتی علاقوں پر یا تو طالبان مجاہدین کی باقاعدہ عمل داری قائم ہو چکی تھی یا پھر مجاہدین وہاں مستقل طور پر موجود تھے۔ برطانوی تھنک ٹینک انٹرنیشنل کونسل آف سیکیورٹی اینڈ ڈویلپمنٹ کے ایک تحقیقی جائزے کے مطابق طالبان مجاہدین 2007ء کے اواخر تک سرزمین افغانستان پر موجود تھے۔ اور صلیبی ومرتد افواج پر کاری ضربیں لگا رہے تھے۔

جبکہ 2008ء میں مجاہدین نے جنگی حکمت عملی کو مزید وسیع کرنے کا اعلان کرتے ہوئے کہا کہ وہ جنگ کے سابقہ طریقے وحکمت عملی یعنی ریموٹ کنٹرول، فدائی اور کمین حملوں کو روایتی طریقوں سے ہٹ کر ایک نئے انداز میں حملہ آور ہوں گے۔

امیر المؤمنین حفظہ اللہ تعالیٰ کے نائب اور معروف کمانڈر ملا برادر حفظہ اللہ تعالیٰ نے 2008ء میں جاری ہونے والے اپنے ایک بیان میں فرمایا کہ

''کفار کی ہمارے ملک پر جارحیت کے ارتکاب نے ہم پر جہاد فرض کر دیا ہے۔ چنانچہ جہاد کے آغاز سے ہی اس کی شدت میں اضافہ ہوتا چلا آ رہا ہے۔ اب جبکہ موسم بہار کی آمد ہے تو امارت اسلامیہ افغانستان بھی پورے ملک کے طول وعرض میں ''آپریشن عبرت'' کا آغاز کر رہی ہے۔ اس نئے آپریشن کا مقصد دشمن کو افغانستان سے نکلنے پر مجبور کرنے کے لیے اس پر اس انداز اور حکمت عملی سے حملے کرنا ہے کہ جس کا ان کے کسی تھنک ٹینک نے کبھی سوچا بھی نہ ہوگا۔ ان حملہ آوروں نے گھروں پر بم باریاں، شہریوں کو شہید اور معصوم لوگوں پر ظلم وستم یہ سوچ کر کیا تھا کہ شاید اس طرح مجاہدین اسلام اپنے فریضۂ جہاد سے کنارہ کش ہو جائیں گے لیکن صلیبیوں کی قوت اور دولت طالبان مجاہدین کے فریضہ جہاد اور نفاذِ شریعت کے مضبوط مؤقف کو دبانے میں ناکام رہی''۔

آپریشن عبرت کی ایک مشہور اور کامیاب کاروائی

قندھار میں ملّی کمانداروں نے کمال بے غیرتی اور کند ذہنی کا ثبوت دیتے ہوئے علاقہ کے گمراہ، لچے لفنگے اور شیخی خود منچلے نوجوانوں کو موٹر سائیکلیں اور گاڑیاں دے کر علاقے بھر میں گشت پر لگا رکھا تھا۔ یہ ہلڑ باز نوجوان مختلف شاہراہوں، ہوٹلوں اور پرہجوم جگہوں پر عوام کو ستاتے رہتے تھے۔ اور اوباشوں کی ٹولیاں کی ٹولیاں گاڑیوں اور موٹر سائیکلوں پر دندناتی پھرتی تھیں۔ انہوں نے لوگوں کی ناک میں دَم کر رکھا تھا۔ امن وامان کو درست رکھنے کے یہ دعویدار جہاں چاہتے عوام کو تنگ کرنا شروع کر دیتے تھے ان کو روکنے ٹوکنے والا کوئی نہ تھا۔

طالبان مجاہدین نے 2008ء کی تمام جنگی حکمت عملیوں اور کاروائیوں کو ''آپریشن عبرت'' کا نام دے رکھا تھا۔ اس آپریشن کی مشہور اور کامیاب کاروائیوں میں سے ایک مشہور ومعروف کامیاب کاروائی قندھار جیل کو توڑ کر تقریباً 1500 کے قریب قیدیوں کو آزاد کرانا بھی ہے۔

اس کاروائی میں طالبان مجاہدین نے نام نہاد ملّی کمانداروں کی کند ذہنی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے حکمت عملی اپنائی۔ طالبان مجاہدین نے ان آوارہ، ہلڑ باز لڑکوں کا بھیس بدل کر تقریباً 25 موٹر سائیکلوں اور ایک ڈبل ڈور گاڑی پر مشتمل قافلہ تیار کیا۔

دوسری طرف طالبان نے جیل توڑنے کی کاروائی کرنے سے پہلے منصوبہ کے مطابق قندھار کے قریب واقع ضلع ارغنداب پر ایک بڑا حملہ کر کے وہاں کنٹرول حاصل کیا تا کہ آزاد ہو کر آنے والے اسیر مجاہدین کو یہاں پہنچا کر بحفاظت مزید پیچھے بھیجا جا سکے۔ یہ قبضہ اس لئے بھی ضروری تھا کہ اتنی زیادہ تعداد میں آنے والے مجاہدین کی فوراً نقل و حمل ممکن نہ تھی۔ لیکن اس قبضہ کی وجہ سے ارغنداب تک پہنچنے کے لیے آزاد ہونے والے اسیران کو تھوڑی دیر پیدل چل کر ہی محفوظ پناہ گاہ مقبوضہ ہونے کی وجہ سے دستیاب ہو سکے گی۔ اس لئے مجاہدین نے ارغنداب کا کنٹرول بھی حاصل کر لیا۔

قندھار جیل میں مجاہدین کی بہت بڑی تعداد اسیر تھی۔ جن میں بڑے بڑے کمانڈر بھی تھے۔ طالبان مجاہدین ہر حال میں طالبان قیدیوں کو فاسقوں، فاجروں اور ظالموں کے چنگل سے آزاد کرانا چاہتے تھے۔ قندھار میں نیٹو اور امریکی افواج کی کثیر تعداد موجود ہونے کی بناء پر کاروائی مشکل اور ناممکن تھی۔ صرف جیل پر حملہ کی صورت میں ہی وہاں پر دور و نزدیک سے غاصب ملی افواج اکٹھے ہو کر حملہ آور طالبان کے لیے مشکلات پیدا کر سکتے تھے۔ جس سے متوقع نتائج میں رکاوٹیں آجانے کا قوی خدشہ تھا۔ نصرت الٰہی سے عبرت آپریشن کی اس کامیاب کاروائی میں 100 سے زائد مجاہدین نے شرکت کی۔

طالبان مجاہدین نے قندھار کی اس جیل (سرپوسا جیل) پر حملہ کرنے کے لیے نہایت جامع و حیران کن منصوبہ ترتیب دیا۔ سب سے پہلے ایک ٹینکر جس میں 1800 سو کلوگرام بارودی مواد بھرا گیا۔ پھر 25 موٹر سائیکلوں اور ایک 4x4 گاڑی کو ہلڑ باز نوجوانوں کا روپ دے کر قافلہ تیار کیا اور بارودی مواد سے بھرے ہوئے ٹینکر کا پیچھا کرنا شروع کر دیا اور مجاہدین اپنے دوسرے گروپ کو راستہ میں جگہ جگہ بٹھاتے گئے۔

اس منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے سے پہلے طالبان نے ایک حربہ آزماتے ہوئے گورنر ہاؤس تک اطلاع پہنچا دی کہ آج رات طالبان گورنر ہاؤس پر حملہ کر دیں گے۔ یہ طالبان کی ایک جنگی چال تھی جس کے نفسیاتی اور جنگی اثرات بھی ہوئے اور صلیبی کفار کی توجہ گورنر ہاؤس کی طرف مبذول ہو گئی۔

منصوبہ اور ترتیب کے مطابق طالبان مجاہدین نے ہلڑ بازوں کا روپ دھارا اور ٹینکر قندھار جیل کے مین گیٹ پر پہنچ گیا۔ راستہ میں کسی قسم کی مزاحمت کا سامنا نہ کرنا پڑا۔ طالبان کے اس قافلہ کو ملی کمانداروں کا گشتی قافلہ سمجھ کر کسی نے کوئی خاص توجہ نہ دی اور طالبان مجاہدین صلیبی کفار اور غدار افغانی مرتدین کو چکمہ دے کر ٹینکر مین گیٹ تک پہنچانے میں کامیاب ہو گئے۔

پروگرام کے مطابق جیل کے اندر بھی مجاہدین کو پسٹل پہنچا دیئے گئے تھے تا کہ اندرونی معاملات کو سنبھالا جا سکے۔ ٹینکر میں سوار ڈرائیور فدائی حملہ آور تھا جس نے ٹینکر کو مین گیٹ کے سامنے کھڑا کر کے بھاگ کر طالبان کے پاس پہنچا اور صورتحال بتلائی کہ ٹینکر نہیں پھٹ سکا۔ پھر طالبان مجاہدین نے ٹینکر پر فائرنگ شروع کر دی۔ جس سے اس میں موجود بارود ایک دھماکے سے پھٹ گیا۔ اور جیل کی دیواروں میں جگہ جگہ شگاف پڑ گئے۔ جیل کے اندر اور باہر کھلبلی مچ گئی۔ اندر کی طرف موجود مجاہدین نے جیل عملہ سے زبردستی چابیاں چھین لیں اور میگا فون پر قیدیوں کو آزادی کی نوید سنائی کہ ''چلو آزادی کی طرف ظالموں سے نجات کا وقت آ گیا ہے''۔

یوں انتہائی مختصر سے وقت میں اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت سے طالبان مجاہدین نے 1500 کے قریب افراد کو رہا کرایا جس میں 900 سے زائد طالبان مجاہدین تھے۔ اور اس کامیاب کاروائی نے صلیبیوں اور ان کے حواری مرتدین کے چھکے چھڑا دیئے۔

افغانستان میں نیٹو فوج کے ترجمان جنرل کارلوس نے اعتراف کیا کہ جنگی حکمت عملی کے اعتبار سے یہ ایک کامیاب ترین کاروائی تھی۔ لیکن یہ اپنی نوعیت کی واحد کاروائی نہ تھی بلکہ اسی سال میں عبرت آپریشن کے نام سے ہونے والی دیگر کئی کاروائیاں نئی حکمت عملیوں اور منصوبہ بندیوں کا ثبوت ہیں۔ عبرت آپریشن ہی میں جیل کی کاروائی سے دو ماہ قبل کابل میں ایک اہم کامیاب کاروائی کی گئی تھی۔ جس میں جشنِ جمہوریت نامی تقریب جو افغانستان سے سوویت فوجوں کے انخلاء کی یاد میں منائی جا رہی تھی۔ کابل سٹیڈیم میں ہونے والی اس تقریب میں انتہائی ''ہائی ویلیو ٹارگٹس'' کی موجودگی سے حفاظتی انتظامات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ لیکن طالبان نے اپنی نئی حکمت عملیوں سے اس تقریب پر دھاوا بول کر دشمن کو حواس باختہ کر ڈالا اور افغان کرزئی اور دیگر عہدیداران کو وہاں بھاگتے ہوئے اور چھپتے ہوئے تمام لوگوں نے دیکھا۔ طالبان کی انتہائی جارحانہ حکمت عملیوں اور کاروائیوں نے صلیبی افواج اور ان کے بڑوں کے حواس گم کر دیئے۔

الحمدللہ طالبان مجاہدین جیل توڑ کر اسیر مجاہدین کو نکالنے میں کامیاب ہو چکے تھے اور تمام اسیران کو اپنے ہمراہ ضلع ارغنداب کے علاقہ میں لے

آئے۔ جہاں پر کمانڈر باز محمد، کمانڈر سردار اور کمانڈر ملا ناصر صاحب نے گرمجوشی کے ساتھ آنے والے مجاہدین کا پرتپاک استقبال کیا۔ 1500 سے زائد تمام مجاہدین بہت خوش وخرم دکھائی دے رہے تھے۔

طالبان مجاہدین نے اپنے اسیران کو صلیبی کفار وملّی مرتد افواج کے پنجوں سے جھپٹ کر چھڑوالیا تھا۔ اس لئے صلیبی ومرتد افواج کو کہاں آرام ملنا تھا۔ ان کی سیکیورٹی اور حفاظتی انتظامات کی قلعی کھُل گئی تھی اور پوری دنیا کا میڈیا ان کی ناقص حکمت عملیوں پر انگلیاں اٹھا رہا تھا۔ صلیبی افواج کو بھی یہ بات ہضم نہ ہوئی کہ طالبان ان کے حفاظتی حصار کو توڑ کر دیدہ دلیری سے اپنے ساتھیوں کو چھڑا لے گئے۔

ملا عبدالشکور کی شہادت

صلیبی افواج نے اپنی ساکھ اور عزت وشہرت پر لگے داغ کو مٹانے کے لیے فضائیہ کا سہارا لیا تاکہ دجالی میڈیا کی نظروں میں سرخرو ہو سکیں۔ اور B-52 طیاروں کی مدد سے طالبان مجاہدین پر فضائی حملہ کر دیا۔ اور 4 دن تک یہاں دوبدو جنگ بھی ہوتی رہی۔ یہاں پر کافی تعداد میں طالبان مجاہدین شہید وزخمی ہوئے۔ اسی کارپٹ بمباری میں ملا عبدالشکور المعروف ملا ناصر بھی اپنے دیگر مجاہد ساتھیوں کے ہمراہ خلعت شہادت سے سرفراز ہو گئے۔

40 سالہ ملا ناصر شہید سے راقم کی پہلی ملاقات 1998ء میں تخار کے محاذ پر ہوئی تھی۔ خوشگوار اور ہنستا مسکراتا نظر آنے والا یہ دلیری وشجاعت کا پیکر مجاہد زندگی بھر جہادی شاہراہ پر گامزن رہا۔ وہ ایک باعمل مجاہد تھا۔ جو کچھ پڑھا اس پر عمل کر کے دکھایا۔

چنار بستی کے رہنے والے اس بہادر جوان کو کم عمری میں ہی مختلف مناصب پر فائز ہونے کی سعادت ملی۔ خود جنگ کرنے کے ساتھ ساتھ آپ ہر شعبہ کے ماہر تھے۔ راقم کا ان سے اکثر رابطہ رہتا تھا۔ اور راقم کی جہادی زندگی میں آپ راقم کی ہر موڑ پر راہنمائی فرماتے رہے۔ لاجسٹک سپورٹ اور اچھے روابط کی بناء پر آپ نے اپنا علاقہ کور کر رکھا تھا۔ آپ کا ذکر خیر کتاب ہذا ''فاتح طالبان'' میں بار ہا ہوتا رہا ہے۔ آپ کیوبا کے زندان میں بھی اسیر رہے لیکن یہ دلخراش اسیری بھی آپ کی راہِ جہاد میں رکاوٹ نہ بن سکی اور آپ کا عزم وحوصلہ ذرا بھی کم نہ ہوا۔ آخر کار امریکیوں کی اس بمباری میں آپ اپنی دلی تمنا کے مطابق اللہ کے حضور اپنی جان کا نذرانہ لے کر حاضر ہو گئے اور شہادت کا عظیم رتبہ حاصل کر کے حیات جاوداں پا گئے۔

2008ء کی ایک اور مشہور کاروائی

طالبان مجاہدین نے ''عبرت آپریشن'' کے نام پر واقعی سال 2008ء کو صلیبی واتحادی افواج کے لیے نشان عبرت بنا ڈالا اور روایتی طریقوں کو چھوڑ کر نئی حکمت عملیوں کے تحت اتحادی افواج کو جہاں ہے اور جیسے ہے کی بنیاد پر عبرت کا نشان بنا ڈالا۔ ایسی ہی کئی کامیابیوں میں سے ایک کامیابی کمانڈر مولانا محمد مجاہد کی زیر کمان حاصل ہوئی۔

یہ بڑی اور اہم کاروائی کابل کی مین شاہراہ پر ہوئی۔ کمانڈر مولانا محمد مجاہد کی زیرِ قیادت مجاہدین نے گھات لگا کر فرانسیسی فوجیوں کے ایک قافلہ پر ماہرانہ انداز میں حملہ کیا۔ جس کے نتیجہ میں 90 فرانسیسی فوجی سردار اور متعدد زخمی ہوئے۔ جبکہ دشمن نے دس فوجیوں کے مردار اور 30 فوجیوں کے زخمی ہونے کے خبر میڈیا پر دی۔

خالد کے ٹو

2008ء میں مجاہدین اسلام جہاں فتوحات حاصل کرنے میں کامیاب ہو رہے تھے وہیں پر بہت سے خوش قسمت مجاہدین اسلام ان فتوحات کی بنیادوں میں اپنے لہو سے آبیاری کرنے میں کامیابیاں حاصل کر رہے تھے۔ انہی خوش قسمت وفا شعاروں اور وعدوں کو پورا کرنے والوں میں ایک نام بھائی خالد کے ٹو شہید کا بھی آتا ہے۔

بھائی خالد کے ٹو سے راقم کی پہلی ملاقات تالقان شہر میں مجاہدین کے مرکز میں ہوئی تھی۔ جہاں پر راقم نے بھائی خالد کو وائرلیس مخابرہ کا انٹینا لگانے میں مشغول دیکھا تھا۔ پھر یہاں سے ہی اس جفاکش مجاہد ساتھی کے ساتھ راقم کا استادی شاگردی کا باقاعدہ رشتہ قائم ہوا تھا۔ خالد بھائی نے مجھے مخابرہ کی الف ب سکھا کر مجھے بھی اپنے قافلہ کا ہمراہی بنا لیا تھا۔ پھر یہ تعلق گہرا اور تواتر سے چلتا رہا۔ چونکہ ہمارے شعبہ میں تبادلے صبح شام ہوتے رہتے

ہیں۔صبح کا ناشتہ قندوز تو دوپہر کا کھانا کابل میں۔ پھر کابل سے قندھار اسی طرح ہماری تشکیلات کا سلسلہ چلتا رہتا تھا۔ جہادی عرصہ میں کبھی اکٹھے ہوئے تو کبھی بچھڑے رہے۔لیکن دونوں کو مخابرچی ہونے کا یہ فائدہ ضرور ہوا کہ ہمارا سمعی رابطہ کبھی نہ ٹوٹ پایا اور ہم اکثر ایک دوسرے کے ساتھ رابطہ میں رہتے۔

بھائی خالد کےٹو کا اصل نام عبدالعزیز تھا اور مخابراتی نام خالد کےٹو تھا۔آپ بہاولپور کی تحصیل حاصل پور کے گاؤں جمال پور کے رہائشی تھے۔مڈل پاس خالد بھائی نے ٹریکٹروں کی مرمت کا کام بھی سیکھا۔آپ نے اپنی جہادی زندگی کا آغاز جہاد کشمیر سے شروع کیا۔2 سال تک غاصب ہندو فوج سے برسرپیکار رہے۔پھر وہاں سے سیدھے پاکستان اور یہاں سے افغانستان کی ''مقدس جنگ'' میں شامل ہوگئے۔

1997ء میں شمالیوں سے لڑی جانے والی ایک جنگ میں آپ اپنا ایک بازو شہید کرا بیٹھے تھے۔اس جنگ میں آپ قلعہ مراد بیگ کی تشکیل میں تھے۔وہاں پر دشمن نے خط پر حملہ کردیا تھا۔جنگ عروج پر تھی اور دشمن کی طرف سے داغے گئے گولے طالبان کو مشکل میں ڈالے ہوئے تھے۔دشمن کے سامنے والے مورچوں سے یہ مارٹر باری ہو رہی تھی۔

خالد بھائی نے شدید گولہ باری میں RR82 لانچر میں گولہ ڈال کر اوٹ سے نکل کر مورچے کو ہدف بنا کر فائر کیا۔لیکن فائر مس ہوگیا۔خالد بھائی سرعت کے ساتھ نیچے خندق نما کمرے میں مڑے تا کہ وہ اس کی فنی خرابی کو دور کرسکیں۔وہاں انہوں نے RR82 کا برج بلاک کھولا اور دوبارہ واپس ایڈجسٹ کیا تو دھاکہ ہوگیا۔خالد بھائی کا گولے کی بیک بلاسٹ سے ہاتھ اڑ گیا اور سامنے بیٹھے دو مجاہد گولہ پھٹنے سے شہید ہوگئے۔چار صد بستر ہسپتال میں آپ کو لے جایا گیا۔ڈاکٹروں نے کہنی کے پاس سے بازو کاٹنے کی تجویز دی اور بہت زیادہ خون بہہ جانے کی وجہ سے آپ کو بازو کی قربانی دینا پڑی۔

کمزور جسم اور ایک ہاتھ سے معذور محاذوں پر وائرلیس پکڑے رابطہ میں مصروف سانولے رنگ کا نوجوان عبدالعزیز مجاہدین میں خالد کےٹو کے نام سے پہچانا جاتا تھا۔افغانستان میں آپ کا زخم بھر چکا تھا۔پھر 2002ء میں افغانستان میں پاکستانی مجاہدین کا کشمیری مجاہدین سے رابطہ قائم نہ ہو پا رہا تھا۔اس لئے آپ کشمیر چلے گئے اور اٹھمقام سے آگے ایک بلند جگہ پر مخابراتی پوائنٹ بنایا جس کا نام کےٹو رکھا گیا اور یہی نام آپ کی پہچان بن گیا اور آپ ''خالد کےٹو'' کے نام سے مشہور ہوگئے۔

کشمیر میں مخابراتی سیٹ اپ مکمل کرنے کے بعد آپ افغانستان واپس آگئے۔آپ نے برامچہ (ہلمند) کے مقام پر جدید مواصلاتی نیٹ ورک قائم کیا اور عسکری کاروائیوں کی کمان بھی کی۔

شہادت کےٹو

برامچہ میں مجاہدین کا معسکر بھی چل رہا تھا۔وہاں 4 جون 2008ء کو اللہ اکبر نامی پہاڑی پر امریکی ہیلی کاپٹر حملہ کرنے کی غرض سے اترنا شروع ہوئے۔طالبان کے مقامی امیر نے ان پر میزائل باری کرنے کا کہا۔خالد بھائی کے پاس اس وقت 4 میزائل تھے۔آپ نے ساتھیوں کے دو گروپ بنا کر 2,2 میزائل فائر کرنے کا کہا۔پہلے گروپ کے محمد اور طیب نے ہدف پر میزائل مارے لیکن وہ مطلوبہ ہدف تک نہ پہنچے۔پھر خالد بھائی اور بلال بھائی نے اللہ اکبر پہاڑی پر میزائل داغے۔میزائل حملوں کے بعد امریکی ہیلی کاپٹروں نے ان دونوں گروپوں پر بے تحاشا شیلنگ کردی۔لیکن یہ لوگ معسکر تک پہنچنے میں کامیاب ہوگئے۔تھوڑی دیر بعد امریکی جیٹ طیارے بھی فضاء میں منڈلانے لگے۔انہوں نے شدید بمباری کر کے مکمل طور پر معسکر کو منہدم کر دیا۔الیاس بھائی اور بلال بھائی موقع پر ہی شہید ہوگئے اور خالد بھائی شدید زخمی حالت میں تھے۔

پھر امریکی ٹروپس برامچہ بازار میں اترے۔یہاں پر امریکیوں اور طالبان کی دوبدو جنگ ہوئی۔طالبان جی جان سے لڑے اور امریکی یہاں سے بھاگ نکلے۔دن کے ساڑھے گیارہ بجے کے قریب جب لوگ تباہ شدہ معسکر میں مدد کے لیے پہنچے تو وہاں ملبے تلے دبے ہوئے خالد بھائی شدید زخمی حالت میں آخری سانسیں لے رہے تھے۔آپ نے کلمہ پڑھا اور اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

انا لِلّٰہِ و انا الیہ راجعون.

مولوی محمود شہید

برامچہ میں خالد بھائی کماندان مولوی محمود صاحب کے زیر کمان کاروائیاں کرتے رہتے تھے۔مولوی محمود صاحب نے ہمیں بھی ماضی میں کوئٹہ

سے بلوایا تھا۔آپ اہل علاقہ اور دینی طبقہ میں دین کی خدمات کے لحاظ سے بہت معروف تھے۔

مولوی صاحب بیک وقت مدارس اور جہاد کی فیلڈ میں ترقی و ترویج میں لگے رہتے تھے۔آپ کے علاقہ میں معسکرات قائم تھے۔آپ نے ایک بڑا ٹرک محض معسکر کی خدمت کے لیے وقف کر رکھا تھا۔ یہ ایک لحاظ سے چلتا پھرتا معسکر تھا۔ جہاں کہیں خطرہ ہوا یہ معسکر وہاں سے آگے منتقل ہوا۔ اسی طرح یہ ہر پانچ سات دنوں بعد جگہ تبدیل کرتے رہتے تھے۔

سقوط افغانستان کے بعد مولوی محمود صاحب نے افغانستان میں نئے سرے سے اپنے ساتھی منظم کئے اور جہاد کا آغاز کر دیا۔آپ کی ایک اور نمایاں خدمت سقوط افغانستان کے دوران دشمن کی جانب سے قید کئے گئے۔ مجاہد اسیران کو شمالیوں سے لا بنگ و روپے پیسوں کے ذریعے آزاد کروانا بھی ہے۔آپ اپنے علاقہ کے بلوچوں کے لیے مشعل راہ بنے اور آج بھی آپ جیسے لوگوں کی محنت اور کاوشوں کی بدولت برامچہ، ہلمند وغیرہ عملاً طالبان کے ہو چکے ہیں۔

آپ بھی اپنی جان کا نذرانہ دے کر 2008ء میں ہی شہادت کا عظیم رتبہ حاصل کرنے میں کامیاب و کامران ہوئے۔

عبرت آپریشن 2008ء میں طالبان کی کامیابیاں

WKS ریموٹ و بارودی کاروائیاں کی گئیں	2901
فدائی حملے کئے گئے	29
مراکز اور چیک پوسٹوں پر حملے	112
ہیلی کاپٹر و ڈرون طیارے تباہ	08
میزائل و راکٹ مارٹر حملے	273
کمین یا گھات حملے	126
ٹینک و بکتر بند تباہ	138
آئل ٹینکر ٹرک تباہ ہوئے	98
فوجی گاڑیاں تباہ ہوئیں	395
سپلائی لائن پر حملے	42
صلیبی فوجی مردار ہوئے	947
افغان مرتد فوجی مردار ہوئے	1207
صلیبی فوجی زخمی ہوئے	2840
افغان مرتد فوجی زخمی ہوئے	1085

یہ تمام تفصیلات ہماری یعنی امارت اسلامیہ کی آفیشل ویب سائٹس پر ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔

www.theunjustmedia.com

www.shahamat_urdu.com

2009ء طالبان کا ''آپریشن نصرت'' اور امریکی فراری کا اعلان

طالبان مجاہدین نے گزشتہ سالوں کی گوریلا کاروائیوں کے نت نئے انداز اپناتے ہوئے 2009ء میں بھی اپنی کامیابیوں اور فتوحات کا سلسلہ جاری رکھا۔امریکی و برطانوی اور ان کی اتحادی افواج نے سال 2009ء میں طالبان کے مضبوط ترین مورچے ہلمند پر یلغار کرنے کا اعلان کرتے ہوئے اس آپریشن کا نام شمالی ہلمند کے لیے ''چیتے کا پنجہ'' اور جنوبی ہلمند کے آپریشن کا نام ''آپریشن خنجر'' رکھا۔

طالبان مجاہدین نے سال 2009ء کی کاروائیوں کو ''آپریشن نصرت'' کا نام دیا۔ اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت سے مجاہدین نے 2009ء میں

صلیبیوں واتحادیوں کو دوٹوک واضح الفاظ میں اپنی شکست کا اعتراف کرنے پر مجبور کر دیا۔ نصرت خداوندی سے ''نصرت آپریشن 2009ء'' میں طالبان مجاہدین کی کاروائیوں میں تیزی سے اضافہ ہوا۔ فروری 2009ء میں 16 مجاہدین نے کابل کی کٹھ پتلی حکومت کی وزارت انصاف اور وزارت جیل کی عمارتوں پر حملہ کر کے افغان پولیس اور فوج کے درجنوں اہلکار جہنم واصل کئے اور 8 مجاہدین شہادت کا رتبہ حاصل کرنے میں بھی کامیاب ہوئے۔ مادیت پرستوں کے سرغنہ باراک اوباما نے اپنی خفت مٹانے کے لیے 2009ء میں ہی مزید 17000 فوجیوں کو دلدلِ افغانستان میں غرق ہونے کے لیے روانہ کر دیا۔ جوں جوں امریکی آتے رہے توں توں طالبان مجاہدین ان کی زندگی کی ناؤ ڈبوتے چلے گئے۔

آپریشن خنجر شروع ہوا تو اگلے ہی دن طالبان مجاہدین نے بارود سے بھرے ٹینکر کے ذریعے صوبہ پکتیا کے امریکی و افغان فوجی مرکز پر حملہ کر کے مرکز کو تباہ کرنے کے بعد قبضہ کر لیا اور 40 امریکی و 49 افغانی مرتد فوجی جہنم واصل کر دیئے۔ اور بہت سا قیمتی اسلحہ و بارود مال غنیمت کے طور پر ہاتھ لگا۔

2009ء میں مجاہدین نے امریکیوں کو صوبہ نورستان سے بھی مار بھگایا۔ اور اس مرتبہ نورستان کے ضلع کامدیش میں ان کا قبرستان بنا ڈالا۔

اللہ تعالیٰ کی نصرت و تائید کو مدنظر رکھ کر اس سال کو نصرت آپریشن کا نام دیا گیا تھا۔ لہٰذا اگست 2009ء میں امریکی افواج کے سربراہ جنرل میک کرسٹل نے شکست تسلیم کرتے ہوئے بیان دیا کہ طالبان فی الوقت فتح یاب ہیں۔ ''نصرت آپریشن 2009ء'' میں طالبان 80 فیصد افغانستان پر اپنے وجود کو مستحکم کرنے میں کامیاب ہو چکے تھے۔ اسی سال باراک اوباما امریکی صدر نے افغان پالیسی کا اعلان کرتے ہوئے کہا کہ 2011ء سے امریکی واتحادی افواج کا افغانستان سے انخلاء شروع ہو جائے گا۔ یہ بیان ''نصرت آپریشن 2009ء'' کی واضح فتح کا اعلان تھا۔ سال 2009ء آٹھ سالہ امریکی واتحادی جارحیت کا فیصلہ کن سال ثابت ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت سے ''آپریشن نصرت'' کی بدولت جنگ کا پلڑا واضح طور پر مجاہدین اسلام کی طرف جھکا ہوا رہا۔ اور ''فاتح طالبان'' کی یقینی فتح کے آثار نمایاں ہونے لگے تھے۔

2009ء کی اکثر و بیشتر کاروائیوں میں WKS بارودی مواد کا استعمال مولوی امین اللہ امین کی محنت و کاوشوں کا نتیجہ تھا۔ مولوی امین اللہ امین ایک جفاکش، نڈر، بے باک اور مخلص مجاہد تھے۔ آپ گوانتانا موبے سے 17 ستمبر 2004ء کو قیدی نمبر 504 کے حوالہ سے رہا ہو کر آئے۔

آپ کو آپ کے گھر سے بلوا کر گرفتار کیا گیا تھا۔ اور بعد میں ڈالروں کے عوض امریکی درندوں کو فروخت کر دیا تھا۔ امریکی وصلیبیوں نے آپ پر حب الوطنی اور دینی حمیت کی وجہ سے ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ ڈالے۔ مگر آپ ثابت قدم رہے اور بالآخر گوانتانا موبے کے زندان سے رہا ہو کر واپس آ گئے۔ لیکن واپس آنے پر اپنے ارادوں اور عزم و حوصلہ کو نئی زندگی بخشتے ہوئے طالبان مجاہدین کی جنگی ضروریات کو پورا کرنے کا بیڑہ اٹھایا۔

آپ دن رات انتھک محنت کر کے اور نئی نئی ترکیبات و تجربات کے ذریعے بارود تیار کرنے میں مشغول ہوئے اور پورے افغانستان کے تمام محاذوں پر مجاہدین اسلام کو بارود کی سپلائی فراہم کرنے میں اہم کردار ادا کرتے رہے۔ طالبان مجاہدین آپ کے تیار کردہ بارود کو WKS ریموٹ کنٹرول کاروائیوں اور بارودی سرنگوں وغیرہ میں بے دریغ استعمال کرتے رہے اور نصرت خداوندی کے بل بوتے پر ''نصرت آپریشن 2009ء'' کی کامیابیاں اور فتوحات سمیٹنے میں کامیاب ہوتے رہے۔

مولوی امین اللہ امین شہید کا جذبہ جہاد اور جہادی کاوشیں تمام مجاہدین کے لیے مشعل راہ ہیں۔ وہ ایک وقت میں مجاہد، استاد، کمانڈر، ذمہ دار اور خدمتگار ہونے کے ساتھ بالآخر ایک شہید کا عظیم رتبہ حاصل کرنے میں بھی کامیاب ہو گئے۔

مولوی امین اللہ امین شہیدؒ

آپ عسکری و جنگی امور کے ماہر اور امارت اسلامیہ کے ہر دلعزیز جذبہ شہادت سے سرشار کمانڈر تھے۔ شہید امین اللہ امین عبدالغفور کے برخوردار تھے اور شہید مولوی عبدالحمید کے بھتیجے تھے۔ آپ کا تعلق اچکزئی قبیلے سے تھا اور قندھار کے ضلع سپین بولدک کے ''ملک سید محمد'' کے گاؤں میں 1968ء میں ایک دیندار گھرانے میں آنکھ کھولی۔ بچپن سے ہی آپ کے ماتھے پر سعادت مندی کی علامات نمایاں تھیں۔ آپ نہایت شریف النفس اور سلیم الفطرت شخصیت کے مالک تھے۔ دین اسلام کے دلدادہ اور راہِ حق میں شہادت کے متمنی تھے۔ راہِ جہاد میں طرح طرح کے مصائب اور مشکلات میں ثابت قدمی کا مظہر تھے۔ آپ سادہ لوح اور نفیس طبیعت کے مالک تھے۔ دوستوں کے ساتھ نرم گفتار رہتے اور ساتھیوں میں نیک اور امین انسان کے اوصاف سے مشہور تھے۔

آپ نے ابتدائی تعلیم کا آغاز اپنے محلے کی مسجد میں اپنے چچا شہید مولوی عبدالحمید سے کیا۔ اس وقت آپ کے چچا کمیونسٹوں کے خلاف سپین

بولدک اور دور دراز کے علاقوں میں نبرد آزما ہو گئے۔ مولوی امین اللہ امین کی ابتدائی تعلیم مکمل ہو چکی تھی۔ لیکن ابھی حصولِ تعلیم کی پیاس نہ بجھی تھی۔ اس لئے امین اللہ امین دین اسلام کی تعلیمات کے حصول کے لیے پاکستان آ گئے۔ جہاں صوبہ بلوچستان کے مختلف مدارس میں زیر تعلیم رہ کر علم حاصل کیا اور آخری سال میران شاہ میں مدرسہ منبع العلوم میں داخلہ لیا۔ جس کی بنیاد مجاہد اعظم حضرت مولوی جلال الدین حقانی صاحب نے سوویت یونین کے خلاف افغان جہاد کے دوران رکھی تھی۔ اس عظیم مدرسہ سے ہزاروں طالب علم اپنے سروں پر دستار فضیلت سجا چکے ہیں۔ مولوی امین اللہ شہید نے 1991ء میں درس نظامی سے فراغت کے بعد اپنے علاقہ میں حافظ عبدالظاہر کے مدرسہ میں درس و تدریس کی خدمات سرانجام دیں اور آپ نے دو سال تک تعلیم و تعلم کا یہ سلسلہ جاری رکھا۔

جب افغانستان میں امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد حفظہ اللہ تعالیٰ نے امارت اسلامیہ افغانستان کی بنیاد رکھی تو مولوی امین اللہ امین شہید نے امیر المؤمنین کی آواز پر صدائے لبیک کہتے ہوئے جہادی سرگرمیوں کا آغاز کر دیا۔ جذبہ جہاد اور شوقِ شہادت اتنا ولولہ انگیز تھا کہ جب بھی مجاہدین کسی جگہ پر حملہ کرتے تو آپ اس میں ضرور شریک ہوتے۔

مولوی امین اللہ امین نہایت ذہین تھے۔ جنگی معاملات پر گہری نظر رکھتے تھے۔ آپ اسلحہ و بارود کے ماہر تھے اور ہر وقت دین اسلام کو مضبوط اور توانا رکھنے کے لیے نت نئے تجربات کرنے میں مشغول رہتے تھے۔ بارود کے بارے میں آپ وسیع علم اور تجربہ حاصل کر چکے تھے۔ امیر المؤمنین حفظہ اللہ تعالیٰ کی قیادت میں عظیم فریضہ جہاد انجام دینے کے لیے کمر بستہ ہو گئے۔

مولوی امین اللہ امین محاذ اور مورچوں پر بے جگری کے ساتھ لڑتے رہنے کے باوجود اوطاق اور معسکرات میں بارود کی تیاری میں بھی مصروف رہتے تھے۔ اور ہمیشہ امت مسلمہ کو دفاعی لحاظ سے مضبوط تر دیکھنے کے خواہاں رہتے تھے۔

جب قندھار فتح ہوا تو مولوی امین اللہ شہید نے مولوی عبدالمنان اور شہید مولوی عبدالحمید کی مشاورت سے رمضان المبارک کے بعد اپنے علاقہ کے مجاہدین کی قیادت سنبھال لی اور آپ ہرات فتح کرنے تک یہیں رہے۔ اس کے بعد آپ مولوی عبدالمنان شہید کے ساتھ صوبہ بادغیس، صوبہ سرپل اور صوبہ سمنگان میں انتظامی معاون کی حیثیت سے اپنی ذمہ داریاں نبھاتے رہے۔ پھر آپ نے صوبہ بامیان کی پہلی لڑائی میں ایک محاذ کی قیادت بھی سنبھالی۔

ملا محمد عمر مجاہد حفظہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی قابلیت اور جواہر کو بھانپتے ہوئے آپ کو جنوب مغربی صوبوں کی سطح پر سرحدات کا قلمدان سونپ دیا۔

جب امریکہ اور اس کے اتحادیوں نے 2001ء میں دنیا کی واحد اسلامی و شرعی حکومت کو ختم کرنے کے لیے اس نوخیز مملکت اسلامیہ پر جارحیت کی تو امین اللہ امین نے نئے حوصلہ اور ولولہ سے پرعزم ہو کر دین متین کی سربلندی اور شریعت اسلامی کی حفاظت کے لیے اپنی جہادی سرگرمیوں میں پوری رعنائی سے حصہ لیا۔ اور طالبان مجاہدین کے لیے اسلحہ و بارود کے خاص انتظامات میں مگن رہے۔ اور مجاہدین کو منظم کر کے ان کو بارود کی تیاری اور استعمال کے طریقوں سے بھی روشناس کرایا۔ آپ کی جہادی زندگی کا بیشتر حصہ بارود کی تیاری اور اس کی تعلیم دینے میں خرچ ہوا۔ آپ نے ہزاروں مجاہدین کو بارود کی تیاری کے طور طریقے سکھلائے۔ آپ بڑے منظم، شفیق اور نرم گفتار استاد مشہور تھے۔

آپ جہادی سرگرمیوں کے دوران دشمن کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے۔ پھر بگرام جیل سے اسیر گوانتاناموبے بھی رہے۔ آپ نے اسیری کے شب و روز صبر و تحمل سے گزارے۔ آپ نے دین متین کی خاطر تمام اذیتیں اور تکالیف خندہ پیشانی سے برداشت کیں۔ بدنام زمانہ کیوبا کے زندان خانہ گوانتاناموبے کی دلدوز اذیتیں، تشدد اور مظالم برداشت کرنے کے بعد رہا ہو کر آئے۔

لیکن اپنا فریضۂ جہاد فراموش نہ کیا اور اس جہادی سلسلہ کو پھر سے نئی روح بخشتے ہوئے میدانِ کارزار میں جلوہ افروز ہو گئے۔ آپ نے امت مسلمہ کے مجاہدین کی راہنمائی کے لیے اپنے تجربات کی روشنی میں پیش آنے والے اندوہناک مظالم اور پرتشدد لمحات کو صفحہ قرطاس کی زینت بنایا اور آپ بیتی طرز کی ایک جہادی راہنمائی کی متحمل کتاب تصنیف فرمائی۔ جس کا نام آپ نے "لشکر دجال کی راہ میں رکاوٹ" رکھا۔ اس تصنیف میں آپ نے مجاہدین اسلام کی نگاہوں میں عظمت جہاد، توحید، اطاعت رسول ﷺ اور حب صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا جذبہ بیدار کر دیا اور نوجوان مسلمانوں میں فریضۂ جہاد کی روح پھونک دی۔ آپ کی تصنیف مجاہدین اسلام کے لیے مشعل راہ ہے اور آنے والی نسلوں کے لیے حقیقت اور سچائی پر مبنی ایک جہادی دستاویز ہے۔ جس کے ہوتے ہوئے آنے والی نسلیں دجالی میڈیا کے مکر و فریب سے محفوظ رہ سکتی ہیں۔ امین اللہ امین نے جہاد کی عظمت پر یہ تصنیف تحریر فرما کر امت مسلمہ پر ایک احسان فرمایا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ آپ کی کوششوں اور قربانیوں کو قبول فرما کر امت مسلمہ کے لیے نجات کا ذریعہ بنائیں

(آمین ثم آمین)

مولوی امین اللہ امین جری مجاہد کے جذبہ جہاد کو گوانتا ناموبے کی اسارت وتشدد ٹھنڈا نہ کر سکے۔ رہائی کے بعد آپ نے پھر سے سلسلہ جہاد شروع کر دیا اور اس بار اتنی محنت، کوشش اور لگن سے سرگرم ہوئے کہ بم تیار کر کر کے ان پر نت نئے تجربات کر کے پورے افغانستان کو سپلائی کرتے رہے۔

آخر کار جہادی زندگی کا دلدادہ مجاہدین کی مضبوطی کے لیے بارود تیار کر رہا تھا کہ بارود پھٹ گیا اور یہ جوانِ رعنا شہادت کے عظیم رتبہ پر فائز ہو گیا۔ آپ کے ساتھ ابرار مسکین بھائی زخمی ہو گئے اور اس حادثہ سے ابرار مسکین بھائی کی بصارت جاتی رہی۔

مولوی امین اللہ امین شہید کے پسماندگان میں پانچ بیٹے ذبیح اللہ، محمد، عمر، اسامہ اور خالد ہیں اور چھ بیٹیاں بھی ہیں۔

2009ء ''نصرت آپریشن'' میں طالبان مجاہدین کی کارروائیوں اور کامیابیوں کی صورتحال کے اعداد وشمار جن کی تفصیلات امارت اسلامیہ افغانستان کی آفیشل ویب سائیٹ www.theunjustmedia.com اور www.shahamat_urdu.com پر ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

طالبان مجاہدین نے WKS ریموٹ کنٹرول و مائن کامیاب حملے 2479 کیے۔ فدائیان اسلام نے 53 فدائی حملے کرنے میں کامیابی حاصل کی۔ جن میں ڈک چینی کی افغانستان آمد پر بگرام ایئر بیس کی مشہور کارروائی بھی شامل ہے۔ جس پر ڈک چینی بھی حواس باختہ ہو کر رہ گیا تھا۔ صلیبی و افغان مرتد افواج کے مراکز و چیک پوسٹوں پر 304 حملے کئے گئے۔ اس سال صلیبی ہیلی کاپٹر و طیارے 27 عدد تباہ ہوئے اور 08 عدد ڈرون طیاروں کو بھی گرا کر تباہ کیا گیا۔

نصرت آپریشن کے تحت 577 کمین یا گھات حملے کئے گئے۔ اور ایم ریپ، ہموی اور بریڈلی جیسی کل بکتر بند گاڑیوں اور ٹینکوں کی تباہی کی تعداد 806 رہی۔ جبکہ چھوٹی مختلف فوجی گاڑیاں 882 تباہ ہوئیں۔ امریکی واتحادیوں کے سپلائی ٹرک وآئل ٹینکرز وکنٹینرز وغیرہ 299 تباہ کئے گئے۔ جبکہ سپلائی لائن پر مختلف نوعیت کے 75 شدید حملے کئے گئے۔

سال 2009ء نصرت آپریشن میں اللہ تعالیٰ کی مدد ونصرت سے صلیبی واتحادی افواج کے 5966 سورماؤں کو تابوتوں کی زینت بن کر اپنے ممالک رخصت ہونا پڑا۔ بیچارے چل کر آئے تھے اور اٹھا کر لے جائے گئے۔ جبکہ سٹریچر کی زینت بننے والے 1145 صلیبی فوجی اپنی ٹانگوں پر چلنے کے قابل نہ رہے۔

سال 2009ء میں ہی افغان ومرتد فوجیوں کی ہلاکتیں 5127 سے تجاوز تھیں۔ جبکہ زخمی ہونے والے مرتد افغانیوں کی تعداد 368 تک ہی دستیاب ہوسکی۔

نصرت آپریشن 2009ء میں مجاہدین اسلام کے 540 شاہین صفت جہادی وفدائین شہادت حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے۔

2010ء اقوامِ کفر (NATO) کی شکست کا آغاز

اور

فاتح طالبان کا آپریشن ''الفتح''

اللہ تبارک وتعالیٰ کی بابرکت ذاتِ عالی ہمیشہ سے حق پرستوں کی مدد ونصرت کے مظاہر پیدا فرماتی رہی ہے۔ اسی ربّ رحیم نے طالبان مجاہدین کے آپریشن نصرت کو اپنی غیبی مدد سے کامیاب فرمایا اور سال 2010ء طالبان مجاہدین کے لیے فتوحات کا سال ثابت ہونے جا رہا تھا۔ مجاہدین اسلام نے جہاں جنگی میدان میں حق کو منوایا وہیں پر دنیا کے دانشوروں، پراپیگنڈہ مہم کے بانیوں اور جھوٹے تبصرہ نگاروں وکالم نویسوں کے لبوں پر بھی انگشت شہادت رکھ کر خاموش کروا دیا کہ

''نہ تو طالبان مجاہدین گنوار، قدامت پسند، لاشعور، بے حس، بے مہار، ظالم، دہشت گرد، اجڈ اور جاہل ہیں اور نہ ہی تعلیم وہنر سے بے بہرہ ہیں۔ طالبان مجاہدین ایک باوقار قابل صد احترام اور عزت وتوقیر کی حامل شخصیت کی قیادت میں متحد ویکجان امت مسلمہ کے جانباز سرفروش، نڈر اور بہادر سپاہی ہیں۔ جو ایک ہاتھ میں قرآن اور ایک ہاتھ میں تلوار اٹھائے دین متین کی سرحدوں کی

حفاظت پر شرعی قواعد کے تحت اپنے اعمال حسنہ میں مشغول ہیں''۔

یہ قواعد وضوابط شرعی اصولوں پر مبنی ''لائحہ'' کے نام سے تمام مجاہدین پر لگائے گئے الزامات کا جواب اور مادیت پرست تبصرہ نگاروں، چھوٹے افسانہ نگاروں اور دجالی میڈیا کے منہ پر زناٹے دار طمانچہ ہیں کہ طالبان امن وسلامتی کے داعی ہیں نہ کہ ان کی طرح فسادی و جابر۔

امت مسلمہ کی باوقار قیادت نے علماء حق کے مشوروں سے درج ذیل قواعد وضوابط ''لائحہ'' کے نام سے جاری فرمائے۔

''لائحہ''

امارت اسلامیہ افغانستان کی طرف سے مجاہدین کے لئے شرعی ضوابط

امارت اسلامیہ کے مجاہدین کے خلاف ہر محاذ پر ناکامی سے دوچار ہونے کے بعد دشمن نے مجاہدین کے خلاف میڈیا پر شدید پروپیگنڈے کا آغاز کر رکھا ہے۔ جھوٹے الزامات اور مبالغہ آرائیوں کے ذریعے لوگوں کو مجاہدین سے بدظن کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ان الزامات میں سب سے زیادہ جس بات پر زور دیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ مجاہدین کی صفوں میں نظم وضبط مفقود ہے۔ یہ گروپوں میں تقسیم ہیں اور ہر گروپ اپنی مرضی سے اپنی صوابدید پر سرگرم عمل ہے۔ مرکز کی جانب سے ان کے لیے کوئی اصول وضع نہیں کئے گئے۔ اور یہ کہ ہر شخص کو اختیار ہے جس طرح چاہے طرز عمل اختیار کرے۔ عوام کے جان ومال سے جو سلوک کرے ان سے کوئی پوچھ گچھ نہیں ہوتی۔ حالانکہ خارجی دشمن ہو یا اس کے داخلی کٹھ پتلی، عوام کے ساتھ ان کے برے سلوک اور عوام پر ان کے ہاتھوں ڈھائے جانے والے مظالم کی کہانیاں آئے روز عالمی اور ملکی ذرائع ابلاغ کا حصہ بنتی رہتی ہیں۔ میڈیا پر حقائق کو مسخ کر کے پیش کیا جانے والا ان واقعات کا ایک حصہ بھی دنیا کی آنکھیں کھول دینے کے لیے کافی ہے۔ لیکن دجالی میڈیا اپنی کٹھ پتلی حکومتوں کے کالے کرتوتوں کو ایسے انداز میں پیش کر دیتا ہے جیسے کوئی ظلم ہوا ہی نہیں۔

اس میڈیا پر اگر کسی گستاخ رسول ﷺ کی خبر آ جائے تو وہ اسے آزادی رائے کا نام دے کر تحفظ فراہم کرتا ہے۔ اگر کوئی اسلامی ملک سے غداری کرنے والا ان کے ملک میں داخل ہو جائے تو یہ دجالی حکومتیں اسے سیاسی پناہ دے کر سیکیورٹی فراہم کرتی ہیں۔ جیسے سلمان رشدی، ملالہ یوسف زئی، الطاف حسین وغیرہ۔

جبکہ کوئی باریش مسلمان اگر ذکر سے رطب اللسان جاگنگ کرتے ہوئے سڑک پر سے گزرے تو کہتے ہیں کہ دہشت گرد ہے۔ اور ٹریننگ حاصل کر رہا ہے۔ اور شیخ اسامہ جیسے مجاہد کو بغیر کسی ثبوت کے ملزم بنا کر گرفتاری کا مطالبہ کرتے ہیں۔

اس قسم کے بدباطن، بدخصلت، بدعہد اور سفاک ممالک اپنے دجالی میڈیا پر پراپیگنڈہ کے ذریعے نفیس، باوقار، باغیرت، حسن خلق اور شریعت مطہرہ سے مزین باوصف مجاہدین پر کیچڑ اچھالتے ہوئے مکروفریب، دھوکہ دہی اور جھوٹ کے انبار لگا کر حقائق کو مسخ کر کے سادہ لوح عوام کے سامنے ایک ایسی تصویر کا خاکہ پیش کرتے ہیں جس کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہوتا۔

رہی بات یہ کہ مجاہدین کتنے منظّم، باضابطہ ہیں اور ان کی صفوں میں نظم وضبط کا کس قدر خیال رکھا جاتا ہے۔ یہ جاننے کے لیے ان اصول و ضوابط کا مطالعہ ضروری ہے جو امارت اسلامیہ افغانستان کی جانب سے مجاہدین کے لیے طے کئے گئے ہیں۔

''لائحہ'' کے نام سے یہ تمام اصول شریعت محمدیہ کی روشنی میں مرتب کئے گئے ہیں۔ جو باقاعدہ تحریری شکل میں موجود ہیں۔ اس کی پرنٹڈ کاپیاں مجاہدین کو دی جاتی ہیں اور ہر مجاہد کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ امارت اسلامیہ اور عوام کی بھلائی و بہتر مستقبل کے لیے ان اصولوں پر عمل پیرا ہو۔ یہ اصول و ضوابط ایسے ہیں کہ ان کے ہوتے ہوئے کوئی بھی مجاہد اپنی مرضی کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ کوئی بھی مجاہد دین مستقیم کے راستے سے ہٹ نہیں سکتا۔ اور نہ ہی کوئی عابد اپنا الگ سے گروپ بنا کر مطلق العنانی ہی کر سکتا ہے۔ کسی بھی جگہ، کہیں بھی اور کسی بھی وقت اگر کوئی جہاد کا دعویدار ان اصول وضوابط سے منحرف دکھائی دیتا ہے تو شریعت اسلامیہ کے مجاہدین اس گروپ اور اس نام کے مجاہد یا گروپ کو غیر مسلح کر دیتے ہیں۔ ان اصول وضوابط کی روشنی میں کوئی منافق، دغاباز اور چالاک ترین دشمن مجاہدین کی صفوں میں گھس نہیں سکتا۔

یہ ایسے روشن مدلل اور شریعت محمدیہ سے مزین راہنما اصول وضوابط ہیں جو عالمگیر ہیں۔ ان اصولوں کے مطالعہ سے تمام منافرت بھرے اشکالات اپنی موت آپ ہی مر جاتے ہیں۔ یہ قواعد پشتو میں تحریر کئے گئے ہیں۔ یہ قواعد وضوابط 29 مئی 2010ء کو طبع اور قابلِ عمل ہوئے ہیں۔ ان قواعد وضوابط کا اُردو میں ترجمہ پیش خدمت ہے۔

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اما بعد فقال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ ان اللّٰہ یامرکم ان تؤدو الامانات الی اھلھا واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل ان اللّٰہ نعما یعظمکم بہ ان اللّٰہ کان سمیعًا بصیرًا {۵۸}

یاایھاالذین امنو اطیعو اللّٰہ واطیعو الرسول واولی الامرمنکم فان تنازعتم فی شیئی فردوہ الی اللّٰہ و الرسول ان کنتم تؤمنون باللّٰہ والیوم الاٰخر ذالک خیر واحسن تاویلا {۵۹} النساء

اللہ کی راہ میں جہاد وہ عظیم الشان عبادت اور فریضہ ہے جس کی ادائیگی سے امت مسلمہ کی عزت اور کلمۃ اللہ کو سربلندی نصیب ہوتی ہے۔ جہاد مسلمانوں کی کامیابی اور عظمت کا وہ بنیادی راز ہے جس کی برکت سے امت مسلمہ کی عظمت وسعادت کو چار چاند لگ جاتے ہیں۔ جن قوموں نے جہاد کیا وہ آزادی اور خودمختاری سے بہرہ مند ہوئیں اور جن قوموں کی تلواروں کو نیاموں میں ہی زنگ لگنے لگا انہیں غلامی اور اسارت کی زنجیروں سے کبھی خلاصی نہ ملی۔ اب جب مجاہدین اپنے عوام کی آزادی اور امت مسلمہ کی سربلندی کے لئے اپنے مقدس خون کا نذرانہ دے رہے ہیں۔ تو اس بات کی ضرورت ہر وقت کی بہ نسبت زیادہ محسوس کی جارہی ہے کہ ایک واضح جہادی روڈ میپ کی روشنی میں جہادی امور کے نظم وضبط اور ترتیب کے ساتھ ساتھ مجاہدین کی انتظامی، تربیتی، تعلیمی اور اخلاقی رہنمائی کے لیے ایک لائحہ عمل طے کیا جائے۔ جس کے طے کردہ شرعی اصولوں کی روشنی میں مجاہدین اپنا ہدف اور بھی واضح طور پر متعین کرسکیں۔

اور بہت سے شبہات اور پیچیدگیوں کا حل آسانی سے تلاش کرسکیں۔ جہادی تحریک میں جس کا وقتاً فوقتاً سابقہ پڑتا رہتا ہے۔ ان اصول وضوابط کے مطابق ایسے لوگوں کو ذمہ داریاں سونپی جائیں جو تقویٰ، شجاعت اور ایسی تدابیر کے مالک ہوں جو اپنی ذمہ داریاں بہتر طریقے سے ادا کرنے کے ساتھ ساتھ دشمنوں کے تمام حربوں کو بھی بروقت ناکام بناسکیں۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق ونصرت سے امارت اسلامیہ کی قیادت نے اس اہم مطالبے کو پورا کرنے کے لیے ملک کے جید اور متبحر علماء، مفتیانِ کرام، دانشوروں اور صاحب علم حضرات کی مشاورت اور تعاون سے شریعت محمدیہ علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام کی روشنی میں 14 حصوں اور 85 شقوں (مادوں) پر مشتمل زیرنظر لائحہ اور اصولنامہ (ڈسپلن) مرتب کیا ہے۔

طبع ثانی میں انہی مذکورہ بالا حضرات ہی کے مشورہ سے ذکرشدہ شرائط کو مدنظر رکھتے ہوئے کچھ ضروری باتوں کا اضافہ کیا گیا ہے۔ کچھ شقوں کی تفصیل اور وضاحت دی گئی ہے۔ دوسری مرتبہ چھپنے کے بعد اس ڈسپلن کا خیال رکھان اور اس پر عمل پیرا ہونا ہر مجاہد کی ذمہ داری اور فریضہ ہے۔

امارت اسلامیہ کے تمام عسکری اور انتظامی ذمہ داران، مجاہدین اس بات کے مکلّف ہیں کہ جہادی امور میں اس ڈسپلن کی مقررکردہ حدود کے پابند رہیں۔ اور انہی اصولوں کی روشنی میں اپنے روزمرہ کے جہادی امور سنبھالیں۔

والسلام

29-05-2010

چند تمہیدی یادداشتیں

1- لائحہ میں جہاں امام یا نائب امام کا ذکر ہوگا۔ اس سے مراد محترم امیرالمؤمنین ملامحمد عمر مجاہد حفظہ اللہ تعالیٰ اور ان کے نائب ہیں۔

2- لائحہ میں جہاں کسی کو تعزیر دینے کا حکم ہوگا اس میں رقم لینا شامل نہیں۔

3- لائحہ کے متن میں جہاں کسی سے ضمانت لینے کا ذکر ہو تو اس سے مراد صرف اور صرف غیرمنقولہ املاک یا شخصیات ہیں۔ منقولہ احوال اور املاک یا نقد رقم ضمانت کے طور پر نہیں لی جائے گی۔

4- یہ لائحہ دوسری مرتبہ 15 جمادی الثانی 1431ھ بمطابق 29 مئی 2010ء عیسوی سے طبع اور قابل عمل ہوا ہے۔ امارت اسلامیہ کے تمام ذمہ داران، مجاہدین اس لائحہ پر عمل کے پابند ہوں گے۔

حصہ اوّل

مخالفین کے ہتھیار ڈالنے اور ان کو دعوت دینے کے مسائل

1- ہر مسلمان کو اجازت ہے کہ کابل کی کٹھ پتلی حکومت کے اہلکاروں اور حکام کو دعوت دے۔ تاکہ وہ فاسد حکومت کی ملازمت چھوڑ کر اس کا بائیکاٹ کریں۔

2- کوئی شخص اپنی ایمانی غیرت یا کسی کی دعوت پر اس فاسد حکومت سے الگ ہو جائے، اگر کوئی عام آدمی ہے تو ضلعی مسئول اسے خط (اجازت نامہ) لکھ کر دے گا۔ اور اگر کوئی مشہور شخص ہے یا اس نے مسلمانوں کو بہت زیادہ نقصانات پہنچائے ہیں تو اسے ضلعی مسئول صوبائی امیر کے مشورے سے خط دے گا۔ اور مجاہدین کو یقینی طور پر اس کا علم ہوگا۔ پھر اگر کوئی مجاہد ایسے شخص کو مار دے یا کوئی نقصان پہنچائے تو ایسا کرنے والے کو اسلامی اصولوں کی روشنی میں سزا دی جائے گی۔

3_ جو لوگ ہتھیار ڈال دیں اور تسلیم و تائب ہو جائیں۔ اگر اپنے دور اقتدار میں (جب وہ کافروں کے پاس یا ان کی غلام حکومت میں کام کر رہے تھے) انہوں نے کسی کی جان یا مال کو نقصان پہنچایا ہو تو اب یہ شخص اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس بات کا مکلّف ہے کہ حقدار کو اس کا حق دے۔ اگر نہیں دے گا تو یہ اس شخص کا اپنا گناہ ہے۔ عدالت یا کوئی اور اس جرم کا تاوان زبردستی اس سے نہیں لے سکتا۔ اور نہ ہی اسے کوئی سزا دے سکتا ہے۔

اگر دور اقتدار میں یہ شخص کسی کا مال لے گیا ہو اور اب بعینہٖ وہی مال موجود ہو تو مال کے اصلی مالکان اس سے اپنا مال لے سکتے ہیں۔ اور اگر بعینہٖ وہی مال موجود نہیں تو زبردستی اس سے تاوان نہیں لے سکتے۔ البتہ دور اقتدا میں یا اس سے قبل اگر کسی سے قرض یا لین دین وغیرہ کا دیگر کوئی معاملہ کیا ہو اور اب اس کا حق اس شخص کے ذمہ باقی ہو تو اس کا مطالبہ اس شخص سے کیا جا سکتا ہے۔ اور اگر اس طرح کے ذاتی معاملات میں عدالت اسے طلب کرے تو یہ شخص عدالت میں حاضر ہوگا۔ البتہ چوروں کے کسی گروہ یا کسی قوم نے دوسری قوم، گاؤں، گھر، دوکان، گاڑی یا کسی اور چیز پر حملہ کر کے قتل کا ارتکاب کیا ہو یا مال ضائع کیا ہو تو اس صورت میں پھر قضاءً اور دیانتاً ضمان (تاوان) ادا کرنے کا پابند ہوگا۔

4_ وہ لوگ جو دعوت قبول کرنے کے بعد وعدوں کی پاسداری نہ کریں اور اعلانیہ غداری کے مرتکب ہو جائیں تو ایسے شخص سے کیے ہوئے تمام وعدے لغو ہیں۔ دوبارہ ہتھیار ڈالنے اور تائب ہونے کی صورت میں اگر مجاہدین کو ان کی جانب سے اطمینان نہ ہو تو ان سے ضمانت لے لیں۔

5- موجودہ کرپٹ انتظامیہ سے متعلق کسی شخص پر اگر مسلمانوں کے قتل کا الزام ہو۔ عام مسلمان بھی اس سے نفرت کرتے ہوں۔ ایسا شخص عام آدمی کی حیثیت سے زندگی بسر کرے۔ پھر بھی ضلع سربراہ کی یہ ذمہ داری ہے کہ جب تک بھرپور اعتماد حاصل نہ ہو ایسے شخص کی بھرپور انداز میں نگرانی کی جائے۔ البتہ کوئی اہم کارنامہ سرانجام دینے کی صورت میں جیسے کسی خارجی فوجی یا کسی بڑے عہدے پر فائز حکومتی شخص کو قتل یا زندہ گرفتار کر کے مجاہدین کے حوالے کرنے کی ضمانت دینے پر اسے امتیازی اعزاز سے نوازنے کے لیے قیادت سے متعارف کرایا جائے گا۔

6- جو لوگ کٹھ پتلی انتظامیہ کی صفوں سے نکل کر مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈال دیں۔ مجاہدین پورا اطمینان اور اعتماد حاصل ہونے تک انہیں اپنی صفوں میں جگہ نہ دیں۔ اطمینان اور اعتماد حاصل ہو جانے کے بعد ان کے بارے میں کوئی بھی فیصلہ کرنے سے پہلے ضلعی ذمہ دار سے اجازت لینا ضروری ہوگا۔

7- مخالف لشکر میں سے اگر کوئی مسلح شخص اپنی فوج سے الگ ہو جائے اور ایسی جگہ آجائے جہاں اپنا دفاع نہ کر سکتا ہو اور اس کی ظاہری حالت سے ایسا لگتا ہو کہ وہ ہتھیار ڈالنے کے ارادے سے آیا ہے۔ جب تک یہ یقینی معلوم نہ ہو جائے کہ یہ شخص ہتھیار ڈالنے کی نیت سے نہیں بلکہ دھوکہ دے کر حملہ کی نیت سے آیا ہے۔ اس وقت تک اس شخص کا قتل جائز نہیں۔

8- مخالف لشکر میں سے اگر کوئی شخص کسی مجاہد سے کہے کہ میں مخالف صف میں رہتے ہوئے مجاہدین کے لیے خدمت انجام دوں گا۔ اس شرط پر کہ آپ کے گروپ یا جماعت کے مجاہدین مجھے نقصان نہ پہنچائیں۔ مجاہدین کو صرف رابطہ کی صورت میں اس طرح کا خصوصی امن دینے کی

اجازت ہے۔عمومی امن نہ دیا جائے۔رابطہ کی صورت میں مجاہد اپنے ضلعی ذمہ دار سے اجازت لے۔جبکہ ضلعی ذمہ دار صوبائی ذمہ دار سے اجازت لینے کا مکلّف ہے۔امن دینے والے شخص یا گروپ کے علاوہ دیگر مجاہدین پر اس مامون شخص کے قتل یا نقصان کی صورت میں کسی قسم کی ذمہ داری عائد نہ ہوگی۔اس لئے کہ اس شخص کو عمومی امن نہیں دیا گیا تھا۔

دوسرا حصہ

قیدیوں کے بارے میں

9- کوئی ملکی یا بیرونی دشمن پکڑا جائے تو اسے فوراً صوبائی ذمہ دار کے حوالہ کیا جائے گا۔حوالگی کے بعد معاملہ صوبائی ذمہ دار کی صوابدید پر ہے۔ چاہے انہی مجاہدین سے اس کی حفاظت کروائے یا دوسرے مجاہدین کے حوالے کردے۔

10- غلام انتظامیہ کا ملکی فوجی، پولیس یا کوئی اور اہلکار اور عہدیدار اگر پکڑے جائیں تو ان کے بدلے میں اپنے قیدیوں کی رہائی کا مطالبہ احساناً یا کسی پختہ ضمانت کے بدلے چھوڑنے کا اختیار صرف اور صرف صوبائی ذمہ دار کو ہے۔نقد رقم کے بدلے آزاد کرنا ممکن ہے۔مارنے، قتل کرنے یا تعزیر کا اختیار صرف امام، امام کے نائب، یا صوبے کے قاضی کو ہے۔کسی اور کو یہ حق نہیں۔کسی صوبے میں قاضی نہ ہو تو قتل و تعزیر کے معاملہ میں قضاء کا معاملہ صوبائی ذمہ دار کے حوالے کیا جائے۔

11- وہ ٹھیکیدار جو کفار یا ان کے غلام اداروں تک تیل وسائل و دیگر مواد منتقل کر کے انہیں رسد فراہم کرتے ہیں یا ان کے فوجی مراکز کی تعمیر کرتے ہیں۔اس طرح سیکیورٹی کمپنیوں کے چھوٹے بڑے عہدیدار، دشمن کے ترجمان اور سامان رسد پہنچانے والے ڈرائیور اگر پکڑے جائیں اور قاضی پر ثابت ہوجائے کہ واقعتاً یہ لوگ کام کررہے ہیں تو انہیں موت کی سزا دی جائے۔البتہ اگر کسی صوبے میں قاضی کا تعین نہ ہو تو وہاں ثبوت اور قتل کا معاملہ گورنر کے ذمہ ہے۔

12- حربی کافر اگر پکڑا جائے تو اس کو مارنے، قیدیوں کے بدلے تبادلہ کرنے، مصلحتاً چھوڑنے، اور یا اگر مسلمانوں کی ضرورت تھی تو پیسوں کے بدلے میں چھوڑنے کا اختیار امام اور نائب امام کو حاصل ہے۔ان کے علاوہ کسی اور کو تصرف کا حق حاصل نہیں۔پکڑا جانے والا شخص اگر مسلمان ہوجائے تو امام یا نائب امام کے لیے اس کا تبادلہ صرف اس صورت جائز ہے کہ وہ اس تبادلے پر راضی ہو اور اس کے واپس مرتد ہونے کا خطرہ بھی نہ ہو۔

13- مجاہدین اگر قیدی کو پکڑ لیں اور انہیں اپنے مراکز تک نہ پہنچایا گیا ہو۔ایسے حالات میں اگر کسی خطرے کا سامنا ہوجائے اور انہیں محفوظ ٹھکانوں تک منتقل کرنے کا موقع نہ ہو تو ایسے حالات میں اگر گرفتار ہو کر آنے والے افراد مخالف فریق کے فوجی ہوں اور جنگ میں پکڑے جائیں تو وہاں موجود مجاہدین انہیں قتل کرسکتے ہیں۔اگر ایسا نہ ہو اور وہ مشکوک قیدی ہوں جن کی ابھی تک صحیح طریقے سے پہچان نہ ہوئی ہو یا حقوق کی عدم ادائیگی کے باعث پکڑے گئے ہوں۔پھر ان کا قتل جائز نہیں۔اگرچہ وہیں اسی جگہ پر ان قیدیوں کو چھوڑنا پڑے۔

14- وہ پولیس یا فوجی جو ہتھیار ڈال کر تائب ہوجائیں، مجاہدین کے لیے ان کا قتل جائز نہیں۔اگر وہ اسلحہ بھی لے کر آجائیں یا پھر کوئی اور قابل فخر کارنامہ سرانجام دیں تو مجاہدین انہیں اور بھی اعزاز سے نوازیں۔

15- مجاہدین کے پاس جو قیدی ہوں انہیں بھوک، پیاس، سردی یا گرمی کی سزائیں نہ دیں۔اگرچہ قیدی موت کا ہی مستحق کیوں نہ ہو۔بلکہ جس طرح کی شرعی سزا ان کے حق میں سنائی جائے، صرف وہی سزا دی جائے۔خواہ وہ قتل ہو یا کوئی اور۔

16- امام، نائب امام یا قاضی کے علاوہ کسی کو بھی تعزیر دینے کی اجازت نہیں۔صوبے کے قاضی کے علاوہ اضلاع کے قاضی اگر قتل کی تعزیر دینا چاہیں تو صوبے کے قاضی سے اجازت لے کر دیں۔البتہ جن صوبوں میں قاضی متعین نہ ہو تو قتل اور تعزیر کا اختیار گورنر کو دیا گیا ہے۔

(تیسرا حصہ)

جاسوسوں کے حوالے سے

17- موجودہ حالات میں جاسوس کو ساعی الفساد سمجھا جاتا ہے۔اگر کسی شخص پر جاسوسی ثابت و جائے تو صوبے اور ضلع کے قاضی، قاضی نہ ہو تو صرف صوبے کے گورنر کو اسے قتل کی سزا دینے کا اختیار ہے۔گرفتار ہونے والے جاسوس کو قتل کی سزا دینے کا اختیار امام، نائب امام اور صوبے کے قاضی کو حاصل ہے۔قاضی کی عدم موجودگی میں صوبے کا گورنر بھی یہ سزا دے سکتا ہے۔

18- کوئی جاسوس سعی بالفساد کرتے ہوئے گرفتار ہو جائے یا صرف پہچان لیا جائے تو مندرجہ ذیل طریقوں سے اس کا ثبوت حتمی سمجھا جائے گا۔

پہلا طریقہ:

جاسوس خود بغیر کسی اکراہ و زبردستی کے جاسوسی کا اعتراف اور اقرار کرے۔

دوسرا طریقہ:

دو ایسے گواہ گواہی دیں جن کی گواہی پر قاضی کو اطمینان ہو۔

تیسرا طریقہ:

وہ قرائن اور شواہد جو جاسوس ہونے کا یقین دلا دیں۔مثلاً جاسوسی کے ایسے آلات برآمد ہو جائیں جو خاص جاسوسی کے لیے استعمال ہوتے ہیں اور اسی طرح کی دیگر علامات۔

البتہ قرینے کی حالت معلوم کرنا ہر کسی کا کام نہیں ہوتا۔اس لئے عدالت موجود ہونے کی صورت میں قاضی اور عدالت موجود نہ ہونے کی صورت میں صاحب نظر، مدبر اور معتمد ذمہ دار قرینے کی قوت اور ضعف کو دیکھے گا۔اگر قرائن کمزور ہوں تو تعزیر میں تخفیف کرے اور اگر قرائن مضبوط ہوں کہ ان سے یقین ہو رہا ہو اور امام، نائب امام اور قاضی کو اس کے قتل میں کوئی مصلحت بھی نظر آ رہی ہو تو اسے قتل بھی کر سکتے ہیں۔

چوتھا طریقہ:۔

خبر عدل، عدل اس شخص کو کہا جاتا ہے جو بہت زیادہ اوصاف والا ہو۔اس میں تعصب نہ ہو۔کبائر (بڑے گناہوں) سے خود کو بچاتا ہو اور صغائر (چھوٹے گناہوں) پر استمرار (دوام) نہ رکھے۔

19- زبردستی یعنی مار پیٹ، خوف زدہ کر کے اذیتیں دے کر اعتراف لینے کا کوئی اعتبار نہیں۔اور نہ اس سے جرم کا ثبوت یقینی ہوتا ہے۔اقرار لینے والا دین دار، مدبر، سمجھدار ہونا چاہیئے۔تاکہ زبردستی اقرار لینے کا راستہ روکا جائے۔کیوں کہ شریعت میں زبردستی لئے جانے والے اقرار کا کوئی اعتبار نہیں۔مجاہدین اعتراف لیتے وقت قیدی سے ایسا کوئی وعدہ بھی نہ کریں جس کے پورا کرنے کا ارادہ نہ ہو۔

اسی طرح دوسرے لوگوں کے بارے میں بھی صرف جاسوس ہونے کا اقرار یا گواہی کافی نہیں۔اٹھارہویں شق (مادے) میں مذکور چار طریقوں پر عمل کرنا ضروری ہے۔انہی کی روشنی میں ان کے بارے میں بھی کاروائی کی جائے۔

20- اگر کسی شخص پر جاسوسی کا الزام ہو اور اس کا جرم شرعی اصولوں کی روشنی میں پورا نہ ہوتا ہو۔مگر مجاہدین کو اس سے خطرہ ہو۔اس کے متعلق مجاہدین میں شکوک وشبہات ہوں۔ضلعی سربراہ تجربہ کار اور ذی رائے لوگوں کے مشورے سے اس شخص کو جلاوطن کر کے ایسے علاقے کی طرف بھگا دے جہاں پر اس سے خطرہ نہ ہو۔اور یا اس سے پکی ضمانت لی جائے۔پکی ضمانت کا مطلب یہ ہے کہ متعلقہ علاقے کے بااعتماد لوگ اور اس شخص کے ہمدرد لوگ اس کی ضمانت دیں۔اور یا غیر منقولہ جائیداد ضمانت میں اس طور پر دے کہ اگر وہ پھر جاسوسی کا ارتکاب کرے اور علاقے سے فرار ہو جائے تو حاضر نہ ہونے کی صورت میں یہ جائیداد اس طرح ضبط کی جائے گی کہ وہ شخص اس سے فائدہ نہ اٹھا سکے گا۔

21- کوئی مجرم شرعاً قتل کا مستحق ہو اور اس کے قتل کا حکم صادر ہو جائے، وہ جاسوس ہو یا کوئی اور مجرم۔اسے گولی مار کر ہلاک کیا جائے۔اور اس کی

تصویر کشی یا ویڈیو بنانا ممنوع ہے۔

22- ایک انسان کے قتل کے ساتھ بہت سے شرعی احکامات کا تعلق ہوتا ہے۔لہٰذا مجاہدین اگر ایسے شخص کو جس کے بارے میں قتل کا فیصلہ ہو گیا ہو، قتل کر دیں۔ اور قریبی رشتہ داروں کو خبر نہ ہو تو جس طریقے سے ممکن ہو اور جو طریقہ مجاہدین مناسب سمجھیں مقتول شخص کے ورثاء کو تلاش کر کے اس کی موت کی تاریخ سے آگاہ کریں۔

چوتھا حصہ

دشمن کو رسد کی فراہمی اور تعمیراتی کام کرنے والے کارکنوں کے بارے میں

23- کسی کی ذاتی گاڑی، جسے کافروں کی رسد کی فراہمی اور سامان کے نقل وحمل میں استعمال کیا جا رہا ہو۔ یا اس سے کافروں کی کوئی اور خدمت لی جا رہی ہو۔ اس کو جلا دینا جائز ہے۔ مگر پیسوں کے بدلے میں اسے چھوڑنا یا اس کا استعمال ممنوع ہے۔

24- وہ ڈرائیور جو کافروں کے سامان کے نقل وحمل میں مصروف ہوں۔ سامان کی نقل وحمل کرتے ہوئے اگر پکڑے جائیں اور پوری تحقیق سے یہ بات واضح ہو کہ یہ سامان صلیبی کافروں یا ان کی غلام انتظامیہ کا ہے، اسے قتل کر دیا جائے۔ اور سامان جلا دیا جائے۔ اور اگر گرفتار ہو جائیں اور قاضی کے سامنے یہ ثابت ہو جائے کہ یہ لوگ واقعتاً یہی کام کر رہے ہیں، انہیں سزائے موت دی جائے۔ البتہ کسی صوبے میں کوئی قاضی متعین نہ ہوا ہو تو ثبوت اور قتل کا معاملہ گورنر کے حوالے کیا جائے۔

25- وہ ٹھیکیدار (مزدور) جن کے بارے میں معلوم ہو جائے کہ وہ کفار یا ان کی غلام انتظامیہ کے لیے مراکز کی تعمیر یا انہیں تیل اور دیگر مواد کی فراہمی کر رہے ہیں۔ مجاہدین ان کے وسائل جلا دیں اور انہیں قتل کر دیں۔ اور اگر گرفتار ہو جائیں اور قاضی کے سامنے ثابت ہو جائے کہ واقعتاً یہ لوگ یہی کام کرتے ہیں تو انہیں سزائے موت دی جائے۔ البتہ کسی صوبے میں قاضی کا تعین نہ ہوا ہو تو ثبوت اور قتل کا معاملہ گورنر کے حوالے کی جائے۔

26- جن ٹھیکیداروں کے بارے میں یقینی طور پر معلوم ہو جائے کہ وہ مخالفین کی جانب سے ہونے والے کاموں کے لیے مزدور اور کارکن فراہم کرتے ہیں یا ان مزدوروں اور کارکنوں کی نگرانی کرتے ہیں، انہیں قتل کر دیا جائے۔

حصہ پنجم

غنیمت کے بارے میں

27- مال غنیمت محارب کفار کے ان اموال کو کہا جاتا ہے جو جنگ کی فتح کے بعد مجاہدین کے ہاتھ آئیں۔ افغانستان میں مالِ غنیمت کا حکم یہ ہے کہ اس کا پانچواں حصہ صوبائی ذمہ دار کے حوالہ کیا جائے گا۔ جسے صوبائی ذمہ دار قیادت کی ہدایت کے مطابق خمس کے مصارف میں استعمال کرے گا۔

بقیہ چار حصے ان مجاہدین میں تقسیم کیے جائیں گے جو اس وقت جنگ میں حاضر تھے۔ یا جنہیں قیادت کی طرف سے اسی جنگ کے لیے مورچہ بندی کرنے، معلومات اکٹھی کرنے، یا کسی اور مصلحت کی خاطر کہیں بھیجا گیا تھا۔ اور ان لوگوں میں جن میں مندرجہ ذیل شرائط پائی جاتی ہیں۔

پہلی شرط:۔

وہ اس کاروائی کے علاقے کے اتنے قریب ہوں کہ اگر ان سے مدد طلب کی جائے تو وہ حاضر ہو کر مجاہدین کی مدد کر سکیں۔

دوسری شرط:۔

اس آپریشن (کاروائی) میں شرکت کا ارادہ رکھتا ہو۔ شرکت پر آمادہ ہو اور لڑنے والے مجاہدین سے رابطہ میں رہے۔ مثال کے طور پر مجاہدین کے کمانڈر نے اس بات پر آمادہ کیا ہو کہ کاروائی کے دوران اگر ضرورت پڑی تو تمہیں بھی بلا لیا جائے گا۔

یہ دونوں شرائط یا ان میں سے کوئی ایک شرط موجود نہ ہو تو اسے مال غنیمت میں حصہ دار نہ سمجھا جائے گا۔

28- مجاہدین کے کمانڈر جنگ سے قبل اپنے مجاہدین کے نام، معرفت وشہریت لکھ دیا کریں۔ تاکہ غنیمت کی تقسیم، مجاہدین کی اسارت، شہادت یا کوئی اور ضرورت پڑنے پر معلومات موجود ہوں۔

29- کسی گاؤں میں اگر مجاہدین کی کفار کے ساتھ جنگ ہو جائے۔ اور گاؤں کے لوگ بھی اس میں شریک ہوں تو انہیں غنیمت میں حصہ دار سمجھا جائے۔ اور اگر جنگ میں شریک نہ ہوں تو غنیمت میں بھی حصہ دار نہیں ہوں گے۔

30- کوئی مجاہد جنگ کے اختتام سے قبل شہید ہو جائے تو غنیمت میں اس کا حصہ نہیں ہوگا۔ البتہ ساتھیوں کو چاہیئے کہ احساناً اس کا حصہ دے دیں اور اگر جنگ کے اختتام کے بعد شہید ہو جائے تو غنیمت میں شریک سمجھا جائے گا۔ اور غنیمت میں اس کا حصہ ورثاء کو دیا جائے گا۔

31- خارجی جارحیت پسندوں سے جنگ کے بعد اگر کوئی مال، نقدی یا اجناس کی صورت میں پکڑا جائے تو یہ غنیمت ہے۔ اور اگر جنگ کیئے بغیر ہاتھ لگ جائے تو مال ''فیئ'' ہوگا اور بیت المال میں جمع کر لیا جائے گا۔

32- غلام انتظامیہ کے اموال اگر جنگ میں مجاہدین کے ہاتھ آجائیں تو قیادت کی جانب سے اجازت ہے کہ غنیمت کی شکل میں تقسیم کیئے جائیں۔ اور اگر جنگ کے بغیر پکڑے جائیں تو پھر بیت المال میں داخل کیئے جائیں گے۔ تاکہ مجاہدین کی عمومی ضروریات میں انہیں استعمال کیا جائے۔

33- وہ نقد رقم جو عمومی خزانے (بینک) سے نکالی گئی ہو اور معتمد کے ہاتھ میں ہو۔ یعنی ابھی مزدوروں اور ملازمین میں تقسیم نہ کی گئی ہو۔ ایسی رقم اگر جنگ میں ہاتھ آجائے تو بیت المال کا حصہ ہوگی۔ البتہ اگر یہ رقم ملازمین اور مزدوروں میں تقسیم کر دی گئی ہو تو پھر یہی مزدور و ملازمین اس کے مالک ہوں گے۔ امام، قاضی اور صوبائی ذمہ داران ملازمین کو تعزیر تو کر سکتا ہے۔ مگر یہ رقم واپس نہیں لے سکتا۔ رفاہی تنظیموں اور دیگر اداروں کے ملازمین کا یہی حکم ہے۔

حصہ ششم

''تشکیلات کے بارے میں''

34- صوبائی ذمہ داران اس بات کے مکلّف ہیں کہ صوبائی سطح پر ایسے کمیشنز تشکیل دیں جن کے ارکان متعلقہ ذمہ داری نبھانے کے اہل ہوں۔ اور ان کی تعداد 5 سے کم ہو۔ ضلعی کمیشن کے اکثر اور صوبائی کمیشن کے کم از کم تین ارکان ان کے حلقہ کار میں ان کے ساتھ موجود ہوں۔ دونوں کمیشنز کے سربراہان اور ارکان ایسے اشخاص ہونے چاہئیں جنہیں اپنے حلقہ کار اور علاقے میں جانے اور وہاں کام کرنے میں کوئی عذر نہ ہو۔

35- جن اضلاع میں امارت اسلامیہ کی واضح فعالیتیں موجود ہیں، وہاں ضلعی ذمہ دار کی حیثیت سے ذمہ دار کا تعین کیا جائے۔ ضلعی ذمہ دار پھر مافوق (اپنے سے بلند مرتبہ) ذمہ دار کی موافقت اور مشورے سے ایسے شخص کو معاون بنائے جو عسکری امور میں زیادہ مصروف نہ ہو۔ کسی حد تک عوامی امور سے واقف، تجربہ کار اور اخلاق حسنہ کا مالک ہو اور لوگ آسانی سے اس سے مل سکیں۔

36- نئے گروپ اور جماعتیں بنانے پر پابندی عائد کر دی گئی ہے۔ البتہ شدید ضرورت کے وقت صوبائی ذمہ دار کے مطالبے اور تنظیمی رئیس کی موافقت اور مشورے سے قیادت سے منظوری لی جا سکتی ہے۔ صوبائی ذمہ دار غیر رسمی اور خود سر گروپوں کو بڑے گروپوں سے مربوط کر دے اور اگر مربوط ہونے سے انکار کریں تو انہیں غیر مسلح کر دیا جائے۔

37- امارت اسلامیہ کے ترجمانوں کا تعین متعلقہ ادارے کی درخواست پر مرکزی قیادت کی جانب سے کیا جاتا ہے۔ اور یہ سب امارت اسلامیہ ہی کی نمائندگی کرتے ہیں۔ صوبوں، گروپوں اور اشخاص کی میزبانی سے کسی کو بھی یہ حق نہیں کہ ذرائع ابلاغ سے بات چیت کرے۔ اس اصول پر

عملدرآمد کا مقصد بے اتفاقی اور بدنظمی کا راستہ روکنا ہے۔

38- ہر صوبے کا ذمہ دار صوبے کی سطح پر ایسی شرعی عدالت تشکیل دے جس میں ایک قاضی اور دو جید علماء ارکان ہوں۔ تاکہ صوبے کی سطح پر ان بھاری بھر کم مسائل کو حل کیا جائے جن کا حل گاؤں اور اضلاع کے علماء کے لیے مشکل ہو۔ صوبائی ذمہ دار عدلیہ کے قاضی اور دیگر ارکان کی منظوری کے لیے قیادت کو درخواست دے۔

39- صوبائی تشکیل میں تنظیمی سربراہ صوبائی ذمہ دار کے مشورے اور صوبائی ذمہ دار تشکیلات میں ضلعی ذمہ دار کے مشورے سے تبدیلیاں لا سکتا ہے۔ البتہ اس حوالے سے مشورے کے بعد اگر صوبائی اور ضلعی ذمہ دار کے نقطہ نظر میں اختلاف آجائے تو صوبائی ذمہ دار یہ مسئلہ تنظیمی سربراہ کے سامنے پیش کرے گا۔ تنظیمی سربراہ یہ مسئلہ قیادت کے سامنے رکھے گا۔ اس طرح صوبائی کمیشن کو اختیار ہے کہ ضلعی ذمہ دار کو اچھی طرح سے تحقیق کے بعد تنظیمی سربراہ اور صوبائی ذمہ دار کی جازت سے تبدیل کردے۔

حصہ ہفتم

مجاہدین کے آپس کے معاملات

40- مجاہدین پر اپنے گروپ امیر کی اطاعت، گروپ امیر پر ضلعی امیر، ضلعی امیر پر اپنے صوبائی سربراہ، صوبائی سربراہ پر تنظیمی رئیس، تنظیمی رئیس پر امام اور نائب امام کی اطاعت واجب ہے۔ بشرطیکہ حکم شرعاً جائز ہو۔

41- جس شخص کو کوئی ذمہ داری سونپی جائے اس میں مندرجہ ذیل اوصاف کا ہونا ضروری ہے۔

تدبر، تقویٰ، شفقت اور سخاوت۔ تمام اوصاف والا کوئی شخص نہ ملنے کی صورت میں تدبیر اور تقویٰ کی رعایت لازمی ہے۔

42- عسکری کمیشن کی ذمہ داری ہے کہ فوجی امور کو آگے بڑھانے کے لئے ہر علاقے کے مجاہدین کی قوت اور جغرافیائی حالات سامنے رکھ کر منصوبے ترتیب دے۔ کامیاب تکنیک اور تجربات سے مزید استفادہ کرے اور مجاہدین تک پہنچائے۔ عسکری کمیشن کی ذمہ داری یہ بھی ہے کہ اگر کسی صوبے میں دشمن کا دباؤ بڑھ جائے تو اڑوس پڑوس یا دیگر صوبوں کے مجاہدین کو دشمن کی قوت منتشر کرنے اور خاص خاص مقامات پر دباؤ کم کرنے کے لیے پروگرام ترتیب دے۔ پھر پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کے لیے مشورہ کی صورت میں قیادت کے سامنے پیش کیا جائے۔ قیادت کی منظوری کے بعد متعلقہ صوبوں کو اس پر عمل کرنے کا حکم دیا جائے۔

43- عسکری کمیشن تمام صوبوں کے مجاہدین کے حالات سے خود کو باخبر رکھے۔ اہل اور کام میں چستی دکھانے والے مجاہدین کو نظروں میں رکھ کر ان کی بہتر کفالت اور بہتر مستقبل کے لیے قیادت سے ان کا تعارف کرایا جائے۔

44- عسکری کمشین کے ارکان چونکہ عسکری کمانڈر ہیں۔ اس لئے ہر وقت سب کا اکٹھا ہونا مشکل ہوگا۔ اس لئے بوقت ضرورت جتنے ارکان جمع ہو سکیں، وہ اپنا کام جاری رکھیں۔ یا جس طرح کمیشن کا سربراہ مناسب سمجھے، آپس میں کوئی ترتیب کرلیں، تاکہ کاموں میں تاخیر اور رکاوٹیں نہ آئیں۔

45- عسکری کمیشن مختلف صوبوں کے سربراہوں سے اپنے جاری منصوبوں کی نگرانی اور فعالیت کے متعلق معلومات طلب کرے۔ اور مجاہدین کی حوصلہ افزائی، عسکری امور کی بہتر ترقی، مضبوطی اور معلومات جمع کرنے کے لیے وقتاً فوقتاً مختلف صوبوں میں اپنے وفد بھیجے گا۔

46- عوامی اور حقوق سے متعلق مسائل کے حل کے حوالے سے اس لائحہ کے مادہ (شق) نمبر 62 پر عمل کیا جائے۔ اور اگر عوام اور مجاہدین یا مجاہدین کے آپس میں اسی طرح کے مسائل پیش آجائیں جن کا حل کرنا ضلعی یا صوبائی سطح کے کمیشن کی ذمہ داری ہو تو صوبائی کمیشن صوبائی امیر کی اور ضلعی کمیشن ضلعی امیر یا ان کے معاون سے اتفاق رائے طلب کرے گا۔

کمیشن فریقین کی بات غور سے سنے گا۔ اگر صوبائی کمیشن تنازعہ کو حل کرنے میں ناکام رہے تو وہ عسکری کمیشن سے رجوع کریں گے۔ عسکری کمیشن صلح کروانے کی کوشش کرے گا۔ اگر ان سے بھی حل نہ ہوسکا تو یہ مسئلہ قیادت کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ قیادت متعلقہ اداروں یا علماء کرام کے ذریعے مسئلے کو حل کرے گی۔ جو بھی کمیشن فیصلہ سنائے فیصلہ سناتے وقت فریقین کا موجود ہونا ضروری ہے۔

47- صوبائی اور ضلعی کمیشن اپنے کاموں کے ساتھ ساتھ اس بات کا بھی خیال رکھیں کہ مجاہدین کی صفوں میں برے لوگ داخل نہ ہوں۔ اگر برے

لوگ صفوں میں موجود ہوں تو والی (گورنر) کو ان سے آگاہ کیا جائے۔ مجاہدین کے درمیان اختلافات حل کرنے کی کوششیں کریں اور اسلامی امارت کے تمام احکام اور اصولوں کو عمل کے سانچے میں ڈھالنے کا خیال رکھیں۔ اور عمل نہ کرنے والوں کو متوجہ اور اصلاح کرنے کی کوشش کریں۔ اصلاح نہ ہونے کی صورت میں والی سے متعارف کروائیں۔

48- اگر نظامی کمیشن، صوبائی کمیشن یا ضلعی کمیشن کے کسی فرد کے متعلق یا اس کے ساتھیوں سے متعلق مقامی لوگوں یا مجاہدین کا کوئی دعویٰ سامنے آئے۔ اور اس کا حل کرنا اسی کمیشن کے سپرد ہو جس کمیشن کے بارے میں دعویٰ ہو تو ایسے موقع پر جس فرد کے بارے میں دعویٰ ہو گا، وہ فیصلہ کرنے والے کمیشن میں اس وقت شامل نہیں ہو گا۔

49- صوبائی کمیشن اس بات کا مکلّف ہے کہ کمیشن کے افراد میں ایسی ترتیب بنائیں جو ہر ماہ میں ایک مرتبہ اسی صوبے کے تمام ٹھکانوں میں جا کر مجاہدین کی اطاعت، تقویٰ، اخلاق اور ان کی سرگرمیوں کی نگرانی کرے۔

50- اگر مجاہدین کی صفوں میں کوئی جرم کا مرتکب ہو یا تکرار کے ساتھ ضوابط کی مخالفت کرے تو اس کے اس مجموعے کا سربراہ یا گورنر اسے بلائے اور جرم کی وجہ سے اسے صف سے نکال دیں تو مجرم کا قضیہ صوبائی کمیشن کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ صوبائی کمیشن، والی کی موافقت کے ساتھ فیصلہ کریں۔ اگر اس نے توبہ کی تو ولائتی کمیشن (صوبائی کمیشن) گورنر (والی) کی موافقت سے اسے گزشتہ ذمہ داری پر بحال کر دے۔ اگر مذکورہ شخص مجموعے کا سربراہ یا والسوال یا والسوال کا معاون کا کوئی مسئول ہو، پھر موضوع والی یا ولائتی کمیشن کے ذریعہ سے نظامی (فوجی) اصلاح کی کوشش کرے۔ اسے بلائیں۔ اسے نصیحت کریں اور آگاہ کر دیں۔ اگر اصلاح کا کوئی امکان نہ ہو تو پھر اسے غیر مسلح کرنے کے لیے اور اپنی صف سے نکالنے کے لیے امام کے سامنے پیش کیا جائے اور اگر یہ شخص تائب ہو جائے تو واپس فعال کرنے میں نظامی کمیشن اور والی کی باہمی رضامندی ضروری ہے۔

51- صوبہ کا مسئول، صوبہ کی سطح پر ضلع کا مسئول علاقہ کی شرائط کے مطابق مناسب وقت میں متعلقہ مسئولین کی سابقہ عملیات، آنے والی عملیات اور غنیمت کیے گئے سامان اور نقصانات کے متعلق مشورہ کریں۔ تاکہ مستقبل میں زیادہ سے زیادہ کامیابیاں حاصل کرنے والی عملیات ترتیب دی جاسکیں۔ اور مجاہدین کو نقصانات سے محفوظ رکھا جا سکے۔

52- ایک گورنر یا صوبہ کے مجموعہ کا سربراہ اگر محدود وقت کے لیے دوسرے ضلع یا صوبہ میں جہاد کے لیے منتقل ہو جائے تو جا سکتا ہے۔ لیکن متعلقہ ضلع اور صوبہ کے مسئولین سے اجازت لینا ضروری ہے۔ وہاں کے صوبہ اور ضلع کا مسئول اس کا سربراہ تصور ہو گا۔ وہ اس جگہ کے مسئول کی مکمل اطاعت کرے گا۔

53- جو بھی گورنر یا دوسرا مسئول پہلے سے دوسرے صوبہ میں مجاہدین کا مجموعہ رکھتا ہے، وہ ولائت کے مسئول کے ساتھ اپنے مجموعے کا تعارف کروائے کہ اس کے بعد وہاں کے والی کی اطاعت کریں۔ اور کاموں کے کرنے میں ان سے ہدایت لیں۔ اور اس کے اکمالات (امور) دوسرے مجاہدین کی طرح صوبائی مسئولین کریں۔ اسلامی امارت کی تشکیلات میں عمومی محاذ بند ہے۔ اور ایسے محاذ امارت کی تشکیلات کا حصہ نہیں۔

54- اگر ایک ولائت کے گروپ کا سربراہ دوسری ولایت میں اسی جگہ کے مجاہدین کے ساتھ کام کرنا چاہے تو اس سے قبل جس ولایت (صوبہ) میں ہو، اس کے مسئولین سے یہ نئے ولایت والے پوچھ گچھ کریں۔ اس سے قبل نئی ولائت میں جگہ نہ دیں جب تک اس کے بارے میں مکمل معلومات نہ ہوئی ہوں۔ جب معلومات مکمل ہو جائیں، پھر اس آنے والے مجاہد سے پوچھ گچھ کریں کہ وہ کیوں اس جگہ سے یہاں آنا چاہتا ہے۔

55- ایک مجموعے کے سربراہ کو یہ حق حاصل نہیں کہ دوسرے مجموعے کے مجاہدین کو اپنی طرف کی دعوت دیں۔ البتہ اگر کوئی مجاہد دوسرے مسئول کے ساتھ رہنا چاہے تو ایسا کر سکتا ہے۔ وہ جہادی ساز و سامان جو سابقہ مجموعے کے سربراہ نے جہادی خدمت کے لئے اس کو دیا تھا وہ اسے واپس کرنا ہو گا۔ اور اگر غنیمت وغیرہ میں اس کی شخصی ملکیت ہو تو وہ اپنے ساتھ لے جا سکتا ہے۔

56- تعارض کرنے والے مجاہدین جو دشمن کے مراکز پر حملہ کرتے ہیں، انہیں چاہئے کہ مندرجہ ذیل باتیں ذہن نشین کر لیں۔

اوّل:۔

یہ مجاہدین ہر طرح سے تربیت یافتہ ہوں اور انہیں اپنا ہدف معلوم ہو۔

دوم:۔

یہ مجاہدین زیادہ اسلحہ سے لیس ہوں تاکہ زیادہ وقت تک مقابلہ کر سکیں۔

سوم:۔

یہ مجاہدین یا ان کے سربراہ حملہ کرنے سے پہلے اس علاقہ کے بارے میں معلومات وحملہ کرنے کی جگہ کے راستے معلوم کریں۔

فدائیوں کے بارے میں

-57

اوّل:

استشہادی (فدائی) مجاہدین حملہ سے پہلے بہت زیادہ تربیت یافتہ ہوں۔

دوم:

استشہادی حملہ بڑے اور اہم مقامات واہداف پر کیا جائے۔ اور امت مسلمہ کے سرفروش چھوٹے، غیر اہم اور بے قیمت اہداف کے لئے استعمال نہ کئے جائیں۔

سوم:

استشہادی حملہ میں عامۃ المسلمین کی جان ومال کے نقصانات سے حد درجہ اجتناب کی کوشش کی جائے۔ ان مجاہدین کے علاوہ جن کو امام کی طرف سے خصوصی پروگرام اور اجازت دی گئی ہو، سارے مجاہدین مکلّف ہیں کہ استشہادی حملوں میں ولایت کے مسئول سے اجازت و ہدایت لیں۔

-58 اسلامی امارت کے سارے عمومی کمیشن اپنے شعبہ جات کو بہتر سے بہتر کرنے کے لیے وقتاً فوقتاً اپنی مشاورتی مجالس منعقد کریں۔

حصہ ہشتم

تعلیم وتربیت کے بارے میں

-59 تعلیم وتربیت کے متعلق اسلامی امارت کی تشکیلات میں تعلیمی کمیشن کے پروگرام طے کردہ اصولوں کے مطابق چلتے رہیں گے۔ صوبائی اور ضلعی مسئولین تعلیمی سرگرمیوں کو آگے لے جانے کے لیے مذکورہ کمیشن کے طریقہ کار کے مطابق عمل کریں۔

حصہ نہم

مؤسسہ (ٹرسٹ) کمپنی کے کنٹرول کے بارے میں

-60 صوبائی مسئولین، مؤسسات (کمپنیوں) کے کاموں، این جی اوز، مؤسسات (کمپنیوں) کے کنٹرول اور تنظیم، کمیشن کی ہدایت سے کام کریں۔ البتہ کمیشن متعلقہ صوبہ کے مسئول کے مشورہ کا پابند ہے۔ نظم کے موافق نہ ہونے کی صورت میں امام سے ہدایت طلب کی جائے۔ ولایت ضلع اور گروپ کے مسئولین اور مذکورہ کمیشن کے ولائتی نمائندہ مؤسسات اور کمپنیوں کے حوالے سے قضیے میں خود فیصلہ نہیں کر سکتے۔

حصہ دہم

صحت کے بارے میں

61- اسلامی امارت کا صحت کمیشن اپنے متعلقہ معاملات کی تنظیم کے لیے اپنے طریقہ کار رکھتا ہے۔ مجاہدین کا علاج اسی طریقہ پر ہوتا ہے۔ صحت کے حوالے سے صوبائی نمائندہ مکلّف ہے کہ اصولوں کی رعایت اور متعلقہ کاموں میں مذکور کمیشن کی ہدایات پر عمل کریں۔

گیارہواں حصہ

علاقائی موضوعات

62- اگر علاقہ کے رہنے والوں نے اپنی حق تلفی یا جھگڑوں کے حل کے لیے مجاہدین کو درخواست دی تو ہر گروپ کا سربراہ یہ حق نہیں رکھتا کہ ان معاملات میں مداخلت کرے۔ البتہ صرف صوبہ کا مسئول یا ضلع کا مسئول یا اس کا معاون کرسکتا ہے کہ درخواست پر غور کریں اور متعلقہ کاموں کے ذریعے کسی ثالث کے توسط سے قضیے کو صلح کے ساتھ اسی طرح حل کریں کہ شریعت کے ساتھ تضاد نہ ہو۔ اگر صلح یا جرگہ ممکن نہ ہو تو پھر محکمہ (شرعی عدالت) کی موجودگی کی صورت میں محکمہ سے رجوع کریں۔ اگر محکمہ نہ ہو تو پھر جید علمائے کرام کی رائے کے موافق حل کریں۔

63- اسلامی امارت کے سقوط سے قبل کے وقت جو معاملات اور جو دعوے صحیح طریقہ پر حل ہوئے ہیں۔ اس وقت ان معاملات کو دوبارہ اٹھانا اور لڑانا منع ہے۔ اگر چہ ایک فریق کے لیے بھی قابل قبول نہیں۔ کیونکہ موجودہ حالات کی نسبت اس وقت عدل وانصاف کے امکانات زیادہ تھے۔

64- عام لوگوں کے دعوؤں میں مسئولین یا افراد مداخلت نہ کریں اور مجاہدین نہ کسی کی طرفداری کریں اور نہ قاضی کے اور محکمہ تک سفارش کے طور پر جائیں۔

65- صوبہ، ضلع اور گروپ کے مسئولین اور سارے مجاہدین اپنی ساری طاقت کے ساتھ عام لوگوں کی جان، ان کی گاڑیوں وغیرہ اور شخصی اموال کے متعلق احتیاط کریں۔ بے احتیاطی کرنے کی صورت میں ہر ایک اپنی حیثیت کے مطابق ذمہ دار ہے۔ اور جرم کے مطابق سزا دی جائے گی۔

66- اگر کوئی مسئول یا عام آدمی مجاہد کے نام پر عام لوگوں کو نقصان پہنچاتا ہے تو اس کے اوپر کا مسئول مکلّف ہے کہ اس مسئول یا فرد کی اصلاح کرے۔ اگر اصلاح نہ ہو تو پھر ولایتی مسئول کی طرف سے وہ امام کے سامنے مسئلہ لے کر جائے۔ امام اپنی صوابدید کے ساتھ سزا دیں اور اگر ضروری ہو تو مجاہدین کی صف سے نکال دیں۔

بارہواں حصہ

ممنوعات کے بیان میں

67- جس طرح اسلحہ کے جمع کرنے کا کام تحریک کی ابتداء سے اب تک جاری تھا۔ یہی طریقہ کار مناسب ہے۔ اس کے بعد کسی سے بیت المال کے نام پر اسلحہ بزور نہیں لیا جائے گا۔

68- مجاہدین کو چاہئے کہ سابقہ حکم کے مطابق سگریٹ پینے سے سختی سے اجتناب کریں۔

69- بے ریش (ایسے افراد جن کی کم عمری کے باعث داڑھی نہ نکلی ہو) لڑکوں کو مجاہدین کے رہنے کی جگہوں اور نظامی مراکز میں اپنے ساتھ رکھنا سخت منع ہے۔

70- شریعت کی روشنی میں انسان کا مثلہ کرنا (یعنی ناک، کان، ہونٹ وغیرہ کاٹنا) سخت منع ہے۔ مجاہدین سختی سے ایسے کاموں سے اجتناب کریں۔

71- امارت اسلامی کے مجاہدین کسی سے زکوٰۃ، عشر اور چندہ نہ لیں۔ اگر کوئی ان میں سے ملے تو اپنے شرعی مصارف میں خرچ کر دیں۔

72- مجاہدین لوگوں کے گھروں کی تلاشی نہ لیں۔ اگر سخت ضرورت ہو تو ضلع کے مسئول کی اجازت لیں۔ اور تلاشی کے لیے گاؤں کی مسجد کے امام، گاؤں کے 2 عدد بزرگ اور عمر رسیدہ آدمی اپنے ساتھ لے کر جائیں۔

73- پیسوں (تاوان) کے لیے لوگوں کو یرغمال بنانا ہر کسی کے نام پر ممنوع ہے۔ اور متعلقہ علاقے کے مسئولین اس کا سختی سے سدباب کریں۔ اگر اسلام کے نام سے کوئی غلط فائدہ اٹھا کر ایسا کوئی کام کرے تو صوبہ کے مسئولین ان مجرموں کو امام کی ہدایت کے مطابق غیر مسلح کریں اور سخت سزا دیں۔

تیرہواں حصہ
نصیحتیں

74- ہر گروپ کے ذمہ دار کو چاہئے کہ اپنے ساتھیوں کی جہادی، دینی اور اخلاقی تعلیم کے لیے مختلف اوقات متعین کریں۔ جنگ اور اضطراری حالت کے علاوہ تعلیم کو ترک نہ کریں۔

75- اگر خطرہ نہ ہو تو مجاہدین مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز ادا کریں۔ اور اگر مسجد تک جانا مشکل ہو تو پھر اپنے ٹھکانوں میں باجماعت نماز ادا کریں۔ تلاوت اور ذکر واذکار کا خاص خیال رکھیں، کیونکہ تلاوت اور ذکر سے دلوں کو اطمینان اور قوت حاصل ہوتی ہے۔

76- مجاہدین اپنی صلاحیتوں کو نظامی کاموں کی جانب مرکوز رکھیں۔ علاقائی اور عوامی مسائل سے اپنے آپ کو بچائیں۔ کیونکہ یہ ایک تو مصروفیت بڑھاتی ہے اور دوسری طرف مجاہدین کے درمیان اور لوگوں کے درمیان بدنیتی کا سبب بنتی ہے۔ البتہ اگر ضروری مسئلہ ہو تو شق نمبر 62 پر عمل کریں۔

77- امارت اسلامی کے تمام مجاہدین کوشش کریں کہ مخالف دشمن کے ایسے لوگ جو دھوکے اور فریب کی وجہ سے ان کے چنگل میں پھنسے ہوئے ہیں، ان کو ہتھیار ڈالنے اور تسلیم ہونے کی طرف مائل کریں۔ انہیں ترغیب دیں۔ اس سے ایک تو دشمن کی صف کمزور ہوتی ہے، دوسری طرف داخلی لوگوں کی طرف سے مشکلات بھی کم ہو جاتی ہیں۔ اور بعض مقامات پر مجاہدین کو اسلحہ بھی ہاتھ آتا ہے۔

78- مجاہدین مکلّف ہیں کہ عامۃ المسلمین کے ساتھ اسلامی اخلاق اور اچھا رویہ اختیار کریں۔ عام مسلمانوں کو وہ اپنی طرف کھینچ لیں۔ اور ایک مجاہد کی صفت سے اسلامی امارت کی اس طرح ترجمانی کریں کہ سارے ملک کے لوگ انہیں خوش آمدید کہیں۔ اور پھر مجاہدین کے ساتھ مدد کا ہاتھ بڑھائیں۔

79- مجاہدین ہر قسم کے قومی ولسانی اور علاقائی تعصب سے اپنے آپ کو اہتمام کے ساتھ بچائیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا!

''ومن قاتل تحت رابة عمية يغضب لعصبية اويدعو لعصبية اوينصر عصبية فقتل نفتلة جاهلية''.

(جز الحدیث مشکوٰۃ 319)

''جو کوئی نامعلوم جھنڈے کے نیچے لڑتا ہے (یعنی جس کا اچھا برا معلوم نہ ہو اور وہ بلا سوچے سمجھے اس کے ساتھ ہو) اور جو کوئی قومی تعصب کی وجہ سے غصہ ہو (اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے نہیں) اور قومیت کی عصبیت کے لیے کسی کی مدد کرے (اللہ تعالیٰ کے لیے نہ ہو) پھر قتل ہوا۔ اس کا قتل جاہلیت کی ایک قسم ہے (یعنی جیسے اسلام سے قبل مر گیا)''۔

80- ہر مسئول اپنے ماتحت مسئول سے وقتاً فوقتاً جہادی اثاثہ جات اور مالی مصارف کا محاسبہ کریں۔

81- مجاہدین شریعت کی حدود میں اپنی ظاہری وضع قطع اور لباس و پوشاک مثلاً کپڑے، سر کے بال، جوتے وغیرہ علاقے کے عام لوگوں کی طرح بنائیں۔ تاکہ مجاہدین اور عام لوگوں میں فرق نہ ہو اور سیکیورٹی کے حوالے سے مجاہدین بھی ہر طرف اپنی آمد و رفت آسانی کے ساتھ جاری رکھ

سکیں۔

چودھواں حصہ

شرعی ضوابط کے حق میں سفارشات

82- ان شرعی ضوابط کی مذکورہ شقوں میں تغیر وتبدل کا حق صرف اسلامی امارت کے ''مقام'' اور اسلامی امارت کی رہبری شوریٰ کو ہے۔اس کے علاوہ اگر کوئی شخص تبدیل کرنے یا اس کے خلاف عمل کرنے کی کوشش کرے تو پھر اس کا عذر قابل قبول نہیں۔

83- مرکزی نظامی کمیشن کا کام یہ ہے کہ وہ ولایات اور والسوال کے مجاہدین تک ان شرعی ضوابط اور اسلامی امارت کے احکامات کو پہنچائیں۔

84- اگر مجاہدین کے سامنے ایسا کوئی کام آجائے تو جس پر شرعی ضوابط کے تحت بحث نہ کی گئی ہو تو پھر والسوالی کے مسئولین کے مشورے سے اسے حل کریں۔البتہ اگر موضوع حل نہ ہو تو تنظیمیہ رئیس سے ہدایات طلب کریں۔اگر پھر بھی حل نہ ہو تو تنظیمیہ رئیس،امام سے ہدایات طلب کرے۔

85- مذکورہ بالا تمام مشقوں پر عمل کرنا لازم ہے۔اگر کوئی مخالفت کرے تو اسلامی اصولوں کے مطابق اس کے ساتھ معاملہ ہوگا۔

ومن اللہ التوفیق

''لائحہ'' نامی یہ قواعد وضوابط طالبان کی انسان دوستی، دینی حمیت، چادر اور چار دیواری کے تحفظ کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ طالبان مجاہدین نے سادہ لوح عوام اور مجاہدین کو یہ قواعد شریعہ دے کر امریکی و دجالی میڈیا اور مصلحت پسند،عیار اور دھوکہ باز منافق صحافیوں کی آنکھیں کھول دیں۔اس لائحہ میں غریب پروری،امن وامان،عوام کی جان و مال اور عزت کی حفاظت کے عالمگیر اسلامی قوانین شامل تھے۔ان قواعد کی نشر واشاعت سے دعوت وتبلیغ کا ایسا کامیاب عمل شروع ہوا کہ کئی افغان فوجی اپنے ضمیر کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے تائب ہوگئے۔اور حقائق ومنشور اسلامی کی واضح جھلک دیکھنے کے بعد مرتد افغان،فوج اور صلیبی لشکروں کے جانی دشمن بن گئے۔طالبان مبلغین نے دعوت وتبلیغ کے ذریعے ان کے سوئے ہوئے مردہ ضمیروں کو جھنجھوڑا تو وہ مرتدین اور صلیبی افواج کے سربراہ وذمہ داران سر پکڑ کر بیٹھ گئے۔اور بہت سے ایسے واقعات رونما ہونے لگے کہ ان کی صفوں میں سے ہی اٹھ کر زندہ ضمیر افراد نے انہی کے اسلحہ سے انہی کو مردار کرنا شروع کر دیا۔اور جسمانی وذہنی اذیت میں مبتلا مرتد وصلیبی کفار راہِ فرار اختیار کرنے کی کوششیں کرنے لگے۔بہت سے علاقوں سے صلیبی افواج نکلنا اور بھاگنا شروع ہوگئیں۔

طالبان مجاہدین کی طرف سے 2010ء کا آغاز بھی دھماکہ خیز اور سنسنی خیز کاروائیوں سے عبارت ہے۔صلیبی وکفار افواج نے مذاکرات کا ڈھونگ رچایا اور پوری دنیا کے امریکہ نواز ممالک پر مشتمل اقوام متحدہ کی زیر صدارت لندن میں ایک ''عالمی کانفرنس برائے افغانستان'' نامی کانفرنس بھی منعقد ہوئی۔جس پر طالبان مجاہدین کو 50 ارب ڈالر بطور سیاسی رشوت دینے کی تجویز پاس کی گئی۔اور یہ بات وہ بھول گئے کہ

> ''مجاہدین نے تو اپنی جانوں کا سودا اللہ تعالیٰ سے کیا ہوا ہے۔وہ کسی کی بھیک پر زندہ رہنے والے یا کشکول اٹھا کر پھرنے والے ایک امریکی امداد کے منتظر بے ضمیر لوگ نہیں ہیں'' وہ تو جنت اور رضائے الٰہی کے حصول کے لیے جان دینا اور جان لینا جانتے ہیں۔ان کے ہاں دنیا اور جو کچھ اس میں ہے،اس کی کوئی حیثیت نہیں۔یہ دنیا انہی کو مبارک ہو جو اس کے شیدائی ہیں''۔

جب امریکیوں کے تمام سیاسی داؤ پیچ ناکام ہوگئے تو صلیبیوں نے ایک مرتبہ پھر اپنی پوری قوت جھونک کر مجاہدین اسلام کے خلاف ایک فیصلہ کن لڑائی لڑنے کی کوششیں شروع کر دیں۔اور ضلع نادعلی کے حصے ''مرجاہ'' کو 15000 فوجیوں،سینکڑوں ہیلی کاپٹروں وٹینکوں اور B-52 بمبار طیاروں کے ذریعے فتح کرنے کے لیے نکل کھڑے ہوئے اور اپنے اس آپریشن کا نام ''مشترک'' رکھا۔

جبکہ طالبان نے سال 2010ء کو ''الفتح'' آپریشن کا نام دیا۔اور انتہائی بے سروسامانی کے عالم میں مشترک آپریشن کے پہلے ہفتے میں ہی دشمن کو پسپائی پر مجبور کر دیا۔18 ٹینکوں اور 1 ہیلی کاپٹر اور دو جنوں سورماؤں کو جہنم واصل کر کے آپریشن ''مشترک'' پر ''الفتح'' کی مہر ثبت کر دی۔اور امارت

اسلامیہ افغانستان کے مجاہدین کا اعلانِ جہاد عالمگیر صورتحال اختیار کر گیا۔ طالبان مجاہدین نے صرف 52 اتحادی ممالک کو ہی شکست نہ دی تھی بلکہ ان ممالک کو بھی اس سال شکست فاش دی تھی جنھوں نے مرتد وصلیبی افواج کی اس جنگ میں سیاسی، اطلاعاتی اور لاجسٹک حوالوں سے مدد کی تھی۔ اور ساتھ ساتھ صلیبی اتحاد کوئی بھی کامیابی نہ حاصل کر سکا۔ اور مجاہدین کے سفید اور سیاہ پھر پرے پوری دنیا میں لہرانے لگے اور جہاد اسلامی نے عراق، لبنان، لیبیا، شام، مالی، یمن، الجزائر وغیرہ المختصر دنیا کا کوئی خطہ ایسا نہ چھوڑا جہان پر طالبان مجاہدین کی یاد تازہ کرنے والے غیرت مند، جری، بہادر اور حق پرست لشکر موجود نہ ہوں۔

2010ء میں مجاہدین اسلام کی کامیاب کاروائیوں میں غیر معمولی تیزی آ گئی۔ صوبہ پکتیا کے ضلع زرمت'' میں ایک پرانے مجاہد میر اکبر خان نے ایک امریکی چنیوک ہیلی کاپٹر مار گرایا اور اسی طرح کی ایک کاروائی صوبہ وردک میں بھی ضلع سید آباد کی وادی تنگی میں ایک مجاہد نے کی ان دونوں کاروائیوں میں 66 امریکی میرنیز مردار ہوئے۔

2010ء میں ہی مجاہد سیف اللہ نامی فدائی مجاہد نے سقوط امارت کے بعد ایک بڑی کاروائی کی۔ اس استشہادی مجاہد نے 9 ٹن بارودی مواد سے بھرے ہوئے ٹرک کو سید آباد میں صلیبی مرکز کے اندر جا کر پھٹا دیا اور بڑی تعداد میں امریکی سور ماؤں کو جہنم واصل کر کے یہ ثابت کر دیا کہ مجاہدین کے پاس نصرت الہٰی سے ایسی طاقت اور حوصلہ ہے جس کے ذریعے وہ جدید ٹیکنالوجی کے قلب میں گھس کر حملہ آور ہو جاتے ہیں۔ فدائی مجاہد نے بیس کیمپ اور عمارت کو مکمل طور پر تباہ کر کے رکھ دیا۔

مجاہدین نے ایک اور روح پرور اور سینوں کو ٹھنڈا کرنے والی نئی طرز کی کاروائی کر کے صلیبیوں پر افغان سرزمین کو تنگ کر دیا۔ ہلمند کے ضلع میں مجاہدین نے امریکی بیس کیمپ کے اطراف سے سرنگیں کھود کر ان کو بارود سے بھر دیا اور ایک دھماکہ کے ساتھ پورے بیس کیمپ کو 100 سے زائد امریکیوں سمیت فضا میں بکھیر کر رکھ دیا۔

صوبہ نورستان کے ضلع کامدیش میں مجاہدین نے تمام امریکی چیک پوسٹوں پر ایک ساتھ حملہ کر کے صلیبیوں کو کیفر کردار تک پہنچایا۔

الحاج مولوی عبدالرب کی عظیم شہادت

22 جون 2010ء کو الحاج مولوی عبدالرب ضلع ''سرحوضی'' کے مرکز ''سرہ کوٹ'' میں امریکیوں سے ایک طویل مقابلہ کے بعد فضائی بمباری میں اپنے 16 ساتھیوں سمیت خلعت شہادت حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے۔

آپ اپنے ددھیال اور ننھیال کی جانب سے ایک علمی خوانوادے کے چشم و چراغ تھے۔ آپ 1945ء کو ضلع زرمت کے علاقے ''شملزو'' میں پیدا ہوئے۔ ولی اللہ مجاہد قاضی عبداللہ آپ کے بڑے بھائی تھے۔ آپ نے اپنی علمی پیاس اکوڑہ خٹک کے علم البحر سے بجھائی۔ امارت اسلامیہ میں آپ احسان اللہ احسان شہید کے نائب رہے۔ مختلف عہدوں پر ذمہ داریاں نبھاتے ہوئے کابل کی جامع مسجد پل خشتی میں امامت و خطابت کی سعادت بھی حاصل کی۔

اپنی موروثی جائیداد بیچ کر اسیروں، مجاہدوں کی مدد کرنے والی اس عظیم شخصیت نے سقوط افغانستان کے بعد پکتیا صوبہ کے پانچ اضلاع کی سپہ سالاری بھی نبھائی۔

علمی خانوادے کے اس چشم و چراغ نے ''تنبیہ الوری عن الشریعۃ الغراء فی احکام اللحیی'' کے نام سے ایک علمی کتاب بھی تصنیف فرمائی۔ جسے علمی حلقوں میں بہت پذیرائی حاصل ہوئی۔

بالآخر یہ جید عالم دین 8 رجب 1431ء ہجری بمطابق 22 جولائی 2010ء کو شہادت کا عظیم مقصد حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ آپ کی اولاد میں 4 بیٹے اور 2 بیٹیاں ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ تمام مجاہدین، شہداء اور ان کے گھروں اور عزتوں کو اپنے حفظ وامان میں رکھے۔

(آمین یارب العالمین)

شماریات الفتح 2010ء

ریموٹ کنٹرول WKS کاروائیں 2529

فدائی حملے	80
مراکز اور چیک پوسٹ حملے	787
ہیلی کاپٹر وطیارے تباہ	54
جاسوس طیارے تباہ	43
میزائل وراکٹ و مارٹر حملے	475
کمین یا گھات حملے	1847
ٹینک وایم ریپ وبکتر بند تباہ	2517
آئل ٹینکر، ٹرک، کنٹینر تباہ	1321
فوجی گاڑیاں تباہ	2064
سپلائی لائن پر حملے	326
صلیبی فوجی ہلاکتیں	15876
افغان فوجی ہلاکتیں	8857
افغان فوجی زخمی	2069

جبکہ فدائی حملوں میں 106 فدائیان اسلام نے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کر کے ''الفتح'' آپریشن کو کامیابیوں سے سرشار کیا۔

ان تمام کاروائیوں کی تفصیلات کے لیے درج ذیل امارت کی آفیشل ویب سائٹس وزٹ کریں۔

www.theunjustmedia.com یا

www.shahamat_urdu.com

2011ء آپریشن بدر

سال 2010ء میں طالبان مجاہدین کی قیادت کی طرف سے جاری کیے گئے ''لائحہ'' کے اثرات جلد ہی 2011ء میں واضح طور پر دکھائی دینے لگے۔ لائحہ کی نشر واشاعت اور مبلغین کی انتھک کوششوں سے مردہ دلوں میں جان پڑ گئی اور کئی افغان فوجی توبۃ النصوح کر کے دینی خدمت کے جذبہ سے سرشار ہو کر صلیبیوں پر ٹوٹ پڑے۔ ان زندہ دل اور غیور افغانیوں نے غیر محسوس بغاوتوں کو ابھارا اور صلیبی افواج اپنے اپنے بیس کیمپوں میں بھی غیر محفوظ ہو گئیں۔

طالبان مجاہدین کی جدید طرز کی بیرونی کاروائیوں اور فوج میں بھرتی ہونے والے غیور افغانیوں کی اندرونی کاروائیوں سے ملت کفار کا شیرازہ بکھرنا شروع ہو گیا۔

ایک بہادر فدائی مجاہد عبدالغنی نے افغان فوج میں شمولیت اختیار کی اور نیٹو کے فوجی مرکز پر 16 اپریل کو فدائی حملہ کر دیا۔ جس سے 16 امریکی اور 14 افغان مرتد جہنم واصل ہو گئے۔ مجاہد عبدالغنی کا فوج میں شمولیت کا مقصد ہی ملت کفار کے مرکز تک رسائی تھا۔ جیسے ہی اسے وہاں تک رسائی ملی اس سرفروش مجاہد نے مرکز کو اڑا کر رکھ دیا۔

18 اپریل 2011ء کو ایک مجاہد اسد اللہ نے وزارت دفاع کی عمارت پر اس وقت فدائی حملہ کیا جب 10 اعلیٰ امریکی افسران بھی اس عمارت میں جاری ایک اجلاس میں شریک تھے۔ اس حملہ میں 14 امریکی افسران سمیت 18 افراد جہنم واصل ہوئے۔

2011ء میں مجاہدین کی ہر کاروائی دوسری کاروائی سے مختلف اور نرالا رنگ ڈھنگ اپنائے ہوئے تھی۔ گوریلا وار کی اس سال ایسی ایسی مثالیں قائم کی گئیں جن کی نظیر ملنا مشکل ہے۔

افغان فوج یا پولیس کی طرف سے اتحادی افواج پر فائرنگ کے واقعات تو روز کا معمول بن چکے تھے۔ مگر ایک دن کے وقفے سے افغان فوج

میں شامل افغان طالبان کے پے درپے حملوں نے صلیبیوں کو سوچنے پر مجبور کر دیا۔

مجاہدین کی دیگر دلچسپ کاروائیاں

2011ء میں طالبان مجاہدین کے ''البدر'' آپریشن کو یہ خاصیت حاصل رہی ہے کہ اس سال گزشتہ سالوں کے تمام ریکارڈ ٹوٹ گئے اور مجاہدین کی کامیاب کاروائیوں میں کئی گنا اضافہ ہوا۔ افغان فوج میں غیور افغانیوں نے اتحادیوں کے ناک میں دَم کر رکھا تھا

27 مارچ کو طالبان مجاہدین نے کنڑ سے نورستان کی طرف جانے والے 50 پولیس اہلکاروں کو گرفتار کر لیا اور 29 مارچ کو پرزور حملہ کر کے نورستان کے ضلع ویگل کو فتح کر لیا۔

17 اپریل کو ایک فوجی بھرتی مرکز پر چار فدائین نے باری باری حملہ کر کے 38 امریکیوں کو جہنم کی راہ دکھائی۔

13 اپریل کو ایک مجاہد نے صوبہ قندھار کے ضلع پنجوائی میں فدائی حملہ کر کے پیدا امریکی فوجیوں میں سے 18 امریکیوں فوجیوں کے بوجھ سے زمین کو ہلکا کیا۔

یہ چند مثالیں فدائی کاروائیوں کی پیش کی گئی ہیں۔ اس طرح کی کاروائیاں ''البدر'' آپریشن میں بہت زیادہ تعداد میں کی گئیں۔

زمین کے چپہ چپہ اور سمندروں کی اتھاہ گہرائیوں کو اپنی نظر میں رکھنے کے دعویداروں کو طالبان مجاہدین نے ''البدر'' آپریشن میں نصرت الٰہی سے اس طرح زمین پردے کر مارا ہے کہ ہمالیہ جیسی بلندی اور درجہ کی حامل ٹیکنالوجی کو اپنے جوتے کی نوک تلے روند کر رکھ دیا۔

امریکیوں کو ذرا بھی خبر نہ ہوسکی جب طالبان مجاہدین نے اس ٹیکنالوجی سے لیس مشینری کے مالک اور مادیت پرستی کے دلدادہ ہرکاروں کو چکمہ دے کر قندھار جیل سے اپنے 164 جنگی کمانڈروں سمیت 541 قیدیوں کو رہا کرایا۔

24-25 اپریل اتوار اور پیر کی درمیانی شب میں امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے اللہ تعالیٰ کی نصرت سے کامیابی حاصل کرتے ہوئے قندھار جیل سے اپنے مجاہد ساتھیوں کو ایسے نکال لیا جیسے مکھن سے بال کو نکالا جاتا ہے کہ کسی کو کانوں کان خبر تک نہیں ہوتی۔

قندھار جیل ملکی سطح پر افغانستان کا ایک معروف اور بڑا قید خانہ ہے جس کے بہت سے بلاک ہیں۔ تمام مجاہدین کو سیاسی بلاک میں محبوس کر رکھا تھا۔ اور اس سیاسی بلاک میں قیدیوں کی تعداد 541 تھی۔ امارت اسلامیہ افغانستان کے زیر سرپرستی قندھار کے مجاہدین نے سابقہ کامیاب آپریشن کی پیروی کرتے ہوئے ایک بار پھر جیل سے مجاہدین کی رہائی کا منصوبہ بنایا۔ پہلی مرتبہ تو ہلڑ باز آوارہ لڑکوں کا روپ دھار کر جیل کو سامنے سے توڑا گیا تھا۔ لیکن اس مرتبہ طالبان نے صلیبیوں کی بجائے ان کی مادیت کو چیلنج کرتے ہوئے ان کی مشینری، سٹیلائیٹ، زمین کی تہہ تک بصارت کے حامل آلات، جدید کیمروں اور سینسرز کی جانچ پڑتال کرنے کا سوچا اور ان سب کو عقل سلیم سے شکست فاش دے کر ثابت کر دیا کہ ''اللہ تعالیٰ ہی بہتر تدبیر فرمانے والا ہے''۔

منصوبہ بندی کے مطابق 5 ماہ قبل مجاہدین نے جیل کے جنوب سے 360 میٹر کے فاصلے سے سرنگ کی کھدائی شروع کی اور نہایت غور و فکر، رازداری اور مہارت کے ساتھ کام کو جاری رکھا۔ کئی ماہ کی انتھک کوشش سے بالآخر یہ سرنگ کئی چیک پوسٹوں، قندھار، ہرات شاہراہ اور جدید سینسرز کے نیچے سے گزرتی ہوئی سیاسی بلاک تک جا پہنچی۔ اس مرحلہ کی تکمیل کے بعد منصوبہ کے مطابق قیدیوں کی بحفاظت فراری کے لیے سنٹرل جیل کے آس پاس فداکار مجاہدین کا ایک گروپ بھی کھڑا کیا گیا۔

رات ساڑھے دس بجے کے قریب قیدیوں کا انخلاء شروع کیا گیا۔ اس پروگرام سے صرف تین قیدی باخبر تھے۔ جنہوں نے ذمہ داری نبھاتے ہوئے قیدیوں کو اٹھا اٹھا کر سرنگ کا راستہ دکھلایا اور یہ انخلاء ساڑھے تین بجے اختتام کو پہنچا۔

ماہر مجاہدین نے گاڑیوں کا انتظام پہلے ہی کر رکھا تھا۔ اس طرح یہ تمام قیدی جن میں بیمار، ضعیف اور زخمی بھی شامل تھے، محفوظ مقامات پر پہنچ گئے۔ اور یوں سیاسی بلاک میں قید تمام ساتھی فرار ہوگئے۔

حیرت انگیز اور قابل توجہ بات یہ ہے کہ آپریشن رات گئے سے لے کر سحری کے وقت تک جاری رہا لیکن 52 ممالک کی جدید ٹیکنالوجی سے لیس اتحادی افواج اور قندھار انتظامیہ کو سورج طلوع ہونے تک خبر ہی نہ ہوسکی۔

واللہ خیر المٰکرین O

عالمی جہاد کے لیے عظیم سانحہ 2 مئی 2011ء

دنیا بھر میں جاری عالمی جہاد کے عظیم سپہ سالار کی شہادت کا سانحہ ایبٹ آباد پاکستان میں 2 مئی 2011ء کو پیش آیا۔ جو تمام مسلمانانِ عالم کے لیے ایک بہت بڑا حادثہ تھا۔ عظیم سپہ سالار، عظیم مجاہد، زہد وتقویٰ کے پیکر امت مسلمہ کے محسن، شیخ اسامہ بن محمد بن لادن کی شہادت نے مجاہدین اسلام کے جذبہ جہاد میں نئی روح پھونک دی۔ عرب کے اس شہزادے نے دین اسلام کی سربلندی کے لیے اپنا آرام، سکون، مال و دولت، گھر بار سب کچھ قربان کر کے 2 مئی 2011ء کو شہادت جیسی عظیم کامیابی حاصل کر لی۔ آپ آنے والی نسلوں کے لیے مشعل راہ ہیں۔ آپ کی مبارک زندگی کے چند احوال برکت کے لیے پیش ہیں۔

ابتدائی زندگی

1966ء کی ایک صبح ایک عرب بچہ فجر سے کچھ پہلے اپنے والد کو جگا کر کہتا ہے کہ ابا جان میں آپ کو ایک خواب سنانا چاہتا ہوں۔ والد نے سوچا شاید بچے نے کوئی ڈراؤنا خواب دیکھا ہے۔ انہوں نے وضو کیا اور بچے کو مسجد کی جانب لے کر چل پڑے۔ راستے میں بچے نے بتایا کہ میں نے خواب میں ایک وسیع میدان پایا۔ میں نے دیکھا کہ سفید رنگ کے گھوڑوں پر سوار ایک لشکر میری جانب بڑھ رہا ہے۔ اس لشکر میں ایک گھڑ سوار جس کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ میرے برابر آ کر رک گیا اور کہنے لگا آپ اسامہ بن لادن ہیں؟ تب میں نے اسے کہا خدا کی قسم میں ہی اسامہ بن لادن ہوں۔ اس نے میری طرف ایک جھنڈا بڑھایا اور کہا کہ یہ جھنڈا القدس کے دروازے پر امام مہدی (محمد بن عبداللہ) کو دے دینا۔ میں نے وہ پرچم لیا اور میں نے دیکھا کہ وہ لشکر میرے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ والد اس خواب پر بہت حیران ہوئے۔ لیکن پھر کسی کام کی مصروفیت کی بناء پر خواب کو بھول گئے۔ اگلی صبح نماز سے کچھ پہلے جگا کر بچے نے پھر وہی خواب سنایا۔ تیسری صبح پھر ویسا ہی ہوا۔ والد کو اپنے بچے کے بارے میں تشویش ہوئی۔ وہ بچے کو لے کر ایک عالم کے پاس گئے۔ جو خوابوں کی تعبیر جانتے تھے۔ انہوں نے خواب سن کر بچے کو غور سے دیکھا اور پوچھا کیا اس بچے نے خواب دیکھا ہے۔ والد نے فرمایا جی۔ انہوں نے بچے سے پوچھا تمہیں وہ پرچم یاد ہے جو تمہیں اس گھڑ سوار نے دیا تھا؟ جی ہاں مجھے یاد ہے۔ وہ عالم کہنے لگے ذرا مجھے بتاؤ وہ کیسا تھا؟ اسامہ نے کہا تھا تو وہ سعودی عرب کے جھنڈے جیسا ہی مگر اس کا رنگ سبز نہیں تھا بلکہ سیاہ تھا۔ اور اس میں کچھ سفید لکھا تھا۔ عالم نے اسامہ سے پوچھا کہ تم نے کبھی خود کو بھی لڑتے ہوئے دیکھا؟ اسامہ نے کہا۔ اس طرح کے خواب تو میں اکثر دیکھتا رہتا ہوں۔ پھر انہوں نے اسامہ سے کہا کہ وہ باہر جائیں اور تلاوت کریں۔ پھر وہ عالم والد کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا آپ لوگوں کا آبائی تعلق کہاں سے ہے؟ انہوں نے کہا یمن کے علاقے حضر موت سے۔ کہنے لگے کہ وہ اپنے قبیلے کے بارے میں بتائیں۔ انہوں نے کہا ہمارا تعلق قبیلہ شنووۃ سے ہے۔ جو یمن کا قحطانی قبیلہ ہے۔ عالم نے زور سے تکبیر بلند کی اور پھر اسامہ کو بلایا اور اس کو روتے ہوئے چومنے لگے۔ ساتھ فرمایا قیامت کی نشانیاں قریب آ گئی ہیں۔ اے محمد بن لادن آپ کا یہ بیٹا امام مہدی کے لیے لشکر تیار کرے گا۔ اور اپنے دین کی حفاظت کے لیے رخطۂ خراسان کی طرف ہجرت کرے گا۔

اسامہ مبارک ہے وہ جو آپ کے ساتھ جہاد کرے۔ ناکام و نامراد ہے وہ شخص جو آپ کو تنہا چھوڑ کر آپ کے خلاف لڑے۔

محمد بن لادن کے اس بیٹے کو آج دنیا شیخ اسامہ بن لادن، امیر تنظیم ''القاعدہ الجہاد'' کے نام سے جانتی ہے۔ اس عظیم مجاہد نے اپنے دین کی حفاظت کے لیے واقعتاً ہجرت اور عالمی جہاد کی بنیاد ڈالی۔ اسے اپنے خون جگر، مال اور مال سے آج جب کہ وہ شہادت سے سرفراز ہو کر اپنے ربّ سے جا ملے ہیں تو ایک ایسا دلیر لشکر موجود ہے جو دنیا کے ہر خطہ میں دجال کے حلیف صلیبی وصیہونی لشکروں کو نشانہ بنا رہا ہے۔ اور امام مہدی کی قیادت میں لڑنے کے لیے منظّم ہیں۔ شیخ اسامہ بن لادن 10 مارچ 1957ء کو سعودی عرب کے شہر ریاض میں پیدا ہوئے۔ ان کی والدہ کا تعلق شام سے تھا۔

گھریلو حالات اور خاندانی پس منظر

شیخ اسامہ کے خاندان کا تعلق یمن سے ہے۔ جنوبی یمن کا ساحلی صوبہ حضرالموت عدن کی بندرگاہ کے مشرق میں واقع ہے۔ جب برطانیہ نے جنوبی عرب اور عدن کو آزاد کیا تو دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا اور ان کے نام جنوبی یمن اور شمالی یمن رکھے گئے۔ اس آزادی کے اعلان سے پہلے ہی یمن تاجروں اور کارکنوں کی بہت بڑی تعداد بہتر مستقبل کی تلاش میں یمن چھوڑ کر سعودی عرب کا رُخ کر چکی تھی۔ آزادی کے بعد یہ سلسلہ اور تیز ہو گیا۔

یمن چھوڑ کر سعودی عرب کا رُخ کرنے والے بے شمار لوگوں میں شیخ اسامہ کے والد محمد بن لادن بھی شامل تھے۔ جو 1930ء میں حضرموت سے سعودی عرب آئے۔ جوشیلے اور محنتی محمد بن لادن نے اس ملک میں نئے جوش وخروش سے کام تلاش کرنا شروع کیا اور جلد ہی انہیں ایک مزدور کی حیثیت سے کام مل گیا۔

محمد بن لادن عرب آئل کمپنی (جسے ''آرامکو'' بھی کہا جاتا ہے) کے ایک تعمیراتی منصوبے پر ایک مزدور کی حیثیت سے کام کرنے لگے۔ روزانہ انہیں ایک ریال اجرت ملتی تھی۔ اپنے ساتھی کارکنوں کی طرح وہ ایک سخت زندگی گزارتے تھے۔ اور اپنی بچت کو ایک ٹین بکس میں محفوظ رکھتے تھے۔ کئی برس کی محنت کے بعد وہ بالآخر اتنا پیسہ بچانے میں کامیاب ہوگئے جس سے بہت چھوٹے پیمانے پر بن لادن کنسٹرکشن کمپنی قائم کی جاسکے۔

ابتداء میں محمد بن لادن کی اس کمپنی نے چھوٹے چھوٹے کام سرانجام دیئے۔ لیکن رفتہ رفتہ کام بڑھ گیا۔ کاروبار پھیلتا گیا۔ 1950ء کے عشرے کے اوائل میں محمد بن لادن کمپنی نے شاہی محلات کی تعمیر کرنا شروع کردی۔ انہیں اصل کامیابی اس وقت ملی جب ارض مقدس میں مدینہ سے جدہ تک جانے والی ہائی وے تعمیر کرنے کا ٹھیکہ انہیں ملا۔ یہ محض ایک اتفاق تھا۔ اس ہائی وے کی تعمیر ایک غیر ملکی کمپنی کو کرنا تھی۔ مگر اس غیر ملکی کمپنی نے یہ کام سرانجام دینے سے انکار کردیا اور یوں یہ بہت بڑا تعمیراتی کام بن لادن کمپنی کو مل گیا۔

یہاں سے بن لادن کمپنی کا نام پورے علاقے میں مشہور ہوگیا۔ طویل سڑکوں سے ہوائی اڈوں کی تعمیر تک اور بڑی عمارتوں سے سرکاری دفاتر کی تعمیر تک اس کمپنی کو ہر طرح کے کام ملنے لگے۔ اب کمپنی کو اردن سے لے کر خلیجی ریاست راس الخیمہ تک بہت بڑے بڑے تعمیراتی ٹھیکے ملنے لگے۔ 1960ء کے عشرے میں بن لادن گروپ آف کمپنیز محض عرب کا ہی نہیں بلکہ دنیا کا سب سے بڑا کنٹریکٹر گروپ بن چکا تھا۔

محمد بن لادن ''شاہ سعود (دوم) کے قریبی دوست سمجھے جاتے تھے۔ جب شاہ فیصل نے اقتدار سنبھالا تو ملک شدید اقتصادی بحران کا شکار تھا۔ محمد بن لادن نے اس نازک مرحلے پر حکومت کا بھرپور ساتھ دیا۔ ایک رپورٹ کے مطابق 6 ماہ تک سعودی حکومت کے ملازمین کی تنخواہیں اپنی جیب سے ادا کیں۔ 1969ء میں جب یہودیوں نے مسجد اقصیٰ کو جلایا تو یہ محمد بن لادن ہی تھے جنہوں نے مسجد اقصیٰ کی تعمیر ومرمت کا کام کیا۔

جب شیخ اسامہ بن محمد لادن 13 برس کے تھے تو ان کے والد محمد بن لادن اپنے ذاتی طیارے کے حادثے میں انتقال کرگئے۔ والد کی وفات کے بعد ان کے بڑے بھائی سالم نے کاروبار سنبھالا۔ اور پھر کچھ عرصہ بعد شیخ اسامہ نے کاروبار سنبھالا اور آپ کی راہنمائی میں بن لادن گروپ نے ایک بار پھر بڑے تعمیراتی منصوبوں کو سنبھالنے کا بیڑا اٹھایا۔ ایک رپورٹ کے مطابق انہیں والد کے ترکے میں 80 ملین ڈالرز ملے۔ جسے انہوں نے اللہ کے فضل سے کاروباری ذہانت وفطانت اور محنت سے 500 ملین ڈالرز میں تبدیل کردیا۔

تعلیم اور دین سے محبت

شیخ کی پیدائش کے کچھ عرصہ بعد ان کے والدین میں علیحدگی ہوگئی۔ شیخ کی والدہ نے محمد العطاس سے شادی کرلی جو کہ بن لادن کمپنی میں ملازم تھے۔ شیخ اپنی بہنوں کے ساتھ والدہ اور سوتیلے والد کے پاس رہے۔ والد کی طرف سے بھائیوں میں شیخ کا اکیسواں نمبر تھا۔ اور بہن بھائیوں میں اکتالیسواں نمبر تھا۔ تاہم سبھی ان سے محبت کرتے تھے۔ ان کے خاندان نے المشر فہ جو کہ جدہ کا قریبی علاقہ ہے میں رہائش اختیار کی۔

کہا جاتا ہے کہ شیخ نے شروع میں کچھ عرصہ شام میں تعلیم حاصل کی کیونکہ ان کی والدہ اکثر شام کے علاقے لتا کیہ جاتی رہتی تھیں 10 سال کی عمر میں شیخ نے برومانا ہائی سکول میں داخلہ لیا۔ یہ سکول لبنان کے علاقے برونا ما میں واقع تھا۔ یہاں انہوں نے ایک سال سے کم عرصہ گزارا۔ برومانا ہائی سکول چھوڑنے کے بعد وہ کچھ عرصہ لتا کیہ میں رہے۔ پھر واپس جدہ چلے گئے۔ 1969ء-1972ء کے دوران انہوں نے الثغر ماڈل سکول میں تعلیم پائی۔

شیخ نے لڑکپن کی عمر تک تاریخ اسلام اور مجاہدین اسلام سے متعلق سینکڑوں کتابیں پڑھ لی تھیں۔ وہ کم عمری ہی میں جہاد کی جانب راغب ہو گئے تھے۔ وہ بزرگوں سے مشورہ لے کر اور راہنمائی حاصل کر کے اسلامی کتب، قرآن وحدیث اور تفسیر کا بغور مطالعہ کرتے۔ وہ قرآن مجید سننے کے بے حد شوقین تھے۔ اکثر اپنے کمرے میں رات کو ٹیپ ریکارڈر پر کسی نہ کسی معروف قاری کی قرأت سنتے اور پھر اشکبار ہوجاتے۔ وہ مکہ مکرمہ میں ہفتہ وار درس میں ضرور شمولیت اختیار کرتے۔

1979ء میں انہوں نے جامعہ ملک عبدالعزیز سے ماسٹر آف پبلک ایڈمنسٹریشن کی ڈگری حاصل کی اور جامعہ ملک السعود سے اسلامک سٹڈیز

میں ماسٹرز کی ڈگری حاصل کی۔ یونیورسٹی میں ان کو دینی امور میں بہت زیادہ دلچسپی تھی۔ وہ قرآن کو سمجھنے میں مشغول رہتے۔ان کے ایک ساتھی کا کہنا ہے کہ ہم نے سید قطب کو پڑھا۔ پھر قطب کی فکر نے ہماری نوجوان نسل کو بہت متاثر کیا۔

شیخ اپنے دو اساتذہ سے متاثر تھے۔ایک استاد محمد قطب اور دوسرے شیخ عبداللہ عزامؒ جو کہ جہاد کے بہت بڑے راہنما تھے۔اور عرب دنیا سے جہاد افغانستان میں شرکت کے لیے نوجوانوں کو تیار کرتے تھے۔

شیخ کو دین سے محبت اپنے والد محمد بن لادن سے ورثے میں ملی۔ان کا خاندان جزیرہ عرب کے عام لوگوں کی طرح امام احمد بن حنبلؒ کا مقلد ہے۔شیخ نے کبھی مغربی ممالک میں تعلیم حاصل نہیں کی۔اس حوالے سے گردش کرنے والی خبریں کذب وافتراء پر مبنی ہیں اور ان میں کوئی حقیقت نہیں ہے۔

شیخ صاحب شاعر بھی تھے۔اور اپنے خطبات اور بیانات میں اکثر اپنے ہی اشعار پڑھا کرتے تھے۔شیخ کی شاعری امت کے درد اور جہاد کی پکار سے معمور ہوتی۔ان کے اشعار سیدنا حسان بن ثابتؓ کی رجزیہ شاعری کی یاد دلا دیتے ہیں۔

یونیورسٹی میں تعلیم کے دوران انہوں نے متعدد عالمی تبدیلیوں کا مشاہدہ کیا۔مثلاً ایران میں شاہ کے خلاف تحریک اور اس کے نتیجے میں خمینی انقلاب کا آنا اور اس کے بعد مسجد حرام پر قبضے کا واقعہ پیش آیا۔سعودی حکومت اس وقت تک مسجد کو نہ چھڑا سکی جب تک فرانسیسی افواج نے اس کی مدد نہ کی۔اس سے حکومت کی بے بسی شیخ پر واضح ہوگئی۔دسمبر 1979ء میں جب سوویت یونین نے افغانستان پر حملہ کیا تو شیخ فوراً جہاد کے لیے تیار ہو گئے۔

ازدواجی زندگی

شیخ نے پانچ شادیاں کیں۔ان کا پہلا نکاح 17 سال کی عمر میں اپنی ماموں زاد سے ہوا۔اس کے بعد شیخ نے 4 مزید نکاح کئے۔شیخ کی اپنی پہلی اہلیہ سے علیحدگی ہوگئی تھی۔شیخ کے گیارہ بیٹے اور نو بیٹیاں ہیں۔بیٹوں کے نام یہ ہیں۔عبدالرحمٰن بن لادن، فیضان نوید بن لادن، سعد بن لادن، عمر بن لادن، عثمان بن لادن، محمد بن لادن، لادن بکر بن لادن، علی بن لادن، عامر بن لادن، حمزہ بن لادن، خالد بن لادن۔

جہاد افغانستان میں شرکت

دسمبر 1979ء میں جب سوویت یونین نے افغانستان پر حملہ کیا تو پوری دنیا سے احتجاج کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔شیخ نے اس موقع پر عملی اقدام کرنے کا فیصلہ کیا۔انہوں نے یونیورسٹی کے بعض اساتذہ سے راہنمائی لی اور کراچی آ گئے۔شیخ نے اپنے اس وقت کے جذبات کا تذکرہ 1993ء میں رابرٹ فسک کو انٹرویو دیتے ہوئے کیا۔انہوں نے کہا ''میں سخت غصے میں آ گیا اور فوراً جا پہنچا'' شیخ نے افغان مہاجرین کے نمائندوں اور افغانستان کی جہادی قیادت سے ملاقات کی۔شروع میں شیخ ایک ماہ تک خفیہ طور پر پاکستان میں رہے اور حالات کا بغور جائزہ لیتے رہے۔پھر وہ سعودی عرب چلے گئے۔وہاں انہوں نے دیگر شیوخ میں مجاہدین کی مدد کے لیے مہم چلائی۔

ان کی تحریض سے ہزاروں عرب نوجوانوں نے جہاد کا رُخ کیا۔آپ نے ہی ان کے سفری اخراجات اٹھائے اور ان کے لیے معسکر تعمیر کئے۔شیخ سعودی عرب سے بڑی تعداد میں سامان اور سرمایہ اکٹھا کر کے پاکستان آئے اور افغانی بھائیوں کے ساتھ جہاد میں حصہ لینے لگے۔شیخ نے ایک بار افغانستان کے بارے میں کہا کہ

''یہاں مسلمانوں کا جو حال ہے اس کے پیش نظر اس ملک میں ایک دن گزارنا عام مسجد میں ایک ہزار دن عبادت کرنے کے مترادف ہے''۔

مکتب الخدمت

1980ء میں شیخ عبداللہ عزام پشاور یونیورسٹی ٹاؤن میں مکتب الخدمت قائم کیا۔جبکہ 1984ء میں شیخ اسامہ نے ''بیت الانصار'' کے نام سے جہادی گروپ قائم کیا۔شیخ مالی طور پر ان کے سب سے بڑے پشتی بان تھے۔انہوں نے بہت سے گیسٹ ہاؤس کرائے پر لئے ہوئے تھے۔جہاں عرب سے آنے والے مجاہدین کو ٹھہرایا جاتا تھا اور انہیں فکری وجسمانی تربیت دی جاتی تھی۔1989ء میں جب شیخ عبداللہ عزام ایک کار بم دھماکے میں شہید کر دیئے گئے تو عرب مجاہدین کے قائد کے طور پر شیخ کی شخصیت ابھر کر سامنے آئی۔

جہادِ افغانستان میں شیخ اسامہؒ کی خدمات

شیخ اسامہؒ جہاد بالمال اور جہاد بالسیف ساتھ ساتھ کرتے رہے۔ مشرقی صوبے ننگرہار میں عرب مجاہدین کے مراکز میں جا کر تربیت بھی حاصل کی اور شریک قتال بھی ہوئے۔ ان مراکز میں 700 کے قریب عرب اور افغان مجاہدین کو تربیت فراہم کی۔ جن مجاہدین سے بعد میں ہزاروں مجاہدین نے تربیت حاصل کی۔

شیخ نے بنفس نفیس افغان جہاد میں مجاہدین کے شانہ بشانہ حصہ لیا۔ ایک موقع پر جب روسی فوجی انہیں پکڑنے کی کوشش کر رہے تھے تو وہ شیخ سے صرف تیس میٹر دور تھے۔ جبکہ اوپر سے بمباری اور ٹینکوں کی گولہ باری بھی جاری تھی۔ ایک گولہ ان کے بالکل قریب آ کر گرا۔ لیکن پھٹا نہیں۔ بعد ازاں 4 بم ان کے معسکر پر گرے۔ لیکن وہ بھی نہ پھٹ سکے۔ شیخ میدانِ جہاد میں تین چار بار زخمی ہوئے۔ ایک بار بم کے کچھ ٹکڑے آپ کو لگے۔ اور ایک بار آپ گھوڑے سے گر کر زخمی ہوئے۔ پاکستان کے معروف آرتھوپیڈک سرجن ڈاکٹر عامر عزیز کو ISI اور CIA نے چند ماہ تک آپ کا علاج کرنے کی وجہ سے چند ماہ تک گرفتار بھی رکھا۔

شیخ کا کہنا تھا کہ وہ گولیوں اور بموں کی آواز سے خوفزدہ نہیں ہوتے بلکہ یہ تو ان کی پسندیدہ آوازیں ہیں۔ کیونکہ تعمیراتی کاموں کے لیے وہ بچپن سے ہی پہاڑوں کو بارود لگا کر بموں سے اڑانے کا کام شوق سے کرتے چلے آئے ہیں۔ جبکہ گن چلانا ان کا بچپن کا شوق ہے۔ ''والد نے بچپن سے ہی دل میں صرف اللہ کا خوف بٹھا دیا تھا۔ اس لئے ہم امریکہ، روس یا اسرائیل کو کچھ نہیں سمجھتے۔ ہم جب چاہیں ان کی نیندیں حرام کر سکتے ہیں''۔

جن دنوں وہ سوڈان میں رہ رہے تھے شدید گرمی بھی تھی۔ لیکن وہ ایئر کنڈیشن استعمال نہ کرتے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ انہیں آسان زندگی پسند نہیں۔ مجاہد کی زندگی جنگلوں، غاروں اور ریگستانوں میں گزرتی ہے۔ افغان جہاد میں وہ ایک جرأت مند کمانڈر مشہور تھے۔ پکتیا کے محاذ پر انہوں نے بڑی مشکل اور یادگار جنگ لڑی۔ کم اسلحہ اور کم نفری سے انہوں نے اس محاذ پر جنگ لڑ کر اسلامی فتوحات کی یاد تازہ کر دی۔ انہوں نے اس جنگ کے دوران شکست دے کر روسی جنرل سے AK-47 رائفل (کلاشنکوف) غنیمت کر لی۔ جو ان کے پاس ہمیشہ محفوظ رہی۔

شیخ نے انتہائی بلند پہاڑوں کے درمیان مجاہدین کے لیے سٹور، ڈپو اور ہسپتال تعمیر کئے۔ اس دوران خود بلڈوزر چلاتے اور روسی ہیلی کاپٹروں کی زد میں آنے کا خطرہ مول لیتے۔ اس کے ساتھ ساتھ کلاشنکوف لے کر محاذوں پر بھی لڑتے تھے۔

شیخ کا جاجی کے محاذ پر روسی فوج سے معرکہ بہت معروف ہے۔ جس میں آپ نے پندرہ بیس عرب ساتھیوں کے ساتھ روسی فوجی یلغار کا سامنا کیا اور ان کو ایک بھرپور مقابلے کے بعد شکست دی۔ ایک سال بعد شیخ شعان کے مقام پر سوویت یونین فوجوں کے خلاف ایک لڑائی کی قیادت کی اس لڑائی میں مجاہدین کو سخت حالات کا سامنا کرنا پڑا۔ لڑائی میں دشمن بہت قریب تھا مگر اس کے باوجود کئی گنا طاقتور روسیوں کو علاقے سے باہر نکال دیا۔

حمزہ محمد جو کہ افغانستان میں ایک فلسطینی مجاہد تھے بعد میں سوڈان میں بن لادن کمپنی کے ایک تعمیراتی پراجیکٹ کی دیکھ بھال پر مامور ہو گئے تھے کہتے ہیں!

> ''شیخ ہمارے لئے ایک ہیرو کی حیثیت رکھتے تھے۔ کیونکہ وہ ہمیشہ محاذ پر موجود رہتے تھے۔ سب سے آگے انہوں نے نہ صرف اپنا مال خرچ کیا بلکہ انہوں نے خود کو بھی حاضر کر دیا۔ وہ اپنا عالیشان محل چھوڑ کر غریب افغانوں اور عرب مجاہدین کے درمیان رہتے تھے۔ وہ انہیں کے ساتھ پکاتے اور انہیں کے ساتھ کھاتے تھے اور خندقیں کھودتے''۔

تنظیم القاعدہ الجہاد

تنظیم القاعدۃ الجہاد جو مختصراً القاعدہ کے نام سے دنیا بھر میں جانی جاتی ہے۔ کونوے کے عشرے میں شیخ اسامہ بن لادنؒ نے قائم کیا تھا جو کہ اب پوری دنیا میں فتنوں کے خاتمے، کلمۃ اللہ کی سربلندی اور دعوت منہاج النبوۃ کے لیے جہاد کرنے والی تنظیم کے طور پر محدود نہ رہی ہے کہ جس کے کچھ بیعت یافتہ اراکین ہوں۔ بلکہ یہ ایک منہج کا نام بن چکا ہے۔ جہاں بھی کفار کے خلاف مزاحمت کا نام لیا جائے اور جہاں بھی کفار اور طواغیت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر للکارنے کا نام لیا جائے۔ امت کے دفاع اور امت کی طرف سے قتال کا تذکرہ آئے تو القاعدہ کا نام خود بخود سامنے آ جاتا ہے۔ تو جہاد اور القاعدہ دونوں لازم و ملزوم بن چکے ہیں۔ اور اس اعتبار سے بات کریں تو یہ محض ایک روایتی قسم کی تنظیم نہیں رہی بلکہ امت کی طرف سے جو بھی شرعی منہج

کے مطابق قتال کرے گا وہ دنیا کے کسی بھی حصے میں ہو خواہ کسی بھی نام سے کام کر رہا ہو وہ القاعدہ ہی کے نام سے پہچانا جائے گا۔

سعودی عرب واپسی اور امریکہ کی جزیرۃ العرب میں آمد

1989ء میں بالآخر مجاہدین کی کوششیں اللہ کی نصرت سے رنگ لے آئیں۔ روسی افواج افغانستان سے پسپا ہو کر نکل گئیں۔ افغان مجاہد تنظیموں کی باہمی چپقلش کی وجہ سے شیخ بہت بے چین اور آزردہ خاطر رہتے تھے۔ انہوں نے اپنے تئیں تمام کوششیں کیں کہ روس کے خلاف جہاد کے ثمرات ضائع نہ ہونے پائیں۔ افغان مجاہدین کی قیادت باہم شیر وشکر ہو کر شریعت اسلامیہ کے نفاذ کی جانب اپنی توجہات مبذول کریں لیکن انہیں اپنی کاوشوں میں قابل قدر کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔

ان حالات میں شیخ سعودی عرب واپس چلے گئے۔ اس دوران میں شیخ کئی ممالک میں اسلامی جماعتوں اور جہادی مجموعات کی مالی معاونت کرتے رہے۔ جن میں مصر، الجزائر، تیونس، یمن، فلپائن اور دیگر ممالک شامل ہیں۔

اسی دوران 1990ء میں عراق، کویت تنازعہ کو بنیاد بنا کر امریکہ نے اپنی فوجیں سرزمین حرمین میں اتار دیں۔ شیخ نے امریکہ کی افواج کی جزیرۃ العرب آمد کے خلاف بھرپور انداز میں آواز اٹھائی۔ آپ نے سعودی شاہی خاندان کے فرمانروا شاہ فہد کو پیشکش کی۔ اگر امریکہ کی مدد لینے سے انکار کر دیا جائے تو مجاہدین اللہ کی مدد کے سہارے عراقی فوجیوں کا بخوبی مقابلہ کر سکتے ہیں۔

لیکن شاہ فہد نے شیخ کی اس پیشکش پر کان دھرنے کی بجائے امریکہ کی گود میں ہی جائے پناہ تلاش کرنا ضروری سمجھا۔ نتیجتاً شیخ نے اس اقدام کے خلاف عامۃ المسلمین کو بیدار کرنے کا بیڑا اٹھایا۔ آپؒ نے شہر شہر جا کر مساجد میں اپنے خطبات و بیانات کے ذریعے مسلمانوں کو اس خطرے کا ادراک کروایا۔ علمائے کرام کو اس اہم شرعی مسئلے کے حوالے سے میدان عمل میں نکالنے کے لیے آپ نے جدوجہد کی اور جزیرۃ العرب میں صلیبی افواج کی موجودگی کے خلاف 500 سے زائد علماء کے دستخطوں سے ایک فتویٰ جاری کروانے میں کامیاب ہو گئے۔

انہی سرگرمیوں کے باعث 1989ء سے 1991ء تک ان کا پاسپورٹ سرکاری تحویل میں رہا۔

شیخ فرماتے تھے ''روس کیمونسٹ بلاک کا سر تھا۔ روس کے ٹوٹنے سے مشرقی یورپ میں کیمونزم ختم ہو گیا ہے۔ اگر امریکہ کا سر کاٹ دیا جائے تو عرب بادشاہتیں ختم ہو سکتی تھیں۔ امریکہ کا سب سے بڑا جرم یہ ہے کہ وہ مقدس سرزمین میں داخل ہو گیا ہے۔ ایک لاکھ بیس ہزار فوجی سعودی عرب میں کس کے خلاف لڑائی میں مصروف ہیں۔

مسلمانوں کی غیرت کہاں ہے؟ کیا وہ اپنے کعبہ کی خود حفاظت نہیں کر سکتے؟ بعثت سے پہلے ابرہہ نے مکہ پر حملہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ابابیلوں کو بھیجا تھا۔ جنہوں نے کنکریوں کو گرا کر ابرہہ کے لشکر کو تباہ کیا۔ آج ایک ارب مسلمان موجود ہیں۔ اب ابابیلیں نہیں آئیں گی؟ مسلمانوں کو اب خود اٹھنا ہو گا۔ مسلمان وائٹ ہاؤس کی بجائے کعبۃ اللہ کی فکر کریں''۔

شیخ نے 1991ء تک اس بات کا انتظار کیا کہ امریکی فوجیں واپس چلی جائیں۔ مگر ڈیڑھ برس میں آپ کو اندازہ ہو گیا کہ یہ ممکن نہیں ہے۔ چنانچہ انہوں نے سعودی عرب سے ہجرت کا فیصلہ کیا۔ بلاد حرمین میں یہود و نصاریٰ کو لانے کے فیصلے کے خلاف فتویٰ جاری کرانے پر حکومت نے ان کو نظر بند کر دیا۔ انہوں نے اپنے ایک بھائی سے جو کہ شاہ فہد کے قریب تھے کو کہا کہ وہ اپنے کاروبار کے سلسلے میں پاکستان جانا چاہتے ہیں۔ ان کے بھائی کی نائب وزیر داخلہ شہزادہ احمد سے گہری دوستی تھی۔ تاہم وزیر داخلہ شہزادہ نائف سب سے بڑی رکاوٹ تھا۔ جب وزیر داخلہ شہزادہ نائف غیر ملکی دورے پر گیا تو قائم مقام وزیر داخلہ نے شیخ کی نقل و حرکت پر پابندی ختم کر دی۔ شیخ اپریل 1991ء میں سعودی عرب سے پاکستان اور پھر افغانستان پہنچ گئے۔

افغانستان میں ایک وقت مجاہدین دست و گریباں تھے۔ شیخ نے ان کی صلح کرانے کی کوشش کی لیکن کامیابی نہ ہو سکی۔ آخر کار انہوں نے سوڈان جانے کا فیصلہ کر لیا۔

سوڈان میں پانچ سالہ قیام

سوڈان کے رہنما حسن الترابی نے 1991ء میں خرطوم میں شیخ کا استقبال کیا۔ وہ عرب مجاہدین جو افغانستان جنگ میں شیخ کے ساتھ تھے۔ انہوں نے بھی سوڈان کا رُخ کیا اور ان کی کمپنیوں میں ملازمتیں کر لیں۔ اس وقت جنرل عمر البشیر کو فوجی انقلاب کے ذریعے اقتدار سنبھالے دو برس

ہوئے تھے۔

حسن الترابی کی جماعت عمرالبشیر کی حکومت کی حامی تھی۔شیخ نے سوڈان میں پانچ سال قیام کیا۔سوڈان کے دوران شیخ کی خواہش تھی کہ چار خطوں کودارالسلام بنایاجائے لیکن سوڈانی حکومت ڈرپوک نکلی۔

چارخطوں کوآخرکارسوڈان کی حکومت نے امریکی دباؤ کے سامنے گھٹنے ٹیک دینے اور شیخ سے درخواست کی وہ سوڈان چھوڑ دیں۔

افغانستان واپسی

1996ء میں شیخ نے اپنے خاندان کے ساتھ افغانستان ہجرت کی۔افغانستان میں ان دنوں جہادی راہنما اقتدار سے محروم ہوکر ملک کے شمالی علاقے میں مقیم تھے اور طالبان اقتدار سنبھال رہے تھے۔

امریکہ کے خلاف اعلان جنگ اور مسجد اقصیٰ کی آزادی

شیخ اس بات پر یقین رکھتے تھے کہ دنیا بھر میں بالعموم اور فلسطین میں بالخصوص مسلمانوں پر ہونے والے مظالم کی پشت پناہی امریکہ کررہا ہے۔ اس لئے القاعدہ دنیا کے مختلف حصوں میں امریکی اہداف کووقتاً فوقتاً نشانہ بناتی رہی۔فلسطین اور لبنان میں مسلمانوں کے قتل عام ومقدس مقامات پرامریکی قبضے،ملکی وسائل پر مغربی قبضے،سعودیہ کی بگڑی ہوئی صورتحال،خصوصاً علماء اور مجاہدین کی گرفتاریوں کے سبب شیخ نے 1996ء میں امریکہ کے خلاف اعلان جہاد کردیا۔

26اگست 1996ءکوامریکہ کے خلاف انہوں نے اپنا پہلا بیان جاری کیا جس کا عنوان تھا۔

''اسامہ بن محمد بن لادن کی جانب سے اعلان جہاد''

اس بیان میں امریکی فوج کے لیے وارننگ تھی کہ وہ سرزمین مقدس کوفوری طور پر چھوڑ جائیں۔ورنہ ان کے خلاف وہی مجاہدین اٹھ کھڑے ہوں گے جنہوں نے پہلے روس افواج کوشکست دی تھی۔

شیخ اس نتیجہ پر پہنچ گئے کہ عالم اسلام کا اصل مسئلہ بیت المقدس کو پنجۂ یہود سے چھڑانا اور مسلمان ملکوں میں امریکی مداخلت ہے۔اگرامریکہ زیادہ کمزور ہوجائے توخلیجی ممالک کے حکام خودبخود کمزور ہوجائیں گے اور اس کا اصل حل مسلم اکثریت والے خطوں میں امریکی مفادات کے خلاف مسلح جہاد ہے۔

نائن الیون اور شیخ کی شخصیت کا عروج

11 ستمبر 2001ءکوامریکہ اس وقت اپنی تاریخ کی بدترین شکست سے دوچار ہوا جب واشنگٹن میں امریکی محکمہ دفاع پینٹا گون کی عمارت اور نیویارک میں تجارتی مرکز ورلڈٹریڈسنٹر سے تین طیارے ٹکرادیئے گئے اور محکمہ خارجہ کے باہر بم دھماکہ ہوا۔امریکہ میں ہونے والے ان فدائی حملوں کے باعث ہزاروں امریکی ہلاک اور اتنے ہی زخمی ہوئے۔جبکہ اربوں ڈالر کا نقصان الگ سے ہوا۔ملک کے تمام ہوائی اڈے بند کردیئے گئے اور وہائٹ ہاؤس سمیت اہم سرکاری عمارتیں خالی کرالی گئیں۔

امریکہ پرحملوں کی منصوبہ بندی شیخ نے کی تھی۔اس میں امریکہ پر چار سے زیادہ طیاروں کے ذریعے حملہ کرنے کا منصوبہ بنایا تھا۔وہ کہتے تھے کہ امریکہ 4,6یا10 طیاروں کی مار نہیں۔لیکن انہوں نے حملہ کرنے میں جلدی کی۔اس کی دووجوہات تھیں۔

1- شیخ جان چکے تھے کہ امریکہ افغانستان پر حملے کی منصوبہ بندی کرچکا ہے۔اس لئے شیخ نے چاہا کہ اس پر پہلے ہی اچانک حملہ کردیا جائے۔

2- فلسطین کی صورتحال پر انتہائی رنجیدہ تھے۔اس لئے انہوں نے جلدی حملہ کیا اور امریکہ پر 4 طیاروں کے ذریعے حملہ کرنے میں ہی مصلحت جانی اور بقیہ کواللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی مشیت پر چھوڑ دیا۔

انہیں علم ہوا کہ فلسطین کی خواتین ان کی تصاویر اٹھا کر سڑکوں پر گھوم رہی ہیں اور کہہ رہی ہیں کہ ''اسامہ تیرا وعدہ کہاں ہے''۔

اس واقعے پر انہیں شدید غم ہوا اور تین دن تک انہوں نے کسی سے بات نہیں کی۔اس کے کچھ ہی دنوں بعد ستمبر کے مبارک واقعات پیش

آئے۔ان واقعات پر امت مسلمہ میں سب سے زیادہ خوشی کا اعلانیہ اظہار فلسطینیوں نے ہوائی فائرنگ ،مبارک سلامت اور مٹھائیوں کے ذریعے کیا۔ پھر انہوں نے فلسطینیوں کے بارے میں وہ مشہور قسم اٹھائی جو کئی سال گزرنے کے باوجود بھی یادگار ہے۔

ستمبر کے واقعات کے نتیجے میں وہ سب کچھ عیاں ہو گیا جو پہلے صرف مخصوص لوگوں کو ہی معلوم تھا۔کہ اسلام کے ازلی دشمن یہود و نصاریٰ ہیں۔ عالم اسلام میں موجود برسر اقتدار طبقہ دراصل امریکہ کا منظور نظر ہے اور ان کے مسلسل اقتدار میں رہنے کی وجہ بھی امریکی پشت پناہی ہے۔مسلم خطوں میں بالعموم اور خلیجی ریاستوں میں بالخصوص امریکہ کے فضائی اور بحری اڈے موجود ہیں۔مسلم ممالک میں برسر اقتدار طبقہ اور یہاں کی فوجیں امریکہ سے حد درجہ خائف ہیں اور یہ کسی صورت اپنے دفاع کے لیے ہاتھ پاؤں نہیں مار سکتے۔

گیارہ ستمبر کے مبارک حملوں کے بعد شیخ کو عالمی شہرت ملی اور انہیں امریکہ کے ایک مضبوط حریف کے طور پر جانا جانے لگا۔امریکہ نے ان کی گرفتاری یا شہادت پر 25 ملین ڈالرز کا انعام رکھا۔امریکہ نے شیخ اسامہ بن محمد بن لادن کو دہشت گرد کے طور پر متعارف کروایا۔مگر عالم اسلام اور مجاہدین کی نظر میں وہ ایک عظیم قائد اور عظیم مجاہد کی حیثیت اختیار کر گئے۔وہ پوری دنیا کے ان مسلمانوں کے محبوب بن گئے جو غلبہ اسلام کی خواہش رکھتے ہیں۔اور مسلمانوں کی بے بسی پر غم زدہ ہوتے ہیں۔

گیارہ ستمبر کے بعد ہزاروں مسلمانوں نے القاعدہ میں شمولیت اختیار کی۔اور شیخ کے نصب العین کی حمایت کرتے ہوئے بہت سے علماء اکرام ،طلباء اور مسلمان مجاہدین نے کفر اور طاغوت کے خلاف کھڑے ہو کر عالمی جہاد کا آغاز کر دیا اور جس طرح امریکہ عالم اسلام پر اپنی جارحیت کر رہا ہے۔بالکل اسی طرح القاعدہ کے بھی ہزاروں محاذ عالم اسلام میں اس کی جارحیت کے خلاف سرگرم ہیں اور ایک عالمی جہاد کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ان اہم محاذوں میں فلسطین، لبنان، یمن، عراق، شام، لیبیا، مالی، صومالیہ وغیرہ میں جہادی تنظیمیں اسلام کے دفاع اور امریکی وصیہونی جارحیت کے خلاف اٹھ کھڑی ہوئیں۔شیخ اسامہ بن لادنؒ کے روح پرور بیانات، خطابات، عملی جہاد اور اخلاص کی برکت سے آج پوری دنیا کے کفار کو عالم اسلام میں سخت حالات سے دوچار ہونا پڑ رہا ہے۔

عالمی جہاد کے روحِ رواں شیخ اسامہ کی شہادت

1998ء قندھار ایئرپورٹ کے قریب ایک مقام پر انٹرویو دیتے ہوئے انہوں نے بار بار اپنی ممکنہ شہادت کا تذکرہ کیا۔فرمایا کہ ’’مجھے علم ہے کہ میرا دشمن طاقتور ہے لیکن میں تم کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ مجھے مار تو سکتے ہیں لیکن زندہ گرفتار نہیں کر سکتے‘‘۔

اگر میں مر بھی گیا تو امریکیوں کے خلاف جنگ ختم نہیں ہو گی۔میں اپنی گن کی آخری گولی تک لڑوں گا۔شہادت میرا سب سے بڑا خواب ہے اور میری شہادت سے مزید اسامہ جنم لیں گے۔

شیخ نے متعدد بار خود سے کیا گیا وعدہ پورا کیا اور کبھی ہتھیار نہیں ڈالے۔بالآخر اللہ نے اپنے بندے کے وعدے کو سچ کر دکھایا اور آپ نے ایبٹ آباد پاکستان میں 2 مئی 2011ء کو جام شہادت نوش فرمایا۔

شہادت کی وہ تمنا جس کے لیے آپ نے اپنی شاہانہ زندگی چھوڑ کر سنگلاخ پہاڑوں کو مسکن بنایا تھا۔30 برس تک دنیا کے مختلف محاذوں پر سخت دشواریوں کا سامنا کرنے کے بعد بالآخر پوری ہوئی اور وہ اپنے ربّ سے اس حال میں ملے کہ ان کے تربیت یافتہ بے شمار مجاہدین اسلام کی سربلندی کے لئے کوشاں ہیں۔اور امام مہدی (محمد بن عبداللہ) کے لشکر کے سپاہی بن کر دجال کے خلاف اسلامی عروج کی آخری مہم کے منتظر ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ شیخ اسامہ بن محمد بن لادن کو انبیاء اور صالحین کے ساتھ ملائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔

آمین یاربّ العالمین

صلیبیوں کی آغوش مادر کی طرف واپسی کا آغاز

طالبان مجاہدین کے کامیاب ’’البدر‘‘ آپریشن کی یلغار نے صلیبیوں کی چولیں ہلا کر رکھ دیں اور انہیں............

............آغوشِ مادر کی یاد نے آستایا لیکن اب............

تاریخ نے اپنے آپ کو دھرایا۔جیسے فرعون نے جب موت کو دیکھا تو کہنے لگا کہ میں ایمان لاتا ہوں۔لیکن اس وقت توبہ کا دروازہ بند ہو چکا

تھا۔ بالکل اسی طرح اتحادیوں نے بھی آغوشِ مادر کی تمنا کی، لیکن بے سود۔

22 جون 2011ء کو امریکی صدر باراک اوباما نے سرزمین افغانستان سے اپنی فوجوں کے انخلاء کا اعلان کیا کہ یہ مرحلہ وار انخلاء رواں سال 2011ء سے لے کر 2014ء تک مکمل کرلیا جائے گا۔

یہ اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت سے ہی ممکن ہوسکا تھا کہ طمطراق سے آنے والی مغرور اتحادی افواج آج واپسی کا انخلاء کا راگ الاپنے پر مجبور ہو گئیں۔ جدت و مادیت پرستی اور روشن خیالی کا بت دھڑام سے گر کر پاش پاش ہوگیا اور توحید کے پرستاروں کے قدموں میں گر کر محفوظ راہداری کی باتیں اور مذاکرات کی میز سجانے کی باتیں کرنا لگا۔

دس سال قبل بھی دور اندیش، صوفی منش طالبان نے ایمانی فراست سے دیکھتے ہوئے مذاکرات کی راہ نکالنے پر زور دیا تھا۔ لیکن یہ بدمست ہاتھی اپنی آنکھوں میں فرعونیت لئے اپنے خونی پنجے گاڑنے کے لیے افغانستان پر جھپٹ پڑے۔ لیکن مذاکرات کی راہ نکالنے والے درویش صفت مجاہدین کوئی تر نوالہ نہ تھے کہ یہ کمینے جھپٹتے تو وہ شکار ہو جاتے۔

بلکہ ان کے پاس ایک ایسی طاقت، حوصلہ، ہمت اور ولولہ تھا جس نے 52 ممالک کو بالآخر مذاکرات پر مجبور کر دیا۔ مغرور ملت کفار آج اتنے سال گزر جانے کے بعد اور اربوں ڈالر اور لاکھوں مرتدوں کو افغانستان کی دلدل میں غرق کر کے کہتے ہیں کہ جنگ کسی مسئلے کا حل نہیں۔ مذاکرات سے تمام مسائل حل کئے جائیں۔

اس تمام بحث سے طالبان مجاہدین کی دور اندیشی اور فراست کا خوب پتا چلتا ہے۔

باراک اوباما کے اعلان کے بعد اتحادی افواج میں خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی اور انہیں آغوش مادر ہی بھلی معلوم ہونے لگی۔ کیونکہ جنگ لڑنا کافر کے بس کی بات نہیں۔

لہٰذا

15 جولائی کو صوبہ پروان سے 450 امریکی فوجی مادر آغوش کی طرف چلے گئے۔

17 جولائی کو بامیان سے نیٹو فوجی نکلے۔

19 جولائی کو امریکی فوجی مہترلام سے ناکام و نامراد لوٹے۔

20 جولائی کو ہلمند لشکرگاہ سے نیٹو فوجی واپس لوٹ گئے۔

21 جولائی کو ہرات سے ایساف فوجیوں نے واپسی کی راہ لی۔

23 جولائی کو مزار شریف سے صلیبی افواج پسپا ہو کر چلی گئیں۔

24 جولائی کو صلیبی افواج کو پنجشیر خالی کرنا پڑا۔

ربّ رحیم نے سورۃ الاحزاب میں کیا خوب فرمایا!

ورَدّ اللّٰہ الذین کفروا بغیظھم لم ینالوا خیرًا....... (الاحزاب 25)

اور جو کافر تھے ان کو اللہ تعالیٰ نے واپس پھیر دیا وہ اپنے غصے میں (بھرے ہوئے تھے) کچھ بھلائی حاصل نہ کر سکے اور خدا مومنوں کو لڑائی کے بارے میں کافی ہوا اور خدا طاقتور زبردست ہے۔

2011ء آپریشن ''البدر'' کے خاص نتائج

یہ سال گھروں میں تیار کردہ خودساختہ بموں کا رہا۔ صلیبیوں کا 2009ء اور 2010ء کی نسبت زیادہ نقصان اس سال ہوا۔ افغانستان میں اس برس خودساختہ بموں (آئی ای ڈی) سے ہزاروں حملے کئے گئے جو کہ ایک ریکارڈ ہے۔ امریکی فوجی حکام کا کہنا ہے کہ 90 فی صد امریکی فوجی ہلاکتوں کی وجہ گھروں میں کھاد سے تیار کردہ بم ہیں۔

2010ء کی نسبت 2011ء میں بم حملوں میں 9 فیصد اضافہ ہوا اور WKS ریموٹ کنٹرول اور بارودی سرنگوں کے 3349 حملے صلیبیوں پر کئے گئے۔ فدائیان اسلام نے 97 فدائی حملے کر کے اتحادی افواج کو بھاگنے پر مجبور کر دیا۔

اتحادی افواج کے انفرا سٹرکچر کے ساتھ ساتھ ان کے مراکز اور چیک پوسٹوں پر 1929 تابڑتوڑ حملے کر کے ان کو بھگایا۔ طالبان مجاہدین نے سال 2011ء کے البدر آپریشن میں امریکی فضائیہ کے 74 ہیلی کاپٹر و طیارے زمین پر گرائے۔ جبکہ 36 ڈرون طیاروں کو بھی تباہ کر کے رکھ دیا۔

اس سال کھیتوں کھلیانوں سے اتحادی افواج پر میزائل، راکٹ و مارٹر کے 1632 حملے کر کے ان کی درگت بنائی۔ جبکہ 1148 مقامات پر کمین یا گھات لگا کر اتحادیوں کو نشانہ بنایا۔

طالبان مجاہدین نے صلیبی و اتحادیوں کے جدید ٹیکنالوجی کے حامل ٹینک اور ہموی، ریڈ لی، ایم ریپ جیسی جدید 3212 بکتر بند گاڑیوں کو ملیا میٹ کر کے 2520 چھوٹی فوجی گاڑیوں کو بھی بے آبرو کر کے رکھ دیا۔ اتحادیوں کے 1723 آئل ٹینکرز، کنٹینرز بھی طالبان نے خاکستر کر دیئے۔ اور ان کی سپلائی لائن پر 735 کامیاب حملے کئے۔

سال 2011ء آپریشن البدر میں طالبان نے اتحادی و صیہونی و صلیبی افواج کے 14044 فوجی مردار کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی حفاظت پر مامور 14015 افغان مرتد فوجی بھی جہنم واصل کر دیئے۔

2011ء کی فدا کار کاروائیوں میں 129 فدائی مجاہدین نے جام شہادت نوش کیا۔

2012ء الفاروق آپریشن

2001ء میں امارت اسلامیہ افغانستان پر حملہ آور ہونے والی اتحادی افواج طالبان مجاہدین کی سرفروشی، جنگی فراست اور عزم و حوصلہ سے گھبرا کر شکست خوردہ حالت میں افغانستان سے 2011ء کے اواخر میں دُم دبا کر بھاگنے لگیں۔

طالبان مجاہدین نے البدر آپریشن کے بعد سال 2012ء کو الفاروق آپریشن کا نام دیا۔ اس آپریشن نے واضح اور کامیاب تفریق ثابت کر کے دکھائی۔ مجاہدین اسلام کی فدا کار کاروائیاں اور گوریلا وار کی غیر معمولی کاروائیاں حسب سابق پورے زور و شور سے جاری رہیں۔ اس سال آپریشن الفاروق کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لیے بہت سے نامور مجاہدین نے اپنی جانوں کے نذرانے خدا کے حضور پیش کئے۔ اور اتحادی و صلیبی افواج کو پورے افغانستان کے صحراؤں میں ریت کی مانند اڑا اور بکھیر دیا۔ اس سال مجاہدین نے سروں پر کفن باندھ کر امریکی فضائیہ کو بھی بھاری نقصان پہنچایا اور اب تک ہونے والے فضائی نقصان میں سب سے زیادہ امریکی فضائیہ کا نقصان اس سال الفاروق آپریشن کے دوران ہوا۔ جس میں اس کے چینوک اور B-52 جیسے بڑے طیارے بھی تباہ ہوئے۔

یہ سال امریکہ اور اس کے اتحادیوں کی فضائی قوت کے لیے کس قدر نقصان دہ رہا اس ضمن میں مختصر رپورٹ حسبِ ذیل ہے:

اس سال میں پہلی مرتبہ امریکہ کے 11 جنگی طیارے تباہ ہوئے۔ جن میں 9 طیارے 14 ستمبر کو ہلمند کے ضلع شور آب میں طالبان کے ایک حملہ میں تباہ ہوئے۔ جبکہ دیگر 3 طیارے بگرام اڈے پر ہونے والے راکٹ حملوں میں تباہ ہوئے۔ ان میں سے ایک امریکی جنرل ڈیمپسی کا خصوصی طیارہ بھی تھا۔ اس کے علاوہ افغانستان کے مختلف صوبوں میں خارجی اور داخلی فوجیوں کے 9 ہیلی کاپٹر بھی مجاہدین کے مختلف حملوں میں تباہ ہوئے۔ 18 اکتوبر کو پکتیا کے ضلع زرمت میں امریکی اڈے پر حملے میں امریکیوں کے دو ہیلی کاپٹر بھی مجاہدین کے ہاتھوں تباہ ہوئے۔

بڑی اور خیر ساز کاروائیاں

الفاروق آپریشن 2012ء میں طالبان مجاہدین کی روزمرہ کی کاروائیاں جوش و ولولہ سے جاری تھیں۔ 3 جنوری کو قندھار میں پولیس سرحدی چوکی پر فدائی حملہ کیا گیا۔ 5 مارچ کو قندھار ہوائی اڈے پر فدائی حملہ ہوا۔ 15 اپریل کو کابل میں مختلف مقامات پر عین اس وقت حملہ کیا گیا جب ننگرہار، لوگر، پکتیا میں 30 فدائی مجاہدین نے بیک وقت حملے کر دیئے تھے۔ ان فدائیان اسلام نے 24 گھنٹے تک مسلسل غاصب اور ملی فوج سے مقابلہ کیا اور آخر میں اپنے آپ کو دھماکوں سے اڑا کر دشمن کا شدید جانی نقصان کیا۔

01 جون کو خوست کے صحرا باغ کے کیمپ پر اکٹھے دس فدائی مجاہدین نے ایک بڑا حملہ کر دیا۔ جس سے 100 سے زائد خارجی افواج کے اہلکار ہلاک اور سینکڑوں زخمی ہوئے۔ اس مہینہ میں قندھار شہر، سپین بولدک اور شاولی کوٹ میں امریکی مراکز پر بڑی کاروائیاں کی گئیں۔

7 جون کو سرپل جیل پر حملہ کر کے اسیران کو آزادی دلوائی۔ 9 جون کو کاپیسا کے ضلع تگاب اور نجراب میں فرانسیسی فوج پر حملہ ہوا۔ 21 جون کو خوست

میں غاصب اتحادی فوج پر طالبان نے فدائی حملہ کیا۔22 جون کو کابل کے قریب ایک 4 سٹار ہوٹل کے قریب حکومتی شخصیت پر فدائی حملہ کر دیا گیا۔17 اگست لوگر کی ایک چھاؤنی پر کار بم حملہ کرایا۔21 اگست کو بگرام اڈے پر امریکہ کے اعلیٰ سطحی جنرل کے طیارے کو نقصان پہنچایا۔28 اگست کو قندھار کے سیکیورٹی اور سرحدی افواج کے سربراہ جنرل رزاق پر کامیاب بم حملہ کیا۔29 ستمبر کو بدخشاں میں حملہ کر کے متعدد کو مردار کیا۔اور 22 فوجیوں کو زندہ گرفتار کر لیا گیا۔

15 اکتوبر کو پروان کے علاقہ میں حامد کرزئی کے معاون کریم خلیلی پر حملہ کیا۔20 اکتوبر کو پروان میں ہی امریکی رسد کی کمپنی کے گوداموں پر حملہ کیا اور اس کے نتیجہ میں مکمل تباہی ہوئی۔

21 نومبر کو کابل کے علاقہ وزیر اکبر خان میں امریکی انٹیلی جینس مرکز پر فدائی حملہ ہوا۔7 ستمبر کو ملکی سیکیورٹی ایجنسی کے سربراہ اسداللہ خالد پر کامیاب فدائی حملہ ہوا۔24 دسمبر کو خوست میں پرانے فوجی ہوائی اڈے پر سی آئی اے کے کارکنوں پر فدائی حملہ ہوا۔

دشمن کی صفوں میں گھس کر حملے

یہ ایسی کاروائیاں ہیں جن سے دشمن سخت خائف ہوتا ہے۔اس سال اس قسم کی کاروائیوں میں گزشتہ سالوں کی نسبت زیادہ شدت پائی گئی۔ دشمن کی صفوں میں گھس کر حملوں کی وجہ سے 50 سے زائد واقعات تاریخ میں رقم کئے گئے۔ان میں سب سے زیادہ مشہور واقعہ ایک مجاہدہ عورت کا ہے۔ نرگس نامی اسلامی بہن نے کابل سیکیورٹی کمانڈر کوارٹر میں گھس کر ایک امریکی فوجی کو اپنے پستول سے مار دیا۔

جارحیت پسندوں کی پسپائی وانخلاء کا آغاز

2012ء میں خارجی افواج تقریباً تمام صوبوں اور اکثر چھاؤنیوں سے بھاگ گئے۔دشمن نے رسمی طور پر 400 اہم چھاؤنیوں کے چھوڑنے کا خود اعتراف بھی کیا۔لیکن طالبان کے نزدیک چھوڑی گئی چھاؤنیوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔طالبان کے دعویٰ کا عین ثبوت یہ ہے کہ صرف ہلمند کے ضلع ''مارجہ'' میں دشمن نے 90 سے زائد فوجی اڈے خالی کیے تھے اور یہ حالت صرف ایک ضلع کی ہے باقی ضلعوں اور صوبوں کی حالت کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔

افغانستان کے شمال اور مرکزی صوبوں میں امریکیوں کے اپنا وجود محض صوبائی مراکز تک محدود کر لیا تھا اور اضلاع کی دسیوں چھاؤنیاں خالی کر چکے تھے۔انہوں نے اضلاع اور صوبوں میں شکست کو انتقالِ اقتدار کا نام دے کر اپنے لیے موم کا نام بنانے کی ناکام کوشش کی تھی۔

انتقال اقتدار کا ڈرامہ رچا کر امریکی سمجھتے تھے کہ وہ اس طرح افغانستان سے نکل جائیں گے جس طرح ویت نام سے نکلنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ویتنام میں بھی جب امریکہ کو تباہی کا سیل رواں بہالے جانے لگا تو امریکہ نے اس وقت فتح کا جھوٹا اعلان کر کے بھاگ جاؤ کے فارمولے پر عمل کیا تھا۔اس مرتبہ وہ چاہتا تھا کہ انتقالِ اقتدار کا قصہ گھڑ کر اقتدار حوالے کرنے کا ڈرامہ رچا کر بھاگ جاؤ کے فلسفہ پر عمل کیا جائے۔

امریکی فوجیوں کا فرار افغان عوام کے لیے کسی خوشخبری سے کم نہ تھا کیونکہ بجا طور پر اس سے جارحیت سمٹنے لگی تھی جس کی وجہ سے افغانستان کے مختلف علاقوں میں خود کار طریقے سے خودمختاری اور آزادی واپس آنے لگی تھی۔

آخر میں صرف یہی کہا جا سکتا ہے کہ مجاہدین کی تمام کامیابیوں اور فتوحات کی اصل وجہ نصرت الٰہی اور اللہ تعالیٰ کی غیبی تائید ہی تھی کہ دنیا کی سب سے زیادہ طاقتور، مغرور اور خونخوار قوموں کے خلاف نہتے عوام فتح و کامرانی سے ہمکنار ہونے لگے۔

امارت اسلامیہ کے فعال ذمہ داران، فوجی و انتظامی کمیشن کے اہم کردار ملا برادران اور مجاہدین کی قربانیوں اور نصرت الٰہی کے سایہ میں یہ نتیجہ نکلا کہ دنیا کی جابر قوتوں کے خلاف جہادی سلسلہ منظم اور اعلیٰ طریق پر گامزن ہو گیا۔

ابلاغ عامہ اور نشریاتی برتری

2012ء میں طالبان مجاہدین کو جہاں مورچوں اور محاذوں پر فتوحات نصیب ہوئیں۔وہیں پر یہ سال امارت اسلامیہ کے لیے مطبوعات اور ابلاغیات کے حوالے سے بھی کامیابیوں سے بھرپور سال رہا تھا۔اسی سال امارت اسلامیہ کے ثقافتی کمیشن نے 60 شقوں پر مشتمل اپنے طے کردہ سالانہ اہداف میں کامیابی ظاہر کی۔واضح رہے کہ یہ اہداف صرف 2012ء کے لیے متعین کئے گئے تھے۔جن میں اللہ کے فضل سے کامیابی حاصل ہوئی۔

معمول کی سرگرمیوں اور کارکردگیوں کے علاوہ ایکسپلوزو مواد کی فراہمی واضح اور نقد کامیابی تھی۔جفاکش مجاہدین دن رات محنت کر کے مواد تیار

کرتے اور پھر پورے ملک کے تمام محاذوں پر ان کو پہنچاتے رہے۔
امارت اسلامیہ کے ابلاغی ترجمان، انٹرنیٹ، پریس مطبوعات، چینل، ویڈیو آن لائن، تالیف و ترجمہ، تاریخ نگاری، ٹیلی فون پیغامات، اشاعت اور معاملات کی ادارت سمیت تمام شعبوں میں ثقافتی کمیشن کی کاروائیاں پورے نظم وضبط کے تحت بغیر کسی رکاوٹ اور مسائل کے جاری رہیں۔ ان تمام شعبوں میں اگرچہ مشکلات اور ان گنت مسائل کا سامنا تھا مگر ثقافتی مجاہدین کے اخلاص، انتھک محنت نے بہر حال طالبان مجاہدین کو میڈیا وار میں بھی فتح سے ہمکنار کرایا۔

2012ء میں تاج شہادت حاصل کرنے والے خوش نصیب

طالبان کو 2012ء میں امارت اسلامیہ کی فتوحات میں تاج شہادت حاصل کرنے والے خوش نصیب مجاہدین 2012ء الفاروق آپریشن کو کامیابیوں سے ہمکنار کرنے والے شہداء کی قربانیوں کا سانحہ بھی برداشت کرنا پڑا۔ جس سے طالبان مجاہدین کو کافی دھچکہ بھی لگا۔ لیکن مجاہدین اسلام اپنے شجاع کمانڈروں کی شہادت سے دلبرداشتہ نہ ہوئے بلکہ ان کی وصیتوں اور احکامات پر ثابت قدمی سے عمل پیرا ہوگئے۔ اور دین متین پر قربان ہوجانے والوں کی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے صبر اور ہمت سے کام لیا۔

2012ء میں طالبان مجاہدین کو کافی عرصہ سے لاپتہ اپنے ایک مایہ ناز کمانڈر اور امارت اسلامیہ کے وزیر دفاع جہاندیدہ شخصیت ملا عبیداللہ اخوند کی شہادت کی خبر نے بے قرار کر کے رکھ دیا۔

''ملا عبیداللہ اخوند''

پاکستانی اہلکاروں نے امارت اسلامیہ کے وزیر دفاع ملا عبیداللہ اخوند شہیدؒ کے بارے میں کہا ہے کہ آپ کا انتقال مارچ 2012ء کو کراچی کی ایک جیل میں ہوا ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ آپ اس سے دو سال پہلے مارچ 2010ء کو پاکستان میں کراچی کی ایک خفیہ جیل میں شہادت کی موت سے سرفراز ہوکر دارِ فانی سے کوچ کر چکے تھے۔ جس کی اطلاع بھی پاکستانی خفیہ اہلکاروں نے ہی دی تھی۔
حقیقت احوال کے مطابق واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ آپ 3 جنوری 2007ء کو بلوچستان کی طرف سفر کر رہے تھے کہ کوئٹہ کے مقام پر پاکستانی سیکیورٹی اہلکاروں نے آپ کو گرفتار کرلیا۔ گرفتاری کے بعد آپ کا کچھ پتہ نہ چل سکا کہ آپ کہاں ہیں۔ یہاں تک کہ 2012ء میں پاکستانی اہلکاروں نے آپ کے اہل خانہ کو اطلاع دی کہ ملا عبیداللہ اخند آج سے دو سال قبل 5 مارچ 2010ء کو بروز جمعہ پاکستان میں کراچی کی جیل میں انتقال کر چکے ہیں اور ان کی تجہیز وتکفین بھی کی جا چکی ہے۔
آپ کی شہادت دنیا بھر کے مسلمانوں خصوصاً افغان قوم اور امارت اسلامیہ کے مجاہدین کے لیے ایک دردناک خبر تھی۔ امارت اسلامیہ کی شوریٰ کی طرف سے آپ کی شہادت کے بارے میں یہ اعلامیہ جاری ہوا کہ ''افغانستان کی امارت اسلامیہ آپ کی شہادت پر آپ کے معزز و محترم گھرانہ اور تمام مجاہدین و افغان قوم اور پوری دنیا میں امت مسلمہ کے اس غم میں برابر کی شریک ہے۔ اور اس سانحہ پر اپنے شدید غم وغصہ کا اظہار کرتی ہے۔ اور جس طرح آپ نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں تکالیف اٹھا کر اپنی جان کا نذرانہ پیش کیا ہے، تو ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی شہادت کو قبول فرما کر جنت الفردوس میں ٹھکانہ عطا فرمائیں۔ اور آپ کے خاندان کو اس سانحہ عظیم پر صبرِ جمیل اور اجرِ عظیم عطاء فرمائے۔ (آمین یاربّ العالمین)
اور ہم پاکستانی اداروں سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ جلد از جلد مولانا عبیداللہ اخند کی گرفتاری وشہادت کے بارے میں صحیح صورتحال سے آگاہ کریں۔ نیز ہیومن رائٹس کے اداروں سے ہمارا یہ مطالبہ ہے کہ مولانا عبیداللہ اخوند کی شہادت اور دیگر امارت اسلامیہ کے اسیران کے بارے میں ان کے اہل خانہ کو کسی قسم کی اطلاع نہیں دی گئی اور مولانا صاحب کی شہادت کی اطلاع دو سال کی تاخیر سے دی گئی ہے۔ لہٰذا وہ جلد از جلد مذکورہ تفصیلی معلومات سے تمام اسیران کے اعزہ واقارب کو آگاہ کریں کیونکہ یہ ہیومن رائٹس کی ذمہ داری ہے۔
مولانا عبیداللہ اخند نے پسماندگان میں 9 بیٹے اور پانچ بیٹیاں سوگوار چھوڑی ہیں۔ بیٹوں میں کچھ حافظ قرآن ہیں اور باقی اپنی تعلیم جاری رکھے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی روح کو خوش اور آپ کی یاد کو تازہ رکھے۔ (آمین یاربّ العالمین)
مولانا عبیداللہ اخوند کا شمار تحریک طالبان کے اولین بانیوں میں ہوتا ہے۔ روس کے خلاف جہاد میں بھی آپ ایک نڈر اور بے باک فاتح مجاہد

کے نام سے پہچانے جاتے تھے۔ اس کے علاوہ امریکہ کے خلاف جہاد کی بنیاد رکھنے والے افراد میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ آپ کی شہادت نہ صرف افغانستان بلکہ دنیا بھر کے مسلمانوں اور مجاہدین کے لیے ایک عظیم سانحہ ہے۔ آپ کے جانے سے جو خلا پیدا ہوا ہے اسے پُر کرنا آسان نہیں۔

حضرت مولانا عبیداللہ اخوند ایک باوصف مجاہد

حضرت مولانا عبیداللہ اخوند حضرت مولانا یار محمد کے فرزند اور وقت کے ایک مشہور عالم دین فتح محمد کے پوتے تھے۔ آپ اپنی شہادت سے تقریباً 45 سال قبل قندھار 'ژڑی'' میں نلغام نامی علاقے میں واقع ''الکوزی'' گاؤں کے ایک علمی گھرانے میں پیدا ہوئے۔

ابتدائی تعلیم آپ نے والد ماجد سے اور مقامی مسجد میں حاصل کی۔ اس کے بعد ملک کے بڑے بڑے علماء کرام سے دینی کتب وعلوم کی تعلیم حاصل کی۔ جس وقت روس کے خلاف افغانستان کا میدان جہاد گرم تھا تو آپ وہ پہلے نوجوان تھے جس نے قندھار میں مولانا صادق اخند کی قیادت میں روسیوں اور کیمونسٹوں کے خلاف علم جہاد بلند کر کے جہاد کا آغاز کیا۔ آپ نے جہاد کے ساتھ ساتھ اپنی دینی تعلیم کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ لیکن آپ کی زیادہ تر مصروفیات جہادی نوعیت کی تھیں۔ آپ پورا سال قندھار کے ایک جہادی محاذ میں ہوتے اور راہِ حق میں آپ کو کسی قسم کی تھکاوٹ نہ محسوس ہوتی۔

روس اور کیمونسٹوں کے خلاف جہاد

مولانا عبیداللہ اخوند کا شمار روسیوں اور ان کے زرخرید غلاموں (افغان کیمونسٹوں) کے خلاف جہاد کرنے والے مجاہدین اور قائدین میں ہوتا تھا۔ نوعمری ہی سے روسی جارحیت کے خلاف اسلحہ اٹھایا اور روسی کیمونسٹ حکمران ڈاکٹر نجیب اللہ کی حکومت کے سقوط تک اپنی جہادی سرگرمیوں کو بغیر کسی توقف اور تاخیر کے جاری رکھا۔ آپ نے اپنی جہادی زندگی کا آغاز ایک عام مجاہد کی حیثیت سے کیا۔ لیکن اپنی خداداد صلاحیت، جہادی جذبے، استقامت، اخلاص اور جسمانی قوت کے بل بوتے پر جلد ہی قندھار کی سطح پر ایک بہادر اور جری مجاہد کے طور پر پہچانے جانے لگے۔ آپ 82 mm توپ کے مشہور چلانے والے تھے۔ بعد میں آپ قندھار میں مولانا محمد صادق اخند کی یونٹ (اخون) کے عمومی نگران مقرر ہوئے۔ آپ نے روسیوں اور کیمونسٹوں کے خلاف بہت معرکوں میں حصہ لیا۔

متعدد معرکوں میں آپ نے قائد کے فرائض بھی سرانجام دیئے۔ قندھار شہر، میوند، ژڑی، پنجوائی، ارغنداب اور اس کے دیگر علاقوں میں آپ نے جہادی سرگرمیاں سرانجام دیں۔ اسی طرح صوبہ ہلمند کے ضلع گرشک اور صوبہ زابل کے شہر صفا اور صوبہ ارزگان کے ترین کوٹ میں بھی آپ روسیوں اور کیمونسٹوں کی سرکوبی کرتے رہے۔

آپ کے ایک ساتھی مولوی جان محمد شہیدؒ کا کہنا تھا کہ صوبہ زابل کے شہر صفا کے مقام پر کیمونسٹوں کا ایک بہت بڑا قافلہ جو مجاہدین کی مشترکہ کاروائی میں تباہ ہوا تھا۔ اس معرکہ میں آپ نے اپنی بہادری کے جوہر دکھائے تھے۔ میں آپ کے ساتھ شریک تھا اور مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ آپ نے بغیر کسی وقفے کے ''ھشتا توپ'' (ایک توپ کا نام ہے) سے دشمن پر مسلسل 30 گولے داغے اور دشمن کے بہت سے ٹینکوں اور بکتر بند گاڑیوں کے پرخچے اڑا کر انہیں مکمل طور پر خاموش کر دیا تھا۔

آپ نے کیمونسٹوں کے خلاف جہاد میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ جس میں متعدد بار آپ زخمی ہوئے۔ خصوصاً قندھار شہر کے ''محلّہ جات'' کے علاقے میں ایک تاریخی معرکے کے دوران جس میں امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد حفظہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک مورچے میں دشمن کا مقابلہ کرتے ہوئے آپ کو شدید چوٹیں آ گئی تھیں۔

اس وقت مجاہدین کے بقول ''محلّہ جات'' میں جاری اس معرکہ کے دوران دشمن کے بہت سارے ٹینک اور گاڑیاں تباہ ہوئیں۔ حتیٰ کہ دشمن کی پسپائی کے بعد اگلے روز ان تباہ شدہ گاڑیوں اور ٹینکوں کا انجام دیکھنے کے لیے دور دور سے لوگ آنے لگے۔ لوگ ان ٹینکوں اور گاڑیوں کو دیکھ کر گمان کرنے لگے کہ شاید ابھی تک دشمن کا قافلہ کھڑا ہے۔ حالانکہ وہ اپنے صرف کچھ ٹینک اور گاڑیاں لے کر ہی واپس جا سکے تھے۔ اس وقت جنگ میں موجود مجاہدین کا کہنا ہے کہ جتنی بھی گاڑیاں اور ٹینک تباہ ہوئے وہ سب کے سب ملا محمد عمر مجاہد اور ملا عبیداللہ اخند کے فائر کردہ گولوں سے ہی ہوئے تھے۔

اسلامی تحریک کی بنیاد اور اس کے لیے خدمات

قندھار میں کیمیونسٹ حکومت کے خاتمہ کے بعد آپ اپنے دیگر مجاہد ساتھیوں سمیت عام لوگوں کی زندگی بسر کرنے لگے۔اس دوران قندھار کے ضلع ''ژڑی'' میں اپنی تعلیم کے سلسلہ کو بھی جاری رکھا۔وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ جب افغانستان کے دوبارہ حالات خراب ہونے شروع ہوگئے اور مختلف گروپوں اور ٹولوں نے لوٹ مار شروع کردی اور عوام کا جینا دوبھر کردیا۔لوگوں کی جان، مال اور آبرو محفوظ نہ رہی۔تو قندھار کے ضلع ژڑی اور میوند میں ایک مرتبہ پھر پرانے مجاہدین اور طالبان کا اجتماع ہوا جس میں اس غارت گری اور لوٹ مار و بدامنی کے خلاف ایک نئی تحریک کی بنیاد رکھی گئی۔پھر اس کے بعد مولانا عبیداللہ اخوند نے اپنی پوری زندگی تحریکی خدمات کے لیے وقف کردی۔

طالبان کی طرف سے قندھار شہر پر قبضہ کرتے وقت آپ کو کمانڈر مقرر کیا گیا۔چنانچہ مغربی افغانستان میں جہادی کاروائیوں میں شرکت کے ساتھ ساتھ کبھی کبھی صوبہ فراہ کی دفاعی لائنوں پر عمومی نگرانی کے فرائض بھی سرانجام دیتے رہے۔

صوبہ فراہ کی نگرانی کے دوران ایک مرتبہ عید کے دن مخالفین کے ایک بڑے کمانڈر اسماعیل خان کی طرف سے کئے گئے ایک حملہ میں اپنے کچھ ساتھیوں سمیت گرفتار ہوئے اور چالیس روز بعد قیدیوں کے تبادلہ میں آپ رہا ہوکر اپنے عہدے پر واپس آگئے۔انہی ایام میں جب کابل میں اسلامی تحریک کی کاروائیاں جاری تھیں۔تحریک کے مشہور کمانڈر ملا مشر اخوند شہید ہوگئے۔چنانچہ ملا عبیداللہ اخوند شہید صوبہ ارزگان سے فاتحہ خوانی کے لیے آرہے تھے کہ ہیلی کاپٹر کو حادثہ پیش آگیا۔لیکن اللہ کے فضل سے ہیلی کاپٹر گرنے کے باوجود آپ اپنے مصاحبین سمیت سلامت رہے۔

جب اسلامی تحریک طالبان نے کابل کا کنٹرول سنبھالا تو آپ کو یہاں وزارتِ دفاع کا عہدہ دے دیا گیا۔جس پر آپ امارت اسلامیہ کی ابتداء سے سقوط تک اپنے فرائض سرانجام دیتے رہے۔

وزیر دفاع ہونے کی حیثیت سے آپ امارت اسلامی کی تمام مسلح قوتوں کے سپریم لیڈر بھی رہے۔(چیف آف آرمی سٹاف) لیکن اس عہدہ کے باوجود آپ بنفس نفیس مختلف اقدامی اور دفاعی معرکوں میں حصہ لیتے رہے۔آپ کابل کی شمالی دفاعی لائنوں کی ہمیشہ نگرانی کرتے تھے۔چنانچہ اسی استقامت کے ساتھ آپ تقریباً تمام معرکوں میں بذاتِ خود بھی شریک ہوتے رہے۔آپ سات مرتبہ زخمی ہوئے۔آخری مرتبہ کافکان کے قریب ایک معرکہ میں آپ کو کافی زخم آئے۔

جس وقت امریکی حملہ کی وجہ سے امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے ایک خاص منصوبہ بندی کے تحت کابل اور دیگر شہروں سے پسپائی اختیار کی تو اس وقت امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد حفظہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے آپ پورے افغانستان کے نائب امیر بنا دیئے گئے۔

اتنی بڑی اور بھاری ذمہ داری اس وقت آپ کے کندھوں پر آن پڑی جس وقت افغانستان اور خطے کے حالات انتہائی ناسازگار تھے۔دشمن بڑی دھونس جماتے ہوئے میڈیا اور فوج دونوں طرف سے اس نوزائیدہ امارت اسلامیہ پر حملہ آور ہو چکا تھا۔ایسے حالات میں اتنی بڑی ذمہ داری اٹھانا ہتھیلی پر سرسوں جمانے کے مترادف تھا۔عام طور پر لوگوں کے حوصلے پست ہو چکے تھے۔رہی سہی کسر میڈیا نے پوری کردی تھی۔جو جھوٹ اور دجل وفریب کے انبار لگا کر عوام کے دلوں میں امریکی جارحیت کا رعب بٹھانے کی ناکام کوششوں میں لگا ہوا تھا۔اور 52 ممالک کی جدید ٹیکنالوجی سے لیس گھمنڈی افواج اپنے خونی پنجوں سے اس نوخیز مملکت اسلامیہ کو دبوچنے کے لیے بے چین دکھائی دے رہی تھیں۔دنیا و مادیت پرست لوگ طالبان کو اجڈ، جاہل، دقیانوس، قدامت پسند، اور دہشت گرد جیسے القابات سے نواز رہے تھے۔اور صلیبیوں کے تلوے چاٹتے پھر رہے تھے۔اور ساتھ ساتھ امارت اسلامیہ کو مالی اور دفاعی لحاظ سے سخت دشواریوں اور مشکلات کے لامتناہی سلسلے کا سامنا تھا۔دنیا بھر سے سوائے اللہ تعالیٰ کی ذاتِ باصفات کے سوا کوئی آسرا نہ تھا۔نہ کوئی حمایتی وغمگسار اور نہ ہی کوئی وفا نبھانے والا اسلامی ملک ہی ساتھ تھا۔

ایسے ہولناک اور تنہائی کے شکار ماحول میں ملا عبیداللہ شہید نے دینِ حنیف کی بقاء اور امت مسلمہ کی آنے والی نسلوں کے لیے امارت اسلامیہ کے حصول کے لیے اللہ وحدہٗ لاشریک پر بھروسہ کرتے ہوئے اس بھاری ذمہ داری کو نبھانے کی آنِ واحد میں حامی بھر لی اور امارت اسلامیہ کے دیگر باہمت، پرعزم قائدین ونفوس قدسیہ کے ساتھ مل کر ایک مرتبہ پھر اپنے آپ کو ان مشکلات کے مقابلہ میں اس وقت تک پیش کردیا جب تک افغانستان میں حملہ آوروں کے خلاف جاری مزاحمت میں نئی روح نہ پھونک دی جائے اور نئی زندگی نہ عطا کردی جائے۔

ملا عبیداللہ اخند نے اس ذمہ داری کے کندھوں پر پڑتے ہی نہایت تدبر اور حلم و بردباری سے قدم اٹھاتے ہوئے تمام مشکلات کا ڈٹ کر مقابلہ

کرتے ہوئے مختلف پالیسیوں کے تحت امارت اسلامیہ کے مجاہدین کی از سرِ نو تشکیلات کیں۔

بقول حضرت علامہ اقبالؒ

کوئی قابل ہو تو ہم شان کئی دیتے ہیں

ڈھونڈنے والوں کو دنیا بھی نئی دیتے ہیں

ملا عبیداللہ اخند کے ایک قریبی ساتھی کا کہنا ہے کہ انہی ایام میں ملا داداللہ اخونداور کچھ دیگر اہم کمانڈروں کے ساتھ آپ کی ملاقات ہوئی۔ اسی طرح افغانستان کے مختلف علاقوں میں بارسوخ جہادی کمانڈروں کے ساتھ بھی آپ نے ملنا شروع کر دیا۔ جس کی وجہ سے پہلی مرتبہ انتظامی، اقتصادی، تعمیری اور سیاسی پالیسیوں کے بارے میں ایک منصوبہ پیش کیا۔ چنانچہ اسی طرح کی پالیسیوں کی روشنی میں کچھ عرصہ گزرنے کے بعد پورے افغانستان کے تمام علاقوں میں جہادی امیر مقرر کر دیئے گئے۔ جس کی وجہ سے آپ امریکہ وصلیبیوں کے خلاف جاری جہاد میں ایک نئی اور منظم زندگی کی روح پھونکنے میں کامیاب ہو گئے۔

آپ نے اپنے قریبی ساتھیوں کے کہنے پر امریکہ کے خلاف جاری جہاد کے اوائل میں جہاد کو تقویت دینے اور اسے متاثر کن بنانے کے لیے بڑی جدوجہد کی جس کے لیے آپ کو بہت سی صعوبتیں جھیل کر دور دراز کے علاقوں تک کا پرخطر سفر بھی کرنا پڑے۔ اور جس کسی سے بھی آپ کو جہاد کی امید تھی اس کے گھر جا کر اسے جہاد کی عظیم دعوت دی۔

امارت اسلامیہ میں آپ جیسے درد دل رکھنے والے قائدین کی محبت واخلاص کا ہی ثمرہ تھا کہ افغان جہاد نصرت الٰہی سے بدستور بڑھتا ہی چلا گیا۔ اور آج فتح وکامیابی سے سرفراز ہونے کے قریب کھڑا ہے۔ (انشاءاللہ)

ملا عبیداللہ اخند ایک عہد ساز شخصیت

ملا عبیداللہ اخند کی شخصیت کے بارے میں صوبہ ہلمند کے رہنے والے مولوی محبّ اللہ جنہوں نے روس کے خلاف جہاد میں آپ کے ساتھ وقت گزارا اور بعد میں بھی آپ کے متعلقین ہی میں رہے وہ کہتے ہیں کہ

''ملا عبیداللہ اخند کی زندگی دیگر اوصاف سے مزین ہونے کے ساتھ ساتھ تقویٰ اور قوتِ عزم میں امتیازی حیثیت کی حامل تھی۔ آپ حالت جنگ اور مقابلے کے وقت بھی بہت پُرعزم، حوصلہ مند اور مطمئن نظر آتے تھے۔ اور آپ اپنی عام زندگی میں بھی متقی انسان تھے۔ نہایت شفیق رویے کے حامل ملا عبیداللہ شہیدؒ اپنی یونٹ کے تمام مجاہد ساتھیوں کو نیک چلنی، دیانتداری اور باجماعت نماز کے اہتمام کا پابند بناتے اور جو کوئی بھی ان دینی امور میں غفلت یا سستی سے کام لیتا اسے اپنی یونٹ میں نہ رکھتے''۔

اسی طرح آپ جہاد کے وقت ہر صبح سورۃ یٰسین کا ختم کرواتے۔ جس میں ایک ساتھی تلاوت کرتا اور باقی سب انہماک وتوجہ سے سنتے رہتے تھے۔ مولوی محبّ اللہ کے بقول ملا عبیداللہ اخند شہیدؒ ذاتی طور پر علمِ دین کے بہت دلدادہ تھے۔ چنانچہ آپ جس وقت کابل میں وزیر دفاع تھے اس وقت اگر کوئی عالمِ دین ملاقات کے لیے تشریف لاتے تو بڑے احترام کے ساتھ ان سے ملتے۔ نہایت ادب کے ساتھ ان کی تعظیم کرتے ہوئے عزت افزائی کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھتے''۔

الحاج ملا عبدالغفار جو کہ امارت اسلامیہ کی حکومت کے دوران وزارتِ دفاع میں اطلاعات کے عمومی نگران تھے اور کافی عرصہ ملا عبیداللہ اخند کے ساتھ بھی رہے تھے وہ آپ کے تقویٰ اور بیت المال سے متعلق نہایت احتیاط کے بارے میں کہتے ہیں کہ

''جس وقت ملا عبیداللہ اخند وزیر دفاع تھے تو میں قندھار میں موجود آپ کے گھر پر بھی گیا۔ لیکن آپ کا گھر ایک فقیر منش انسان کے گھر کا نمونہ تھا اور کسی دنیاوی عہدیدار کی طرح قیمتی چیزوں سے مزین اور عالی شان نہ تھا''۔

مولوی عبدالغفار وزارت دفاع کے انٹیلی جنس آفیسر مولوی نور علی کی بات نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جس وقت ملا عبیداللہ اخند کا گھر کابل میں تھا تو ایک دن آدھی رات کے وقت آپ نے میرے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ جب میں باہر نکلا تو بولے کہ اگر تمہارے پاس اپنی کچھ ذاتی رقم ہے تو مجھے ادھار دے دو۔ میرا بیٹا محمد سخت بیمار ہے۔ ملا نور علی کہتے ہیں کہ میں نے آپ سے کہا کہ بیٹے کو اس چار صد بستر ہسپتال لے چلیں وہاں امارت اسلامیہ کے خاص افراد کا علاج مفت ہوتا ہے یا بیت المال سے کچھ رقم لے لیں۔ کیونکہ ایسے مواقع پر اجازت ہوتی ہے۔ لیکن یہ سب کچھ سن کر ملا عبیداللہ اخند شہیدؒ نے

فرمایا

''مجھے طریقے بتلانا چھوڑو اگر رقم ہے تو مجھے بطور ادھار دے دو جب میرے پاس پیسے آجائیں گے تو واپس کر دوں گا''۔

چنانچہ میں نے انہیں -/20000 روپے دے دیئے۔ پھر بعد میں ملا عبیداللہ اخند وہ رقم یکمشت ادا نہ کر سکے بلکہ پانچ پانچ سو، ہزار ہزار، اور ڈیڑھ ہزار کر کر کے مختلف ادوار میں مجھے پوری رقم لوٹا دی۔

ملا عبدالغفار اخند کہتے ہیں کہ آپ کے گھریلو محافظ نے مجھے آپ کے گھر کے اخراجات کے متعلق بتایا کہ ایک مرتبہ پورے ہفتے میں آپ کے گھر میں صرف آدھا کلو گوشت سامان تھا جو کہ بیت المال سے متعلق آپ کی انتہائی احتیاط اور میانہ روی کی واضح دلیل ہے۔

مولوی عبدالغفار اخند آپ کے بارے میں کہتے ہیں کہ

''آپ عجز و انکساری کے پیکر تھے۔ راستہ چلتے وقت آپ کسی سے آگے نہ بڑھتے تھے۔ اور اگر کسی وقت بیٹھنے کی ضرورت پیش آجاتی تو بلا تکلف زمین پر ہی بیٹھ جاتے اور اس بات کا انتظار نہ کرتے کہ کوئی چیز بچھا دی جائے''۔

اسی طرح مولوی عبدالغفار صاحب جن کے پاس وزارتِ دفاع کی بھی ذمہ داری تھی آپ کے بارے میں کہتے ہیں کہ وزارتِ دفاع میں ان کی ڈیوٹی کے دوران کبھی نہیں سنا کہ عبیداللہ اخند کا رابطہ اپنے دیگر مجاہد کمانڈروں سے منقطع ہوا ہو۔ کیونکہ آپ کا مخابرہ 24 گھنٹے آن رہتا تھا۔ جس کی وجہ سے دیگر ذمہ دار افراد کا آپ سے رابطہ بدستور قائم رہتا تھا۔ اور دن یا رات میں کسی کے ساتھ بھی کوئی مسئلہ درپیش آجاتا تو آپ اس کے پاس پہنچ جاتے تھے۔

امریکہ کے خلاف نئے جہاد کے آغاز میں بڑی مایوسی اور آزمائش کا وقت تھا۔ مولانا عبیداللہ اخوند اپنی مجالس میں ہمیشہ اپنے ساتھیوں کے سامنے قرآن کریم کی آیت مبارکہ! ترجمہ: ''اور جو ہماری راہ میں جہاد کرتے ہیں۔ ہم انہیں ضرور بالضرور اپنے راستوں پر پہنچائیں گے اور یقیناً اللہ نیکی کرنے والوں کے ساتھ ہے''۔ (سورہ عنکبوت، آیت ۶۹)

کو بطور استدلال پیش کر کے فرماتے اگر ہم ایک مرتبہ پھر سچے دل سے جہاد کی نیت کریں تو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیں اسباب بھی عنایت فرمائیں گے۔

صوبہ ہلمند ضلع ''گریشک'' کے مقام پر ایک جہادی کمانڈر مولوی عطا محمد جوان دنوں ملا عبیداللہ اخند کے قریب رہ رہے تھے کہتے ہیں

''آپ ہمیشہ وصیت کرتے تھے کہ لوگوں کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرو۔ چاہے تمہیں خود کتنی ہی تکلیف نہ اٹھانا پڑے۔ اور اگر کسی کو بھوک لگی ہو تو لوگوں سے بزور زبردستی کچھ نہ مانگو بلکہ ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو تا کہ قوم تمہاری حالت خود دیکھ کر تمہاری مدد و نصرت کرے (یعنی چندہ وغیرہ نہ لو)۔ امریکہ کے خلاف جاری جہاد کے شروع کے سالوں میں پرنٹ میڈیا کے ذریعے امارت اسلامیہ کے موقف کو بھرپور انداز میں پیش کرنے میں ملا عبیداللہ اخند نے بنیادی کردار ادا کیا''۔

مولوی عطا محمد کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ملا عبیداللہ اخند شہیدؒ نے مجھے مخاطب کر کے کہا کہ

''فی الحال ہمارے پاس وسائل نہ ہونے کے برابر ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی ذات بہت بڑی ہے۔ ساری دنیا کے کفار اور اسلام دشمن قوتیں ہمارے خلاف متحد ہو چکی ہیں اور سر چھپانے کے لیے پوری دنیا میں ہمارے لئے ایک بالشت جگہ بھی میسر نہیں ہے اور نہ ہی کوئی ایسا ملک ہے جو ہماری مدد کرے''۔

آپ کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ ہمارا حمایتی و مددگار صرف ایک اللہ ہی ہے اسی پر ہم توکل کرتے ہیں۔

باقی ہم اس انتظار میں نہیں بیٹھیں گے کہ پہلے بہت سے وسائل اور روپیہ پیسہ مہیا ہو اور پھر ہم جہاد کا آغاز کریں۔ بلکہ ہمارے پاس کچھ بھی نہ ہو تو زمین پر پڑے پتھر ہی دشمن پر پھینکنا شروع کر دیں گے۔ اور روز قیامت اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ سے عرض کریں گے کہ ہمارے بس میں اتنا ہی تھا۔ جس سے ہم نے بجائے خاموش بیٹھنے کے آپ کے دینِ متین کے لیے دشمن سے مقابلہ کیا۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہمیں اس راہ میں شہادت اور قید خانوں کی اذیت کے لیے ہمیشہ تیار رہنا ہوگا۔ پھر دنیا نے دیکھا کہ کسمپرسی کی حالت میں از سر نو منظم ہونے والی اس جماعت کو 52 ممالک کی جدید ٹیکنالوجی بھی نہ ہرا سکی۔ اور ہرانا یا شکست دینا تو دور کی بات، مٹھی بھر طالبان مجاہدین کو 52 ممالک اربوں ڈالر جنگ میں جھونک کر ان نفوسِ قدسیہ کو رام بھی نہ کر سکے۔

دین کے ساتھ مخلص اور جفاکش طالبان مجاہدین پر آرام دہ کمروں میں بیٹھ کر تبصرہ کرنے والے اور مادیت پرستی کے دلدادہ غیظ وغضب سے

اپنی انگلیاں کاٹ کھانے لگے۔

دوراندیش اور درویش صفت مومنین کی اس جماعت نے نصرت الٰہی اور توکل علی اللہ کی طاقت سے یہ ثابت کر دکھایا کہ حق ہی ہمیشہ غالب آتا ہے۔ اور مجاہدین کو اجڈ، جاہل، دقیانوس اور شدت پسند کے القابات سے نوازنے والے اس بات پر حیران تھے کہ ان سادہ لوح لوگوں نے ہمیشہ حق بات ہی کہی۔

جب الیکٹرانک و پرنٹ میڈیا امریکی وصیہونیوں کے چاکر پرویز مشرف کو ہیرو کہتے نہ تھکتے تھے تو طالبان نے اس کرائے کے پالتو کو غدار اور اسلام دشمن قرار دیا تھا۔ جسے آج تمام تبصرہ نگار، دانشور اور ارباب اختیار سب کے سب مانتے ہیں اور آج پرویز مشرف کو غدارِ وطن اور قوانین کو پامال کرنے کے جرم میں اپنی عدالتوں میں گھسیٹ رہے ہیں۔

تو جاہل کون؟

اسی طرح ملالہ یوسف زئی جس کی اصلیت کو بھی یہ دانشور اور تبصرہ نگار نہ بھانپ سکے اور اس کو عزت وتوقیر کے بالا خانوں پر بٹھایا تو سادہ لوح طالبان نے اسے بھی یہودیوں اور صیہونیوں کی سازش قرار دیا۔ جسے کوئی ماننے کو تیار نہ تھا۔ لیکن آج تمام دانشور اور ملکی ادارے ملالہ یوسف زئی کو برا کیوں گردانتے ہیں۔ خود ہی فیصلہ کیجئے کہ جاہل، اجڈ، شدت پسند، قدامت پسند اور دہشت گرد کون ہے؟

حافظ بدرالدین حقانی شہید

ہماری قابل فخر تاریخ میں صدیوں سے منزل بہ منزل قابلِ فخر شخصیات کا پڑاؤ رہا ہے۔ ان شخصیات اور تاریخی لوگوں میں کچھ وہ لوگ ہیں جنھوں نے تصوف علم، ادب وثقافت، اجتماعی خدمت اور دیگر شعبوں میں بلند کردار ادا کیا ہے۔

اور بہت سی شخصیات ایسی ہیں جو راہ جہاد کے سرفروش مجاہد رہے۔ آج مسلم امہ ان کے کارناموں پر فخر کرتی ہے۔

جس طرح تاریخ کے طول وعرض میں قابل شخصیات اور قابل فخر جہادی خاندان رہے ہیں۔ الحمد للہ آج کے دور میں بھی ہم اس فخر سے بہرہ مند ہیں۔ ملک کے طول وعرض میں بہت سے ایسے جہادی خاندان موجود ہیں جو اپنے نوجوانوں کی تربیت جہاد، دین کی حفاظت اور شہادت کی روایات کو برقرار رکھنے کے لیے کرتے ہیں۔ جن کی تمام زندگی دین الٰہی کے لیے وقف ہوتی ہے۔ ایسے قابل فخر، دین دار، جہادی خاندانوں میں سے ایک نمایاں خاندان افغانستان کے جنوب مشرقی علاقے پکتیا میں دو استعماروں کو شکست سے دوچار کرنے والے عظیم مجاہد مولوی جلال الدین حقانی کا خاندان ہے۔

اس خاندان کی قربانیاں سن اور جان کر پشتو شاعر خوشحال خان خٹک کا شعر یاد آجاتا ہے۔ جس کا ترجمہ کچھ اس طرح ہے۔

''ہمارے چھوٹے بڑے سب قبروں میں شہید ہو کر گئے، یہ ہنر پشت در پشت نسل در نسل ہمارے پاس ہے''۔

ذیل میں اس غازیوں اور شہیدوں کے خاندان کے ایک مایہ ناز سپوت حافظ بدرالدین شہید کی حیات اور کارناموں کا مختصراً تذکرہ کیا جاتا ہے۔

قائد المید انی، امام شامل ثانی کے القابات سے پکارے جانے والی ایک شخصیت جلال الدین حقانی کے گھر 1406 ہجری رمضان المبارک کے بابرکت مہینہ میں شمالی وزیرستان کے علاقہ میران شاہ میں دوران ہجرت ایک بچہ پیدا ہوا۔ جس کا نام بدرالدین رکھا گیا۔

حافظ بدرالدین حقانی نے ابتدائی تعلیم، آداب واخلاق اور عقائد اپنے مجاہد باپ سے سیکھے۔ دس سال کی عمر میں آپ نے قرآن مجید حفظ کر لیا اور ساتھ ہی جماعت ششم بھی پاس کر لی۔

حافظ بدرالدین حقانی حفظ کے بعد دینی علوم کی تحصیل وتکمیل کے لیے جامع منبع العلوم اور خیبر پختونخواہ کے مختلف مدارس میں زانوئے تلمذ تہہ کرتے رہے۔ اس کے علاوہ امارت اسلامیہ کے دور میں انہوں نے خاص طور پر اپنے والد صاحب سے کچھ کتابوں کا درس لیا جو موقوف علیہ درجہ سابعہ کی تکمیل تک جاری رہا۔

امریکہ کے خلاف جہاد

افغانستان پر امریکی جارحیت کے وقت حافظ بدرالدین حقانی، نوجوانی کی دہلیز پر قدم رکھ چکے تھے۔ آپ نے اپنے خاندان کی روایات برقرار

رکھتے ہوئے زندگی کی دوسری مصروفیات ترک کر کے جہاد کے جذبہ سے سرشار ہو کر میدان جنگ میں اتر نا پسند کیا۔

آپ نے شروع میں ایک عام مجاہد کی حیثیت سے پکتیا، پکتیکا اور خوست کے جنگی محاذوں پر دشمن کے خلاف جہادی کاروائیاں شروع کر دیں۔ گوریلا وار میں کچھ عرصہ خدمات سرانجام دینے کے بعد آپ کو فدائی حملوں کے ایک یونٹ کا سربراہ بنا دیا گیا۔ اپنی شہادت کے دن تک آپ اس ذمہ داری کو نبھاتے رہے۔ مخصوص فدائی حملوں کی منصوبہ بندی کے علاوہ جنوب مشرقی زون کے تنظیمی ریاست کے سیکرٹری اور صوبہ خوست کی عسکری ذمہ داریاں بھی نبھاتے رہے۔

کفرشکن فدائی حملے

حافظ بدرالدین حقانی کا شمار امارت اسلامیہ کی صفوں میں ذہین اور مدبر و فعال عسکری شخصیات میں ہوتا ہے۔ گزشتہ بارہ سالوں میں آپ نے اپنی پوری تحقیق کے ساتھ مرتب کردہ منصوبوں اور کامیاب حملوں کے ذریعے دشمن کو بار بار شدید نقصانات سے دوچار کیا۔

کابل، بگرام، پکتیا، خوست، میدان، وردک اور ملک کے دوسرے علاقوں میں بدرالدین حقانی کے جدید طرز سے کئے گئے حملوں اور ان کے بارے میں دشمن کے اعترافات سے ہمارے اس دعویٰ کی تصدیق ہوتی ہے۔

سرفروش مجاہدین کے ہاتھوں بدرالدین شہید کے ترتیب شدہ کامیاب حملوں سے دشمن کو کئی مرتبہ سخت نقصانات اور ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑا۔ آپ نے اپنی زندگی میں 75 مختلف النوع بڑے فدائی حملے کروائے۔ جن میں بگرام، کابل، خوست جیسے بڑے آپریشن بھی شامل ہیں۔ صحرا باغ میں قائم امریکی مرکز، ضلع دومندو پر حملہ، انٹرکانٹی نینٹل اور کابل کے نوگوا یریاز میں آپ نے کمال مہارت سے کامیاب آپریشن کروائے جس سے دشمن کو سخت جانی و مالی نقصان پہنچا۔

بالآخر شہادت

حافظ بدرالدین حقانی شہید اپنے کارناموں، شجاعت اور منصوبہ سازیوں کے باعث امریکیوں کی بلیک لسٹ و ہٹ لسٹ میں شمار ہونے لگے۔ امریکہ ہمیشہ آپ کے تعاقب میں رہا۔ متعدد بار وہ ناکام و نامراد ہوا۔ آخر کار آپ 24 اگست 2012ء کو امریکی ڈرون اٹیک میں دیگر مجاہد ساتھیوں کے ساتھ شہادت کے عظیم مرتبہ پر فائز ہو گئے۔

انا للہ و انا الیہ راجعون.

امارت اسلامیہ کی ''رہبری شوریٰ'' کا خراج تحسین

امارت اسلامیہ کی ''رہبری شوریٰ'' نے حافظ بدرالدین حقانی کی شہادت کی مناسبت سے نشر ہونے والے اعلامیہ میں آپ کے خاندان، ساتھیوں اور دوستوں کو مبارکباد پیش کی اور جنت میں بلند درجات اور ان کی خدمات کی قبولیت کی دعا کی۔

شخصیت وخصوصیات

ہم پورے اعتماد سے کہہ سکتے ہیں کہ حافظ بدرالدین حقانی شہیدؒ رواں جہاد کی ایک بے مثال ہستی تھے۔ جن کی شہادت پر ان کے دوست غمگین اور دشمن ایک لمحے کے لیے خوش ہو گئے ہوں گے۔ ان کے بھائی خلیفہ سراج الدین حقانی کہتے ہیں کہ شہادت کے وقت حافظ بدرالدین کا جسم میزائل لگنے کی وجہ سے ٹکڑے ٹکڑے ہو چکا تھا۔ صرف سینہ صحیح سلامت رہ گیا تھا۔ مجاہدین نے انہیں سینے سے پہچان لیا۔ یہ ان کی کرامت اور قرآن کریم کے اعجاز کی علامت تھی۔ کیونکہ ان کے سینہ میں قرآن کریم محفوظ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے پورے جسم میں سے صرف سینے کو صحیح وسلامت رکھا۔

صوبہ خوست کے عسکری ذمہ دار مولوی محمد جان آپ کے بارے میں کہتے ہیں۔

''حافظ بدرالدین گفتگو اور تعبیر کے بادشاہ تھے۔ محفل میں موجود سب لوگوں کی توجہ کھینچ لیتے تھے۔ آپ صبر اور حوصلے کے مالک تھے اور لوگ آپ کی بات توجہ سے سنتے تھے۔ آپ نے دشمنوں کی صفوں میں گھس کر حملے کئے۔ آپ نے فدائی دستوں کے ساتھ نت نئی ترکیبات کے ذریعے دشمن کے

گھروندوں میں نقب لگائی اور دشمن کو بے تحاشہ زک پہنچائی۔

شہید حافظ بدرالدین حقانی کی شہادت کے بعد امریکی ذرائع ابلاغ نے آپ کو ایک خطرناک دشمن قرار دیا۔"The Long War" نامی ایک امریکی نشریاتی ادارہ نے لکھا

''امریکی جاسوس طیاروں نے بدرالدین حقانی نامی طالبان کے اہم کمانڈر کو مار دیا ہے۔ بدرالدین حقانی نے امریکیوں پر سب سے بڑے اور ہلاکت خیز حملے کیئے۔

عربی کا مقولہ ہے۔

''والفضل ما شهدت به الاعداد''

''اصل فضیلت اور برتری یہی ہے کہ دشمن اس کا اعتراف کرے''۔

امریکی فرعونی حکام اپنے تکبر اور غرور کی انتہا میں بھی اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ بدرالدین حقانی ان کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ تھا۔ اس سے آپ کی عسکری و جہادی حیثیت معلوم ہوتی ہے۔

حافظ بدرالدین حقانی شہید کا شمار ایسے مجاہدین میں ہوتا ہے جنہوں نے شہادت کے بعد دشمنوں سے اپنی شہادت کا انتقام لیا۔ وہ اس طرح

حافظ بدرالدین حقانی شہیدؒ نے شہادت سے قبل کابل کے آریانہ ہوٹل میں سی آئی اے کے مرکزی دفتر پر حملے کی منصوبہ بندی مکمل کر لی تھی۔ آپ کی شہادت کے بعد طالبان مجاہدین نے آپ کی بنائی منصوبہ بندی پر عمل کرتے ہوئے آپ کی شہادت کا انتقام لیا اور آپ کے منصوبے کو کامیابی سے پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ جس سے دشمن کے انٹیلی جینس حکام کو بھاری جانی و مالی نقصان پہنچا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ حافظ بدرالدین حقانی شہیدؒ کی شہادت کو قبول فرمائے۔

آمین یاربّ العالمین

کماندان مولوی محمد مجاہد شہیدؒ

کماندان حضرت مولوی محمد مجاہد ایک بلند ہمت، سخت جان، متوکل اور سرگرم مجاہد تھے۔ 2012ء میں امریکی جارحیت کا نشانہ بننے والے اس شہید نے صوبہ لغمان ضلع بادیش کے گاؤں گلیانو میں سید حسین کے گھر میں آنکھ کھولی۔ آپ کے والد محترم پرہیزگار انسان تھے۔ زمانہ طالب علمی میں ہی آپ نے مولانا جلال الدین حقانی صاحب اطال اللہ عمرہٗ کی قیادت میں خوست کے کئی محاذوں میں شریک رہے اور فتح خوست کے وقت بھی وہاں موجود تھے۔

آپ بھاری اسلحہ کے بہت ماہر مجاہد تھے۔ آپ طالبان کے ساتھ قندھار سے کابل فتح کے سفر پر روانہ ہوئے تھے۔ آپ سقوط افغانستان کے موقعہ پر جنرل دوستم کی سپاہ کے وحشیانہ مظالم کا شکار ہوئے۔ آپ ان مجبور، بے بس اسیران میں بھی تھے جن کو کنٹینروں میں بند کیا گیا تھا۔ ان میں سے اکثر مجاہدین دشت لیلیٰ کی صحرائی زمین میں اجتماعی قبروں میں دفن کر دیئے گئے تھے تو زندہ بچ جانے والوں کو جن میں آپ بھی شامل تھے۔ جیل کی کال کوٹھڑیوں میں تختہ مشق بنایا گیا۔

حضرت محمد مجاہد خود تذکرہ فرماتے تھے۔

''جب کنٹینروں کے دروازے بند کر دیئے گئے۔ گرمی سے برا حال ہو گیا۔ ہمارے حلق خشک ہو گئے۔ زبانیں باہر آنے لگیں۔ تمام ساتھیوں کو پیاس لگنے لگی اور گرمی کی شدت بڑھتی ہی چلی جارہی تھی۔ بدن تپنے لگے تو اکثر ساتھی شدت پیاس سے نڈھال ہو کر شہید ہونے لگے۔ ہم گرمی کی شدت سے آنے والے پسینہ کو کنٹینر کی دیوار سے پونچھتے اور پھر اسی پسینہ سے اپنی زبان تر کرتے۔ دوستم کے درندے بھی کنٹینروں پر فائر کر رہے تھے۔

پھر میں بے ہوش ہو گیا۔ ہوش آنے پر دیکھا تو کنٹینر میں ایک سوراخ نظر آیا۔ میں نے سوراخ کے قریب جا کر سانس لیا۔ باہر دیکھا تو ایک آدمی نظر آیا۔ میں نے اس سے پانی مانگا تو وہ دوڑ کر پانی لے آیا۔ میں نے پانی پیا تو مجھے قے آنا شروع ہو گئی۔ میں نے کنٹینر میں آواز لگائی کہ پانی آ گیا ہے۔ پانی پی لیں۔ گرتے پڑتے ایک ساتھی آیا۔ اس نے بھی پانی پیا تو اسے بھی قے آنے لگی۔

اتنی دیر میں کنٹینروں کے دروازے کھلے تو ہر کنٹینر میں صرف دو یا تین، مجاہدین ہی زندہ بچے تھے۔ بالآخر ہمیں شبرغان جیل لایا گیا۔ جس میں

11 بیرکس اور بڑا ہال تھا۔ ہم انتہائی تکلیف میں گزارہ کررہے تھے۔ کھانا عین اس وقت لایا جاتا جب ہمارے سونے اور آرام کرنے کا وقت ہوجاتا۔ 24 گھنٹے میں ایک چھوٹی سی روٹی کھانے کو دی جاتی۔ روزانہ ایک دو ساتھی بھوک کی شدت کی وجہ سے شہید ہوتے۔ دوستم کے کارندوں نے ایک اور ظلم بھی ڈھار کھا تھا کہ وہ سالن میں یوریا کی کھاد ڈال دیتے۔ جس کی وجہ سے بہت سے مجاہدین شہید ہوگئے۔

جب جیل میں کھانا اور حالات اچھے ہوگئے تو پھر یہاں پر مدرسہ قائم کرلیا۔ پھر ہمیں شبرغان سے کابل جیل منتقل کردیا گیا۔ تین سال پل چرخی میں قید رہنے کے بعد میں بھی دوسرے قیدیوں کے ساتھ رہا ہوگیا''۔

حضرت محمد مجاہد نے جیل سے رہائی ملتے ہی جارحیت پسندوں کے خلاف جہاد کا آغاز کردیا۔ یہاں تک کہ کابل شاہراہ کو بند کرکے آئے دن دشمن کو طرح طرح کے جانی و مالی نقصانات پہنچاتے۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ 2008ء میں آپ نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ دشمن کے ایک بڑے کانوائے پر حملہ کردیا۔ جس میں اکثریت فرانسیسی فوجیوں کی تھی۔ جس میں 90 فرانسیسی ہلاک اور بہت سے زخمی ہوئے۔

2010ء میں ایک اور کانوائے پر حملہ کرکے 20 گاڑیاں، ٹینک اور رینجر گاڑیاں غنیمت میں حاصل کیں۔ 30 فوجی زندہ گرفتار اور 84 فوجی ہلاک و زخمی ہوئے۔ آخر لغمان کے علاقے کلمنی میں غاصب درندوں نے شوال 1433 کو اس باہمت سخت جان مجاہد کو ایک فضائی حملہ کرکے شہادت کے بلند ترین مقام پر فائز کردیا۔

''شوراب آپریشن پر امریکی جرنیلوں کی اہانت آمیز برطرفی''

افغانستان کے صوبہ ہلمند میں بیس کیمپ مشن ایک برطانوی فوجی اڈہ ہے۔ جس کے ملحق امریکی بیس آباد ہے اور جنوبی افغانستان میں اسے نیٹو کا ہیڈکوارٹر بھی کہا جاتا ہے۔ یہ افغانستان کے سب سے بڑے فوجی اڈوں میں سے ایک ہے جو میلوں پر محیط ہے۔ تقریباً سب سے بڑے اس فوجی اڈے پر ستمبر 2012ء میں طالبان نے قیامت خیز کامیاب حملہ کیا۔

طالبان مجاہدین نے اس عالمی شہرت یافتہ حملے کو شوراب آپریشن کا نام دیا تھا۔ اس حملہ میں طالبان کی جانب سے صرف 15 تربیت یافتہ فدائی مجاہدین نے خود کو تین گروپوں بنام حضرت عمر فاروقؓ، حضرت بلال بن رباحؓ اور حضرت خالد بن ولیدؓ میں منقسم کیا۔

فدائی مجاہدین نے امریکی فوجی وردیوں میں ملبوس ہوکر خاردار تاریں کاٹیں اور فوجی اڈے میں گھس کر اپنی حکمت عملی کے تحت اسی جگہ پر حملہ کیا جہاں انہیں علم تھا کہ قیمتی طیارے پارک کیے گئے ہیں۔ اس حملے میں 6 انتہائی اعلیٰ لڑاکا طیاروں اور دیگر 12 فوجی طیاروں کو تباہ کردیا۔ جن میں ایک C130 طیارہ بھی شامل تھا۔

امریکی جریدے ''میرین کارپس ٹائمز'' کے مطابق ایک بیریر (فضا میں ہی دوسرے طیارے کو تیل فراہم کرنے والا) طیارے کی کم از کم مالیت 24 ملین ڈالرز ہے۔ اور دوسرے 14 طیاروں کی مجموعی قیمت 70 ملین ڈالرز ہے۔ جبکہ سی ون تھرٹی کی مالیت 80 ملین ڈالر ہے۔

امریکی اعلیٰ سطحی کمیشن کا کہنا ہے کہ وہ اس بارے میں یہ جان کر حیران ہوئے کہ طالبان حملہ آوروں نے فوجی اڈے کے اندر گھس کر چھوٹے ہتھیاروں کی مدد سے انتہائی اعلیٰ جنگی مہارت کا مظاہرہ کیا اور ہینگرز میں موجود لڑاکا بیریر طیاروں کو RPG-7 اور مشین گنوں سے نشانہ بنا ڈالا۔ جس کے نتیجہ میں درجنوں طیاروں کو نقصان پہنچا۔

اعلیٰ امریکی عسکری قیادت اس امر پر ناراض تھی کہ مارچ 2012ء میں طالبان نے ایک بارود سے بھری گاڑی لے کر اس اڈے میں رن وے پر امریکی سیکرٹری دفاع لیون پینٹا کے طیارے کو بھی اڑانے کی کوشش کی تھی جس میں وہ بال بال بچ نکلنے میں کامیاب ہوا۔ اس واقعہ پر اعلیٰ امریکی حکام نے سخت ایکشن لینے کا عہد کیا تھا کہ چند ماہ بعد ستمبر 2012ء میں اس بڑے فوجی اڈے پر طالبان کی یلغار اور اس میں کثیر تعداد میں فوجیوں کی ہلاکت اور درجن سے زائد طیاروں کی تباہی کا واقعہ رونما ہوگیا۔

واضح رہے کہ طالبان مجاہدین نے قرآن پاک کی بے حرمتی اور گستاخانہ فلم کا انتقام لینے کے لیے اور برطانوی شہزادے ہیری کو قتل یا اغوا کرنے کے لیے اتنا بڑا حملہ کیا تھا۔ اس وقت طالبان کا ایک گروپ برطانوی شہزادے ہیری سے صرف چار سو میٹر کی دوری پر پہنچ چکا تھا۔ لیکن شہزادہ محفوظ مقام کی طرف خیمہ چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوا اور وہ بچ گیا۔ پھر اتحادی افواج نے اسے وہاں سے جلد از جلد برطانیہ واپس بھجوا دیا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ طالبان اس کو ہماری فوج کی موجودگی کے باوجود اچک کر لے جائیں۔ بزدل شہزادے نے بھی بھاگ جانے میں عافیت سمجھی۔

اس شدید حملہ کے بعد امریکی حکام نے سیکیورٹی امور میں غفلت برتنے اور ذمہ داروں کا تعین کرنے کے لیے ایک انکوائری کمیشن قائم کیا۔ لیکن کئی ماہ تک محیط انکوائری میں انکوائری کمیشن اس واقع کے ذمہ داران کا تعین نہ کر سکا۔ جس پر اعلیٰ امریکی قیادت نے ایک نیا انکوائری کمیشن مقرر کر کے یو ایس میرین کے سربراہ جنرل جیمز آموس کو اس کا سربراہ بنایا۔ اس نے امریکی سنٹرل کمان کی 4 ماہ کی تحقیقات کے نتیجے میں کاروائی کرتے ہوئے ہلمند میں مشن کیمپ کی حفاظت میں ناکامی پر 2 عدد ٹو سٹار جنرلز کو بطور سزا برطرف کر دیا۔

میجر جنرل چارلس گرگانوس جنوب مغربی افغانستان میں غیر ملکی افواج کے کمانڈر اور میجر جنرل گریگ سٹرڈیوینٹ ایوی ایشن کے کمانڈر تھے۔

ان کو برخاست کرتے ہوئے جنرل جیمز آموس نے نوٹ لکھا۔

''مجھے افغانستان میں فوجیوں کی دشواری کا احساس ہے۔ تاہم میری ذمہ داری مجھ سے یہ امید رکھتی ہے کہ میں کمان کی اپنی ذمہ داریوں اور جوابدہی کے تئیں صادق رہوں''۔

اس کے علاوہ اس نے واضح طور پر لکھا کہ جنرل گرگانوس اپنے زیر کمان فوجیوں اور ساز و سامان کے حتمی ذمہ دار تھے۔ ان سے فیصلہ کرنے میں غلطی ہوئی۔ کیونکہ انہوں نے ہلمند میں بیسٹیئن کیمپ کے علاقے میں طالبان کے خطرے کو کم گردانا۔ اور حملے کے وقت دونوں جنرلز اس بات کا تعین کرنے میں ناکام رہے کہ کس وقت انہیں کیا اقدام اٹھانا ہے۔ وہ اس نازک مرحلہ میں بالکل ناکام رہے جو پیشہ وارانہ نااہلی کے ضمن میں آتا ہے۔ اور جس وقت طالبان نے اڈے پر حملہ کیا اس وقت گارڈ ز ٹاور خالی تھے۔ جبکہ کیمپ کے اطراف گشت بھی نہ کیا جا رہا تھا۔

تحقیقاتی رپورٹ کے مطابق اس علاقہ میں میرین فضائیہ کے ذمہ دار جنرل سٹرڈیونیٹ نے مناسب طور پر فوج کی حفاظت کا تجزیہ نہیں کیا۔ جنرل آموس نے بحریہ کے امور کے وزیر سے یہ سفارش بھی کی کہ جنرل گرگانوس کی ترقی کے لیے کی گئی نامزدگی واپس لے لی جائے اور جنرل سٹرڈیوینٹ کو سرزنش کا ایک خط بھیجا جائے۔

امریکی افواج کے اعلیٰ افسران کی سرزنش کا یہ واقعہ اپنے آپ میں ایک مثال ہے۔ یو ایس میرین ٹائمز کا دعویٰ ہے کہ دو عدد ٹو اسٹار جرنیلوں کو ایک ہی وقت میں امریکی افواج سے نااہلی اور پیشہ وارانہ اصولوں سے انحراف کے الزام میں فوج سے نکالے جانے کا واقعہ ویت نام کی جنگ کے بعد پیش آیا۔ جسے انتہائی اہم قرار دیا گیا۔

امریکی اعلیٰ عسکری قیادت کا ہر فیصلہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ شوراب آپریشن طالبان کے لیے نہایت کامیاب رہا۔ جس کے دوررس نتائج اب تک برآمد ہو رہے ہیں۔ اور امریکی جرنیلوں کی جبری برطرفی دراصل امریکی قیادت کا برملا اعتراف ہے کہ طالبان کا آپریشن شوراب کامیاب رہا۔ اور امریکی برطانوی اور افغان افواج 15 مجاہدین کے سامنے ڈھیر ہو گئیں۔ جو مجاہدین اسلام کی جنگی مہارت کی کامیابی اور جدید ٹیکنالوجی سے ہم آہنگ افواج کی نااہلی کی دلیل اور واضح ثبوت ہے۔

''وما النصر الا من عند اللہ العزیز الحکیم''

طالبان مجاہدین گزشتہ گیارہ برس سے اپنے دین اور امارت شریعہ کے دفاع کی راہ میں صلیبی استعماروں اور ان کے بے مروت حامیوں کے ساتھ جہاد اور مزاحمت کے محاذوں میں مصروف عمل ہیں۔ اس طویل عرصے کے دوران اللہ تعالیٰ کے کرم، فضل اور نصرت سے ان کے جہادی عزم، حوصلوں کے ثبات اور استقامت میں روز بروز اضافہ ہوا اور اللہ تعالیٰ کی مدد سے عالمی کفر کو تمام محاذوں میں ناقابل فراموش شکست دینے میں وہ کامیاب ہو سکے ہیں۔ انہوں نے دشمن کو تمام تر فوجی قوت ہونے کے باوجود مغلوب کر کے اور آخر کار اسے فوجی اڈوں سے فرار ہونے پر مجبور کر دیا۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی خاص مدد، تائید اور فضل و کرم سے ممکن ہوا۔

امریکہ ایک ایسے ملک پر جس کی کوئی باقاعدہ منظم فوج نہیں ہے۔ سالانہ 450 ارب ڈالر خرچ کر رہا ہے۔ امریکہ کے سنٹر آف ڈیفنس کے اعداد و شمار کے مطابق امریکہ ایک امریکی فوجی پر 2700 ڈالرز، نیٹو فوجی پر 500 ڈالرز جبکہ افغان فوجی پر 32 ڈالرز یومیہ خرچ کر رہا ہے۔ لیکن نتیجہ آپ کے سامنے 2012ء کے درج ذیل اعداد و شمار کی صورت میں ہے۔ جو طالبان نے الفاروق آپریشن 2012ء میں حاصل کیا۔

الفاروق آپریشن کی کامیابیوں کے اعداد و شمار

ریموٹ کنٹرول WKS ڈیوائس بم حملے	3829

فدائی حملے	69
مراکز اور چیک پوسٹوں پر حملے	2093
ہیلی کاپٹر و جنگی طیارے تباہ	56
جاسوس طیارے تباہ	29
میزائل و راکٹ حملے	1209
کمین یا گھات حملے	1270
ٹینک و بکتر بند گاڑیاں تباہ	2437
آئل ٹینکر و ٹرک تباہ	1756
چھوٹی فوجی گاڑیاں تباہ	2451
سپلائی لائن پر حملے	620
صلیبی فوجی ہلاکتیں	10241
افغان مرتد فوجی ہلاکتیں	15734
صلیبی فوجی زخمی	2924
افغان فوجی زخمی	7913
فدائی مجاہدین شہید ہوئے	165
دیگر کاروائیوں میں شہید مجاہدین	693
زخمی مجاہدین	509

2013ء آپریشن ''حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ''

وحرّض المؤمنین عسی اللّٰہ أن یکفّ بأس الذین کفروا O (النسآء 84)

''اور مؤمنوں کو بھی ترغیب دو۔ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ کافروں کی لڑائی کو بند کر دے''۔

نصر من اللّٰہ و فتح قریب وبشر المؤمنین.

''خدا کی طرف سے مدد (نصیب ہوگی) اور فتح (عن) قریب (ہوگی) اور مومنوں کو (اس کی) خوشخبری دو''۔ (الصّف 13)

امارت اسلامیہ نے حسب سابق سال 2013ء کے لیے اسلامی تاریخ کے فاتح سپہ سالار حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے نام سے ایک عظیم جہادی آپریشن کا اعلان کیا۔ اور اللہ کے حضور سجدہ ریز ہو کر دعائیں کیں کہ جس طرح جلیل القدر صحابی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ سے اس وقت کے مغربی رومی اتحادیوں کو دمشق اور یرموک کے معرکوں میں تاریخی شکست فاش دی تھی۔ اب بھی اس مقدس جنگ کو مغربی غاصبوں کی شکست، مقبوضہ ملک کی مکمل آزادی اور وہاں اسلامی حاکمیت کے نفاذ کا آخری مؤفقانہ آپریشن بنا دیں۔

وما ذالک علی اللّٰہ بعزیز ا

2012ء کے الفاروقؓ آپریشن کا کامیاب اختتام اور خالد بن ولیدؓ آپریشن کا پرنوید و پرعزم آغاز 2013ء میں طالبان مجاہدین نے باسمہٖ تعالیٰ کیا۔

جب 2013ء میں موسم بہار نے اپنی تمام تر حشر سامانیوں کے ساتھ سرزمین افغانستان میں ڈیرے ڈالنے شروع کر دیئے اور یہ بہار احساسات، ولولوں، جذبوں اور اخلاص ومحبت سے سرشار تھی تو طالبان اسلام نے سال 2013ء کی کاروائیوں کو اسلام کے عظیم سپہ سالار پرعزم فاتح حضرت خالد بن ولیدؓ کے نام سے موسوم کر کے آپریشن خالد بن ولیدؓ کے تحت کاروائیاں شروع کر دیں۔

موسم بہار طالبان مجاہدین کے لیے واقعتاً نوید بہار ہی لے کر آتا ہے۔ کیونکہ افغانستان کے اکثر علاقوں میں سردی کا موسم قدرے شدید ہوتا ہے۔ جس میں جنگی نقل وحمل کر جاری رکھنا انتہائی دقت کا باعث بنتا ہے۔ اس دوران مجاہدین اپنے لئے آئندہ کے جہادی لائحہ عمل اور جنگی منصوبہ بندیوں کو ترتیب دیتے ہیں۔ نئی نئی حکمت عملیوں کے بارے میں غور وخوض کرتے ہیں۔ مجاہدین کو ہر طرح سے مضبوط اور ناقابل شکست بنانے پر بھرپور توجہ دیتے ہیں۔ دشمن کی ٹیکنالوجی اور جنگی آلات کو مفلوج کرنے اور دشمن کو زیادہ سے زیادہ جانی و مالی نقصان پہنچا کر زچ کرنے کے بارے میں عملی اقدامات کا جائزہ لیتے ہیں اور پھر موسم بہار کے آتے ہی دلوں کے گلاب کِھل اُٹھتے ہیں۔ تمنائیں برآنا شروع ہوجاتی ہیں اور تین چار ماہ کے دوران تیار کی گئی حکمت عملیوں پر عمل پیرا ہونے کے لیے کامل تیاری کے ساتھ میدان کارزار میں کود پڑتے ہیں۔

پھر طالبان کی تیار کردہ منصوبہ بندیاں اور اچانک حملے دشمن کے حوصلے پست کرتے ہوئے اس کے اوسان خطا کردیتے ہیں۔ دشمن کو شدید نقصان کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جس کا وہ بارہا اعتراف بھی کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دشمن کو یہ موسم بہار پہلے سے زیادہ خطرناک اور مسائل ومصائب میں مبتلا کرنے والا لگتا ہے۔ دشمن کا ہر سپاہی یہی کہتے ہوئے پایا جاتا ہے کہ اس سال موسم بہار گزشتہ سالوں سے زیادہ جان لیوا ثابت ہوگا۔

آپریشن خالد بن ولیدؓ نے آغاز سے ہی فتح وکامرانی کے جھنڈے گاڑنا شروع کردیئے اور دشمن عبرتناک حد تک مالی وجانی نقصان سے دوچار ہونے لگا۔

افغان عوام اور مجاہدین نے وہ دن بھی دیکھے تھے کہ جب امریکی واتحادی چند گھنٹوں میں قابض ہو کر یہاں پر اپنا راج قائم کرنے کا دعویٰ کر رہے تھے اور مجاہدین کے خلاف عملیات کا نام جانوروں کے نام سے موسوم کرتے تھے جبکہ

2013ء میں افغان عوام اور مجاہدین نے حق وصداقت کے علمبردار طالبان مجاہدین کو دیکھا کہ دشمن کے خلاف اس مقدس جنگ میں عظیم المرتبت اور عظیم الشان ہستیوں کے نام سے کامیاب عملیات تشکیل دے رہے ہیں۔ جو ایک سے بڑھ کر ایک ہوتی ہیں۔

آپریشن خالد بن ولیدؓ کا آغاز 2 ہیلی کاپٹروں اور ایک طیارے کی تباہی اور درجنوں صلیبی واتحادی فوجیوں کی ہلاکت سے ہوا۔ یہ آپریشن عین اس وقت شروع ہوا جب کٹھ پتلی طاغوتی حکومت اور غاصب امریکی حکومت کے مابین افغانستان میں طویل المدت قیام کے سلسلہ میں معاہدہ ہونے جارہا تھا۔

اس آپریشن سے یہ واضح ہوگیا کہ ادھر کون کیا چاہتا ہے؟ یعنی اس ملک کے حقیقی وارث امارت اسلامیہ کے مجاہدین ہیں جو یہاں شرعی نظام کا نفاذ کرنے والے ہیں اور یہ ملک کٹھ پتلی حکمرانوں کے باپ کی جاگیر نہیں ہے۔

سرزمین افغانستان کا طویل المدت معرکہ ''قلعہ ساروان''

صوبہ ہلمند کے شمال میں گرشک اور کجکی کے درمیان سنگین کی ندی سے شمال کی طرف گرماؤ تک دریائے ہلمند کے کنارے پر سرسبز وشاداب علاقہ ''ناوہ''، جس کی لمبائی 25 کلومیٹر ہے۔ ''قلعہ ساروان'' کے نام سے جانا جاتا ہے۔

یہ قلعہ گنجان آباد اور زراعت کے لحاظ سے اہم سمجھا جاتا ہے۔ اس کا تعلق ضلع سنگین سے ہے۔ قلعہ ساروان ایسی جگہ ہے جہاں امریکیوں وصلیبی اتحادیوں کے ساتھ طالبان پچھلے 11 سالوں سے نبرد آزما رہے ہیں۔ غاصب جارح اتحادی افواج نے اس علاقہ کو اپنے کنٹرول میں لانے کے لیے بہت کوششیں کیں۔ اس علاوہ میں سب سے پہلے 2005ء میں برطانوی فوجیوں نے داخل ہو کر قسمت آزمائی کرنا چاہی لیکن سخت مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ 2006ء میں تو دشمن نے خود اعتراف کیا کہ قلعہ ساروان میں ماضی کے مقابلہ میں اس سال جولائی میں کئی گنا زیادہ ہلاکتیں ہوئی ہیں۔ برطانوی فوجی یہاں 2007ء تک ٹکریں مارتے رہے لیکن ہلاکتوں کے سوا کچھ بھی ہاتھ نہ لگا۔

2007ء میں برطانوی فوجیوں کی شکست کے بعد امریکی فوجیوں نے ہلمند کے دوسرے علاقوں کی طرح قلعہ ساروان پر بھی حملہ کیا اور پرپیچ لڑائی میں پھنس گئے۔ 2007ء سے 2011ء تک امریکی و برطانوی اور دوسرے قابض فوجیوں نے اس علاقہ میں مسلسل فوجی آپریشنز، حملوں، بمباریوں اور فوجی اڈوں کے قیام پر خصوصی توجہ بھی دی۔ لیکن اس دوران مجاہدین کی طرف سے سخت مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ اور کوئی بھی دن اتحادی افواج کی ہلاکتوں سے خالی نہ گیا۔ بالآخر امریکیوں نے یہاں ہر محلے میں فوجی اڈے قائم کرکے بھاری جانی ومالی نقصانات کے بعد علاقہ پر قبضہ کرلیا۔ چونکہ کجکی کی طرف یہاں سے ایک راستہ گزرتا ہے۔ اسی طرح زمیند، موسیٰ قلعہ، بغران، یغنی، غورک اور سنگین کے درمیان یہ علاقہ دفاعی لحاظ سے انتہائی

اہم ہے۔اسی اہمیت کے پیشِ نظر امریکی واتحادی افواج نے اپنا تسلط قائم کرنے کے لیے نہ تو تشدد اور ظلم سے گریز کیا اور نہ ہی اپنے فوجیوں کی ہلاکتوں کی کوئی پرواہ کی۔

دشمن نے قلعہ ساروان میں چار سال کے دوران بہت کوشش کی کہ اس علاقہ پر ہمیشہ کے لیے اپنا کنٹرول برقرار رکھے جس کے لیے ہر محلے میں افغانستان فورسز کو مورچے اور فوجی اڈے قائم کر کے دیئے۔کئی علاقوں میں قومی لشکر کے رضا کار اہلکار بھی تعینات کئے۔ندی اور سڑک کے دونوں جانب مضبوط مورچے اور فوجی اڈے قائم کئے۔الغرض پورے علاقہ کو ایک فوجی چھاؤنی کی شکل دے ڈالی۔

امریکیوں اور افغان فورسز کی سرگرمیوں کے باعث حالات اس قدر خراب ہوگئے کہ مجاہدین کو گوریلا کاروائیوں میں بھی کافی دشواری کا سامنا کرنا پڑا۔غیر ملکی افواج نے سیکیورٹی انتظامات کا کنٹرول افغان فوجیوں، پولیس اور مقامی قومی لشکر کے رضا کاروں کے سپرد کر دیا۔

2013ء میں مجاہدین کا ہلمند کی سطح پر اہم ہدف یہ تھا کہ قلعہ ساروان پر اپنا کنٹرول دوبارہ مستحکم کریں یا کم از کم جہادی سرگرمیاں شروع کر لیں۔

لہٰذا 19 مئی 2013ء کو طالبان مجاہدین نے دریائے ہلمند (دریائے رود) عبور کرتے ہوئے افغان فوجیوں پر شدید حملہ کیا۔جس کی تاب نہ لاتے ہوئے امریکیوں کی حفاظت پر مامور افغان اہلکاروں نے شکست کھا کر پسپائی اختیار کر لی۔جنگ کی ابتداء سے یوں لگا کہ طالبان مجاہدین کو فتح حاصل ہورہی ہے اور جنگ کے دوران مجاہدین دشمن پر کافی مضبوط دکھائی دینے لگے اور چند گھنٹوں میں دشمن کو پیچھے دھکیل دیا۔

قلعہ ساروان میں داخل ہونے کے لیے مجاہدین نے 24 گھنٹے کی جنگ کے نتیجہ میں قومی لشکر سے چار چیک پوسٹیں ہتھیا لیں اور ان کے 17 اہلکاروں کی لاشیں میدان جنگ میں چھوڑ کر آگے پیش قدمی کی۔ان لاشوں میں 3 بڑے کمانڈروں کی لاشیں بھی تھیں۔مجاہدین نے ایک ٹینک سمیت متعدد جنگی آلات اور اسلحہ بھی حاصل کیا۔قومی لشکر اور دیگر مسلح افراد کی ایک بہت بڑی تعداد قتل اور زخمی ہوگئی۔جبکہ ایک محدود تعداد فرار ہونے میں بھی کامیاب ہوگئی۔

مجاہدین نے قلعہ ساروان اور اس کے دیگر اہم علاقوں پر اپنا کنٹرول حاصل کر کے دشمن کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا۔امریکیوں نے اس علاقہ پر بھاری جانی و مالی نقصان اٹھا کر قبضہ کیا تھا لیکن افغان اہلکاروں نے ان کے تمام نقصانات رائیگاں کر دیئے۔امریکیوں نے کابل کٹھ پتلی حکومت پر دباؤ ڈالا تو انہوں نے ہزاروں افغان فوجی ہنگامی بنیادوں پر قلعہ ساروان روانہ کر دیئے۔کیونکہ امریکیوں کے خیال کے مطابق اگر طالبان یہاں قابض ہوگئے تو طالبان ہلمند اور ملحقہ علاقوں میں مستحکم ہو جائیں گے۔اور طالبان کی آمدورفت کا راستہ ہموار ہو جائے گا۔جو امریکیوں کے لیے بہت بڑا دھچکا ثابت ہو گا۔اور ان کے برسوں کے اقدامات ضائع ہو جائیں گے۔

پھر طالبان اور افغان فوجوں کے درمیان گھمسان کا رَن پڑا۔دشمن نے 5 مرتبہ جون اور جولائی کے مہینوں میں جنگی آپریشن کئے۔لیکن دوبارہ کنٹرول حاصل کرنے میں ناکام و نامراد ہی رہا۔قندھار، ہلمند، کابل اور ہرات کی فوجی چھاؤنیوں کے کور کمانڈرز کی زیرنگرانی آپریشن کئے گئے۔لیکن ہر بار شکست فاش کا ہی سامنا کرنا پڑا اور فاتح طالبان نے اپنا کنٹرول قلعہ ساروان پر مستحکم کر کے دفاعی خط قائم کر لیا۔

دشمن نے میڈیا پر بہت پراپیگنڈہ کیا اور اور سادہ لوح عوام کو ورغلانے کے بہت سے ہتھکنڈے آزمائے۔لیکن کوئی کامیابی حاصل نہ ہوسکی اور 350 سے زائد اہلکار جہنم واصل کروالئے۔

قلعہ ساروان پر اتحادیوں کی شکست کا ثبوت قومی لشکر کے سربراہ غلام جان کے اس بیان سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ اس نے میڈیا سے بات کرتے ہوئے کہا کہ افغان آرمی اور حکومت ان کے ساتھ تعاون نہیں کر رہی جس کے باعث طالبان نے چیک پوسٹوں پر قبضہ کر لیا ہے۔

اس طویل جنگ کے اختتام پر طالبان مجاہدین کو بڑی مقدار میں اسلحہ، مشین گنیں، راکٹ لانچرز اور دیگر فوجی ساز وسامان بطور غنیمت ہاتھ لگا۔ مجاہدین نے ایک بار پھر اس علاقے میں فاتحانہ انداز میں داخل ہو کر یہ ثابت کر دیا کہ حق وصداقت کے علمبردار کسی بھی وقت افغانستان کو آزاد کرا سکتے ہیں اور اپنا پرچم لہرا سکتے ہیں۔

3 فدائی مجاہدین کے ہاتھوں دشمن کے اربوں ڈالرز کا نقصان

جمعہ کا مبارک دن تھا جب تین فدائی مجاہدین نے ننگرہار کے سرحدی شہر طورخم میں امریکی فوجی اڈے پر حملہ کر کے امریکہ اور نیٹو کو ہلا کر رکھ دیا۔

سخت سیکیورٹی مزاحمت کے باوجود اللہ تعالیٰ کی نصرت سے مجاہدین تمام تر رکاوٹیں عبور کر کے فوجی اڈے کے اندر داخل ہو گئے۔ چار گھنٹے تک جاری رہنے والی اس لڑائی میں دشمن کا اربوں ڈالرز کا نقصان ہوا۔ بھاری اور ہلکے اسلحہ سے لیس تینوں فدائی مجاہدین نے دشمن پر قیامت برپا کر کے دشمن کے دو اہم مراکز تباہ و برباد کر کے رکھ دیئے۔

پہلا مرکز امریکہ کا سب سے بڑا اسپلائی فوجی اڈہ تھا۔ جو مکمل طور پر تباہ ہوا۔ حملے سے پہلے یہاں درجنوں مقناطیسی بم پہنچائے گئے جنہیں بڑی مہارت کے ساتھ تمام کنٹینروں اور ٹرالروں میں نصب کر دیا گیا۔ پھر ایک بٹن دبانے سے یہاں کھڑے تمام کنٹینرز بمع جنگی ساز و سامان راکھ کا ڈھیر بن گئے۔ علی الصبح ہونے والی اس کاروائی میں بھاری جانی نقصان کے ساتھ ساتھ 102 ٹینک، 22 سپلائی ٹرالر، 14 آئل ٹینکرز، 48 ٹرالرز اور دیگر قیمتی فوجی ساز و سامان ملبے کا ڈھیر بن گئے۔ اس کے علاوہ متعدد قابض اور افغان اہلکار ہلاک اور زخمی بھی ہوئے۔

جبکہ دوسرا حملہ اس اڈے سے متصل علاقہ میں کیا گیا تھا جس میں قابض اور افغان اہلکاروں کی رہائش گاہیں تھیں۔

درجنوں قابض اور افغان اہلکاروں کو چند گھنٹوں کی لڑائی میں جہنم واصل کیا گیا اور چھوٹی پارکنگ میں کھڑے 13 ٹرالرز 26 ٹینک اور 9 کنٹینرز کو مقناطیسی بم نصب کر کے ایک دھماکے کے ساتھ اڑا کر رکھ دیا۔

اس فدائی حملہ میں حصہ لینے والے تین فدائین جن کے امیر صاحب سعید محمد ننگرہار کے اور قاری سلیم صوبہ غزنی اور استاد مسرور صاحب ہلمند کے رہائشی تھے۔ یہ تینوں مجاہدین اس کاروائی میں شہید ہو گئے۔

''مجاہدین کے مطبوعاتی حملوں کی گونج''

کابل کی منتشر انتظامیہ کے حکام اب اس بات پر متفق ہیں کہ مجاہدین ثقافتی اور مطبوعاتی سلسلے میں بہت منظم ہیں۔ ہر واقعہ پر ان کا ردعمل بہت متاثر کن ہوتا ہے۔

ان کے ذرائع ابلاغ اپنا مؤقف بہت متاثر کن طریقے اور انتہائی سرعت سے نشر کرتے ہیں۔ 28 اکتوبر کو کابل میں کابل انتظامیہ کے ترجمانوں کے تعلقات اور رابطوں کے حوالے سے ایک اہم کانفرنس کا انعقاد کیا گیا تھا۔ جس میں کچھ اہم حکام، ترجمانوں اور کچھ درباری صحافی شخصیات، دانشوروں کے ساتھ ساتھ امریکی و نیٹو کے نمائندوں نے بھی شرکت کی تھی۔ سب نے اپنی تقریروں میں مجاہدین کے میڈیا اور ذرائع ابلاغ کو انتہائی مؤثر قرار دیا۔ اور اس بات کا بھی اعتراف کیا کہ مجاہدین کا میڈیا سرکاری میڈیا کی نسبت زیادہ تیز ہے۔

اس کانفرنس میں کابل وزارت دفاع اور سیکیورٹی اداروں سے لے کر ایساف کے ترجمانوں تک ہر مقرر نے اس حوالے سے مشترکہ مؤقف اپنایا کہ طالبان کے ثقافتی امور اور میڈیا ان کے گمان اور خیال سے زیادہ منظم ہے۔ اور یہ لوگ (مجاہدین) ہر واقعہ کو نہایت باریک بینی سے دیکھتے ہیں اور اعلیٰ فراست و تدبر کے مالک ہیں۔ انہوں نے اس بات کا بھی اعتراف کیا کہ مجاہدین کی مواصلاتی، مطبوعاتی نشریات، برقی ذرائع ابلاغ، ویڈیوز، جہادی فلموں اور ترانوں کے شائقین اندرون ملک اور بیرونی ملک میں پائے جاتے ہیں۔ نوجوان طبقہ خصوصی طور پر ان ویڈیوز، جہادی فلموں، ترانوں اور میڈیا سے متاثر ہو رہا ہے۔

اسی طرح ان کے کے ترجمان ایک چھوٹے سے واقعہ پر اپنے مؤقف کو بہت کم وقت میں ذرائع ابلاغ تک پہنچا دیتے ہیں۔ مجاہدین بڑی سرعت کے ساتھ اعلامیے، ردعمل اور قیادت کے پیغامات مخصوص اور موثر طریقے سے نشر کرتے ہیں۔ اور ایسے الفاظ کا انتخاب بڑے سلیقے سے کرتے ہیں جن میں عوامی اور دینی رنگ جھلکتا ہے جس سے لوگوں کے ذہن ان کی جانب متوجہ ہو جاتے ہیں۔

واقعہ بھی یہی ہے کہ امارت اسلامیہ کا ثقافتی کمیشن (ذرائع ابلاغ کے ذمہ داران) اور مطبوعاتی محاذ مجاہدین کے عسکری ونگ کے ساتھ قدم بقدم رواں دواں ہے۔ اس محاذ کے بہادر سپوت اس بات کو اپنے لئے باعث صد افتخار سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے یہ مؤثر خدمت لے رہا ہے۔ اس سے زیادہ خوشی اس بات کی ہے کہ داخلی و خارجی دشمن یک زبان ہو کر اس بات کا اعتراف کر رہے ہیں۔

ان کی باتوں سے پتہ چلتا ہے کہ مجاہدین کے مطبوعاتی حملے ان کے دلوں دماغوں اور اعصاب پر کتنا گہرا گھاؤ لگا رہے ہیں۔

کابل کی روبہ زوال انتظامیہ کے حکام اور آقاؤں سے ہم کہتے ہیں کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ مجاہدین کے ثقافتی اور مطبوعاتی وسائل اور آلات کا تمہارے وسائل سے کوئی مقابلہ نہیں۔ اس لئے کہ مجاہدین کے ثقافتی شعبے کے ارکان کی تعداد یا وسائل کی گنتی انگلیوں پر شمار کی جا سکتی ہے۔ اور مالی

وسائل بھی اس قدر نہیں ہیں کہ ڈالروں کے زور پر ہزاروں لکھاریوں، صحافیوں اور سیاستدانوں کو خرید کر اپنے پراپیگنڈے کے لیے استعمال کریں۔اس کے باوجود آپ کے اعتراف کے مطابق اگر مجاہدین کا میڈیا ثقافتی کمیشن منظّم، بیدار اور موثر ہے تو یہ نصرت الٰہی اور تسخیر کے علاوہ کچھ نہیں اور نہ ہی اس کی کوئی اور وجہ ہوسکتی ہے۔امارت اسلامیہ کا ثقافتی کمیشن دنیا کو صرف اور صرف سچ پر مبنی تصویر کا صحیح رُخ دکھاتا ہے۔اور کسی ملمع کاری سے جھوٹی بات کو مزین کرنے کی بجائے حقائق پر مبنی دلالت کرنے والے الفاظ استعمال کر کے دنیا کو ابہام اور وسوسوں سے باہر نکالتے ہیں۔

آپ کو یہ حقیقت سمجھ لینی چاہئے کہ امارت اسلامیہ کے ثقافتی ومطبوعاتی سلسلے جہادی جذبے اور جہاد کی محبت لے کر چل رہے ہیں۔ ہمارا ہر رکن جو بھی سطر لکھتا اور نشر کرتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ سے اسی اجر کی امید رکھتا ہے جو اس فدائی مجاہد کو ملتا ہے جو تمہارے فوجی کاروانوں اور مراکز میں تباہی مچاتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ اللہ کی غیور ذات نے ثقافتی کمیشن کے ارکان کے قلموں، زبانوں اور کوششوں میں اتنی تاثیر رکھی ہے کہ تمہارے جیسے دشمنوں کو ان حقائق کا اعتراف کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔

فاتح طالبان کی میڈیا کہانی

امارت اسلامیہ افغانستان کے سرفروش کابل میں ایساف ہیڈکوارٹر میں دادِ شجاعت دے رہے تھے۔کئی گھنٹوں پر محیط یہ جنگ آزادی دوبدو جاری تھی۔جب لڑائی کا گردوغبار چھٹا اور جنگی مطلع صاف ہوا تو ایساف ترجمان ایک جاں بخش حفاظت گاہ سے نمودار ہوئے۔ان کے چہرے پر بے چینی کی ابھرتی ڈوبتی ہوئی شکنیں اور بےقراری کی اٹھتی بیٹھتی لہریں، جلتے بجھتے سرخ بلب کی طرح کسی پیش آمدہ پریشانی کا اعلان کر رہی تھیں۔

اگلے ہی لمحوں میں ترجمان کے دماغ کے نہاں خانوں میں موجود نامعلوم غم اُبکائی لے کر باہر آ موجود ہوا۔انہوں نے کہا! طالبان ہمارے ساتھ بیک وقت دو محاذوں پر نبرد آزما ہیں۔ایک ہتھیاروں کی جنگ کے میدان میں اور دوسرے میڈیا کے پلیٹ فارم پر۔

کہتے ہیں کہ ''ضرورت ایجاد کی ماں ہے'' یہ بالکل سچ ہے۔ہر فرد، قوم اور ملک اپنی اپنی ضروریات کے پیش نظر ضرورت ہی کی کوکھ سے مطلوبہ وسائل پیدا کر کے اپنی حاجات کو پورا کرتے ہیں۔جیسی ضرورت ویسا ہی وسیلہ!

طالبان فکر عالم کے حامل ہیں اور امن کے خواہاں بھی۔وہ میدان کارزار میں اپنی کوشش، جدوجہد، محنت اور سب سے بڑھ کر نصرت الٰہی کے بل بوتے پر کارہائے نمایاں انجام دے رہے ہیں۔میدان جہاد کی فتح اور نفسیاتی برتری ہمیشہ طالبان کا حصہ رہی ہے۔جس کی وجہ سے سالہائے دراز پر محیط اس لاحاصل ''کروسیڈ وار'' کا نعرہ زن دشمن نالاں اور خائف رہا ہے۔

طالبان نے اپنے ظہور مسعود کے کچھ عرصہ بعد ہی یہ بات چند تجربوں کے بعد سوچ لی تھی کہ اگر ہم نے اپنی ساری زور آزمائی آتش وآہن کی وادیوں میں صرف کر دی اور میڈیا کے گھوڑے کی لگام اپنے ہاتھ میں نہ لی تو وقت کے اس اہم ترین میدان میں ہماری غیر موجودگی کو غیر سنجیدگی کے زمرے میں شمار کیا جاسکتا ہے۔اور یہ بات ہر حال میں ہمارے مفاد میں ہرگز نہیں ہے۔اس کے بعد سب سے پہلے انہوں نے قندھار ریڈیو اسٹیشن کو بحال کیا۔اس میدان میں یہ ان کا پہلا قدم تھا۔

امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد حفظہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک قابل اعتماد اور بھروسے کے آدمی کو اس وقت وزارت اطلاعات وثقافت کا قلمدان سونپ دیا۔جس کے بعد بےسروسامانی کے عالم میں خدا نے برتر وبالا کی مدد ونصرت کے ساتھ انتہائی جاں فشانی سے کام جاری رکھا۔اور کئی دوسرے علاقائی ریڈیو اسٹیشنز بھی بحال کئے۔

روایت ہے کہ وزیر موصوف نے جب ریڈیو اسٹیشن قندھار کا دورہ کیا تو وہاں اُلو بول رہے تھے۔جنگ کی تباہی کے آثار اس عمارت پر بھی تھے۔پھر بعد میں مشوروں اور غوروخوض کے بعد اس کا نام ''صدائے شریعت'' رکھ کر پشتو اور فارسی میں نشریات جاری کر دیں۔

سقوطِ امارت اسلامیہ کے بعد اس کا اسٹیشن تو چھن گیا البتہ طالبان کی ویب سائیٹ ''الامارۃ'' پر اس کا لنک اب بھی موجود ہے اور اس کی تمام نشریات انٹرنیٹ کے ذریعے پوری دنیا میں سنی جاسکتی ہیں۔

جوں جوں میدان جنگ میں فتوحات حاصل ہوتی گئیں توں توں میڈیا کے محاذ پر بھی کامیابیاں قدم چومتی گئیں۔خانہ جنگی نے ملک کے تمام گوشوں کو متاثر کیا تھا۔جس کی وجہ سے تمام حکومتی ڈھانچہ معدوم ہو کر رہ گیا تھا۔ثقافتی ونشریاتی نظام جامد ہو چکا تھا۔تمام مطابع اور چھاپہ خانے جنگی حالات میں ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو چکے تھے۔اور رسائل واخبارات اور جرائد کی تعداد انگلیوں پر گنی جاسکتی تھی۔جو اگرچہ بے وقت سانسوں کے سہارے اپنے

بوجھل وجود کو سنبھالا دیئے ہوئے تھے۔لیکن تکنیکی معیار کی گرما گرمی کے نہ ہونے کی وجہ سے نقطۂ انجماد سے کئی اشاریئے نیچے گر چکے تھے۔

امارت اسلامیہ نے دوبارہ انہیں گرم بازاری بخشی۔مقامی ریڈیوز کو فعال بھی کیا اور پیش کئے جانے والے پروگرامز کو معیاری بھی بنایا۔اس کے علاوہ افغانستان کے بیشتر صوبوں میں مقامی اخبارات اور رسالوں کو از سرنو فعال کیا اور کتابوں کی چھپائی بھی شروع کر دی۔افغانستان میں ایک نئے اخبار ''روزنامہ شریعت'' کا اجراء کیا جو کہ تا قیام امارت اسلامیہ پشتو اور دری زبان میں شائع ہوتا رہا۔اسی طرح ''الطالب'' کے نام سے ایک عربی مجلّہ بھی نشر واشاعت کے ایک دَور سے گزر رہا ہے۔اسی طرح ''خلافت'' کے نام سے پشتو اور فارسی زبان میں اہم ماہنامہ کا آغاز واجراء بھی کیا۔

یہ وہ وقت تھا جب امارت اسلامیہ اپنے استحکام پذیر دور سے گزرتے ہوئے زندگی کے ہر شعبہ میں ترقی کی جانب گامزن تھی اور میڈیا کے ستارے پر غیر معمولی کوشش وجدوجہد سے کمندیں ڈال رہی تھی۔جس کے سامنے اپنے اور پرائے سرِ تسلیم خم کئے دے رہے تھے۔

07 اکتوبر 2007ء کے بعد امارت اسلامیہ کا دوسرا دور شروع ہوا۔یہی وہ دن تاریخ مہینہ اور سال ہے جس کے بعد سے تادم تحریر مجاہدین اسلام کی تمام خبریں، اطلاعات، واقعات، تبصرے، پیغامات جہادی وجنگی محاذوں کی کاروائیاں اور ہر قسم کی خبریں باقاعدہ ریکارڈ پر موجود ہیں۔

امریکہ ونیٹو کی ناحق یلغار کے بعد جب امارت اسلامیہ دوبارہ جھپٹنے کے لیے لہو گرم رکھنے کا ایک بہانہ اختیار کر کے شہروں سے دیہی علاقوں کی طرف پلٹی تو تب بھی طالبان نے اپنی بساط کے بقدر اور حالات کے مطابق میدانِ کارزار کے ساتھ ساتھ ابلاغیات کے میدان میں بھی اپنی بھر پور توجہ مرکوز رکھی۔اپنی آواز اور اپنا موقف اور اپنا نظریہ ومنشور اہل دنیا تک پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ ہونے دیا۔کیونکہ جس طرح دشمن کو میدان جنگ میں شکست دینا ایک لازمی امر تھا اسی طرح اس میدان میں بھی تر کی بہ تر کی دشمن کو جواب دینا ایک اہم اور توجہ طلب امر تھا۔اور تمام دنیا پر قیام خلافت الٰہیہ کے لیے چلنے والے بیڑے کی اہم ذمہ داری اور فریضہ تھا۔

الحمد للہ یہ سلسلہ انتہائی سرعت اور تیز رفتاری کے ساتھ 07 اکتوبر 2007ء سے لے کر تادم تحریر بلا توقف جاری وساری ہے۔سقوطِ امارت اسلامیہ کے بعد مجاہدین اسلام نے میڈیا کا میدان بڑے جتن کر کے سنبھالے رکھا اور اس اہم ستون کو متزلزل نہ ہونے دیا۔طالبان نے محفوظ علاقوں میں منتقل ہو کر ذرا بڑھ کر کام دکھایا۔انہوں نے الامارہ ویب سائیٹ www.alemara1.org بنائی جو انگلش، عربی، اُردو، پشتو، دری زبانوں میں فعال ہے۔اور کام کر رہی ہے۔اس ویب سائٹ پر میدان جنگ کی خبریں، امارت اسلامیہ کے اعلامیہ جات، افغانستان کے احوال پر تبصرہ جات، دنیا پر کالم و تحقیقی کاوشیں اور انٹرویوز بروقت اپ لوڈ کر کے نشر کئے جاتے ہیں۔علاوہ ازیں ایمانی جذبات کو گرمی فراہم کرنے کے لیے پشتو زبان میں جہادی ترانے اور نظمیں بھی ہمہ وقت دستیاب رہتی ہیں۔

اسی ویب سائیٹ پر ایک لنک ''اسلام'' ویب سائٹ کا حصہ ہے۔یہ سائٹ ایک دارالافتاء کی حیثیت سے کارگزار ہے۔یہاں بیت اللہ سے لے کر بیت الخلاء تک اور نرم وگداز بستروں کی نیند سے لے کر میدان جہاد کی پر مشقت گھاٹیوں کی بیداری تک کے حوالے سے مسائل کا حل دیکھا اور پوچھا جا سکتا ہے۔اسی طرح دینی مضامین اور کتب بھی پڑھنے کو مل سکتی ہیں۔واضح رہے کہ فی الحال الامارہ کا اسلام والا لنک صرف پشتو دان طبقے کے کام آ سکتا ہے۔

اس لنک میں ایک لنک ویڈیو کا ہے جہاں طالبان کی لڑی جانے والی جنگوں کی دلچسپ اور ایمان افروز موویز موجود ہیں۔یہ ویڈیوز اعلیٰ، اوسط اور ادنیٰ تینوں معیارات کی ہوتی ہیں۔یہ انگلش، عربی، فارسی، اُردو اور پشتو زبانوں میں ہوتی ہے۔ان میں آج کے موجودہ دور کی اہم ضرورت سیل فون میں چلنے کے لیے الگ سے کنورٹڈ ویڈیوز بہ الفاظ دیگر 3gp،MP4 فارمیٹ بھی ہوتی ہیں۔جن کو ڈاؤن لوڈ کر کے موبائل فون پر بھی دیکھا جا سکتا ہے۔

ویڈیوز بنانے اور ان کا ایک معیار قائم کر کے مسلمانانِ عالم کے سامنے پیش کرنے کے لیے امارت اسلامیہ کے تحت تین عدد سٹوڈیوز کام کر رہے ہیں۔اوّل الامارۃ دوم منبع الجہاد، سوم الھجر ۃ۔یہ تینوں سٹوڈیوز الگ الگ مشنز پر کام کرتے ہیں۔

''الامارۃ'' مرکزی سٹوڈیو ہے۔جو کہ عمومی ویڈیوز مثلاً جہادی کاروائیاں، نظریاتی گفتگو اور افغانی پارلیمنٹ کے انوکھے سیاستدانوں کی قلابازیاں اور ان کے لطیفہ صفت ڈائیلاگ پر مشتمل سی ڈیز نشر کرتا ہے۔ان کی اب تک کی نشر کردہ ویڈیوز کی تعداد 39 ہوگئی ہے۔

''منبع الجہاد'' غازیوں کے کارواں کے نام سے ایک سلسلہ چلاتا ہے۔جس کی اب تک منظر عام پر آنے والی ویڈیوز کی تعداد 11 تک پہنچ چکی ہے۔جبکہ فدائی مجاہدین کی فدائیانہ کاروائیاں اور ان کی شہادت کے ایمان آفرین مناظر بھی دکھاتا ہے۔ جن کی تعداد الگ ہے۔''الھجر ۃ'' اسٹوڈیو ایک خاص نقطۂ نظر پر کام کرتا ہے۔

یہاں یہ بات قابل توجہ ہے کہ یہ تینوں اسٹوڈیو افغانستان کے ایک ہی علاقہ میں اکٹھے کام نہیں کرتے بلکہ ان کو مختلف علاقوں میں منقسم کر کے وہیں کی کاروائیوں کی ریکارڈنگ جیسے امور سونپے گئے ہیں۔ اور ہر سٹوڈیو اپنے مقررہ محدود علاقے میں رہ کر کام کرنے کا پابند ہے۔ یہاں ایک واقعے کا ذکر دلچسپی سے خالی نہ رہے گا کہ

1433 ہجری کے رمضان المبارک سے کچھ دن قبل امارت اسلامیہ کے فدائی کمانڈرز نے خوست کے علاقے ''صحرا باغ'' میں امریکن بیس سیلپرنو پر دھاوا بولا تھا۔ یہ کاروائی آتشگیر مادے اور بارود سے لبالب بھرے ایک ٹرک کو کیمپ سے ٹکرانے پر شروع ہوئی تھی جو بعد ازاں 24 گھنٹے کے دورانیے پر مشتمل رہی۔ اس کاروائی میں دشمن کو بے حد جانی نقصان کا سامنا کرنا پڑا۔ قریب قریب مرداروں کی تعداد 138 تھی۔ لیکن مکار مغربی میڈیا خاص طور پر BBC نے تو دعویٰ کے ساتھ یہ کہا کہ یہاں جاں بحق ہونے والے صرف 8 افغانی تھے۔ لیکن جب بعد میں منبع الجہاد اسٹوڈیو کی جانب سے بدری لشکر کی دو کاروائیاں سامنے آئیں تو مغربی میڈیا کو تو جیسے سانپ ہی سونگھ گیا۔ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے۔ اب شرمندگی کے باعث بغلیں جھانکنے کے سوا ان کے پاس کچھ کام نہ تھا۔ چار و نا چار ہلاکتوں کی کثیر تعداد کا اعتراف کرنا پڑا۔

میڈیا کے میدان پر طالبان کی پیش رفت دھیرے دھیرے بڑھتی جا رہی ہے۔ جس سے دشمن خوف اور لاچارگی کی مصیبت میں گرفتار ہو چکا ہے۔ اس لئے انٹرنیٹ کی دنیا میں موجود طالبان کے کام کو ہمیشہ زک پہنچانے کی تاک میں رہتا ہے۔ اور بیسیوں مرتبہ ''الامارۃ'' ویب سائٹ کو بلاک بھی کر چکا ہے۔ جس سے بار بار ہونے والے نقصانات کو مدنظر رکھتے ہوئے کنٹرولر کمیٹی نے جب خطرہ محسوس کیا کہ سارا مواد انٹرنیٹ پر رکھنے سے نقصان سے دو چار ہونا پڑے گا تو یہ طے کیا کہ اس مواد کو کاغذ کی دنیا پر منتقل کر کے محفوظ کر لیا جائے۔ اگر انٹرنیٹ سے مواد غائب بھی ہو جائے تو دوبارہ اپ لوڈ کر دیا جائے۔

چنانچہ اس سلسلہ میں رسائل کا اجراء کیا گیا۔ امارت اسلامیہ کے میڈیا کمیشن کی وساطت سے 5 میگزین جری کئے گئے۔ جن کے نام مورچل، شہامت، سرک، شریعت اور الصمود ہیں۔ ان میں پہلے تین پشتو جبکہ ''شریعت'' اُردو اور الصمود عربی زبان میں اپنی اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ یہ پانچوں رسائل ہر قمری مہینے کی پانچویں تاریخ تک شائع کئے جاتے ہیں۔

ان رسائل میں شریعت اُردو زبان میں امارت کا واحد ترجمان ہے۔ اس کی اہمیت کے پیش نظر اس کا ایک مستقل لنک الامارۃ ویب سائٹ پر دیا گیا ہے۔

الصمود عربی زبان میں امارت کا ایسا ترجمان ہے جس کی اپنی مستقل ویب سائٹ www.alsomod-iea-info ہے۔ اس سائٹ میں بھی وہی مواد ہے جو الامارۃ میں ہے۔ اس کے علاوہ طالبان کی جنگی کاروائیوں، چھوٹے اور ضروری اعلامیوں اور خبروں کو موبائل سروس SMS کے ذریعے بروقت ساٹھ ہزار سے زائد افراد تک پہنچایا جاتا ہے۔

فری SMS سروس

قارئین کرام! امارت اسلامیہ کی طرف سے الامارۃ کے ساتھ فری SMS سروس کے ذریعے آپ کو تمام تفصیلات سے آگاہی آپ کے سیل فون پر بھی دستیاب ہو سکتی ہے۔

اس کا طریقہ انتہائی آسان اور فری ہے۔ اپنے موبائل سے یہ طریقہ ایک بار استعمال کرنے کے بعد آپ کو بلا تاخیر اور بلا معاوضہ تمام کاروائیوں، خبروں اور حالات کی لمحہ بہ لمحہ رپورٹ آپ کے موبائل پر آ سکتی ہیں۔ اگر آپ نے یہ سہولت حاصل کرنی ہے تو آپ اپنے موبائل کے رائٹ میسیج میں جا کر انگریزی میں "FOLLOW ALEMARANEWS" لکھ کر "40404" پر send کریں۔ آپ کو ایک SMS موصول ہو گا۔ آپ اس SMS کو اپنے کسی بھی پورے نام کے ساتھ "Reply" کر دیں تو آپ کو یہ فری سروس حاصل ہو جائے گی۔

کسی بھی محاذ پر جیسے ہی کوئی کاروائی ہو گی خبر فوراً آپ کے پاس پہنچ چکی ہو گی۔ افغانستان کے کسی محاذ پر ہونے والی کسی کاروائی میں دشمن کے جانی و مالی نقصانات کی تفصیلات تب تک منظر عام پر نہیں لائی جاتیں جب تک ان کی مکمل تصدیق نہ ہو جائے۔ افغانستان کو دو حصوں میں تقسیم کر کے صرف 2 ترجمان ہی اپنے کارکنان کے ساتھ میڈیا پلیٹ فارم پر حاضر رہتے ہیں۔

ای میل

ترسیل اخبار (خبریں) اعلامیے اور اہم خبروں، مضامین ورپورٹس کی اشاعت میں ای میل بھی ایک بہت بڑی سہولت ہے۔جس کے ذریعے دنیا کے مختلف گوشوں میں بسنے والے مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد تک مذکورہ چیزیں پہنچائی جاتی ہیں۔اور ڈاؤن لوڈ ویڈیوز کی اشاعت میں بھی ای میل کا استعمال کیا جاتا ہے۔

سوشل میڈیا

اس کے علاوہ طالبان نمائندے میڈیا وار، سوشل میڈیا کے کاز پر بھی لڑ رہے ہیں۔جن میں فیس بک اور ٹوئیٹر کا استعمال زیادہ ہوتا ہے۔یہ استعمال اتنا بڑھا کہ مغربی میڈیا بلبلا اٹھا'' طالبان فیس بک اور ٹوئیٹر پر بھی چھائے ہوئے ہیں''۔

ان دنوں سوشل نیٹ ورک فیس بک اور ٹوئیٹر پر

"alsomod magazine"،"ALEMARA NEWS"،"Shariat magazine"

کے نام سے اکاؤنٹس کام کر رہے ہیں۔جن کو ہینڈل کرنے والے نمائندے عمران خلیل، احمد خان، حیات اللہ خان اور عبد القہار بلخی ہیں۔عبدالقہار بلخی کی قہرمانی کا ایک دلچسپ قصہ تو عالمی میڈیا CNN اور الجزیرہ سمیت دیگر اخبارات میں بھی شائع ہوا تھا۔

اخبار لکھتا ہے کہ!

نیٹو اور طالبان کی لڑائی میدانوں سے انٹرنیٹ تک پہنچ گئی ہے۔اس نے مزید لکھا کہ!

اسلامی امارت افغانستان کے ترجمان سمجھے جانے والے عبدالقہار بلخی کی جانب ٹویٹ کے ذریعے دعویٰ کیا گیا کہ'' ایساف تمہارے دعویٰ کی تردید کرتا ہے'' دو گھنٹے بعد عبدالقہار بلخی کے اکاؤنٹ سے اس بات کے جواب میں کہا گیا کہ ایساف کی رپورٹنگ کو کب سے متعبر سمجھا جانے لگا ہے تم تو ابھی سے دن بھر کے دعوؤں کی تردید کر رہے ہو۔تقریباً 45 منٹ بعد ایساف کی طرف سے بلخی کو جواب دیتے ہوئے کہا گیا کہ'' تمہاری خبر کی تردید کرتے ہیں'' اخبار نے مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھا کہ!

اس قسم کے دعوؤں اور جوابی دعوؤں کا یہ پہلا موقع نہیں ہے اس سے پہلے بھی اس طرح کے مقابلے ٹوئیٹر پر ایک دوسرے کو جھوٹا قرار دینے کے ہو چکے ہیں۔

30 دسمبر 2011ء کو طالبان کے ترجمان عبدالقہار بلخی نے دعویٰ کیا کہ!

مجاہدین نے ایساف کا ایک ہیلی کاپٹر مار گرایا ہے۔اس کے ساتھ ایک لنک بھی دیا گیا تھا۔ایساف نے اس کے جواب میں کہا کہ'' تم نے غلط لنک لگایا ہے، عبدالقہار نے جواب میں ٹویٹ کیا کہ!'' تم چاہتے ہو کہ میں ویڈیو لگا دوں اور ایک بار پھر تمہیں سرکھجا تا چھوڑ دوں؟

ایساف نے جواب دیا تم فکر مت کرو ہمیں پہلے ہی معلوم ہے کہ کیا ہوا اور کیا نہیں۔

مغربی میڈیا خاص کر فریق مخالف نیٹو کئی بار اعتراف کر چکا ہے کہ طالبان نے ہم سے میڈیا کی جنگ بھی جیت لی ہے۔اور امریکی آشیرباد کے حامل پشتو ٹی وی چینل'' آشنا'' نے طالبان میڈیا کے بارے میں ایک رپورٹ نشر کی تھی جس میں کہا گیا تھا کہ طالبان بڑی کامیابی سے کام کرتے ہیں اور دنیا تک کئی طریقوں سے اپنی خبریں پہنچاتے ہیں۔ٹی وی نے کہا! طالبان جدید وسائل کو بھی بروئے کار لاتے رہتے ہیں۔

طالبان میڈیا کے حوالے سے امریکی اور افغان کٹھ پتلی اداروں کے ذمہ داران اور نمائندوں سے انٹرویوز کئے گئے تو سب نے اس حقیقت کا برملا اعتراف کیا کہ طالبان بہت آگے جا چکے ہیں۔اور بڑی تیزی سے کام کرتے اور خبروں کو نشر کرتے ہیں۔اسی ٹی وی نے مذکورہ رپورٹ میں ایک امریکی جنرل کے موبائل کی تصویر دکھائی جس کی سکرین پر طالبان کی طرف سے بھیجی گئی خبر جگمگا رہی تھی۔جو اس بات کی کافی شہادت ہے کہ طالبان کسی سے کم نہیں! کچھ ہی عرصہ پہلے دشمن ہیکر نے'' الامارۃ'' کو بہت کوششوں کے بعد بلاک کر ہی لیا تو امریکی بحریہ کے سربراہ نے بڑی خوشی اور مسرت سے کہا!

'' ہم نے طالبان کی ویب سائٹ بلاک کر دی ہے''

امریکی بحریہ کا سربراہ جس خوشی سے یہ بات میڈیا پر کہہ رہا تھا اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ طالبان میڈیا نے ان کو کتنے نقصان سے دوچار کر

رکھا ہے۔

فتوحات کا تسلسل

2013ء حضرت خالد بن ولیدؓ آپریشن میں جہاد کے محاذوں سے فاتح طالبان کی فتوحات کی رپورٹس ذرائع ابلاغ پر نشر ہوتی رہیں۔ اگرچہ دشمن نے بھی پروپیگنڈے کا پورا زور لگا رکھا تھا تاکہ مجاہدین کی کاروائیوں کا رنگ پھیکا کر دیا جائے۔ مگر حقائق کے میدان میں وہ کچھ ہو رہا ہے جس نے دشمن کو سخت مایوسی کا شکار اور طالبان مجاہدین کو کامیابی سے ہمکنار کر دیا ہے۔

28 اگست بروز بدھ کو فراہ میں دشمن پر دو بڑے حملے ہوئے جن میں دشمن کو بڑے جانی و مالی نقصانات اٹھانا پڑے۔ بدھ کی شب مجاہدین نے ضلع فراہ رود کے قریب دشمن کے رسد فراہم کرنے والے ٹینکرز کے ایک اڈے پر حملہ کر دیا جس کے نتیجے میں تیل سے لبریز 40 ٹینکرز جل کر راکھ ہو گئے جبکہ درجنوں محافظین اور کانوائے کا عملہ ہلاک ہو گیا۔ رسد فراہمی کے قافلے کی تباہی سے ان فوجیوں کی مشکلات اور مایوسیوں میں اضافہ ہو گیا جو دور دراز علاقوں میں بڑے سخت لاجسٹک مشکلات کا شکار تھے۔ اس حملے سے نہ صرف دشمن کو جانی و مالی نقصان اٹھانا پڑا بلکہ اس سے دشمن کے حوصلے بھی ٹوٹے اور رسد کے حوالے سے انہیں سخت مشکلات بھی اٹھانا پڑیں۔

اسی بدھ کو دن عصر کے وقت مجاہدین نے فراہ کے ضلع گلستان اور بکوا کے درمیان پیتاوک کے علاقے میں وزارت داخلہ اور فراہ پولیس ہیڈ کوارٹر کے حکام کے کانوائے پر حملہ کر دیا۔ جو شاہراہ پر قائم چیک پوسٹوں کا دورہ کرنے آیا تھا۔ فراہ کے مقامی حکام کا کہنا ہے کہ اس حملے میں ان 15 اعلیٰ سطح کے افسروں کی ہلاکت افغانستان کی (کٹھ پتلی) حکومت کے لیے ایک بڑا دھچکا ہے۔

ان افسران میں بڑی شاہراہوں کا پولیس چیف ہمایوں اور فراہ انٹیلی جینس سیکرٹری شیر در آبادی وغیرہ بھی شامل تھے۔

مجاہدین کے بقول اس حملہ میں 22 اہلکار ہلاک اور 5 رینجر گاڑیاں تباہ ہوئیں۔

فراہ میں ہونے والے شدید حملوں سے قبل بھی اس صوبے کے مرکز اور اضلاع میں دشمن پر جہادی آپریشن ہو چکے ہیں۔ ان حملوں سے واضح ہو گیا کہ افغانستان کے مغرب میں بھی مجاہدین کی قوت ماضی کی نسبت بہت زیادہ مضبوط ہو گئی ہے۔

28 اگست کا ایک اور اہم واقعہ بادغیس ضلع بالا مرغاب کے جوئی گنج کے وسیع علاقے کی فتح تھی۔ مجاہدین نے 5 دن قبل اس علاقے میں دفاعی چیک پوسٹوں پر حملوں کا آغاز کیا تھا۔ اس روز یعنی 28 اگست بروز بدھ کو دشمن کی 5 چیک پوسٹوں پر فتح اور دشمن کو بھاگنے پر مجبور کرنے میں کامیابی حاصل ہوئی۔

بدھ کے روز ایک اور اہم واقعہ صوبہ غزنی میں امریکی اور پولینڈ کے فوجیوں کے مرکزی کیمپ پر پیش آیا۔ جہاں فدائی مجاہدین نے ایک بڑا حملہ کر کے کافر دشمن کو لرزا کر رکھ دیا۔

غزنی میں اس سال اور بھی فتوحات ہوئیں۔ اس سال صوبے کے ضلع رشیدان اور ضلع زنہ خان مجاہدین کے ہاتھوں مکمل طور پر فتح ہوئے۔ اس سال مذکورہ صوبے میں شامل ضلع دھیک اور زنہ خان کے کمشنرز بھی قتل ہوئے۔

قندھار میں کامیاب زبردست فدائی حملہ

14 اکتوبر 2013ء کو امریکہ نے اعلان کیا کہ قندھار کا ضلع ژڑی پورے صوبے میں پرامن رہا۔ اس سے اگلے ہی روز 15 اکتوبر کو مذکورہ ضلع کے سنزری علاقے میں انارک درہ کے مقام پر ایک کامیاب زبردست فدائی حملے میں امریکی فوجیوں کی ہلاکتوں نے انہیں ہلا کر رکھ دیا اور اس ضلع کو پرامن قرار دینے پر ان کے سر شرم سے جھک گئے۔ اس کامیاب حملے کی روداد اس کے منصوبہ ساز حافظ یٰسین صاحب کی زبانی کچھ یوں ہے:

''میرا فون نمبر امریکی ٹریس کر رہے تھے۔ اس لئے میں جب اور جہاں ساتھیوں یا ہمدردوں سے رابطہ کرتا تو امریکی ان کو گرفتار کر لیتے۔ مجھے اور دیگر ساتھیوں کو ان امریکیوں کے چھاپوں سے آگاہی ہوئی تو پھر ہم نے ان سے انتقام لینے کی ٹھان لی۔ اور اس امر کے لیے ہمیں انوکھی ترکیب سوجھی۔ ہم نے طے کیا کہ میرے اسی ٹریس شدہ نمبر کو استعمال کر کے کام کیا جائے۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا رہا کہ مدد فرمائیں اور میری یہ خواہش جلد پوری ہو۔ اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول فرمالی اور گیارہ ماہ قبل اسلام اور قرآن پر جانثار ایک شادی شدہ جوڑے کی مجھ سے ملاقات ہو گئی''۔

انوکھا فدائی حملہ

چار ماہ قبل قندھار کے رہائشی بھائی محمود (ثناء اللہ) اور بی بی عالمہ رشتہ ازدواج میں منسلک ہوئے تھے۔شادی کے بعد دونوں محبت سے زندگی گزار رہے تھے۔محمود بھائی کو اللہ تعالیٰ نے ڈھیر ساری دولت سے نواز رکھا تھا۔اور زندگی کی تمام سہولیات میسر تھیں۔ان کی اہلیہ بھی گھر میں مقامی اور اسلامی روایات کے مطابق خوشحال زندگی بسر کر رہی تھیں۔زندگی کی تمام سہولیات مہیا ہونے کے باوجود جس چیز نے انہیں بے چین کر رکھا تھا۔وہ اسلامی حمیت کا جذبہ،زندہ احساس اور آخرت کی کامیاب زندگی کی تمنا تھی۔وہ آئے روز قابض افواج کے مظالم کی کہانیاں سنتے تھے کہ فلاں کے گھر میں فلاں کو شہید کر دیا۔قابض افواج نے نہتے شہریوں پر ظلم کا بازار گرم کر رکھا ہے۔معصوم بچوں،خواتین اور بوڑھوں کو تشدد کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔روزمرہ کے ان معمول کے دلخراش واقعات نے ان کے دلوں میں انتقام کا جذبہ ابھارا۔

گیارہ ماہ قبل انہوں نے فیصلہ کیا کہ مشترکہ فدائی حملے کے ذریعے قابض دشمنوں سے انتقام لیا جائے۔

حملے کی تیاری

حافظ یٰسین بھائی نے اس فدائی جوڑے کے بارے میں طالبان کے مرکزی کمانڈانوں کو بتایا تو پروگرام بنا کر محمود بھائی کو کاروائی کے لیے اپنے گروپ میں شامل کر لیا جائے اور ان کی زوجہ کو رہنے دیا جائے۔جب میں نے محمود بھائی کو یہ اطلاع دی کہ وہ اپنی اہلیہ کو بتا دیں کہ وہ اپنا ارادہ ترک کر لیں کیونکہ امارت اسلامیہ کی قیادت عورتوں کے فدائی حملہ کے بارے میں نہایت محتاط ہے اور وہ تمام پہلوؤں کے بارے میں سوچتی ہے اور اس خدشہ کا اظہار بھی ہے کہ اللہ نہ کرے کہ وہ فدائی خاتون ہدف تک نہ پہنچ سکے اور فدائی حملہ کرنے سے پہلے دشمن کے ہاتھوں گرفتار ہو جائے۔جب محمود بھائی نے یہ پیغام اپنی اہلیہ کو پہنچایا تو انہوں نے ایسا جواب بھیجا کہ ہم سب لاجواب ہو گئے۔

بی بی کا جواب تھا کہ کافر لوگ آئے روز ہمارے گھروں پر چھاپے مارتے ہیں۔مردوں اور خواتین کو ہراساں کرتے ہیں اور ان پر مظالم ڈھاتے ہیں۔میں ان سے انتقام لینے کے لیے آپ کے ساتھ مل کر فدائی حملہ کروں گی۔امریکی کافر ہیں وہ اپنی عورتوں کو وہاں سے یہاں جنگ کرنے لے آتے ہیں۔ان کے ذریعے ہمارے مردوں کو بہیمانہ طریقے سے شہید کیا جاتا ہے۔اگر ہمارے کچھ مرد بے غیرت ہیں وہ کافروں کے ساتھ لڑنے کو تیار نہیں تو کیا میں بھی ان کی طرح بے غیرت بن کر گھر میں بیٹھ جاؤں؟

کافروں کی عورتیں کفر پر اتنی نازاں ہیں اور جرأت کرتی ہیں کہ وہ ہمارے گھروں کے اندر ہمارے ساتھ آ کر لڑیں تو میں اتنی غیرت کا مظاہرہ کیوں نہ کروں کہ اللہ کی راہ میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دوں۔میرا آخری فیصلہ یہی ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے فدائی حملہ کروں گی اور اپنے ارادے سے ہرگز دستبردار ہونے کے لیے تیار نہیں ہوں۔

حافظ یٰسین کہتے ہیں کہ اس جوڑے کے پختہ عزم کے بعد ہم نے اب منصوبہ بندی کی جانب بڑھنا شروع کر دیا۔حملے کی جگہ کا تعین کرنے،اس کے لیے ضروری وسائل مہیا کرنے اور اپنے بڑوں سے مشاورت کے بعد قندھار کے ضلع ژڑی میں سنزری کے علاقے انارک درہ کے مقام پر دو پہاڑوں کے درمیان خانہ بدوشوں کا ایک پرانا اور خستہ حال گھر موجود تھا۔اس گھر کی مزید مرمت وغیرہ کر کے اس میں ایک خیمہ بھی نصب کر دیا۔پھر چند فدائی مجاہدین وہاں بھیج دیئے اور انہیں کچھ سامان بھی دیا جیسے بچھونا،کپڑے،بچوں کا سامان وغیرہ۔پھر فدائیوں کے حفاظتی گروپ نے مجاہدین کے گھر کے اردگرد ریموٹ کنٹرول بم نصب کر دیئے۔گھر کے اندر بھی اور وہاں بھی جہاں ممکنہ طور پر ہیلی کاپٹروں کو اتارا جانا تھا۔

فدائی مجاہدین کے لیے بارود سے مضبوط واسکٹ بنائے گئے۔کیونکہ امریکی فوجی چھاپے کے دوران گھر میں موجود لوگوں کے لیے اسپیکر کے ذریعے اعلان کرتے ہیں کہ کمروں سے باہر نکل آئیں اور جب وہ باہر نکل آتے ہیں تو انہیں دور سے کہا جاتا ہے کہ دامن اوپر اٹھائیں۔جب امریکی فوجی مطمئن ہو جاتے کہ یہ فدائی مجاہدین نہیں ہیں تو پھر جانوروں کی طرح یکدم دس پندرہ اہلکار ایک شخص پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔اور بدترین تشدد کا نشانہ بنانے کے بعد ان کی آنکھوں پر سیاہ پٹیاں اور ہاتھ رسی سے باندھ دیتے ہیں۔

ہم نے منصوبہ اس طرح بنایا کہ میرے (یٰسین بھائی کے) نمبر پر مسلسل رابطہ کیا جائے گا تاکہ محمود کا نمبر امریکی ٹریس کریں اور گھر پر چھاپہ ماریں۔جب وہ چھاپہ ماریں گے تو معمول کے مطابق محمود گھر سے باہر نکل کر دامن اٹھائے گا اور جب وہ امریکی صلیبی مطمئن ہو کر اس کے قریب آئیں

گے تو اس وقت واسکٹ کے ذریعے فدائی حملہ کیا جائے گا۔ حملے کے بعد جب وہ ادھر ادھر بھاگیں گے تو پہلے سے نصب شدہ بم پھٹ جائیں گے اوران کی ہلاکتوں میں مزید اضافہ ہوگا۔ پھر جب وہ اپنے ہلاک اور زخمی فوجیوں کو منتقل کرنے کے لیے یہاں اکٹھے ہوں گے تو اس وقت محمود کی اہلیہ کمرے سے نکل کران پر فدائی حملہ کردے گی۔

کاروائی کا آغاز

صلیبی فوجی اہلکار موبائل فون نمبر کے ذریعے مجاہدین کا سراغ لگا کران پر چھاپہ مارتے ہیں۔ انہیں گرفتار یا شہید کرتے ہیں۔ لیکن اس بار معاملہ برعکس تھا۔ نمبر کے ذریعے فدائی مجاہدین کا سراغ لگا کر انہیں شہید کرنے کی بجائے خود لقمہ اجل بن گئے۔

فدائی مجاہدین نے اس وقت کا مسلسل گیارہ ماہ تک انتظار کیا۔ منصوبہ تو چند ماہ میں مکمل کرلیا تھا۔ بیس دن تو مکان کے آس پاس بم نصب کرنے میں لگ گئے۔ پیدل امریکی فوج کے لیے 70 بم سلسلہ وار دبائے گئے تھے۔

فدائی محمود میرے نمبر پر دن میں کئی کئی مرتبہ بار بار رابطہ کرتا آخر کار 15 اکتوبر 2013ء کو صلیبی و امریکی فوجیوں نے رات کے دس بجے گھر پر چھاپہ مارا۔ حفاظتی گروپ کے ایک مجاہد نے بتایا کہ 4 چنیوک ہیلی کاپٹر اُترے ہیں جن سے اتر کر امریکی فوجی پیدل اس گھر کی طرف چل پڑے۔

دس منٹ بعد ایک زوردار دھماکہ ہوا۔ کچھ ہی دیر بعد مزید 8 دھماکوں کی آواز سنی گئی۔ اس کے 15 منٹ بعد ایک اور خوفناک دھماکہ کی آواز سنی اور اس کے بعد 4 مزید دھماکوں کی آوازیں آئیں۔

پہلا دھماکہ محمود نے فدائی کی صورت میں کیا تھا۔ پھر 8 دھماکے امریکیوں کے ادھر ادھر بھاگنے پر ہوئے۔ پھر تیسرا حملہ محمود کی اہلیہ نے س وقت کیا جب امریکی اپنے زخمی و ہلاک شدہ افراد کی لاشیں اٹھانے آئے تھے۔

امریکی رات بھر یہاں سے لاشیں اٹھانے آتے رہے اور مجاہدین وقوعہ کے بعد صبح وہاں پہنچے۔ تو جگہ جگہ امریکیوں کے چیتھڑے گرد آلود ہوئے پڑے تھے۔ وہاں سے مجاہدین کو مال غنیمت میں کثیر تعداد میں گولیاں، 3 عدد نائٹ ویژن دوربین ایک راکٹ لانچر ایک عدد امریکی بندوق جبکہ باقی اسلحہ بارود دھماکوں میں تباہ ہوگیا تھا محتاط اندازے کے مطابق 20 سے زائد فوجی مردار ہوئے اور کثیر تعداد میں زخمی ہوئے۔

اس تمام کاروائی کے بعد جب دوسرے دن امریکی بذریعہ روڈ مقامی غدار ملیشیا کے ساتھ آئے تو سڑک میں پہلے سے دبائی ہوئی مائنز کو ریموٹ کنٹرول کے ذریعے مجاہدین نے پھاڑ دیا۔ جس کی وجہ سے ایک بار پھر دشمن کو بھاری جانی نقصان سے دوچار ہونا پڑا۔ اس واقعہ کے بعد پھر امریکیوں کو اپنے مرنے والے فوجیوں کے اعضاء اٹھانے کے لیے کسی فدائی مجاہد کے گھر میں آنے کی ہمت نہ ہوسکی۔

شہید فدائی مجاہد کا پیغام

شہید محمود تقبلہ اللہ نے حملے سے قبل امت مسلمہ کے نام ایک پیغام لکھا تھا جو اس کامیاب حملے کے منصوبہ ساز کے ذریعے منظر عام پر آیا۔

''محترم مسلمانو!

میں ایک بڑے خاندان سے تعلق رکھتا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ نے بہت دولت سے بھی نوازا ہے۔ خاندان اور معاشرے میں لوگ میری بہت عزت کرتے ہیں۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی جنت کے بدلے فروخت کرتا ہوں۔ جنت میں آدمی اس وقت داخل ہوسکتا ہے کہ جب وہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرے اور اللہ تعالیٰ اس وقت راضی ہوتا ہے کہ جب اس کے تمام احکامات پر عمل ہو۔ جہاد بھی کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور جو شخص اللہ پاک کا یہ حکم بجالاتا ہے تو بدلے میں اسے جنت ملے گی۔ (انشاءاللہ)

مسلمان بھائیو!

اللہ کی راہ میں جہاد کے ذریعے اپنا مال، جان اور اولاد قربان کیجئے! کافروں کے پراپیگنڈے پر کان نہ دھریئے۔ اور اپنے مجاہدین کی بڑھ چڑھ کر مالی امداد اور ان کے ہاتھ مضبوط کریں۔

طالبان کی پیش قدمی

سال 2013ء میں مجاہدین نے کئی علاقے فتح کرکے مزید پیش قدمی جاری رکھی۔ جن علاقوں پر دشمن کا تسلط قائم تھا طالبان نے وہ علاقے

دشمن کے قبضے سے چھڑا کر وہاں امارت اسلامیہ کا پرچم بلند کیا۔صوبہ ہلمند کے ضلع مارجہ،قلعہ ساروان اورصوبہ ارزگان میں ضلع دہراود وہ علاقے تھے جہاں ماضی میں دشمن نے بھاری جانی نقصان اٹھانے کے بعد اپنا کنٹرول قائم کرلیا تھا لیکن سال 2013ء حضرت خالد بن ولیدؓ آپریشن کی کامیاب کاروائیوں کی بدولت جفاکش مجاہدین نے یہ علاقے نئی تدابیر اور آگے بڑھتے چلو کے عزم سے دشمن کے قبضہ سے چھڑا کر امارت اسلامیہ کے توحیدی پرچم کے سائے تلے کر دیئے۔ یہاں پر مجاہدین نے مکمل کنٹرول حاصل کر لیا ہے اور دیگر علاقوں میں کامیاب پیش قدمی کے لیے کاروائیاں جاری رکھے ہوئے ہیں۔

صوبہ فاریاب، بادغیس اور بدخشاں کے کئی علاقوں پر مجاہدین نے اپنا کنٹرول سنبھال لیا ہے۔صوبہ سرپل کے ضلع کوہستان کے اکثر علاقے فتح ہو چکے ہیں۔صوبہ غزنی کے دو اضلاع زنہ خان اور رشیدان مکمل طور پر دشمن کے قبضہ سے آزاد کروالئے ہیں اور ملک کے طول وعرض میں مجاہدین کی تادم تحریر پیش قدمیاں اور فتوحات کے سلسلے جاری وساری تھے۔

دشمن پر قیامت خیز حملے

خالد بن ولیدؓ آپریشن کے تحت ملک کے مختلف علاقوں میں کامیاب حملے کئے گئے۔ چند ماہ کے دوران ملک کے طول وعرض میں دشمن پر تباہ کن حملے کئے گئے۔دارالحکومت کابل،غزنی، پنج شیر، زابل،میدان، وردک،لوگر، ہرات اور دیگر صوبوں میں دشمن پر قیامت خیز فدائی حملے کئے گئے۔اس کے علاوہ مختلف کمین گاہوں کے ذریعے دشمن کی رسد پر کئی بڑے اہم حملے ہوئے اور اربوں ڈالر مالیت کے سینکڑوں ٹرالرز وکنٹینرز جلا کر راکھ کا ڈھیر بنا دیئے گئے۔

19 ستمبر 2013ء کو صوبہ بدخشاں میں مجاہدین نے ایک ایسی کامیاب کاروائی کی کہ جس کی نظیر اس علاقے میں ماضی میں نہیں ملتی۔مجاہدین نے دشمن کے ان اہلکاروں پر اچانک اس وقت حملہ کر دیا جب وہ وہاں آپریشن کی غرض سے گئے تھے۔جس کے نتیجے میں 60 اہلکار ہلاک اور 70 زخمی ہوئے اور 14 اہلکاروں کو زندہ گرفتار بھی کرلیا گیا۔ مالِ غنیمت کے طور پر بڑی تعداد میں اسلحہ بھی برآمد ہوا۔ یوں دشمن کا آپریشن کے لیے بنایا ہوا منصوبہ خاک میں مِل گیا۔

صوبہ بدخشاں کے ضلع وردج کی کامیاب کاروائی کو کرزئی حکومت کی وزارت داخلہ کی جانب سے پولیس کا قتل عام قرار دیا گیا۔اورتحقیقات کے لیے ایک کمیٹی بھی بنائی۔اس کاروائی کے 3 دن بعد قندھار کے ضلع شوراک میں ایک کاروائی میں 15 پولیس اہلکار ہلاک ہوئے جن کی تصدیق کٹھ پتلی انتظامیہ نے بھی کی۔ جانی نقصان کے علاوہ دشمن کا مالی نقصان بھی کئی گنا زیادہ ہوا۔صوبہ فراہ میں دشمن کی سپلائی لائن اور فوجی اڈے پر حملے میں سینکڑوں کنٹینرز کی تباہی،میدان، وردک میں کئی بار سپلائی لائن پر حملوں سے ٹرالروں کی تباہی،طورخم میں درجنوں فوجی گاڑیوں اور ٹینکوں کی تباہی،ان جیسے دیگر بے شمار حملے اور نتائج کے طور پر پہنچنے والے نقصانات مجاہدین کی فعالیت اور حالات پر گرفت کی واضح دلیلیں ہیں۔

حکمت عملی اور حملے

کابل کے قمبر چوک کے قریب ایک گھر میں خفیہ ادارے کے اہلکاروں پر متعدد دھماکے ہوئے۔جن کی خبر میڈیا پر نہیں آئی۔اس حملے میں متعدد آفیسرز اور اہلکار ہلاک ہوئے۔جس کی حکمت عملی پہلے سے طے کی گئی تھی۔لیکن اس واقعہ کو میڈیا سے خفیہ رکھا گیا۔

سابق پولیس چیف امراللہ صالح نے فیس بک پر ایک تحریر میں لکھا تھا کہ یہ واقعہ ایک خطرناک منصوبے کے نشاندہی کرتا ہے۔اس نے لکھا کہ طالبان نے ایک گھر میں درجنوں بم اور دھماکہ خیز مواد نصب کر رکھا تھا۔جس کی خبر ایک شخص کے ذریعے خفیہ ادارے کو دی۔ جب ادارے کے متعدد اہلکار جلدی سے وہاں پہنچے تو ان پر اچانک دھماکے ہوئے اور وہیں مردار ہو گئے۔ یہ حملہ اس لئے بھی خطرناک تھا کہ اس کے بعد خفیہ ادارے مجاہدین پر چھاپہ مارنے اور ہر رپورٹ پر اعتبار کرنے سے گریز کر رہے ہیں۔

ذبیح اللہ مجاہد نے ذرائع ابلاغ کو بتایا کہ مجاہدین نے ایک موبائل کے ذریعے کامیاب حکمت عملی بنائی۔گھر میں دھماکہ خیز مواد نصب کر کے دشمن کو اطلاع دی جب وہ یہاں پہنچے تو ان پر زوردار دھماکہ ہوا۔جس سے تمام ایجنٹ مردار ہو گئے۔

اسی طرح صوبہ ہرات میں امریکی قونصلیٹ پر حملے نے ثابت کر دیا کہ بیدار مغز طالبان مجاہدین جنگی مہارت وحکمت عملی کے لحاظ سے پیش

رفت کررہے ہیں۔ ہرات میں امریکی قونصل خانے پرحملہ اتنا موثر تھا کہ وفاقی اداروں کو ردعمل ظاہر کرنے پر مجبور کر دیا گیا اور انہوں نے خصوصی اعلامیہ جاری کرتے ہوئے اسے خطرناک حملہ قرار دیا۔

2013ء خالد بن ولیدؓ آپریشن کو اپنے خون سے سرخرو کرنے والے شہداء کا ذکر خیر

فاتح طالبان کی جہادی سرگرمیوں کے سال 2013ء کو جلیل القدر سپہ سالار صحابی رسول ﷺ حضرت خالد بن ولیدؓ کے مبارک نام سے شروع کیا گیا تھا۔اس سال کے اس مبارک نام والے آپریشن کو فہم وفراست کے ساتھ نہایت دانائی اور عقلمندی کے ساتھ فاتح طالبان نے کامیاب کیا۔نصرت الٰہی اور غیبی تائید کے جابجا مظاہر کھلے عام نظر آئے۔ مالک الملک کی رحمتوں اور برکتوں کو سمیٹنے کے لیے ہزاروں فرزندان توحید نے آپریشن خالد بن ولیدؓ میں شمولیت کی سعادت حاصل کی اور دیوانہ وار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو سنتوں کو زندہ کرتے ہوئے اطاعتِ رسول ﷺ کی عملی تفسیر بن کر خدائے ذوالاجلال کے نام والے پرچم کو بلند سے بلندتر کرتے چلے گئے۔

کفار کے تمام لشکروں کو ان کے جھنڈوں سمیت سرنگوں کر دیا اور مادیت پرستی کو تائید خداوندی سے امارت اسلامیہ افغانستان، سرزمین خراسان سے دیس نکالا دے کر اس کا بھیجہ نکال کے رکھ دیا۔

سرفروشی وجانبازی کی اس ''مقدس جنگ'' میں ''فاتح طالبان'' نے عشق ووفا کی ایسی داستانیں رقم کیں کہ مسلم امہ کی آنے والی نسلیں ان پر ہمیشہ فخر کرتی رہیں گی۔عشق ومستی میں غرق ہزاروں طالبان حق اپنے اپنے وعدوں اور نذروں کو پورا کرنے کے لیے میدانِ کارزار میں کود پڑے۔جن میں 1302 مجاہدین جن میں 133 فدائی مجاہد بھی شامل ہیں اپنا مقصد حیات شہادت حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے اور باقی ہزاروں ''فاتح طالبان'' اس ''مقدس جنگ'' کے غازی بنے اور عالم اسلام کی حفاظت پر مامور ہو گئے۔شہداء میں سے چند کا ذکر خیر اگلے صفحات پر برکت وتحسین کے لیے پیش خدمت ہے۔

کمانڈر مولوی عبدالبصیر ہمت

2013ء 1434ھ ہجری کے مبارک ماہِ رمضان میں امارت اسلامیہ کے اولوالعزم اور جری کمانڈر مولوی عبدالبصیر ہمت عظیم شہادت کی خلعت فاخرہ حاصل کرنے میں کامیاب وکامران ہوئے۔آپ کے محترم استاد مولوی سیف الرحمٰن منصور صاحب فرماتے تھے کہ!

''مولوی ہمت طالبان کے دور حکومت میں معاشی مسائل کی بناء پر روزگار کے سلسلہ میں کویت چلے گئے تھے۔جب افغانستان پر صلیبی قوتوں نے شب خون مارا تو ایک دن کویت سے میرے اس ہونہار شاگرد نے مجھے ٹیلی فون کیا۔اور امریکی جارحیت پر شدید غم وغصہ کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ''حق تعالیٰ کا امتحان متوجہ ہے۔تلوار اور جہاد کا میدان گرم ہے، اب ہم اپنے لہو سے میدانِ کارزار کو گرم کریں گے۔وقت کے فرعونوں سے صرف توکل علی اللہ اور خلوص نیت سے جہاد کریں گے۔اگرچہ صورتحال گھمبیر ہے اور وقت بھی کٹھن ہے اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ ''طالب'' کا کوئی محفوظ ٹھکانہ بھی نہیں ہے۔میں نے تیاری مکمل کر لی ہے۔عنقریب وطن واپس پہنچ کر میں فرعونی قوتوں کے خلاف لڑوں گا اور ایک مسلم ریاست میں جارح صلیبی قوتوں کو سکھ کا سانس نہ لینے دوں گا''۔

موصوف میں قول وفعل کا تضاد بالکل نہ تھا۔جو کہتے تھے وہ کر کے دکھاتے تھے۔اس لئے وہ وطن واپس پہنچ گئے۔

واپس پہنچتے ہی مولوی ہمت نے امریکیوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیا اور ایسی ایسی کاری ضربیں لگائیں کہ صلیبی واتحادی بلبلا اٹھے۔امریکی یہاں کے بچوں سے سوال کرتے تھے کہ مولوی ہمت یہاں موجود ہے کہ نہیں؟ آپ گردیز شاہراہ پر دشمن کی تاک میں بیٹھے رہتے تھے۔اور حملے کر کے امریکیوں کے سینکڑوں ٹینکوں کو تباہ کر چکے تھے۔

آپ کے سینئر ملا سیف الرحمٰن منصور کی شہادت کے بعد آپ کو ان کی جگہ علاقہ کا امیر منتخب کر دیا گیا۔آپ نے اپنے استاد کے مشن کو جاری رکھا اور حملوں کے بہاؤ میں ذرا بھی کمی نہ آنے دی۔امریکیوں نے آپ کو سیف الرحمٰن منصور شہید کا بھائی سمجھ رکھا تھا۔بلکہ تیز ترین کاروائیوں کی بدولت امریکی اس شبہ میں پڑ گئے تھے کہ شاید سیف الرحمٰن منصور صاحب ابھی زندہ ہیں۔

بلند حوصلہ، اچھی عسکری تدابیر کرنے والے کمانڈر مولوی عبدالبصیر نے ''ہمت'' کے نام سے لقب پایا۔ خٹاوی شیخاں آپ کا مولد و مسکن تھا۔ اور یہ علاقہ گردیز شہر کے قریب واقع ہے۔ آپ نے اپنی دینی تعلیم کا اختتام پشاور باڑی بازار کے ایک مدرسہ سے کیا۔ آپ مکمل عالم دین تھے۔ آپ کی پرہیزگاری، تقویٰ، جہادی اور تبلیغی طبیعت کے باعث اہل علاقہ آپ سے بہت متاثر تھے۔

آخر کار جارحیت کے خلاف نبرد آزما رہنے والے کمانڈر مولوی عبدالبصیر ہمت 1434 ہجری ماہ رمضان المبارک میں افطاری کے بعد قابض افواج کے ایک ڈرون حملہ میں جامِ شہادت نوش کر کے میدانِ کارزار کو اپنے خون کی حرارت بخش گئے۔

عظیم مجاہد ڈاکٹر نصیر الدین شہید کی حیات مبارک پر ایک نظر

زندگی اللہ کی امانت ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے بار بار واضح فرمایا ہے کہ ''انسان کی پیدائش ایسی بے ہودہ اور بے مقصد نہیں اور نہ زندگی کی نعمت، عقل، حواس اور جسم کے اعضاء انسان کو بے مقصد عطاء کئے گئے ہیں۔ بلکہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی جانب سے امانت ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ کا مکلّف بندہ یہ ساری نعمتیں اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہدایات کے مطابق استعمال کرے۔

انسانی جان کی قدر و قیمت زیادہ ہے اسے بے فائدہ اور حقیر مقاصد کے لیے ضائع نہیں کرنا چاہئے۔ انسانی زندگی کی قیمت اللہ تعالیٰ کی رضا کے علاوہ ہر چیز سے زیادہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ کی رضا کے علاوہ دوسرے مقاصد میں زندگی گزارنا یا زندگی قربان کرنا نعمت الٰہی کی ناشکری سمجھی جاتی ہے۔ چونکہ امانت کی رعایت اور نعمت کی شکر گزاری بڑے اور اچھے صفات حسنہ میں سے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں زندگی گزارنا اور پوری امانت داری سے اس بڑی نعمت الٰہی (زندگی) کو منعم ذات کے حوالے کر دینا دینی لحاظ سے انتہائی محبوب اعمال میں سمجھا جاتا ہے۔

اللہ کی راہ میں زندگی قربان کرنے کو شہادت کہا جاتا ہے۔ وہ جسے اللہ تعالیٰ نے موت نہیں فرمایا بلکہ عالی شان زندگی کہا ہے۔ جس کا ادراک انسان کی کمزور عقل سے نہیں کیا جا سکتا۔ وہی زندگی جس کی تمنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے بارہا فرمائی۔

''لوددت أن اغزو فی سبیل اللّٰہ فأقتل، ثم أغزو فأقتل ...... الی اٰخرہ''(رواہ مسلم و بخاری)

یہ وہی زندگی ہے جس پر اللہ کے محبوب پیغمبروں علیہم السلام، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، تابعین، صدیقین، اولیاء، مجتہدین، مجاہدین اور علماء نے بجا طور پر فخر کیا۔ شہادت کے فلسفے کی اخروی اور دنیوی حیثیت پر بات کی جائے تو شاید یہ بحث بہت زیادہ لمبی ہو جائے گی۔ مجاہدین کے جم غفیر میں سے اس عظیم سفر سے بہرہ مند ہونے والے شاہین صفت مجاہدین میں سے ایک ایسی شخصیت کا ذکر خیر آئندہ سطور میں سپرد قلم ہونے جا رہا ہے جو نہ صرف خود شہادت کے عظیم رتبہ پر فائز ہوا بلکہ ان کے خاندان کے درجنوں افراد گذشتہ چند سالوں میں شہادت کی عظیم سعادت سے فیض یاب ہو گئے۔ شرقی و غربی فرعونیت کو شکست سے دوچار کرنے والے مولوی جلال الدین حقانی کے لخت جگر ڈاکٹر نصیر الدین حقانی شہیدؒ کا ذکر خیر آئندہ اوراق کو حسن و زینت بخشنے جا رہا ہے۔ جنہوں نے کچھ عرصہ قبل شہادت کا جام پیا۔

ڈاکٹر نصیر الدین حقانی شہید

ڈاکٹر نصیر الدین حقانی عظیم مجاہد مولوی جلال الدین حقانی کے بڑے صاحبزادے تھے۔ جن کی ولادت 1977ء میں پکتیا کے ضلع زدران کے گاؤں کنڈو میں ہوئی۔ آپ کا تعلق پشتونوں کی قوم زدران کی ایک شاخ میزئی کے سلطان خیل قبیلے سے تھا۔ آپ نے ایک دیندار اور علم دوست گھرانے میں آنکھ کھولی۔

نصیر الدین کو دنیا میں آئے ہوئے ابھی ایک سال ہی ہوا تھا کہ افغانستان میں کیمونسٹوں نے بغاوت کر کے اقتدار کی زمام اپنے ہاتھ میں کر لی۔ یہی وہ سال تھا جب آپ کے والد گرامی نے کیمونسٹ انتظامیہ کے خلاف عسکری جدوجہد کا آغاز کر دیا تھا۔

کیمونسٹوں کے مظالم اور سوویت یونین کی جارحیت سے نجات کے لیے افغان عوام کی ہجرت کے وقت حقانی صاحب بھی ڈیورنڈ لائن پار کر کے پاکستان کی جانب آ گئے اور اپنا مسکن شمالی وزیرستان میران شاہ کو چُنا۔

نصیر الدین حقانی نے یہاں پر اپنی ابتدائی تعلیم اور ثانوی تعلیم دارالعلوم منبع الجہاد میں حاصل کی بلکہ دورہ حدیث بھی یہیں سے مکمل کیا۔ عصری تعلیم بارہویں کلاس تک انجمن القرآن کالج میں مکمل کرنے کے بعد میڈیکل کے شعبہ میں چلے گئے۔ مگر امریکی جارحیت کے باعث آپ کو اپنی طب کی

تعلیم ادھوری چھوڑنی پڑی۔

نصیرالدین حقانی انتہائی کم عمر تھے۔ جب اپنے والد کے ساتھ کیمیونسٹ کے خلاف جہاد کرنے جاتے۔ آپ نے جہادی ماحول میں پرورش پائی اور آپ تادم شہادت ناقابل شکست مجاہد کی طرح اپنے موقف پر ڈٹے رہے۔ آپ کو مادری زبان پشتو کے علاوہ عربی، فارسی، اُردو اور انگلش زبان پر مکمل عبور حاصل تھا۔

امریکہ کے خلاف جہاد کے آغاز کے ساتھ ہی ڈاکٹر نصیر الدین حقانی نے ایک فعال اور متحرک جہادی رہنما کی حیثیت سے امریکی جارحیت پسندوں کے خلاف جہاد جاری رکھا۔ اس پورے عرصہ میں امارت اسلامیہ کی رہبری شوریٰ کے اجلاسوں میں آپ اپنے والدمحترم جلال الدین حقانی صاحب کے نائب کی حیثیت سے شرکت کرتے رہے۔ اور جہادی تشکیلات میں مختلف عسکری وعوامی شعبوں میں اپنی خدمات جاری رکھیں۔ یہاں تک کہ آپ اسلام آباد میں 2013-11-11 کو بزدل دشمن کے ایک دہشت گردانہ حملہ میں خلعت شہادت سے سرفراز ہو گئے۔

انا للّٰہ و انا الیہ راجعون.

ڈاکٹر نصیرالدین کی شہادت پر ردعمل

ڈاکٹر نصیرالدین حقانی کی شہادت پر دنیا بھر سے ہمدردوں کے پیغامات آئے۔ جن سے آپ کے ساتھ دنیا بھر کے مسلمانوں کی محبت اور عقیدت کا اندازہ ہوتا ہے۔ دوسری جانب دشمن کے تبصروں اور وضاحتوں سے پتہ چلتا ہے کہ آپ دشمن کی آنکھوں میں کس قدر خار بنے ہوئے تھے۔ اور عالم کفر کے خلاف کس قدر متحرک مجاہد تھے۔

ڈاکٹر نصیرالدین حقانی کی شہادت پر پہلا پیغام امارت اسلامیہ افغانستان کی رہبری شوریٰ کا یہ تھا۔

''انتہائی افسوس کے ساتھ یہ خبر ملی ہے کہ امارت اسلامیہ کے رہبری شوریٰ کے رکن اور مصروف جہادی وعلمی شخصیت محترم مولوی جلال الدین حقانی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ کے بڑے صاحبزادے ڈاکٹر نصیرالدین حقانی تقبلہ اللہ دشمن کے ایک بزدلانہ دہشت گرد حملے میں شہید ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ امارت اسلامیہ ڈاکٹر نصیرالدینؒ کی شہادت پر ان کے والد امارت اسلامیہ کی رہبری شوریٰ کے رکن جہادی وعلمی شخصیت محترم جلال الدین حقانی حفظہ اللہ تعالیٰ اور شہید موصوف کے بھائیوں، ان کے قابل قدر خاندان اور امارت اسلامیہ کے تمام مجاہدین سے تعزیت کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کے لئے جنت کے طلبگار ہیں۔ اسی طرح رشتہ داروں کے لیے بھی اللہ کے دربار سے صبر اور اجرعظیم کے خواستگار ہیں''۔

جہاد کی راہ میں آپ کی خدمات اور کوششیں بہت زیادہ قابل قدر ہیں۔ شہید ڈاکٹر نصیرالدین حقانیؒ اپنی زندگی کے آخری لمحات تک جارحیت کے خلاف مزاحمت کے میدان میں مصروف عمل رہے۔ دشمن کے لیے آپ کی بہادری اور آپ کا فعال کردار ناقابلِ برداشت تھا۔ واقعتاً آپ کی شہادت امارت اسلامیہ اور پورے افغانستان کے لیے نقصانِ عظیم تھی۔

ڈاکٹر نصیرالدین کی شہادت کے بعد دشمن نے بھی اس مسئلے کو میڈیا پر بھرپور کوریج دی اور اسے اپنی بڑی کامیابی قرار دیا۔ ''آزاد یورپ'' نام کے ریڈیو سے خصوصی امریکی جارحیت پسند ریڈیو آزادی کے نام سے کام کر رہا ہے۔ امریکی حکومت کا سرکاری موقف نشر کرتا ہے۔ اس ریڈیو پر کہا گیا کہ نصیرالدین حقانی، جلال الدین حقانی (والدمحترم) کی جہادی تشکیلات کا ستون اور مغز تھے۔ مختلف عسکری اور مالی امور سنبھالتے تھے۔

دشمن نے آپ کی شہادت کو بہت بڑی کامیابی سے تعبیر کیا۔ مگر مجاہدین نے اس کے ردعمل میں کہا کہ ان کی جگہ خالی نہیں بلکہ ان کی راہ سنبھالنے والے اور بھی بہت سے ہیں۔

اس حوالے سے ڈاکٹر صاحبؒ کے والد معروف مجاہد مولوی جلال الدین حقانیؒ کی جانب سے ذرائع ابلاغ پر ایک پیغام نشر کیا گیا۔ جس سے دردمند دلوں کو حوصلہ ملا۔ اس پیغام کے ہر لفظ میں ایمان، توکل علی اللہ اور صبر کے دریا موجزن نظر آتے ہیں۔ ان کا پیغام حسب ذیل ہے۔

بڑے بیٹے کی شہادت پر مولوی جلال الدین حقانی کا خصوصی پیغام

من المومنین رجال صدقوا ماعاهدوا الله علیه فمنهم من قضی نحبه و منهم من ینتظر و ما بدلوا

تبدیلاO ألأحزاب 23

افغانستان کے مومن اور مجاہد عوام اور صلیبی جارحیت پسندوں سے لڑنے والے مجاہدو!

سب سے پہلے عالی قدر امیر المؤمنین حفظہ اللہ تعالیٰ سرفروش مجاہدین اور خود اپنے آپ کو راہ جہاد وقربانی کے ایک مجاہد نصیر الدین حقانی شہید کی شہادت کی مبارک باد کہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اپنے دربار میں انہیں شہداء، صدیقین اور صالحین کے قافلہ میں شامل فرمائے (آمین)

بھائیو! اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہادت وہ عظیم فخر ہے جس کی حضور اکرم ﷺ نے اپنی تمام تر فضیلتوں کے باوجود تمنا کی۔ اور اپنی مبارک احادیث میں شہید کے مقام کی تعریف فرمائی۔

شہادت ایک خاص رتبہ اور سعادت ہے جو صرف اللہ کے خاص بندوں کو دیا جاتا ہے۔ شہادت ایک فضیلت ہے جو راہِ جہاد کے منتخب مجاہدین کو نصیب ہوتی ہے۔ اور بالآخر شہادت ہی مجاہد کا وہ حقیقی مقصد ہے جس سے وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ جس کے بدلے جنت الفردوس کی دائمی نعمتوں سے نوازا جاتا ہے۔

مسلمان مجاہد بھائیو!

آج ہمارے غیور مجاہدین دفاعی محاذوں پر جارحیت پسندوں کے خلاف مصروف عمل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی شہادتوں اور قربانیوں کی بدولت اس تاریخی مقابلے میں انہیں فتح عطا کی ہے۔ ایسی فتح جس نے دشمن کو ان کی تمام تر مضبوط اور فوجی قوت اور تکنیکی مہارتوں کے باوجود سخت گھبراہٹ کا شکار کر دیا ہے۔ انہیں فرار کی راہ سمجھائی نہیں دے رہی۔

بھائیو!........... جہاد کی راہ قربانیوں اور سرفروشیوں کا راستہ ہے۔ جہادی قربانیوں کا یہ سلسلہ احد کے تاریخی غزوہ میں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی شہادت کے ساتھ شروع ہوا اور چودہ سو سال گزرنے کے باوجود اب تک جاری ہے۔ ڈاکٹر نصیر الدین شہید بھی اسلامی نظام کی حاکمیت اور اپنے ملک عزیز کی آزادی کی جنگ کے ایک قابل فخر مجاہد تھے۔ جو بالآخر اپنی تمنا پا گئے۔ اللہ تعالیٰ ان کی شہادت قبول فرمائے۔ آمین

ڈاکٹر نصیر الدین ہمارے خاندان کا پہلا شہید نہیں اور نہ ہی یہ آخری شہید ثابت ہوگا۔ بلکہ سارا حقانی خاندان جہاد اور شہادت کا خاندان ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نظام کی حاکمیت اور ملک کی سرحدوں کے دفاع میں شہادت پا لینا ان کی سب سے بڑی تمنا تھی۔

مجھے خود ملک کے ہر شہید پر رشک آتا ہے کہ کاش شہادت کا یہ تاریخی اعزاز میرے حصے میں ہوتا۔ میں نے اپنی فانی زندگی کا اکثر حصہ اس تمنا میں گزارا کہ کب شہادت کا اعزاز نصیب ہو۔ الحمدللہ ہم اور آپ مسلمان ہیں اور مسلمان اللہ کی راہ میں شہادت کو اتنا ہی پسند کرتا ہے جتنا کافر لوگ دنیاوی زندگی کی لذتوں اور نعمتوں کو پسند کرتے ہیں۔

افغان مسلمانو! اور غیور مجاہدو!

آپ گذشتہ ساڑھے تین عشروں سے اپنے ملک میں اسلامی نظام کی حاکمیت کے لیے قربانیاں دے رہے ہیں۔ شہداء کی قربانیاں اور جہاد کی راہ میں ان کا گرا ہوا خون انتہائی قیمتی ہے۔ ہمارے لئے ان کے خون کی قدر دانی یہ ہوگی کہ ہم اللہ تعالیٰ کے نظام کی تنفیذ اور روشن اسلامی احکام کی پیروی کریں۔ امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد حفظہ اللہ تعالیٰ کی قیادت میں جہادی صف متحد رکھیں۔ اپنے رہنماؤں کی اطاعت کریں اور اپنے رنجیدہ عوام کی خوشحالی اور امن کے لیے کام کریں۔

بھائیو!

کفار سے مقابلے کے میدان میں شہادت ہماری مزید کامیابی کا باعث ہے نہ کہ ہماری ناکامی کا۔ بلکہ ہمارا انحراف، شہداء کے مبارک خون سے خیانت اور مجاہدین کے درمیان تفرقہ بازی ہماری ناکامی کا باعث ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور پوری امت کو اس مہلک مرض سے نجات دلائے۔

والسلام

مولوی جلال الدین حقانی

13-11-2013

ڈاکٹر نصیرالدین شہید کی شخصیت

جیسا کہ عربوں کا مقولہ ہے ''الولد سرٌ اَبِیہ'' نصیرالدین حقانی بھی ظاہری بناوٹ، شخصیت، فکر اور کردار کے حوالے سے اپنے مجاہد باپ کی زندہ مثال تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت خوبصورت اور بارعب چہرہ عطا کیا تھا۔ اپنے کردار میں متواضع اور خاکسار تھے۔ آپ کی عاجزی وانکساری کا اندازہ ہر شخص کو پہلی ملاقات میں ہی ہو جاتا تھا۔ امارت اسلامیہ کی رہبری شوریٰ کے ایک رُکن جو ڈاکٹر صاحب کے انتہائی قریبی ساتھی رہے آپ کے متعلق فرماتے ہیں۔

''ڈاکٹر صاحب اپنی مجالس میں ہمیشہ انتہائی حوصلہ اور پکے استدلال سے اپنی بات پیش کرتے۔ جو عمر میں آپ سے بڑا ہوتا آپ انتہائی ادب کے ساتھ اس سے پیش آتے۔ انتہائی مؤدب و محترم تھے۔ سیرت کی خوبصورتی کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے ظاہری خوبصورتی اور بہترین صحت سے نوازا تھا۔ آپ کی زبان ہر وقت اللہ تعالیٰ کے ذکر سے تر رہتی۔ بے سہارا لوگوں کی مدد اور سخاوت آپ کی دائمی عادت تھی۔ فرض عبادتوں کے علاوہ نفلی عبادات کا بھی خاص اہتمام فرماتے رہتے۔ خوش طبعی آپ کی عادت تھی۔ اہم مسائل میں آپ کو بہت مہارت حاصل تھی۔ آپ مسائل کو سرسری نگاہ سے دیکھنے کے عادی نہ تھے۔

قابل رشک حقانی خاندان

ڈاکٹر نصیرالدین حقانی شہیدؒ حقانی خاندان کے پہلے یا آخری شہید نہیں ہیں جنہیں عالمی کفر کے حملے کا نشانہ بننا پڑا۔ اگرچہ آپ کی شہادت جہاد کی صفوں کے لیے ایک بڑا نقصان ہے۔ مگر آپ کے خاندان کے لیے یہ کوئی فوق العادۃ واقعہ نہیں ہے۔ کیونکہ حقانی خاندان نے اب تک جو کردار ادا کیا ہے افغانستان اور اسلامی دنیا کی سطح پر اس خاندان کو غازیوں اور شہداء کا خاندان کہنا زیادہ مناسب رہے گا۔

محض امریکی جارحیت کے خلاف جاری حالیہ جہاد میں اس خاندان کی خواتین، بچوں اور مردوں سمیت کل شہداء کی تعداد 58 افراد تک پہنچ گئی ہے۔ یہ صرف امریکی کفر ہی نہیں جس کے خلاف اس مبارک خاندان نے شہداء کے لشکر روانہ کئے تھے بلکہ اس سے قبل سوویت یونین کے خلاف جہاد کے دور میں بھی اس عظیم خاندان نے بہت سے شہداء کی قربانی دی تھی۔ یہ خاندان اس لحاظ سے ایک غیر معمولی اور قابل رشک خاندان ہے جس کے صرف ایک خاندان کے پانچ افرد کے نام امریکہ کی انتہائی مطلوب افراد کی بلیک لسٹ میں شامل ہیں۔

مولوی جلال الدین حقانی حفظہ اللہ تعالیٰ کا نام کفار نے جارحیت کے پہلے سال 31 جنوری 2001ء میں اسلامی نظام سے وفاداری اور کفر کے سامنے نہ جھکنے کے جرم میں بلیک لسٹ میں ڈال دیا تھا۔ سراج الدین حقانی کا نام 13 ستمبر 2007ء کو بلیک لسٹ میں شامل کیا گیا۔ ڈاکٹر نصیرالدین حقانی کا نام 26 جون 2010ء کو بلیک لسٹ میں شامل کیا گیا۔ حقانی صاحب کے بھائی حاجی خلیل حقانی کا نام 9 فروری 2011ء کو بلیک لسٹ میں شامل کیا گیا۔

بدرالدین حقانی شہید کا نام 11 مئی 2011ء کو بلیک لسٹ میں رکھا گیا۔ امریکی سپر پاور کو آج دنیا کی واحد سپر پاور سمجھا جاتا ہے۔ جو اپنے دشمن کی حیثیت برداشت نہیں کرتا۔ ہمیشہ اس کوشش میں رہتا ہے کہ بر و بحر پر اپنا قبضہ مستحکم کرلے۔

امریکہ اپنی جدید ترین ٹیکنالوجی، عالمی تعاون، اثر اندازی اور اقتصادی طاقت کے ذریعے ایسے مقام تک پہنچ چکا ہے کہ اس کے سابقہ عالمی رقیب اور ایٹمی قوتیں بھی اس کے سامنے سر جھکانے پر مجبور ہیں۔ اس کی قوت کو باقاعدہ تسلیم کیا گیا ہے مگر اس عالمی طاقت کے مقابلے میں افغان عوام کے دیگر مجاہدین کے ساتھ ساتھ حقانی خاندان نے بھی جہاد جاری رکھا ہوا ہے۔ اور قلت افراد، بے سروسامانی اور وسائل کی کمی سے بے نیاز ہو کر دنیا کی سپر پاور مانی جانے والی طاقت کے خلاف سینہ سپر ہو کر فتح و نصرت سے ہمکنار ہوئے ہیں۔

دشمن کا کوئی عسکری دباؤ، پروپیگنڈہ، دھونس، سیاسی رشوت، اعصابی جنگ اور اعصاب شکن حملے ان کے حوصلے پست نہ کر سکے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بڑے حقانی صاحب کے پاکیزہ و مقدس جہاد اور مخلصانہ مؤقف کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے انہیں بہت بلند استعداد، قوت ایمانی اور عزم و حوصلہ عطا فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی غیر معمولی نصرت و انعام کے بغیر اس قدر قربانی اور استقامت و ثابت قدمی انسان کے بس کی بات نہیں۔

ڈاکٹر نصیرالدین کی شہادت سے دشمن کو یہ نہیں سمجھ لینا چاہئے کہ انہوں نے بہت بڑی کامیابی حاصل کر لی ہے اور اس سے جہاد کی صف کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا ہے۔ دشمن کو یاد رکھنا چاہیے کہ شہادت ہمارے راستے کی وہ منزل ہے جس کی تمنا ہر مجاہد رکھتا ہے۔ شہداء کا خون اسلام کے دمکتے چراغ کے لیے تیل کی حیثیت رکھتا ہے۔ شہید کا زخم جنگ کی تاریکیوں میں چمکتا ہوا ایک ستارہ ہے۔

''شہادتوں سے مجاہدین کی تعداد میں کمی نہیں آتی بلکہ یہ تعداد اور بڑھ جاتی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں سر یا مال قربان کرنے سے کئی گنا بڑھ جاتا ہے۔ اس لئے ہمارا ایمان ہے کہ ڈاکٹر نصیرالدین حقانی کی شہادت سے جہاد کی صف میں کمزوری نہیں آئے گی اور نہ ہی حقانی خاندان بے کسی کا شکار ہوگا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ ان کا بہترین نعم البدل انہیں عطا فرمائے گا جو اس سے زیادہ بہتر طریقے سے ان کے بتائے ہوئے راستہ پر چلیں گے''۔ (انشاء اللہ)

مولوی جان محمد شہید پرعزم متوکل علی اللہ مجاہد

امریکی جارحیت کے بعد دارالحکومت کابل سے جب طالبان کی حکومت چلی گئی تو دوسرے مجاہدین کی طرح مولوی جان محمد المعروف مولوی احمد جان صاحب بھی اپنے اصلی وطن غزنی ''قرہ باغ'' چلے گئے۔ اس وقت جب امریکی وحشی لشکر تازہ دم تھا۔ آپ نے کئی بار پکتیا اور قندھار کی طرف سفر کیا۔ اس دوران وہ اپنے جہادی قائد حقانی صاحب سے مسلسل رابطہ میں تھے اور انہوں نے حقانی صاحب کا انتہائی اہم پیغام قندھار میں امارت اسلامیہ کے دیگر قائدین کو پہنچایا۔ امریکی جارحیت کے پہلی سال مجاہدین کی عقب نشینی کے بعد افغانستان کے دوسرے علاقوں کی طرح غزنی کا علاقہ ''قرہ باغ'' بھی افغان نیشنل آرمی کے قبضے میں چلا گیا تو مولوی احمد جان صاحب نے پہلے مرتبہ اپنے قریبی ساتھیوں کو جمع کیا اور جہادی آپریشن شروع کرنے کا پروگرام ترتیب دینے کے لیے مشورہ کیا۔ اس اجتماع کے اگلے روز حکومتی عسکریت پسندوں نے ان کے قریبی ساتھی اور معاون خاص حق ملا صاحب کو گرفتار۔ ان کی گرفتاری سے مولوی صاحب کا حوصلہ پست نہ ہوا بلکہ انہوں نے انتہائی جرأت مندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے دیگر ساتھیوں کے ہمراہ نیشنل آرمی کے کیمپ پر حملہ کر کے اپنے گرفتار ساتھی کو چھڑا لیا۔

اس کے بعد مولوی جان محمد المعروف مولوی احمد جان صاحب اپنے علاقے کو چھوڑ کر چلے گئے اور حقانی صاحب کی جہادی تشکیلات میں خدمات سرانجام دینا شروع کر دیں۔ اس وقت مولوی احمد جان صاحب نے پکتیا، پکتیکا اور خوست کے سرحدی علاقوں میں بہت سی ایسی جہادی معرکہ آرائیوں میں اپنے جہادی جوہر دکھلائے جن کاروائیوں کو امریکہ کے خلاف جاری جہاد میں ابتدائی کاروائیوں کا اعزاز حاصل ہے۔ ان کاروائیوں کے دوران امریکیوں کے سرحدی اڈے بار بار مجاہدین کے حملوں کا نشانہ بنے اور ہمیشہ امریکیوں کو بھاری نقصان سے دوچار ہونا پڑا۔ مولوی طلحہ اور مولوی نوید جو اس مرحلے میں ان کے جہادی ساتھی اور معاون رہے ہیں ان کا کہنا ہے کہ!

''امریکی جارحیت کے پہلے سالوں میں ہم 25 ساتھی تھے۔ مولوی محمد جان صاحب کی قیادت میں ہم نے خوست کے سرحدی علاقے ''پین'' اور ''ببرہ خولہ'' میں خفیہ مراکز قائم کئے تھے اور یہیں سے ہم نے خوست کے مختلف علاقوں میں امریکی اڈوں اور کیمپوں پر حملے کئے تھے۔ اس دور کی کاروائیوں میں ''سکربیست'' (میزائل) کی کاروائیاں قابل ذکر ہیں جو ہم نے خوست کے ''صحرا باغ'' ہوائی اڈے پر وقتاً فوقتاً کیں۔ مولوی احمد جان صاحب کی قیادت میں ہمارے ساتھیوں نے دیگر مجاہدین کے ساتھ مل کر ترخوبی، ژورہ، کاریز گی، لواڑہ اور کچھ دیگر علاقوں میں بھی امریکی اڈوں پر کاروائیاں کیں''۔

مولوی محمد جان صاحب اس دور سے اپنی شہادت کے دن تک ایک وفادار اور نہ تھکنے والے مجاہد کی حیثیت سے حضرت حقانی صاحب کے ساتھ ملک کے جنوب مشرقی زون میں جہادی محاذوں پر رہے۔ آپ حضرت حقانی صاحب کے بلند رتبہ اور بااعتماد ساتھیوں میں سے ایک تھے۔ نہ یہ کہ وہ صرف عسکری امور سنبھالتے رہے بلکہ عوامی، انتظامی، دعوت وارشاد اور عوامی مسائل کے حل سمیت ہر طرح کے کاموں میں حصہ لیتے تھے۔ حتیٰ کہ بہت سے اجلاس اور ملاقاتوں میں حقانی صاحب کے نمائندے بن کر حصہ لیتے رہے۔ 2011ء میں مولوی احمد جان صاحب نے فریضۂ حج بھی ادا کیا۔

مولوی محمد جان دشمن کے ہاتھوں تین مرتبہ گرفتار ہوئے۔ پہلی مرتبہ چھ ماہ، دوسری مرتبہ سات ماہ اور تیسری مرتبہ اٹھارہ ماہ دشمن کی قید میں رہے۔ لیکن ہر بار نئے عزم اور ولولہ سے سرشار ہو کر میدانِ کارزار میں تشریف لے آتے۔

راقم جب اپنی کتاب ''فاتح طالبان'' کی آخری سطور کو مرتب کرنے میں مصروف تھا کہ مولوی جان محمد شہیدؒ کی شہادت کی خبر موصول ہوئی۔

مولوی جان محمد شہیدؒ کا حال ہی میں خوست کے جہادی ذمہ دار کی حیثیت سے تقرر کیا گیا تھا۔

20 نومبر 2013ء بمطابق 17 محرالحرم 1435 ہجری کو مولوی جان محمد صاحب کی شہادت اس وقت ہوئی جب آپ قبائلی علاقے کے قریب کورمی دریا کے کنارے واقع گاؤں ''ٹنڈورو'' میں ایک دینی مدرسہ میں استراحت فرما تھے کہ دشمن کے ڈرون طیارے کی بمباری کا نشانہ بن گئے اور جہاد کے افق پر نمایاں ستارہ بن کر روشن ہو گئے۔

انّا لِلّٰہِ و انّا الیہ راجعون.

راقم کا دل یہ خبر سن کر بھر آیا اور اس عظیم، انتھک، پرہمت، تابندہ ستارے کا تذکرہ ''فاتح طالبان'' میں خدا کی رحمتیں اور برکتیں سمیٹنے کے لئے ذکر خیر کے طور پر کر دیا۔ تاکہ میری طرح دوسرے مسلمانوں تک بھی ان کا پیغام جہاد پہنچ سکے۔

مولوی جان محمد شہیدؒ کے پسماندگان میں آپ کے چھوٹے بھائی، والدہ، اہلیہ اور چھ بچے شامل ہیں۔ آپ کے صاحبزادوں کے نام محمد رفیق، محمد، احمد اور محمد عمر ہیں۔

جہادی افق پر اوج ثریا بن کر چمکنے والا تابندہ ستارہ مولوی جان محمد مخلص جو احمد جان کے نام سے بھی مشہور تھے، حاجی عبدالرؤف کے صاحبزادے تھے۔ آپ نے صوبہ غزنی کے ضلع قرہ باغ کے گاؤں ''برلی'' کے ایک دین دار اور جہادی گھرانے میں آنکھ کھولی۔ اپنی ابتدائی تعلیم استاد مولوی عبدالحیٔ یزدانی سے حاصل کی پھر پندرہ سال کی عمر میں مزید علم حاصل کرنے کے لیے مدارس کا رُخ کیا۔ اور افغانستان و پاکستان کے مختلف مدارس میں پڑھتے رہے، آپ تعلیم کے آخری مراحل میں شمالی وزیرستان میران شاہ میں عظیم جہادی قائد مولوی جلال الدین حقانی کے مدرسے جامع منبع العلوم میں داخل ہو گئے اور یہیں سے جہادی زندگی کا آغاز کیا۔

کیمیونزم کے خلاف جہاد

کیمیونزم کے خلاف جہاد کے دور میں مولوی احمد جان صاحب بھرپور جوانی میں تھے۔ آپ نے جہادی زندگی کا باقاعدہ آغاز صوبہ خوست کے جہادی معرکوں سے کیا۔ آپ حقانی صاحب کے مدرسے سے دیگر مجاہدین طلباء کے ساتھ مختلف محاذوں پر جاتے اور جہادی کاروائیوں میں حصہ لیتے۔ کاروائیوں کے بعد خوست کے مضافاتی علاقے ''بڑہ یی'' میں حقانی صاحب کے مشہور جہادی مرکز میں رہتے۔ حقانی صاحب کی قیادت میں لڑا جانے والا خوست کی فتح کا آخری معرکہ جو 17 دن جاری رہا۔ تاریخ میں کیمیونزم کے خلاف جہاد کا سب سے بڑا کارنامہ سمجھا جاتا ہے۔

مولوی جان محمدؒ صاحب اس معرکہ میں شریک رہے۔ خوست شہر کی فتح کے بعد حقانی صاحب نے پکتیا کے مرکز گردیز پر حملے شروع کیے۔ مولوی جان محمد صاحب گردیز شہر کے قریبی علاقے ''مہلن'' میں حقانی صاحب کے جہادی کیمپ میں رہے۔ وہ حقانی صاحب کی تمام تشکیلات میں رہے جب تک کہ کیمیونزم کا مکمل صفایا نہ ہو گیا۔

''تنظیمی ذمہ داریاں اور بیت المال کا دفاع''

مولوی محمد جانؒ کے ایک قریبی ساتھی قاری ضعیف کہتے ہیں۔ گردیز پر قبضے کے بعد مولوی محمد جان صاحب اپنے ساتھیوں کے ساتھ گردیز شہر میں رہنے لگے۔ اس دور میں مسلح جنگجو جو عوامی املاک اور دولت لوٹتے رہے۔ تمام سرکاری املاک پر تنظیمی ڈاکوؤں کا قبضہ تھا۔ اس دور میں ان بے لگام ڈاکوؤں کی حالت ایسی تھی کہ کوئی ان کا راستہ نہیں روک سکتا تھا۔

مولوی محمد جان صاحبؒ نے اپنی جرات اور بہادری کی برکت سے اپنی ذمہ داری نبھائی اور آس پاس کے گھروں اور بیت المال کی حفاظت احسن طریقہ سے کی۔ قاری ضعیف کہتے ہیں کہ گردیز میں صوبائی ہیڈ کوارٹر کی عمارت کے ساتھ ایک سرکاری عمارت تھی جس میں بہت سی سرکاری گاڑیاں کھڑی تھیں جو تا حال ان ڈاکوؤں کی دستبرد سے محفوظ تھیں۔ ایک دن ہم نے دیکھا کہ ایک ڈاکو لوٹ مار کی نیت سے اس عمارت میں داخل ہوا۔ مولوی محمد جان نے اسے دیکھتے ہی پکڑ کر معمولی سزا کے بعد چلتا کر دیا۔ کچھ دیر بعد وہ اپنے بہت سے ساتھیوں کے ساتھ ہمارے ہیڈ کوارٹر کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ ان کا مطالبہ تھا کہ ان کے ساتھ مذاکرات کیئے جائیں۔

قاری ضعیف کا کہنا ہے کہ اس وقت میں دفتر سے نکلا تو میں نے دیکھا مولوی محمد جان صاحب راکٹ میں گولہ فٹ کئے ایک ڈاکو کے ساتھ

بحث کر رہے ہیں۔ مولوی صاحب ان سے کہہ رہے تھے کہ یہیں سے واپس لوٹ جاؤ ورنہ سخت خطرناک صورتحال کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ڈاکوؤں کا کمانڈر کہہ رہا تھا کہ ہمیں لوگوں نے بتایا کہ اس عمارت میں طالبان رہتے ہیں وہ بہت اچھے لوگ ہیں۔ تم ان سے ملو اور بات چیت سے مسئلہ حل کرالو۔ مولوی محمد جان نے جواب دیا ''تمہیں جس نے بھی کہا کہ طالبان اچھے لوگ ہیں اس نے برا کیا۔ ہم بیت المال کی حفاظت میں کسی کا لحاظ نہیں کرتے اور نہ ہی ہم کسی کو عام آبادیوں کو لوٹنے کی اجازت ہی دیتے ہیں۔ یہ لوگ جو شکل سے عادی چور اور ڈاکو لگتے تھے انہوں نے کہا ہمارا تعلق ملی محاذ نامی تنظیم سے ہے۔ اور ہم چاہتے ہیں کہ اس سرکاری عمارت کی چھت پر اپنا مورچہ بنالیں مولوی محمد جان صاحب نے ان ڈاکوؤں سے کہا واپس چلے جاؤ۔ تمہیں اس بات کی اجازت نہیں دی جاسکتی کہ دوسرے علاقوں کی طرح یہاں بھی اس محفوظ علاقے میں چوری اور لوٹ مار شروع کر دو۔ ان لوگوں نے مولوی محمد جان کا یہ جارحانہ اور غصہ سے بھرپور رویہ دیکھا تو وہیں سے واپس ہو گئے۔ اس طرح مولوی صاحب نے بیت المال کے سرمائے کا تحفظ کیا۔

''تحریک طالبان میں شمولیت اور خدمت''

کیمونزم کے خلاف جہاد کے خاتمے کے بعد مولوی جان محمد صاحبؒ نے ایک بار پھر اپنی دینی تعلیم کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اس وقت تحریک طالبان کے سربکف غازیوں کے لشکر کابل کے مضافات میں پڑاؤ ڈال رہے تھے۔ مولوی صاحب اس وقت خیبر پختونخواہ ضلع ہنگو کے علاقے زرگری میں مدرسہ جامعہ اسلامیہ میں دورہ حدیث کر رہے تھے۔ آپ نے اسی سال اسی مدرسہ کے شیخ الحدیث مولانا حسین احمد مدنیؒ کے شاگرد شیخ الحدیث حضرت بہرہ مند صاحبؒ سے احادیث کی اجازت حاصل کی۔ دورہ حدیث کی تکمیل کے بعد آپ نے اسلامی تحریک کی صفوں میں خدمت شروع کر دی۔

مولوی جان محمد نے فراغت کے بعد کچھ عرصہ کے لیے صوبہ خوست میں مٹاچینہ کے علاقے میں مشہور دینی مدرسے کی نظامت سنبھالی۔ پھر اسلامی تحریک طالبان کی جہادی صفوں میں چلے گئے اور کابل وشمالی علاقوں کی فتوحات جیسے بڑے معرکوں میں حصہ لیا۔

صوبہ بلخ کی فتح کے بعد کچھ عرصہ صوبہ بلخ کے گورنر بھی رہے بعد ازاں صوبہ لغمان کے کفیل کی حیثیت سے خدمات سرانجام دیتے رہے۔ لغمان میں کفیل کا عہدہ سنبھالنے کے دور میں بھی ضلع دولت شاہ میں جہادی سرگرمیوں میں مصروف رہے۔ اس علاقے میں آپ نے تاریخی استقامت کا مظاہرہ کیا اور دشمن کے کئی حملے پسپا کئے۔ کابل کے جنگی خطوط میں مولوی جان محمد شہیدؒ نے کافی عرصہ تک حقانی صاحب کے ساتھیوں کی سرپرستی بھی کی تھی۔ اور اس وقت تک جہاد میں حصہ لیتے رہے جب تک افغانستان کی سرزمین پر مغربی کافروں کی جارحیت ہوئی۔

مولوی جان محمد شہیدؒ کی شخصیت کے بارے میں آپ کے ساتھیوں کی آراء

مولوی جان محمد شہیدؒ کے قریبی ساتھیوں میں سے ایک صاحب فرماتے ہیں کہ چار، پانچ سال قبل جب امریکیوں کی ظالمانہ بمباری میں مولوی جلال الدین حقانی صاحب کے خاندان کے کچھ افراد شہید ہو گئے تھے تو کچھ مجاہدین کے ساتھ میں بھی ان کے ہاں شہداء کی تعزیت کے لیے گیا تھا۔

حقانی صاحب کے ساتھیوں کے ٹھکانے کے پاس جب میں پہنچا تو وہاں حقانی خاندان کا کوئی فرد موجود نہ تھا۔ البتہ مجلس میں ایک مضبوط بازوؤں والا تنومند جوان بیٹھا ہوا تھا۔ جو آنے والے مہمانوں کا استقبال و مہمان نوازی کر رہا تھا۔ ساتھیوں نے اس جوانِ رعنا کا تعارف مولوی محمد جان کے نام سے کروایا۔ ہم سب حقانی صاحب کو پہنچنے والے اس حادثۂ فاجعہ پر غم زدہ اور پریشان تھے۔ تھوڑی ہی دیر بعد مولوی محمد جان کے جاندار اور روح پرور وعظ سے غموں کے بوجھ ہلکے ہو گئے۔

میں نے آپ کی شخصیت کا تجزیہ کیا تو آپ متوکل علی اللہ، پرعزم اور باہمت مجاہد پائے گئے۔

امارت اسلامیہ کے سیکرٹری کہتے ہیں کہ موصوف میں بہادری، تدبر، پختہ عزم اور اخلاص کے آثار نمایاں تھے۔ معروف ترانہ خواں اور مجاہد ملا فقیر محمد درویش جو مولوی محمد جان سے قریبی تعلق رکھتے تھے کہتے ہیں کہ خوش طبعی آپ کے مزاج کا حصہ تھی۔ سخت بات بھی خوش طبعی سے کہتے تھے۔

شہادت کا شوق رکھنے والے مولوی محمد جان کے بڑے بھائی نے بتایا کہ!

''آپ نے اپنے آبائی علاقہ ضلع قرہ باغ میں نصرت العلوم کے نام سے ایک مدرسہ قائم کیا تھا۔ جس میں آج بھی 55 رہائشی اور سینکڑوں غیر رہائشی طلباء تحصیل علم میں مشغول ہیں۔ مولوی محمد جان صاحب شہیدؒ ہم سے شہادت کی وجہ سے جسمانی طور پر الگ ہو گئے مگر ان کی خوبصورت یادیں اور کارنامے تاریخ کے صفحات اور مجاہدین کے دلوں کو صدیوں گرماتے رہیں گے۔ آپ نے صدقۂ جاریہ کے طور پر طلباء اور مجاہدین کی ایسی صف پیچھے چھوڑی

ہے جوان شاءاللہ آپ کی روش پر چلتے ہوئے قیامت تک باطل طاقتوں کے آگے سیسہ پلائی دیوار بن کر ڈٹی رہے گی اور آپ کی شہادت کی وجہ سے آپ کی جہادی صف میں آپ کا خلا محسوس نہ ہونے دے گی۔

رحمہ اللّٰہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ

صوبہ قندھار سے صلیبیوں کا فرار

2013ء حضرت خالد بن ولیدؓ آپریشن میں فاتح طالبان کی فتوحات کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ سیل رواں کی طرح جاری رہا اور بہت سے علاقوں سے دشمن کو دُم دبا کر بھاگنا پڑا۔

ضلع ژڑی

یہ ضلع قندھار شہر کے مغرب میں قندھار اور ہرات شاہراہ پر جنوب میں واقع ہے۔ یہ وہ ضلع ہے جس میں سنگ حصار کے علاقے سے طالبان اسلامی تحریک کا آغاز ہوا تھا۔ نلغام، پاشمول، ماکوان، سنگ حصار، سنجری اور نادی کے مشہور علاقوں پر مشتمل ہے۔

ضلع ژڑی جو روسی یلغار کے خلاف مجاہدین کا مشہور مرکز تھا۔ اب امریکی جارحیت کے خلاف بھی مجاہدین کا مضبوط ٹھکانہ ہے۔ اس ضلع کے پاشمول اور سنگ حصار کے علاقے امریکی قافلوں کے لئے خطرناک سمجھے جاتے ہیں۔ گذشتہ 11 سالوں میں امریکیوں نے ان علاقوں میں بھاری جانی و مالی نقصان اٹھایا۔

امریکی اور کینیڈین فوجی اس ضلع میں بھاری نقصانات سے دوچار ہوتے رہے ہیں۔ اس لئے مجبور ہو گئے ہیں کہ طول وعرض میں اپنی حفاظت کے لیے ایک ظالمانہ اور خطیر رقم سے نقشہ بنائیں۔ امریکیوں نے چند سال پہلے اس علاقے میں آپریشن کے دوران ژڑی کے طول وعرض میں بڑے پیمانے پر پختہ دیواروں، خاردار تاروں اور سخت حفاظتی حصار میں سینکڑوں افغان اور قابض فوجیوں کی چیک پوسٹیں تعمیر کیں۔

ژڑی میں امریکیوں نے بھاری نقصانات اٹھانے کے بعد سینکڑوں چیک پوسٹیں بنائیں۔ مجاہدین کی کاروائیوں کے نتیجے میں امریکہ ذلت آمیز شکست سے دوچار ہو کر اس ضلع سے رسوا کن حالت میں نکلنے پر مجبور ہوا۔

اس ضلع سے راہ فرار کے علاوہ اس کے پاس کوئی چارا نہ تھا۔ ژڑی کے مجاہدین کے مطابق ضلع ژڑی کے 21 اڈوں سے امریکی فرار ہو چکے ہیں اور ان اڈوں کے متعلق امریکیوں کا کہنا تھا کہ وہ ان اڈوں سے کبھی نہ جائیں گے اور جن قربانیوں سے ہم نے یہ اڈے بنائے ہیں اسی قیمت پر ان کا دفاع کریں گے۔

ضلع ژڑی کے جن اڈوں سے امریکی راہِ فرار اختیار کر چکے ہیں وہ یہ ہیں۔

نلغام میں مکتب، کاکڑان، عبدالعلی، قلعہ، سرکلی اور میرولیا تو کے اڈے، سنگ حصار اور کولک میں داروخان، چوٹی، کوتیزو، شکار چوٹی، سرنگ کولک اور سنگ حصار کے درمیان وزیر علاقے کے اڈے

پاشمول، میں ملایانو، ڈگر، شکور خان، چوٹی اور پاتیزو کے علاقے کے اڈے

سنجری: میں شوغی، کلاوک، اور عیدگاہ علاقوں کے امریکی فوجی اڈے

اسی طرح ناوی سے ایک اور ماکوان سے تین اڈوں کو خالی کر کے بھاگ چکے ہیں۔

واضح رہے کہ امریکیوں نے چند اڈوں کو مکمل طور پر چھوڑ دیا ہے اور کچھ اڈے افغان فورسز کے حوالے کر دیئے ہیں۔ اور یوں لگتا ہے کہ عنقریب ان اڈوں کو بھی مکمل طور پر خالی چھوڑ کر فرار ہو جائے گا۔

ژڑی کے مجاہدین نے مزید بتایا کہ سال 2013ء میں مختلف کاروائیوں میں دشمن کو بھاری نقصان پہنچا ہے۔ اب چونکہ علاقہ سے امریکیوں کی اکثریت نکل چکی ہے اس لئے بڑی تبدیلی آنے کی امید ہے۔ اگرچہ امریکیوں کے کچھ علاقوں میں قومی ملیشیا تشکیل دی ہے مگر وہ بدنام لوگوں پر مشتمل ہے۔ اسی لئے عوامی تعاون سے محروم ہے۔ انہوں نے نہتے عوام پر بے جا ظلم وتشدد، ڈکیتی، راہزنی اور قتل جیسے اقدامات کئے تھے۔ اس لئے ان کا ظلم وستم ہی ان کے زوال کا باعث بنے گا۔ جس کی وجہ سے عوام ان پر قہر آلود ہے۔

ضلع ڈنڈ:۔

قندھار شہر کے قریب واقع یہ ضلع گذشتہ گیارہ برسوں سے مجاہدین کا مضبوط گڑھ وٹھکانہ رہا ہے۔ جہاں مجاہدین دشمن کے خلاف بڑے پیمانے پر کاروائیاں کررہے ہیں۔ روسی یلغار کے دوران مجاہدین قندھار شہر کے لیے اس ضلع سے استفادہ کرتے تھے۔ امریکی جارحیت کے وقت سے بھی یہ علاقہ اسٹرٹیجک لحاظ سے اہم قرار دیا جاتا ہے۔ اس لئے امریکیوں نے اس پر بھرپور توجہ دی اور درجنوں فوجی اڈے یہاں بناڈالے۔ مقامی مجاہدین کے مطابق اس ضلع کے ناخونی، خنجا لک، زلہ خان، چلغور تودہ، میر بازار اور دیگر علاقوں میں مجاہدین فعال اور منظّم ہیں۔ ان علاقوں میں امریکیوں کے اڈے بھی ہیں۔ مگر وہ اپنے اڈوں سے باہر نکلنے کا حوصلہ نہیں رکھتے۔

2012ء میں ضلع ڈنڈ میں امریکی فوجیوں میں کمی آئی۔ وہ اپنے اڈوں سے فرار ہو چکے ہیں۔ کہا جارہا ہے کہ ژڑی اور میوند کے ضلعوں سے امریکیوں کے انخلاء کے بعد قندھار شہر کے قریبی اضلاع ڈنڈ اور غنداب سے بھی فرار ہوجائیں گے۔ ڈنڈ میں امریکیوں کے فرار کے بعد سیکیورٹی انتظامات قومی ملیشیا کے سپرد کرنے کی کوششیں کی جارہی ہیں۔ اور اس سلسلہ میں لوگوں پر قومی ملیشیا میں بھرتی ہونے کے لیے دباؤ ڈالا جارہا ہے۔ لیکن چونکہ ڈنڈ کے عوام مجاہد صفت ہیں۔ اس لئے انہوں نے قومی ملیشیا میں بھرتی ہونے سے انکار کیا۔ ضلع ڈنڈ میں صرف صلاوات گاؤں میں محدود پیمانے پر قومی ملیشیا کے اہلکار موجود ہیں۔ باقی پورے ضلع میں کہیں بھی دکھائی نہیں دیتے۔

ضلع معروف:۔

معروف قندھار شہر کے مشرق میں واقع ہے۔ یہ ایک بڑا ضلع ہے۔ اس ضلع کے تمام علاقوں میں مجاہدین مستحکم ہیں۔ صرف ہیڈ کوارٹر اور سامسون علاقوں میں دشمن کے کچھ اہلکار موجود ہیں۔ اس ضلع میں امریکیوں کا پہلے صرف ضلعی ہیڈ کوارٹر میں فوجی اڈہ تھا۔ جہاں سے وہ گذشتہ سال 2012ء میں فرار ہوگئے ہیں اور چند فوجی اہلکار ضلعی ہیڈ کوارٹر میں رہ گئے۔

اس ضلع کے تمام علاقے علیزونا وہ، سامی پہاڑ، ساکزی علاقہ، اعلی جرگہ، پیتاوی اور دیگر علاقوں پر مجاہدین کا مکمل کنٹرول ہے۔ جہاں دشمن کا کوئی وجود نہیں ہے۔ سالسون علاقے میں محدود تعداد میں قومی ملیشیا کے اہلکار موجود ہیں۔ مگر وہ بھی اپنی چیک پوسٹوں تک محدود ہیں۔ جو مجاہدین کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈال سکتے۔ اس علاقے میں مجاہدین کی 16 یونٹس فعال ہیں۔ جو پانچ محاذوں میں تشکیل کئے گئے ہیں۔

ضلع سپین بولدک:۔

بولدک جس کو قندھار کی کٹھ پتلی حکومت اپنا محفوظ اور مثالی علاقہ سمجھتی ہے لیکن حقائق اس کے برعکس ہیں۔ اس ضلع کا کوئی علاقہ ایسا نہیں ہے جہاں مجاہدین سرعام اور خفیہ طور پر موجود نہ ہوں۔ بولدک اور ویش میں مجاہدین چھاپہ مار کاروائیاں کررہے ہیں۔ بارودی سرنگوں اور بم دھماکوں سے کام لیتے ہیں۔ جبکہ بولدک کے دوسرے علاقوں میں مجاہدین فعال اور منظّم طور پر موجود ہیں۔ اور دشمن کو ان کے اڈوں کے اندر محصور کردیا ہے۔ بولدک میں امریکیوں کے اڈے پچی زیارت، لغمان اور بولدک کے صدر مقام میں واقع ہیں۔ بولدک کے ناوے علاقے میں ایک بڑا فوجی اڈہ حال ہی میں دشمن نے خالی کردیا اور دیگر علاقوں سے بھی فرار ہورہے ہیں۔ یوں لگتا ہے کہ رواں سال قندھار سمیت سارے افغانستان سے راہِ فرار اختیار کرنے کی تیاری کر رہے ہیں۔

بولدک شہر کے مضافات میں پولیس کی محدود چیک پوسٹیں قائم ہیں۔ مگر یہاں قومی ملیشیا نہیں ہے۔ گذشتہ سال مختلف کاروائیوں میں قابل ذکر کاروائی بولدک شہر کے ساتھ پولیس چیک پوسٹ پر حملہ کی کاروائی ہے۔ جس میں تمام 13 اہلکار مارے گئے۔ اس کاروائی میں شامل مجاہدین پہلے پولیس میں بھرتی ہوئے۔ پھر چیک پوسٹ پر تعینات ہونے کے بعد موقع ملتے ہی فائرنگ کرکے انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا۔ فدائی کاروائیوں میں اہم شخصیات ہلاک اور زخمی ہوئیں۔

ضلع خاکریز:۔

ضلع خاکریز قندھار کے شمال میں واقع ہے۔ یہاں کی آبادی زیادہ ہے۔ یہاں امریکیوں نے سینکڑوں آپریشنز کئے اور درجنوں فوجی اڈے بنائے۔ یہاں پر جہادی نظم میں بڑے پیمانے پر تبدیلیاں آئیں اور یہاں کے بیشتر علاقے دشمن کے وجود نامسعود سے پاک ہو چکے ہیں۔ امریکیوں اور

ان کے غلاموں کی اکثریت یہاں سے فرار ہو چکی ہے۔

چنار میں امریکیوں کا ایک اڈہ اور افغان اہلکاروں کی 15 چیک پوسٹیں، علاقہ لام میں ایک امریکی اڈہ اور 5 افغان چیک پوسٹیں۔اسی طرح ناصر اور باغکہ کے علاقوں سے ایک، ایک اڈہ امریکی خالی کر کے فرار ہو چکے ہیں۔70 فیصد علاقہ پر مجاہدین کا مکمل کنٹرول ہے۔

ملکی دشمن خاکریز ضلع میں صرف ضلعی ہیڈ کوارٹر باغکہ اور ڈب کاریز گاؤں میں موجود ہیں۔جبکہ چینار و تنبیل، کاریز دنہ، لام، نخشکان اور ناصر سمیت تمام علاقے مجاہدین کے زیر کنٹرول آ چکے ہیں۔

یہاں سے دشمن انتہائی ذلیل ورسوا ہو کر فرار ہوا ہے۔یہاں سے فرار ہوتے ہوئے ان کے 18 ٹینک اور افغان آرمی کی 6 فوجی گاڑیاں سڑک کنارے نصب بم دھماکوں سے تباہ ہوئیں۔اسی وجہ سے وہ سڑک کو چھوڑ کر صحرا میں اپنے لئے ایک الگ راستہ بنانے پر مجبور ہو گئے تھے۔اور اسی راستے سے فرار ہوئے۔انہوں نے انخلاء کے وقت بھاری لاگت سے تیار کئے گئے اپنے اڈوں کو بموں سے اڑا کر رکھ دیا اور یوں یہاں سے ہمیشہ کے لیے چلے گئے۔

چنار و تنبیل اور لام میں امریکیوں نے جن لوگوں کو اسلحہ دے کر قومی ملیشیا میں شامل کیا تھا۔امریکیوں کے فرار کے بعد وہ 100 سے زائد اہلکار طالبان کے آگے تسلیم ہو گئے۔اس طرح مکمل ضلع مجاہدین کے کنٹرول میں آ گیا۔یہ علاقہ دشمن کے لیے بڑا جان لیوا ثابت ہوا۔جبکہ شہادت سے سرفراز ہونے والے مجاہدین کی تعداد صرف 14 رہی۔

ضلع میانشین:۔

ضلع میانشین قندھار کے شمال میں واقع ہے اور چند سالوں سے مکمل طور پر مجاہدین کے کنٹرول میں ہے۔گذشتہ سال ملکی اور غیر ملکی فوجیوں کی ایک تعداد نے اس ضلع کے دور دراز اور ضلع شاولی کوٹ سرحد کے قریب سرناوی گاؤں میں آکر 20 گھروں پر اپنا تسلط جمالیا۔

میانشین پر طالبان کا قبضہ ہے۔صرف ہیڈ کوارٹر میں امریکیوں نے اب تک ایک اڈہ برقرار رکھا ہے۔تاکہ وہ یہ تاثر قائم رکھ سکیں کہ وہ میانشین میں موجود ہیں۔میانشین کے مجاہدین کے مطابق شاولی کوٹ میں دشمن کی موجودگی برائے نام ہے اس لئے امارت اسلامیہ کی جانب سے شاولی کوٹ کے مضافات اور دور دراز علاقے بھی میانشین کے مجاہدین کے زیر کنٹرول دیئے گئے ہیں تاکہ قندھار اور روزگان کی شاہراہ عام پر موجود چیک پوسٹوں پر کاروائیاں کریں۔شاولی کوٹ کے سفور اور ہاختو تنگی علاقوں میں مجاہدین نے سڑک کنارے بم دھماکوں کے ذریعے 50 سے زائد ٹینک تباہ کر کے دشمن کو بھاری جانی و مالی نقصان پہنچایا ہے۔

ضلع میوند:۔

یہ ضلع قندھار کے مغرب میں ہرات کی شاہراہ عام پر واقع ہے۔یہ ضلع دو بڑے علاقوں پر مشتمل ہے۔شاہراہ عام کے شمال میں علاقہ گروماؤک اور جنوب میں قلعہ شامیر اور بند تیمور واقع ہے۔بند تیمور کی شاہراہ پر چند چیک پوسٹیں قائم ہیں۔اس کے علاوہ باقی ضلع پر مجاہدین کا کنٹرول ہے۔جہاں دشمن کا کوئی وجود نہیں ہے۔سڑک کی دوسری جانب قلعہ شامیر میں دشمن موجود ہے۔اور اس علاقے پر کسی حد تک اس کا کنٹرول بھی ہے۔قلعہ شامری میں دشمن نے 2010ء میں آپریشن کیا اور 40 سے زائد ملکی اور غیر ملکی افواج کی چیک پوسٹیں بنائیں۔اس علاقہ میں انہوں نے چیک پوسٹوں کا جال بچھا کر بڑی تعداد میں فوجی آپریشنز کئے۔اس کے باوجود یہاں پر مجاہدین فعال موجود اور منظم ہیں۔میوند کے شمال میں دشمن صرف شاہراہِ عام سے شہداء تک جانے والی سڑک پر موجود ہے۔اس سڑک کے علاوہ میوند کے باقی تمام علاقوں پر مجاہدین کا کنٹرول ہے۔جہاں دشمن کا کوئی وجود نہیں ہے۔

ضلع میوند کے گرماؤک سے امریکیوں نے 12 اڈے خالی کر کے راہِ فرار اختیار کی۔ایک بڑا فوجی اڈہ ملنگ کاریز علاقے سے خالی چھوڑ کر فرار ہوئے۔اسی طرح فیض آباد میں بھی ایک اڈہ خالی کر کے راہِ فرار اختیار کر چکے ہیں۔مجموعی طور پر میوند سے دشمن نے راہِ فرار اختیار کر کے بہت سے علاقوں کو چھوڑ دیا ہے۔اور ان علاقوں پر مجاہدین دوبارہ کنٹرول حاصل کر رہے ہیں۔

صوبہ قندھار کی طرح افغانستان کے دیگر صوبوں کی صورتحال بھی اسی طرح ہے۔ان صوبوں سے بھی صلیبی و اتحادی افواج راہِ فرار اختیار کر چکی ہے۔جو علاقے فاتح طالبان فتح کر چکے ہیں ان علاقوں میں امارت اسلامیہ کا پھریرا لہرا کر شریعت کا نفاذ بھی کر دیا گیا ہے۔محدود اور کم تر علاقہ میں خارجی جارحیت پسند اور کٹھ پتلی حکمران رہتے ہیں۔تمام مواصلاتی راستے مجاہدین کے کنٹرول میں ہیں۔اور علاقوں پر اپنا کنٹرول مستحکم رکھنے کے لیے اور عملداری

کو قائم رکھنے کے لیے طالبان مجاہدین ایک محفوظ نیٹ ورک بنانے میں کامیاب ہو چکے ہیں۔ ایک ضلع سے دوسرے ضلع یا صوبہ کی جانب سفر کے دوران مجاہدین دن رات بلاخوف وخطر اطمینان سے سفر کرتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ شاذونادر کہیں کہیں دشمن سے سامنا ہو جانے کا خطرہ بہرحال موجود رہتا ہے۔

طالبان مجاہدین نے مواصلاتی نظام کو مستحکم کر کے دیگر مجاہدین کی بہت بڑی خدمت کی ہے کہ وہ فعال وائرلیس سسٹم کے ذریعے تمام راستوں کی نگرانی اور ایک صوبے سے دوسرے صوبے تک آنے جانے کا پرامن طریقہ ترتیب دے چکے ہیں۔ انہوں نے بڑی سرعت کے ساتھ پہاڑوں اور بلند مقامات پر ریپیٹر لگا کر پورے ملک کے مجاہدین کو مرکز سے منسلک کر دیا ہے اور ہر علاقہ اور مقام پر مجاہدین اور نو آمدہ مجاہدین کی بروقت راہنمائی کرتے رہتے ہیں کہ دشمن کے ہیلی کاپٹر کہاں کہاں محو پرواز ہیں اور دشمن کی تمام نقل وحرکت کو اپنے سامنے رکھتے ہوئے سفر کرنے والے مجاہدین کو معلومات فراہم کرتے رہتے ہیں اور دفاعی حصار بھی بنا کر رکھتے ہیں۔

حصول انصاف کے لیے تمام علاقوں کی عوام امارت اسلامیہ کے حقیقی پاسبانوں کو اپنا مرجع سمجھتے ہوئے رجوع کرتے ہیں۔ خصوصاً قضا کے مسائل کے متعلق عوام کی تمام تر مشکلات امارت اسلامیہ کے قاضیوں کی جانب سے حل کی جاتی ہیں۔

طالبان کی صفوں میں روز بروز توسیع

یہ ایک حقیقت ہے کہ افغان عوام نے تاریخ کے ادوار میں عالمی ظالموں اور سرکشوں کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا ہے۔ چنگیز سے لے کر انگریز تک اور روس سے امریکہ تک جتنے بھی غاصبوں نے جارحیت کی ہے۔ انہیں نہایت بہادری اور شجاعت سے دندان شکن جواب دیا ہے۔

کل اگر چنگیز خان اور انگریز بہادر نے جارحیت کی تھی تو افغان کی غیور عوام نے ان کے سامنے فولادی چٹان کھڑی کر دی تھی۔ اور آج اگر امریکہ اور اس کے اتحادیوں نے جارحیت کی ہے تو بھی عوام متحدہ طور پر ان کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ 12 برس کی جنگ کے بعد جس کا ایک فریق پچاس سے زائد ترقی یافتہ ممالک پر مشتمل ہے دوسرے فریق بے کس ومجبور پینتیس سالہ جنگی خستہ حالی کا شکار افغان عوام کو تسخیر نہ کر سکا۔

دنیا بھر کے دانشور امریکہ کے بارے میں لکھتے تھے اور کہتے تھے کہ مفلوک الحال طالبان پر امریکہ چند ایام یا مہینوں میں تسلط قائم کر لے گا۔ لیکن آج معاملہ پر اس کے برعکس ہے۔ شاید ان دانشوروں اور امریکی ایوانوں میں براجمان حکمرانوں نے افغان تاریخ کا مطالعہ نہیں کیا کہ ''افغان تاریخ ایک فطرت ہے اور فطرت کبھی بدلتی نہیں'' امریکہ اپنی تاریخ کی طویل ترین جنگ میں الجھ کر رہ گیا ہے۔ یہ سب اللہ کا فضل وکرم ہے کہ کفر کے مقابلہ میں افغان عوام کا جہاد برحق وکامیاب ٹھہرا ہے۔

اکثریت کا خیال تھا کہ 2013ء کے بعد حالات استعمار کے مفاد میں گردش کریں گے۔ لیکن اب حقائق خود بخود نمودار ہو رہے ہیں۔ جن پر بارہ برس سے استعمار نے بعض زرخرید میڈیا کے ذریعے پردہ ڈالا ہوا تھا۔ اور دنیا سے حقائق کو چھپانے کی کوشش کی جارہی تھی۔

حالیہ دنوں میں جاپانی ٹی وی چینل این ایچ (NH) کی تحقیقات کی بنیاد پر یہ بات سامنے لائی گئی ہے کہ ''مجاہدین کی صفوف میں آئے روز اضافہ ہوتا جارہا ہے''۔ اگرچہ یہ سروے ملک کے شمالی علاقہ جات میں کیا گیا، جہاں دشمن کے خیال میں مجاہدین کی سرگرمیاں دیگر علاقوں کی نسبت کم ہیں۔ لیکن درحقیقت ملک کے طول وعرض میں حقائق اس سے کئی گنا قوی، گہرے اور وسیع ہیں۔ اور سب سے بہترین مثال حضرت خالد بن ولیدؓ کے اسم گرامی سے موسوم سال 2013ء میں مجاہدین اسلام کی جانب سے ہونے والی کارروائیوں اور سلسلوں کی عظیم اور بڑی فتوحات ہیں جو روزانہ بالخصوص قلیل وقت میں رونما ہوتی ہیں۔ جن کی گواہ افغان عوام اور عالمی برادری ہے۔ اسی وجہ سے تو دشمن عملی میدان میں ایک شرمناک تاریخی شکست سے دوچار ہوا۔ دشمن میڈیا وار اور پروپیگنڈہ مہم سے بہت جتن کر رہا ہے۔ لیکن عوام کی آنکھوں کے سامنے کے حقائق تو نہیں بدلے جا سکتے کیونکہ وہ تو قریب سے مشاہدہ کر رہے ہیں۔

اس میں شک نہیں ہے کہ مجاہدین کا آپریشن عوامی حمایت کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ یہی عوام ہے جو طالبان مجاہدین کے لیے راہ ہموار کرتی ہے۔ ضرورت کے وقت مجاہدین کی حفاظت کرتی ہے اور دشمن کی سرکوبی کے لیے تعاون کرتی ہے۔ بلکہ بذات خود عوام بھی استعمار کے خلاف عملی جہاد کر رہی ہے۔

قابل تحسین ہے کہ ایسے کٹھن حالات میں عوام مجاہدین کے ہمراہ اور حامی ہیں۔ جن پر فضا سے دشمن کے طیارے بمباری کر رہے ہیں۔ اور

زمین پر ٹینکوں کے ذریعے ان کے گھروں کو مسمار کیا جارہا ہے۔عوام کے خلاف چھاپے، گرفتاریاں، زدوکوب اور قتل کرنا معمول بن چکا ہے۔اگر یہ نہ ہوتا تو چند دنوں میں ہی خوفزدہ دشمن کا خاتمہ کردیا جاتا۔

ہم تمام عالمی اور مقامی ذرائع سے مطالبہ کرتے ہیں کہ جاپانی این ایچ ٹی وی کی طرح علاقوں کا دورہ کریں اور غیر جانبدارانہ طور پر حقائق کو اجاگر کریں، تاکہ عالمی برادری واضح حقائق سمجھ سکے اور اپنی اپنی حکومتوں پر دباؤ ڈالیں کہ افغانستان کی جارحیت کے لیے بنیادی حل کے متعلق فکر کریں۔

2013ء میں کابل انتظامیہ کے ہزاروں افراد سرنڈر

امارت اسلامیہ افغانستان نے وطن عزیز سے وحشی استعمار کو بھگانے اور اسلامی وملی وطن کے لیے نظام قائم کرنے کی خاطر رواں مقدس مزاحمت کے سلسلے میں فوجی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ سیاسی، ثقافتی، تعلیمی اور دعوتی کوششوں پر بھی بھرپور توجہ دی ہے۔امارت اسلامیہ کے بہادر و مدبر سپوتوں نے وسیع فوجی، سیاسی اور ثقافتی کامیابیوں کے علاوہ دعوتی میدان میں بھی کافی پیش رفت کی ہے۔ ہر ماہ ملک کے مختلف صوبوں اور اضلاع میں دعوت وارشاد کمیشن کی جدوجہد کے نتیجے میں کابل انتظامیہ کے سینکڑوں کارکن وسیکیورٹی اہلکار مجاہدین سے آملے ہیں۔

امارت اسلامیہ افغانستان کے زعیم قائد عالی قدر امیرالمؤمنین حفظہ اللہ تعالیٰ نے عید کے پیغامات میں کابل انتظامیہ کے افغان کارکنوں کو بار بار بتایا ہے کہ استعمار کی مزید حمایت اور ان کے کٹھ پتلی حکمرانوں کی آغوش سے ہم وطنوں کی آغوش میں آجائیں۔

اس لئے بااحساس اور بیدار مغز افغانوں نے امیرالمؤمنین حفظہ اللہ تعالیٰ کے مطالبے پر لبیک کہتے ہوئے اپنے منصب چھوڑ دیئے۔ان میں سے بعض نے اپنے کاروبار شروع کردیئے اور بعض نے امارت اسلامیہ کی صفوف میں شامل ہوکر اسلام اور ملک کے دفاع کی خاطر ''مقدس جنگ'' میں ''فاتح طالبان'' کے ہمراہی ہونے کا شرف حاصل کرلیا ہے۔

سال 2013ء کو کابل کٹھ پتلی انتظامیہ کے جن افراد نے ہم وطن مجاہدین کی آغوش میں پناہ لی ان کا اجمالی خاکہ قارئین کرام کے سامنے پیش خدمت ہے۔

2013ء کے دوران امارت اسلامیہ کے دعوت وارشاد کمیشن کے کارکنوں، علماء کرام، قبائلی عمائدین اور مقامی مجاہدین کی جدوجہد کے نتیجے میں ملک کے طول وعرض میں ہزاروں بااحساس ہم وطنوں نے حقائق کا ادراک کرتے ہوئے استعمار اور ان کے کٹھ پتلی حکمرانوں کا ساتھ چھوڑ کر حق کا ساتھ دینے کو پسند کیا۔

جنوری:۔

کرزئی انتظامیہ کے 154 بااحساس اہلکاروں اور مقامی جنگجوؤں نے مجاہدین کی صفوف میں شمولیت اختیار کی۔

فروری:۔

کابل انتظامیہ کے مختلف شعبوں سے وابستہ 539 افراد دشمن کو چھوڑ کر مجاہدین سے آملے۔

مارچ:۔

484 بیدار مغز افغان فوجی طالبان مجاہدین کی صفوں میں شامل ہوگئے۔

اپریل:۔

ملک کے مختلف صوبوں میں کابل انتظامیہ کے 382 سیکیورٹی اہلکاروں نے مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے۔

مئی:۔

کرزئی کٹھ پتلی انتظامیہ کے 522 افراد نے مجاہدین کا ساتھ دینا پسند کیا۔

جون:۔

545 ہموطن کابل انتظامیہ سے بیزار ہوکر طالبان مجاہدین میں شامل ہوئے۔

جولائی:۔

کابل انتظامیہ کے 479 فوجی، پولیس اہلکار اور مقامی جنگجو مخالفت سے دستبردار ہوئے۔

اگست:۔

دعوت وارشاد کمیشن کے کارکنوں کی جہد مسلسل سے ملک کے مختلف صوبوں میں 767 افراد مجاہدین کی صفوف میں شامل ہوئے۔

ستمبر:۔

کرزئی انتظامیہ کے 878 فوجیوں، پولیس اہلکاروں، مقامی جنگجوؤں اور دیگر شعبہ سے وابستہ کارکنوں نے اپنے مناصب چھوڑ کر طالبان مجاہدین کو اپنانے کا فیصلہ کیا۔

اکتوبر:۔

505 ہم وطنوں نے کابل کٹھ پتلی انتظامیہ سے برأت اور مجاہدین کی حمایت کا اعلان کیا۔

نومبر:۔

کٹھ پتلی انتظامیہ کے 592 سیکیورٹی اہلکاروں نے مجاہدین کو چنا اوران میں شامل ہوگئے۔

دسمبر:۔

دعوت وارشاد کمیشن کے کارکنوں کی تگ ودو کے نتیجہ میں 272 سیکیورٹی اہلکاروں نے مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈالے۔

اس طرح 2013ء میں کل 6119 افراد حق وصداقت کے علمبردار فاتح طالبان کے لشکر کے ہمراہی بن گئے۔مجاہدین کے ساتھ شامل ہونے والے ان افراد نے اپنے ہمراہ کابل انتظامیہ کے وائرلیس سیٹ، ہلکے اور بھاری ہتھیاروں کے ساتھ ساتھ گاڑیاں بھی مجاہدین کے حوالہ کیں اور نئے عزم کے ساتھ دین اسلام اور ملک وقوم کے لیے جانیں قربان کرنے کا عہد کیا۔مجاہدین کے کمیشن نے ان کے اقدامات کو سراہا اور انعامات سے بھی نوازا۔

کابل انتظامیہ نے اتنا کچھ ہو جانے کے بعد بھی 2013ء کو کامیابی کا سال قرار دے کر عالمی برادری اور خود افغانوں کو حیران کر دیا۔

حالانکہ حقائق سب کے سامنے ہیں۔ ہر ذی شعور انسان حقائق سے باخبر ہے۔اور سوشل میڈیا، انٹرنیٹ اور ٹی وی چینلز، ببانگ دہل فاتح طالبان کی فتح وکامرانی کا ڈنکا بجارہے ہیں۔

خالد بن ولیدؓ آپریشن 2013ء میں طالبان کی کامیابیاں

فاتح طالبان کے لیے عظیم سپہ سالار حضرت خالد بن ولیدؓ سے موسوم آپریشن میں طالبان مجاہدین کو ان گنت فتوحات نصیب ہوئیں جن کا ریکارڈ مکمل طور پر محفوظ بھی ہے اور سوشل میڈیا پر حقائق لئے پوری دنیا کے سامنے بھی ہے۔اب دشمن طاقتوں کا پراپیگنڈہ اور زرخرید قلمکار فاتح طالبان کی فتح وکامیابیوں کے حقائق کی تصویر کو مسخ کرنے سے قاصر ہو چکے ہیں۔تمام پراپیگنڈے اور زہرافشانیاں اپنی موت آپ ہی مر چکے ہیں۔

سال 2013ء میں امارت اسلامیہ کو فتوحات دینے میں بہت سے شہداء کا مقدس لہو شامل ہوا اور اس لہو کی برکت سے صلیبی واتحادی لشکروں کو منہ کی کھانا پڑی اور وہ شکست وریخت کے قلیب بدر، کی اتھاہ گہرائیوں میں پیوند خاک ہو گئے۔اور باقی ماندہ راہِ فرار اختیار کر چکے ہیں۔

سال 2013ء میں 1302 نفوس قدسیہ نے گراں قدر جہادی خدمات ادا کرتے ہوئے خلعت شہادت حاصل کی۔ اور امارت اسلامیہ افغانستان کو صلیبی واتحادی مگرمچھوں کے جبڑوں سے آزاد کروا کر کلمہ توحید والے پرچم کو سربلند کیا۔

شاہین صفت طالبانِ حق نے سال 2013ء کے دوران 2787 ریموٹ کنٹرول WKS کاروائیاں کیں جبکہ 79 فدائی حملے کر کے 133 فدائیان مجاہدین نے شہادت کا عظیم رتبہ حاصل کیا۔امریکیوں اور افغان آرمی کی چیک پوسٹوں اور مراکز پر 1247 حملے کر کے انہیں فرار ہونے پر مجبور کر دیا۔

امریکی وصلیبی افواج کے 40 فضائی نگرانی و بمباری کرنے والے ہیلی کاپٹر وطیاروں کو 2013ء میں مار گرایا گیا۔اور 36 جاسوس طیارے بھی طالبان مجاہدین کے قہر کا نشانہ بنتے ہوئے تباہی سے دوچار ہوئے۔

شاہین صفت مجاہدین نے کھلے میدانوں، کھیتوں اور کھلیانوں میں بھی صلیبیوں کا تعاقب جاری رکھا اور ان پر میزائل، راکٹ و مارٹر سے 625 حملے کئے۔ جبکہ کمین یا گھات لگا کر صلیبی افواج پر 483 حملے کئے گئے۔ طالبان مجاہدین کی جنگی حکمت عملیوں اور کامیاب کاروائیوں سے صلیبیوں کی 1591 بکتر بند گاڑیاں اور ٹینک اپنے سواروں سمیت ملبے کا ڈھیر بن گئے۔اور 1669 آئل ٹینکرز وٹرک بھی اپنی ہیئت برقرار نہ رکھ سکے۔صلیبی افواج کی 1556 فوجی گاڑیاں بھی 2013ء میں آپریشن خالد بن ولیدؓ کی نذر ہوگئیں۔

صلیبی افواج کو لاجسٹک سپورٹ اور رسد کی فراہمی روکنے کے لیے طالبان مجاہدین نے دشمن کی سپلائی لائن پر 447 حملے کر کے دور دراز کے صلیبی فوجیوں کو بے یارومددگار کر کے رکھ دیا۔

آپریشن خالد بن ولیدؓ 2013ء میں طالبان مجاہدین نے سرزمین خراسان کو صلیبی واتحادی افواج کے وجود نامسعود سے پاک کرنے کی نیت سے 5828 صلیبی فوجیوں کو نشانِ عبرت بنا کر مردار کیا اور 1496 صلیبی فوجیوں کو سٹریچر کی زینت بنا کر عمر بھر کے لئے معذور واپاہج بنا ڈالا۔

حق وصداقت کے علمبردار فاتح طالبان نے غدار وطن، غدارِ دین وملت 19191 مرتد افغان فوجیوں کو موت کے گھاٹ اتار کر جہنم کے ٹکٹ جاری کئے اور 13624 مرتد افغانیوں کے لیے بیساکھیوں اور سٹریچر کو عمر بھر کا ساتھی بنا ڈالا۔

آپریشن خالد بن ولیدؓ میں 133 فدائی مجاہدین شہید ہوئے اور دیگر حملوں اور کاروائیوں میں 1169 مجاہدین نے شہادت پائی۔ پورے عرصہ 2013ء میں 786 مجاہدین زخمی اور مجاہدین کی صرف 60 گاڑیاں تباہ ہوئیں۔

الحمدللہ حضرت خالد بن ولیدؓ آپریشن 2013ء واقعتاً طالبان مجاہدین کو ''فاتح طالبان'' ثابت کر گیا۔

آمد بہار

2014ء نئی خوشخبریوں کے ساتھ بہار نو کی آمد آمد

عجز وانکساری کے حامل فاتح طالبان اپنی فتوحات اور کامیابیوں کو سمیٹتے ہوئے 2014ء میں داخل ہوئے اور پرکشش مسحور کن اور دلوں کو ٹھنڈا کرنے والی بہارِ نو کے استقبال کی تیاریاں کرنے اور امارت اسلامیہ کو مکمل شرعی نفاذ کے ساتھ عمل پیرا کرنے کی حکمت عملیوں، منصوبہ بندیوں کے بارے میں فہم وفراست اور تدبر سے کام لینے میں مشغول ہوگئے۔

سال 2014ء میں افغانستان کے طول وعرض میں طالبان شرعی نفاذ کا مقدس فریضہ سرانجام دینے کے لیے کمر ہمت کسنے لگے۔عوام کی حمایت، محبت اور تائید کے حامل فاتح طالبان اپنی فتوحات پر فخر وتکبر کا شکار نہ ہوئے بلکہ فاتح مکہ حضرت محمد ﷺ کے اسوہ حسنہ پر عمل کی سعادت حاصل کرتے ہوئے عجز وانکساری، محبت، بھائی چارے، ہم آہنگی اور باہمی مشوروں سے آگے کی منازل کا تعین کرنے لگے۔

نصرت الٰہی سے فاتح طالبان اس قدر مضبوط اور مستحکم ہو چکے ہیں کہ وہ کٹھ پتلی افغان حکومت کے دارالخلافہ کابل میں رہ کر بھی اپنی جنگی حکمت عملیوں کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔اور زرخرید انتظامیہ کے سامنے سینہ تان کر اپنے مشن کو آگے بڑھا رہے ہیں۔

2014ء افغان کٹھ پتلی حکومت کے صدارتی ڈرامے کا سال ہے۔اس سال کٹھ پتلی انتظامیہ اتحادی افواج کی نظر میں اپنا وقار بحال کرنے کے لیے صدارتی ڈرامے کا سٹیج لگا رہی تھی کہ فاتح طالبان نے ان کے اس ڈرامے کو خوفناک اور المناک فلم میں بدل کر رکھ دیا۔جس کا ہر منظر انتہائی ڈراؤنا، عبرتناک اور کٹھ پتلی انتظامیہ کا کچہ چٹھہ کھولنے کے مترادف ہے۔فاتح طالبان تو بہار نو کے منتظر تھے۔اور بہار نو کے آتے ہی انہوں نے کابل کی کٹھ پتلی انتظامیہ کے صدارتی ڈرامہ کو ٹھپ کر کے رکھ دیا۔اور فتح اور استحکام کا عملی ثبوت فراہم کر ڈالا۔

افغانستان میں امریکی جعلی صدارتی الیکشن اور صدارتی ڈرامہ کو سبوتاژ کرنے کے لیے فاتح طالبان نے صرف 24 گھنٹوں میں صدارتی الیکشن کے دن ملک کے طول وعرض میں وسیع پیمانے پر حملے کئے۔حملوں میں سینکڑوں غلام فوجی، پولیس اہلکار اور شرپسند جنگجو ہلاک وزخمی کر ڈالے اور ملک کے اکثریتی علاقوں میں الیکشن کے عمل کو ناکارہ بنا ڈالا۔

فاتح طالبان کے تابڑ توڑ حملوں کی وجہ سے اکثر پولنگ سٹیشنز سنسان اور بے نام ونشان رہے۔ چند بڑے شہروں کے بعض علاقوں میں انتہائی

سیکیورٹی کی آڑ میں نام نہاد صدارتی الیکشن کا ڈرامہ رچایا گیا۔ جس کو عالمی میڈیا پر کوریج دے کر الیکشن کی کامیابی کا پراپیگنڈہ کیا گیا۔ جبکہ اکثر پولنگ اسٹیشنز کا عملہ سیکیورٹی اہلکار فرار ہوگئے اور بیلٹ بکسز کو نذر آتش یا دریا برد کر دیا گیا۔ کابل انتظامیہ کے 5 لاکھ اہلکاروں کو طاقت اور روپے کے بل بوتے پر تعینات کیا گیا۔ لیکن وہ خالی بیلٹ بکسز لے کر واپس لوٹے۔

ملک بھر میں 2014ء کے صدارتی الیکشن پر مجاہدین کے حملوں کا اجمالی خاکہ درج ذیل ہے جس میں کئی کارروائیوں کی اطلاعات مواصلاتی رابطہ نہ ہونے کی وجہ سے شامل نہ کی جاسکیں۔

فاتح طالبان نے نام نہاد صدارتی الیکشن کے دن کے 1088 حملے کئے۔ جن کی مختصر تفصیل درج ذیل ہے۔

صوبہ ننگرہار میں 123، خوست 58، پکتیکا 28، میدان وردک 31، کنڑ 66، بدخشاں 25، پروان 49، بلخ 04، سمنگان 02، قندوز 56، کاپیسا 22، کابل 21، پنجشیر 02، نورستان 38، بغلان 87، پکتیا 49، جوزجان 11، غزنی 76، بامیان 02، تخار 05، لوگر 62، زابل 42، قندھار 18، ارزگان 34 اور ہلمند صوبہ میں 53 حملے کئے گئے۔ اسی طرح ہرات، بادغیس، فاریاب، دائیکنڈی، فراہ اور سرپل صوبوں میں مجموعی طور پر 103 حملے کر کے صداری الیکشن کو ناکام کر دیا گیا۔

سال 2014ء کو طالبان مجاہدین نے الخیبر آپریشن کا نام دیا جو 12 مئی 2014ء کو شروع ہوا۔

فاتح طالبان بہار نو کے منتظر ہیں۔ لیکن اس کے باوجود سخت سردی کے موسم میں بھی اپنی کارروائیاں اور جنگی سرگرمیاں جاری رکھے ہوئے ہیں۔

کتاب ''فاتح طالبان'' کی کمپوزنگ کے آخری ایام تک صرف تین ماہ میں فاتح طالبان کی کارروائیوں کا سیل رواں جاری تھا اور اس کے اعداد و شمار 5 اپریل 2014ء نام نہاد صداری الیکشن تک یہ رہے۔

درج ذیل اعداد و شمار صدارتی الیکشن کو سبوتاژ کرنے کے حملوں سے پہلے صرف تین ماہ کی کارروائیوں پر مشتمل ہیں۔

2014ء کے مارچ کے مہینہ کے اختتام تک فاتح طالبان نے

ریموٹ کنٹرول ڈیوائس WKS بارودی سرنگ کے دھماکے کئے	802
فدائی حملے کئے	40
مراکز اور چیک پوسٹوں پر حملے کئے	375
ہیلی کاپٹر و طیارے تباہ کئے	17
جاسوس طیارے مار گرائے	08
میزائل و راکٹ و مارٹر حملے	153
گھات یا کمین حملے	127
ٹینک و بکتر بند گاڑیاں تباہ ہوئیں	585
ٹرک و آئل ٹینکرز برباد ہوئے	470
فوجی گاڑیاں تباہ ہوئیں	652
سپلائی لائن پر حملے	97
صلیبی فوجی ہلاکتیں ہوئیں	921
افغان مرتد فوجی ہلاک ہوئے	7016
صلیبی فوجی زخمی ہوئے	206
افغان مرتد فوجی زخمی	4227
فدائی مجاہدین شہید ہوئے	45
دیگر کارروائیوں میں شہید مجاہدین کی تعداد	209
زخمی مجاہدین	299

جبکہ مجاہدین کی 21 گاڑیاں بھی ابتدائی تین ماہ میں تباہ ہوئیں۔

دوعشروں پر مشتمل امیر المؤمنین کی استقامت، شہامت اور فکری استقلال

عالی قدر امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد حفظہ اللہ تعالیٰ دوعشرے قبل ایک انتہائی سادہ مزاج، عام سا مجاہد اور مدرسے کا طالب علم تھا جو نہ تو کوئی کمانڈر تھا اور نہ ہی کوئی بڑا عالم۔ نہ وہ کوئی مشہور شخصیت تھا اور نہ ہی مال و دولت کا مالک۔ نہ ہی اس نے ناز و نعم میں پرورش پائی اور نہ ہی کسمپرسی کا شکار فاقہ کش بلکہ وہ ایک سلیم الفطرت، پاک طینت، زہد و اخلاص کا پیکر، احکام ربانی کے آگے سر تسلیم خم کرنے والا اور محبوب خدا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا ادنیٰ سا غلام تھا۔

ملا محمد عمر مجاہد صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی مبارک زندگیوں اور اعمال و کردار کا شیدائی تھا۔ جس نے اپنے ضمیر کی آواز اور جذبہ ایمانی سے سرشار ہو کر ''سنگ حصار'' سے اپنے جہادی سفر کا آغاز کیا۔ یہ عظیم المرتبت شخص نہ تو کسی کے کہنے سے، مشورہ دینے سے اور نہ ہی کسی کے تعاون کے وعدے سے اور نہ ہی ذاتی مال و جاہ کی محبت میں کھڑا ہوا تھا۔ بلکہ اپنے دل کی آواز پر ظلم و ستم کے خلاف توکل علی اللہ کرتے ہوئے استقامت کی کٹھن اور دشوار گزار منزل کا راہی بن گیا۔

اس تحفہ خداوندی (ملا عمر) نے ایک چھوٹا سا مدرسہ قائم کیا جس میں 20,15 طلباء اس کے ساتھ زیر تعلیم تھے۔ ایک روز یہ مرد جری دوران مطالعہ قرآنِ پاک کی آیت مبارکہ

''لا یکلف اللّٰہ نفسًا الا وسعھا''

ترجمہ:

''اللہ تعالیٰ نہیں بناتے کسی کو مکلّف مگر اس کی طاقت کے مطابق''

پڑھتے ہوئے رُک گیا اور تدبر کی گہرائیوں میں اترتا چلا گیا۔ اس عظیم مجاہد نے بے سروسامانی اور کم مائیگی کو اپنے لئے کافی نہ سمجھا اور توکل علی اللہ کی معراج حاصل کر کے اسلام مخالف قوتوں کے آگے ڈٹ جانے کا مصمم ارادہ کرلیا۔ اور اپنی ایمانی فراست اور فکری استقلال سے فیصلہ کیا کہ دین اسلام کا نفاذ مدارس میں چھپ چھپ کر نہیں کیا جا سکتا۔ اب خاموش بیٹھنا اور ظلم کو سہتے رہنا کسی بھی طرح درست نہیں ہے۔ لہٰذا اس عاقل انسان نے اپنا نصب العین اپنے ساتھیوں اور دیگر مدارس کے طلباء کے سامنے بیان کیا اور توکل علی اللہ کرتے ہوئے شام تک 55 مخلص اور جانثارانِ اسلام کا لشکر تیار کرلیا۔ اس طرح تحریک طالبان کا آغاز ہوا۔ اور نفاذِ شریعت کو نصب العین بنا کر اس تحریک نے اپنے مقدس جہاد کا آغاز کیا۔

افغانستان میں اس وقت ظلم و بربریت کا عفریت چہار سو پھیلا ہوا تھا۔ وار لارڈز اور چیک پوسٹوں و پھاٹکوں کی حکمرانی ملکی حیات کی فضا پر مسلط تھی۔ مرکزیت اور اتحاد نامی چیز ناپید ہو چکی تھی۔ پورا ملک ایسے مسائل اور بحرانوں میں گھر چکا تھا۔ کہ ہر طرف انارکی اور جبر و تشدد کی فضاء قائم ہو گئی تھی۔ ان بحرانوں کا حل نہ تو اقوام متحدہ کے پاس تھا اور نہ ہی دنیا کی کسی اور طاقت کے پاس۔ افغان عوام یہ سمجھنے سے قاصر تھے کہ اس گرداب سے کیسے نکلا جائے۔ اسی وقت افغان عوام کو ایک مخلص، بے باک، نڈر اور دور اندیش قائد کی صورت میں امید کی ایک کرن ملا محمد عمر مجاہد میں نظر آئی اور افغان عوام کی قیادت کی ذمہ داری عالی قدر امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد حفظہ اللہ تعالیٰ پر آ گئی۔

آپ نے نہایت مدبرانہ انداز میں افغان عوام کی قیادت کر کے پورے ملک کی عوام کو ایک مرکز پر جمع کیا۔ وار لارڈز کی پھاٹکوں کی حکومتوں، قتل و غارت، ڈکیتی، راہزنی اور زنا و شراب، جوا، سود اور منشیات جیسی تمام برائیوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا اور قلیل عرصہ میں افغانستان کو امن کا گہوارہ بنا کر نفاذ شریعت کا پرچم لہرا دیا اور امارت اسلامیہ افغانستان کے نام سے ایک اسلامی فلاحی مملکت وجود میں آ گئی۔

امارت اسلامیہ افغانستان عوامی فلاح و بہبود اور ترقی کی منازل طے کرنا شروع ہوئی تو نیویارک امریکہ میں نائن الیون کا واقعہ پیش آ گیا۔ جب نیویارک واقعہ کو بہانہ بناتے ہوئے امریکی فوجوں نے B-52 طیاروں کے ذریعے اس نوخیز مملکت اسلامیہ پر جارحیت کی تو افغان عوام ایک بار پھر جنگ و جدل کا خطرہ محسوس کرنے لگے۔

امیر المؤمنین حفظہ اللہ تعالیٰ نے اس حالت میں بھی توکل علی اللہ، افغانی شہامت، اور باطل کے خلاف حق کی فتح و کامیابی کے یقین کو متزلزل نہ

ہونے دیا۔ بلکہ خالی ہاتھوں سے ہی امارت اسلامیہ کے جری مجاہدین کو عالمی مستکبرین، متجاوزین اوران کے جدید ٹیکنالوجی سے لیس نظام کے خلاف بیدار، منظّم اور متحد کیا۔ امیر المؤمنین اوران کے جانباز مجاہدین کی استقامت، شہامت اور توکل کے نتیجے میں آج دنیا کی تاریخ اور سیاسی ساخت بدلنے کی حالت میں ہے۔

12 سال قبل واشنگٹن دعویٰ کررہا تھا کہ دنیا ایک قطبی ہے۔ امریکہ جب بھی جہاں چاہے دیگر ملکوں پر حملہ کرسکتا ہے۔ لیکن اب دنیا کتنے قطبوں میں بٹ چکی ہے۔ امریکہ کا وہ نشہ ٹوٹ کر ہرن ہوچکا ہے اور اس کا غرور خاک میں مل چکا ہے۔

اگر امیر المؤمنین کی پروقار اور غیر متزلزل قیادت کے تحت امارت اسلامیہ کے مجاہدین کی قربانی اور جہادی کوششیں نہ ہوتیں تو آج بھی دنیا میں استعمار کا خوف اسی شدت وقوت سے برقرار رہتا۔

ظاہر ہے کہ افغانوں نے تین جنگیں لڑی اور فتح حاصل کی ہے۔ سرخ ریچھ (روس) کی فوج کو بھی بہادری سے شکست دی۔ توان کامیابیوں اور قربانیوں کی وجہ سے آج امیر المؤمنین ملامحمد عمر مجاہد حفظہ اللہ تعالیٰ کی قیادت میں اسلامی نظام کا نفاذ ممکن ہوسکا ہے۔ جو خود مجاہدین اور افغان عوام کے لیے تاریخی فخر ہے۔ جس سے امیر المومنین کے تدبر، استقامت، شہامت اور فکری استقلال کا ثبوت ملتا ہے۔

حرف آخر......فاتح طالبان......اور ڈوبتا ہوا امریکہ

تقریباً پونے دوسو سال قبل 13 جنوری 1842ء کو ''ڈاکٹر برائیڈن'' برطانوی سپر پاور کے کابل چھاؤنی میں متعین 16,500 فوجیوں اور دیگر عملے میں سے زندہ بچ جانے والا واحد شخص تھا۔ جسے افغان مسلمانوں اور مجاہدین نے بطور نشانِ عبرت واپس بھیجا تھا۔ تقریباً ڈیڑھ صدی بعد 14 فروری 1989ء کی شام کم وبیش دس سال تک برطانیہ سے بڑھ کر ذلت ورسوائی سمیٹنے کے بعد سوویت یونین کی فوجوں کا آخر دستہ بھی سوویت یونین کی لاش کو ''دریائے آمو'' کے برفیلے پانیوں میں دریا برد کر کے سرزمین افغانستان سے رخصت ہورہا تھا اور پھر 13 سال بعد 07 اکتوبر 2001ء کی رات ایک اور ''سپر پاور'' کی شامت اعمال اسے اس سرزمین میں کھینچ لائی۔ اور آج صرف 13 سال کے بعد اس مردود سپر پاور کے سرخیل بھی ''سپر پاور کے قبرستان'' سرزمین خراسان، افغانستان سے فرار کے راستے تلاش کرنے کی ناکام کوششیں کررہے ہیں۔

عہد حاضر مین جاری حق و باطل کا معرکہ بھی اس نہج پر پہنچ چکا ہے جہاں پیروانِ ابلیس نہتے اہل ایمان کے مقابلے میں اپنی تمام تر قوت صرف کر دینے کے باوجود شکست زدہ ہوکر زچ ہو جاتے ہیں اور پھر اپنے فطری تکبر کا مظاہرہ کرتے ہوئے نہتے اہل ایمان کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کی سعی لا حاصل میں لگ جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ''طاغوت عصر امریکہ'' اپنے تمام تر معاشی، انسانی اور مادی وسائل کو موجودہ صلیبی جنگ میں جھونک چکا ہے۔

اہل ایمان سے شکست کی ذلت سے دوچار امریکہ کے جنگی جنون کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ دنیا کی کل آبادی کے محض 4 فیصد پر مشتمل اس ملک کا عسکری و جنگی بجٹ دنیا بھر کے دفاعی بجٹ کا 40 فیصد ہے۔ دنیا کی اس وحشی قوم نے جو معلوم تاریخ میں انسانیت کی سب سے بری قاتل ہے۔ 14 لاکھ 45 ہزار ''سورما'' پال رکھے ہیں۔ جو دنیا کے 7 میں سے 6 براعظموں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ جبکہ 12 لاکھ ''نیشنل گارڈز'' اس کے علاوہ ہیں جن کو بوقت ضرورت استعمال کیا جاسکتا ہے۔ اوران میں سے 4 لاکھ اس وقت فعال ہیں۔

8023 ٹینکوں، 23661 بکتر بند گاڑیوں 10646 جنگی جہازوں 5772 ہیلی کاپٹروں اور 190 بحری جنگی جہازوں پر مشتمل دنیا کی سب سے بڑی جنگی قوت امریکہ اپنے تمام تر کبرونخوت کے ساتھ اپنے ہمراہ دنیا بھر کی فوجوں کو لئے ہوئے 2001ء میں جب 30 سالہ جنگ سے تباہ حال افغانستان کے نہتے اہل ایمان پر پل پڑا تھا تو اس وقت دنیا تھر تھر کانپ رہی تھی کہ کہیں ہمارا بھی تورا بورا نہ بن جائے۔

2001ء میں کون جانتا تھا کہ دنیا کو پتھر کے زمانے میں دھکیل دینے کی دھمکیاں دینے والا امریکہ سنگلاخ پہاڑوں کی اس سرزمین میں اس قدر بری طرح الجھ جائے گا کہ 13 سال تک ڈالروں اور بارود کی بارش برسانے کے باوجود واپسی کا محفوظ راستہ تک پانے سے قاصر رہے گا۔ ان 13 سالوں میں امریکہ اوراس کے حواریوں نے کوئی جنگی حربہ اور ہتھیار ایسا نہیں چھوڑا جسے نہتے افغانوں پر نہ آزمایا گیا ہو۔ اس نے اپنے ترکش کے تمام زہر آلود تیر بے گھر اور نہتے افغان عوام پر برسا کر رکھ دیئے۔ تہذیب کے ان جھوٹے علمبرداروں کی وحشت ودرندگی کی مکمل داستان تو شاید کبھی تاریخ کا حصہ بنے۔ لیکن اس کی چند شہ سرخیاں ہی رونگٹے کھڑے کردینے والی ہیں۔

جنگ کے پہلے 6 ماہ میں صلیبی واتحادیوں نے افغانستان کی سرزمین پر 20000 سے زائد میزائل اور بم برسائے۔ جن میں جوہری مواد سے

لیس ڈیزی کٹر بموں سے لے کر 5000 پونڈ زتک وزنی اورکلسٹر بموں کے علاوہ کروز میزائل بھی شامل ہیں۔ان وحشیانہ بمباریوں میں ہزاروں مسلمان شہید ہوئے۔صلیب کے پجاری اوران کے اتحادی اپنے پیشروؤں کی مانند اپنے انجام سے غافل تھے۔لیکن اللہ تعالیٰ توان کے اعمال اوراہل ایمان کے صبر سے خوب واقف ہےاوراس کا فرمانِ عالی شان ہے کہ

''اِن بطش ربک لشدید'' (البروج 12)

ترجمہ:۔ ''بے شک تیرے ربّ کی پکڑ بڑی ہی سخت ہے''

چنانچہ صلیبی واتحادی بھی اللہ تعالیٰ کی پکڑ میں آ گئے۔ان کی ساری تربیت، ترکیب، تدبیر، پھرتی، ٹیکنالوجی، جنگی مہارت، جدید اسلحہ، مقامی وسائل، لاجسٹک سپورٹ اوراتحادیوں وحواریوں کا ساتھ انسانی و مادی وسائل اور مقامی میر جعفرومیر صادق کا تعاون وغیرہ سب دھرے کے دھرے رہ گئے۔اب صلیبی اتحادی چوہوں کی مانند افغانستان کے چوہے دان میں پھنس کررہ گیا ہے۔اسے جائے امان اور جائے فرار نہیں مل رہی۔''نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن'' کے مصداق اللہ کے شیروں کے شکنجے میں پھنسا طاغوتِ اکبر امریکہ شدتِ الم اورغضب سے کبھی چنگھاڑتا ہے تو کبھی اپنی سونڈ زور سے زمین پر پٹختا ہے۔حقائق وقرائن ثابت کر چکے ہیں کہ طاقت کے نشے میں چُور کمزور قوموں پرظلم ڈھانے والا امریکہ اب اللہ کی پکڑ میں آ گیا ہے۔

کارپٹ بمباری ہو یا ڈرون حملے کائنات کی تمام طاقتیں مل کر بھی کسی ظالم کواس پکڑ سے نہیں بچاسکتیں۔گفت الٰہی (کلام اللہ) کی علامات کچھ یوں ہیں کہ سپر پاور ہونے کی دعویدار دنیا کی اس مغروراورمتکبر قوم کا سیاسی، معاشی، معاشرتی اورعسکری طور پر بری طرح سے جنازہ نکل چکا ہے۔امریکی معیشت تباہی کے اس دہانے پر پہنچ چکی ہے کہ ایک امریکی ماہر معیشت کے بقول ''عنقریب وہ وقت آنے والا ہے کہ جب کوئی امریکہ کوقرض دینے پر بھی تیار نہ ہوگا جبکہ ''ری زرو'' کے نام کی کوئی چیز پہلے ہی نہیں بچی''۔

امریکہ کا قومی قرض 120 کھرب ڈالر سے تجاوز کر چکا ہے۔اور معاشی بدحالی کی بدولت بے روزگاری کا ایک سیلاب امڈ آیا ہے۔بنکوں کے قرض ادانہ ہوسکنے کی وجہ سے 3 لاکھ سے زائد امریکی خاندان بے گھر ہوکر پناہ گزینوں کی مانند کیمپوں اورخیموں میں زندگی بسر کرنے پر مجبور ہیں۔دوسری جانب عسکری لحاظ سے بھی امریکہ نہ صرف شکست سے بلکہ زوال کا بھی شکار ہورہا ہے۔پستی اورذلت نے اس کی قدم بوسی شروع کردی ہے۔

ایک ایسا ملک جس کی اپنی کوئی منظّم فوج بھی نہیں ہے۔ایسے ملک میں صلیبی جنگ پرخرچ کئے گئے امریکہ کے 10 کھرب ڈالر بھی اس کے کسی کام نہ آسکے۔بلکہ الٹا اسی کے لیے وبالِ جان بن گئے ہیں۔جس فضائی قوت پر اسے بڑا ناز تھا اس کا یہ حال ہے کہ صرف افغانستان میں گذشتہ 13 سالوں میں طالبان مجاہدین نے بے سروسامانی اورکم مائیگی کے باوجود امریکہ اوراس کے اتحادیوں کے کم ازکم 374 ہیلی کاپٹروطیارے مارگرائے ہیں۔جبکہ تباہ ہونے والے ڈرون طیاروں کی تعداد 187 تک جا پہنچی ہے۔افغانستان میں عبرتناک موت کا نشانہ بننے والے امریکی واتحادی فوجیوں کی تعداد 54460 سے تجاوز کر چکی ہے۔اور 13684 سے زائد صلیبی واتحادی فوجی زخمی ہوئے ہیں۔

ویٹرن آفیسرز گروپ نے ایک رپورٹ مرتب کی تھی کہ 1,78,483 امریکی فوجی جو جنگ میں سے واپس آئے تھے پاگل پن یا ذہنی امراض کا شکار ہو چکے ہیں۔

یہ بات الگ ہے کہ اس اعداد وشمار سے امریکی واتحادی نظریں چراتے ہوئے تسلیم نہیں کرتے۔اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ روبہ زوال امریکی اور اس کے حواری فرنٹ لائن اتحادی اس بدترین شکست کے منظر نامہ کومحض مذاکرات اورنئی افغان پالیسی کے لفافہ میں ملفوف کر کے بدلا جاسکتا ہے تو اسے خام خیالی کی دنیا سے باہر آجانا چاہئے۔

نائن الیون کے بعد فرعونِ وقت نے کہا تھا کہ دنیا فیصلہ کرلے کہ وہ امریکہ کے ساتھ ہے یا اس کے دشمنوں کے ساتھ۔لیکن آج 13 سال کا عرصہ گزرجانے کے بعد امریکہ فاتح طالبان کے آگے شکست وریخت کے عالم میں سوویت یونین کی مانند ریزہ ریزہ ہو کر تاریخ کے اوراق میں تحلیل ہوتا جارہا ہے۔

دنیا کی سپر پاور سمجھی جانے والی طاقت امریکہ بڑے طمطراق کے ساتھ اپنے پورے لاؤلشکر اوراتحادیوں کے ساتھ اتراتے ہوئے اپنے جنگی بحری بیڑوں کے ساتھ یہاں آیا تھا۔لیکن اب وہ راہ فرار اختیار کرتے ہوئے بدحواسی کے عالم میں اپنے بحری بیڑوں کے لنگر اٹھانے کی کوشش کررہا ہے۔لیکن لنگر فاتح طالبان کی بنائی ہوئی اس دلدل میں پھنس چکے ہیں اورامریکہ اپنے فخر وتکبر کے ساتھ اپنے پیش روفرعون کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے ڈوبتا ہی چلا جارہا ہے۔اورجلد ہی تحلیل ہوکرنشانِ عبرت بن جائے گا۔(انشاءاللہ)

FATEHTALIBAN@GMAIL.COM
https://twitter.com/FATHETALIBAN
facebook FATEH TALIBAN
http://fatehtaliban.blogspot.com
بروز جمعۃ المبارک18-04-2014

مراجع

1-مقدس جنگ	حیات اللہ خان
2-خاک وخون	محمد مقصود احمد
3-لشکر دجال کی راہ میں رکاوٹ	ملا امین اللہ امین اخند شہیدؒ
4-میں نے کابل بستے دیکھا	محمد مقصود احمد
5-آتش وخوں سے دریچہ زندان تک	محمد ناصر خان
6-پنج شیر سے لاہور تک	ڈاکٹر حامد اصغر شیخ
7- صلیبی لشکر کا قبرستان سرزمین خراسان	محمد ناصر خان
8-اکیسویں صدی کا دجالی لشکر	غازی عبداللہ منصور
9-ڈیورنڈ لائن کے اس پار	انور غازی
10-حضرت امام مہدی اور ان کا لشکر	مولانا ابنِ سلطان محمود
11-جرمِ ضیعفی	ملا عبد السلام ضعیف
12-طالبان کا افغانستان	حافظ طاہر منصور
13-حطین میگزین	عالمی جہاد کا داعی
14-ماہنامہ شریعت میگزین	امارت اسلامیہ افغانستان
15-ماہنامہ نوائے افغان جہاد میگزین	طالبان مجاہدین کا ترجمان
WWW.SHAHAMAT-URDO.COM-16	امارت اسلامیہ افغانستان
WWW.THEUNJUSTMEDIA.COM-17	امارت اسلامیہ افغانستان کی خبریں
WWW.sHAHAMAT.INFO-18	امارت اسلامیہ افغانستان

حضرت امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد حفظہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

قرآن آپ کے سامنے موجود ہے۔ ذرا اس کو دیکھو کہ کیا درس دیتا ہے۔ میں بھی وہی بات کرتا ہوں جو قرآن کہتا ہے۔ میں کسی کو دھوکہ نہیں دے رہا۔ مسلمانو!

دنیا کی فکر مت کرو اور غفلت چھوڑ دو۔ اور (جہاد کے لیے) بیدار ہو جاؤ! جھوٹی خبروں پر یقین مت کرو! اپنے ایمان اور اسلام پر ثابت قدم رہو......

یہ (صلیبی) لوگ نہیں چاہتے کہ کسی ملک میں مکمل اسلامی قانون ہو اور مسلمان اپنے دینی احکامات کے مطابق زندگی گزاریں......

اگر تم (مسلمانوں) نے قربانی نہ دی اور اپنے دین پر غیرت نہ دکھائی تو تمہارا حشر بھی ان قوموں کی طرح ہوگا جن کو اللہ تعالیٰ نے سب کچھ ہوتے ہوئے بھی ذلیل کر دیا اور ان کا ایمان اور غیرت ان سے چھین لی گئی......اپنے ربّ پر توکل کرو اور صبر سے کام لو۔ مسلمانوں کا اللہ پر توکل ہی سب سے بڑا سہارا ہے......

صرف یہ اسلام نہیں ہے کہ تم نے کہا کہ میں مسلمان ہوں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر امتحان بھی ڈالتا ہے۔ اور دیکھتا ہے کہ اگر کافر مسلمانوں پر حملہ کر دیں تو تمہارا کیا کردار ہوگا؟

اے مسلمان بھائیو! دھوکہ مت کھاؤ۔ امریکہ بھی کافر ہے۔ اور جو اس کے ساتھ ہیں وہ بھی کافر ہیں۔ میں ذرا بھی ان (صلیبیوں) سے نہیں ڈرتا اور نہ ہی مجھے کوئی خوف ہے......میں سب کچھ قربان کر دوں گا مگر اسلام کے خلاف ان (صلیبیوں) سے کوئی معاہدہ نہ کروں گا......انشاء اللہ

میں اپنی زندگی میں مسلمانوں کے لیے ایسی کوئی چیز نہیں چھوڑوں گا جو مسلمانوں کے لئے شرمندگی کا باعث ہو۔ اور میں اسلام کے پرچم کو نیچے نہیں گرنے دوں گا۔

ہم دنیا بھر کے مسلمانوں کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول یاد دلاتے ہیں کہ

''ہم وہ قوم ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اسلام کے ذریعے عزت دی''

اب اگر ہم نے اس کے علاوہ کسی شے میں عزت تلاش کی تو اللہ تعالیٰ ہمیں ذلیل کر دیں گے۔ چنانچہ امت کی عظمت رفتہ کی بحالی کے لیے لازم ہے کہ ہم احکام الٰہی پر کاربند ہوں۔ دنیا بھر کے مظلوم مسلمانوں کی نصرت کریں اور ظالموں و سرکشوں کے خلاف جاری جہادی تحریک کا حصہ بنتے ہوئے خود کو فہم و فراست اور حکمت کے زیور سے مزین کریں............

اللہ تعالی کے فیصلے ہماری شکل وصورت پر نہیں بلکہ ہمارے دلوں اور اعمال پر ہوتے ہیں

امارت اسلامیہ کے بہادر مجاہدین!

"یہ آپ کا دینی اور قومی فریضہ ہے کہ لوگوں کو آرام پہنچانے اور ان کی دل جوئی کی کوشش کریں۔ غرور و تکبر کے ساتھ، کسی شرعی دلیل کے بغیر طاقت اور اسلحے کا استعمال، عوام کو دھمکانا، ڈرانا اور ایذا پہنچانا، ان کے جان مال اور عزت کو نقصان پہنچانا بہت بڑا جرم ہے جس کے ارتکاب پر دنیا میں بھی اور اخرت میں بھی احتساب کا سامنا ہوگا۔ لوگوں کے ساتھ آپ کا رویہ اچھے اخلاق، تحمل، عاجزی، ایثار اور دوطرفہ احترام پر مبنی ہونا چاہیے۔ ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالی کے فیصلے ہماری شکل وصورت پر نہیں بلکہ ہمارے دلوں اور اعمال پر ہوتے ہیں۔

مجاہدین امارت اسلامیہ کے مفتوحہ علاقوں میں انصاف اور امن کے قیام کے لیے بھرپور مخلصانہ جدوجہد کریں۔ چوروں اور ڈاکوؤں کا خاتمہ کریں اور عوام کو سکون کی فضا مہیا کریں۔

جہادی کارروائیوں کے دوران عوام کے جان و مال کا پورا خیال رکھیں تاکہ خدانہ کرے انہیں کوئی نقصان نہ پہنچے۔ عوامی نقصانات کی روک تھام کے لیے قائم شعبہ اپنی ذمہ داریوں پر پوری طرح توجہ دیں تاکہ عوامی نقصانات کا مکمل خاتمہ ہو سکے۔

مجاہدین کو یاد رکھنا چاہیے کہ کفار کے خلاف ہماری استقامت اور کامیابی صرف اور صرف اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑنے میں ہے۔ مجاہدین اطاعت کے دائرے میں رہتے ہوئے اللہ تعالیٰ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے امیروں کی اطاعت جاری رکھیں۔ نفاق، اختلاف اور تعصب سے دور رہیں۔ اتحاد، بھائی چارے اور آپس کے اعتماد کا رشتہ اور بھی مضبوط کریں۔ اور دشمن کے خلاف جہادی صف بنیان مرصوص کی طرح ناقابل تسخیر بنادیں"۔

امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد نصرہ اللہ